نیلم کا مرکت

تحریر : دیباء تبسم

یہ ایک فرضی کہانی ہے جسکا تعلق کہانیوں کی دنیا سے ہے اس کا کوئی واقعہ کوئی کردار حقیقی نہیں!

رات گہری اور سرد تھی۔ موسمِ سرما کی پہلی بارش تھی۔ ہر سو سناٹے اور خاموشی کا راج تھا۔ بارش صرف برس نہیں رہی تھی بلکہ چھاج و چھاج برس رہی تھی۔ اور اس طوفانی بارش کے خطرے کا ثبوت اسکی بوند بوند کا تر چھا ہوناتھا۔ کڑکتی بجلی گھروں میں بند لوگوں کے بھی دلوں کو کپکپانے پر مجبور کر رہی تھی۔ آسمان اتنا سیاہ رنگ اور ابر آلود تھا کہ ہر اُٹھتی نظر سہم کر زمین پر جم جاتی تھی۔ جہاں اس بارش نے سیلاب کا منظر پیش کرر کھا تھا۔ ہر بندہِ بشر کی زبان پر کلمہِ خیر تھا۔ روئے زمین پر دھڑکنے والا ہر دل کپکپا رہا تھا۔ ایسے ہی منظر میں کچھ حیران کن تھا کچھ تھا۔ جو ٹھٹکنے پر مجبور کر رہا تھا۔ کچھ تھا جو اس منظر کے خلاف تھا۔

کیا تھا وہ؟؟؟

کون تھا وہ؟؟

جس کے اندر اس ہولناک اور دھڑکتے قلوب کی دھڑکنوں میں ارتعاش پیدا کر دینے والے اس طوفان نے بھی ہلکی سی دہشت قائم نہ کی تھی۔ چلتے ہیں پھر ایسے کرداروں کی دنیا میں

جہاں خوف بھی کپکپاتا ہے۔

جہاں آنسو بھی اشک بہاتے ہیں۔

جہاں آہیں بھی سسکتی ہیں۔

!!! جہاں ایک فرعون کی بادشاہت ہے۔ ہاں! فرعون!! اکیسویں صدی کا فرعون

شاید نہیں، بلکہ یقیناً نہیں۔

فرعون نے تو گھر گھر کا بچہ مارا تھا۔ اور اِس شخص نے، اس نے تو ہر گھر کا چراغ بجھانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ اس نے بچے، عورتیں، جوان، بُزرگ کسی کو نہ بخشا تھا۔ وہ بخشنے والوں میں سے تھا ہی نہیں۔ اس حساب سے تو یہ شخص فرعون سے بھی بدتر تھا۔

وہ انسان نہیں تھا۔ وہ خود کو انسان نہیں کہتا تھا۔ وہ تو وہ تھا کہ جس کو دیکھ کر چلتے خون کی گردش تھم جائے۔ جس کو دیکھ کر چلتی نبض رُک جائے۔ جس کو دیکھ کر صرف خوف آئے، دہشت ہو اور روح کپکپا جائے۔

جسکے بارے میں اس اسلامی جمہوریہ پاکستان کی افواج, پولیس اور خفیہ ادارے بھی ثبوت اکٹھے کرنے میں ناکام رہے تھے۔ مگر پاکستان کے قانونی اداروں میں بھرتی نوجوان کم ہمت نہ تھے۔ ہر مشن کی ناکامی پر بھی وہ ہمت ہارنے والوں میں سے نہ تھے۔

پاک افواج میں چاہے وہ فضائی ہو یا بحری، پولیس چاہے وہ کسی بھی صوبے کی ہو یا خفیہ ایجنسیاں جس میں آئی ایس آئی نے اپنا لوہا منوا کر دنیا میں اپنی دھاک بٹھا رکھی ہے۔ ہر قانون کا محافظ، قوم کا محافظ ہمہ وقت اپنی وردی کا فرض ادا کرنے کو تیار تھا۔ مگر اب تک سوائے ناکامی اور شکست کے کچھ حاصل نہ ہوا تھا۔

کڑ کڑ کڑ۔۔۔ بجلی کی چمک نے اس گھپ سیاہ اندھیرے میں ایک لمحے کو روشنی کر دی تھی۔ ایک ہلکی سی چنگاری کی مانند یہ بجلی کڑکی اور اس بوسیدہ عمارت کا زینہ چڑھتے ایک مغرور شخص کے مضبوط لیدر کے جوتوں پر پڑی۔ بالکل سیاہ رنگ کے جوتے اس کی چال سے ہی تکبر، گھمنڈ اور غرور ٹپک رہا تھا۔ وہ اکیلا یہ زینے نہیں طے کر رہا تھا۔ بجلی ایک بار پھر پوری ہولناکی سے کڑکی تھی۔ ایک بار پھر روشنی پیدا ہوئی۔ جو سیدھا اس شخص کے ساتھ گھسیٹے جانے والے ایک کتھئی رنگ کے لباس میں ملبوس نوجوان پر پڑی تھی۔ جسکی حالت سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ اُس پر چند لمحات قبل بری طرح تشدد کیا گیا ہے۔ اس نوجوان کی شرٹ اس قدر پھٹ چکی تھی کہ اسکا تن ڈھانپنا ناممکن ہو چکا تھا۔ اسکی کمر پر گرم لوہے کے آلے سے جیسے کسی نے بے دردی سے نشان ڈال رکھے تھے۔ اسکے جسم پر موجود نشان چیخ چیخ کر اس بات کی گواہی دے رہے تھے کہ اسے لوہے کی زنجیروں سے پیٹا گیا ہے۔ ہونٹ پھٹے پڑے تھے۔ یہاں تک کہ نچلے لب کا گوشت اُدھڑ کر منہ سے باہر لٹک رہا تھا۔ ناک سے خون لکیروں کی مانند بہے چلے جا رہا تھا۔ اسکے پیر ننگے تھے۔ جن کے تلوؤں پر آبلے پڑے تھے۔ موٹے موٹے دانے پانی سے بھرے پڑے۔ جیسے جیسے وہ مغرور دیوتا اسے زینوں سے گھسیٹتا اوپر لے جا رہا تھا۔ اس کے جسم سے خون بہہ بہہ کر ان راستوں پر نشان چھوڑ رہا تھا۔

قدموں کی دھمک اس تین منزلہ قدیم، بوسیدہ اور رہائش گاہوں سے میلوں فاصلے پر موجود عمارت میں گونج رہی تھی۔

وہ مغرور دیوتا اس نوجوان کو گردن سے دبوچے ہوئے تھا۔ پھر بھی اسکے چہرے پر کہیں مشقت کے آثار نہ تھے۔ اس شخص کے پیچھے سیاہ وردیوں میں ملبوس ہاتھوں میں لیدر کے دستانے پہنے اور بھاری اے فورٹی سیون رائفلز تھامے مضبوط جوتوں سے دھمک کی آواز پیدا کرتے کوئی دس بارہ افراد تھے۔ ان کے چہرے چھپے ہوئے تھے۔

وہ مغرور دیوتا اچانک تیسری منزل کے سرے پر آ کر رُک گیا تھا۔

بارش اب بھی اپنے تمام تر خطرات سمیت برس رہی تھی۔ بلکہ پہلے سے بھی زیادہ تیز برس رہی تھی۔

" ایجنٹ 37 ٹل یور پارٹنر ٹو اوپن دی ڈور"۔ اس شخص کی آواز میں رعب تھا۔ اس نے بلیوٹوتھ ایئر فون اسکے کان میں گھسیڑتے کرخت اور کڑک آواز میں حکم صادر کیا تھا۔ ایسی کڑک دار آواز کہ بجلی کی کڑک بھی اسکے مقابل مدھم ہو گی۔

نوجوان نے زور سے نفی میں سر ہلایا۔ اسکی سانس تک اُکھڑ رہی تھی۔ مگر دل میں ایک ہی آواز کی گونج تھی۔

اپنے دیس کی مٹی کیلیے اپنے جسم میں موجود خون کی آخری بوند بھی بہا دوں گا"۔"

یہی عزم تھا اور یہی حوصلہ۔

اس مغرور دیوتا نے ایجنٹ 37 کی گردن کے گرد اپنی گرفت اور مضبوط کر لی۔ اتنی مضبوط کہ اسکے منہ سے خون فوارے کی مانند اُبل کر باہر نکلنے لگا۔ معاً اسکی نظر لکڑی کے مضبوط دروازے پر پڑی۔ بوسیدہ عمارت میں اتنا نیا اور مضبوط دروازہ وہ شخص مغرور چال چلتا آگے بڑھا۔

اس دوازے پر فنگر پرنٹ ڈور لاک لگا تھا۔ ایک فاتحانہ مسکراہٹ نے اسکے عنابی ہونٹوں کی تراش میں ہلچل مچائی تھی۔ اس نے نوجوان کو دیکھا۔ جسکی آنکھوں میں اچانک خوف اُتر آیا تھا۔ ایک عجیب سی سوگواری، سب ہار جانے کا دکھ اور غم۔ وہ زور زور سے نفی میں سر ہلانے لگا۔

اسکی حالت پر وہ مغرور دیوتا قہقہے لگانے لگا۔ پر اسرار قہقہے، ایسی کھوکھلی آواز، ایسا خالی پن تھا ان قہقہوں میں کہ وہاں موجود ہر شخص کو وحشت ہونے لگی۔ پھر اچانک وہ خاموش ہو گیا۔ چہرے پر سنجیدگی چھا گئی۔ جیسے کالی گھٹا ہو۔ آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ لہو رنگ آنکھوں سے اس نوجوان کو اندر تک جانچنے کے بعد اس نے اسکا ہاتھ اپنے سفید مضبوط ہاتھوں میں تھام لیا۔ جسکی پُشت پر بھورے رنگ کے بال ہی بال تھے۔ جن کو دیکھ کر ان ہاتھوں کی سخت گرفت اور مضبوطی کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔

اب وہ اس نوجوان کا ہاتھ فنگر پرنٹ ڈور لاک کی طرف بڑھا رہا تھا۔ ملک کے محافظ کے ہاتھوں میں اتنی سکت نا تھی کہ اپنی تین ماہ کی محنت پر پانی پھیرتے اس شخص کو روک سکتا۔ آنسو قطرہ قطرہ بہنے لگے۔ اسے اپنی آنے والی دردناک موت نہیں رُلا رہی تھی۔ اسے اگر رونے پر کوئی چیز مجبور کر رہی تھی تو وہ ناکامی تھی، شکست تھی۔ وہ ہار گیا تھا۔ وہ اپنے ملک کا دفاع نا کر سکا تھا۔ وہ اس مٹی کا قرض نہ چُکا سکا تھا۔

اسکے انگوٹھا رکھتے ہی ڈیوائس نے اسکین کر لیا اور دروازے کا لاک کھل گیا۔ ساتھ ہی اسکی گردن کو آزاد کر دیا گیا۔ ایک جھٹکے سے چھوڑنے پر وہ بالکل اس کمرے کے وسط میں اوندھے منہ گرا تھا۔ جہاں دروازے والی دیوار کو چھوڑ کر باقی تینوں دیواروں پر جا بجا سی سی ٹی وی مانیٹرز لگے تھے۔ وہ کمرہ مکمل سی سی ٹی وی مانیٹرنگ روم کا منظر پیش کر رہا تھا۔

اس ہنگامے پر اندر موجود آپریٹر کرسی پر بیٹھا، چوبیس سالہ نوجوان ہڑبڑا کر کھڑا ہوا تھا اور سامنے کھڑے اپنے ملک کے سب سے بڑے دشمن کو دیکھ کر دہل گیا تھا اور جب نظر یخ فرش پر اوندھے منہ بے حال پڑے اپنے سینیئر ایجنٹ پر پڑی تو اسکا رنگ فق ہو گیا۔ اسکی گردن کی نالی خوف کے مارے اُبھرنے لگی تھی۔ اس تیز برسات اور سرد موسم میں بھی اسکو پسینے آنے لگے تھے۔ موت اسکے سر پر کھڑی تھی۔ اسکی گھبراہٹ اور کپکپاہٹ پر سامنے کھڑے پتھریلے تاثرات لیے شخص نے سرد، برف جیسی نگاہوں سے اسے تکا تھا اور پھر ان سی سی ٹی وی مانیٹرز کو دیکھنے لگا۔ جن پر ایم آز پلازہ کے تقریباً ہر روم کی فوٹیج موجود تھیں۔

اسنے ہاتھ کچھ بلند کیا اور پھر چار اُنگلیوں کو ہلا کر اشارہ دیا۔ اسکے پیچھے کھڑے دس بارہ اسلحہ بردار اشارہ ملتے ہی شروع ہو گئے۔

فائرنگ کی آواز سے اس بوسیدہ عمارت کی ہر ایک اینٹ لرز گئی تھی۔ موسلا دھار بارش کی آواز میں فائرنگ اور بجلی کے کڑکنے کی آواز بھی شامل ہو گئی تھی۔ منظر مزید ہولناک ہو گیا تھا۔

کمرے میں موجود ہر مانیٹر کی اسکرین کرچی کرچی ہو کر سیمنٹ کے فرش پر بکھر چکی تھی۔ چوبیس سالہ جونیئر ایجنٹ کانوں پر ہاتھ رکھے دبکا بیٹھا تھا۔ اسکا پورا وجود کانپ رہا تھا۔ شیشے کی کرچیاں اسکے سر اور پیٹھ کر گری تھیں۔

اس مغرور شخص نے پھر اشارہ دیا۔ فائرنگ کی آواز تھم گئی۔ ایک دم خاموشی چھا گئی۔ ایسی خاموشی کے سوئی گرنے کی بھی آواز آئے۔

وہ مغرور شخص آہستہ آہستہ مگر مضبوط قدموں سے آگے بڑھنے لگا۔ جونیئر ایجنٹ اور اسکے درمیان ایجنٹ 37 اوندھے منہ بے سدھ پڑا تھا۔

وہ اسکے اوپر ہی قدم جماتا چوبیس سالہ نوجوان کی طرف بڑھا۔وہ جیسے ہی ایجنٹ 37 کی گردن اور کمر کے اُبھار کے درمیان کھڑا ہوا، خون اُبل کر اسکے منہ سے نکلتا فرش کو آلودہ کر گیا۔اب وہ جونیئر ایجنٹ کے بالکل سر پر کھڑا تھا۔

پھر ہلکے سے جُھک کر اسکے بالوں کو مٹھی میں دبوچتے چہرہ اونچا کیا۔

ان آنکھوں سے دیکھتے تھے نا میرے خفیہ کارنامے۔وہ سرد ٹھہرے لہجے میں گویا ہوا۔

ٹھاہ!!!! کی آواز فضا میں بلند ہوئی۔اسنے ایک ایک بلٹ اسکی دونوں آنکھوں میں اُتار دیں۔پھر اسکے بال چھوڑ کر پلٹا۔

اور ایجنٹ 37 کے پاس آرکا۔جوتے کی نوک سے اسکے اوندھے پڑے وجود کو سیدھا کیا۔

ایک۔۔دو۔۔تین۔۔۔۔

وہ فائر کرتا رہا۔یہاں تک کہ ایجنٹ 37 کا پورا سینہ گولیوں سے چھلنی ہو گیا۔بڑے بڑے گول دائرے نما سوراخ اسکی چھاتی پر ظاہر ہونے لگے۔

تم نے غلطی کی ایجنٹ 37، مجھے انسان سمجھے تھے۔

میں انسان نہیں ہوں درندہ ہوں، درندہ۔ تم لوگوں کے خون کا پیاسا۔وہ پنجوں کے بل بیٹھا اسکے مردہ وجود کو نفرت سے دیکھتا دانت پیس کر گویا ہوا۔

میں تم انسانوں کے دل چیر کر رکھنے کا حوصلہ رکھتا ہوں اور تم، تم مجھ سے کھیلنے چلے تھے۔اس نے ایجنٹ 37 کے سوراخوں سے بھرے سینے پر زور سے ہاتھ مارا۔ وہ اُچھل کر پھر ڈھے گیا تھا۔اس نے دو تین سوراخوں میں شہادت کی اُنگلی ڈال کر کھینچ لی۔اسکے آس پاس تمام گن مین ویسے ہی روبورٹ کی طرح کھڑے تھے۔

جب اُنگلی خون سے مکمل بھر گئی تو اِس نے سیمنٹ کے یخ ٹھنڈے فرش پر "ایم" لکھا اور پھر اُنگلی اسکے سینے میں گھسا کر تر کی اور تھوڑے فاصلے پر "اے" کے ساتھ "زی" لکھ دیا۔اور دھیرے سے ہونٹوں کو جنبش دی۔

منہاج عزضحاک "دنیا مجھے "ایم آز" کے نام سے جانتی ہے"۔"

ہاہاہاہا۔۔ایک بے ہنگم قہقہہ لگا کر وہ فاتحانہ مسکراہٹ لیے وہاں سے نکلنے لگا۔اسکی چال میں اب کی بار سرشاری کی کیفیت بھی شامل تھی۔وہ عمارت کے آخری سرے پر پہنچا تھا۔جب ایک گن مین وہاں پہلے سے اسکے لیے چھتری لیے کھڑا تھا۔سامنے سڑک پر اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔بجلی کڑکی اور سڑک کا منظر صاف نظر آیا۔

جہاں ایک لمبی قطار میں چار اسلحہ بردار گاڑیاں کھڑی تھیں۔ایک سب سے آگے، بلیک چمچماتی پراڈو تھی۔ وہاں چار پانچ اسلحہ بردار اور بھی کھڑے تھے۔اگلے ہی لمحے تمام گاڑیاں ایک ہی سیدھ میں چل پڑیں۔سڑک پر کھڑا بارش کا پانی ان کے پہیوں سے اُچھلتے دور دور تک گر رہا تھا۔جسکا شور وقتی تھا۔قدیم عمارت میں دو نعشیں بے یارو مددگار پڑی تھیں۔

****

بارش شرابِ عرش ہے یہ سوچ کر عدم

بارش کے سب حروف کو اُلٹا پی گیا

"یاالٰہی خیر ہو۔ میرے مولا بس اپنی رحمت کی برسا"۔ صاعقہ نے کھڑ کھڑ کی آواز پیدا کرتے کھڑکی کے دونوں پٹ تھام کر زور سے کھینچتے بند کیے۔ کمرے میں پھیلی ایل ای ڈی بلب کی روشنی موسم کی دہشت کو کچھ حد تک کم کر رہی تھی۔ درمیانہ سا کمرہ، جسکی دیواروں پر جابجا مختلف قسم کے چارٹس اور کارڈز لگے تھے۔ ایک پوری دیوار عجیب وغریب اقسام کے پتھروں کی تصاویر سے بھری پڑی تھی۔ ایک کونے پر چھوٹا سا بیڈ تھا۔ اُسکے ساتھ والی دیوار کے ساتھ الماری، رائیٹنگ ڈیسک اور ایک بُک شیلف تھا۔ جسمیں نصف سے زائد اردو ادب بھرا پڑا تھا۔ اور اس میں بھی زیادہ تر سفر نامے، جن میں ابنِ انشاء کے "چلتے ہو تو چین کو چلیے"، "دنیا گول ہے"، "نگری نگری پھرا مسافر" اور دیگر ادباء کے بھی شامل تھے۔ کچھ اردو کے مشہور ناول پڑے تھے۔ جن میں اردو ادب کا پہلا ناول ڈپٹی نذیر احمد کا "مراۃ العروس" اور عبدالحلیم شرر کے تاریخی ناول، مرزا ہادی رسوا کا امراؤ جان، عزیز احمد کے "خون"، "مرمر"، "آگ"، "شبنم" اور "گریز" شامل تھے۔ غرض یہ کہ اس بُک شیلف کے مالک کا ذوق قابلِ دید تھا۔ اس کے ساتھ والی دیوار سے ملحق دروازہ اٹیچڈ واشروم کا تھا۔

گڑیا اُٹھ جاؤ اب۔ باباجان کھانے پر بُلا رہے ہیں۔ دادو بھی انتظار کر رہی ہیں۔ صاعقہ نے چھوٹے سے بیڈ کے وسط میں کمبل میں دبکے وجود کو ہلایا اور خود بھی اسکے برابر آ بیٹھی۔

آپی پلیز ابھی ہمیں نہ اُٹھاؤ۔ ہم نے نہیں کھانا۔ وہ وجود ٹس سے مس نہ ہوا۔ کمبل ابھی بھی اسکے چہرے پر تھا۔

آپی کی جان بارسات تھم چکی ہے اور تم تو ویسے بھی گھر میں ہو، محفوظ ہو۔ پھر یہ خوف کیسا؟ صاعقہ نے کمبل کے اوپر سے ہی اندازاً اسکا سر تھپتھپایا۔

خوف؟ نن۔۔ نہیں تو۔ اس نے ہلکے سے کمبل کو دونوں مٹھیوں میں جکڑ کر سرکایا۔ اسکی گول بادامی ساخت لیے ہلکے سبز رنگ کی آنکھیں، جن پر گھنی خمدار سیاہ پلکیں پردہ کیے ہوئے تھیں۔ کمبل سے جھانکنے لگیں۔ اب وہ اُٹھ کر اپنے سرہانے بیٹھی صاعقہ پر جم گئیں تھیں۔

ہم خوفزدہ تو نہیں ہیں۔ آپ تو جانتی ہیں نیلم بہت بہادر ہے۔ اس کی بات پر صاعقہ کے ہونٹ ہولے سے مسکرائے تھے۔

اگر خوفزدہ نہیں ہو تو نکلو باہر، شاباش ہری اپ۔ صاعقہ نے کہتے ہوئے کمبل کھینچا۔ اسکی چھوٹی سی لال ہوتی ناک جس میں گولڈ کی نوز پِن چمک رہی تھی اب صاف دِکھنے لگی تھی۔

نہیں آپی مت کریں تنگ ہم نے نہیں جانا باہر۔ وہ وجود پھر سے کمبل کو کھینچنے لگا۔ مگر صاعقہ کے ایک اور جھٹکے سے اسکا پورا چہرہ باہر نکل آیا۔ آتشی رنگ کے بھرے بھرے ہونٹ جنکے کنارے کچھ گہرے رنگ کے تھے۔ روئی جیسے گال بھی گلابی اور لال رنگ کی آمیزش کا حسین امتزاج پیش کر رہے تھے۔ اسکا چاند کی چاندنی کی طرح جگمگاتا رنگ ہر دیکھنے والی آنکھ کو خیرہ کر دینے کی صلاحیت رکھتا تھا۔

ہم تمھاری آپی ہیں گڑیا۔ اچھے سے جانتے ہیں۔ تم بارش سے، بجلی کے کڑکڑانے سے کتنی خوفزدہ ہو جاتی ہو۔ جب تک میں زبردستی گھسیٹ کر ڈائننگ ٹیبل پر نہ لے کر جاؤں، تم کو توفیق نہیں ہوتی کمبل سے نکلنے کی۔ صاعقہ نے ایک جھٹکے سے اب پورا کمبل کھینچ لیا تھا۔

آپی! وہ چیختی ہوئی اُٹھ بیٹھی۔ اسکے کمر سے بھی نیچے جاتے سنہری رنگ کے گھنگریالے بال پورے وجود کے آس پاس بکھر کر پردہ سا کر گئے تھے۔ بلاشبہ وہ قیامت خیز حُسن کی ملکہ تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ کائنات کے حُسن کا ایک وسیع حصہ قدرت نے اسکے وجود میں منتقل کر دیا تھا۔ صنفِ مخالف کا کیا کہنا ہم صنف بھی اسکا حُسن دیکھتی ساکت رہ جاتی تھیں۔

اے نیلم چُپ کر، کیوں چلاتی ہے اپنی ماں جیسی بہن پر؟؟؟ دادو نجانے کب اپنی لاٹھی تھامے آن وارد ہوئیں تھیں۔

اُف دادو میں کب چلا رہی ہوں۔ اتنے آرام سے تو بولی ہوں۔ اس نے کھسیانی سی ہو کر کہا۔

ارے شرم کر اتنی سی تھی تو۔ دادی نے ہاتھ سے اشارہ کرتے کہا۔ بات مکمل ہونے سے پہلے ہی نیلم اپنی عادت سے مجبور پھر بول اُٹھی۔

اتنے سے تھے ہم (دادو کی طرح ہی اشارہ کرتے) جب مما چل بسیں۔ بابا نے ہماری وجہ سے دوسری شادی نہیں کی اور آپی نے ہمیں ننھے ننھے ہاتھوں سے پرورش کر کے آج سترہ برس پانچ ماہ کا کر دیا ہے اور بھی کچھ کہتی ہیں آپ۔ ہاں! ہاں!! یاد آیا۔ اتنا کچھ کرنے کے بعد بھی تو نے پیار سے بات کرنا نہیں سیکھا۔

دیکھیں دادو آپکی لائینز حفظ ہو گئی ہیں نیلم ابرار کو۔ اسنے داد وصول کرنے والے انداز میں فرضی کالر جھاڑے۔ جبکہ دادو کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ دادو چھوڑیں اِسے آپ باہر چلیں رزق کو انتظار نہیں کرواتے اور گڑیا تم بھی چلو۔ صاعقہ نے آہستگی سے دادو کو بازو سے تھام کر لے جاتے کہا۔ جب وہ پھر پلٹیں۔

یہ چگی تبدیل کر کے آنا۔ توبہ توبہ کیا واہیات لباس پہنتی ہے آج کل کی جوان نسل۔ کوئی سکھائے انکو تمیز تہذیب۔ ارے عورت کی تو شان ہی مکمل لباس میں ہوتی ہے۔ دادو تاسف سے کہتی ایک ملامتی نظر بے بی پنک کلر کے نائٹ ڈریس میں ملبوس لاپرواہ سی نیلم پر ڈالتیں بڑبڑاتی ہوئی کمرے سے نکل گئیں۔

ہونہہ پورا لباس ہم کہاں سے ننگے ہو رہے ہیں؟

اس نے دادو کی نقل اُتارتے آخر میں اپنے مکمل آستینوں کے سوٹ کو دیکھتے ناگواری سے کہا۔

دفع کرو ابھی تو تبدیل کرنا پڑے گا۔ ورنہ پوری رات دادو کا لیکچر۔ وہ بڑبڑاتی ہوئی الماری کھولنے لگی۔ جس میں کچھ کپڑے نفاست سے تہہ لگائے رکھے تھے تو کچھ استری شدہ ہینگ کیے ہوئے تھے۔ یہ سب صاعقہ کا ہی سگھڑاپا تھا۔ اپنے لیے مناسب آرام دہ لباس منتخب کر کے وہ اٹیچڈ واشروم میں گھس گئی۔

****

ایجنٹ 37 ہمارا تیسرا ساتھی تھا۔ جس نے اس مشن کیلیے جان کی بازی لگادی۔ اپنی حیات کی قربانی دی۔ اپنے وطن کی مٹی کیلیے خون بہادیا ہے اُس نے۔ وہ بھی ناکام ٹھہرا۔ ایک اور چراغ ایک اور روشن دیا بجھ گیا۔ ہوا مخالف سمت میں پھر چل پڑی ہے عاص عالم۔ ایک اسٹیبلش آفس روم میں کھڑکی کی جانب رُخ موڑے دونوں ہاتھ سینے پر باندھے، ایک بارعب شخصیت کا مالک اپنی پشت پر شدید غصے کے عالم میں مٹھیاں بھینچے شخص سے مخاطب تھا۔ مگر نظریں ہنوز سامنے کھڑکی پر لگے عارضی شیڈز پر جمی تھیں۔ کمرے میں اُن شیڈز سے ہلکی ہلکی روشنی اندر موجود اندھیرے کو کم کرنے کی ہلکی سی کوشش میں سرگرداں تھی۔

میں نے کہا تھا سراب میدان میں اُترنے کی باری میری ہے۔ مگر آپ نے تیسری جان بھی پچھلے بارہ سال کے مشن پر لگادی۔ مگر نتیجہ وہی نکلا۔ ابھی تو ہم ایم آز کے پلازہ کے اندرونی حصے تک رسائی نہیں کر سکے تھے کہ ہمارے ساتھی کے سینے میں وہ گولیاں اُتارتا چلتا بنا اور ہم خاموش تماشائی بس یہی سوچتے رہے کہ شاید اس بار ہم کامیاب ہو جائیں۔ مگر ہوا کیا؟؟؟ وہی جو پچھلے دو ایجنٹس کے ساتھ پہلے بھی ہو چکا تھا۔ مجھے سمجھ نہیں آتی۔ آخر آپ ایک بار مجھے اجازت کیوں نہیں دے دیتے اُسے مارنے کی۔ حالانکہ یہ کام ہمارے لیے زیادہ مشکل نہیں۔ اُسکی سیکیورٹی جتنی مرضی پاور فُل کیوں نا ہو ہم اُس تک رسائی حاصل کر ہی لیں گے۔ نہیں تو ایجنٹ 37 کی طرح حُلیہ بدل کر تو وار کر ہی سکتے ہیں نا۔ وہ شدید اضطراب کے عالم میں اپنے اور مقابل کے درمیان موجود میز کے کناروں پر ہاتھ جماتے تھوڑا جھکتے ہوئے بولا۔

ہمارے ادارے کا کام جاسوسی کا ہے۔ ہمیں راز اُگلوانے ہیں یا پتا کروانے ہیں۔ اگر ایم آز کو مارنا ہی ہوتا تو یہ کام تو پولیس کب کی کر چکی ہوتی۔ اس کے لیے آرمی کو ہمارے سہارے کی ضرورت نہیں تھی عاص، اور یہ بات تو تم بھی جانتے ہو کہ جیسے ہی ایم آز نے آخری سانس لیا سارے راز اُسکے ساتھ ہی دفن ہو جائیں گے اور ہم ہاتھ ملتے رہ جائیں گے۔ سوالات بھی ویسے ہی بغیر جوابات حاصل کیے ہمارے منہ پر طمانچے ماریں گے۔
پاکستان کی جامعات، کالجز تک ڈرگز ہیروئن، کوکین، آئس یہ منشیات کیسے پہنچتی ہیں؟؟؟ تمہیں پتا ہے پچھلے دس سال میں ساٹھ ہزار افراد دہشت گردی جبکہ اس سے چار گنا زیادہ افراد ہر سال منشیات کے استعمال کی باعث اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں تقریباً ہر سال ڈھائی لاکھ بندہ اس زہر کی وجہ سے مر رہا ہے اور اسکے پیچھے کس کا ہاتھ ہے؟ منہاج عز ضحاک کا اور اسکی جڑیں تو سعودیہ، امریکا اور بھارت تک پھیل چکی ہیں۔ کچھ دن قبل ایک منشیات کے اسمگلر کو سعودیہ میں پکڑے جانے پر بائیس لاکھ جرمانے کے ساتھ عمر قید کی سزا سنائی گئی۔ مگر اس نے اپنی جڑوں کا ذکر تک نہیں کیا۔ اُسکی پشت پناہی کس نے کی؟؟؟ ایم آز نے، مگر نام تک

نہ آیا اُسکا، کیوں ؟؟؟ میری بات سمجھو عاص اس سب کو روکنے کے لیے ہمیں اُسکے تمام راز چاہیے۔ ورنہ ایم آز کی موت کے بعد بھی یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔ اسکو روکنے کے لیے اسکی جڑ منہاج عز ضحاک کو کاٹنا پڑے گا۔ اور یہ کوئی آسان کام نہیں ہے۔ وہ تو میلوں کے فاصلے سے دشمن کی بُو سونگھ لیتا ہے۔ وہ مڑے اور خاموشی سے میز کے کناروں پر ہاتھ ٹکاتے دانت پر دانت جمائے۔ ضبط سے انکی بات سنتے عاص کو دیکھنے لگے۔ جسکے سیاہ فوجی کٹ ہیئر اسٹائل پر ونڈو شیڈز سے آتی روشنی کی لکیر پڑ رہی تھی۔

Sir! give me one chance. I wan'na prove my self.

(سر مجھے ایک موقع دیں میں اپنے آپ کو ثابت کرنا چاہتا ہوں۔)

وہ کچھ لمحے کا توقف کرنے کے بعد ایک عزم سے سر اُٹھائے ٹھوس لہجے میں بولا۔ ہاتھ ہنوز میز کے کناروں پر ہی ٹِکے تھے۔

میں تیسری بار بھی تم سے معذرت کرنے کے سوا کچھ نہیں کر سکتا۔ وہ تحمل سے چیئر گھسیٹ کر بیٹھتے گویا ہوئے۔ عاص کا چہرہ بالکل ان کے مقابل آگیا۔ جسکے ماتھے پر بے شمار شکنوں کا جال بنا ہوا تھا۔

کیوں ؟؟؟ آخر کیوں آپ میرے ساتھ یہ ناانصافی کر رہے ہیں ؟؟؟ آخر آپ کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ وہ ISI جو دو ہزار دس میں دنیا کی بہترین خفیہ ایجنسیوں میں پہلے نمبر پر آئی۔ جس نے اسرائیل کی "موساد" برطانیہ کی "ایم آئی سکس" امریکہ کی "سی آئی اے" چین کی "ایم ایس ایس" جرمنی کی "بی این ڈی" روس کی "ایف ایس بی" فرانس کی "ڈی جی ایس آئی" بھارت کی "را" آسٹریلیا کی "اے آئی ایس" کو پیچھے چھوڑ دیا۔ وہ ایک ایم آز کو نہیں پکڑ سکتی ؟؟؟

اسکا لہجہ جرح کرتا ہوا تھا۔

جو صرف پاکستان کی ہی نہیں بلکہ عالم اسلام کے ملکوں کے ISI نہیں عاص میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ انٹرنل سکیورٹی کو ٹریننگ دینے والی ایجنسی ہے۔ سعودیہ عرب، سیریا، جارڈن اور مصر کی انٹیلی جنس آج ایک اسمگلر اور دہشت گرد کے بارے میں معلوم نہیں کر پارہی۔ ISI ایجنسیوں کو ٹریننگ دینے والی حالانکہ ایم آز کے پاس سعودیہ کی نیشنیلٹی بھی ہے۔ وہ دس سال سے زائد عرصہ سعودیہ میں رہ چکا ہے۔ اسطرح اُدھر کی سرزمین پر بھی اسکے قدم جم چکے ہیں۔ مگر سعودی ریاست جڑوں تک پہنچنے کے بجائے شاخیں توڑ رہی ہے اور میں یہ بے وقوفی نہیں کر سکتا۔ میں اس ایجنسی کا سربراہ ہوں۔ تم مجھ سے جرح نہیں کر سکتے عاص عالم۔ آخر میں ان کے لہجے میں سختی آچکی تھی۔ عاص نے سختی سے ہونٹ کاٹتے چہرہ ہلکے سے موڑ لیا۔ پھر سر کو جھٹک کر جیسے کوئی سوچ دماغ کی سطح سے جھٹکی تھی۔

سر آپ یہ مشن میرے حوالے کر دیں۔ میں کوشش کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے سمجھ نہیں آرہا۔ آخر آپ جونیئرز کو موقع دے چکے ہیں۔ مگر مجھے کیوں روک رہے ہیں؟؟؟ وہ جھنجھلاتے ہوئے بولا۔

تم مجھے بے خبر سمجھتے ہو عاص؟ مگر میں باخبر ہوں تمھاری اس ضد اور گزارش کے راز سے۔ ملک کی آڑ میں اپنی دشمنی نکالنا چاہتے ہو؟؟؟ ان کے کاٹ دار لہجے پر اسکے دماغ کی رگیں تن گئیں۔ مٹھیاں اتنی زور سے بھینچ لیں کہ گندمی رنگت والے مضبوط بازوؤں کی نسیں اُبھر کر نظر آنے لگیں۔

آپ الزام تراشی کر رہے ہیں۔ ضبط سے بولنے کی کوشش میں بھی اس کی آواز میں ہلکی سی غراہٹ نمایاں تھی۔

الزام تراشی؟؟؟ بیس ستمبر دو ہزار آٹھ میں اسلام آباد کے marriot ہوٹل میں جو ٹرک کے ذریعے بلاسٹ ہوا تھا۔ اُس میں جاں بحق ہونے والے پچپن افراد میں تمھارے والدین بھی شامل تھے۔ پولیس نے

تین افراد کو اغوا کیا۔ مگر کوئی ثبوت ان کے خلاف نا ملنے پر چھوڑ دیا گیا۔ ایسے میں ایک بندہ ایم آز کی گینگ کا تھا۔ جسکو بعد میں پی آئی اے کی لندن جانے والی پرواز میں بیس کلو ہیروئن کے ساتھ پکڑ لیا گیا تھا۔ جس سے ایم آز پر تمہیں صاف یقین ہو گیا اور تم نے اپنے ماں باپ کی موت کے بعد سے ہی آرمی جوائن کی اور پھر پچھلے پانچ سال میں ISI کا حصہ بن گئے تاکہ دہشت گردی کا خاتمہ کر سکو اور ایم آز سے اپنے والدین کی موت کا بدلہ لے سکو۔ اُنیس بیس کے فرق کے علاوہ تمام حقیقت ہے۔

Am i right?

وہ اطمینان سے دونوں ہاتھوں کی اُنگلیوں کو ایک دوسرے میں پھنسائے اسکے فق ہوتے چہرے کو دیکھتے بولے۔

وہ صرف میرے والدین کا ہی نہیں نجانے کتنوں کے والدین کا، بیوی بچوں کا قاتل ہے۔ جب تک اُسکا گریبان میرے ہاتھ میں نہیں آجاتا میں سکون سے نہیں بیٹھوں گا۔ اسکی آواز تیز ہو گئی۔ ساتھ ہی غصے سے لکڑی کی میز پر لگے چوڑے شیشے پر مکا رسید کر کے غصہ نکالا۔ اسکے خون میں شرارے دوڑنے لگے تھے۔

یہی، اسی جذباتیت کی بناء پر میں تمہیں انکار کرتا آرہا ہوں عاص۔ تمھارا یہ رویہ تو فوراً ایم آز پر سارے راز منکشف کر دے گا اور تم نا صرف اپنی جان سے جاؤ گے بلکہ اپنے ساتھ جُڑے تمام راز بھی اسی جذباتیت میں اُگل دو گے۔ وہ برہم ہوئے تھے۔

میں اپنی دشمنی کے لیے نہیں کر رہا یہ سب۔ میں اپنے ملک کی دفاع کے لیے کرنا چاہ رہا ہوں۔ آخری بار درخواست کر رہا ہوں۔ پلیز سر! اس نے ملتجی لہجہ اپنایا۔

ہوں! (ہنکارا ابھرا) جہاں اتنے صحیح۔ وہاں ایک اور صحیح۔ مگر ایک بات یاد رکھنا عاص۔ یہ مشن تمھارے پچھلے تمام مشنس سے زیادہ توجہ طلب ہے۔ اپنے سکس سینسِز ہمیشہ ہوشیار رکھنا اور جذبات میں بہہ کر اپنی موت کو دعوت مت دینا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں کامیابی سے نوازے۔ وہ کھڑے ہوئے اور حیران صورت لیے عاص عالم کے سامنے ہاتھ بڑھایا۔ وہ ہلکے سے پھیکا سا مسکراتا آگے بڑھا اور ان کا ہاتھ زور سے تھام کر ہلایا۔

انشاءاللہ میں ہمیشہ کی طرح کامیاب واپس آؤں گا"۔ اسکے لہجے کے یقین پر وہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے۔"

ظلم پھر ظلم ہے بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے

خون پھر خون ہے ٹپکے گا تو

کل کی طوفانی بارش کے بعد آج مطلع صاف تھا۔ مگر دھوپ اپنی تمام تر شدتوں سے قائم دائم تھی۔ چونکہ موسمِ سرما کا آغاز تھا تو یہ دھوپ بھی بڑی سنہری تھی۔ ہڈیوں میں اُتر جانے کو تیار۔ تیز ہوا کے جھونکے بار بار اس لاپرواہ دوشیزہ کے بالوں اور ایک طرف لڑھکتی چادر سے چھیڑ خانیاں کرتے آگے بڑھ رہے تھے۔ ایسے لگتا تھا کہ اس کو چھو لینے سے ہوا کے بھی انداز میں نزاکت آگئی ہو۔ وہ آس پاس سے بے نیاز دو تین شاپنگ بیگز ایک ہاتھ میں پکڑے اور کچھ بڑے بڑے چارٹس رول کیے دوسرے ہاتھ میں تھامے سڑک پر ناک کی سیدھ میں چل رہی تھی۔ کُھلے پلازو کے اوپر گھٹنوں سے بالشت بھر اونچی اسٹائلش شرٹ پہنے، ایک ہاتھ سے شال کا ایک کنارا تھامے باقی کو پشت سے لے جاکر دوسرے بازو میں ڈالے، وہ راہ چلتے لوگوں کو ٹھٹکنے پر مجبور

کر رہی تھی۔ کوئی ایسا راہی نہ گزرا تھا۔ جس نے مڑ کر اس قاتل حسینہ کو نہ دیکھا ہو۔ اس میں عورتیں مرد سب شامل تھے۔ مگر وہ عادی تھی اس سب کی۔ اپنے غیر معمولی حُسن کی بناء پر وہ اسکول کالج میں بھی سب سے منفرد جانی جاتی تھی۔ اسے اس سب کی اب عادت سی ہو گئی تھی۔

اُف گرمی نے تپا دیا آج تو۔ اس نے گھر میں داخل ہوتے خود کلامی کی۔ ابھی وہ بیرونی دروازہ لاک کر کے پلٹی ہی تھی کہ دادو نجانے کیوں، گیراج میں کھڑی نظر آئیں۔ جیسے ہی ان کی نظر نیلم پر پڑی، چہرے پر ناگواری اور ماتھے پر ہزاروں لکیروں کا جال اُبھرا تھا۔

کیا کہا تھا تجھے کہ چادر اور دوپٹے میں باہر جایا کر بات نہیں سمجھ آتی۔ میں بکواس کرتی رہوں صبح شام۔ مگر تو کرے گی اپنی من مانی۔ شام کو آجائے گی کوئی ماں اپنے سپوت کی ضد پر جھولی پھیلانے۔ کچھ دن کا سکون میسر آیا ہے۔ اُسے برقرار نا رہنے دینا۔ کم بخت دفع ہو جا اندر۔ دادو کی دھاڑ پر بھی وہ اپنی ازلی بے نیازی سے اندر بڑھ گئی۔

درمیانی سی راہداری سے گزرتے وہ سیکنڈ فلور کی سیڑھیاں چڑھنے لگی۔ فرسٹ فلور کی راہداری کی سائڈ پر دو کمرے تھے۔ ایک بیٹھک اور دوسرا دادو کا۔ جبکہ تھوڑا آگے جہاں راہداری ختم ہوتی تھی۔ وہاں سے سیکنڈ فلور کی سیڑھیاں شروع ہوتیں تھی اور سامنے ایک کمرا ابرار صاحِب کا تھا اور ساتھ میں کھلا کچن۔ سیکنڈ فلور پر پہنچ کر وہ لان سے ہوتی اپنے اور صاعقہ کے مشترکہ کمرے میں گھس گئی۔ تمام چیزیں بیڈ پر پٹخ کر جھنجھلاتے ہوئے چادر بھی دور پھینک دی۔

ہونہہ اگر اللہ نے ہمیں حسین صورت سے نواز دیا ہے تو اس میں ہمارا کیا قصور؟؟؟ ہر وقت بلاوجہ کی روک ٹوک۔ بھاڑ میں جائیں۔ اب تو ہم چادر بھی لے کر نہیں جائیں گے۔ ایک تو دادو کی شرائط بھی مانو اور اُسکے بعد جھڑکیاں بھی سنو۔ وہ مسلسل بڑبڑاتے ہوئے جوگرز کے تسمے کھولتی اب موزے اُتار رہی تھی۔

گڑیا کتنی دفع کہا ہے اکیلے باہر مت جایا کرو۔ پڑ گئی ناڈانٹ اور دوپٹہ کیوں نہیں پہنا تھا؟؟؟ دادو کا جب پتا ہے تو کیوں ایسی حرکتیں کرتی ہو؟؟؟ کیمل رنگ کے سادہ سے شلوار سوٹ میں بالوں کی چوٹی بنائے، ڈھائی گز کے دوپٹے کے پلو سے ہاتھ پونچھتی صاعقہ فکر مندی سے کہہ رہی تھی۔

دوپٹہ؟؟؟ یہ یہ جو پانچ گز کی چادر ہمیں اوڑھنے کو دی ہے۔ اس کے بعد دوپٹے کی کوئی گنجائش بچتی ہے؟؟؟ اس نے چادر کا گولہ بنا کر پھر دور پٹختے تیوری چڑھاتے جواب دیا۔

اور پانچ گز کی یہ چادر بھی تمہارے سر پر نہیں ٹکتی۔ اسکی کوئی خاص وجہ؟؟؟ وہ چادر کو تہہ لگاتے برہمی سے پوچھنے لگی۔

جب ہم سے نہیں سنبھالی جاتی تو کیا کریں؟؟؟ زبردستی تھما دیتی ہیں دادو، بس یہی غلطی ہے ہماری کہ ہم دادو کی ہر بات مان لیتے ہیں۔ آئندہ نو چادر۔ وہ تیز تیز بولتی اپنے لائے ہوئے چارٹس رائیٹنگ ٹیبل پر رکھنے لگی۔

گڑیا ایسا نہیں کہتے بہت بری بات ہے۔ دادو جو بھی کہتی ہیں تمھاری بھلائی کو کہتی ہیں۔ اچھی شکل وصورت خدا کی نعمت ہے۔ مگر حُسن کو بری نگاہ سے بچانے کے لیے پردہ لازم ہے میری جان۔ وہ چادر الماری میں لٹکاتی، ہمیشہ کی طرح نرمی سے اپنے سے پانچ سال چھوٹی بہن کو ڈیل کر رہی تھی۔

ہم سینٹر جاتے ہوئے اسکارف بھی کرتے ہیں اور چادر بھی لیتے ہیں۔ کبھی کبھی تو عبایا بھی پہن لیتے ہیں۔ مگر دادو کی تسلی تب بھی نہیں ہوتی۔ وہ منہ پھلا کر کہتی ڈھیلے ڈھالے انداز میں بیڈ پر چت لیٹ گئی۔

دادو بھی کیا کریں۔ روز محلے میں سے کوئی نا کوئی آنٹی آجاتی ہیں۔ ہماری گڑیا کو اپنی بہو بنانے کی خواہش کے ساتھ۔ پھر دادو کو رشتہ مناسب لگتا ہے۔ بابا کو تم ابھی تک چھوٹی سی گڑیا لگتی ہو۔ وہ دادو کو منع کر دیتے ہیں اور دادو ہمیشہ کی طرح تم پر خفا ہو جاتی ہیں۔ صاعقہ نے مسکراتے ہوئے کہا اور اسکا باقی پھیلاوا سمیٹنے لگی۔ اب کون آگیا؟؟؟ جو دادو کا پارہ ساتویں آسمان پر پہنچا ہوا ہے۔ وہ ہاتھوں سے کنپٹی سہلاتے بیڈ پر چت لیٹے چھت پر گڑوں گڑوں کی آواز پیدا کرتے پنکھے کو دیکھتے ہوئے بولی۔

ہماری گلی کے کونے پر جو دودھ والی دکان ہے اُس کے ساتھ والا گھر۔ صاعقہ نے اُنگلی سے اشارہ کرتے کہا۔ جبکہ نیلم کے چہرے پر نا سمجھی کے تاثرات صاف نمایاں تھے۔ وہ کہنی کے بل کچھ اونچی ہو کر صاعقہ کی بات سُن رہی تھی۔

اوہو۔۔ جنہوں نے نیا گھر لینے کے بعد قرآن خوانی کروائی تھی اور تم وائٹ کلر کا ڈریس پہن کر گئی تھی، یاد آیا؟؟؟ صاعقہ اسکے پاس ہی بیڈ پر بیٹھ گئی۔

ہمیں نہیں یاد آرہا۔ آپ یاد کروانے کو چھوڑیں۔ بات بتائیں، وہ بے زاری سے بولی۔

اُن کے سیکنڈ لیفٹیننٹ بیٹے کے لیے تمہارا پرپوزل آیا ہے۔ بٹ بابا نے منع کر دیا۔ تبھی دادو کا موڈ خراب ہے۔ صاعقہ نے جتنے جوش سے بات شروع کی تھی آخر میں اُتنی ہی بے دلی سے مکمل کی۔

اچھی بات ہے ویسے بھی یہ آرمی شارمی کے چونچلوں میں بندہ نہ ہی پڑے تو اچھا ہے۔ ہونہہ ڈرامے باز۔ وہ دوبارہ کہنی نیچے کیے بیڈ پر ڈھے گئی۔

بہت بری بات ہے گڑیا۔ بابا کے منع کرنے کی وجہ تمھاری کم عمری ہے نا کہ آرمی۔ اور یہ تو اتنی اچھی بات ہے۔ بلکہ یہ تو عورت کے لیے اعزاز ہے۔ کہ وہ ایسے شخص کی زندگی میں جا رہی ہے۔ جو اپنے ملک کی حفاظت

کے لیے جہاد کر رہا ہے اور جب ان آرمی، نیوی والوں کی بیویاں صبر و استقامت کا مظاہرہ کرتے اپنے سرتاجوں کو اِس ملک کی سرحدوں کی حفاظت کے لیے دعائیں دے کر بھیجتی ہیں تو اس جہاد میں ان کا حصہ بھی بن جاتا ہے۔ ان ہی کی وجہ سے آج ہم سکون سے راتوں کو سوتے ہیں۔ جن کے احسانات دن چڑھتے ہی لوگ اُتار پھینکتے ہیں۔ صاعقہ بول رہی تھی۔ وہ کم ہی نیلم سے ایسی باتیں کرتی تھی۔ مگر کیا کرتی ہر آنے والے رشتے کے بارے میں بتانے کی ذمہ داری اسکی تھی۔ ویسے بھی ماں بن کر پروان چڑھایا تھا اس نے نیلم کو۔ ایسے میں اسکے منہ سے غلط بات نکلتے دیکھ کر اُسے اپنی ہی کوتاہی لگتی۔

سُن رہی ہو نا میں کیا کہہ رہی ہوں ؟؟؟ صاعقہ نے غافل ہوتی نیلم کو بازو سے پکڑ کر ہلایا۔

میرا کوئی موڈ نہیں آپ سے بحث کرنے کا۔ پہلے دادو اب آپ سب مجھ پر ہی چڑھ دوڑتے ہیں۔ وہ اسکا ہاتھ جھٹکتے بائیں پہلو پر لیٹ گئی۔

ہمم چلو آرمی کے بارے میں تمہارے یہ خیالات اے ایس پی آہل کو بتاتے ہیں۔ پھر دیکھتے ہیں گڑیا کی سوچ کیسے بدلتی ہے۔ وہ شرارتی انداز میں کہتی اُٹھ کر جانے لگی۔

جب نیلم بھاگتے ہوئے اسکی راہ میں حائل ہوئی تھی۔

کک --- کیا؟؟؟ آہل بھائی کب آئے؟؟؟ اس نے حیران کن نظروں سے چمکتی رنگت اور موٹی آنکھوں والی صاعقہ کو دیکھتے کہا۔

ہاہاہا۔۔ شکل دیکھو اپنی۔ بدھو ابھی نہیں آیا۔ مگر شام کو ضرور آئے گا۔ وہ اسکے سر پر چپت لگاتی جانے لگی تھی۔ جب نیلم پھر سے بولی۔

کیوں آرہے ہیں وہ؟؟؟

تمہارے ہاتھ کی چائے پینے۔ صاعقہ معنی خیزی سے کہتے باہر نکل گئی۔

اوہ نو۔۔ وہ پھر سے بیڈ پر ڈھیر ہو گئی۔

****

!!!!ٹوں ٹوں ٹوں

پولیس سائرن کی آواز قریب آتی جا رہی تھی۔ کیفے ٹیریا میں بھگ دڑ مچ چکی تھی۔

یہ جگہ کراچی شہر کی ایک مشہور جامعہ کے سامنے کا مین روڈ تھا۔ جہاں پر پندرہ بیس پولیس کی گاڑیاں آگے پیچھے سائرن بجاتیں تیزی سے اندر داخل ہو رہی تھیں۔ صرف چند سیکنڈز لگے ہوں گے۔ تمام طلبہ کے باہر نکلنے پر پابندی لگا دی گئ۔ پولیس اہلکار ٹولیوں کی صورت اسلحے سے لیس گاڑیوں سے چھلانگے مارتے مین روڈ پر اُترنے لگے۔ ان کے مضبوط جوتوں سے پیدا ہوتا شور دور دور تک سنا جا سکتا تھا۔ پل بھر میں پورے علاقے کو سیل کر دیا گیا۔ پولیس کی بھاری نفری جامعہ کے اندر تعینات کر دی گئی۔ طلبہ کو کلاسز کے اندر جانے اور باہر نکلنے کی اجازت نہیں تھی آدھے پولیس اہلکار نے جامعہ کے گرد ڈیرا ڈال رکھا تھا اور آدھی پولیس جامعہ کے بالکل سامنے بنے کیفے ٹیریا میں گھس گئی۔

کیفے ٹیریا کے پچھلے حصے میں ایک تنگ گلی تھی۔ جسکے اندر ایک گول سیڑھیاں چڑھنے سے کیفے ٹیریا کی دوسری منزل کا ایک کونے والا کمرہ تھا اسٹور نما چھوٹا سا کمرہ۔ جہاں لگ بھگ بیس تیس افراد جو کہ جامعہ کے ہی طلبہ معلوم ہوتے تھے۔ مختلف منشیات کے استعمال کے ساتھ جوا لگائے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

ایک پینتیس سالہ مرد سگریٹ سُلگائے تین چار افراد کے ساتھ بیٹھا پتے کھیل رہا تھا۔ سگریٹ کا دھواں بند کمرے میں مرغولے اُڑا رہا تھا۔

ہم سے جیت نہ سکو ہو تم بابو۔ ہاہاہا وہ آدمی بے ہنگم قہقہہ لگاتے گاؤ تکیے سے ٹیک لگاتا مسرور سا بولا۔

چھوٹے صاب چھوٹے صاب!! وہ۔۔وہ۔۔۔پپ پپ۔۔ سترہ اٹھارہ سال کا ایک لڑکا پھولی سانسوں سمیت بات کرنے کی کوشش میں ہلکان ہو رہا تھا۔ اس ٹھنڈ میں بھی پسینے میں شرابور وہ کسی انہونی کا پتا دے رہا تھا۔ اسکی حالت سے بخوبی انداز لگایا جا سکتا تھا کہ وہ بہت بھاگ کر یہاں تک پہنچا ہے۔

پپ---کیا؟؟؟ بھونک بھی کیا ہوا ہے یا دو ہاتھ جڑ کر تیری بولتی کھلواؤں۔ چند ساعت قبل والی مسروریت اب غائب تھی۔

بھونک بھی، دو تین موٹی گالیوں سے نوازتے وہ لکڑی کے پلنگ سے نیچے اُترا۔

چچ۔۔ چھوٹے صاب پپ۔۔ پولیس کی ریڈ پڑ رہی ہے کیفے ٹیریا میں۔ وہ پچھلے حصے کی طرف کسی بھی وقت پہنچ سکتے ہیں۔ اس نے جلدی جلدی کہتے بات مکمل کی۔ چھوٹے صاحب کے دھاڑنے کی بناء پر تقریباً تمام لوگ ہی ان کی جانب متوجہ ہو چکے تھے۔ چھوٹو کی بات پر وہاں موجود تمام طلبہ گھبرا گئے۔

کک۔۔ کیا؟؟؟ چھوٹے صاحب نے حیران ہوتے کہا۔ پھر اچانک ایک بڑا سا تھیلا اُٹھا کر سب کو مخاطب کرتے بولا۔

جلدی کرو۔ جلدی سے جو بھی ہے اس میں ڈال دو۔ کارڈز، ہیروئن کے پیکٹس، پتھر اور پاؤڈر کی صورت میں موجود کوکین اور آئس کا استعمال کرتے افراد نے تو فوراً عمل کیا۔ مگر شیشہ پیتے افراد کیلیے مسئلہ تھا۔ ابھی تو او پیم اور بھنگم ٹرینکولائزر کے کسٹمرز نہیں آئے تھے۔ ورنہ مسئلہ اور بڑھ جاتا۔ آئس کا استعمال کرنے والوں نے بھی ابھی تک سرنج کے ذریعے اسے اپنی رگوں میں نہیں اُتارا تھا۔

انہوں نے وہ حقے اُٹھا کر کمرے کے سامنے والی دیوار کے پاس بنی شیڈ کے نیچے رکھ دیے۔ جو چھوٹے سے کچن کا منظر پیش کر رہی تھی۔ وہاں پر ہی تھیلا بھی چھپا دیا گیا اور خالی گتے کے ڈبے اور کچرا اوپر لاد کر کاروائی مکمل کی۔ اس سب میں تقریباً تین منٹ بھی بمشکل لگے ہوں گے۔ تمام افراد نیچے تنگ سڑک میں گول دائرے کی شکل میں بیٹھ گئے۔ اور بیچ میں کولڈ رنک کی ایک خالی بوتل رکھ لی

اچانک سے قدموں کی تیز تیز آواز اسی سمت میں آنے لگی۔ چھوٹے صاحب کے اشارے پر سب نے اپنے چہرے ہشاش بشاش بنانے کی ممکن کوشش کی۔

اٹھو سب کیا کر رہے ہو یہاں ؟؟؟ تمام پولیس اہلکاران کو گھیرنے لگے۔ کچھ اس تنگ کچرے سے بھری گلی کے کونے کھدروں کی تلاشیاں لینے لگے۔

سس سر ہم تو فری پیریڈ کے باعث یہاں تفریح کو آئے تھے۔- بائیس سال کے لڑکے نے ڈرتے ڈرتے کہا۔ جسکا کالر ابھی تک پولیس وردی میں ملبوس اہلکار کے ہاتھ میں تھا۔

اس گندگی میں تم لوگ فری پریڈ گزارتے ہو؟؟؟ جامعہ میں جگہ کم پڑ گئی ہے کیا؟؟؟ دھاڑ کر سوال کرنے پر وہاں کھڑے اسی کی عمر کے لگ بھگ تمام طلبہ کانپ کر رہ گئے تھے۔

اوپر کی بھی تلاشی لو۔

یس سر! دھڑ دھڑ کی آواز سے سات آٹھ پولیس اہلکار گول گول سیڑھیاں چڑھتے دوسری منزل پر بنے کمرے میں گھس گئے۔ جہاں جگہ جگہ ریپرز، پلاسٹک کی تھیلیاں، خالی بوتلیں، ٹوٹی پھوٹی پرانی کرسیاں اور ایک لکڑی کا تخت پڑا تھا۔ اندھیرا ہی اندھیرا روشنی کی چند لکیریں ایک روشن دان سے آرہی تھیں۔ مگر ناکافی معلوم ہو رہی تھیں۔

کچھ ملا؟؟؟ نیچے موجود افسر شاید ان سب سے عہدے میں بڑا تھا۔ تبھی حاکمانہ لہجے میں دوسری منزل کے زینے پر کھڑے باوردی ساتھی سے دریافت کیا

نو سر، اس کے جواب پر ایس پی وہاج خود اندر چلا گیا۔

ناممکن ایسا نہیں ہو سکتا۔ اطلاع کے مطابق منشیات کی فروخت میں اس اڈے کا بڑا ہاتھ ہے۔ ہماری انفارمیشن غلط نہیں ہو سکتی۔ اسکی آواز خاصی اونچی تھی۔

یہاں پر تلاش کیا؟؟ ایس پی وہاج نے اسٹک سے دو تین گتے کے ڈبے ہٹاتے کہا۔

سوری سر! جلدی چیک کرو۔

نہیں سر یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے۔ تمام افراد نے مل کر وہ جگہ خالی کر دی۔ مگر وہاں کچھ بھی نہ دیکھ کر ایس پی وہاج کا سارا جوش ماند پڑ گیا۔ مایوسی نے پل بھر میں اسکے چہرے کا احاطہ کیا تھا۔

چلو، اسکی مردہ سی آواز پر تمام پولیس اہلکار نیچے اُترنے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ساری پولیس وہاں سے روانہ ہو گئی۔ ہر کوئی حیرانی سے کھڑا اس معجزے پر ششدر تھا۔ ایسا کیسے ممکن تھا کہ اتنی سخت ریڈ کے باوجود وہ تھیلا ان کے ہاتھ نہیں لگا تھا؟؟ یہ تو ناممکن سا تھا۔ پولیس کے جاتے ہی تمام طلبہ نے سُکھ کا سانس لیا۔ مگر خطرہ ابھی ٹلا نہیں تھا۔ پولیس کسی بھی وقت واپس آسکتی تھی اسی لیے مزید ایک گھنٹے تک کوئی بھی اوپر نہیں

گیا تھا نا ہی اپنی جگہ سے ہلا تھا۔ یہاں تک کہ گھر گھر میں موجود ٹی وی پر نیوز اینکر کے تحت پولیس کی اس ریڈ کے بارے میں ناکامی کی اطلاع عوام تک پہنچ چکی تھی۔

آپ کو بتاتے چلیں کہ منشیات کی فروخت میں دن بدن اضافے کے باعث آج کراچی کی مشہور جامعہ کے سامنے بنے کیفے ٹیریا میں ہونے والی ریڈ ناکام ثابت ہوئی۔ ساتھ ہی یہ بھی بتاتے چلیں کہ یہ ریڈ ایس پی وہاج اور اے آئی جی شہاب ملک کی زیرِ نگرانی ہوئی۔ نا صرف ایک جامعہ بلکہ سرکاری اور نجی تمام تعلیمی اداروں اور ان کے آس پاس موجود ہوٹلز، کیفے ٹیریا اور دکانوں پر بھی چھاپہ مارا گیا۔ مگر سوائے ناکامی کے کچھ ہاتھ نہ آیا۔ اس ناکامی پر ڈی آئی جی ریحان شاہ کا میڈیا سے حوصلہ افزا خطاب۔ وہاں پر موجود طلبہ میں سے کسی ایک نے یہ ویڈیو پلے کی تو سب کی سانسیں بحال ہونا شروع ہو گئیں۔

چھوٹے صاحب شکر کرو کل رات ہی مال ڈیلیور کر دیا تھا۔ ورنہ پانچ کلو ہیروئن اور خیبر پختونخواہ بھیجی جانے والی کرسٹل پکڑی جاتی تو آج ہم سلاخوں کے پیچھے ہوتے۔ چھوٹو نے رازداری سے کہا۔

چل اوپر جا کر دیکھیں یہ معجزہ ہوا کیسے ؟؟؟ چھوٹے صاحب فوراً اُٹھ کھڑا ہوا۔ پھر جاتے جاتے پلٹا۔

چلو تم سب بھی خالی کرو اڈے کو اور ہاں آج بچا لیا مگر جس جس کا اُدھار رہتا ہے کل تک لے آئے۔ ورنہ پولیس کے ہتھے چڑھانا خوب آتا ہے چھوٹے صاحب کو۔ وہ نخوت سے پھنکارا۔

چھوٹے صاحب وہ جو چھوڑا ہے دے دو نا۔ مہربانی ہو گی۔ ورنہ پورا دن بے چین گزرے گا۔ تئیس سال کا نوجوان بیچارگی سے فریادی لہجے میں بولا۔

اے چل نکل تو دو بار اُدھار نشہ لے چکا ہے۔ کرسٹل تو اب تجھے کسی قیمت پر نہیں دینی۔ اوقات ہے نہیں اور نشہ بھی سب سے مہنگے والا کرنا ہے کمینے کو۔ چل دفع ہو یہاں سے۔ چھوٹے صاحب کی اس ذلالت پر بھی وہ

مسکین صورت بنائے ہاتھ پھیلائے کھڑا تھا۔نشے کا نام ایسے ہی تو نشہ نہیں رکھا گیا۔اسکی لت لگ جائے تو انسان کہیں کا نہیں رہتا اس نوجوان کو بھی اس کی عادت ہو چکی تھی---غیرت، عزت نفس پیسہ سب داؤپر لگا کر دو چمچ سفید پاؤڈر کھانے سے اسکو چین آجاتا، قرار سا آجاتا، سکون میسر آنے لگتا۔

ابے ہٹ چھوٹے صاحب اسے دو تین گالیوں سے نوازتا دور دھکیلتا گول زینے چڑھ گیا۔ چھوٹو نے بھی اسکی تقلید میں قدم بڑھا دیے۔

اوپر پہنچتے ساتھ ہی اس نے تیزی سے شیڈ کے نیچے جھانکا وہ جگہ خالی دیکھ کر چھوٹے صاحب کو حقیقتاً پریشانی نے آگھیرا۔یہ کھیل بڑا جان لیوا تھا۔کوئی تھا جوان کے اس راز سے آشنا ہو چکا تھا۔اس کھیل میں تو قدم قدم پر موت گھات لگائے بیٹھی نظر آتی تھی۔

کہیں تم اسے تو تلاش نہیں کر رہے ؟؟؟ آواز قدرے صاف اور بھاری تھی۔ چھوٹے صاحب کو کرنٹ لگا تھا۔ وہ جو شیڈ کے پاس نیچے بیٹھا تھا۔چار سو چالس والٹ کا جھٹکا کھاتے اُٹھا۔

کمرے کے بیرونی دروازے کے اندر کھڑا ایک وہ کوئی ہیولہ سا دِکھ رہا تھا۔چونکہ کمرہ پورا اندھیرے میں ڈوبا تھا اور باہر دن کی روشنی تھی۔تو ایسے میں وہ پیچھے سے آنے والی روشنی دروازے میں ایستادہ مضبوط کسرتی جسم کے حامل چھ فٹ دُو انچ کے قد کے ساتھ ایک ہاتھ میں چھوٹے سے دو تین پیکٹس کو اُچھالتے شخص سے ٹکراتی کمرے میں گھس رہی تھیں۔

کک---کون ہو تم ؟؟؟ چھوٹے صاحب کی آواز میں خود بخود گھبراہٹ نمودار ہونے لگی۔

میں کون ہوں ؟؟؟ بھاری آواز ایک بار پھر گونجی۔وہ چند قدم آگے بڑھا۔اب کمرے کے وسط میں کھڑا وہ صاف دکھائی دے رہا تھا۔

شانوں سے ایک دوانچ نیچے آتے سیاہ گھنگریالے گھنے بالوں پر گرے رنگ کا رومال مثلث کے انداز میں باندھے۔ دونوں ہاتھوں میں چوڑے چوڑے بینڈز اور باریک سی دو تین تاروں نما بریسلیٹ پہنے۔ آنکھوں میں بھر بھر کر سُرما ڈالے گہرے سبز رنگ کے گھٹنوں تک آتے کرتے کے ساتھ جینز میں ملبوس وہ نوجوان کوئی چھبیس ستائیس سال کا ہوگا۔ اس کے ایک ہاتھ میں وہی تھیلا تھا۔ مگر ابھی اسکا منہ کھلا ہوا تھا اور دو تین ہیروئن کے پیکٹس اس کے ہاتھ میں موجود تھے۔ جنہیں سرکس کے جوکر کی گیندوں کی طرح ہوا میں اُچھالتا وہ محظوظ ہو رہا تھا۔

میں ایگل ہوں۔ کرخت مغرور بھاری مردانہ آواز میں جواب دیتے اس نے وہ پیکٹس چھوٹے صاحب کے منہ پر دے مارے۔

****

آپی ہمیں ابھی لگانے ہیں پلیز ہیلپ کر دو نا۔ وہ ایک چارٹ ہاتھ میں پکڑے کھڑی ملتجی لہجے میں بولی۔

بس کر جاؤ گڑیا ہر چیز کی حد ہوتی ہے۔ تم نے پوری دیوار پر یہ عجیب و غریب اقسام کے پتھروں کے چارٹس لگا کر پورے کمرے کا ستیاناس کر رکھا ہے۔ صاعقہ نے چند تہہ شدہ کپڑے الماری میں رکھتے ہوئے کہا۔

آپ نے بھی تو یہ بُڈھوں والے ناولز اور سفرنامے بُک شیلف میں بھر رکھے ہیں۔ ہم نے کچھ کہا کبھی؟؟ سب کے اپنے اپنے شوق ہوتے ہیں۔

خبر دار جو میری بُکس کو بُڑھوں والی کہا تو۔ صاعقہ نے الماری کا پٹ زور سے بند کرتے جارحانہ انداز میں اُنگلی اُٹھائے کہا۔

گُڈ ویری گُڈ آپ ہمارے در نجف مرجان، زرقون، ہیرے ٹُور کوائس (فیروزہ)، مانک (یاقوت)، نیلم، پکھراج، عقیق کے بارے میں کچھ بھی کہیں اور ہم آپ کی کُتب کی شان میں ایک حُرفِ گستاخی نا استعمال کریں بہت خوب۔ وہ چڑ کر گویا ہوئی۔

سارے پتھر تو تم لگا چکی ہو۔ اب یہ کون سا ہے ؟؟؟ صاعقہ نے مسکراہٹ دباتے پوچھا۔

یہ مرکت ہے "اور خبر دار جو آپ نے اس کے بارے میں کچھ کہا تو۔ وہ منہ بگاڑ کر بولتی چارٹ کھول کر اس " پر ہاتھ پھیرنے لگی۔ جہاں گھرے سبز رنگ کے دو تین پتھر جگمگاتے ہوئے بہت خوبصورت بنائے گئے تھے۔ بلاشبہ یہ آرٹ آنکھوں کو خیرہ کر رہا تھا۔

مرکت ؟؟؟ یہ کونسے پتھر کا نام ہے ؟؟؟ میں نے تو کبھی نہیں سنا"۔ وہ اسکے ہاتھ سے چارٹ پکڑ کر دیکھتے " گویا ہوئی۔

خیر سنا تو آپ نے ٹور کوائس اور مانک کے بارے میں بھی نہیں تھا۔ وہ شانِ بے نیازی سے کہتی اسکے ہاتھ سے چارٹ لے کر سامنے والی دیوار کے پاس آکھڑی ہوئی۔ جہاں اسی طرح کے بہت سے پتھروں کے چارٹس لگے تھے۔ کچھ آئل پینٹ سے بنے تھے تو کچھ کمپیوٹرائزڈ تھے۔

ٹور کوائس فیروزہ کو انگلش میں کہتے ہیں۔ کیوں کہ یہ ملک ٹرکس یعنی روم میں زیادہ پایا جاتا ہے اور مانک " یاقوت کو ہندی میں کہتے ہیں۔ اس میں تمہیں پیلس یاقوت بہت پسند ہے۔ یہ نیلگوں آسمانی والا"۔ صاعقہ نے چارٹ پر ہاتھ رکھتے کہا جس میں وہی پتھر بنا تھا جسکا وہ ذکر کر رہی تھی۔

یہ سب ہم نے آپ کو بتایا تھا تبھی پتا ہے۔ ورنہ پہلے تو آپ کے علم میں یہ سب نہیں تھا۔ وہ چڑانے والے انداز میں کہتی چارٹ کا دیوار پر اینگل لینے لگی۔

اچھا یاد تو تھا نا۔ مگر تمہیں تو وہ بھی نہیں ہوگا۔ چلو بتاؤ چلتے ہو تو چین کو چلیے میں جو چائنیز میں شکریہ کہنا بتایا تھا وہ کیسے کہتے ہیں؟؟ صاعقہ نے مصنوعی برہمی کا تاثر دیتے ہوئے کہا۔

شے شے---" وہ اپنے ازلی لاپرواہ انداز میں بولی۔ صاعقہ کا منہ کھل گیا۔"

ہمیں نی ہاؤ جسکے مینننگ ہیلو کے ہیں۔ وہ بھی پتا ہے اور یہ بھی کہ ابنِ انشاء نے چائنیز کے پانچ سو الفاظ سیکھے" تھے اخبار پڑھنے کے لیے۔ آپی آپ نیلم ابرار کی ذہانت کو ڈی گریڈ نہیں کر سکتیں۔ وہ فرضی کالر جھاڑتے بولی۔

اتنی ہی ذہانت اور صلاحیت ہے تو خود ہی لگا لو انہیں۔ میں جا رہی ہوں کباب فرائی کرنے۔ آہل آرہا ہے اور اُسے کباب اور تمھارے ہاتھ کی چائے کتنی پسند ہے یہ تو تم جانتی ہی ہو۔ پیاری گڑیا۔ صاعقہ نے شرارت سے اسکی تھوڑی پکڑ کر ہلائی اور مسکراتے ہوئے کمرے سے نکل گئی۔

آپی!آپی!! اٹس ناٹ فیئر۔ آپیییییییی---

اسکی تمام آوازوں کو نظر انداز کرتی صاعقہ نیچے چلی آئی۔ جہاں ڈرائنگ روم سے آہل کی آواز آرہی تھی۔ صاعقہ بھی اندر چلی آئی۔

اسلام و علیکم! اس نے ہولے سے سلام کیا تو آہل نے مسکراتے ہوئے سر کو جنبش دی اور پھر سے دادو کے ساتھ سلسلہ کلام جوڑ لیا۔

نہیں دادو میں نہیں گیا تھا۔ یہ ریڈ تو مجھ سے سینیئر آفیسر ز نے کی تھی۔ میرے علم میں یہ بات بالکل نہیں تھی۔ گریڈ اٹھارہ اور اُنیس کے آفیسر ز نے منشیات کی اسمگلنگ اور فروخت کے خلاف آج مختلف جگہوں پر آپریشن کیا ہے۔ مگر دو تین معمولی نشہ آوروں کے علاوہ کوئی کامیابی حاصل نہیں ہو سکی۔ وہ رسانیت سے کہہ رہا تھا۔

اچانک ہی خیال آگیا پولیس کو ویسے تجھے کیوں نہیں پتا تھا تو بھی تو اسی ادارے کا ہے نا؟؟؟ دادو نے چشمہ ناک پر ٹکاتے آہل کو گھورا۔

دادو میں گریڈ سترہ کا ہوں اور کئی بار پولیس کے بڑے آفیسر ز ایسی خفیہ ریڈ کرتے ہیں کہ ادارے کے نچلی پوسٹ پر موجود افراد بھی بے خبر ہوتے ہیں۔ تاکہ ان کی وفاداری کا بھی امتحان لیا جا سکے۔ آہل نے وضاحتی جواب دیا۔

ہائے (دادو منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے) نئی میاں تم نے کونسی بے وفائی کر دی ان افسروں کے ساتھ۔ تم بھی تو اوپر کے افسروں میں سے ہو نا؟؟؟ ان کی بات پر آہل نے بمشکل تمام اپنے منہ کے بگڑتے زاویے درست کیے۔

جی دادو میں سینیئر آفیسر ز میں سے ہی ہوں۔ اے ایس پی آہل اسرار۔ مگر ابھی نیا نیا تو اپائنٹ ہوا ہوں اور سینیئر ز میں سے میرا گریڈ سب سے کم ہے اسی لیے اور کچھ افسران کو شک تھا کہ جونیئر ز پہلے ہی ریڈ اور آپریشن کی نیوز ریلیز کر دیتے ہیں۔ تبھی اسے خفیہ رکھا گیا تھا۔ ایک بار پھر اس نے وضاحت دی تو کباب اور کولڈ ڈرنک ٹرے میں رکھے اندر آتی صاعقہ مسکرائے بنا نہ رہ سکی۔

ارے صاعقہ میرے بچے بھائی کے لیے چائے لا۔

یہ انگریزی مشروب پی پی کر کیوں صحت خراب کروا رہی ہے بیچارے کی۔ وہ جیسے ہی سینٹرل ٹیبل پر ٹرے رکھ کر سیدھی ہوئی تو دادو نے نیا نقص نکال دیا۔ ڈرائنگ روم سادہ سا مگر منفرد تھا۔ ہلکے آسمانی رنگ کے صوفے جو دو دیواروں کے ساتھ پڑے تھے۔ ان میں سے ایک سنگل صوفے پر آہل براجمان تھا اور اسکے سامنے میز اور دوسری دیوار کے ساتھ دادو کا تخت تھا۔ بائیں طرف والی دیوار پر ڈیکوریشن پیسز لگے تھے۔ ڈرائنگ روم کے دو دروازے تھے۔ جن پر صوفوں کے رنگ سے ملتے جلتے جالی کے پردے ٹنگے تھے۔ جبکہ فرش پر سفید روئی سا نرم قالین بچھا تھا۔ پورے گھر میں سب سے مہنگی اور قیمتی آرائش اسی کمرے کی تھی۔

دادو چائے بنوانی ہے تو گڑیا سے کہہ دیں نا۔ وہ ہلکے سے مسکراتے بولا۔ شاید بات بے بات مسکرانا اسکی عادت تھی۔ گھنی مونچھوں تلے باریک ہونٹ جب بھی مسکراتے آنکھیں سُکڑ سی جاتی تھیں۔

بس میاں پھر تو پی لیے تم چائے۔ دادو نے ہاتھ اُٹھاتے کہا اور پھر تخت سے اُترنے لگیں۔

میں مغرب پڑھ لوں۔ وقت گزرا جا رہا ہے۔ ہائے یہ جوڑوں کا درد۔ وہ صاعقہ کا ہاتھ تھامے تخت سے نیچے اُتریں اور پھر اپنی چادر درست کرتیں باہر گم ہو گئیں۔

صاعقہ!!! گڑیا کہاں ہے؟؟؟ دادو کے جاتے ہی وہ کباب والی پلیٹ رکھ کر تھوڑا آگے کو جھکتے رازداری سے پوچھ رہا تھا۔

اوپر ہے اپنے پتھر لٹکانے کی کوشش کر رہی ہو گی۔ مجھے مدد کو کہہ رہی تھی۔ میں نے صاف انکار کر دیا اور ہاں تمھاری چائے بھی نہیں بننے والی آج۔ آخر میں اس نے ابرو اُچکاتے بات مکمل کی۔ ساتھ ہی ایک پلیٹ میں دو کباب رکھے اور چمچ لے کر دادو کے ہی تخت پر ٹانگیں پسار کر بیٹھ گئی۔

ایسے ہی نہیں بننے والی۔ ابھی دیکھو ایک منٹ سے پہلے کچن میں نہ نظر آئی نا تو میں بھی اے ایس پی آہل اسرار نہیں۔ وہ ٹشو سے ہاتھ پونچھتا سر کو خم دیتا مسکراتے ہوئے باہر نکل گیا۔ صاعقہ نے سر جھٹکتے دوبارہ اپنی پلیٹ پر نظریں جما دیں۔

یہ اسٹول تو بہت ہی گندہ ہو رہا ہے۔ اس نے خود کلامی کرتے ہوئے کہا۔ اتنا بھاری تقریباً ڈھائی فٹ اونچا اسٹول اُٹھا کر لاتے اسکا نازک بدن تھر تھرا رہا تھا۔ سانس بھی پھول چکی تھی۔ چہرے کی رنگت میں گلابی پن نمایاں ہونے لگا۔

دفع کرو گندے کو دو چارٹ ہی تو لگانے ہیں۔ اس سوچ کے تحت بمشکل تمام وہ لکڑی کے ڈنڈوں پر قدم جماتی اسٹول کی سطح تک پہنچ ہی گئی۔ بغل میں دبایا چارٹ نکال کر ابھی سیدھا ہی کیا تھا کہ اسٹول ہلکا سا ہلا۔

آہ نن نہیں۔۔ درمیان میں کھڑے ہو کر اس نے توازن برقرار رکھنے کی کوشش کی۔ جس میں کامیاب تو ہو گئی تھی۔ مگر ہلکے سبز رنگ کی آنکھوں میں خوف کے سائے لہرانے لگے۔ اس نے سامنے دیکھا تو اے ایس پی آہل کی مسکراتی نظریں اسی پر جمی تھیں۔ ایک لال بیگ بالکل اسکے پیر کے قریب پہنچنے کو تھا۔

آآآآ۔۔۔ آج تو ہم گئے دادو آپی بچالو۔ وہ اسٹول پر ہی کھڑی چیخیں مار رہی تھی۔

ہاہاہاہا گڑیا تم تو بڑی ڈرپوک واقع ہوئی ہو۔ نیلم نے ایک نظر اسٹول کی سطح تک پہنچنے کی کوشش کرتے لال بیگ کو دیکھا اور دوسری نظر قہقہے لگاتے اے ایس پی آہل پر ڈالی۔

پولیس میں بھرتی ہونے کا کیا فائدہ آپ کا جب ایک لال بیگ سے اپنی گڑیا کو نہیں بچا سکتے تو۔ وہ جذباتی ہوئی۔

بچا سکتے ہیں، ضرور بچا سکتے ہیں۔ مگر اسکے لیے آپ کو ایک کام کرنا ہو گا۔ وہ شرارتی مسکراہٹ لیے چند قدم آگے بڑھا۔

کک ۔۔ کیا کام ؟؟

چائے بنانی ہوگی ہمارے لیے ۔ اے ایس پی آہل کا مطالبہ سنتے ہی وہ ساری بات سمجھ گئی ۔ سفیدی مائل رنگت میں اب سرخیاں گھلنے لگی تھیں ۔

ہم نے کب منع کیا چائے بنانے سے ۔ اسکی آواز مدھم تھی اور پلکیں سجدہ ریز ۔ آہل کا دل دھڑکا تھا ۔

اوہو ۔ اگر منع نہیں کیا تو فوراً گرما گرم چائے پلادیں ۔ اس ٹھنڈ میں شدید طلب ہو رہی ہے ۔ وہ اسٹول پر کہنیاں ٹکائے پُرشوق نظروں سے تکتے کہہ رہا تھا ۔

پہلے اسکو تو ہٹائیں پلیز ۔ وہ پھر سے لال بیگ کی طرف متوجہ ہو چکی تھی ۔

یہ لیں ۔ جب تک میں اسکا کام تمام کرتا ہوں ۔ آپ چائے بنالائیں ۔ وہ کاکروچ کو اسکی مونچھوں سے پکڑتے بولا اور پھر اسکا کھلا منہ دیکھ کر ہنستا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا ۔

نیلم نے بے اختیار جھرجھری لی تھی ۔

آآآآآخ " برا سا منہ بناتی وہ اپنا سابقہ کام نامکمل ہی چھوڑ کر اسٹول سے اُتر چکی تھی ۔ اب اسے آہل کیلیے " چائے بنانا تھی اور اسکی بہت سی فضول باتیں بھی سننا تھیں ۔ جو اسے قطعاً پسند نہ تھیں ۔ مگر وہ جانتی تھی کہ وہ اسے کتنی پسند تھی ۔

راہ آسان ہو گئی ہے

جان پہچان ہو گئی ہے

پھر پلٹ کر نگاہ نہیں آئی

تم پہ قربان ہو گئی ہے

****

ایگل ! چھوٹے صاحب نے سامنے کھڑے مطمئن سے دیو قامت شخص کو دیکھ کر ہلکے سے یہ نام دہرایا تھا۔

ہاں ایگل۔۔۔ عقابی نظریں ہیں میری۔یوں کر کے آنکھیں نکال لیتا ہوں۔اس نے دایاں بازو پھیلاتے جھٹکے سے مٹھی بند کرتے کہا۔ جیسے سچ مچ کسی کی آنکھیں نوچ کر بند مٹھی میں قید کر لیں ہوں۔

ہاہاہاہااب یار تیرے منہ پر تو ساڈھے بارہ بج گئے۔ چل ٹینشن نہ لے میری جان سب بتاتا ہے ایگل تجھے۔پہلے ایک گرما گرم چائے کی پیالی تو منگا۔اس نے منشیات کا بھرا تھیلا اسکی طرف دھکیلتے پاس پڑے لکڑی کے میز پر چھلانگ مار کر بیٹھتے کہا۔ چھوٹے صاحب نے فوراً سے پیشتر تھیلا اُچک لیا۔پھر چھوٹو کو چائے لانے کا اشارہ کر کے دوبارہ ایگل کی طرف متوجہ ہو گیا۔جواب کرتے کی جیب سے سگریٹ نکالتے اسے لائٹر کا شعلہ دِکھا رہا تھا۔

شکرنی ڈلوائیو۔چھوٹو کو باہر نکلتا دیکھ پیچھے سے اس نے سگریٹ کو لبوں سے جدا کرتے کہا تھا۔

اب بتاؤ کون ہو تم؟ یہاں کیا کر رہے ہو؟؟

یہ سب تمھارے پاس کہاں سے آیا؟؟؟ چھوٹے صاحب اپنے تخت پر ٹانگیں پھیلائے گاؤ تکیے سے ٹیک لگاتا بولا تھا۔ یہاں سے ایگل کچھ ترچھا سا نظر آرہا تھا۔ اسکی بات پر ایگل نے مڑ کر دیکھا۔ سگریٹ کا دھواں مرغولے اُڑاتا اسکے چہرے کے آس پاس بکھر رہا تھا۔ ترچھی مسکراہٹ نے اسکے ہلکے کٹاؤ والے ہونٹوں میں کھلبلی سی مچائی تھی۔ چھوٹا صاحب مضطرب ہوا تھا اسکی اس ادا پر۔ پھر وہ بغیر کچھ بولے باہر کی طرف قدم اُٹھانے لگا۔ اسکی چال کافی مضبوط اور اعتماد سے بھرپور تھی۔

اے اے کک۔۔ کہاں جارہا ہے؟ بتا کر تو جا۔ چھوٹے صاحب نے جلدی سے تخت چھوڑا اور اسکے پیچھے چل پڑا۔ بلکہ بھاگنے لگا۔ پھر ایگل کمرے سے ملحق چھوٹی سی گیلری میں آکھڑا ہوا اور سامنے دیکھنے لگا۔ جہاں بوسیدہ سی ٹوٹی پھوٹی عمارت بنی تھی اور اس عمارت کی دوسری منزل پر مشتمل کمرے کی بالکنی اس گیلری سے ایک ڈیڑھ فُٹ کے فاصلے پر تھی۔ ایگل نے چھوٹے صاحب کو دیکھتے سامنے والی بالکنی کی طرف اشارہ کیا۔

یہاں سے میں تم کو دیکھا یہ، یہ سب نشہ تھیلے میں ڈالتے اور حقے چھپاتے اور پھر پولیس کے آنے سے پہلے ہم چھلانگ لگا یا ادھر سے۔ (بالکنی کی طرف اشارہ کرتے) اور سب اُٹھا کر اس بالکنی میں رکھ دیا۔ ارے تم فکر کیوں کر رہا ہے؟ یہ سب دھندا ہم اتنا سا تھا (زمین سے قد ناپتے ہوئے) تب سے کرتا آرہا ہے۔ اب تو ایکسپرٹ ہو گیا ہے ہم اس میں۔ بس تمہاری مدد کیے ہیں اور کچھ نہیں۔ بات مکمل کر کے وہ اندر چلا آیا۔ سگریٹ اُنگلیوں میں دبا تھا۔ وہ دوبارہ میز پر بیٹھ کر سگریٹ کے کش بھرنے لگا۔ کہنیوں کے آخر تک فولڈڈ آستینوں سے جھانکتے بازو پر بچھو بنا تھا۔ شاید نہیں یقیناً وہ ٹیٹو ہی تھا۔ گلے میں کالے چمڑے کا تعویز گردن سے چپکا پڑا تھا۔

اب بھی کرتے ہو یہ دھندا؟ چھوٹے صاحب نے ایگل کو بغور تکتے کہا۔

آجکل تو بے روزگار گھوم رہا ہے ہم۔ ساتھ دو ساتھی تھے۔ کسی اوپر کے بندے نے سعودیہ بھیج دیا، ہیروئن اور یہی نشہ اسمگل کرنے کو۔ تب سے ہم تو نوالے نوالے کو ترس گیا ہے۔ اس نے اپنی حالت پر خود ہی افسوس کرتے گردن کو ہلکا سا خم دیا تھا۔

ہوں، تو اب تم کیا کرو گے ؟

کرنا کیا ہے ؟ یہی دھندا کرنا ہے۔ بس ہم کوئی پارٹی ڈھونڈ رہا ہے۔ تگڑی اور بھروسہ والی ہو۔ اس نے بقیہ سگریٹ میز کے کنارے پر دباتے نیچے پھینک دی۔ اتنے میں چھوٹو چائے کے کپ کے ساتھ بسکٹ لے کر اندر آیا تھا۔

دے چھوٹو، چھوٹے صاحب نے اسے چائے ایگل کو پیش کرنے کا کہا۔ مگر اس نے ہاتھ کے اشارے سے منع کرتے میز سے چھلانگ لگائی اور باہر کی طرف بڑھنے لگا۔ جب چھوٹے صاحب نے اسکا راستہ روکا۔

اے کہاں ؟ بیٹھ نا۔

چائے پی، شکریہ ادا کرنے کو میں تیرے لیے اتنا تو کر سکتا ہوں۔

ہاہاہا ایک وقت کا کھلا دے گا دوسرے کے وقت ہم کیا کرے گا ؟ ایگل کی زخمی ہنسی پر چند پل کو چھوٹے" صاحب کا منہ بند ہو گیا۔

اچھا تو میرے دھندے میں حصہ لے سکتا ہے مگر ایک شرط پر۔

کیا ؟ ؟ ایگل نے آنکھیں سُکیڑ کر دریافت کیا۔

پہلے چھلانگ لگا کر دکھا۔ اسکی فرمائش پر ایگل استہزائیہ ہنسا اور پھر گیلری میں آگیا۔ چھوٹے صاحب بھی اسکے پیچھے ہی تھا۔ اس نے دیوار کے سرے پر ہاتھ رکھا اور پیر اوپر اُٹھا دیے۔ پھر گھوم کر پیر دوسری بالکنی کی سطح پر چھوڑ دیے۔ یہ کوئی معمولی چھلانگ قطعاً نہیں تھی۔ مکمل ٹرینڈ بندے کا کمال لگتا تھا۔ پھر ایگل نے دو تین ایسے ہی چھلانگیں لگا کر بالکنی میں رکھے حقے بھی اسے لا دیے۔

آج سے تو میرے دھندے میں میرا دایاں بازو ہے۔ اگر تیرا کام اچھا رہا اور تو بھروسے کا بندہ نکلا تو یقین کر "ڈیک" تجھے "ایم آز" کے انڈر لے لے گا۔ اب لائف بن جائے گی تیری۔ ایم آز کے نام پر ایگل کی سیاہ آنکھوں میں گہرے اندھیرے میں اُفق پر چمکتے تاروں سی چمک لہرائی تھی۔ اس نے چائے کی پیالی منہ سے لگالی۔ مگر آنکھیں بہت کچھ جانچ رہی تھیں۔

دوسری جانب چھوٹے صاحب مطمئن تھا کہ ایگل کے آنے سے سارے رسکی کام اسکے ہاتھ دے دے گا اور نام اپنا کمائے گا۔ پھر ڈیک کے توسط سے ایم آز کی گینگ کا حصہ بن کر پیسے میں کھیلے گا۔

****

"ایک ماہ بعد"

طلوعِ سحر کا وقت تھا۔ دور کہیں مسجد سے مؤذن کی پُر تاثیر آواز آرہی تھی۔ آواز تھی یا کوئی سحر کہ دین کے پکے اور مضبوط ایمان والے اس میں جکڑے جا رہے تھے۔ ایمان والوں کی نیندیں کچی ہو گئیں۔ وہ بیدار ہوئے تھے کہ ان کا رب انہیں پکار رہا تھا۔ وہ کیونکر سنی ان سنی کر دیتے جب اس پروردگار نے انہیں ہر نعمت عطا کی تھی۔ سورج کے نکلنے میں ابھی کچھ وقت درکار تھا۔ آسمان جامنی رنگ کی ردا اوڑھے لوگوں کو اپنی طرف تکنے پر مجبور کر رہا تھا۔ لال اینٹوں سے بنی مسجد سے مؤذن کی آواز اور اونچی آنے لگی۔

اللّٰہُ اَکبَرُ، اللّٰہُ اَکبَرُ

(اللہ بہت بڑا ہے، اللہ بہت بڑا ہے)

اللّٰہُ اَکبَرُ، اللّٰہُ اَکبَرُ

(اللہ بہت بڑا ہے، اللہ بہت بڑا ہے)

اَشھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

(میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں)

اَشھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

(میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں)

اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

(میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالی کے رسول ہیں)

اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

(میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالی کے رسول ہیں)

حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ

(نماز کی طرف آؤ)

حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ

(نماز کی طرف آؤ)

حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ

(فلاح (وکامیابی) کی طرف آؤ)

حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ

(فلاح (وکامیابی) کی طرف آؤ)

اَلصَّلٰوۃُ خَیرٌ مِّنَ النَوم

(نماز سونے سے بہتر ہے)

اَلصَّلٰوۃُ خَیرٌ مِّنَ النَوم

(نماز سونے سے بہتر ہے)

اللّٰہُ اَکبَرُ اللّٰہُ اَکبَرُ

(اللہ بہت بڑا ہے، اللہ بہت بڑا ہے)

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

(اللہ تعالی کے علاوہ کوئی معبود نہیں)

اذان کا جواب دیتے لوگ اب بیت الخلاء کا رُخ کرنے لگے۔ نلکوں سے صاف شفاف مگر یخ ڈھنڈا پانی نکل رہا تھا۔ جو کسی بھی انسان کو ٹھٹھر جانے پر مجبور کر دے۔

یہ علاقہ پاکستان کے سب سے بڑے جب کہ دنیا کے دوسرے بڑے شہر کراچی کا ہے۔ یہ شہر کا وہ کنارہ تھا۔ جہاں غربت وافلاس کی ایک دنیا قائم تھی۔ کچے مکان نیلے رنگ کی ٹینکیاں، آپس میں جڑی چھتیں، کچی سڑکیں اور دھول مٹی غرض کہ یہ شہر کا حصہ ہی نہ لگتا تھا۔

ایسی ہی ایک بند اور تنگ گلی میں بھوتوں کا مسکن لگتی ایک دو منزلہ عمارت کے سامنے، ایک وجود خود کو مکمل چادر میں چھپائے اذان کا جواب دے رہا تھا۔ یہ حصہ آبادی سے تھوڑا ہٹ کر تھا۔ گلی سنسان پڑی تھی۔ اس عمارت کی اوپری منزل پر بنے لال اینٹوں کے کمرے میں پانچ، چھ افراد اذان سے بے خبر شراب کے نشے میں جھومتے اپنی کامیابی پر رقص کرتے جشن کا سماں قائم کیے ہوئے تھے۔

آج کے دن وہ ایک اور خون کے دریا کا انتظام کر کے آئے تھے۔

ان کی تمام حرکات اسی شہر میں موجود بین الخدماتی مخابرات کے کارکنوں کے مانیٹرنگ سسٹم پر ملاحظہ کی جاسکتی تھیں۔ جہاں ہر طرف افراتفری کا عالم تھا۔ وہاں موجود ایک لڑکی اور دو تین نوجوان اپنی نظریں مانیٹرز پر مرکوز کیے سرجیکل اسٹرائیک کے لیے گئے اپنے ساتھیوں کو ایک ایک پل کی خبر سے آگاہ کر رہے تھے۔ ساتھ ہی اگلے اقدام کی بھی خبر دے رہے تھے۔

وہ جو فقیر کے انداز میں گلی کنارے بیٹھا تھا۔اپنی ساتھی کی آواز پر فوراً متوجہ ہوا۔

ٹیک یور پوزیشن، بلیوٹوتھ ائیر فون سے آتی آواز پر اس نے اپنے گرد لپٹی چادر دور اُچھال کر دیوار کے پار چھلانگ لگادی۔ زمین کی ناہموار سطح پر پانچ اُنگلیاں ٹکائے اس نے جھکا سر اُٹھایا تھا۔ سیاہ رنگ کے رومال کو سر پر لپیٹے وہ مکمل سیاہ لباس زیب تن کیے ہوا تھا۔ جس نے اس کے وجود کا مکمل ڈھانپ رکھا تھا۔ مضبوط سیاہ بوٹ اور ہاتھ میں تھامی بھاری اے فورٹی سیون رائفل کے ساتھ وہ اور اسکے ساتھی سر جیکل سٹرائیک کے لیے تیار تھے۔ سر کو دائیں جانب کرتے اس نے اشارہ دیا تھا۔ سامنے ایک بوسیدہ زنگ آلود لوہے کے دروازے کے آر پار اپنی اپنی جگہ سنبھالے وہ پانچوں بھی اسی کے حلیے میں تھے۔

Attack!!!

تمام رضاکاروں کے ایئر فونز میں ایک ساتھ نسوانی آواز گونجی تھی۔انکی اسٹرائیک کنٹرولر ساتھی نے مانیٹر کی طرف دیکھتے کہا۔ جہاں پانچ چھ افراد کرخت چہروں پر داڑھی سجائے، شلوار قمیض میں ملبوس آپس میں گفتگو کرتے اپنی موت سے بے خبر تھے۔

اچانک دھڑ ادھڑ گولیوں کی آواز نے پورے علاقے میں طوفان برپا کر دیا۔ آواز تھی کہ کانوں کے پردے پھاڑ رہی تھی۔ دھواں ہی دھواں آنکھوں گھستا بینائی کو متاثر کر رہا تھا اور جب مطلع کچھ صاف ہوا تو عاص عالم نے اپنے آس پاس خون کا دریا دیکھا تھا۔ پانچ لاشیں زمین پر چت پڑی تھیں۔ گولیوں سے چھلنی وجود، مگر وہ عادی تھا اس سب کا۔ اسکے ساتھیوں نے بھی رائفلز نیچے کیے آس پاس نظریں دوڑائیں تھیں۔ ایک تھا جو غائب تھا۔

Aas! He is outside the door.

اس سے پہلے کہ وہ اس اطلاع پر کوئی کاروائی کرتا۔ فضا کو چیرتی فائر کی آواز پر سب چونک اُٹھے تھے۔ نشانہ عاص عالم تھا۔ مگر اُسے نشانے پر رکھنے والا یہ بھول گیا تھا کہ وہ کمال کا کھلاڑی تھا۔ اس نے جھک کر اپنا دفاع کیا تھا۔ نتیجتاً گولی سامنے دیوار کے ساتھ پڑی بوریوں پر لگی تھی۔ پورا کمرہ دھواں ہو گیا تھا۔ قدموں کی آواز اب دور جانے لگی تھی۔ دشمن بھاگ رہا تھا۔ محافظ بھی پیچھے بھاگے تھے۔ مگر ان میں عاص عالم سب سے آگے تھا۔ جبکہ باقی دو مختلف سمتوں میں دوڑے تھے اور جو رہ گئے وہ وہاں کا جائزہ لینے میں محو ہو گئے تھے۔

وہ شخص جتنا تیز دوڑتا عاص کی بھی رفتار اُتنی بڑھ جاتی۔ کبھی کبھی وہ فائر کرتا اور عاص عالم اپنے دفاع کو کبھی جھک جاتا کبھی زمین پر چت لیٹ جاتا۔ اس نے ایک بھی فائر نہیں کیا تھا۔ دشمن نجانے اسے ہلکا سمجھ رہا تھا۔ جو اچانک رُک کر اسکا نشانہ لینے لگا۔ مگر عاص کی رائفل سے نکلنے والی گولی نے اسکی بندوق نیچے گرادی۔ اس سے پہلے کہ وہ دشمن کی سانس اُکھاڑتا، وہ موقع پا کر آبادی کی طرف نکل گیا۔ ایک خالی مکان کا بوسیدہ دروازہ ہلتے دیکھ کر عاص اندر گھس گیا۔ رائفل کا منہ اوپر کی جانب کیے وہ دیواروں کے ساتھ میں اور کبھی ان کی اوٹ میں ہوتا آگے بڑھ رہا تھا۔ ایک کمرے کا دروازہ کھولتے فوراً حفاظتی طور پر رائفل آگے کر دی مگر وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ خالی مکان کی صرف دیواریں کھڑی ہوئیں تھیں۔ وہ صحن میں موجود پھونک پھونک کر قدم رکھ رہا تھا کہ اچانک چھت سے کسی نے پانی کا مٹکا پھینکا۔ وہ دونوں ہاتھ سر پر رکھ چکا تھا۔ مگر پھر بھی کچھ ٹوٹا حصہ اسکے آ لگا۔ ماتھے پر خون کی لکیر سی بن گئی۔ عاص نے زمین پر خون کا قطرہ گرتے دیکھا تھا اور یہی خون پھر اسکی آنکھوں میں اُتر آیا۔ اس نے دانتوں کو ایک دوسرے پر سختی سے جمایا اور چار چار سیڑھیاں پھلانگتے اوپر پہنچ گیا۔ دشمن دوسرے گھروں کی چھتیں پھلانگتا بچاؤ میں تھا تو عاص جنونی انداز میں ہر رکاوٹ کو عبور کرتا اس تک پہنچ رہا تھا۔ ساتھ ساتھ جڑی چھتیں ان پر بچھی چار پائیاں جو باجرہ اور مرچیں سکھانے کو رکھیں تھیں۔ غرض اس

مقابلے میں ہر چیز تباہ ہو رہی تھی۔ لوگ اپنے مورچوں میں گھس چکے تھے۔ جب اچانک عاص عالم کو حکم آیا۔

Left side Aas..

اس نے بائیں جانب کی اونچی دیوار عبور کی۔ سامنے بڑی سی چھت پر دُشمن بھاگ رہا تھا۔ کرتا شلوار اور داڑھی، ہمارے مذہب کا لبادہ اوڑھے ہمیں ہی نگل رہا تھا۔

Kill him..

ایئر فون سے آتی آواز پر پسٹل گرپ اور فورس اینڈ پر اسکی گرفت مضبوط ہو گئی۔ دشمن سیدھا نشانے کی نوک پر تھا۔ صرف ایک بلٹ، ایک گولی۔۔۔

بس مجھے لڑنا ہے اپنے ملک کے لیے"۔"

یہ وہ ہیں جو معصوم بچوں کی بے گناہوں کی جان لیتے ہیں اور جو معصوم پر رحم نہ کرے وہ خود رحم کے قابل" نہیں۔ تمہاری موت تمہاری منتظر ہے کاش کہ تم نے کچھ بھلا کیا ہوتا"۔

Kill him..

مانیٹرنگ روم میں موجود ان سب میں سے بڑے عہدے پر فائز رضا کار نے زور دے کر کہا۔

ٹِریگر دباتے عاص عالم کے ہاتھ ایک پل کو بھی نہ کانپے تھے، کانپتے بھی کیوں؟؟

کیاان کے ہاتھ کانپتے ہیں؟ معصوموں بے گناہوں کی جان لیتے، بم بلاسٹ کرتے، نشہ بیچتے، نہیں ناتو اسکے کیوں کانپتے؟

"حب الوطن من الایمان"

گولی نکلی تھی اور اپنی جان بچانے کو مسلسل بھاگتی ٹانگیں اب حالتِ آرام میں تھیں۔ دُشمن پورے قد سے زمین پر ڈھے گیا تھا۔ اسکی سیاہ قمیض کی آستین پر لگا چاند ستارے والا پرچم چمک اُٹھا تھا۔ اسنے اپنے سر پر باندھے رومال کی گرہ اور کس لی اور اپنی رائفل اُٹھا کر دشمن سے پیٹھ کرتا چل پڑا۔

وہ کیا سوچ رہا تھا؟؟ پہلا قدم کامیاب گزرا۔

مگر نہیں، وہ بھول گیا تھا جب پرائمری میں تھا تو اسکے استاد کہتے تھے بیٹا کامیابی کبھی اتنی آسانی سے نہیں ملتی۔

جان مارنی پڑتی ہے۔ دن رات ایک کرنے پڑتے ہیں۔

خون پسینہ بہانا پڑتا ہے۔

کامیابی یوں ہے کہ سانپوں کے گچھے کہ درمیان کوہِ نور پڑا ہو۔ دور سے اسکی چمک آپ کو اپنی جانب کھینچتی ہے، اُکساتی ہے، اپنے حصول کے لیے۔

ابھی تو بہت امتحان باقی تھے عاص عالم کے۔

ابھی تو آغاز تھا۔۔

اس پتھر پر وقت نے کیا کیا ستم ڈھانے تھے۔ وہ انجان تھا۔ شاید ابھی اسکا انجان رہنا ہی بہتر تھا۔

کہتے ہیں نا کہ مستقبل سے ہماری بے خبری بھی ایک بڑی نعمت ہے۔ تو بس آج اللہ تعالٰی کی یہ نعمت اسکے لیے بہت بڑی تھی۔

وطن سے الفت ہے جرم اپنا یہ جرم تا زندگی کریں گے

ہے کس کی گردن پہ خونِ ناحق یہ فیصلہ لوگ ہی کریں گے

وطن پرستوں کو کہہ رہے ہو وطن کا دشمن ڈرو خدا سے

جو آج ہم سے خطا ہوئی کل یہی خطا سبھی کریں گے

لیے جو پھرتے ہیں تمغۂ فن ، رہے ہیں جو ہم خیالِ رہزن

ہماری آزادیوں کے دشمن ہماری کیا رہبری کریں گے

نہ خوف زنداں نہ دار کا غم یہ بات دہرا رہے ہیں پھر ہم

کہ آخری فیصلہ وہ ہو گا جو دس کروڑ آدمی کریں گے

ستم گروں کے ستم کے آگے نہ سر جھکا ہے، نہ جھک سکے گا

شعارِ صادق پر ہم ہیں نازاں جو کہہ رہے ہیں وہی کریں گے

یہ لوگ کچھ کم نگاہ جن کو سمجھ رہے ہیں کہ نا سمجھ ہیں

یہی زمانے میں عام جالب شعور کی روشنی کریں گے

****

آآآآآآآپی !آآآآآآآپی ! !اسکی مسلسل چیختی پکار پر برتن دھوتی صاعقہ نے بے ساختہ کانوں پر ہاتھ دھرے تھے۔

اُف گڑیا کیوں چلا رہی ہو؟ صاعقہ نے کچن سے ہی چلاتے ہوئے پوچھا۔

ہم نے آپ سے کہا تھا نا کہ مرکت کو کچھ مت کیجیے گا۔ پھر آپ نے وہ چارٹس کیوں اُتارے ؟اسکا غصہ سوا نیزے پر تھا۔ برتن دھوتی صاعقہ پلٹی۔

گڑیا اُسکا رنگ اتنا گہرا سبز ہے اور اتنی چمک ہے اُس چارٹ میں کہ کھڑکی سے آتی روشنی جب اُس پر پڑتی ہے تو آنکھوں میں لگتی ہے۔ عجیب سی قسم کا چارٹ اُٹھا لائی ہو۔ ہلکا رنگ نہیں تھا کیا؟ صاعقہ نے اپنے عمل کی وضاحت کی۔ گڑیا پیر پٹختی چلی گئی۔ جو اسکے غصے کا صاف اظہار تھا۔ صبح صبح اسکا موڈ خراب ہو چکا تھا۔ ابرار صاحب پہلے ہی کالج جا چکے تھے۔ وہ پروفیسر تھے، ریاضی کے۔ اپنا گھر تھا جسکا دوسرا حصہ کرائے پر دے رکھا تھا۔ اچھا گزر بسر ہو رہا تھا۔ دادو فجر کے بعد آرام کے لیے لیٹ جاتیں اور ظہر کے وقت اُٹھتی تھیں۔

نیلم میری پیاری بہن، چاند کا ٹکڑا میری گڑیا! ناشتہ کر لو۔ اس نے نوٹس پر جھکی نیلم کی ٹھوڑی پکڑ کر پچکارتے ہوئے کہا۔ جب کہ نیلم اسکا ہاتھ جھٹک چکی تھی۔

اچھا تم کوئی اور رنگ میں لگا لو۔ پتھروں کے گو بہت سے رنگ ہوتے ہیں۔ وہ اس کے ساتھ ہی بیڈ پر براجمان ہو گئی۔ ناشتے کی ٹرے سائڈ ٹیبل پر پڑی تھی۔

مرکت کے بھی بہت سے رنگ ہیں ذہابی، سنہری مائل، دھانی، سبز کاہی اور زردی مائل۔ مگر ہمیں گہرا سبز" ہی پسند ہے۔ ہری مرچ جیسا اور ہم یہی لگائیں گے"۔ وہ ڈھیٹوں کی طرح بولی۔

اچھا بھئی لگا لینا۔ ویسے میں نے تم سے پوچھا تھا، یہ پتھر کیا بلا ہے؟ تم جب نیا چارٹ لگاتی ہو اسکے بارے میں بتاتی ہو۔ اس بار نہیں بتایا۔ صاعقہ نے اسکا موڈ بحال کرنے کو بات پلٹی۔

اس بار آپ نے تعریف کے بجائے ہزار عیب نکال دیے تو میں کیا بتاؤں؟ وہ تڑخی۔

ہاہاہاہاہا اچھا یہ بتاؤ یہ مرکت کو اُردو میں کیا کہتے ہیں؟ صاعقے نے ٹرے اُٹھا کر اپنے اور اسکے درمیان رکھی۔ مقصد باتوں میں لگا کر اسے ناشتہ کروانے کا تھا۔

زمرد، مگر سنسکرت میں اسے مرکت کہتے ہیں"۔ اس نے بتاتے ساتھ ہی پانی کا جگ اُٹھا لیا۔"

اچھا فیروزہ کو ٹورکوائس تم اس لیے کہتی تھی کہ تمہیں روم بہت پسند ہے اور یاقوت کو مانک اس لیے کہ اس" میں میم آتا ہے۔ تمہارا پسندیدہ حرف، مگر زمرد کو مرکت کیوں؟ میم تو زمرد میں بھی آتا ہے۔ صاعقہ نے اپنی لاجک لگائی۔

آپی آپ کو پتا ہے۔ وہ تھوڑا آگے کھسکتے ہوئے پرجوش انداز میں بولی۔ تو صاعقہ نے بمشکل اپنی مسکراہٹ کو روکا۔ پتھروں کی شوقین نیلم اس موضوع پر ایسے ہی جذباتی ہو جاتی تھی۔

آپ کو کیسے پتا ہو گا خیر میں بتاتی ہوں۔

مرکت ایک ایسا سخت ترین پتھر ہے۔ جس میں صرف نیلم کے پتھر سے سوراخ کیا جاسکتا ہے۔اسکی" سطح بہت متوازی اور چمکدار ہوتی ہے۔ یہ اپنے ہلکے وزن مگر سخت ہونے کے باعث بہت پسند کیا جاتا ہے اور اور۔۔۔"۔ابھی وہ مزید زمرد کی تاریخ قیمت اور خصوصیات بتاتی کہ صاعقہ نے ٹوک دیا۔

بس بس زمرد ایک پتھر ہے جس میں نیلم کے پتھر سے سوراخ کیا جاسکتا ہے۔ تو اس میں اتنا پُرجوش ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔اسکی بات پر نیلم کا منہ بن گیا۔

نفسیات کہتی ہے کہ انسان کی کچھ عادتیں اور خصوصیات بے جان چیزوں سے مماثلت رکھتی ہیں۔اس میں" کوئی انوکھی بات نہیں یا پھر ہم ان خصوصیات کو لوگوں میں تلاش کر سکتے ہیں۔ جیسے میری تلاش ہے "مرکت "ایک ایسا سخت ترین انسان، جسکے خول کے اندر جانے کی اجازت صرف مجھے ہو۔ جسکے اندر نیلم بے پناہ سوراخ کرکے اُسکے دل تک رسائی حاصل کرلے۔ بلکہ ذرہ ذرہ کردے اُسے۔ایک ایسا مرکت جسے صرف نیلم ہی تسخیر کرسکے۔ جہاں نیلم کا میم ختم، وہاں سے مرکت کا میم شروع، بس جہاں میری ذات دھندلانے لگے۔ وہ وہاں سے مجھے لپیٹ لے۔ایک دوسرے میں مدغم ہو جانے والے دو پتھر۔بس اس پتھر کی خصوصیات میں ایک انسان کے اندر دیکھنے کی تمنائی ہوں"۔

اسکی گہری بات پر چندپل کے لیے نوالہ منہ میں ڈالتا صاعقہ کا ہاتھ ٹھٹک کررُک گیا تھا۔

کم آن گڑیا یہ افسانی باتیں کہاں سے سیکھیں تم نے؟ حالانکہ یہ سب پڑھتی میں ہوں۔اس نے ماحول پر چھایا سنجیدگی کا تاثر زائل کرنا چاہا۔

نہیں آپی افسانہ نہیں ہے یہ آپ خود سوچیں۔ کوئی انسان اتنا سخت گیر یا ظالم ہو سکتا ہے کہ اسے کسی کی پرواہ نہ ہو؟ کسی سے محبت نہ ہو؟؟ جسکے پیروں میں کوئی بیڑیاں نہ ڈال سکے۔ جسکے ہاتھ ہر کام کو آزاد ہوں۔ کوئی ایسا شخص جسکی کوئی کمزوری نہ ہو؟ ممکن ہے ؟؟؟ مجھے نہیں لگتا۔ مگر میں دیکھنا چاہتی ہوں۔

ایک جیتا جاگتا مرکت "وہ ناشتہ بھول بھال کر کہیں اور ہی کھو گئی تھی۔ صاعقہ نے اسکی ہلکی سبز کانچ کی مانند " آنکھوں کے آگے چٹکی بجائی۔

واپس لوٹ آؤ گڑیا۔ دنیا میں ہر کسی کی کوئی نہ کوئی کمزوری ہوتی ہے۔ کوئی بھی انسان اگر دل رکھتا ہے تو وہ پتھر نہیں ہو سکتا اور یہ تو تمہیں پتا ہو گا کہ اگر کوئی دل نہ رکھتا ہو تو وہ انسان نہیں ہوتا۔ چلو شاباش اب یہ ناشتہ ختم کرو اور یہ فضول کی سوچوں پر بند باندھ کر ایگزامز کی تیاری کرو۔ صاعقہ نے اپنی بات مکمل کر کے اسکے گال سہلائے اور دراز کھول کر چارٹس لگانے لگی۔

****

سر! الیکٹرک ٹریڈ مل پر دوڑتے شخص نے اس آواز پر کوئی جواب نہ دیا۔ سرخ سلیولیس شرٹ اور سیاہ شارٹس میں ملبوس پسینے سے شرابور بدن تھکنے کے بجائے اور تیز رفتار سے دوڑنے لگا۔ یہاں تک کہ اسکے مضبوط سفید جلد والے بازوؤں سے پسینہ ٹپک ٹپک کر ہارڈ ووڈ کے فرش پر گر رہا تھا تو کبھی مشین کے پاتھ پر۔ گھنے بال اسکے تیز تیز قدم اُٹھانے سے ہل رہے تھے۔ جبکہ آگے کے کچھ کشادہ پیشانی پر چپکے ہوئے تھے۔ یہ ایم

آز پلازہ میں موجود جم تھا۔ جو صرف ایک شخص کے استعمال میں تھا۔اور وہی ابھی یہاں موجود تھا۔ ہر طرف ورزشی آلات پڑے تھے۔ قد آدم شیشوں سے سجا یہ جِم کسی عام شخص اور حلال کمائی کا نتیجہ نہیں ہو سکتا تھا۔

سر ہمارے پانچوں بندے مارے جا چکے ہیں اور اسلحہ بھی وہاں سے غائب ہے۔ قیمتی لباس پہنے سر سے گنجے مگر گھنی مونچھوں والے پینتیس سالہ آدمی نے پینٹ کی پاکٹس میں ہاتھ ڈالتے اسکے سامنے آ کر کہا۔

اوہ ویری بیڈ ڈیک ! مگر تم تو جانتے ہو ایم آز کو ہرانے والا ابھی تک پیدا نہیں ہوا۔ وہی تکبرانہ لہجہ، کلف لگا انداز۔ وہ ٹریڈ میل سے نیچے اُتر چکا تھا۔ ڈیک نے سفید تولیہ اسکی جانب بڑھایا۔ جسے تھامتے اس نے اپنی بالوں سے صاف گردن پر رکھا اور ایک ریٹرو پر بیٹھ گیا۔

ٹھیک بارہ بجے تمہیں میری بات سمجھ آ جائے گی"۔ ڈیک نے مطمئن انداز میں پانی کی بوتل منہ سے لگاتے " غٹا غٹ پانی چڑھاتے ایم آز کو دیکھا۔ نجانے یہ شخص اتنا مطمئن کیسے رہ لیتا ہے۔ جب کہ دشمن چاروں طرف سے اسے گھیرے ہوئے ہیں۔

ہیروئن اور کوکین اسمگل کرنے کا کہا تھا۔ بلوچستان کی پارٹی کو وہ کام کس کے ذمے لگایا؟ ہائی وے کی سکیورٹی کا پتا ہے نا اور ایس پی کا عہدہ جب سے نئے بندے نے سنبھالا ہے خطرہ اور بڑھ گیا ہے۔ یہ پولیس کو بھی نجانے بیٹھے بٹھائے کیا موت پڑ گئی ہے۔ کوئی بندہ ڈھونڈ پولیس کا۔ عہدہ زیادہ اونچا نہ بھی ہو۔ مگر بندہ کام کا ہو۔ اونچا اُسے میں خود بنا دوں گا۔ بات مکمل کرتے کرتے اس نے پلاسٹک کی خالی بوتل کا ڈھکن بند کیا۔

سر وہ کام میں نے چھوٹے صاحب کے ذمے لگ۔۔ بات نا مکمل ہی رہ گئی۔ ایم آز نے پلاسٹک کی بوتل کو توڑ مروڑ کر اسکے گنجے سر پر مارا تھا۔ ڈیک کا سر اور جھک گیا۔ مگر وہ اپنی جگہ سے ہِل نہ سکا تھا۔

چھوٹے صاحب ؟؟ اُس نکمے انسان کو اتنی بڑی ذمہ داری دے دی۔ آر یو میڈ ؟؟ ایڈیٹ ! اس نے گلاس سلائڈ اوپن کی اور اندر چلا گیا۔ جہاں موجود پنچنگ بیگ پر دو تین مکے برسائے اور پھر باکسنگ پیچ پہن کر جو شروع ہوا توڑ کنے کا نام نا لیا۔ ڈیک بھی اسکے پیچھے ہی چلا آیا۔

اوہ نوا گر یہ ہیر وئن اور کوکین پکڑی گئی تو سعودیہ کی پارٹی کو کیا بھیجیں گے ؟؟ اسکی ڈیلیوری پر ملنے والی ساری پیمنٹ اسلحے پر لگانی ہے۔ پچیس کلو ہیر وئن اور ایک ٹن کے لگ بھگ کوکین تم نے اُس اناڑی شخص کے سپرد کر دی۔ وہ بولے جا رہا تھا۔ ڈیک نے کچھ کہنا چاہا تو اس نے ایک پنچ اسے بھی دے مارا۔ خون کا فوارہ اسکے منہ سے نکلا تھا۔

کیسے ہو گئی یہ غفلت تم سے ڈیک ؟ وہ اسے گردن سے دبوچ کر ہارڈ ووڈ کے فرش پر لٹا چکا تھا۔ گھٹنا موڑے وہ غیض و غضب کی عملی تفسیر بنا اسکے اوپر جھکا ہوا تھا۔

سس سر ! اس کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے تھے۔ وہ تڑپ کر بولا تھا۔ ایم آز نے ایک زوردار دھکے کے بعد اسے چھوڑا تھا۔ نتیجتاً اسکا سر سیدھا شیشے کی سلائڈ میں لگا تھا۔

سس سر وہ ای۔۔ ایگل اُسکے سارے کام بب۔۔ بڑی مہارت سے کرتا ہے۔ تت۔۔ تبھی میں نے چھوٹے صاحب کو کہا کہ یہ کام بھی ایگل کو دے دے۔ اس نے بمشکل تمام اپنی بات مکمل کی تھی۔

اور اگر یہ ایگل کہیں ہمارا دشمن نکل آیا تو ؟ آخر تم منہ اُٹھا کر کسی کو بھی ہمارا راز دار کیسے بنا سکتے ہو ڈیک ؟ اگر اتنا ہی مرنے کا شوق چڑھا ہے تو مجھے کہا ہوتا۔ ایک سیکنڈ سے قبل تمہاری مراد پوری کر دیتا۔ وہ غصے سے مخاطب تھا۔

سر بھروسے کا بندہ ہے۔ میں نے ساری جانچ پڑتال کر کے دیکھی ہے۔ کم سنی سے ہی اس منشیات کے دھندے میں ملوث ہے۔ دو بار جیل بھی جا چکا ہے۔ مگر ہر بار فرار ہو جاتا ہے۔ بہت شاطر بندہ ہے۔ سر آپ سرا ہے بنا نہیں رہ سکیں گے۔ ڈیک نے ایم آز کے ہاتھ سے وائپس لیتے منہ سے رستا خون صاف کرتے کہا۔

اوکے لیٹس سی! منہاج عزضحاک وائپس کا باکس اسکے ہاتھ میں تھماتا اسکی کمر تھتھپاتا چلا گیا۔ جب کہ ڈیک پیچھے لگے مرر میں اپنے زخم دیکھنے لگا۔ پھر زور سے ہاتھ میں پکڑا ڈبہ شیشے پر دے مارا۔ ساتھ دو ننھے ننھے موتی اسکی آنکھوں سے نکل کر گریبان میں جذب ہونے لگے تھے۔

****

ماشاءاللہ پہلے قدم پر ہی کامیابی عاص عالم۔ منہاج عزضحاک کو منہ کے بل گرانے کا وقت میرے خیال سے " نزدیک آگیا ہے "۔ ایجنسی کے سربراہ نے مبارکباد دینے کو اسے کال کی تھی۔ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا وہ اگر بہت پُر اُمید نہ تھا تو نا اُمید بھی نہیں تھا۔

انشاءاللہ سر بس مجھے آپ کی دعاؤں کی ضرورت ہے "۔ وہ سنجیدہ تھا۔ "

مگر عاص ایک بات تم بھول رہے ہو تمھارا کام راز اکٹھے کرنا ہے۔ اسٹرائیک کرنے کو اور بھی بہت ہیں۔ " دوسرا کام کہاں تک پہنچا؟" ساتھ ہی انہوں نے اسکی تمام تر خوشی پر پانی پھیر دیا۔

کراچی ہائی وے پر دھماکہ۔ پولیس ابھی تک اس حادثے کی صحیح وجہ معلوم کرنے سے قاصر۔ ٹریفک روک دی گئی ہے۔ جی ناظرین یہ مناظر ہیں کراچی ہائی وے کے۔ جہاں ایک ٹرالے سے ہونے والے دھماکے کے نتیجے میں کافی انسانی جانوں کا نقصان دیکھنے کو مل رہا ہے۔ کچھ افراد موقع پر ہی دم توڑ گئے اور پچاس زخمی افراد کو ہسپتال منتقل کرنے کی کاوشیں جاری ہیں۔ ابھی تک اس حادثے کو دشمن کی جانب سے بلاسٹ کے سوا اور کوئی نام نہیں دیا گیا"۔ وہ سب جو چھوٹے سے کمرے میں چار پائیاں ڈالے بیٹھے تھے۔ اسٹول پر پڑے ڈبے نما ٹی وی نے ان کو متوجہ کیا تھا۔

سیل تھامے عاص عالم کا ہاتھ میکانکی انداز میں نیچے گرا تھا۔ دوسری جانب بھی مایوسی چھا چکی تھی۔ بلکہ وہاں موجود اسکے تمام ساتھی بھی افسردہ ہو چکے تھے۔ جبکہ عاص عالم کا چہرہ مارے ضبط کے سرخ ہو چکا تھا۔ کانچ کی مانند چمکتی آنکھوں میں اب غصہ اور جنون ہلکورے لے رہا تھا۔ وہ ایک جھٹکے سے اُٹھا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

****

ہونہہ یہ سب تو عام ہے کوئی نئی بات یا کوئی ایسی انہونی تو نہیں ہو گئی جو آپ اتنا شور کر رہی ہیں۔" نیلم نے تیزی سے کورے کاغذات پر سیاہی بھرتے کہا تھا۔

شیم آن یو نیلم! تم دیکھ رہی ہو یہاں کتنی فیملیز جا رہی تھیں۔ دو تین پکنک کے پوائنٹس بھی تھے اور بلاسٹ" نے اتنا وسیع رقبہ گھیرے میں لیا ہے کہ تمھاری سوچ ہو گی۔ ذرا ایل ای ڈی آن کرو۔ پتا چلے تمہیں زخمی افراد کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔" صاعقہ شدید غصے میں بولی تھی۔ جسکا ثبوت گڑیا کہ بجائے ڈائریکٹ نیلم پکارنا تھا۔

ہاں تو ہم نے کیا غلط کہا ہے؟ کیا یہ روز مرہ کے واقعات نہیں ہیں؟؟ دہشت گردی ہمارے ملک میں ایک عام سا جرم ہے۔ اگر ایسا کوئی خاص ہوتا تو یہ پولیس، آرمی اور رینجرز کوئی تو روکتی۔ مگر یہ سب گھروں میں آرام فرما رہے ہوتے ہیں۔ وی آئی پیز کو پروٹوکول دے رہے ہوتے ہیں۔ غریب عوام مر رہی ہوتی ہے اور یہ پولیس ساری رشوت خور حرام کھا کھا کر پیٹ نکل آئے ہیں ان کے، مگر مجال ہے جو خوفِ خدا کھا جائیں اور یہ آرمی۔۔ وہ چین چیخ کر صاعقہ کو تیز آواز میں جواب دے رہی تھی۔ جب اس نے سختی سے اسے ٹوک دیا۔

شٹ اپ جسٹ شٹ اپ۔ تمھارا تو دماغ خراب ہو گیا ہے۔ جو منہ میں آ رہا ہے بکے جا رہی ہو۔ دن رات یہ" لوگ سرحدوں پر کھڑے کھڑے برف ہو جاتے ہیں۔ جنگلوں میں چلتے چلتے پیر شل ہو جاتے ہیں۔ دشمن کی گولیاں کھا کھا کر روح پرواز کر جاتی ہے اور تم تم کہہ رہی ہو کہ۔۔" صاعقہ اسکے سر پر آن موجود ہوئی۔

ہاں ہاں ہم یہی کہہ رہے ہیں کہ دھوکے باز ہیں یہ سب۔ قومی مفاد کی آڑ میں ذاتی مفاد پورے کرنے" والے۔ آئے روز بم بلاسٹ، دھماکے، ٹارگٹ کلِنگ، ہیروئن کی اسمگلنگ اور کچی شراب کی فروخت اور نجانے کیا کیا؟؟ اپنی عوام کو نگل رہے ہیں۔ حرام کھاتے ہیں۔ سرکاری نوکریاں تگڑی تنخواہیں، راشن کارڈ، مفت تعلیم یہ سب ہے ان قوم کے محافظوں کی حقیقت۔" وہ جوش میں صاعقہ کے مقابل کھڑی بول رہی تھی۔ اچانک پڑنے والے زناٹے دار تھپڑ نے اسکی بولتی بند کر دی۔

ان کی تنخواہوں کی بات کرتی ہو تم کیا کروڑوں کماتے ہیں جو اتنا بول رہی ہو؟ ہزاروں میں تنخواہ ہوتی ہے ان کی۔ اگر کوئی اللہ اللہ کر کے چھوٹے عہدوں کے تمام محاذ سر کر کے کسی بڑے عہدے پر جا پہنچے تب بھی وہ لاکھوں میں نہیں کھیلتا۔ آہل پولیس میں ہے۔ تنخواہ دیکھی ہے اُسکی اور رینجرز کی تنخواہ تو پولیس سے بھی تیس فیصد کم ہوتی ہے-۔ یہ ہے اُن کی تنخواہ، وہ جو راتوں میں آپریشن کرتے ہیں۔ گھر گھر، گوشہ گوشہ چھانتے ہیں۔ تم کھڑی ہو تیس دن سرحد کے کنارے اور کرو مقابلہ دشمن کی گولی کا۔ پیش کرو عوام سے پہلے اپنا سینہ، تب میں دیکھوں، بات کرتی ہو۔ لیٹ کر دکھاؤ برف کی سلوں پر، عبور کرو آگ کے دریا، شل کرو پاؤں پہاڑ سر کرتے پھر کہنا۔ ایک بندوق کا وزن برداشت نہیں کر پاؤ گی تم اور چلی ہو اپنے محافظوں پر الزام تراشی کرنے۔ دشمن کی زبان بول رہی ہو۔ اپنے ہی محافظوں کو غدار کہہ رہی ہو۔" صاعقہ جذباتی انداز میں چیختے ہوئے پوچھ رہی تھی۔ نیلم کے تو کان سائیں سائیں کرنے لگے تھے۔ مجال ہے جو ایک لفظ بھی اسکی سماعت میں اُترا ہو۔ اسے تو بس دھچکہ لگا تھا کہ صاعقہ نے اس پر ہاتھ اُٹھایا تھا۔ جب ہوش آیا تو آنکھیں رگڑتی چھت پر بھاگ گئی۔ اس کے علاوہ کوئی اور جگہ نہیں تھی جہاں وہ کھل کر آنسو بہا سکے۔

میرے وطن یہ عقیدتیں اور پیار تجھ پہ نثار کردوں

محبتوں کے یہ سلسلے بے شمار تجھ پر نثار کردوں

****

کمرہ پورا تاریکی میں ڈوبا تھا۔ بلکہ وہ کمرہ کم کوئی اسٹور سا ہوگا۔ اندھیرے کے باعث کچھ بھی نظر آنے سے قاصر تھا۔ ایک لکڑی کی میز کے پاس رکھی کرسی پر بیٹھا شخص آنکھیں موند چکا تھا۔

کھاؤ یار بہت مزے کا ذائقہ ہے اسکا۔ وہ یونانی دیوتاؤں سا حُسن رکھنے والا کوئی بیس اکیس سال کا لڑکا اسکی" طرف سفید پاؤڈر کی تھیلی اُچھالتے کہہ رہا تھا۔

نہیں مجھے نہیں کھانا مجھے جانے دو۔ مجھے گھر جانا ہے مائی مام از ویٹنگ۔ سولہ سترہ سال کا وہ کالج اسٹوڈنٹ ناگواری سے بولا۔

کھانا تو تمہیں پڑے گا ڈریم بوائے۔ سفید مضبوط ہاتھوں سے اسکی تھوڑی کو جکڑے وہ کرخت لہجے میں دھاڑا تھا۔

ایم آز کو انکار کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا کوئی۔

تیرا تو باپ بھی کھائے گا۔ ساتھ ہی ایک جھٹکے سے اسے زمین پر پٹخ دیا۔ وہ ماماز بوائے تھا۔ لڑائی جھگڑے سے دور رہنے والا۔ اس جلاد انسان سے فوراً خوف کھا گیا۔

کھاؤ اسے۔ یونانی دیوتا نے اسکے پیٹ میں مکا مارا۔ جیسے ہی اس نے کراہ کر منہ کھولا۔ اس نے وہ سفید پاؤڈر سے بھری تھیلی اسکے منہ میں اُنڈیل دی اور تھوڑی پکڑ کر منہ اونچا کر دیا۔ دو شفاف موتی اس کالج بوائے کی آنکھوں سے ٹوٹ کر سیمنٹ کے فرش میں جذب ہو گئے تھے اور جب یونانی دیوتا کو یقین ہو گیا کہ وہ پاؤڈر اسکی آنتوں تک جا چکا ہے تو اس نے ایک زبردست جھٹکے سے اسکا منہ چھوڑا اور ایک ٹھوکر مار کر چل دیا۔ وہ بے بسی کی تصویر بنا لیٹا صرف ایک ہی رٹ لگا رہا تھا۔

!!! مما! بابا!! بابا

شاید وہ ماضی کی تلخ یادوں میں اتنا محو ہو چکا تھا کہ حقیقت میں بھی وہی الفاظ دُہرا رہا تھا۔

بابا! مما!!

وہ سر زور زور سے کرسی کی بیک پر پٹخ رہا تھا۔اسکے تسلسل میں سیل کی وائبریٹنگ نے خلل پیدا کیا تھا۔وہ اچانک ہوش کی دنیا میں لوٹا تھا۔

ایگل کم آن بی ہری۔ایمبولینس ہائی وے سے پندرہ منٹ کے فاصلے پر کھڑی ہے۔ جلدی نکلو۔ڈیک کی آواز موبائل اسپیکر میں اُبھری تھی۔

ہاں ہم آرہا ہے۔بس پاس ہی ہے۔اُسی جگہ بس پانچ منٹ۔وہ اپنے مخصوص لب و لہجے میں جواب دے رہا تھا۔

گُڈ! ڈیک کال منقطع کر چکا تھا۔

کیا وقت آگیا منہاج عزضحاک، جو نشہ تم ماضی میں میری رگوں میں اُتارتے تھے۔وہ آج میں دوسروں کی رگوں میں اُتارنے جا رہا ہوں۔اس نے گلے میں تعویز پہنا اور اسوپروپائل الکوہول کا استعمال کرتے عارضی ٹیٹو چپکا یا۔پانچ منٹ کی یہ کاروائی مکمل کر کے وہ وہاں سے نکل چکا تھا۔

****

ہائی وے پر تو گویا قیامت کا منظر تھا۔ افراتفری لوگوں کا ہجوم اپنے پیاروں کو ڈھونڈنے جمع تھا۔ اتفاقاً حادثے کے دوران ہائی وے پر معمول سے زیادہ رش تھا۔ تبھی جانوں کا نقصان حد سے زیادہ ہو چکا تھا۔ زخمی افراد بے یارو مددگار پڑے کراہ رہے تھے۔ ایمبولینس کا شور، پولیس کے سائرن اور فائر بریگیڈ کی موجودگی ماحول وحشت ترین تھا۔ جلے ہوئے مردہ جسم خون ہی خون، آگ، پانی کیا نہ تھا؟ ایگل کا دل کپکپا گیا۔ وہ ڈرائیو کر رہا تھا۔ ایک آدمی حفاظتی طور پر ڈیک نے اس کے ساتھ بھیجا تھا۔ جو ایمبولینس لے کر وہاں پہنچا تھا۔ ایمبولینس میں نصب کیمرے سے ڈیک اس کو اپنے مانیٹر میں فوکس کیے ہوئے تھا۔

چلو شروع ہو جاؤ۔ ایگل کے بلیوٹوتھ ایئر فون میں ڈیک کی آواز اُبھری۔ ساتھ موجود آدمی نے اپنے گرد لپٹی گرم شال اُتار دی۔ وہ اب مکمل کسی زخمی کی سی حالت میں موجود تھا۔ ایگل بھی باہر نکلا اور اسٹیچر پر اسے لٹانے لگا۔ پولیس موجود تھی۔ جب کہ رینجرز نے علاقے کو سیل کر رکھا تھا اور سیکیورٹی کے انتظامات سنبھال رہی تھی۔ وہ باآسانی ایک ایمبولینس اور اُس میں موجود زخمی کا تاثر دیتے ہائی وے سے نکل گئے تھے۔
ایمبولینس کا پچھلا حصہ بوریوں سے بھرا پڑا تھا۔ ایکسیلیٹر پر ایگل کے پاؤں کا دباؤ بڑھ گیا تھا۔ ایمبولینس اب ناہموار راستوں سے گزرتی آگے آبادی کی جانب بڑھ رہی تھی۔ ڈیک نے مطمئن ہو کر دونوں ہاتھ کرسی کی بیک پر ٹِکا کر ان پر سر رکھ دیا۔

****

سر! ڈیک نے اسٹڈی روم کے گلاس ڈور پر دستک دی۔ ایم آز پلازہ کا یہ فلور آدھے سے زائد اسٹڈی نے گھیر رکھا تھا۔ یہ جگہ ایم آز کی پسندیدہ ترین تھی اور اس میں رکھی سفید اور گلابی رنگ کی وہ ڈائری، ایم آز کی جان بستی تھی اس میں۔ اس اسٹڈی میں کچھ ایسا تھا جو کہیں نہیں تھا۔

کم اِن، ڈیک دروازہ دھکیلتے اندر آگیا۔ پوری لائبریری میں سفید روئی کی مانند قالین بچھا تھا۔ گلاس کی نہایت قیمتی شفاف منفرد ڈیزائن کی شیلف پر سبھی سفید رنگ کی کتابیں۔ اس لائبریری میں زیادہ تر کتابیں پرانی تھیں۔ جن کو سفید کور کر رکھا تھا۔ باقی تو اسکی فائلز تھیں۔ اسکی زندگی کے ثبوت بارہ سال کا ریکارڈ۔

سر مال باحفاظت ڈیلیور ہو چکا ہے اور پیمنٹ آپ کے اکاؤنٹ میں آچکی ہے۔ ایم آز نے سفید اور گلابی رنگ کی وہ خوبصورت ڈائری بند کر دی۔

ہوں گُڈ اب تم جاؤ اور اسلحہ سعودیہ بھیجنے کی تیاری شروع کر دو۔ بندے تمہیں چُننے ہیں۔ باقی کا کام میں خود کروں گا۔ وہ بے تاثر لہجے میں کہہ رہا تھا۔

جی سر! ڈیک پلٹا تھا۔ جب منہاج کی آواز پر اسے رُکنا پڑا۔

ڈیک! اس نے سوالیہ نظروں سے ایم آز کو دیکھا۔

کل ایگل کو لے کر آؤ لنچ ٹائم میں۔ حکم دے کر وہ پھر سے قلم اُٹھا چکا تھا۔

ڈیک نے سرد آہ بھری اور باہر نکل گیا۔

اس نے ڈائری کھولی اور اُس میں لکھی بے شمار عربی غزلوں کو حسرت سے دیکھنے لگا۔

اس نے باریک نِب والا سنہری قلم اُٹھایا اور بہت ہی نفیس لکھائی میں لکھنے لگا۔

"كل دقة قلب فيني لك قصيدة"

(میرے دل کی ہر دھڑکن تمہارے لیے غزل لکھتی ہے)

اسٹڈی کی کھڑکی کھلی تھی۔ تیز ہوا کے جھونکے اس کے براؤن بالوں سے ٹکرا کر انہیں بکھیرنے لگے۔ ڈائری کے ورق آگے پیچھے ہلتے آخری صفحے پر پہنچ گئے۔

"كل دقة قلب فيني لك قصيدة"

وہ زیرِ لب ان الفاظ کو دُہراتے کرسی سے ٹیک لگائے آنکھیں موند چکا تھا۔

****

پورا دن ایسے ہی گزر گیا اس نے ایک بار بھی صاعقہ کو مخاطب نہیں کیا۔ وہ اپنی ضد کی بہت پکی تھی۔ صاعقہ نے بھی سوچ لیا تھا کہ اب اسکی ایسی باتوں کو نظر انداز نہیں کرے گی۔

دو تین بار آرمی اور ایئر فورس سے تعلق رکھنے والوں کے رشتے آئے تھے۔ مگر اس نے صرف اس بات پر انکار کر دیا کہ وہ اپنے ملک کے لیے خدمات انجام دے رہے تھے۔ ابرار صاحب اس جھگڑے سے انجان تھے۔ ورنہ اب تک نیلم کو منا چکے ہوتے۔ صاعقہ سے ناراضگی کے باعث وہ اتنی ٹھنڈ میں بھی چھت پر لیٹی

تھی۔ جسکی دیواریں تین ساڑھے تین فٹ تھیں۔ چارپائی پر لیٹی وہ رضائی کو لپیٹے اس نرم گرم بستر میں غافل ہو چکی تھی۔

ہوا کے تازہ جھونکے نے بھیگی رات کے سناٹے میں غافل وجود کی بکھری شہد آگیں زلفوں سے چھیڑ خانی کی تھی۔ کانوں سے گیسوئں کا پردہ ہٹا تھا۔ سیاہ رات کے گھپ اندھیرے میں کان میں پہنی بالی چمکی تھی۔ شہادت کی اُنگلی سے بالی کو گھماتے عنابی ہونٹوں نے دائیں کان کی لو کے قریب جاتے سرگوشی کی تھی۔

"كل دقة قلب فيني لك قصيدة"

(میرے دل کی ہر دھڑکن تمہارے لیے غزل لکھتی ہے)

لہجے کی آنچ اتنی پُرحدت تھی کہ اس نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں اور ایک جھٹکے سے اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ آس پاس نظر دوڑائی تو پوری چھت سنسان پڑی تھی۔ چودھویں کا چاند پورے سیاہ آسمان پر چمک رہا تھا۔ عجیب سا خوابناک منظر تھا۔ اس نے دل میں اُٹھتے خوف کو تھپکی دی اور پھر لیٹ گئی۔ ابھی اس نے پلکوں کی جھالر گرائی ہی تھی کہ ایک اور تیز ہوا کا جھونکا آیا۔ بال چہرے سے ہٹے کسی نے کان میں پھر سرگوشی کی تھی۔

"كل دقة قلب فيني لك قصيدة"

دل کی دھڑکن حد سے سوا ہونے لگی۔ پسلیاں توڑ کر باہر نکلنے کو بے تاب دل پر وہ ہاتھ رکھے اُٹھی تھی۔ چاند سے زیادہ اسکا ہوشربا حُسن چمک رہا تھا۔ اس نے کان کی لوؤں کو ہاتھ لگا کر محسوس کیا۔ مگر کسی بھی لمس کا احساس نہ پا کر وہ اور گھبرا گئی۔

شاید خواب تھا۔" وہ بڑبڑائی۔"

مگر سماعت میں ایک ہی جملے کی تکرار تھی۔ جسکے مطلب سے بھی وہ انجان تھی اور اتنی بھی تمیز نہ کر پائی تھی
کہ یہ فارسی ہے یا عربی۔

پھر اچانک اس کو بہت خوف آنے لگا۔ سیاہ رات، سنسان چھت، اس نے لپیٹ کر رضائی بمشکل اُٹھائی اور سفید
نازک گلابی تلووں والے پاؤں نازک جوتی میں گھساتی وہ نیچے بھاگی تھی۔

اسے لگا وہ جملہ ابھی بھی ہواؤں کے دوش پر اسکا پیچھا کر رہا ہے۔

"كل دقة قلب فيني لك قصيدة"

bowling سر! ڈیک نے سیاہ ٹراؤزر پر سفید ڈھیلی ڈھالی شرٹ پہنے وزنی تربوز جتنی بڑی بال پکڑے
پر ہلکا سا جھک کر نشانا لیتے ایم آز کو پکارا۔ lane

پورے باؤلنگ کلب میں نیلگوں روشنی چھائی تھی اور ہلکے سُروں میں بجتا مسحور کن میوزک، یہ عربی میوزک
تھا۔ اسکا پسندیدہ ترین، اب تو یہ میوزک آٹھ سال کے عرصے میں ڈیک کو بھی حفظ ہو چکا تھا۔

ہوں، منہاج عز ضحاک نے فقط ہنکارا بھرنے پر ہی اکتفا کیا تھا۔ بال کو وہ باؤلنگ لین پر پھینک چکا تھا۔ سفید
پر ایم آز نے رُخ موڑتے strike رنگ کی کھڑی تمام بوتلیں ایک ہی گیند سے ڈھیر ہو چکی تھیں۔ اس
ڈیک کو دیکھا۔ وہ ہلکا سا مسکرایا تھا۔

سے نئے گیند برآمد کرتے پوچھا۔ bowling ball return machine !ہاں بولو

ایگل کو لنچ پر بلایا تھا آپ نے۔ تو، اس نے ابرو اُچکاتے کہا۔ وہ آگیا ہے۔ ڈیک نے اطلاع دی۔

ہاں تو لنچ کراؤ اُسے۔ ایم آز نے جواب دیا اور دوبارہ اپنے سابقہ مشغلے میں مصروف ہو گیا۔

سرا گر آپ اُسکے ساتھ۔ ڈیک نے دانستہً جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

You may go now.

تم اب جا سکتے ہو)۔)

ایم آز کے سرد لہجے پر ڈیک نے کھسک جانا بہتر سمجھا۔

اس نے گلاس ڈور اوپن کیا تھا۔ جب زبردست اسٹرائیک کی آواز اسکے کانوں میں گونجی۔ ایک بار پھر تمام بوتلیں ڈھے گئی تھیں۔ زمین پر گری پڑی، شکست کھائے ہوئے اور فاتح شان سے سر و قد کھڑا تھا۔ اسکے ہر انداز سے لاپرواہی اور بے نیازی ٹپکتی تھی۔

****

اگلا دن چڑھ گیا۔ دوپہر، شام اور پھر سورج کو چھپاتی کالی سیاہ ردا اوڑھتی رات بھی آن ٹپکی۔ مگر صاعقہ کے رویے میں ذرا بھی لچک نہ پیدا ہوئی۔ اب کہ نیلم حقیقتاً پریشان ہو چکی تھی۔

آج وہ سینٹر بھی بغیر چادر اور اسکارف کے گئی تھی۔ دوپٹہ اوڑھے ٹیل شرٹ اور کھڑے پجامے میں وہ بے حد حسین لگ رہی تھی۔ مگر صاعقہ نے اسے تب بھی نہ ٹوکا۔ دادو کی وہ سنی ان سنی کرتی وہ باہر نکل گئی۔ دوپہر میں نہ کھانا کھایا اور نہ شام کی چائے پی۔ غرض ہر طریقہ آزمالیا۔ مگر صاعقہ نے تو جیسے اسے نہ بلانے کی قسم کھا رکھی تھی۔

آپی سالن کا ڈونگا دیجیے گا۔اس نے جان بوجھ کر کھانے کی میز پر موجود تمام افراد کے درمیان اسے مخاطب کیا۔ صاعقہ نے ڈونگا اُٹھا کر اسکی جانب بڑھا دیا۔

ہاں ابرار میاں کیا بنا نوٹس کا؟ دادو نے سادہ دال چاول کھاتے ابرار صاحب کو مخاطب کرتے کہا۔

جی اماں کرائے داروں کو نوٹس تو مہینے کے شروع میں ہی بھیج دیا تھا۔آج اُنیتس ہے۔ کل چلے جائیں گے۔ نئے کرائے دار بھی بڑی فیملیز ہی مل رہی ہیں۔ علاقہ بھی تو ایسا ہے۔ وہ تفصیلاً بتانے لگے۔

ارے میاں یہ بڑے بڑے خاندان بھلا دو، تین کمروں کے مکان میں کیسے آجاتے ہیں؟ میں تو صاف کہے دیتی ہوں کوئی چھوٹا سا خاندان ہو۔ بچے اتنا شور وغل کرتے ہیں۔ مجال ہے جو قرآن کی تلاوت بھی سُن پاؤں میں اور گندگی الگ پھیلاتے ہیں۔ہائے کسی اچھے علاقے میں گھر لیا ہوتا تو آئے مہینے یہ دشواری نہ اُٹھانی پڑتی۔ دادو نے سرد آہ بھرتے اپنی پلیٹ میں اور سالن نکال لیا۔ ساتھ گندم کے آٹے کی نرم روٹی توڑنے لگیں۔

اماں اب جو جمع شدہ رقم تھی اور صاعقہ کی امی کا زیور تھا۔اُس سے بھی اتنی رقم نہ بن سکی کہ کراچی جیسے مہنگے شہر میں اچھے علاقے کا کوئی گھر لے سکوں۔ اس محلے میں بھی زمین کا ٹکڑا مل گیا۔ غنیمت جانا میں نے۔ ابرار صاحب نے مزید تبصرہ کرتے کہا۔

عجیب وغریب محلہ، کچرے سے بھری گلیاں اور تھرڈ کلاس لوگ۔ نیلم نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔

چُپ کر تو، بڑی میم آئی ہے۔ اٹھارہ کی ہونے جارہی ہے۔ مگر عقل گھٹنوں میں ہے۔ یہ بھی نہیں پتا کہ کہاں کیا بات کرنی چاہیے اور کیا نہیں۔ دادو کے جھڑکنے پر اس نے برا سا منہ بناتے دوبارہ کھانا شروع کر دیا۔ دادو نے ابرار صاحب کو دیکھا اور پھر دوبارہ شروع ہو گئیں۔

یہ حارث کب آرہاہے؟ماشاءاللہ سے پانچواں سال چڑھ گیا ہے اسے دوبئی گئے۔اٹھارہ سال کی تھی صاعقہ۔ جب اسکی خالہ کے پُرزور اسرار پر اسکا اور حارث میاں کا نکاح کر دیا تھا۔اب تو پانچ سال کا عرصہ بھی بیتنے کو ہے۔ بھئی ابرار میاں تمہارا کوئی ارادہ ہے بیٹی کو رُخصت کرنے کا کہ نہیں؟میں تو کہتی ہوں کہ اس آفت کو بھی ساتھ ہی رخصت کر دو۔ بارہویں کے امتحان ہونے والے ہیں۔بس چار پانچ ماہ میں اٹھارہ کی ہو جائے گی۔ تم کیا کہتے ہو؟دادو بغیر لحاظ کے بچیوں کے سامنے ہی شروع ہو چکی تھیں۔ نیلم نے چمچ زور سے پلیٹ میں پٹخا۔ ابرار صاحب نے لمبی سانس کھینچتے پلیٹ کھسکائی اور جگ سے گلاس میں پانی انڈیلنے لگے۔

اماں اس سال نومبر تک شاید حارث آجائے۔تب دیکھتے ہیں رخصتی کی کیا تاریخ رکھنی ہے اور نیلم کو کیوں گھسیٹ رہی ہیں۔ گڑیا ہے ابھی تو ننھی سی۔ اسکو تو معاف ہی رکھیں آپ۔ آخر میں انکا لہجہ ہلکا پھلکا سا ہو گیا تھا۔

ہونہہ گڑیا، صاعقہ جب اتنی تھی تو ماشاءاللہ بچی نے پورا گھر سنبھال رکھا تھا۔ساتھ اس گڑیا کو بھی۔دادو نے گڑیا چباتے ہوئے کہا تو میز پر موجود تمام افراد مسکرا دیے۔

****

سر آپ نے ایگل کو دوپہر کا بلایا ہے۔اب تو رات ہو گئی ہے۔ڈیک نے اسٹڈی میں مصروف ایم آز کو رات ساڑھے نو بجے انٹر کام کھڑکاتے کہا تھا۔

ڈائیننگ ہال میں ملاقات ہوتی ہے۔ بات مکمل کر کے اس نے کارڈلیس واپس رکھ دیا۔

ایم آز پلازہ کی نصف سے زائد دیواریں شیشے کی تھیں۔ بڑے سے کشادہ ڈائیننگ ہال میں ہر طرف شیشے کی سلائڈز تھیں۔ جسکی ایک طرف باہر بنا سوئمنگ پول نظر آرہا تھا۔ جبکہ دوسری طرف تاحدِ نگاہ تک پھیلی گھاس اور خوبصورت و منفرد پتھروں سے تیارہ کردہ روش آنکھوں کی پتلیوں میں سما رہی تھی۔ ہارڈ ووڈ کا فرش جسکا رنگ بہت گہرا تھا۔ جبکہ میز بھی شیشے کی اور اس پر پڑا ہر برتن تقریباً شیشے کا تھا۔

میز پر سجے پکوانوں کی اشتہا انگیز خوشبو پورے ہال میں پھیلی تھی۔ بارہ کرسیوں والی میز کی ایک کرسی پر ٹکا ایگل آج بھی اپنے مخصوص انداز میں موجود آس پاس کا جائزہ لینے میں مصروف تھا۔ ڈیک جلے پیر کی بلی کی طرح چکر لگانے میں مصروف تھا۔ گویا پنڈولم بنا ہوا تھا۔ بھاری قدموں کی چاپ پر ایگل نے سر اُٹھا کر دیکھا۔

براؤن بال، کسرتی بدن، عنابی ہونٹ، غلافی آنکھیں، سفید دمکتی رنگت اور بھورے بالوں سے بھرے مضبوط سخت ہاتھ اور کھڑی مغرور ناک، ایگل کو یک لخت ہی افسوس ہوا۔ بادشاہوں سا حُسن و جمال رکھنے والا شخص درحقیقت ایک درندہ صفت انسان تھا۔ وہ تو بچپن کی کہانیوں میں ظالم بادشاہ کا کردار بھی ادا کرنے کے لائق نہیں تھا۔ ظلم کی اوپری سطح درندگی وہ تخت جہاں کی اولین نشست پر منہاج عزضحاک پورے استحقاق سے براجمان تھا۔

بسم اللہ کرو ایگل۔ "اسکے بسم اللہ کہنے پر ایگل کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔"

حیرت ہے ایم آز تمہیں خدا یاد ہے۔ وہ دل میں اس سے مخاطب ہوا۔ پھر پلیٹ تھامنے لگا۔ جب ایک باوردی شخص اس کے پاس آکر ڈشز پاس کرنے جب کہ اسی طرح کی وردی میں ملبوس دو افراد ایم آز کے دائیں بائیں کھڑے اسے پلیٹ، چھری، کانٹے، ڈش ہر چیز پکڑا رہے تھے۔ ان کے انداز سے پتا چل رہا تھا کہ وہ اپنے مالک

کی عادات سے واقف ہیں۔ تمام مطلوبہ اشیاء مل جانے پر ایم آز نے ملازموں کو جانے کا اشارہ کر دیا اور ڈیک کو بیٹھنے کا۔ وہ ایگل کے ساتھ دو کرسیاں چھوڑ کر تیسری پر بیٹھ گیا۔

تمہاری بڑی تعریف سنی ہے ایگل۔ ایم آز نے ٹھہرے لہجے میں عام سے انداز میں بریانی نگلتے ایگل سے کہا۔ جسکی پلیٹ میں چاول جا بجا بکھرے تھے۔

کرم نوازی ہے آپکی۔ چکن کا پیس اُٹھاتے مصروف انداز میں ایگل نے جواب دیا۔

چھوٹے صاحب میرے کام کا بندہ نہیں نکلا۔ دو بار ریڈ پڑنے پر تھانے بھی جا چکا ہے اور رسکی کام کے لیے بھی مجھے الگ بندے کا انتظام کرنا پڑتا ہے اور جامعہ کے طلبہ کی بھی ابھی تک وہی تعداد ہے۔ اس میں بھی اضافہ نہیں ہوا۔ اب تو اُس نے غداری بھی کر ڈالی۔ ہم تک بات پہنچائی ہی نہیں اور تمہیں اس گینگ کا راز دار بنا لیا۔ عادت کے مطابق اس نے تفصیل سے بات کی۔

وہ سب تو ٹھیک ہے اُستاد۔ مگر ہم آپ کے لیے کیا کر سکتا ہے؟ ایگل نے اب کی بار کھانے سے توجہ ہٹاتے پوچھا تھا۔

اچھا سوال ہے اور اسکا بہت زبردست جواب ہے میرے پاس۔ ایم آز نے وائن کے اسٹائلش گلاس میں پڑے پانی کو حلق میں اُتارنا شروع کیا۔ البتہ ایگل اب بھی اسی کی جانب متوجہ اگلی بات کا منتظر تھا۔

تم میرے سے زیادہ یہ کام اپنے لیے کرو گے۔ ایگل نے تعجب سے آنکھیں سُکیڑیں۔ جو آج بھی سُرمے سے لبالب بھری پڑی تھیں۔

یا اپنے لیے۔ دیکھو بھئی پیسہ اور دولت آتے کس کو بری لگتی ہے؟ اس نے بات شروع کرتے اطمینان سے کرسی کی پُشت سے ٹیک لگاتے ہاتھوں کی اُنگلیاں باہم ایک دوسرے میں پیوست کرتے کہا۔

چھوٹے صاحب کام کا بندہ نہیں۔ مگر میرا ایک اصول ہے۔ جسکو ایک بار اپنے ساتھ شامل کر لوں کبھی اُسے بے یار و مدد گار نہیں چھوڑ سکتا۔ اس لیے اب جو بھی کنٹریکٹ سائن ہو گا۔ اُسکا معاوضہ ساٹھ فیصد تمہارا جبکہ چالیس فیصد چھوٹے صاحب کا ہو گا۔ ہاں اگر کوئی رسکی ڈیلیوری تم نے اکیلے سر کر لی تو تمہیں اسکا پورا معاوضہ ملے گا۔ ایم آز نے ایک خاکی رنگ کا لفافہ اسکی جانب اُچھالا۔ جسے اس نے سرعت سے کیچ کیا تھا۔ ایم آز اسکی مکمل توجہ سے متاثر ہوتے مسکرایا تھا۔

اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق پاکستان میں 76 لاکھ افراد منشیات کا استعمال کرتے ہیں۔ جن میں 78" فیصد مرد اور 22 فیصد عورتیں ہیں۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ 76 لاکھ میں سے زیادہ تر افراد چوبیس سال کی عمر کے لگ بھگ ہیں۔ ظاہر ہے یہ جامعہ سے تعلق رکھنے والے افراد ہی ہوں گے۔ مگر مجھے یہ 76 لاکھ اب اِیک کروڑ کی حد پار کرتے ہوئے چاہییں اور یہ کام تم کرو گے۔ ینگ ہو، لک چینج کرو۔ کالجز، یونیورسٹیز میں گھس جاؤ۔ تنظیمیں قائم کرو پارٹیاں بناؤ۔ اسٹوڈنٹس کو اپنے جال میں جکڑنا شروع کرو اور اُنہیں اس زہر کا عادی بنا دو۔ سانس روکے اسکی بات سنتے ایگل نے گہری سانس لی۔

ہم تیار ہے اس کام کو۔ مگر ہماری سیکیورٹی کی ذمہ داری آپ کو لینا پڑے گی۔ جامعہ کالجز میں گھسنا کوئی آسان کام نہیں اور پرائیوٹ میں تو بالکل نہیں۔ اس نے اپنی پریشانی بتائی۔

تمہارے تحفظ کی تمام ذمہ داری میری ہے۔ پولیس، رینجرز، آرمی اور کوئی بھی پکڑ لے فرار کی راہ میں نکالوں گا۔ مگر زبان کھولنے پر اُن سے بھی زیادہ دردناک موت دوں گا کہ روح بھی کپکپا جائے گی۔ سرد برف جیسا لہجہ تھا اسکا۔ ایگل نے تھوک نگلا۔

ہاں پرائیوٹ میں تو جانے کی ضرورت ہی نہیں۔ امیر باپوں کی اولادیں پہلے ہی اسکی عادی ہو جاتی ہیں اور جو رہ جاتے ہیں۔ وہ دوستوں کی صحبت میں یہ زہر نگلنے لگتے ہیں۔ نہیں تو کیفے ٹیریا بھی ان کیلیے موجود ہیں۔ مگر یہ سرکاری اداروں میں جوتے گھسا گھسا کر پڑھنے والے۔ ان کو عادی کرو اس زہر کا۔ بہت شوق ہے انہیں اپنے والدین کا پیسہ حلال کرنے کا۔ ہونہہ، اس نے زہر خندی سے کہا تھا۔

ہم سمجھ گیا ہے آپ کا ٹارگٹ۔ فکر نہ کرو جی اس دھندے میں ہم ماہر ہے۔ ایگل نے خاکی لفافہ جیب میں ٹھونسا۔

"ANF" اور ہاں ایک اور بات پاکستان میں منشیات کی روک تھام کے ادارے اینٹی نار کو ٹکس فورس " کے ترجمان کے مطابق منشیات میں سب سے زیادہ ہیروئن اور شراب کا ذائقہ پسند کیا جاتا ہے تو تم ہیروئن سے شروعات کرو۔ ذرا ہوشیار رہنا۔ یہ ادارہ آرمی کے انڈر کام کرتا ہے اور منشیات کی روک تھام میں تیزی سے اپنا کردار ادا کر رہا ہے۔ یہاں تک کہ انٹرنیشنل لیول پر بھی اسمگلنگ کرنا خطرے سے خالی نہیں۔ فی الفور تبھی ہم صرف اندرونِ پاکستان اس زہر کو فروخت کرنے پر مجبور ہیں۔ خیر میرے خیال سے تمام نکتے بیان کر چکا ہوں۔ کسی بھی غیر ذمہ داری کے باعث ہونے والے نقصان کے ذمہ دار تم خود ہو گے۔ ایم آز نے نیپکن سے ہاتھ صاف کرتے بات مکمل کی۔

جی جی ہم سمجھ گیا۔ ایگل نے زور زور سے سر ہلاتے کہا۔ جبکہ منہاج کب کا جا چکا تھا۔ ایگل نے لمبی سانس باہر چھوڑی۔ کب سے خاموش بیٹھے ڈیک نے اسکی جانب دیکھتے مسکراہٹ اُچھالی۔ ایگل پھر کھانے میں مصروف ہو گیا۔

****

آپی! آپی!! اُٹھونا پلیز۔ کروٹ کے بل لیٹی تکیے میں منہ چھپائے صاعقہ کو نیلم نے جھنجھوڑ ڈالا۔ مگر وہ بے حس بنی رہی۔ آپی چند ماہ بعد تو آپ سسرال چلی جاؤ گی۔ حارث بھائی گھوڑے پر سوار اپنے خوابوں کی شہزادی کو لے جائیں گے۔ مگر ابھی تو آپ گڑیا سے ناراض ہو کر یہ ماہ خراب مت کرو۔ اس نے صاعقہ کے کندھے پر سر رکھتے جزباتی ہونا شروع کر دیا۔

میں بلاوجہ ناراض نہیں ہوں۔ تمہاری غلطی ہے۔ اسے تسلیم کرو۔ صاعقہ نے بگڑے تیوروں سے اسکی جانب دیکھا۔ آپی یار اس بحث کو چھوڑ دو۔ آپ کے اور ہمارے خیالات اور سوچ اس معاملے میں مختلف ہے۔ اس لیے کہہ رہی ہوں اس پر اختلاف کر کے ناراض ہونے سے اچھا ہے کہ ہم اس موضوع پر بات ہی نہ کریں۔

نہیں اس موضوع پر بات کرنے اور تمہارے خیالات بدلنے کی اشد ضرورت ہے۔ ورنہ تم تو آہل کو بھی" صاف جواب دے دو گی۔ صاعقہ اُٹھ کر بیٹھ چکی تھی۔ اب سنجیدگی سے کہہ رہی تھی۔

آپی آہل بھائی ہمارے تایازاد سے زیادہ اور کچھ بھی نہیں ہیں۔ ہم آپ کو پہلے ہی اپنا آئیڈیل بتا چکے ہیں۔ آہل بھائی اُس پر ایک فیصد بھی پورا نہیں اُترتے تو صاف جواب دینا بنتا ہے۔ اس نے ناک سے مکھی اُڑائی۔

جیسا تمہارا آئیڈیل ہے نا ایسا شخص ملنا ناممکن ہے اور اگر مل بھی گیا نا تو ساری زندگی اُس پتھر سے سر پھوڑتی لہولہان ہو جاؤ گی۔ مگر سوائے زخموں کے اور کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ حقیقی زندگی میں قدم رکھ لو میری جان اور بات کو سمجھو۔ صاعقہ بالآخر نرمی پر اُتر آئی اور اسے پیار سے سمجھاتے ہوئے بولی تھی۔

پھر بھی ہم آہل بھائی سے شادی نہیں کریں گے۔ ہم کسی پردیسی سے شادی کر کے آؤٹ آف کنٹری چلے جائیں گے۔ ہمیں پاکستان نہیں پسند ہمیں یہاں نہیں رہنا۔ اس نے منہ بسورتے صاف الفاظ میں کہا۔ وہ اپنی ہر بات صرف صاعقہ سے ہی شیئر کرتی تھی۔

اتنا ناپسند ہے تمہیں اپنا ملک؟ چلو فرض کرو تمہیں اپنے ملک کے لیے کوئی قربانی دینی پڑ جائے یا کبھی" تمھارے ملک کو تمھاری ضرورت پڑ جائے تو کیا انکار کردو گی؟" صاعقہ نے سوال داغا۔ حالانکہ وہ جواب جانتی تھی۔

یقیناً صاف انکار، ہم کیوں کسی کے لیے اپنی خوش و خرم زندگی خراب کریں اور خاص طور پر اس ملک کے لیے، جہاں غربت و افلاس کے سوا کچھ نہیں۔ جہاں پانی، بجلی، روٹی، کپڑا اور مکان جیسی بنیادی ضروریات میسر نہیں۔ جہاں جرائم کی ایک وسیع دنیا ہے۔ بھتہ خوری، ٹارگٹ کِلنگ، اغواء برائے تاوان، ہیروئن اور اسلحے کی اسمگلنگ، بم دھماکے، دہشت گردی کیا نہیں ہے؟ ہمارا اس ملک میں رہنے کو دل نہیں کرتا اور آپ اس کے لیے قربانی کا بول رہی ہیں۔ ہم تو اپنا ایک بال بھی اس ملک پر ضائع نہ کریں۔ اس نے جذباتی ہوتے کہا تھا۔

پھر وہی بات۔ صاعقہ کا موڈ پھر سے خراب ہوتا دیکھ کر نیلم فوراً آگے کو کھسکی۔

ہماری چھوڑیں اپنی بتائیں۔ کوئی فون شون کوئی لو لیٹر شیٹر آں ہاں۔ صاعقہ کے گلنار ہوتے چہرے کو دیکھ کر نیلم نے اسکے کندھے سے اپنا کندھا مَس کرتے مزاق اُڑایا۔

بدتمیز، صاعقہ نے تکیہ اُٹھا کر نیلم کے سر پر مارا۔ اس نے بھی جوابی کاروائی کرنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔ دو منٹ میں پورے بیڈ پر چھوٹے چھوٹے روئی کے گالے بکھر گئے تھے۔ نیلم کی شہد آگیں زلفوں کو مری کے

پہاڑوں کو ڈھکتی برف کی مانند ان روئی کے گالوں نے بھی ڈھانپ دیا تھا۔ اُچھلتی کودتی دونوں بہنیں اپنی تمام ناراضگی بھول بھال چکی تھیں۔

****

چند دن بعد۔

سر آج تو جشن کا دن ہے، کامیابی کا۔ اسلحہ سعودیہ جا چکا ہے، ہیروئن اور شراب بھی جامعہ کے طلبہ میں عام ہو چکی ہے۔ ان چند دنوں میں ہی ایگل کتنی وافر مقدار میں منشیات کی اسمگلنگ کر چکا ہے۔ یہ بندہ مستقبل میں بڑے کام آنے والا ہے۔ ڈیک جو مکمل تھری پیس سوٹ میں ایم آز پلازہ کے کلب میں کھڑا تھا۔ گھونٹ گھونٹ شراب اپنے حلق میں اُتارنے لگا۔

تم جانتے تو ہو ڈیک شراب اور شباب دونوں سے میں ہزاروں میل کے فاصلے پر رہتا ہوں۔ ان دونوں کا نشہ" ایسے چڑھتا ہے کہ انسان کو مدہوش کر کے رکھ دیتا ہے اور جس پل جس لمحے میں غافل ہوا۔ وہی پل میری زندگی کا آخری لمحہ ہو گا۔ دُشمن گھات لگائے بیٹھے ہیں۔ جیسے ہی میرے قدم ڈگمگائے، میں سیدھا ان لوگوں کے کھودے کنویں میں جا گروں گا۔ ایم آز کلب میں موجود ایک اسٹول پر بیٹھا تھا۔ دوسرے ہاتھ میں کوئی مشروب تھا۔ مگر شراب نہیں تھی۔

ڈیک اسکی بات سے مکمل متفق تھا۔ تبھی مزید اصرار کرنے کے بجائے وائن کے پیک پر پیک چڑھانے لگا۔

****

دروازہ مسلسل بجے جارہا تھا۔ ٹِک ٹِک کی آواز اب اور تیز ہو چکی تھی۔ نیلم نے اُکتاتے ہوئے نوٹس پرے کیے اور ایسے ہی بھاگتی ہوئی فرسٹ فلور سے نیچے جانے لگی۔ دروازے پر دستک مزید بڑھنے لگی۔ اس کے گلابی تلووں والے نازک پیر زینے اُتر رہے تھے۔ سفید قمیض شلوار پر سرخ رنگ کا دوپٹہ اوڑھ رکھا تھا۔

ٹِک ٹِک۔۔ آتے ہیں، اس نے وہیں سے ہانک لگائی۔ راہداری کو تیزی سے عبور کرنے لگی۔ جالی دار دروازہ کھول کر وہ اب مین گیٹ کے پاس کھڑی تھی۔ سانسوں کی رفتار کو نارمل کرنے میں اسے دو تین سیکنڈز لگے تھے۔ دروازہ پھر بجا۔ اس نے ایک جھٹکے سے بغیر کچھ پوچھے دروازہ کھول دیا۔

بیٹا کوئی بزرگ گھر پر ہے؟ سامنے لگ بھگ پچاس پچپن سال کی عمر کا ایک ضعیف بابا کھڑا تھا۔

گہرے سبز رنگ کا کھلا کُرتا، گھنگریالے لمبے کالے سیاہ بال، موٹی موٹی بھنویں چہرے کے آس پاس بال بکھری تھیں اور باباجی سر کو اتنا جھکائے کھڑے تھے کہ چہرہ بھی نظر نہ آپارہا تھا۔ جھریوں زدہ ہاتھ جن میں تسبیح باندھے اور نجانے کون کون سے دھاگے تعویز باندھ رکھے تھے۔ گلے کا بھی یہی حال تھا۔ جبکہ پیروں میں لکڑی کے تلوے والا جوتا تھا۔ جو سفید دھوتی کے نیچے پہن رکھا تھا۔ گندے بڑے بڑے ناخن۔ ایک ہاتھ میں لکڑی کی چھڑی۔ نیلم نے ناگواری سے مکمل جائزہ لیا۔

نہیں ہے کوئی۔ اس سے قبل کے وہ جس جھٹکے سے دروازہ کھولا تھا۔ اُسی طرح باباجی کے منہ پر مارتی۔ دادو کی آواز قریب سے گونجی تھی۔

نیلم ! اے نیلم ! ! کون ہے ؟ بھئی بولتی کیوں نہیں ؟ اے کہیں پڑوس کی رضیہ تو نہیں ؟ دادو چلاتی ہوئیں لاٹھی تھامے جالی کے دروازے سے دیکھتی کہہ رہی تھیں۔

دادو کی آواز پر نیلم نے ایک ناگوار نظر باباجی پر ڈالی اور چلاتے ہوئے بولی۔

دادو فقیر ہے۔اے لڑکی ہم فقیر نہیں ہیں۔ باباجلال کہتے ہیں سب ہم کو۔ باباجی جلال میں آتے دھاڑے۔ کالے سیاہ کاجل سے رنگی آنکھوں سے نیلم کو گھورا تو وہ سٹپٹا کر رہ گئی۔

ارے فقیر ہے تو آٹا دے۔ دروازے سے کیوں چپک گئی ہے ؟

وہ وہ دا۔۔اس نے ہکلاتے ہوئے گردن پیچھے موڑے دادو کو پکارنے کی کوشش کی۔ایک ہاتھ دروازے کے پٹ پر ٹکِا تھا۔اچانک باباجی اسکا ہاتھ جھٹکتے اندر داخل ہو گئے تو نیلم کے تو تلووں پر لگی اور سر پر بجھی۔

رُکو باباجلال تمہیں اندر آنے کو کس نے کہا؟ باہر۔۔ شاباش باہر نکلو ابھی۔اس سے پہلے کہ اسی چھڑی سے ہم تمھاری ٹُھکائی کر دیں۔ نیلم ایک ہاتھ پسلیوں پر رکھے اور دوسرے سے باہر کی جانب اشارہ کرتے بولی۔

توباں توباں کتنی زبان دراز چھوری ہے۔ تیرا تو میاں تجھے نہ رکھے۔ باباجلال سے گستاخی کرتی ہے، چری " بابا" جی نے بھی میدان میں چھلانگ لگادی۔

میرا میاں " نیلم کی بات بھیچ میں تھی۔ جب دادو جالی دار دروازے سے گیراج میں داخل ہوئیں اور اسے " بازو سے دبوچ کر پیچھے گھسیٹا۔ نیلم ان کی سخت گرفت پر کراہ کر رہ گئی۔ ساتھ ہی غصے سے باباجلال کو دیکھا۔

باباجی تُساں کوئی کم اے ؟ دادو کے شیریں لہجے پر نیلم کا پارہ اور ہائی ہوا تھا۔ مگر دادو کے باعث ضبط کیے کھڑی رہی۔

کنڈی لگا جا کے۔ دادو نے نیلم کو گھورا اور بابا جی کو لیے اندر چلی آئیں۔ نیلم جب کنڈی لگا کر اندر آئی تو دادو بابا جی کو راہ داری دکھاتی ان سے باتوں میں مگن تھیں۔ پھر اوپر کے فلور کا ایک راؤنڈ لگا کر بابا جلال اور دادو ڈرائنگ روم میں آ بیٹھے۔ نیلم وہیں کھڑی ان کی واپسی کی منتظر تھی۔ پھر ان کے پیچھے ہی ڈرائنگ روم میں چل دی۔ صاعقہ کچھ کتابیں خریدنے اپنی سہیلی کے ساتھ گئی تھی۔ جبکہ ابرار صاحب کالج جا چکے تھے۔

جا بابا جی کے لیے چائے بنا لا میری بچی۔ دادو نے پیار سے پچکارا تو وہ پاؤں پٹختی کچن میں چل دی۔

جی بابا جی کیا محسوس کیا آپ نے؟ گھر تو کافی پرانا ہے۔ ابرار میاں نے کم مالیت کی وجہ سے خرید لیا۔ کوئی ایسی ویسی بات ہے تو بتا دیں۔ دادو نے پوچھا۔

ہوں بات یہ ہے بی بی کہ گھر میں تو کچھ ایسا نہیں ساتھ والا کس کا ہے؟ بابا جی نے کرائے کے لیے خالی مکان کی بابت دریافت کیا۔

وہ تو اسی گھر کا حصہ ہے بس دیوار کر دی ہے بیچ میں کرائے پر دینے کو۔ دادو نے جواب دیا۔

کرائے پر، ہوں (ہنکارا بھرا) کرائے پر رکھو تب بھی بی بی کسی عورت کو مت رکھوا اپنے برابر والے مکان میں۔ ایسے گھرانے کو مکان دو جس میں عورت ذات شامل نہ ہو۔ بچی بھی نہ ہو۔ بابا جی نے حکمیہ لہجے میں کہا۔ مگر کیوں بابا جی؟

اے بی بی تیرے بھلے کو کہہ رہا ہوں۔ مکان کسی مرد کو دے۔ آئی سمجھ؟ اگر نہیں مانے گی تو نقصان اُٹھائے گی۔ بابا جلال بات بے بات جلال میں آ جاتے۔

جی جیسا آپ کہیں باباجی اور کچھ ؟ دادو نے جلدی سے اپنے لہجے میں بشاشت بھرتے کہا۔

ہاں ساتھ والے مکان میں آئے لوگوں کو تنگ مت کرنا۔اب اس مکان میں رہنے والوں کو اپنے مہمان اپنے گھر کی رحمت سمجھو بی بی اور گھر میں کتنے افراد ہیں؟ باباجی نے اپنی سیاہی مائل آنکھیں گھماتے پوچھا۔

چار افراد ہیں باباجی ! ابرار میرا بیٹا کالج میں پروفیسر ہے اور یہ نیلم میری چھوٹی پوتی اور بڑی پوتی کتابیں لینے گئی ہے۔ دادو نے تفصیل سے جواب دیا۔

ہمم چلو بی بی اللہ تمھاری پوتیوں کے نصیب اچھے کرے۔ باباجی نے کہتے ساتھ تخت چھوڑ دیا۔ وہ جانے کو اُٹھے تو دادو بھی چل دیں۔ چائے کی ٹرے لاتی نیلم نے حیرانگی سے باباجی کو جاتے دیکھا۔

دادو چائے بنوائی ہے تو پی بھی لیں۔ باباجلال کو نہیں پتا کہ رزق ضائع نہیں کرتے۔اس کے طنزیہ لہجے پر دادو نے گھوری دی۔ جبکہ باباجی نے نیچے سے اوپر تک اس حُسن کی دیوی کا جائزہ لیا تھا۔گلاب کی پنکھڑیوں جیسے ہونٹ بھینچے وہ اپنا غصہ ضبط کرتی اور حسین دِکھ رہی تھی۔

بی بی اس آفت کا تو تم جلد بیاہ کردو سُکھی رہو گی۔ باباجی دادو کے ساتھ چلتے رازداری سے بولے۔ اگرچہ ان کا پیچھا کرتی نیلم سب سُن چکی تھی۔

ہونہہ لیکچر ربننے تک ہم دادو کی جان نہیں چھوڑنے والے باباجلال۔ نیلم نے دانت کچکچاتے پیچھے سے ہی جواب دیا تو باباجلال نے سر پیٹ لیا۔ لڑکی تھی یا بلا۔

قینچی کی طرح زبان چلتی ہے تیری۔ باباجی کو باہر چھوڑ کر دادو واپس آتے ہی چائے کے سپ لیتی نیلم پر چڑھ دوڑیں۔ نیلم نے کپ اُٹھایااور واپس روم میں آگئی۔ دادو اسکی حرکت پر تلملا کر رہ گئیں۔

****

ایوااور امیلے کو کیلیفورنیا کا فلیٹ پسند آیا کہ نہیں ؟؟؟ نیو یارک سے تو کشادہ اور لگثری فلیٹ ہے وہ۔ ایم آز نے" ڈیک کو اسٹڈی میں بلاتے ساتھ پہلا سوال کیا۔ مگر یہ سوال نہیں تھا۔ یہ اطلاع تھی۔ منہاج عزضحاک اسے جتلا رہا تھا کہ اسکے ہاتھ کتنے لمبے ہیں اور جڑیں کتنی مضبوط۔ ڈیک کا چہرہ لٹھے کی مانند سفید پڑ گیا اور نیلی آنکھوں میں خوف کے سائے ہلکورے لینے لگے۔

ہاہاہاہا کم آن ڈیک اگر تم نے مجھے پہلے بتایا ہوتا تو میں اس سے بڑا گھر، گاڑی تمہاری بیوی اور بیٹی کی خدمت میں پیش کر دیتا۔ آخر کو آٹھ سال کا ساتھ ہے ہمارا اور تم کتنے وفادار ہو میرے۔ ایم آز کا لہجہ طنزیہ ہونے لگا۔

وہ، اس سے قبل کے ڈیک اپنی صفائی میں کچھ کہتا منہاج نے اپنے سامنے پڑا لیپ ٹاپ گھما کر اسکی طرف کیا تھا۔ ساتھ میں اسے ویڈیو کلپ دیکھنے کا اشارہ کرتے خود ہاتھ میں پکڑی پسٹل سے کھیلنے لگا۔ ڈیک نے جھکتے ہوئے ایک ہاتھ میز پر لگی شیشے کی سطح پر رکھا اور اسکرین پر نظریں جما دیں۔ جہاں اسکی گولڈن بالوں والی گڑیا اور انگریز بیوی ایک بڑے سے گھر کا جائزہ لے رہی تھیں۔ گھر کافی کشادہ تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے یہ کلپ سی سی ٹی وی کیمروں کی مدد سے بنائی گئی ہے۔ وہ دونوں اس ویڈیو کی تخلیق سے بے خبر محسوس ہو رہی تھیں۔ ایک

نیلے رنگ کی وردی پہنے انگریز شخص ہی لان میں ان کا انتظار کر رہا تھا۔ لکڑی کے زینے اُترتی چاکلیٹ اور اسکن کلر کی اسکرٹ میں موجود اسکی بیوی مسکرائی اور پھر اس شخص کا شکریہ ادا کرتے ڈیک کے بارے میں پوچھنے لگی۔ جواباً باوردی شخص نے مسکراتے ہوئے کہا کہ وہ جلد ہی واپس آئے گا۔ تین منٹ کی مختصر ویڈیو ختم ہو چکی تھی۔

کیسا لگا گھر؟ ایم آز کے سوال پر ڈیک نے کچھ نہیں کہا۔ بلکہ وہاں پر رکھی ایک کرسی پر ہارے ہوئے جواری کی مانند گرنے کے سے انداز میں بیٹھ گیا۔

میں نے کہا تھا ڈیک کہ عورت کے چکر میں مت پڑو اور جس دلدل میں تم دھنس چکے ہو یہاں سے خود تو آزاد نہ ہو سکو گے۔ مگر ان کو بھی اپنے ساتھ گھسیٹ لو گے۔ اس نے لیپ ٹاپ واپس گھماتے کی پیڈ پر تیزی سے اُنگلیاں چلاتے کہا۔

امیلے مائی وائف، میں محبت کرتا ہوں اُس سے۔ ایوا میری بیٹی، جان ہے میری اُس میں۔ میں نے تم سے اجازت لی تھی اس شادی کی ایم آز۔ ڈیک نے چلاتے ہوئے کہا۔ ایم آز اس کے چیخنے چلانے پر محظوظ ہوتا مسکرایا تھا۔

اور میں نے کیا کہا تھا؟ ڈیک مائی فرینڈ کہ مت کرو شادی اور یہ محبت، اب بھگتو!! کہا تھا میں نے کہ مت بناؤ اپنی کوئی کمزوری۔ مگر تم نہیں مانے اور تمہاری بیوی وہ سمجھتی ہے کہ تم "سی آئی اے" کے لیے کام کرتے ہو۔ واہ کیا محبت ہے؟ سچ کیوں نہیں کہتے اُس سے؟ ایم آز نے اب کی بار لیپ ٹاپ کو پیچھے کھسکاتے ریلکس انداز میں سیٹ کی بیک سے ٹیک لگا دی۔

سر میری بیوی اور بیٹی کا پیچھا چھوڑ دیں۔ پلیز!! ڈیک نے منت کرتے کہا۔ ایم آز کے سامنے غصہ اسے اُلٹا" بھی پڑ سکتا تھا۔

میں نے کہا تھا ڈیک کہ تمہاری فیمیلی وہاں رہے گی۔ جہاں میں چاہوں گا۔ پھر تم نے ان کی شفٹنگ کیوں کی؟ ایم آز نے سرد لہجے میں دریافت کیا۔

تم نے کیا سمجھا تھا کہ تم شفٹنگ کر دو گے۔ پھر اسمگلنگ کے بہانے امریکہ چلے جاؤ گے اور میں یہاں بیٹھا تمہاری واپسی کا منتظر رہوں گا؟ پاگل سمجھ رکھا ہے مجھے؟؟ اس نے دھاڑتے ساتھ ڈیک کو گریبان سے پکڑ لیا۔

سر آپ ایسا کیسے سوچ سکتے ہیں؟ میں نے کبھی آپ سے غداری کا خیال بھی دماغ میں نہیں آنے دیا۔ یقین کریں میرا۔ ڈیک نے کالر تھامے منہاج کے مضبوط ہاتھوں پر اپنے ہاتھ رکھے تھے۔ اس نے جھٹکے سے ڈیک کا کالر چھوڑا۔

میرے تقریباً ہر راز سے تمہاری واقفیت ہے ڈیک اور اگر مجھے غداری کی ہلکی سی بو بھی تم سے اُٹھتی محسوس ہوئی، تو یاد رکھنا تمہاری محبت اور جان والی گڑیا دونوں کو تہس نہس کر کے رکھ دوں گا۔ وہ اُنگلی اُٹھا کر وارن کرتے بولا۔ ڈیک کرسی کو ٹھوکر مارتا اسٹڈی سے نکل چکا تھا۔

****

ہاں آئیں تھیں دو تین فیملیز مگر زیادہ افراد ہونے کی وجہ سے میں نے انکار کر دیا۔ ابرار صاحب نے چائے کے سپ لیتے بات مکمل کی۔ صاعقہ اور وہ کارپٹ پر بیٹھیں لیپ ٹاپ پر کچھ تصاویر دیکھ رہی تھیں۔ دادو اور ابرار صاحب تخت پر بیٹھے رات کے کھانے کے بعد اب چائے سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

ٹھیک کیا۔ اگر کوئی آدمی ہو تو پھر بلا جھجک دے دینا کرائے پر۔۔ اماں کے کہنے پر انہیں فوراً یاد آیا۔

ہاں آج آئی تھی ایک کال، دو لڑکے ہیں۔ کوئی کارخانہ ہے اُن کا صابن، سرف کا۔ اُس کے لیے ہی مکان چاہیے تاکہ سامان رکھ سکیں مگر میں نے صرف لڑکے جان کر انکار کر دیا۔ مناسب نہ لگا اماں۔

ہائے میاں اس میں نامناسب والی کون سی بات ہے؟ کل ہی بلا لے دونوں لڑکوں کو۔ دے دے کرائے پر مکان۔ دادو نے حکمیہ لہجے میں کہا۔

بابا دادو کو بابا جلال نے کہا ہے کہ کرائے دار لڑکوں کو رکھیں۔ تب ہی دادو کو یہ بات نامناسب نہیں لگ رہی۔ ابرار صاحب کی اُلجھن کو نیلم نے دور کیا۔

کون سا بابا اماں؟ وہ کپ ٹرے میں رکھتے پوچھ رہے تھے۔

ایویں بک رہی ہے۔ دادو نے نیلم کو آنکھیں نکالتے کہا تھا۔

اماں یہ باباوابا کے چکر میں کیوں پڑتی ہیں آپ؟ نعوذ باللہ غیب کا علم عام لوگوں کو کہاں حاصل ہے؟ ابرار صاحب کو ماں کی پیر و فقیروں کی اتنی خوشامد سے ہمیشہ چڑ رہی تھی۔

ہونہہ میں نے ایسا کب کہا ہے؟ بس شروع ہو جاؤ میاں تم بھی۔ بس ایک میں ہی جاہل ہوں۔ تم سب عالم فاضل۔ دادو برا مناتی گھٹنے پر ہاتھ رکھے اُٹھتے اور بھی کچھ کہہ رہی تھیں۔

چلی جاؤں گی سویرے ہی اپنے بڑے بیٹے کے گھر۔ اتنا بھی چھوٹا گھر نہیں ہے اُسکا کہ ماں کی جگہ نا بن سکے۔ کہہ دوں گی آہل بیٹا سے کہ آ کر لے جائے اپنی بڑھی دادو کو یہاں تو کسی سے میری ایک بات نہ مانی جاتی ہے۔

دادو جذباتی ہوتی دوپٹے سے آنکھیں پونچھتی باہر کی جانب بڑھ رہی تھیں۔ جب صاعقہ نے انہیں کندھوں سے تھام کر روکا۔

ارے پیاری دادو ناراض کیوں ہوتی ہیں۔ بس جو آپ کہیں گی وہی ہوگا۔ اس نے ابرار صاحب کو دیکھتے اشارہ کرتے کہا۔

اچھا اماں آپ ناراض کیوں ہوتی ہیں۔ میں اُن لڑکوں کو ہی بول دیتا ہوں۔ انہوں نے ہتھیار ڈالتے کہا۔

ابھی کرو میرے سامنے فون۔ دادو نے ضدی لہجا اپنایا۔

دادو دس بج رہے ہیں بھلا یہ کوئی وقت ہے؟ کب سے لاتعلق بیٹھی نیلم نے بیزاری سے کہا۔

چُپ کر تُو تو چاہتی ہی یہ ہے کہ بُڑھیا جائے اور تو پینٹیں شرٹیں پہن کر میم بن کر نکل جایا کر دورے پر۔ دادو کی بات پر نیلم کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ صاعقہ نے دادو کے پیچھے کھسکتے مسکراہٹ چھپائی۔

اچھا اماں کرتا ہوں۔ آپ بچی کو تو نہ جھڑکیں۔ ابرار صاحب نے میز پر سے فون اُٹھایا اور کال ملالی۔

بچی ہونہہ، دادو برا سا منہ بناتی واپس تخت پر ٹِک گئیں۔

جی انس بیٹا! اتنی رات گئے زحمت دینے کو معذرت چاہتا ہوں۔ بس کہنا یہ تھا کہ کل سے شفٹ ہو جاؤ۔ ہاں ہاں کرایہ وہی ہے۔ دو ہی بندے ہو نا؟ چلو ٹھیک ہے۔ انہوں نے خدا حافظ کرتے رابطہ منقطع کر دیا۔

بس ہوگئی آپ کی تسلی اب جائیں نماز ادا کر لیں۔ ابرار صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا تو دادو نے بے اختیار ان کی بلائیں لیں۔

" ہائے میرا فرمانبردار بیٹا۔ "

نیلم نے تلملا کر دادو کو دیکھا جب کہ وہ اسے چڑانے کو مسکرائیں تھیں۔ صاعقہ اور ابرار صاحب نے بھی ان کی مسکراہٹ کا ساتھ دیا تھا۔

****

ہاں بھئی سب کیسا جا رہا ہے ؟ کیفے ٹیریا میں کافی مگ میں نکالتے بائیس سالہ شخص سے ایگل نے سوال کیا۔ خود اسٹول کھینچ کر بیٹھ گیا اور پاس پڑے کیک کے ڈبے میں سے کیک پیس اُٹھا کر کھانے لگا۔

سب فٹ جا رہا ہے بھئی۔ پورا کارٹن ختم کر دیا میں نے چار دن میں۔ لڑکا خباثت سے مسکراتا رازداری سے اسکی جانب جھکتا بولا تھا۔

ارے شیر وتُو تو بڑا کمال کا بندہ نکلا۔ ایگل نے درمیان میں لگے شیڈ کی پرواہ کیے بغیر اسے گردن سے دبوچتے اپنے کندھے سے مِس کیا۔ کیفے ٹیریا میں ہکے ہلکے قہقہوں کی آواز گونجی۔

چھوڑ بے کمینے، لڑکا غرایا۔ ایگل نے اسکا چہرہ ٹھوڑی سے پکڑ کر گھماتے چھوڑ دیا۔

ہاہاہاہاہاہاہاہا ایگل قہقہہ لگاتے کافی کا مگ اُٹھا کر ایک میز کی جانب چل پڑا۔ جہاں تقریباً پانچ چھ اسٹوڈنٹس بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔

بڑا سیانا ہے یہ۔ اس دھندے میں اگر چند سال اور رہا تو پیسے میں نہا جائے گا۔ کاؤنٹر پر موجود لڑکے نے ایگل کو اسٹوڈنٹس سے فری ہوتے دیکھ کر سوچا۔

وہ ان سب کو باتوں میں لگا کر جامعہ کی سیکیورٹی کے بارے میں پوچھ چکا تھا اور یہ بھی سوچ چکا تھا کہ اسے جامعہ میں کس طرح گھسنا ہے؟

تم یہاں کیا کر رہا ہے؟ کیفے ٹیریا کے پچھلے حصے میں بنے کمرے میں چھوٹے صاحب کو تخت سے ٹیک لگائے بیٹھے، پتے کھیلتا دیکھ اس کا دماغ اُلٹنے لگا۔

تیری مدد کو آیا ہوں جانی۔ وہ خباثت سے مسکرایا تو اسکا پارا اور ہائی ہو گیا۔ چھوٹے صاحب نے ساتھ بیٹھے ساتھیوں کو جانے کا اشارہ کر دیا۔ ایگل نے تخت کے پاس پڑی کرسی کو ٹھوکر ماری۔ وہ کمرے کی بائیں دیوار سے ٹکرا کر نیچے گری اور دو ٹکڑوں میں بٹ گئی۔ اس نے جوتے تخت کے کنارے پر رکھ کر چھوٹے صاحب کو کالر سے گھسیٹتے آگے کیا۔ پھر اپنی شعلہ بار نظریں اسکی حیران کن نظروں میں گاڑھتے غرانے کے انداز میں بولا تھا۔

کیا کہا تھا ڈیک نے کہ اب سے تجھے تیس فیصد ملے گا اور تُو میرے کسی کام میں ٹانگ نہیں اڑائے گا۔ تو پھر بلوچستان سے آنے کا مطلب؟ جب تجھے اُدھر کا کام دیا ہے تو کیوں پھڈے ڈال رہا ہے۔ کوئی ٹانگ وانگ تڑُوالی تو ساری زندگی پچھتائے گا کہ پنگا کس سے لیا؟ اس نے جھٹکے سے چھوٹے صاحب کا کالر چھوڑ دیا۔ وہ تخت پر منہ کے بل گرا۔

ابھی ابھی نکل یہاں سے۔ نہیں تو تیرا حشر بگاڑ دوں گا۔ ایگل نے اُنگلی سے باہر کی جانب اشارہ کیا اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔

ایگل میں تو تجھ سے دھندے کے کچھ داؤ پیچ سیکھ، چھوٹے صاحب چہرے پر معصومیت سجاتے کہہ رہا تھا۔

اے چُپ کر زیادہ ہوشیاری کرنے کا نئیں ہم جان گیا ہے تُو جلنے لگا ہے۔اب ہمارا کام خراب کرنا چاہ رہا ہے؟ مگر ہم وہاں سے سوچنا اسٹارٹ کرتا ہے۔ جہاں سے تیری سوچ ختم ہوتی ہے۔ چل اب نکلتا ہے کہ؟

ہونہہ احسان فراموش۔ چھوٹے صاحب طعنہ دے کر جا چکا تھا۔

ایگل نے پورا کمرہ تلاش کیا کہ کہیں چھوٹے صاحب نے یہاں کوئی منشیات تو نہیں چھپائی۔ جب کچھ نہ ملا تو وہ تھک کر تخت پر ڈھیر ہو گیا۔

****

اوہ نو آج تو ہم بہت ہی لیٹ ہو گئے۔ وہ جلدی جلدی گیٹ کے پاس پڑے اسٹینڈ پر سے اپنے سینڈلز اُٹھا کر پہنتے اسکے اسٹریپس بند کرنے لگی۔ ہلکے آسمانی ڈھیلے ڈھالے کُرتے کے ساتھ وائٹ جینز اور دوپٹہ لیے وہ نظر لگ جانے کی حد تک پیاری لگ رہی تھی۔ جھک کر اسٹریپس بند کرنے سے پونی ٹیل اگلے کندھے پر شفٹ ہو چکی تھی۔ کروشیے کا سفید ہی بیگ لیے وہ جلدی سے مین گیٹ سے باہر نکلی۔ گیٹ عبور کرتے ابھی اس نے سر اُٹھایا بھی نا تھا۔ جب ایک دیو قامت شخص سے ٹکرائی تھی۔ شخص؟ اسے لگا جیسے مرکت سے نیلم نے سر پھوڑ لیا ہو۔ اتنی سخت جسامت گویا مقابل کوئی پتھر کا مجسمہ کھڑا تھا۔ اسکے وائٹ جوگرز میں مقید دایاں پیر اسکی اُنگلیاں کچل چکا تھا۔ سورج آنکھوں میں سما رہا تھا۔ تبھی وہ مقابل کا چہرہ نہیں دیکھ پا رہی تھی۔ اسکی شہد آگیں زلفیں نارنجی سورج کی روشنی میں اتنی چمکیلی لگ رہی تھیں کہ مقابل کی بھی آنکھیں چندھیا گئیں۔ سرخ

گلاب کی پنکھڑی سے ہونٹ ادھ کھلے تھے۔ ہونٹ کے پاس بیٹھا تِل سورج کی تپش پر جھنجھلا رہا تھا۔ مقابل نے اپنا سر تھوڑا آگے کیا۔ سورج کی روشنی اب اس پر آنا بند ہو چکی تھی۔ نیلم نے سرخ ہوتی ناک پر ہاتھ دھرے چہرہ اُٹھایا۔ مقابل کی اٹھان غضب کی تھی۔ اسکے پیروں کے پاس ایک کارٹن اُلٹا پڑا تھا۔ یقیناً وہ اس سے ٹکرانے کے نتیجے میں ہوا تھا۔ جس میں سے نیلے پیکٹس جا بجا بکھرے تھے۔

مقابل کی جسامت ایسی تھی جیسے بلیک بیلٹ چیمپیئن رہ چکا ہو۔ فوجی کٹ سیاہ سلکی بال سورج کی شعاؤں میں چمکتے اور بھی حسین لگ رہے تھے. بلیک ٹائٹ ہاف سلیوس کی شرٹ اور بلیک جینز میں وہ خاصا ہینڈسم دِکھ رہا تھا. عجیب سی مقناطیسی کشش تھی کہ نیلم وہیں جمی اس شخص کو چند پل دیکھتی رہی1 .

ٹائیگر! اسی کا ہم عمر تھا وہ۔ جو وین سے کارٹن نکال رہا تھا۔ اس نے مصروف انداز میں ٹائیگر کو پکارا تھا۔

ٹائیگر؟ بھلا یہ کیسا نام ہوا؟؟ نیلم کی بڑبڑاہٹ پیکٹس اکٹھے کرتے ٹائیگر تک باآسانی پہنچ چکی تھی۔

اینی پرابلم؟؟ نیلم کو جوں کا توں مجسمہ بنے دیکھ وہ ڈھیروں شکنوں کا جال اپنی کشادہ پیشانی پر سجاتا بولا تھا۔

واٹ پرابلم (مزاق اُڑاتا انداز)؟ ہمارا پیر کچل کر رکھ دیا آپ نے اور کہہ رہے ہیں اینی پرابلم؟ پانچ منٹ اور لیٹ کر دیا۔ نازک سی کلائی پر سفید بیلٹ والی گھڑی کی جانب دیکھ کر وہ نخوت سے بولی۔ ٹائیگر کام وہیں چھوڑ کر اسکے مقابل آ کھڑا ہوا۔

ایکسکیوز می، ٹکرایا میں نہیں، آپ تھیں۔ تو اپنے وقت کے ضیاع کی ذمہ دار بھی آپ ہی ہیں میم۔ وہ میم کو چباتے ہوئے بولا۔

اینیمل نیم ایسے ہی نہیں رکھا آپکا۔ ظاہر ہے اگر انسانوں والے گٹس ہوتے تو کوئی ڈھنگ کا نام بھی ہوتا۔ نیلم نے اسکے نام پر طنز کیا۔

میرا نام لائن، سنیک، ایلیفینٹ، بیئر یا جو مرضی ہو۔آپ کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑنا چاہیے اور جہاں تک معذرت کی بات ہے تو غلطی آپ کی ہے۔وہ بھی تڑخ کر بولا تھا۔

آپ۔۔ نیلم نے تلملا کر کچھ کہنا چاہا تھا۔ مگر انس نے آکر اپنی ہی شروع کر دی۔

اوہ میں بھی کہوں اتنی دیر سی جناب جواب کیوں نہیں دے رہے۔اب پتا چلی مصروفیت کی وجہ۔وہ دانت نکالتے کہہ رہا تھا۔ٹائیگر کے گھورنے پر بھی مجال ہے جو اسکی بتیسی بند ہوئی ہو۔

بہت شوق ہے آپ کے ساتھی کو لمبی بات چیت کرنے کا۔چیونگم کی طرح بات کو کھینچ کھینچ کر لمبا کرنے کا۔ خوبصورت لڑکیوں کو ٹکر مارنے کا اور پھر تھرڈ کلاس ایٹیٹوڈ شو کرنے کا۔ال مینرڈ Black bear کالا بھالو)۔ نیلم کا پارا ہائی ہو چکا تھا۔ویسے بھی اپنے غیر معمولی حُسن کی بناء پر وہ لوگوں کو جھاڑنے میں لمحہ نہ لگاتی۔

انس نے مصنوعی کھی کھی کرتے چہرہ موڑ لیا۔

چالاک لومڑی)۔"اس نے بھی حساب) clever fox ؟؟آپ کیا ہیں محترمہ black bear میں بے باق کیا۔

ہاہاہاہاہاب کی بار انس کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔پہلی بار کسی لڑکے نے اسکی انسلٹ کی تھی۔خفت کے مارے اسکا چہرہ سُرخ ہو گیا۔

اینی ویز ہائے ینگ لیڈی مائی نیم از انس مہر۔انس نے مسکراتے ہوئے شرارتاً ہاتھ آگے بڑھایا تھا۔وہ غصیلی نظروں سے دونوں کو گھورتی ٹائیگر کے جو گرز کے پاس پڑے کارٹن کو ایک لات رسید کرتی نکل گئی۔سارے پیکٹس پھر بکھر چکے تھے۔ٹائیگر نے تن فن کرتی نیلم کو جاتے دیکھا یہاں تک کہ وہ موڑ کاٹ گئی۔

ٹائیگر حسینہ گئی۔ واپس لوٹ آؤ۔ انس کے لہجے میں اب بھی شرارت پنہاں تھی۔

یہ حسینہ ڈائن بنتے وقت نہیں لگائے گی۔ ٹائیگر جل کر بولا اور دوبارہ پیکٹس سمیٹنے لگا۔

ہاہاہاہاہاہاہاہاانس مہر کے قہقہے اب بھی ابرار صاحب کے ساتھ والے مکان میں گونج رہے تھے۔

****

ایگل! از ایوری تھنگ اوکے؟؟ ڈیک نے بلیوٹوتھ ایئر فون سے دوسری جانب آرام دہ انداز پر تخت پر لیٹے سگریٹ پھونکتے ایگل سے کہا۔ ساتھ ہی وہ کیفے ٹیریا کے پچھلے حصے میں نصب کیمرے سے اسے ملاحظہ کر رہا تھا۔

کیا جی؟؟ انگریزی کا ایک بھی حرف اس کے پلے نہ پڑا۔ وہ اُٹھ کر بیٹھ چکا تھا۔

آئی مین، اوہ میرا مطلب کہ سب ٹھیک ہے؟ ڈیک نے دوسرے لیپ ٹاپ پر ای میل ٹائپ کرتے مصروف انداز میں پوچھا۔

جی سب ٹھیک ہے۔ مگر آپ کیوں پوچھ رہا ہے؟؟

کیا مطلب پولیس ریڈ پر آئی تھی آج۔ دو گھنٹے پہلے تم کہاں تھے؟ اور کیفے ٹیریا سے کچھ بھی نہیں نکلا؟؟ ڈرگز کہاں ہے؟؟ تیزی سے ٹائپنگ کرتی اُنگلیاں رُک گئی تھیں۔

میں تو جامعہ گیا تھا۔ اسی سلسلے میں

مگر پولیس کو یہاں سے کچھ نہیں مل سکتا۔ میں نے بڑی احتیاط برتی ہے جی۔ وہ اب زینے اُتر کیفے ٹیریا کی جانب بڑھنے لگا۔

کیسی احتیاط؟؟ ڈیک نے ایئر فون سیٹ کرتے پوچھا۔

ایک منٹ ہم بتاتا ہے۔ ایگل نے رابطہ منقطع کر دیا اور پھر کچھ سیکنڈز بعد اسکی ویڈیو کال آنے لگی۔ ڈیک نے فوراً اٹینڈ کی جہاں ایگل کیفے ٹیریا کے ایک گوشے میں پڑے بڑے سے گملے کے پاس بیٹھا تھا۔ پھر اس نے گملے میں لگی مضبوط ٹہنی جسکے آس پاس بڑے بڑے ہرے رنگ کے پتے تھے کھینچ کر باہر نکالی تو اسکے ساتھ ہیروئن کے پیکٹس کی گچھیاں لٹک رہی تھیں۔ فاتحانہ مسکراہٹ سے اس نے ڈیک کو دیکھا۔ جس نے انگوٹھے سے شاباشی دیتے کال منقطع کر دی۔ ایگل موبائل جیب میں ڈالتا۔ ٹہنی مٹی کے گملے میں فٹ کرتا ہاتھ جھاڑتا اُٹھ گیا۔

ڈیک! میں نے جب کہا تھا کہ پولیس کا کوئی بندہ تلاش کرو۔ تو تم نے یہ کام ابھی تک التواء پر کیوں کر رکھا ہے؟ ہر شہر میں کسی نا کسی پولیس والے سے روابط ہیں ہمارے مگر کراچی؟؟ یہاں پر کوئی پولیس سے کانٹیکٹ نہیں۔ پتا نہیں چلتا کب ریڈ پڑ جائے؟؟ ڈیک نے سب اوکے کی اطلاع ایم آز کو سنائی۔ مگر وہ مطمئن نہ ہوا تھا۔

سر میں کوشش کرتا ہوں مگر، ڈیک نے جھجھکتے ہوئے کہا۔

مگر کیا؟؟ ایم آز دھاڑا۔

کک کچھ نہیں، ڈیک ہکلایا۔

تو دفع ہو، جا کر یہ کام مکمل کرو۔ کسی بھی طرح بلیک میلنگ کے لیے ایک ویڈیو بناؤ اور پھنسالو بندے کو۔ جب پیسہ آتا نظر آئے تو اچھوں اچھوں کی ایمانداری کی کشتی ڈول جاتی ہے۔

جی سر میں دو دن میں ہی یہ کام مکمل کر دوں گا۔ڈیک نے فوراً تابعداری سے کام لیا۔

ایم آز نے اسے جانے کا اشارہ کر دیا۔اب اسکی پوری رات اسٹڈی میں موجود ٹیبل پر گزرنی تھی۔ساری لوکیشنس تبدیل کرنے میں کچھ وقت تو درکار تھا۔

****

آپی یہ ساتھ والے گھر میں کون آیا ہے ؟ نیلم نے کتب بینی کرتی صاعقہ سے پوچھا۔

آپی ! صاعقہ کو دیوانِ غالب میں مگن دیکھ کر نیلم نے جھنجوڑا۔

کیا ہے ؟ صاعقہ کھا جانے کو دوڑی۔

ساتھ والے مکان میں کون آیا ہے ؟؟ نیلم نے رازداری سے دریافت کیا۔

دو لڑکے ہیں۔ تمہیں کیا تکلیف ہے ؟ وہ دبی دبی آواز میں غرائی۔ مطالعے کے دوران کوئی اسے ڈسٹرب کرے اسے پسند نہ تھا۔

لڑکوں کے نام نہیں پتا آپ کو ؟ نیلم نے جھجک کر پوچھا تو صاعقہ نے بھنویں سُکیڑیں۔

خیریت ہے نا گڑیا۔اسکی نظریں جانچتی ہوئی تھیں۔

وہ۔۔وہ تو ہم ایسے ہی پوچھ رہے تھے۔اس نے سیل فون کو ہینڈ فری لگاتے عام سا انداز اپنانا چاہا۔ مگر صاعقہ کی عقابی نگاہیں سب جانچ لیتی تھیں۔

انس اور دوسرے کو اسکا دوست ٹائیگر کہتا ہے۔داد و نے تمہارے جانے کے بعد شام کی چائے پر بلایا تھا دونوں کو۔ صاعقہ کتاب کا صفحہ موڑ کر اُنگلی رکھتے کتاب کو بند کر چکی تھی۔

ٹائیگر عجیب نام نہیں ہے ؟؟ نیلم نے اپنا رُخ اسکی جانب کرتے ہوئے کہا۔

پتا نہیں میں نے پوچھا نہیں کہ اُسکا نام کس نے رکھا۔ صاعقہ نے بیزاریت سے کہا تو وہ ہنس دی۔

تمہیں کیسا لگا وہ ؟؟ صاعقہ نے کتاب پھر سے کھولتے ورق گردانی کرتے پوچھا۔ ساتھ ترچھی نگاہ سے نیلم کو دیکھا۔ جو ہونق بنی اسے ہی تک رہی تھی۔ صاعقہ کے مسکرانے پر پاس پڑا کُشن رسید کیا۔

بہت بری ہیں آپ۔ وہ جھینپ گئی۔"

clever fox دیکھی تھی تمھاری بحث و تکرار ٹائیگر کے ساتھ، کھڑکی سے میں نے۔ حیرت ہے تم اسکے کہنے پر جواب دیے بغیر ہی چلی گئی۔ صاعقہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

بہت بد تمیز شخص ہے۔ نیلم بڑبڑائی۔

اس نے تمہیں ڈائن بھی کہا تھا۔ ہاہاہاہا صاعقہ نے بتاتے ہوئے قہقہہ لگایا۔

وہاٹ خود کیا ہے ؟؟ آیا بڑا فواد خان ہونہہ "دی بلیک بیئر" وہ جل ہی تو گئی تھی۔

.اچھا گڑیا غصہ تھوک دو۔ ہر کسی کی مختلف نیچر ہوتی ہے.اس نے گویا بات ختم کی

جب تک وہ چُپ رہا۔ تب تک بڑا کوئی ڈیشنگ اور ہینڈسم لگا اور جب اس نے منہ کھولا تو۔۔۔ تو ہمیں۔۔ وہ کوئی مناسب لفظ تلاش کر رہی تھی جب صاعقہ بولی۔۔

زہر لگا؟؟؟ چھوڑیں آپ غالب کی محبت کی داستان پڑھیں۔ وہ بگڑ کر بولی۔

محبت کی داستان نہیں یہ اشعار ہیں۔ صاعقہ نے مسکراتے ہوئے کتاب کھول لی۔ نیلم اسکے برابر ہی سیدھی لیٹ گئی۔ ابھی آنکھیں موندی ہی تھیں کہ سورج کی روشنی کے آگے ہوتا کوئی چہرہ آنکھوں میں سمایا۔

اُففففف کیا مصیبت ہے؟؟ وہ جھنجھلا کر اُٹھ بیٹھی۔

آپی بند کریں اسے اور لائٹ بھی بند کر دیں۔

اللہ چُپ کرو۔ اتنا زبردست شعر ہے، کیا خوب کہا ہے مرزا اسداللہ خان غالب نے۔

عشق پر زور نہیں، ہے یہ وہ آتش غالب"

کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

یہ عشق محبت کیا ہے؟؟ مطلب کیسی فیلنگز آتی ہیں؟ کوئی ایک محبت پر ایک تو کوئی چھ دیوان لکھ ڈالتا ہے۔ نیلم اُلجھتے ہوئے بولی۔

محبت اس نے زیرِ لب دہرایا۔

محبت تو parasitic plant کی مانند ہے۔ بڑی مفت خور ہوتی ہے یہ خود سے پروان نہیں چڑھتی بلکہ آپ سے لپٹنے کو بے تاب رہتی ہے۔ اپنے پنجے آپ کی روح تک میں گاڑھ کر اسکی تمام غذائیت اگر نچوڑ کر

اپنے اندر داخل کر لے۔ تب ہی وہ تروتازہ رہتی ہے، جیتی ہے۔ اگر آپ یہ چاہتے ہو کہ آپ کی روح بھی ہشاش بشاش رہے اور محبت بھی کِھلتا گلاب ہو تو یہ ممکن نہیں۔ محبت بڑی عجیب ہے۔ یہ ریاضی کے سوال کی مانند ہے یا تو پورے مارکس آئیں گے یا تو صفر۔ اس میں اسٹیپس کے مارکس نہیں ملتے۔ اس میں یا تو وفا ملتی ہے یا بے وفائی، خوشیاں یا غم، دکھ یا سکھ، دھوپ یا چھاؤں ہنسی یا نمی، اعتبار یا دھوکہ، روشنی یا اندھیرا۔ ان سب کے درمیان کچھ نہیں ملتا۔

محبت دل کا سکون یا روح کی بے چینی، محبت سمندر کی لہریں یا صحرا کی ریت، محبت سُرخ گلاب کی نرماہٹ یا کیکٹس کے کانٹوں کی چبھن؟؟

تو آج تک کوئی نہیں بتا سکا۔ اس کا definition محبت تو جوا ہے یا سب پالو یا سب گنوادو۔ محبت کی صحیح ہی نہیں نکل پاتا اور عشق۔۔ conclusion تجربہ جو بھی کرتا ہے ہر بار مختلف ہی نتیجہ آتا ہے۔ کوئی ابھی وہ عشق کی تعریف بتاتی مگر نیلم ٹوک گئی۔

آپ کی یہ شاعرانہ باتیں میری سمجھ سے بالاتر ہیں۔ وہ دوبارہ لیٹ چکی تھی۔

سننا چاہ رہی تھی تو معذرت۔ میں اب یہ تو کہنے سے رہی کہ definition اب تم مجھ سے بولی وو ڈوالی محبت میں محبوب ہی ڈرائیور نظر آنے لگتا ہے۔ وہی خانساماں، وہی درزی، وہی کچرے والا تو وہی۔۔

بس بس۔۔ اچھا اگر آنکھیں بند کرنے سے کوئی بار بار نظر آئے تو؟ اس نے تو کو لمبا کھینچتے ہونٹ گول کیے۔

تو یہ کہ آپ نے اُسے زیادہ ہی سر پر سوار کر لیا ہے۔ صاعقہ نے کہا۔

اوہ تھینک گاڈ! وہ لمبی تشکرانہ سانس کھینچتی چادر اوڑھ کر لیٹ گئی۔

عجیب ہو گڑیا تم بھی۔ صاعقہ نے مسکراتے ہوئے سر جھٹکا اور خود بھی کتاب بند کر کے لیٹ گئی۔

****

شہرِ قائد میں کسی سیاسی لیڈر کا جلسہ تھا۔ جہاں پولیس اور رینجر کی بھاری نفری تعینات کر رکھی تھی۔ سیکیورٹی کے اس انتظام میں اے ایس پی آہل کا بھی ایک اہم کردار تھا۔ چونکہ جلسہ رات تین ساڑھے تین تک چلتا رہا تھا تو وہ تقریباً فجر کے وقت ہی فارغ ہوا تھا۔ ابھی بھی اسے تھانے کا ایک چکر لگانا تھا۔ سنسان سڑک آس پاس ریگستانی پودے اُگے ہوئے تھے۔ جھاڑیاں، اونچی نیچی پگڈنڈیاں وہ اتنی تھکن کے باوجود پچھلے ایک گھنٹے سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ سڑک سیدھی اور کافی طویل تھی۔ جب اسے دور سے ہی ایک جیپ کے پاس ایک گورا اونچا لمبا نوجوان گرے شرٹ اور سفید جینز میں کھڑا نظر آیا۔ اس کی جیپ جیسے ہی اسکے پاس سے گزری اس نے رُکنے کا اشارہ کیا۔ وہ پولیس میں تھا، ٹریننگ بھی اچھی تھی، خطروں سے کھیلنا بھی جانتا تھا۔ گن بھی تھی اور اپنے اوپر مکمل اعتماد بھی۔ اسی اعتماد کی بناء پر وہ جیپ روک چکا تھا۔

اسلام و علیکم سر! نیلی آنکھوں والا شخص اسکی جانب جھکتے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولا۔

وعلیکم اسلام! آہل نے شیڈز اُتارتے کہا۔ البتہ ایک ہاتھ ایسے ہی اسٹیئرنگ پر دھرا تھا۔ جس میں پہنی رسٹ واچ پانچ بیس بجا رہی تھی۔

سر آپکی تھوڑی مدد درکار تھی۔ اگر آپ کو زحمت نہ ہو تو؟ ڈیک نے تھوڑی بلند آواز میں کہا۔

جی کیا مدد کر سکتا ہوں میں آپ کی؟ آہل کے دماغ میں ابھی بھی ڈیک کو لے کر خطرے کے سائرن بج رہے تھے۔

سر میری جیپ خراب ہو گئی ہے۔ اس میں چند کارٹن کے ڈبے ہیں۔ اگر میں وہ آپ کی جیپ میں منتقل کر دوں تو لوڈ کم ہونے سے شاید یہ اسٹارٹ ہو جائے۔ مجھے بہت دور تک سفر کرنا ہے۔ اگر آپ مدد کر دیں گے تو احسان ہو گا آپ کا۔ وہ مسلسل مسکراتے ہوئے بول رہا تھا۔

پلیز سر! اس نے آہل کو سوچ میں غرق دیکھتے کہا۔

او کے بٹ ذرا جلدی کرنا۔ وہ باہر نکلتے کہہ رہا تھا۔ مکمل پولیس وردی میں ملبوس وہ کافی تھکا تھکا نظر آ رہا تھا۔

بہت شکریہ آپ کا۔ ڈیک کے بے انتہا مومنیت سے کہنے پر وہ مسکرایا تھا۔ پھر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے کہا۔

کوئی بات نہیں ویسے بھی عوام کی خدمت ہمارا فرض ہے۔ دونوں کا انداز ایسا تھا کہ اگر کوئی ان کی بات چیت نہ سنے تو ان کو دوست یا آشنا سمجھے۔

کا دروازہ کھولا اندر بلیک کور سیٹ پر پڑے کارٹن میں سے wrangler یہ لیں۔ ڈیک نے بلیک چمچماتی ایک اس کو پکڑایا۔

زیادہ وزنی تو نہیں ہے؟؟ ڈیک نے پوچھا۔

ہاہاہاہا بھئی پولیس والوں سے ایسے سوال پوچھتے شرم آنی چاہیے۔ بڑی سخت جان ہیں ہم ایک اور رکھ دو اس کے اوپر۔ ڈیک بھی اسکی بات پر قہقہہ لگائے بغیر نہ رہ سکا۔ پھر ایک اور ڈبہ بھی رکھ دیا۔ خود بھی ایک ایک کر

کو خالی کر دیا۔ جبکہ آہل کی جیپ wrangler کے آہل کی جیپ میں منتقل کرنے لگا۔ دونوں نے مل کر بھر چکی تھی۔

آہ ہے کیا اس میں ؟؟ آہل نے آخری دو کارٹن رکھتے پھولتے سانسوں سے دریافت کرتے ہاتھ جھاڑے۔ ہوا کے تیز جھونکے دونوں نفوس سے ٹکراتے گزر رہے تھے۔ ریت بھی اُڑنے لگی۔

خود ہی دیکھ لیں۔ ڈیک مسکرایا۔ آہل نے جیپ کے کنارے گھٹنا موڑ کر ٹِکاتے اس پر کارٹن رکھ کر رسی کا ایک کونا کھینچا۔ کاٹن کھل چکا تھا۔ ایک گتے کے ٹکڑے کو ہٹایا تو اسکی آنکھیں پھٹ پڑیں۔ اندر اسلحہ تھا۔ بھاری رائفلز Bullets بھی لاتعداد تھیں۔ مطلب اسکا دماغ صحیح سائن دے رہا تھا۔

کیا ہوا اے ایس پی آہل؟؟ ڈیک نے اپنے ہاتھ میں پکڑی پسٹل لہراتے اسکی جیپ کے آخری سرے پر اُچھل کر بیٹھتے ٹانگیں لٹکاتے پوچھا۔

یکا یک بھاری بوٹوں کی آواز قریب آنے لگی۔ آہل نے مڑ کر دیکھا۔ سیاہ لباس میں موجود چہرے ڈھکے پندرہ سولہ افراد لمبے قد و قامت کے مالک، بھاری رائفلز ہاتھوں میں دستانے۔ آہل نے جیب کھنگالی۔ گن غائب تھی۔ موبائل جیپ میں آگے پڑا تھا۔ یقیناً وہ بھی اب وہاں نہیں ہو گا۔ وہ بہت برا پھنس چکا تھا۔ طاقت اور عقل دونوں میں سے ایک کا استعمال اس نے کیا اور ایک کا ڈیک نے۔

دیکھو یار کتنے اچھے لگ رہے ہو تم اس ویڈیو میں۔ ڈیک نے ٹیب اسکے سامنے کیا۔ جو ابھی اس کے اشارے پر عام لباس میں موجود ایک شخص نے اسے تھمایا تھا۔ ویڈیو میں آواز غائب تھی۔

آہل نے مسکراتے ہوئے ڈیک سے ہاتھ ملایا۔ دونوں نے چند باتیں کیں۔ وہ نیچے اُترا اور ڈیک کے پاس کھڑی بلیک جیپ میں سے کارٹن نکالنے لگا۔ ساتھ میں دونوں نے کسی بات پر قہقہہ بھی لگایا تھا۔ دونوں نے مل کر تمام

ڈبے آہل کی جیپ میں منتقل کیے۔ پھر ہنستے ہوئے ڈیک نے اس سے کچھ کہا اور آہل نے کارٹن کھولا۔ وہاں کیمرے کو بہت زوم کر کے اسلحہ دِکھایا گیا۔ آہل کے چہرے کے تاثرات کیمرے نے کیچ نہیں کیے تھے۔ صاف لگ رہا تھا کہ سب آہل کی مرضی سے ہو رہا ہے اور وہ بھی اس میں شامل ہے۔

اے ایس پی آہل نے اسلحہ منتقل کرنے میں ہماری مدد کر کے خود کو عوام کا سچا خدمات گزار ثابت کر دیا۔ واہ کیا ہیڈ لائن ہے؟؟ ڈیک کا قہقہہ سنسان سڑک پر گونجتا واپس پلٹا تھا۔

اوہ مائی گاڈ اے ایس پی صاحب کا چہرہ تو لال ٹماٹر ہو گیا۔ کیا ہوا ہیڈ لائن پسند نہیں آئی کیا؟؟ ڈیک نے مصنوعی حیرت لہجے میں سموتے پوچھا۔

شٹ اپ! اس سب کا مطلب کیا ہے؟ کیوں کیا تم نے یہ سب؟ کیا دشمنی ہے تمھاری میرے ساتھ؟ آہل دبے دبے لہجے میں غرایا۔

دشمنی؟ میں تو دوستی کا ہاتھ بڑھانے آیا ہوں۔ ڈیک نے آگے کو جھکتے پسٹل گھماتے کہا۔

بات کو گھماؤ نہیں۔ آہل ضبط سے سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ ڈپٹنے کے انداز میں بولا۔

سب بتاتے ہیں یار غصہ کیوں ہوتے ہو؟ کچھ خاطر تواضع تو بنتی ہے نا تمھاری۔ اس سے پہلے کہ آہل اسکی بات پر کوئی ردِ عمل ظاہر کرتا۔ اسکے اشارے پر دو گن مین اسکے گھٹنے پر رکھے کارٹن کو اُٹھا کر واپس جیپ میں ڈالتے میں دھکیل چکے تھے۔ آہل کو پہلی بار احساس ہوا تھا کہ وہ جس محکمے سے wrangler اسے ڈیک کی منسلک ہے وہ بچوں کا کھیل نہیں۔ ایک چھوٹی سی بے وقوفی کی بناء پر وہ نجانے کس مصیبت سے دوچار ہونے والا تھا۔

باقی تمام گاڑیاں بھی اسلحے سے لیس افراد سے بھر چکی تھیں۔ آگے پیچھے سیدھ میں چلتی وہ سڑک پر تیز رفتار سے دوڑنے لگیں۔ آہل کی آنکھوں پر کالے رنگ کی پٹی باندھ دی گئی تھی۔

****

آپی یہ ساتھ والے گھر میں تو ہر وقت اتنی خاموشی چھائی رہتی ہے کہ مجھے گمان گزرتا ہے جیسے کوئی بھی نہ رہتا ہو وہاں۔ نیلم نے کچن میں رکھے فریج سے پھلوں کی ٹوکری نکالتے کہا۔

دو تو بندے ہیں۔ وہ بھی جوان سمجھ دار، بچے تھوڑی ناہیں جن کے رونے کی آوازیں آئیں۔ صاعقہ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

مجھے یہ بتاؤ تمہیں اتنا تجسس کیوں ہو رہا ہے نئے کرائے داروں کے بارے میں؟؟ صاعقہ نے ابرو اُچکاتے پوچھا۔

آپکی غلط آبزرویشن ہے اور کچھ نہیں۔ اس نے ناک سے مکھی اُڑاتے کہا۔

اوہو ابھی پھل کیوں کاٹ رہی ہو۔ بس بن گیا پلاؤ۔ رائتہ بھی بنا لیا ہے۔ تم سلاد بنا دو بس میں کھانا لگاتی ہوں۔ صاعقہ نے اسے سیب کاٹتے ٹوکا تھا۔

ارے صاعقہ میرے بچے کتنا وقت لگے گا؟ بچے بچارے بھوکے بیٹھے ہوں گے۔ کہا بھی تھا میں نے کہ جلدی ہاتھ چلا۔ دادو لاٹھی گھسیٹتے کچن میں داخل ہوتے ہی شروع ہو چکی تھیں۔

دادو بس بن گیا ہے۔ صاعقہ نے دم پر رکھے پلاؤ کے نیچے آنچ اور کم کر دی۔

کون سے بچے دادو؟ یہ نیلم ابرار تھی۔

تجھ سے مطلب؟؟ دادو نجانے اس سے اب کس بات پر خفا تھیں۔

دادو!! نیلم چیخی۔ چُپ کر۔ دادو نے جھڑکا۔

میں نہیں بنا رہی کوئی سلاد۔ وہ پیر پٹختی یہ جا وہ جا۔

یہ سکھایا ہے تونے اور ابرار نے اسے۔ جائے گی اگلے گھر تو ناک کٹوائے گی۔ دادو ہاتھ ہلا ہلا کر جذباتی انداز میں گویا ہوئیں۔

ناک ہی نہیں آپ کے ہاتھ، پیر، کان سب کٹواؤں گی اگلے پچھلے گھر جا کر۔ وہ دادو کو چڑانے کے لیے باآواز بلند ڈرائنگ روم سے ہی چیخی تھی۔

کم بخت!! آگیا ہے دم کہ پرسوں آئے گا؟

جی جی بس ہو گیا دادو۔

نکال دے ایک ڈبے میں۔ دادو نے حکم دیا اور پھر باہر نکل گئیں۔ گھنٹی کی آواز بھی اسی وقت آنے لگی۔

بیٹا بڑی زحمت دی تمہیں۔ دادو نے ٹائیگر کے ہاتھ سے خاکی رنگ کا لفافہ جس میں ان کی دوائیں تھیں، تھامتے کہا۔

نہیں دادو ایسی کوئی بات نہیں۔ بس انکل جلدی میں تھے تو میں نے کہا میں لا دیتا ہوں۔ اپنا خیال رکھا کریں، چلتا ہوں میں۔ وہ دروازے میں ہی کھڑے کھڑے کہہ رہا تھا۔

ارے ایسے کیسے پلاؤ بنایا ہے بچیوں نے۔ تمھارے اور انس بیٹا کے لیے نکال رکھا ہے۔ اندر آؤ لے کر جاؤ۔ بھئی بڑا ذائقہ ہے میری صاعقہ کے ہاتھوں میں۔ دادو دوپٹہ درست کرتیں اسے اندر آنے کو راستہ دینے لگیں۔

آپ بلاوجہ تکلف کر رہی ہیں دادو۔ وہ خفیف سا کہہ رہا تھا۔

نیلم نے کھڑکے کی آواز پر کھڑکی سے جھانکا تھا۔ دادو کو دروازے میں کھڑے کسی سے بات کرتے دیکھ کر وہ اُچھل اُچھل کر مقابل کو دیکھنے کا جتن کر رہی تھی۔ جب وہ اندر چلا آیا۔

"اوہ black bear تشریف لائیں ہیں۔" خود کلامی کے انداز میں کہتے اس نے سفید شرٹ پر جینز کی جیکٹ پہنے اور سلیوس رول کیے دادو سے بات کرتے ٹائیگر کو دیکھا۔

بلا کی کشش تھی اس بندے میں اور جب بولتا تو بس ہِلتے ہونٹ ہی نظر آتے۔ سماعت تو گویا بہری ہو جاتی تھی۔ یہ نیلم کی ذاتی رائے تھی۔ ببل چباتے اسکا غبارہ پُھلاتے ہوئے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

اس نے نظروں کی تپش محسوس کر کے ہی شاید اوپر کی جانب دیکھا تھا۔ جہاں وہ کُھلی زُلفیں لیے چیونگم کے غبارے پھوڑتے اسے ہی ہلکے سبز کانچ میں سمائے کھڑی تھی۔ ٹائیگر کے گھورنے پر ڈھٹائی سے ہاتھ ہلاتے ہیلو کا اشارہ دیا۔ اتنی گرم جوشی تھی اسکے انداز میں جیسے وہ اسکے مامے کا پُتر ہو۔ ٹائیگر نے کلس کر سر جھٹکا اور پھر دادو کو دیکھا۔ جو ایک سفید رنگ کا ڈبہ اسے پکڑا کر مسکراتے ہوئے کچھ کہتیں اسکے سر پر اونچے ہو کر پیار دینے لگیں پھر جالی کے دروازے سے اندر چلی گئیں۔

نیلم نے کھڑکی میں پڑا چھوٹا سا گملہ اُٹھا کر کانی آنکھ سے ٹائیگر کے سر کا نشانا لیا۔

"اوہ sorry black bear " چیونگم کا غبارہ پھوڑتے اس نے گملہ چھوڑ دیا۔

جسے کمالِ مہارت سے بغیر اوپر دیکھے ہی وہ کیچ کر چکا تھا۔ نیلم نے دونوں ہاتھ منہ پر رکھے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

ٹائیگر کے ماتھے پر انگنت سلوٹیں اُبھری ہوئی تھیں۔ گملے کو پوری قوت سے زمین پر دے مارا۔ اتنی شدید آواز تھی کہ دوسری منزل پر موجود کھڑکی میں کھڑی نیلم نے بے اختیار کانوں پر ہاتھ رکھے۔ آنکھیں میچ لیں اور جب ان گھنیری پلکوں کا آنچل اُٹھا تو سامنے سرد تاثرات لیے کھڑے ٹائیگر نے جانے آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے کیا باور کرایا تھا کہ پل بھر پہلے کی شوخی اب بالکل مفقود ہو کر رہ گئی تھی۔ پھر وہ رکا نہیں ٹانگ سے دروازہ کھولتے وہ آندھی طوفان کی طرح باہر نکلا تھا اور دروازہ اس سے بھی زوردار آواز میں بند کیا تھا۔

ہائے یہ آواز کیسی تھی؟ جتنے میں دادو منہ پر ہاتھ رکھے ہانپتے ہوئے گیراج میں آئیں۔ وہ جا چکا تھا۔ اوپر کھڑکی کے پردے بھی برابر ہو چکے تھے۔

****

کیا ہوا ہے آہل کو کھانے پر کیوں نہیں آ رہا؟ اسرار صاحب نے بیگم سے پوچھا۔ تمام افراد نیچے چٹائی بچھائے رات کے کھانے کے لیے بیٹھے تھے۔ مگر آہل نہ دوپہر میں آیا تھا نہ ہی اب رات کو کھانا کھانے آیا تھا۔

پتا نہیں کیا ہو گیا ہے میرے بچے کو۔ ایک تو نوکری ایسی ہے کل رات پوری لگا کر آیا ہے۔ ان منحوسوں کے جلسے ہی ختم نہیں ہوتے۔ اتنا کہا تھا میں نے کہ مت بھرتی کرائیں پولیس میں۔ ہم غریب ہی اچھے ہیں۔ افسر بنانے کا ارادہ تھا بھگتیں اب۔ روز کوئی نا کوئی مسئلہ کھڑا ہوتا ہے۔ مجھے لگتا ہے ٹینشن بہت لینے لگا ہے میرا بچہ۔ وہ ان کی پلیٹ میں دال نکالتے کہہ رہی تھیں۔

اچھا فیصلہ ہے اُسکا باپ کا خیال کیا۔ کھیلنے کودنے کے دنوں میں دن رات پڑھائی کی۔ اپنی تعلیم مکمل کی۔ اب تو صحیح وقت آیا ہے پھل حاصل کرنے کا۔ کب تک یہ تین کمرے کے کرائے کے مکان میں زندگی گزاریں گے۔ وہ افسردگی سے کہہ گئے۔

اللہ کا شکر کریں۔ کم کھائیں حلال کھائیں۔ بیگم کو ان کا غربت کا رونا برا لگا تھا۔

ہاں تو وہ کونسا حرام کمار ہا ہے۔ اسرار صاحب کی بات دستر خوان تک آتے آہل کے کانوں میں بھی پڑ چکی تھی۔ اسے کچھ دیر پہلے ایمن اور ایشاز بردستی اُٹھا کر لائیں تھیں۔

آؤ بیٹا کھانا کھاؤ۔ چلو بڑے بھائی کے ساتھ بیٹھ جاؤ شاباش۔ ماں نے پیار سے کہا تو وہ پھیکا سا مسکراتاریان کے ساتھ آ بیٹھا۔ ورنہ حلال لفظ اب تک اسکے کانوں میں گونج رہا تھا۔

کیا ہوا کوئی پریشانی ہے آہل؟ انہوں نے دو تین منٹ تک بھی اسے پلیٹ میں کچھ نا نکالتے دیکھ کر پوچھا۔

نہیں بابا! وہ پلیٹ تھامے سالن نکالنے لگا۔

پھر آج اپنے چاچو کی طرف کیوں نہیں گئے۔ چھوٹی بہنوں کو بھی لے جاتے آج تو آف تھا نا تمھارا؟ بس تھکا ہوا تھا بابا۔ پھر کسی دن لے جاؤں گا۔ وہ ٹال گیا۔۔ عالیہ (آہل کی ماں) نے چچا کے ذکر پر کڑوا بادام نگلا تھا۔ وہ ہمیشہ سے ہی آہل اور اپنی بیٹیوں کا ابرار صاحب کے گھر جانا پسند نہیں کرتی تھیں۔

بیٹے کے رنگ ڈھنگ سے تو تقریباً دونوں خاندان ہی آگاہ تھے۔ مگر بہر حال کھلے الفاظ میں ابھی تک یہ معاملہ سامنے نہیں لایا گیا تھا۔ عالیہ بیگم کو نیلم کے غیر معمولی حُسن سے ایک عجیب سی وحشت ہوتی تھی۔ انہیں وہ لڑکی نجانے کیوں تباہیوں کا بربادیوں کا سامان نظر آتی تھی۔

****

کمرے میں ایک بلب تھا۔ وہ بھی پیلی روشنی بکھیرتا آنکھوں کو ناگوار گزر رہا تھا۔

مگر وہ دونوں ڈبوں سے بھرے اس کمرے میں مطمئن انداز میں اپنے اپنے کام میں مصروف تھے۔ انس اوپر والے ڈبوں میں نہیں ہے یار۔ ان کو ایک طرف کر دو۔ اس کے کہنے پر انس نے تیزی سے چند ڈبے اُٹھا کر ایک طرف رکھے پھر قطار در قطار مینار کی طرح کھڑے ڈبوں میں سے ایک کھول کر دیکھا اور پھر نیچے زمین پر رکھ دیا۔

یہ تو بہت بھرا ہوا ہے۔ بقیا سب میں بھی ہیروئن ہے کیا؟ انس گھٹنے کے بل بیٹھ کر پاؤڈر کی تھیلیاں نکالتے انہیں چیک کرتے کہہ رہا تھا۔ ٹائیگر نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ مینار کی طرح کھڑے ڈبوں پر چسپاں نمبرز

چیک کرنے میں مصروف تھا۔ پھر تین چار کارٹن اُٹھا کر کمرے کے وسط میں رکھے اور پانچواں کارٹن کھولا۔ جس میں پلاسٹک شیٹ کے اندر پتھر کی صورت کوکین پڑی تھی۔ اسکے چہرے پر بلا کی سنجیدگی طاری تھی۔

نہیں ساری ہیروئن نہیں ہے۔ کوکین بھی ہے مہنگا ترین نشہ۔ اس کی اسمگلنگ سے تو دن دُگنی رات چُوگنی کمائی ہو۔ ٹائیگر کی بات پر ہیروئن کو سونگھتا انس اسکے پاس آ کھڑا ہوا۔

اور یہ سرف کے نیلے پیکٹس والے ڈبوں میں کیا ہے؟؟ انس نے پوچھا۔

اُس میں نشہ آور گولیاں ہیں۔ جو زیادہ تر کیفے ٹیریا میں چائے اور کولڈ ڈرنکس میں ڈال کر اسٹوڈنٹس کو پیش کی جاتی ہیں۔ تاکہ ان کو نشے کا عادی بنایا جا سکے۔

واہ اس کام میں تو کمائی ہی کمائی ہے۔ انس نے تبصرہ کرتے ایک نیلا پیکٹ کھول لیا۔

انس ان کاموں کا وقت نہیں ہے ابھی۔ تم اپنے یہ تجربے بعد میں کر لینا۔ پہلے سارے کارٹن باندھو اور انہیں پہنچانے کا کام مکمل کرو۔ مجھے بھی آدھے گھنٹے کے اندر اندر نکلنا ہے۔ ٹائیگر اُٹھتے ہوئے بولا۔

اور ہاں کوئی غلطی نہ ہو۔ شک نہ گزرے کسی کو بھی کہ ان ڈبوں میں کیا ہے؟ اور ہم یہاں کس مقصد سے رہ رہے ہیں؟؟ وہ تنبیہہ کرنے والے انداز میں اُنگلی اُٹھا کر بولا

ریلیکس سر کام ہو جائے گا۔ انس مطمئن تھا۔

آر یو شیور؟؟ جی ہنڈرڈ پرسنٹ۔

گُڈ! ٹائیگر اس کمرے سے نکل کر اب دوسرے میں آ چکا تھا۔ جہاں چھوٹی سی لکڑی کی الماری اور ایک میٹرس، دو کرسیوں، ایک بڑی میز جسکے اوپر چھوٹا سا لیمپ پڑا تھا اور ایک باسکٹ میں کافی سارے چارٹس اور مارکرز تھے۔

****

چلو بھئی اس کو پھر سے دورہ پڑ گیا۔ پچھلے پانچ سال سے ایک ہی جملہ بھئی اگر اتنا دم ہے تو آئے پکڑے میرا گریبان گیدڑ کی اولاد۔ ایم آز نے سفید اے فور سائز کا پیپر مروڑ کر سامنے پڑی چھوٹی سی خالی روم باسکٹ میں پھینک دیا۔ اس کاغذ پر لال موٹے مارکر سے وہی تحریر تھا۔ جو وہ پچھلے پانچ سالوں سے پڑھتا آیا تھا۔ اب تو اسے یہ جملے بھی حفظ ہو چکے تھے۔

"میں آ رہا ہوں منہاج عزضحاک اپنے ماں باپ کے خون کا ایک ایک قطرہ تمہارے جسم سے وصول کرنے۔"

" تمہاری موت "

وہ اپنے روم میں ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا ٹائی کی ناٹ لگا رہا تھا۔ جب ڈیک یہ خط لے کر پہنچا۔

سر یہ خط کون پہنچا رہا ہے ؟اسکا پتہ کیسے لگایا جاسکے گا؟؟بہت ہی تیز انسان ہے۔جو کوئی بھی ہے نا ہی اس پر اسٹیمپ لگا ہے نا ہی ڈاکیا کچھ بولتا ہے۔ گونگا ڈاکیہ ہے۔دو تین بار اُسے دھمکا چکا ہوں لیکن کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔ڈیک کو تجسس نے گھیر رکھا تھا۔البتہ ایم آز اس بلا سے محفوظ تھا۔

کو سلجھانے میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔منہاج نے کف لنکس لگاتے جواب دیا۔ puzzle مجھے اس

سر میں سوچ رہا تھا۔

تم سوچنا بعد میں پہلے مجھے رپورٹ دو آج کی۔

وہی بتانے آیا تھا سر۔ایگل نے منشیات ڈلیور کر دی ہیں اور پیسہ سارا چھوٹے صاحب کے حوالے کر۔۔

----فوٹیج دکھاؤ۔ایم آز نے بات کاٹتے کہا

یہ دیکھیں.ڈیک نے ہاتھ میں پکڑا ٹیب ایم آز کی جانب موڑا.جس کی اسکرین پر ایگل اور چھوٹے صاحب " کیفے ٹیریا کے پچھلے کمرے میں بیٹھے تھے چھوٹے صاحب ایک کتھئ رنگ کی تھیلی کھولے دیکھ رہا تھا۔جس میں پاکستانی کرنسی بھری پڑی تھی۔سنہری نیلے نوٹوں کی گڈیاں تھیں اور ایگل اسکے سامنے سگریٹ سلگائے بیٹھا تھا۔

اور یہ چھوٹے صاحب کب آئے گا پیمنٹ لے کر؟جب پیسا صبح ہی اسکے پاس پہنچ چکا تھا تو ابھی رات تک اسے لے کر آ جانا چاہیے تھا۔ایم آز کی تیوری چڑھ گئی۔

سر میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ ایگل کو ہی سارا کام سونپ دیں۔ چھوٹے صاحب بہت ڈھیلا بندہ ہے۔ڈیک نے ناگواری سے کہا۔

ہو نہ مجھے ایگل پر ابھی تک بھروسہ نہیں ہوا۔ کچھ تو مشکوک ہے اُس میں۔ بندہ اتنا ٹرینڈ بھی کیسے ہو سکتا ہے ؟؟ راتوں رات مال ڈیلیور کر دیتا ہے چھتیں پھلانگتا پھرتا ہے۔ خیر اسکا بھی میں جلد ہی پتہ صاف کرتا ہوں۔ اس نے پرفیوم اسپرے کرتے تفصیلاً ایگل پر تبصرہ کیا۔

سر مجھے نہیں لگتا اگر ایسا کچھ ہوتا تو وہ کیوں اتنا مال ڈیلیور کرتا اور پیسہ بھی صحیح سلامت چھوٹے صاحب کے حوالے کر دیتا۔

سر چھوٹے صاحب آ گیا ہے۔ اس سے پہلے کہ ایم آز کچھ کہتا ڈیک اپنا سیل چیک کرتے بولا تھا۔

ہمم چلو ایم آز نے جوتے پہنے اور بیڈ سے کھڑا ہو گیا۔

اس عالیشان کمرے میں ہر چیز اعلیٰ تھی۔ قیمتی اور نایاب، اسٹائلش فرنیچر، شیشے کی سلائڈز لگی وارڈراب، ہارڈ ووڈ کے فرش پر جابجا پڑے روئی جیسے میٹ۔ ہر چیز چمکتی دمکتی اور سب سے توجہ طلب چھت کی سجاوٹ تھی۔

مم۔۔ میں آ رہا تھا پئیسہ (پیسہ) لے کر مگر۔۔۔ راستے میں ڈڈڈ۔۔۔ ڈاکو وہ سارا پیسہ۔۔ بڑے سے لاؤنج میں موجود قیمتی صوفے پر پھٹے کرتے میں بے شمار چوٹوں سے سوجا منہ لیے چھوٹے صاحب اٹکتے ہوئے خوف زدہ لہجے میں بے ربط بول رہا تھا۔ گھبراہٹ اور کپکپاہٹ اس کے ہر عضو سے جھلک رہی تھی۔ ڈیک نے ایم آز کی جانب دیکھا۔ جسکا چہرہ ہر جذبات سے عاری تھا۔ بلیک ڈنر سوٹ میں ملبوس وہ بے حد وجیہہ دِکھ رہا تھا۔

ایگل کہاں ہے ؟ تین چار منٹ بعد وہ یہی بول سکا تھا۔

سر ہم یہاں ہے۔ ہم کو پتا تھا آپ کا شک سیدھا ہمرے پر ہی جائے گا۔ کیا ہے نا ہم اس دھندے کا پرانا بندہ" ہے اور سمجھتا ہے کہ بروسہ (بھروسہ) کرنا آسان کام نی (نہیں) ہے۔ تبھی چھوٹے صاحب کے ساتھ ہی آگیا۔ ایگل داخلی دروازے سے ہولے ہولے اندر آتا کہہ رہا تھا۔

پیسہ کس کے پاس ہے ایگل؟؟؟"ایم آز کے تاثرات میں اب بھی رتی برابر فرق نہ آیا تھا۔"

چھوٹے صاحب کے پاس۔ وہ بھی اطمینان سے بولا۔

پیسہ تمہارے پاس ہے۔ منہاج نے دھاڑتے ہوئے اسے گردن سے دبوچ کر صوفے کی پشت پر گرادیا۔ وہ اسکی گردن دبوچتے وحشی ہو رہا تھا۔ ایگل کی آنکھیں باہر اُبلنے کو تھیں۔ مگر وہ کوئی مزاحمت نہیں کر رہا تھا۔ ایم آز نے اسکو مزاحمت نہ کرتے دیکھ جھٹکے سے چھوڑ دیا۔ ایگل کھانسنے لگا۔ ڈیک نے پانی کا گلاس اسکی جانب بڑھا دیا جسے وہ ایک ہی سانس میں چڑھا چکا تھا۔

جان لے لے ہمارا تب ہی استاد آپکو یقین آئے گا کہ ہم اپنے دھندے اور آپ سے مخلص ہے۔ ایگل نے ہاتھ کی پشت سے گیلے ہونٹ صاف کیے۔ ایم آز نے ایک تیز نظر اس پر ڈالی اور دوسری چھوٹے صاحب پر جو اب تک کانپ رہا تھا۔ پھر راستے میں پڑی شیشے کی میز کو لات رسید کرتا نکل گیا۔ اس غصے میں بھی درجن گارڈز اسکے پیچھے گاڑیاں لے کر نکل چکے تھے۔

گاڑیوں کے نکلنے کی آواز سُن کر ڈیک سر تھامے صوفے پر ہی بیٹھ گیا۔ جب کہ ایگل اور چھوٹے صاحب پریشان کھڑے تھے۔

****

رات ہے

برسات ہے

اور

تیرا ساتھ ہے

یہ خواب ہے

خیال ہے

مگر کمال ہے

رات مینہ برسا اور کیا خوب برسا شہرِ قائد کو جل تھل کر گیا۔ پتہ پتہ نکھر گیا تھا۔ نیلم اور صاعقہ دونوں نے دادو کے ساتھ فجر ادا کی اور اب چائے کی چسکیاں لی رہی تھیں۔ جب تیز ہوا کے جھونکے کھڑکیوں سے ٹکراتے عجیب و غریب آوازیں پیدا کر رہے تھے۔ نیلم ان آوازوں پر کپکپاتے ہوئے کانوں پر ہاتھ رکھ لیتی۔

چڑیا سا دل ہے تمہارا تو۔ صاعقہ ایسے موسم میں کئی بار یہ بات اسے کہہ دیتی تھی۔ لال بیگ بارش کے کیڑے، چھپکلی ہر چیز سے ڈر جاتی تھی وہ۔ یہاں تک کہ تیز کھڑکے کی آواز سے بھی۔

صبح ساڑھے چھ بجے کے وقت صاعقہ کا فون بجا تو وہ دادو سے نظر بچاتی چائے کا مگ اُٹھائے چھت پر آ گئی۔ جہاں پھر سے بارش شروع ہو چکی تھی۔ مارچ کے آخری دنوں میں بارش کا ہونا کچھ عجیب نہ تھا۔ کراچی کے موسم کا ایک انوکھا ہی شیڈول ہے۔

اللہ تعالیٰ کچھ زیادہ ہی مہربان ہیں تم لوگوں پر ورنہ اسلام آباد میں تو ایک بوند نہیں برسی۔ حارث کی آواز اسپیکر سے آتی صاعقہ کے کانوں میں رس گھول رہی تھی۔ ایک سہانا موسم صبح کا منظر اور محبوب شخص کی دھیمی آواز، کیا خوب کا لطف تھا اس لمحے میں۔ اسکا دل فنا ہونے کو چاہا تھا۔

لتم آؤ گی تو اسلام آباد کا بھی موسم بدل جائے گا۔ کچھ بارش کے قطرے ادھر بھی پڑنے لگیں گے۔ بہت پسند " ہے نا تمہیں بارش۔ اس کے کچھ نا بولنے پر اس نے سوالیہ انداز میں کہتے اسے بات کرنے کو اُکسایا۔

جی ! وہ سر جھکاتے میٹھی سی مسکراہٹ سے ایسے کہہ رہی تھی جیسے وہ دیارِ غیر میں نہیں بلکہ اس کے سامنے موجود ہے۔

بہت ہو گئیں فون پر باتیں۔ اب جلدی آئیں حارث بھائی تاکہ میں آپ لوگوں کی شادی پر بھنگڑا ڈال سکوں۔ نیلم نجانے کب آئی تھی۔ اب فون اس سے جھپٹ کر شروع ہو چکی تھی۔ صاعقہ اس سے سیل چھیننے کی کوشش کر رہی تھی اور وہ اس کے ہاتھ جھٹکتی اپنی ہی ہانکے جا رہی تھی۔

کس ظالم کا دل کرتا ہے آپ کو انتظار کرانے کا۔ بس یہاں کے بکھیڑے ختم ہوں تو آپ کے جیجا جی فوراً حاضر ہوں گے سہرا بندھوانے کو۔ وہ شوخی سے بولا۔

اچھا جناب اور میں پہلے ہی۔ صاعقہ نے فون جھپٹ کر کاٹ دیا۔

کیا بدتمیزی ہے آپی ؟ نیلم چلائی۔

صاعقہ سنی ان سنی کرتی آخری سیڑھی بھی پار کرتی چھت پر پہنچ چکی تھی۔ پانی کی بوندیں اسے بھگونے لگیں۔ نیلم نے بھی اسکی تقلید کی۔

آپی حارث بھائی کب آئیں گے ؟آپ بہت مِس کرتی ہیں نا حارث بھائی کو؟؟ نیلم نے پوچھا۔

ہاں ! صاعقہ نے دونوں ہاتھوں سے ماتھے پر چپکے گیلے بال ہٹائے۔

حارث بھائی کتنے اچھے ہیں۔ کتنی محبت کرتے ہیں آپ سے۔ نیلم نے شوخی سے اسے چٹکی کاٹی۔

میں بھی تو کرتی ہوں اُن سے محبت۔ صاعقہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اُف یہ محبت ہمارے گلے کب پڑے گی؟" سرد آہ بھرتے وہ چھت کے وسط میں گول گھوم گئی۔ سفید رنگ" کی فراک اور سفید ہی دوپٹے پاجامے میں وہ کوئی پریوں کے دیس کی بھٹکی ہوئی لگ رہی تھی۔ پانی کے قطرے اسکی سنہری دمکتی رنگت کو اور نکھار بخش رہے تھے۔ ہونٹوں کا رنگ سرخی مائل ہو چکا تھا۔

پاگل، صاعقہ بڑبڑائی۔

بابا اُٹھنے والے ہوں گے میں نے ناشتہ نہیں بنایا۔ نیلم چلو نیچے۔ صاعقہ جلدی سے سیڑھیوں کے پاس آکر" جوتی پاؤں میں اڑستے بولی۔

ہم ابھی نہیں آرہے۔ دوسری جانب وہ بارش میں قطرہ قطرہ پگھلتی، بند آنکھیں آسمان کی طرف اُٹھائے کسی اور ہی دیس میں پہنچ چکی تھی۔

ٹھک ٹھک کی آواز پر اس نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔

دیوار کے پار جھانکا تو دل جو گلیشئرز کی دیوار کی طرح کھڑا تھا آج قطرہ قطرہ پگھلتا پانی بن کر دریائے کنہار میں جا گرا۔

ٹائیگر وائٹ بنیان اور بلیک ٹراؤزر جسکے سائڈ پر لمبی لمبی سفید پٹیاں لگی تھیں پہنے بارش میں مکمل بھیگ چکا تھا۔ سیمنٹ کی چھت پر ننگے پیر ہاتھوں میں لال پکی اینٹیں اُٹھاتا وہ ایک کونے میں جمع کر رہا تھا۔ چھت پر پڑی لکڑیوں کو اپنے مضبوط شانوں پر ڈالتے برآمدے میں رکھنے لگا۔ وہ بہت مصروف دِکھائی دے رہا تھا۔ بال بھیگ کر مکمل ماتھے پر چپکے پڑے تھے۔ کسرتی بدن سفید بنیان سے صاف جھانک رہا تھا۔ اب بھی چند بچی اینٹیں اُٹھاتے یک لخت اس نے اوپر کی جانب دیکھا تھا۔ جہاں وہ اپسرا کھڑی تھی۔ اسکی نظریں اتنے فاصلے پر بھی مقابل سے ٹکرا گئیں تھیں۔ تیز ہوائیں چلتی جیسے ان کے گرد حصار قائم کرے لگیں۔ اسکا سفید آنچل اُڑتا ہوا چھت کی دیوار سے جھانکنے لگا تھا۔ وہ سانس روکے اسے دیکھ رہی تھی۔ پوری کائنات جیسے کہیں پس منظر میں جا چکی تھی۔

ہلکے سبز کانچ میں اسکا عکس صاف تھا۔ مگر وہ، وہ تو اسے نجانے نظروں ہی نظروں میں کیا سمجھانا چاہ رہا تھا۔ چبھتی ہوئی خبردار کرتی ہوئی نظر تھی اسکی۔ مگر وہ سبز کانچ تو گویا اسکی ہر تنبیہہ سے صرفِ نظر کرنے کو تیار تھے۔

آرزو کہاں پوری ہوتی ہیں دل کی سبھی خواہشیں

کہ بارش بھی ہو یار بھی ہو اور پاس بھی ہو

وہ سر جھٹک چکا تھا۔ شاید تھک گیا تھا ان نظروں سے۔ طلسم ٹوٹ گیا۔ وہ سحر سے آزاد ہو چکی تھی۔ ساحر جانے کو مڑ رہا تھا۔ حُسن کی دیوی اسکے رُک جانے کی تمنائی کھڑی تھی۔ بارش ان کے تماشے پر اور زور و شور سے برس رہی تھی۔ عجب سماں تھا۔ کیا جلن تھی ان سبز آنکھوں میں اسے مڑتا دیکھ ایسے لگ رہا تھا کہ بارش کے قطرے آگ کے گولے بن گئے ہوں۔ کائنات ہِل گئی تھی۔ سب پلٹ گیا۔ وہ چلا گیا۔ ایسے ہی دونوں ہاتھوں میں ایک ایک اینٹ اُٹھائے زہنہ نیچے اُترنے لگا۔ وہ دیکھ رہی تھی یہاں تک کہ اسکی پرچھائی تک کہیں گُم ہو گئی۔

محبت دے وکھرے روگ نے

کدی دور تہ کدی کول نے

اساں لائی پریت اودے نال

جیڑا من پتھر تے تن شیشہ اے

(از خود)

نیلم آجاؤ ناشتہ کر لو۔ گرم گرم آلو کے پراٹھے بنائے ہیں میں نے۔ صاعقہ شاید نیچے سیڑھیوں پر کھڑی" چلاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

کو؟اُداس کیوں ہو رہے ہیں ہم؟ black bear کیا ہو گیا ہے ہمیں؟؟ کیوں اتنا سوچ رہے ہیں اس

وہ خود سے اُلجھتی اپنی کیفیت پر سخت جھنجھلائی اور بیزار سی نیچے جانے لگی۔

بارش کی بوندیں محبت کی ایک نئی داستان رقم کرنے میں شاید کامیاب ٹھہری تھیں۔

ایک نئی داستان۔۔۔

ایک نئی کہانی۔۔۔۔

ایک اور محبت۔۔۔۔۔

ایک منفرد جذبہ۔۔۔۔۔۔

وقت کی تہوں میں لپٹی داستانوں کے انجام سے نڈر۔

ہر خوف دہشت سے آزاد۔

بس ابتداء کے منتظر انجام سے بے خبر۔

پہچان سے انجان۔

آشنائی کی تمنائی۔

محبت یا جدائی؟؟

****

ٹھنڈی ہوا کے سرد جھونکے ایم آزپلازہ کی اوپری منزل پر کھڑے منہاج عزضحاک کے جسم سے ٹکرا رہے تھے۔ وہ ایک ٹرانس کی کیفیت میں دونوں بازو وا کیے بارش کی بوندوں کو اپنے کشادہ سینے پر گرتا محسوس کر رہا تھا۔ مگر یہ بارش کے قطرے ماضی کی یادوں کو لپیٹ اب آگ کی چھوٹی چھوٹی گیندیں بن کر اسکے سینے پر پڑ رہے تھے۔ وہ کھو گیا تھا۔ ماضی میں تیرہ سال پہلے کے منظر میں۔

یہ منظر ہے سعودیہ کے شہر جدۃ کا۔ جہاں تقریباً چار ملین عوام بستی ہے۔ یہاں بسنے والی چار ملین آبادی میں وہ اور اسکا چھوٹا سا خاندان بھی آباد تھا۔

کُھلے صحن تلے بارش کا سلسلہ رُک جانے کے بعد ہلکی ہلکی پھوار برس رہی تھی۔ جدۃ میں پسند کی جانے والی زعفران کی چائے سے لطف اندوز ہوتے سولہ سال کی لڑکی شوخ آواز میں بولی۔

ابو اب بھائی ہمیں شعر سنائیں گے۔ تب ہی چائے کا مزہ دوبالا ہو گا، کیوں امی ؟؟؟" اس نے چھوٹے چھوٹے موڑھوں پر بیٹھے اپنے والدین سے کہا۔

جی ضرور چلیں صاحبزادے کچھ سنا دیں۔ اسکی عربی شاعری کی ڈائری جب سے ان کے ہاتھ لگی تھی۔ وہ کوئی موقع جانے نہیں دیتے تھے۔

ابو ! گیلے لباس اور تر بالوں کے ساتھ سترہ سال کا وہ نوجوان احتجاج کرنے لگا۔

بھائی سنا رہے ہیں کہ ہم آپ کی ڈائری لے آئیں۔ چھوٹی لڑکی نے دھمکایا

ابو آپ دیکھ رہے ہیں کائنات کو۔ وہ شکایت کرنے لگا۔

ہاہاہا تم بھی سنا دو کیوں تنگ کر رہے ہو؟ امی کے کہنے پر اس نے کھا جانے والی نظروں سے بہن کو گھورا۔

"أحببتُكَ

وفقدتُ نفسي في لونِ عينيكَ

فوجدتُ نفسي في كذبِ عينيكَ

فكرهتُكِ"

"مجھے تم سے محبت ہے۔

اور میں گُم ہو جاتا ہوں ان آنکھوں کے رنگوں میں۔ پھر میں اپنے آپ کو تمہارے فریبی آنکھوں میں پا کر تم سے نفرت محسوس کرنے لگتا ہوں۔"

چیٹنگ چیٹنگ محبت بارش والے سنائیں نا۔ یہ دھوکے والے سنا کر بے وقوف بنا رہے ہیں ہمیں۔ وہ چلائی۔

میں ایسے ہی شعر لکھتا ہوں۔ محبت والے تم سنا دو۔ وہ جل کر بولا۔

اچھا تو عرض کیا ہے ! ! اس نے گلابی اور سفید ڈائری کھولتے کہا تو۔ منہاج کے ہاتھ میں پکڑی چائے کی پیالی لرز گئی۔

کائنات کی بچی میری ڈائری واپس کرو۔

کائنات ! میں چھوڑوں گا نہیں تمہیں۔

کائنات ! ! وہ اسکے پیچھے بھاگتا چلا رہا تھا۔ وہ ڈائری لیے اسکی ورق گردانی کرتی اونچا اونچا عربی زبان میں لکھے شعر پڑھ رہی تھی۔ ساتھ ساتھ اس سے بچنے کو بھاگ بھی رہی تھی۔

جدہ شہر میں موجود اس گھر میں قہقہے بلند ہونے لگے تھے۔

بھاااااااائی ! ! کائنات ! کائنات ! ! وہ آنکھیں کھولتے چلایا۔ ماتھا صاف کیا۔ آس پاس کوئی نہیں تھا۔ وہ تنہا تھا اکیلا، اسکا جسم ہولے ہولے لرزنے لگا۔

میں جو کہتا تھا کہ میں دھوکہ نہیں کھا سکتا کتنی آسانی سے فریب کھا گیا۔ وہ بھی ایک عورت سے۔ وہ تلخ سوچوں کے گرداب میں پھنستا چلا گیا۔

ہوا اسکے گرد حصار باندھتی اسکے ٹوٹے وجود پر سوال داغ رہی تھی۔

وہ مجھ سے پوچھ رہا تھا

بتاؤ کیسا لگا ؟ ؟ ؟

تم اگلے زخم چھوڑو یہ

گھاؤ کیسا لگا؟؟؟

عجب سوال کیا آندھیوں نے

پتوں سے۔۔۔

شجر سے ٹوٹ کر

بتاؤ کیسا لگا؟؟؟

مسلسل سوچنے سے اسکا دماغ تھکنے لگا تھا۔ بس ایک ہی سوچ بار بار ہر سوچ پر حاوی ہو جاتی کہ جو بھی ہو اسکو جواب ہاں میں ہی دینا ہے۔ اس نے سوچا بھی نہ ہو گا کہ اتنی سینیئر عہدوں پر ہونے والے بچ جائیں گے اور ایک وہی پھنسے گا۔ اسے لگا کہ ساری مصیبتیں بس اس کے لیے ہی ہیں۔ بار بار وہ مضبوط شخصیت کا مالک مغرور یونانی دیوتا اسکی خوفزدہ نظروں میں آسماتا۔

اے ایس پی آہل ہمیں سندھ پولیس سے ایک پارٹنر کی ضرورت تھی۔ تبھی تمہیں زحمت دی۔ اب فیصلہ " چوبیس گھنٹے میں تمہیں کرنا ہے۔ موت یا پُر آسائش زندگی۔ "جب کالے رنگ کی پٹی کھول کر اسے پتھریلی زمین پر پھینکا تو وہ سیدھا لکڑی کی کرسی پر بیٹھے سامنے میز پر ٹانگیں رکھے منہاج عز ضحاک کے سامنے گرا تھا۔

اسے فارم ہاؤس میں لایا گیا تھا۔ دور دور تک ناہموار زمین تھی۔ چھوٹے چھوٹے دو تین تالاب، چند فوارے لگے تھے۔ ایک طرف مختلف ماڈلز کی گاڑیاں کھڑی تھیں اور ڈیک کی جیپ بھی وہیں کھڑی تھی۔ ایم آز جس

کرسی پر بیٹھا تھا اسکے پیچھے گھر کا داخلی دروازہ تھا۔ جسکے قد آدم لکڑی کے اسٹائلش دروازے کے آر پار گارڈز کھڑے تھے۔

wagoneer کے بونٹ پر مطمئن سا بیٹھا تھا۔ ایک شیر ایم آز کی کرسی سے دو فُٹ کے فاصلے پر کھڑی مگر آہل کو خوف زدہ کیے دے رہا تھا۔ شیر کے ساتھ ہی ڈیک بھی بونٹ پر بیٹھا ان کا سلسلہ کلام سماعت کر رہا تھا۔

مم میں آ آ آپ کی کک کیا مدد کر سکتا ہوں ؟؟ نجانے مقابل کی شخصیت میں ایسا کیا تھا کہ اسکی زبان لڑکھڑانے لگی۔

"اسمگلنگ میں مدد کرنا ہوگی راستہ صاف کرنا پڑے گا اور یہ جو ریڈ ویڈ کا شوق ہر دوسرے دن تمہارے افسروں کو چڑھ جاتا ہے۔ ان کی خبر دینی ہوگی۔ بم دھماکے والی جگہ سے سیکیورٹی کم کرنی ہوگی ڈیٹس اِٹ۔" ایم آز نے اتنے مزے سے کہا جیسے آہل پہلے ہی اس کام میں بہت ٹرینڈ ہو۔

کیسی اسمگلنگ ؟" آہل نے غصہ ضبط کرتے پوچھا۔ اب کی بار اسکی زبان میں لڑکھڑاہٹ نہ تھی۔"

اسلحے کی منشیات کی۔" ایم آز نے ریلیکس انداز میں کہا۔ جیسے کوئی ڈیل کر رہا ہو۔"

میں اپنے پیشے سے بہت وفادار ہوں۔ سوری میں آپکا یہ کام نہیں کر سکتا۔" آہل نے ٹھوس لہجے میں کہا۔"

ٹھیک ہے پھر یہ ویڈیو یوٹیوب پر اپ لوڈ کرنے اور ہر نیوز چینل پر دینے میں زیادہ وقت نہیں لگے گا مجھے۔" ہاں ایس ایس پی اور ڈی آئی جی کے پاس تو سب سے پہلے پہنچنی چاہیے اور جب یہاں پہنچے گی تو ایک منٹ سے پہلے آئی جی پی کے پاس اور پھر ؟؟" اسکا پھر معنی خیز تھا۔ آہل نے مارے بے بسی کے چہرے سے پسینہ صاف کیا۔

"آپ ایسا کچھ نہیں کریں گے۔"

بالکل نہیں کریں گے اگر تم ہماری بات مان جاؤ گے تو؟"اسکے عنابی ہونٹ دلکشی سے مسکرائے تھے۔"

مم مجھے سوچنے کیلیے کچھ وقت درکار ہے۔"آہل بمشکل بولا۔ایم آز کے اشارے پر ڈیک نے ایک خاکی لفافہ" لگتا تھاوہ۔اگر سر پر بال ہوتے تو یقیناً اسکی thai تھاما اور چلتا ہوا بالکل آہل کے مقابل آ کھڑا ہوا۔بالکل وجاہت پر رشک کیا جاتا۔

ڈیک نے وہ لفافہ آہل کی شرٹ کی جیب میں ٹھونس دیا۔پولیس کی وردی میں حرام کا پہلا پیسہ جا چکا تھا۔دیکھنا اب یہ تھا کہ یہ پیسہ آہل کا کتنا ایمان نگلتا ہے۔

ایک تہائی،نصف، تین تہائی یا مکمل؟

ڈیک نے اسکی جیب پر ہاتھ مارتے اسکی آنکھوں میں دیکھتے جانے کیا سمجھا یا تھا کہ آہل کے پورے جسم میں سنسنی سی دوڑ گئی۔

ہاہاہاہاہا ایمان؟"منہاج عز ضحاک طنزیہ کہتا اپنی جگہ چھوڑ کر بنگلے میں گُھس گیا۔"

آہل کو یہ قہقہہ اپنے کانوں میں پگھلتے سیسے کی طرح معلوم ہوا تھا۔

اس نے آنکھیں کھولیں۔اپنے آس پاس نظر دوڑائی وہ اپنے آفس میں بیٹھا تھا۔وردی پر موجود دو بیجز کو اس نے چھوا۔"ڈھائی سال کی محنت۔"اسکے ہونٹوں نے جنبش کی۔

کیا فائدہ ہوا ان بیجز کا؟؟ اسنے تاسف سے سوچا۔ چند منٹ رہتے تھے اسے ڈیک کو اپنے فیصلے کے متعلق آگاہ کرنا تھا۔ ایک سرد آہ خارج کرتے اس نے ضمیر کی آواز پر لعنت بھیجی اور سیل پر ڈیک کا نمبر ڈائل کرتے کان سے لگا دیا۔

ہاں تو وہ کون سا حرام کما رہا ہے؟" باپ کا جملہ اسکے کانوں میں پڑا۔"

ضمیر نے پھر جھنجھوڑا مگر موت کا خوف پیسے کا نشہ ہر چیز پر حاوی ہو چکا تھا۔ کال اٹینڈ کی جا چکی تھی۔

"میں تیار ہوں، ہر کام میں تمہاری مدد کرنے کو۔"

****

پورا دن وقفے وقفے سے برسات ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ کالی چادر اوڑھے سورج کو دور دھکیلتا اندھیرا کرتا آسمان نظر آنے لگا۔

وہ سفید لمبے گھیر دار فراک میں ملبوس اس کے پیچھے بھاگے جا رہی تھی۔ مگر وہ اس سے بھی تیز رفتار سے ہر رکاوٹ عبور کرتا فتح کے جھنڈے گاڑھتا بڑھتا جا رہا تھا۔ ہر پہاڑی ہر وادی کو پھلانگتا کوئی شے اسے روکنے کی جیسے طاقت نہ رکھتی ہو۔ وہ اپنا لباس تھامتی اسکے پیچھے تیز رفتار میں دوڑتی ناکام ہوتی جا رہی تھی۔ مگر ایک جنون تھا اسے پا لینے کا، اسکی رفتار کا مقابلہ کرنے کا، اسکے برابر آنے کا، تبھی وہ اسکی تقلید میں آگے بڑھتی

جا رہی تھی۔ گھنا جنگل اونچے اونچے بلند ترین درخت، وہ ہانپنے لگی۔ گھٹنے پر ہاتھ رکھتی ٹھہر گئی تھی۔ شاید ہمت جواب دی گئی تھی۔ تبھی

اچانک اسکے سر پر کوئی روشنی پڑی۔ اس نے اوپر دیکھا آنکھیں چندھیانے لگیں۔ پھر اپنے آس پاس نظر دوڑائی اس نے پُشت کیے کھڑے ٹائیگر کو black bear تو اندھیرا ہی اندھیرا سیاہ گھنے درختوں والا جنگل۔

پکارا۔ اچانک اس میں سے پرچھائیاں نکلنے لگیں۔ ایک ایک کر کے وہ اسی کے قد کاٹھ کے ہیولے اندھیرے میں آدھے گول دائرے کی شکل میں کھڑے ہو گئے۔ وہ کوئی پانچ تھے۔

ان پانچوں میں سے ایک دھیرے دھیرے چلتا آگے آیا۔ روشنی میں اسکا چہرہ صاف دِکھنے لگا تھا۔ وہ ٹائیگر تھا۔

کہ تم راضی ہو جاؤ؟؟" وہ سراپا سوال بنی کھڑی تھی. آنکھوں میں آس black bear میں کیا کروں" کے دیے جلائے اسکے جواب کی منتظر۔

مار دوا سے "ٹائیگر نے ہتھیلی اسکے سامنے پھیلاتے اسکی پشت پر موجود ہیولے کی جانب اشارہ کیا۔ اس نے" اسکی ہتھیلی دیکھی جہاں سیاہ رنگ کا ریوالور پڑا تھا۔ وہ پلٹی۔

سفید بھورے بالوں سے بھرے مضبوط ہاتھوں میں سُرخ رنگ کے کِھلے گلابوں والی باسکٹ تھی اور اس میں موجود ایک گلاب کے اندر پڑی ہیرے کی انگوٹھی جگمگا رہی تھی۔

پسٹل یا گلاب؟؟؟

مار دوا سے اگر تم مجھ تک آنا چاہتی ہو تو؟" جنگل کے گھپ اندھیرے میں اسکی آواز اونچے درختوں سے " ٹکراتی پلٹی تھی۔

"ناس بتجي وبتروح"

(لوگ آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں)

گلاب تھامے وہ ہیولا بولا تھا۔اس نے میکانکی انداز میں ریوالور اسکی ہتھیلی سے اُچک لیا۔وہ پسٹل تان چکی تھی۔
اچانک ایک ہاتھ اسکے ہاتھ پر آٹھہرا۔اس نے ہلکے سے گردن موڑی تھی۔

"black bear"

وہ مسکرائی۔گولی نکل چکی تھی۔ٹھاہ!!!کی آواز پر درختوں کی ٹہنیوں پر اونگھتے پرندے چرچراہٹ پیدا کرتے اُڑنے لگے۔

گلابوں کی ٹوکری گر چکی تھی۔

!!! ایک اور ٹھاہ کی آواز

پورا جنگل گونج اُٹھا۔

کانوں پر ہاتھ رکھے وہ چیختے ہوئے نیچے بیٹھتی چلی گئی۔

!آآآآآآ۔۔۔۔۔کیا ہوا؟کیا ہوا؟؟نیلم نیلم

صاعقہ نے روشنی کرتے پوچھا۔سارا کمرہ روشنی میں نہا گیا۔جیسے نیلم پسینے میں نہائی ہوئی ہانپ رہی تھی۔

کیا ہوا گڑیا،میری جان؟صاعقہ نے اسکے چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں لیتے دریافت کیا۔

کوئی خواب دیکھا ہے کیا؟"اس نے نیلم کے بال سنوارتے پوچھا۔وہ صاعقہ کے سینے میں سر چھپائے اسکے" ساتھ چمٹ گئی۔اسکا جسم اب بھی ہولے ہولے کانپ رہا تھا۔

کیا ہوا گڑیا؟خواب سے ڈر گئی؟؟وہ اسے ساتھ لگائے پیار سے پوچھنے لگی۔

آآآپی ہم ہم نے مار دیا اُسکو۔وہ وہ ہم نے قق قتل۔وہ بے ربط بولتی اس سے الگ ہوتی۔اپنے ہاتھوں کو ایسے دیکھنے لگی جیسے ان پر خون لگا ہو۔

گڑیا تم ڈر گئی ہو۔خواب میں تو جِن بھوت آتے ہی رہتے ہیں۔چلو شاباش پانی پیو اور آیتہ الکرسی اور چار قُل پڑھ کر سو جاؤ۔صاعقہ نے پانی کا گلاس اس کے لبوں سے لگایا۔پھر چادر اسکے اوپر برابر کرتی اسکے ساتھ ہی لیٹ گئی۔

نیلم نے آنکھیں موند لیں۔اب وہ کافی حد تک پُر سکون ہو چکی تھی۔

"ناس بتجی وبتروح"

پھر وہی الفاظ کان کا پردہ پھاڑنے لگی۔یہ کونسی زبان تھی؟یہ کیا الفاظ تھے؟؟کیا معنی تھے ان کے؟؟؟

وہ بے بسی سے سوچنے لگی۔باقی کی پوری رات آنکھوں میں کٹ گئی۔

قاتل گناہ کر کے زمانے میں رہ گئے

اِک ہم تھے کہ اشک بہانے میں رہ گئے

پتھروں کا جواب دے سکتے تھے مگر

ہم دل کے آئینے کو بچانے میں رہ گئے

****

تقریباً مہینہ ہو گیا ہے سر ایگل اپنے سارے کام مکمل ذمہ داری اور بغیر ہیرا پھیری کے کر رہا ہے۔ جبکہ چھوٹے صاحب نے ایک بار پیسہ چوری کا کہہ دیا اور دوسری بار پارٹی تک مال ہی نہیں پہنچا۔ یہ آخری چانس تھا چھوٹے صاحب کا۔ مگر پارٹی نے کہا ہے کہ جو مال اس نے ڈیلیور کیا ہے۔ اُس میں ہیروئن نہیں بلکہ چینی کا پاؤڈر ہے۔ اب بتائیں اس کے ساتھ کیا کرنا ہے؟؟ ڈیک نے اسٹڈی میں موجود منہاج عز ضحاک سے کہا۔ جو اضطرابی انداز میں اوپر یٹر چیئر کو گھومار ہا تھا۔ اسکی بات پر اپنے عمل کو ترک کیے اسٹڈی ٹیبل پر بازو ٹکا دیے۔

چھوٹے صاحب کو موت کا مزہ چکھانا ہے اور کیا؟" ایم آز نے سرد لہجے میں کہا۔"

مگر وہ تو جانتا بھی نہیں ہے کہ مال میں یہ تبدیلی کس نے کی؟ ڈیک کو منہاج سے اتنی سخت سزا کی اُمید نہیں تھی۔

تم سے یہ کس نے کہا؟؟

چھوٹے صاحب نے، اس نے اُلجھتے ہوئے کہا۔

کیا ثبوت ہے کہ وہ سچ کہہ رہا ہے؟؟ ایم آز نے کڑے تیوروں سے گھوری دی۔

وہ۔۔شٹ اپ! دماغ خراب مت کرو میرا۔ شام میں چھوٹے صاحب کی زندگی کا چراغ بجھاتا ہوں میں۔ مجھے نفرت ہے دھوکے سے، فریب سے۔ وہ دانت پیس کر گویا ہوا۔ پھر اچانک چیئر سے اُٹھا اور ایک زوردار مکا میز پر موجود شیشے کی سطح پر رسید کیا۔

وہ لمحہ ہی کتنا مزاق اُڑاتا ہنستا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ جب آپ کو پتا چلے کہ کوئی آپ کو بے وقوف بنا گیا۔ دھوکہ" دے گیا۔ منہاج عزضحاک فریب کھا گیا۔ نفرت شدید نفرت ہے مجھے اس جملے سے۔"وہ جنونی ہو چکا تھا۔

نفرت ہے مجھے دھوکہ دینے والوں سے، فریب کھانے والوں سے۔ مجھے نفرت ہے خود سے۔"وہ پاگلوں" کی طرح چلاتے ہوئے ہر شے ءزمین بوس کیے جارہا تھا۔ سارے شو پیس، پن، مارکرز، کتابیں، شیلف ہر چیز کو مار مار کر اپنا ہاتھ لہولہان کر چکا تھا۔ آخر میں اسکو پانی سے بھرا شیشے کا گلاس نظر آیا۔ اسے دائیں ہاتھ میں پکڑ کر پورے زور سے توڑ دیا۔ شیشہ ٹوٹ کر کرچی کرچی ہو گیا۔ کچھ قالین کے فرش پر گر گیا تو کچھ اسکے ہاتھ میں پیوست ہو گیا۔ گلاس میں موجود پانی بھی چھلک کر قالین پر بہہ گیا تھا۔

ڈیک نے افسوس بھری نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ وہ کئی بار ایم آز کی یہ حالت دیکھ چکا تھا۔ یہ انسان تھا ہی نہیں۔ بھیڑیا؟ درندہ؟؟ کیا تھا یہ شخص؟ جسے نا خود سے محبت تھی نا کسی اور سے۔ جسے بس دنیا تباہ کرنی تھی۔ جو دوسروں کی آہیں سننے کو خود بھی تڑپتا تھا۔ جو خود جل رہا تھا۔ دوسروں کو بھی جلا رہا تھا۔

میں بہت عجیب ہوں اتنا عجیب ہوں کہ بس

خود کو تباہ کر لیا اور ملال بھی نہیں

****

نجانے کیا ضد بندھ گئی تھی دونوں میں۔ نیلم دن رات چھت کے چکر کاٹتی۔ دیوار کے پار جھانکتی رہتی کہ شاید وہ دِکھ جائے یا ایک جھلک، کوئی پرچھائی مگر وہ تو گدھے کے سر پر سینگھ کی مثال کے مصداق منظر سے مکمل طور پر غائب ہو چکا تھا۔ وہ خود انجان تھی کہ آخر ایسا کیا ہے اُس میں کہ وہ اسکی طرف کھنچتی چلی جا رہی ہے۔ اسے کبھی لوگوں کو متوجہ کرنے کے لیے پاپڑ نہیں بیلنے پڑے تھے۔ وہ ہمیشہ سراہی جاتی تھی۔ تعریف ہمیشہ اسکی ہوتی۔ حسن پرستی کے اس دور میں وہ کسی بھی محفل کی بغیر کسی تگ و دو کے جان بن جاتی۔ ہر آنکھ میں اسکے لیے پسندیدگی ہوتی تو کبھی رشک، کبھی حسد ہوتا۔ مگر ٹائیگر وہ، وہ بہت مختلف تھا۔ وہ اسکے حُسن سے متاثر نہیں ہوا تھا۔ کم از کم اسکی اٹھارہ سالہ زندگی میں وہ پہلا مرد تھا۔ جس نے اسکے حُسن کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا تھا۔ جس نے اسکی اونچی آواز پر اسے سنا دیں تھیں۔ وہ جو اپنے غیر معمولی حُسن کی بناء پر راہ چلتے لوگوں کی ذراسی بات پر انکو جھاڑ کر دیتی تھی۔ اُسے وہ کیسے چُپ کرا گیا تھا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ وہ اسے اپنے آگے جھکتا دیکھنا چاہتی تھی۔ ایک عجیب سا احساسِ تفاخر اسکے اندر بچپن سے سر اُٹھا چکا تھا۔ جسکی وجہ صرف حسین ہونا تھی۔

آج وہ مرکت کا موازنہ اس سے کرنے لگی اور کچھ نہیں تو اسے یہ خصوصیت ضرور نظر آئی تھی کہ وہ سخت دل تھا۔ ورنہ بارش کے موسم میں جو پیغام اسکی آنکھیں اُسے دے رہی تھیں۔ وہ کبھی انکار نہیں کرتا۔ کیسے وہ اسے نظر انداز کرتا چلا گیا تھا۔

دادو پلیز! مجھے ڈسٹرب مت کریں۔ میرے پریلیمز شروع ہونے والے ہیں پڑھنے دیں مجھے۔ دروازہ مسلسل بج رہا تھا۔ دادو نے اسے کھولنے کا کہا تو وہ بلاوجہ ہی چِڑ گئی۔

گڑیا دیکھنا ذرا کون ہے؟ میں آٹا گوندھ رہی ہوں۔ صاعقہ کچن سے چلائی۔ ڈارئنگ روم میں نوٹس کھولے بیٹھی نیلم پیر پٹختی دروازہ کھولنے چل دی۔

کون ہے؟ صبر نہیں ہے؟؟ توڑ دو دروازہ جذباتی انسان۔ وہ تیز تیز بولتی بغیر پوچھے دروازہ کھول گئی۔

اونہہ کس کو جذباتی بول رہے ہیں ہم۔ فیلنگ لیس۔ ٹائیگر کو دروازے میں کھڑا دیکھ کر جہاں آنکھیں سیراب ہوئیں تھیں۔ وہیں شکوہ بھی زبان پر آ گیا۔

دادو سے بات کرنی تھی مجھے۔ وہ اسکی بات کو یکسر نظرانداز کر گیا۔

مجھ سے بات کرلیں میں بھی دادو کی ہی پوتی ہوں۔ نیلم نے اسکا راستہ روک رکھا تھا اور ایک ہاتھ سے دروازے کو بھی تھام رکھا تھا۔ ٹائیگر نے اسکے شوخ لہجے پر دانت پیسے۔

راستہ چھوڑیں۔ وہ چڑ کر بولا۔

اگر نا چھوڑیں تو؟ وہ چیلنج کرنے لگی۔ ڈارک گرے شرٹ اور براؤن جینز میں موجود ٹائیگر آگے بڑھا۔ یہاں تک کہ ایک قدم کا فاصلہ رہ گیا دونوں میں۔ نیلم کی سانس رُک گئی تھی۔ دروازے کے پٹ پر گرفت ڈھیلی ہو گئی۔ آنکھیں مقابل کی سحر زدہ شخصیت کی اسیر ہوتی فریز ہو چکی تھیں۔ مقابل کی سرد نگاہیں اسکے سبز کانچ میں گڑھ گئیں۔

میں اپنے راستے صاف کرنا اچھے سے جانتا ہوں۔" وہ اسکا ہاتھ جھٹک کر اندر جا چکا تھا۔ پل بھر کا کھیل تھا۔ وہ" اپنی بے اختیاری پر جتنا شرمندہ ہوتی اُتنا کم تھا۔ حصار ٹوٹ گیا۔ وہ بے بس کھڑی تھی۔ وہ ہار گئی۔ وہ فاتح ٹھہرا۔ ابھی تو جنگ شروع بھی نہیں ہوئی تھی۔ وہ تو میدان میں بھی نہیں اُتری تھی کہ پہلے ہی ہار گئ تھی، مات کھا گئی تھی۔ وہ تو اسکے مقابل آتے ہی جذبات کی اُس نگری میں پہنچ جاتی۔ جہاں عقل کا سرے سے کوئی وجود ہی نہیں تھا۔

اسکا دل اچانک بھر ا گیا۔ ہر چیز بے معنی لگنے لگی۔ بے زاریت طاری ہونے لگی۔ وہ بھاگتی ہوئی ڈرائنگ روم کے آگے سے گزرتی اوپر چلی گئی۔ بستر پر اوندھے منہ لیٹ کر جانے کیوں وہ افسردہ سی ہو گئی تھی۔

مجھ کو سمجھایا نہ کرو کہ اب تو ہو چکی مجھ کو

محبت مشورہ ہوتی تو تم سے پوچھ کر کرتے

****

مم میں سچ کہہ رہا ہوں۔ مجھے نہیں پتا کہ یہ یہ سب کک۔۔ گھبراہٹ، خوف اور دہشت کے مارے اس سے کچھ بولا نہ گیا۔

ایم آز پلازہ کے بیسمنٹ (تہہ خانے) میں موت کا سا اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔دہشت تو اس جگہ کو دیکھ کر ہی طاری ہو جاتی تھی۔اس پر منہاج عز ضحاک کا وہاں پر موجود ہونا۔وہ بھی موت کی خبر کے ساتھ۔ایسے میں تو بے موت بندہ مر جائے۔

میں نے تم سے صفائی مانگی ؟ایم آز نے تیکھے تیور لیے کہا۔

چھوٹے صاحب سوجے منہ کے ساتھ بائیں کروٹ پر پڑا تھا۔دو دن کا بھوکا پیاسا۔اس پر بار بار پریشر سے پانی چھوڑ دیا جاتا۔وہ تو حقیقی معنوں میں عقل و خرد سے بیگانا ہو رہا تھا۔ہاتھ جوڑے بے بس پڑا تھا۔ٹانگیں مڑ چکی تھیں۔پیر اکڑے پڑے تھے۔اگر کوئی انسان اسے اس حالت میں دیکھ لیتا تو کلیجہ منہ کو آجاتا۔اسکی زبان تک باہر کو لٹکی ہوئی تھی

ایک سنہری مائل بلب کی روشنی میں لکڑی کی کرسی پر وہ یونانی دیوتا سا وجیہہ شخص اسکی بات پر بے اختیار مسکرانے لگا۔

اتنا ہی ڈر تھا موت کا تو میری جان کیوں دھوکہ دیا مجھے۔۔ہاں ؟"وہ شیریں لہجے میں ایسے پوچھ رہا تھا جیسے ڈنر" کا مینیو پوچھ رہا ہو۔

پتا ہے تمہیں مجھے کتنی نفرت ہے دھوکہ دینے والوں سے اور فریب کھانے والوں سے۔"وہ دھیرے" دھیرے چلتا اسکے بے بس وجود سے کچھ فاصلے پر ٹھہر گیا۔پھر اسکے پاس ایک گھٹنہ موڑ کر زمین پر ٹِکایا اور دوسرا کھڑا کیے بیٹھ گیا۔چھوٹے صاحب کے منہ سے سِسکاریاں نکل رہی تھیں ،جسم کانپ رہا تھا۔آنکھیں سوج کر باہر کو اُبل رہی تھیں۔

دیکھو میں نے فریب کھایا تو اُسکی سزا خود کو دے دی۔اس نے سفید پٹی بندھا ہاتھ آگے کرتے کہا۔

اب تمہاری سزا کی باری ہے۔" اسکا لہجہ بدل چکا تھا۔ اس نے پسٹل چھوٹے صاحب کے منہ میں گھسیڑ دی۔" اسکی آنکھیں التجا کر رہی تھیں۔ بہہ رہی تھیں۔ وہ ہاتھ جوڑے ہوئے تھا۔ مگر

مقابل انسان ہوتا تو رحم کرتا۔

اس کے پاس دل ہوتا تو احساس جاگتا۔

اس نے معاف کرنا سیکھا ہوتا تو معاف کرتا۔

وہ درندگی کی انتہاؤں کو چھو گیا۔ پورا میگزین چھوٹے صاحب کے منہ میں ہی خالی کر دینے کے بعد بھی جب اسکو سکون نہ آیا تو اسکا چہرہ اپنے مضبوط بوٹ سے کُچل دیا۔ سینے پر دو تین بار اسی طرح بوٹ کی نوک ماری اور ایک زوردار ٹھوکر رسید کرتا اندھیرے میں گُم ہو گیا۔

****

گڑیا کب سے بلا رہی ہیں دادو نیچے۔ کیوں نہیں آ رہی؟ صاعقہ نے اسکے ہاتھ سے ریاضی کی کتاب جھپٹ کر ہلکی سی برہمی سے پوچھا۔

آپی ہمارے امتحان شروع ہونے والے ہیں پلیز تنگ مت کریں۔ وہ بیزاری سے بولی۔

بہت بری بات ہے گڑیا۔ آہل، ایمن اور ایشا کو لے کر آیا ہے۔ تمہاری ہم عمر ہیں۔ جاؤ گپ شپ کرو۔ بھلا گھر آئے مہمان کے ساتھ کوئی ایسا رویہ رکھتا ہے؟ صاعقہ نے اسے نیٹ کا کالا دوپٹہ تھمایا۔ جسکے کناروں پر بہت سے رنگوں کی ملی جلی لیس لگی تھی۔ اشارہ اسکے نیچے آنے کی طرف تھا۔

آپیییمیییی!!! نیلم نے احتجاج کیا۔ مگر وہ اسے کلائی سے تھامے نیچے لے آئی۔ جہاں ڈرائنگ روم سے خوش گپیوں کی آوازیں آرہی تھیں۔

ماشاءاللہ بھائی کو تواب گاڑی بھی مل گئی ہے اور جلد ہی گھر بھی مل جائے گا۔ ریان بھائی کو بھی آہل بھائی نے" کار لے کر دی ہے۔ مگر کروالا نہیں۔" ایشا چہکتے ہوئے بتا رہی تھی۔

اللہ ترقی دے برکت ڈالے۔" دادو نے پاس تخت پر بیٹھی ایشا کو ساتھ لپٹاتے ماتھے پر بوسا دیا۔"

گڑیا آؤ ناوہاں کیوں کھڑی ہو؟ آہل جوان کی باتوں پر پھیکے سے مسکرا رہا تھا۔ کالے رنگ کی شارٹ شرٹ اور کھلے ٹراؤزر میں بیزار سی نیلم کو دیکھ کر جیسے کھل اُٹھا تھا۔ ہونٹوں کی تراش میں مسکراہٹ مچلی تھی۔

ظاہر ہے میرا گھر ہے۔ آپکی اجازت کی ضرورت نہیں ہے مجھے بیٹھنے کے لیے۔ اسے اس وقت خوش شکل آہل کی صورت دنیا کے تمام مردوں میں سب سے بری لگی تھی۔

ارے گڑیا غصہ کیوں ہو رہی ہو؟ ایشا اور ایمن کے سامنے اسے کچھ سبکی محسوس ہوئی۔ مگر پھر بھی بشاشت" بھرے لہجے میں کہہ رہا تھا۔ ہاں دادو اور صاعقہ کے سامنے نیلم سے یہ عزت افزائی اسکی کئی بار ہو چکی تھی۔

میرا دماغ خراب ہے جو بلاوجہ غصہ کروں گی۔ وہ تپ کر بولی۔

حُسن کی تو بات ہی نرالی تھی۔ اسکی یہ بدتمیزی بھی آہل کو ادا ہی لگی۔

گڑیا دیکھو آہل بھائی نے مجھے اور ایمن کو گولڈ کے ٹاپس لے کر دیے ہیں۔ تمہارے لیے بھی لائے ہیں۔ ایشا جو بچپن سے نیلم سے امپریس تھی۔ جھٹ اسکا موڈ ٹھیک کرنے لگی۔

ہائے کتنے اچھے ہیں۔ کیا ضرورت تھی اس نک چڑی پر اتنے پیسے اُڑانے کی۔ دادو ایشا سے ٹاپس پکڑ کر دیکھتی ہوئی بولیں۔

جا پہلے چائے بنالا۔ بہن کب کی لگی ہے۔ مدد کراُسکی۔ بعد میں دیکھ لینا۔ دادو نے ٹاپس تخت پر پڑے اپنے ڈبے میں ڈال دیے۔ آہل اور باقی تینوں نے مسکراہٹ ضبط کی۔ نیلم نے تینوں کو گھورا اور باہر نکل گئی۔

کیسا لگا گفٹ ؟" صاعقہ نے چائے بناتی نیلم سے ہنستے ہوئے پوچھا۔ اس نے دانت پیس کر بہن کو گھورا۔ "

اچھا چائے نکال کر لے آؤ۔ میں سموسے لے جا رہی ہوں۔ صاعقہ مسکراہٹ دباتی کچن سے نکل گئی۔ اسکے نکلتے ہی آہل نے دبے پیر کچن میں قدم رکھا۔

کالا سوٹ بھی کسی کسی پہ جچتا ہے"

"اور جس پر جچتا ہے واللہ کمال جچتا ہے

شعر پڑھنے کی آواز پر اس نے سر اُٹھا کر دیکھا وہ دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ چند ثانیے کو ہاتھ میں پکڑا اپین لرز کر رہ گیا۔

آآ۔۔ آپ اندر جائیں ہم چائے لا رہے ہیں۔ پورے جسم کا خون اب اسکے چہرے پر جھلکنے لگا تھا۔ ہم تو آپکی مدد کو آئے ہیں۔ آہل شریر لہجے میں کہتا چند قدم آگے بڑھا۔

آہل بھائی ہمیں آپکی مدد کی کوئی ضرورت نہیں ہے اب آپ جائیں۔ وہ ناگواری سے بولی۔

آپ تو جو رنگ پہن لیں لگتا ہے آپ کے لیے ہی بنا ہے۔ آہل پٹری سے اُتر چکا تھا۔ ضبط کے باوجود بھی اسکی رنگت دمکنے لگی۔ وہ پزل ہو رہی تھی۔ اسکے فسوں خیز لہجے سے۔

نیلم چائے لے آ۔ دادو کی آواز آنے پر آہل باہر نکل گیا۔ اس نے سُکھ کا سانس لیا.

بدتمیز، جاہل انسان۔ جتنی مرضی سنا دیں اسے۔ مگر اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے گا۔ نیلم نے کلس کر سوچا۔

وہ میٹرک کے بعد سے ہی آہل کی توجہ اپنی جانب محسوس کر چکی تھی۔ بات ہمیشہ چائے سے شروع ہوتی۔ اب تو نیلم کو عادت ہو گئی تھی۔ وہ جب بھی آتا اس سے ہی چائے بنوا کر پیتا۔ پھر نیلم کی کمزوریاں مثلاً چھپکلی، لال بیگ اور دیگر کیڑے مکوڑے لا کر اسے ڈراتا اور بے تکلف ہونے کی کوشش کرتا۔ دوسری جانب نیلم کے لیے آہل ایک عام سا انسان تھا۔ اسکی نظر میں آہل کے اندر کوئی بھی ایسی خصوصیت نہیں تھی۔ جو وہ اپنے ہمسفر، ہمدم اور ہمراہی میں دیکھنا چاہتی تھی۔ اسکے ذہن میں مرد لفظ سے ہی ایک مضبوط اور طاقتور شےء کا خاکہ بننے لگ جاتا تھا۔ مرد مطلب نڈر، بے خوف۔ آہل نے اسکی سوچ کو صاعقہ کے ذریعے جانتے ہوئے آرمی میں شمولیت کا سوچا۔ مگر وہاں اسے ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ تبھی وہ پولیس میں بھرتی ہو گیا۔ لیکن وہ کمزور اور بزدل تھا اور اُسے ایسا ہی رہنا تھا۔ عادت بدل جائے فطرت نہیں بدلتی۔

****

سرسبز لان میں ہر طرف پھولوں کی کیاریاں بنی تھیں۔ ہوا کے دوش پر لہراتے پھول فضا میں خوشبو بکھیر رہے تھے۔ ملازم کی رہنمائی میں وہ پلازہ کے اندر داخل ہوا۔ نجانے کتنی منزلیں تھیں اس پلازہ کی۔ نظر اُٹھا

کر دیکھنے پر اسکے گر جانے کا خوف آنے لگتا۔ زیادہ تر دروازے کھڑکیوں پر شیشے کی سلائیڈز لگی تھیں۔ راہداری کے بعد لفٹ سے وہ تیسری منزل پر پہنچے۔ جہاں کوریڈور سے گزرنے پر ایک کشادہ ڈرائنگ روم تھا۔ سامنے ہی منہاج عزضحاک ایک بازو صوفے کی پشت پر پھیلائے اور ایک ہاتھ گھٹنے پر ٹِکائے اُنگلیوں کو ہِلاتا کچھ گنگنا رہا تھا۔ آواز اتنی مدھم تھی کہ شاید وہ خود ہی سُن پاتا۔ ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے اسکے ہر انداز سے مغروریت کا ثبوت ملتا تھا۔

پاس کھڑے ڈیک نے اسے اندر آنے کا اشارہ کیا۔

.ویلکم ! موسٹ ویلکم اے ایس پی آہل اسرار ! ! ایم آز نے مسکراتے ہوئے کہا

کار پسند آئی تمھیں ؟"اس نے یوں دریافت کیا جیسے چھوٹے بھائی کو سالگرہ کا تحفہ دیا ہو۔"

.جی ! آہل نے ادب سے کہا۔

دیٹس گُڈ کم اینڈ سِٹ ہیئر۔ اس نے آہل کو اپنے سامنے والے صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

میری زیادہ تر ڈیلنگ بلوچستان میں موجود تاجروں سے ہوتی ہے اور اِس میں زیادہ تر سعودیہ کے ہیں۔ وہ مال سعودیہ تک کیسے لے کر جاتے ہیں۔ یہ میرا مسئلہ نہیں ہے۔ مگر کراچی سے بلوچستان تک سارا اسلحہ کس طرح پہنچانا ہے۔ یہ میرا مسئلہ ہے اور اِسکو حل کرنے کے لیے مجھے تمھاری مدد چاہیے ہے۔ ایم آز ہلکا سا آگے کو جھکتا ہوا بولا۔

.جی میں آپکی ہر ممکن مدد کروں گا. آہل جلدی سے بولا

اوں ہوں منہاج نے نفی میں سر ہلاتے اُنگلی سے بھی اشارہ کیا۔ پھر صوفے کی بیک سے ٹیک لگاتا بولا۔

ممکن ہی نہیں ہر ناممکن مدد بھی کرنا ہو گی تمہیں۔اسکا لہجہ سرد تھا۔آہل کے گلے میں گلٹی سی اُبھری تھی۔

ہائی وے ایک بڑا مسئلہ ہے اور اسکو کیسے حل کرنا ہے یہ تمہارا مسئلہ ہے۔ڈیک تمہیں ٹرک دِکھا دے گا۔نمبر پلیٹس لگی ہیں اُن پر۔ تین ٹرک ہیں۔ نمبر نوٹ کر لو۔ہائی وے سے یہ ٹرک بغیر کسی رکاوٹ کے گزر جانے چاہیے ہیں۔بغیر چیکنگ اوکے ؟ منہاج نے سوالیہ پوچھا بے لچک انداز تھا اسکا۔

جج جی آپ کا کام ہو جائے گا۔آہل نے بمشکل تمام جملہ مکمل کیا۔

مجھے تم سے یہی اُمید تھی۔ایم آز مسکراتے ہوئے کہہ کر ایک جھٹکے سے اُٹھا اور کوٹ کا بٹن بند کرتا،ایک ہاتھ پینٹ کی جیب میں ڈالتا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد ڈیک آہل کے ساتھ بیٹھ گیا۔ملازم ٹرالی دھکیلتا اندر آیا۔ڈیک نے جوس کا ایک گلاس آہل کو پکڑایا اور ایک ریڈ وائن کا گلاس اپنے لیے بھرنے لگا۔

ایک ہفتہ ہے تمھارے پاس کوئی ترکیب ڈھونڈو۔ یہ کام کرنے کی۔اسکا معاوضہ کیا ہو گا۔ یہ اندازہ تو تمہیں ہو چکا ہو گا۔ڈیک نے لفظوں کا جال بُننا شروع کیا۔آہل آہستہ آہستہ اس جال میں پھنسنے لگا تھا۔

****

کلاس روم کا دروازہ بند تھا۔ پروجیکٹر آن تھا اور لائٹس آف۔ چالیس سالہ ایک شخص جو ٹیچر معلوم ہوتا تھا۔ وائٹ بورڈ پر بلیو مارکر سے سلائڈ پر موجود پوائنٹس کو واضح کر رہا تھا۔ جب دروازے پر دستک کی آواز نے ماحول میں خلل پیدا کیا۔

وہ ریاضی کے اُستاد تھے۔ ان کی کلاس میں موجود ٹیچر کو جانے کیا کہا تھا کہ وہ حیران ہوتے ان کے ساتھ ہی چل پڑے۔ اتنے حیران تھے وہ کہ کلاس کو بھی ایسے ہی چھوڑ دیا۔ پورے سینٹر میں ایک ہلچل سی مچ گئی تھی۔ تبھی ایک لڑکی پھولی سانس کے ساتھ بھاگتی ہوئی تیسرے ڈیسک پر موجود نیلم کے پاس آئی۔

وہ وہ نیلم تت تم یہاں بیٹھی ہو اور باہر تمھارے دونوں بوائے فرینڈز آپس میں لڑ پڑے پڑے ہیں۔ آدھی" اکیڈمی جمع ہو گئی ہے نیچے سڑک پر۔ ایڈمنسٹر کے روکنے پر بھی نہیں رُک رہے۔ اب تم ہی جا کر روکو اُنہیں۔ تمھارے علاوہ کس کی سُنیں گے۔" وہ لڑکی تیز تیز بول رہی تھی۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے گلے میں بفرز فٹ کر رکھے ہوں۔ کلاس میں موجود لڑکے لڑکیاں حیران شکل لیے نیلم کو دیکھنے لگے۔ سب لڑکے اپنی نشستیں چھوڑ کر نیچے تماشا دیکھنے جا پہنچے۔ جبکہ لڑکیاں آپس میں کُھسر پُھسر کرنے لگیں۔ نیلم کے حواس تھوڑے ٹِھکانے پر پہنچے تو وہ جلدی سے اُٹھی۔ ہڑبڑاہٹ میں نوٹ بُک پینسل نیچے گر گئی۔ مگر وہ سیکنڈ فلور سے چند ساعتوں میں ہی گراؤنڈ فلور تک پہنچ چکی تھی۔ گیٹ کے سامنے اسٹوڈنٹس کا ہجوم لگا تھا۔ ایڈمنسٹر سر عین الحق بھی وہیں کھڑے تھے۔ چہرے پر حد درجہ سنجیدگی طاری کر رکھی تھی۔ رینجرز کے آتے ہی دونوں لڑکے جو گُتھم گُتھا ہوئے پڑے تھے ایک دم سے الگ ہو گئے۔ اب ان کے چہرے نیلم کو نظر آئے وہ دونوں اسکے کلاس فیلوز تھے۔ ان کا کلاس کے دوران گھورنا، راستے میں پیچھا کرنا اور دو تین رانگ نمبرز نیلم کو سب یاد آنے لگا۔ مگر یہ سب وہ پہلے بھی برداشت کر چکی تھی۔ اسی لیے اس نے زیادہ توجہ نہ دی اور اب خمیازہ بھگت رہی تھی۔

سرعین نے کھاجانے والی نظروں سے گیٹ کے درمیان میں کھڑی نیلم کو دیکھااور پھر ریسپشن پر مِس عائلہ کے پاس آئے۔

مِس عائلہ سیکنڈ ایئر سیکشن اے کی نیلم ابرار کے فادر کا نمبر بتائیں مجھے۔ پاس کھڑی نیلم نے تھوک نِگلا۔

سس سر! اس نے کچھ کہنا چاہا تھا۔ مگر انہوں نے ہاتھ اُٹھا کر منع کر دیا۔ مس عائلہ نے کمپیوٹر پر ڈیٹا ریسرچ کیا اور نمبر بتانے لگیں۔ نیلم کے آنسو بے اختیار ہونے لگے۔ آتے جاتے اسٹوڈنٹس کی ایکسرا کرتی نظروں سے اسے کوفت ہو رہی تھی۔

جی ابرار صاحب کیا آپ اس وقت اپنی صاحبزادی کو اکیڈمی سے لینے آسکتے ہیں؟ دوسری جانب سے نجانے کیا کہا گیا تھا۔ سرعین نے کان سے فون ہٹاتے نیلم کو دیکھا۔

آپ آفس میں جاکر بیٹھیں۔

تقریباً بیس منٹ بعد ابرار صاحب آفس روم میں داخل ہوئے۔ جہاں صرف نیلم بیٹھی تھی۔ ان کے پیچھے ہی سرعین بھی روم میں داخل ہوئے۔ پورا قصہ سنانے کے بعد وہ نیلم کو دیکھتے کہنے لگے۔

ہمارے معاشرے میں کیا چل رہا ہے کیا نہیں اسکا علم ایک استاد سے زیادہ کس کو ہو گا؟ آپ ٹیلیکچر رہیں۔ اسکول، کالجز اور یونیورسٹیز ہر جگہ کا ماحول جانتے ہیں۔ اپنی بیٹی کا غیر معمولی حُسن دیکھ کر آپ کو یہ اندازہ لگانے میں دیر تو نہیں لگی ہو گی کہ اسکا یوں باہر نکلنا آپ کو کتنے مسائل سے دوچاد کر سکتا ہے۔ پھر بھی آپ نے لاپرواہی دِکھائی۔ اب اگر میں ان دو اسٹوڈنٹس کو اکیڈمی سے نکالوں گا تو وجہ پورے محلے میں اشتہار کی طرح لگ جائے گی۔ ایسے میں آپکی بیٹی کا ہی نام آئے گا۔ اب آپ بتائیں اس مسئلے کا کیا حل نکالا جائے؟ ابرار صاحب کی کشادہ پیشانی پر پسینے کے قطرے نمودار ہوئے تھے۔ چہرے سے سرخی جھلک رہ تھی۔ انہوں نے

آتشی رنگ کے اسکارف اور ٹراؤزر کے ساتھ دھانی رنگ کی قمیض پہنے شیفون کا دوپٹہ کندھے پر ڈالے اپنی بے تحاشہ خوبصورت بیٹی کو دیکھا۔ کتنا منع کیا تھا اماں نے کہ مت داخلہ کرا اسکا اکیڈمی میں۔ مگر انہیں بیٹیوں کو تعلیم دلوانے کا شوق تھا۔ اب نجانے کیوں پچھتا رہے تھے۔

نیلم کل سے اکیڈمی نہیں آئے گی۔ آپ اُن دو لڑکوں کو مت نکالیں اور اگر ہو سکے تو اس بات کو یہیں دبا دیں۔ ابرار صاحب نے التجائیہ کہا۔

میں آپ کی پریشانی سمجھ سکتا ہوں۔ آپ بے فکر رہیں۔ بات اکیڈمی سے باہر نہیں جائے گی۔ سرعین کی تسلی کھوکھلی تھی۔ یہ تو وہ خود بھی جانتے تھے۔

****

وہ اور انس ڈبے اُٹھا اُٹھا کر وین بھر رہے تھے۔ جب اس نے چھوٹی سی مہران سے روتی ہوئی نیلم کو نکلتے اور پھر اندر گم ہوتے دیکھا۔ اسکے پیچھے ہی ابرار صاحب بھی نکلے تھے۔ گیٹ کھول کر گاڑی گیراج میں کھڑی کرنے لگے۔

اسلام وعلیکم! ٹائیگر اپنا کام چھوڑ کر ان کے پاس چلا آیا۔

وعلیکم اسلام! ابرار صاحب مروتاً مسکرائے۔

کوئی پریشانی ہے انکل؟ ٹائیگر کے پوچھنے پر وہ ٹھٹکے۔

نہیں بیٹا! وہ اسکا کندھا تھپکتے بولے اور پھر گاڑی اندر داخل کرنے لگے۔ٹائیگر کچھ تذبذب کا شکار دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

میں تو پہلے ہی کہتی تھی۔ مگر میری یہاں سنتا کون ہے؟ اٹھارہ کی ہونے لگی ہے۔ رخصت کر اِسے۔ کسی دن اسکی یہ صورت ہمیں رسوا کر کے ہی چھوڑے گی۔ اسی دن کا ڈر تھا۔اسی بدنامی، جگ ہنسائی سے ڈرتے تجھے کہا کرتی تھی کہ کر دے ہاں اسکی تائی کو۔ پہلے کی بات اور تھی اب تو ماشاءاللہ آہل اچھا کمارہا ہے۔گاڑی لے لی ہے۔پلاٹ لے چکا ہے گھر بھی بن جائے گا۔ بس بہت سُن لی میں نے تیری۔اب اور نہیں۔بس میں اسرار کو کل ہی ہاں کر رہی ہوں۔اسی اتوار منگنی کر دیں گے۔دادو تو پوری بات سننے سے پہلے ہی شروع ہو گئیں۔ نیلم صاعقہ کے ساتھ لگی ہچکیوں سے رو رہی تھی۔ابرار صاحب ایک کرسی پر دونوں ہاتھ آپس میں جوڑے پریشان سے بیٹھے تھے۔

ہہ ہہم نے نہیں کرنی کک کوئی شادی وادی۔ نیلم رونے کے درمیان بولی۔

چُپ کر تو اور جا بن ٹھن کر۔اسی لیے بولتی تھی چادر لے کر نکلا کر۔مت جا اکیڈمی مگر نہیں۔اب جو میں کہوں گی وہی تم باپ بیٹی کرو گے۔اور اگر اتنی ہی بری لگتی ہوں تو چلی جاؤں گی اپنے بڑے بیٹے کے گھر

دادو طیش میں آچکی تھیں۔

اماں آپ تو ایسا مت کہیں۔ابرار صاحب ملتجی انداز میں گویا ہوئے۔

مجھ سے عالیہ (آہل کی ماں) اور اسرار دونوں کہہ چکے ہیں۔ مگر تب تمہیں ان کے مالی حالات پر اعتراض تھا۔ مگر اب جب وہ اعتراض ختم ہو چکا ہے۔تو ہاں کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔دادو نے ٹھوس لہجہ اپنایا۔

ہم نہیں کریں گے آہل بھائی سے شادی اور اکیڈمی بھی جائیں گے۔ ہمارے پریلیمز ہونے والے ہیں۔ اُسکے بعد فائنلز ہیں اور جب ہماری کوئی غلطی ہی نہیں تو ہم کیوں منہ چھپائیں۔ اچھی شکل وصورت کا ہونا کوئی گناہ نہیں ہے۔ جسکی سزا آپ لوگ ہمیں دے رہے ہیں۔ تنگ آ چکے ہیں ہم۔ اگر ہم خوبصورت ہیں تو اسکا کیا مطلب ہے کہ ہمیں قید کر دیا جائے۔ کوئی ہماری شکل نہ دیکھے۔ اس سے اچھا ہے تیزاب ڈال دیں ہمارے چہرے پر اسکی خوبصورتی ختم ہو گی۔ تب ہی ہم کھُلی فضا میں سانس لے سکیں گے۔ وہ بے دردی سے آنسو پونچھتی ایک ہی سانس میں کہہ گئی۔ پھر اپنا بیگ اُٹھایا اور اپنے روم میں چل دی۔ رو رو کر اسکی آنکھیں سوج چکی تھیں۔ مگر ان سبز گہری جھیل سی آنکھوں کے سوجے کنارے بھی بلا کے پُرکشش لگ رہے تھے۔ اسے نفرت ہونے لگی اپنے حسین چہرے سے جسکی وجہ سے وہ بچپن سے روک ٹوک کا شکار رہی تھی۔

****

وہ نیشنل ہائی ویز کی فوٹیج دیکھ رہا تھا۔ سامنے ہی اسٹڈی ٹیبل پر دو نیلے رنگ کی فائلز تھیں۔ جس میں نیشنل ہائی وے

N10 اور (کراچی گوادر N25 (کراچی چمن)

کی ڈیٹیلز تھیں اور ساتھ ہی ان ہائی ویز پر موجود پولیس ڈیوٹیز کی بھی ڈیٹیلز تھیں۔ وہ انہماک سے ان کو اسٹڈی کر رہا تھا۔ جب عالیہ بیگم اندر آئیں۔ چائے کا مگ ہاتھ میں اُٹھائے وہ اسکے پاس ہی چلی آئیں تھیں۔

آہل بیٹا بس کرو بارہ بج گئے ہیں اور تم ہو کہ آرام کرنے کا نام ہی نہیں لے رہے۔ شاباش بند کرو اِسے باقی کا کام کل کر لینا۔

نہیں امی ابھی بہت کام پڑا ہے۔ آپ بتائیں خیریت سے آئیں ہیں؟ اس نے چائے کا مگ پکڑتے کہا۔

ہاں خیریت ہے اور ایک اچھی خبر کے ساتھ آئی ہوں۔ وہ مسکراتے ہوئے کہتیں بیڈ کے کنارے پر ٹِک گئیں۔ آہل لیپ ٹاپ تھوڑا بینڈ کر کے کرسی گھما کر انکے سامنے ہی بیٹھ گیا۔

کیسی خبر؟ چائے کا سپ لیتے پوچھا۔

تمہاری دادو نے نیلم کیلیے ہاں کر دی ہے۔ وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

سچی؟؟؟ آہل مگ ٹیبل پر رکھتے ان کا ہاتھ دباتے بولا۔

ہاں بھئی ایک دم سچ اور منع کرنے کا جو جواز اُن کے پاس تھا۔ وہ تو تمھاری محنت اور لگن نے ختم کر دیا اور کیا چاہیے اُن کو۔ وہ آہل کے چہرے پر پیار سے ہاتھ پھیرتے بولیں۔

پھر کب جا رہے ہیں ہم؟ وہ بے صبرا ہوا۔

کل ہی چلتے ہیں۔ تمھارے بابا بھی کل فارغ ہیں اور نیک کام میں دیری کیوں۔ انہوں نے اسکی ٹھوڑی پکڑتے پیار سے کہا۔

شکریہ امی!! آپ بہت اچھی ہیں۔ وہ بچوں کی طرح ان کے سینے سے لگا کہہ رہا تھا۔ جانتا تھا کہ انہیں نیلم بہو کے روپ میں نہیں پسند مگر صرف اسکی خاطر وہ مان گئیں تھیں۔

****

آپی ہمیں نہیں کرنی آہل بھائی سے شادی۔ ہم بتا رہے ہیں۔ ہم سب کے سامنے منع کر دیں گے۔ پھر ہمیں مت کہیے گا کہ ہم نے بابا کی انسلٹ کرائی ہے۔ وہ سفید اور گلابی رنگ کی گھیر دار فراک کو اُٹھا کر دور پھینک چکی تھی۔ صاعقہ اسے تیار ہونے کا کہنے آئی تھی۔ دادو کا خیال تھا کہ آج ہی منگنی کی تاریخ رکھ دیں اور خاندان بھر میں بات پھیلا دیں۔ تاکہ جو بقیہ رشتہ دار اُمید لگا کر بیٹھے ہیں۔ سب کو ایک ہی بار میں جواب مل جائے۔

گڑیا ضد نہ کرو۔ تیار ہو جاؤ تایا لوگ آنے ہی والے ہوں گے اور دیکھو ایسا کر کہ تمہیں کیا ملے گا؟ دادو کی ضد سے تو آگاہ ہو نا تم۔ صاعقہ نے گھٹنوں میں سر دیے ہچکیوں سے روتی نیلم کے بال سہلائے۔

ہمیں کچھ نہیں سننا۔ آخر ہمارا قصور کیا ہے؟ کس جرم کی سزا دے رہی ہیں دادو ہمیں؟ ہم پڑھنا چاہتے ہیں۔ یونیورسٹی جانا چاہتے ہیں۔ لیکچرر بننا چاہتے ہیں۔

تو منع کس نے کیا ہے تجھے۔ چلی جانا یونیورسٹی بھی۔ مگر شادی کے بعد آہل کی اجازت سے۔ دادو نجانے کب کمرے میں داخل ہوئیں تھیں۔

آپ ہمارے ساتھ زیادتی کر رہی ہیں دادو۔ ہمارا مذہب بھی لڑکی کی رضامندی کا حکم دیتا ہے۔ پھر آپ؟ وہ جو چیخ کر بول رہی تھی۔ ساتھ ساتھ آنسو صاف کر رہی تھی۔ دادو کی اس سے بھی تیز دار آواز میں بات کاٹنے پر خاموش ہو گئی۔

مجھے مذہب دین مت سکھا۔ پانچ نمازیں پڑھتے موت پڑتی ہے اور مجھے بتا رہی ہے اسلام اور دین۔ اُٹھ اور کپڑے بدل کر نیچے آ۔ اگر تو نے میری بات نہیں مانی تو بارہویں کے امتحان بھی نہیں دینے دوں گی۔ ابھی

صرف اکیڈمی چھڑوائی ہے کالج نہیں۔ان کی دھمکی پر نیلم صدمے سے چور ہو کر رہ گئی۔ابرار صاحب بھی اب کی بار اسکا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔آہل کا رشتہ ان کی نظر میں ایک اچھا رشتہ تھا۔پھر بھائی کی ناراضگی کا بھی ڈر تھا۔اسی لیے وہ خاموش تھے۔بلکہ اگر خوش تھے کہا جائے تو غلط نہ ہو گا۔

****

دونوں بہنیں اور ماں پچھلی نشستوں پر براجمان جلدی سے باہر نکلیں۔ڈرائیونگ سیٹ پر آہل کے ساتھ بیٹھے اسرار صاحب بھی کار سے نکل چکے تھے۔وہ کار ریورس کرتا مناسب جگہ کھڑی کرنے لگا تھا۔کیوں کہ گیراج بہت چھوٹا تھا۔جب اچانک کار پیچھے کھڑی بائیک سے ٹکرا گئی۔بائیک سڑک پر گر چکی تھی۔جب آہل فٹافٹ باہر نکلا۔

آر یو بلائنڈ مین ؟ٹائیگر نے بائیک کھڑے کرتے غضب ناک لہجے میں کہا۔بلیک جینز اور جیکٹ کے ساتھ سُرمئی رنگ کی شرٹ پہنے ہوئے تھا۔فولڈ سلیوس اور فوجی کٹ اسٹائل کے بال جو آگے سے کچھ ماتھے پر گر رہے تھے۔آہل کو وہ بے حد ڈیشنگ دِکھا۔

رئیلی سوری فار دیٹ مین !آہل نے معذرت خواہانہ لہجہ اپنایا۔

آہل اندر آؤ یہاں کیوں کھڑے ہو ؟ارے ٹائیگر تم۔وہ آہل کو بلانے آئے تھے۔جب ٹائیگر کو اسکے ساتھ کھڑے دیکھا تو تعارف کروانے لگے۔

یہ آہل ہے میرا بھتیجا اور ہونے والا داماد ہے۔ آہل کی تو اس تعارف پر باچھیں چر گئیں۔ جوش سے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا جبکہ ٹائیگر کچھ تذبذب کا شکار تھا۔

یہ ٹائیگر ہے۔ ہمارے نئے کرایے دار۔ ماشاءاللہ بہت ہی فرمانبردار بچہ ہے۔ انہوں نے ٹائیگر کا کندھا تھپتھپایا۔

ٹائیگر؟ آہل کو نام کچھ عجیب سا لگا۔

روحان عاکف "ٹائیگر نے مصافحے کے لیے بڑھا ہاتھ تھامتے کہا۔"

اچھا سوری یار بائیک کے لیے۔ آہل نے کان کھجاتے شرمندگی سے کہا۔

کوئی بات نہیں۔ ٹائیگر نے آہل سے کہتے ابرار صاحب کی طرف رُخ کیا۔

اچھا انکل چلتا ہوں۔ کوئی کام ہو تو تکلف مت کیجیے گا۔

نہیں تکلف کیسا؟ کوئی کام ہوا تو تمہیں سب سے پہلے یاد کروں گا۔ ٹائیگر مسکراتے ہوئے چلا گیا۔

****

اوہ مائی گاڈ! نیلم تم تو کوئی کوئی پری لگ رہی ہو۔ ایمن نے پنک اور وائٹ فراک میں کھلے بالوں کو کنگھی کرتی نیلم کو دیکھ کر کہا وہ خاموش رہی۔

تمہارے بالوں کا میں کوئی ہیئر اسٹائل بناؤں ؟؟ ایشا نے پوچھا۔ نو تھینکس۔ وہ برا سا منہ بنا کر بولتی اپنے شہد رنگ سلکی بالوں کی پونی بنانے لگی۔ مگر بال کمر سے بھی نیچے تک جا رہے تھے۔ نیلم سے سنبھالنا مشکل ہو گئے۔

آآپی آپی ! وہ چڑچڑی سی ہوتی صاعقہ کو آوازیں دے رہی تھی۔ جو شاید کچن میں مصروف ہونے کی بناء پر سُن نہیں پا رہی تھی۔

اُف نیلم ! دو میں بنا دیتی ہوں۔ ایشا ڈریسنگ کے پاس آکر اسکے ہاتھ سے ہیئر برش تھام کر بولی۔

جب منع کر دیا ہم نے کہ نہیں بنوانے تم سے بال تو کیوں پیچھے پڑ گئی ہو۔ وہ بد تمیزی سے کہتے اسکے ہاتھ سے برش لے چکی تھی۔۔

ابھی نا سہی مستقبل میں شاید تمہیں یہ کام ہم سے ہی کروانا پڑے۔ اب آہل بھائی تو تمہارے بال بنانے سے رہے۔ ہاہاہا ایمن کے کہنے پر نیلم کی تیوری چڑھ گئی۔

ہمارے ہاتھ نہیں ٹوٹے جو تمہارے بھائی سے بال بنوائیں گے۔

گڑیا بری بات کیوں بلاوجہ غصہ ہو رہی ہو۔ صاعقہ نے خفگی سے کہا۔ ہاتھ میں موجود ٹرے ایمن نے تھامتے اس میں سے ایک گلاس خود لیا اور دوسرا بہن کو دیا۔

دماغ خراب ہو گیا ہے ہمارا تبھی۔ وہ برش پٹخ کر بولی۔

لاؤ، صاعقہ نے برش تھاما اور چند منٹوں میں ہی شہد رنگ بالوں کا خوبصورت سا اسٹائل بنا دیا۔ چھوٹی سی نوز پن اس پر بہت اُٹھ رہی تھی۔

جب وہ نیچے آئی تو دادو نے اسکی بلائیں لیں، نظر اُتاری۔ ہمیشہ دور سے ہی سلام کا جواب دینے والی تائی اسے ساتھ چپکائے بیٹھی رہیں۔ سفید کرتا شلوار میں ملبوس آہل بھی کافی شاندار دِکھ رہا تھا۔ بار بار اسے اپنی جانب متوجہ کرنے کے حُربے آزماتا نیلم کو زہر لگ رہا تھا۔ گھر کی ہی بات تھی۔ کوئی روک ٹوک نہ تھی سب نے اکٹھے کھانا کھایا۔ اور تین دن بعد اتوار کو منگنی کی تاریخ رکھی گئی۔

یہ تو سراسر زیادتی ہو رہی ہے میرے ساتھ۔ منہ مجھے میٹھا کروانا چاہئے اور یہاں امی ہی سب کیے جا رہی ہیں۔ نکاح نامے پر بھی انہیں سے سائن کروا لینا۔ آہل نے صاعقہ کے کان میں سرگوشی کی۔

دادو سے کہتی ہوں تمہاری یہ خواہش پوری کر دیں۔ وہ شرارتی لہجے میں بولی۔

ارے کیا سالی صاحبہ جب یہ کام آپ خود کر سکتی ہیں تو پھر دادو کو کیوں تکلیف دے رہی ہیں۔ وہ سنجیدگی سے مزاق کر رہا تھا۔

ہاہاہاہا شکل دیکھو دادو کے نام پر ہی ہوائیاں اُڑ جاتی ہیں۔

اب ایسی بھی بات نہیں۔ کر دو نا یہ کام پلیز ززززز۔ وہ ملتجی لہجے میں بولا۔

چلو کر دوں گی۔ کیا یاد کرو گے۔ اتنی سخی دل سالی ملی ہے۔ وہ ہنس دی۔

آہل ماں اور دادی کے درمیان منہ پھلائے بیٹھی نیلم کو دیکھ رہا تھا۔ نظر تھی کہ ہٹ کا نام نہیں لے رہی تھی اور دل تھا کہ بے اختیار ہی ہوتا جا رہا تھا۔ جان بن گئی تھی یہ لڑکی آہل اسرار کی۔

ایک دو پنز انف تھیں آپی نے دنیا جہان کی پنیں ہمارے ہی سر پر لگانی تھیں۔ وہ شدید جھنجھلاہٹ میں مبتلا ہیئر پنز اُتار رہی تھی۔ جب ڈریسنگ مرر میں اپنے پیچھے آہل کا عکس اُبھرتا نظر آیا۔ نیلم کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔

میں ہیلپ کر دوں؟ شرارت آنکھوں میں ناچ رہی تھی۔

آپ ہمارے کمرے سے جاتے ہیں کہ ہم دادو کو بلائیں۔ وہ غصہ ضبط کرنے کی کوشش میں سُرخ ہوتی اور حسین لگنے لگی تھی۔

ہمارا کمرا ابھی بولتی ہیں اور جانے کو بھی کہتی ہیں اٹس ناٹ فیئر۔ وہ ڈریسنگ ٹیبل کے کنارے ٹِک گیا۔

ہم ہی چلے جاتے ہیں۔ نیلم اسکی طرف سے مایوس ہو کر جانے کو مڑی تھی جب وہ اسکی راہ میں حائل ہو گیا۔

میں تو گڑیا کا منہ میٹھا کروانے آیا تھا۔ آہل نے مٹھائی کا ڈبہ پکڑ رکھا تھا اس میں سے ایک گلاب جامن نکال کر نیلم کے سرخی مائل ہونٹوں کی جانب بڑھایا۔

ہماری زندگی برباد کر کہ اُس میں زہر گھول کر آپ ہمارا منہ میٹھا کروانے آئے ہیں۔ وہ اسکا ہاتھ جھٹک چکی تھی گلاب جامن کہیں دور ہی جا گرا تھا۔ آہل کا چہرہ شدت ضبط سے جل اُٹھا تھا۔

کس زہر کی بات کر رہی ہو؟ وہ سنجیدہ تھا۔

آپ کی وجہ سے صرف آپکی وجہ سے دادو نے ہماری اکیڈمی ختم کروادی اور اب یونیورسٹی سے بھی منع کر دیا۔ ہمارا لیکچرر بننے کا خواب صرف آپکی وجہ سے چکنا چور ہو گیا۔ وہ چلاتے ہوئے بول رہی تھی یہ اسکی عادت تھی مزاج کے خلاف بات پر چیخنا اور روتے ہوئے بات کرنا۔

اسٹاپ کرائینگ۔ آہل نے اسے بازو سے پکڑ کر بیڈ پر پٹخا۔ نیلم نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

دیکھو گڑیا مجھے نہیں پتا دادو ایسا کیوں کہہ رہی ہیں نا ہی اس بارے میں میری اُن سے کوئی بات ہوئی ہے۔ مگر میں پرامس کرتا ہوں خود ایڈمیشن کرواؤں گا تمھارا یونی میں جس میں تم کہو گی بس؟ خوش؟ وہ اسکے پاس نیچے گھٹنے موڑ کر بیٹھا تھا۔

اور اکیڈمی؟ اسکی سوئی اب بھی وہیں اٹکی تھی۔

اکیڈمی نہیں گڑیا وہاں وہ لڑکے تمہیں کوئی بھی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ آہل نے ہاتھ بڑھا کر اسکے آنسو صاف کرنے چاہے۔

بچے نہیں ہیں ہم جو کوئی بھی ہمیں نقصان پہنچا کر چلا جائے اور ہم دیکھتے رہیں۔ وہ اسکا ہاتھ جھٹک کر بھڑکتے ہوئے بولی۔

اچھا اچھا غصہ تو نا ہو۔ میں دادو سے اجازت لینے کی کوشش کروں گا۔ وہ بہلانے لگا۔

ٹائم از اوور ناؤ۔ صاعقہ کی آواز پر آہل اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ نیلم نے آنسو صاف کیے۔

اللہ میری بہن کو رُلا دیا تم نے ایسا بھی کیا کہہ دیا؟ صاعقہ نے مصنوعی حیرت سے کہا۔"

ہمارے ایسی جرأت کہاں؟ آہل نے ہنس کر کہا۔

صاعقہ اور وہ باتوں میں مگن کمرے سے نکل گئے۔ نیلم پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

کیا چیز تھی جو اسے رُلا رہی تھی؟

اندر ہی اندر کھا رہی تھی۔

کھوکھلا کر رہی تھی۔

آنکھوں میں پھر مرچیں بھرنے لگیں تھیں۔ وہ دونوں گھٹنوں کو بازوؤں کے حصار میں لیے ان پر سر رکھے ہچکیوں سے گریہ وزاری میں مصروف ہوگئی۔

ابھی تو احساس ہوا تھا محبت کا ابھی تو جذبوں کی شاخ سے محبت کو نپل پھوٹی تھی۔

ابھی تو آسمان پر بکھرے تارے سہانے لگے تھے۔ ابھی تو گیت گنگنائے تھے ابھی تو ساز چھڑے تھے۔ ابھی تو کلیاں کھلیں تھیں کہ آسمان سیاہ ہو گیا۔ گیتوں کی جگہ نوحوں نے لے لی تھی۔ ساز میں غم کی نمی گھلنے لگی تھی۔ سب ختم ہو چکا تھا شروع ہونے سے پہلے۔

****

بڑی سی میز کے اوپر بالکل درمیان میں بلب لگا تھا اور اسکے وسط میں سفید رنگ کا چارٹ پڑا تھا جسکے اوپر پنسل سے کسی راستے کی سکیچنگ کی ہوئی تھی۔ وہ بڑے غور سے اسکا جائزہ لے رہا تھا۔ جب انس اندر آیا۔ اسکے ایک ہاتھ میں چھوٹا سا ڈبہ تھا اور وہ منہ میں کچھ چبا رہا تھا۔

یہ لو، انس نے ڈبہ اسکے آگے کیا۔

کیا ہے؟ ٹائیگر نے ڈبے میں جھانکے بغیر پوچھا۔ وہ اب تک ہاتھ میں پکڑی پنسل سے چارٹ پر نشان لگا رہا تھا۔

مٹھائی ہے ابرار انکل دے کر گئے ہیں اُن دختر کی بات پکی ہو گئی ہے اور اتوار کو منگنی ہے۔ انس اسکے برابر والے اسٹول پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔

مجھے نہیں کھانا اتنا میٹھا۔ وہ اسکی جانب دیکھے بغیر مصروف انداز میں بولا۔

کھالے ڈائن کی نہیں بڑی والی کی ہوئی ہے۔ ابھی وہ تو چھوٹی ہے بہت۔ انس نے ہنستے ہوئے کہا۔ جواباً ٹائیگر نے سرد نظروں سے اسے گھورا۔ پنسل بھی ہاتھ میں ہی موڑ دی

مجھے ایسا مزاق پسند نہیں، آئی سمجھ ؟

ٹائیگر کے غصہ ہونے پر انس کچھ خفیف سا ہو گیا۔

یار میں تو بس مزاق ہی کر رہا تھا۔ ظاہر ہے بڑی بیٹی کی ہی منگنی ہوئی ہو گی۔ چھوٹی والی تو ابھی بہت کم عمر ہے۔ انس نے فضول وضاحت دی۔

بڑی کی ہو یا چھوٹی کی میری طرف سے جہنم میں جائیں دونوں۔ یہاں ہماری زندگیوں کا سوال ہے اور تمہیں فضول بحث سوجھ رہی ہے۔ وہ اسے اچھی خاصی سنا کر اب پھر سے ایک چارٹ کھول چکا تھا۔ اس پر بھی پہلے سے ملتے جلتے کچھ نقش و نگار بنے تھے۔

زیادہ ہی ہو گیا ہے۔ اتنی اچھی لڑکی ہے۔ مگر پتھر سے سر پھوڑ رہی ہے۔ انس نے برا سا منہ بناتے کہا۔ ٹائیگر نے ابرو اُچکاتے اسے دیکھا اور پھر دوبارہ چارٹ پر جھک کر آہستہ سے بولا تو تم یہ بات اُسے کیوں نہیں سمجھا دیتے۔

سمجھا دوں گا اگر عقل ہوئی تو جلد سمجھ جائے گی۔ انس نے ایک اور گلاب جامن منہ میں رکھا۔

عورت ذات میں عقل اور حسن کبھی ایک ساتھ نہیں رہ سکتے۔ "ٹائیگر نے تبصرہ کیا۔"

تمہاری فضول سوچ ہے اور کچھ نہیں۔ انس بڑبڑاتے ہوئے ڈبہ لے کر باہر چلا گیا۔

****

سیکنڈ گزرے، منٹ گزرے، گھنٹے گزرے، پھر دن یہاں تک کہ اتوار کا دن بھی آ پہنچا۔ رونق تو اتنی نہ تھی۔ صرف اسرار صاحب کا گھرانہ اور دور شتہ دار فیملیز آئی ہوئی تھیں۔ نیلم کو سجا سنوار کر نیچے ہال میں لے جایا گیا۔ جہاں منگنی کے فنکشن کا مکمل انتظام کر رکھا تھا۔

عالیہ بیگم نے انگوٹھی نکالی اور نیلم کو ہاتھ دینے کا اشارہ کیا۔ مگر وہ چوڑیوں سے سجے ہاتھوں کو گود میں چھپانے لگی۔ وہ حیران سی ہوتی سب کو دیکھنے لگیں۔ جب دادو کے اشارے پر صاعقہ آگے بڑھی اور ہاتھ تھامنے لگی۔ نیلم زور زور سے نفی میں سر ہلا رہی تھی۔ نین کٹورے بھی چھلکنے کو بے تاب ہونے لگے۔ گہری آنکھوں میں آنسو کے ننھے ننھے قطرے چمک رہے تھے۔ صاعقہ کی تنبیہہ کرتی نظروں پر اس نے بے دردی سے لب کاٹتے ہوئے آنسو اپنے اندر اُتارے تھے۔ وہ جو ہر بات ضد کر کے منوا لیتی تھی۔ آج ہار گئی تھی۔ وہ چھوٹی تھی۔ سب اسے چھوٹا اور نا سمجھ جان کر اسکی رضا کی پرواہ نہیں کر رہے تھے۔ مگر وہ، وہ تو نجانے دل میں اس رشتے سے فرار کے لیے کیا کیا منصوبے بنا چکی تھی۔

انگوٹھی پہنا دی گئی تھی۔ ہال میں تالیوں کی آواز گونجنے لگی۔ نیلم کے سر پر گویا ہتھوڑے برس رہے تھے۔ وہ بے بسی سے بیٹھی مسکراتے سرشار سے آہل کو اپنی جانب تکتا دیکھتی رہی۔ پھر وہ زیادہ دیر مہمانوں میں نہیں

بیٹھ سکی۔ صاعقہ نے بھی اسے لے جانا ہی بہتر سمجھا تھا۔

کتنی اچھی تھی عشق کی ابتداء عباس

مگر اسکی انتہا سے اللہ بچائے

****

او صاعقہ گلی میں کسی بچے کو بول ساتھ والے گھر سے ٹائیگر یا انس کو بلا دیں۔ تیرے ابا تو جانے کب آئیں میرا ڈرامہ نکلے جا رہا ہے۔ دادو تخت پر بیٹھی اونچی آواز میں بولیں۔

اچھا دادو کہتی ہوں۔ صاعقہ نے جلدی سے برتن وہیں چھوڑے اور باہر گیٹ تک آ گئی۔

تھوڑی ہی دیر بعد ٹائیگر دروازے سے اندر آیا تھا۔ صاعقہ کو گیراج میں کھڑے دیکھا تو پوچھنے لگا۔

کوئی کام تھا آپ کو؟

جی وہ ذرا چھت پر جا کر کیبل کی تار تو ٹھیک کر دیں۔ پتا نہیں کیا ہوا ہے کوئی چینل صحیح نہیں آ رہا۔

ٹائیگر بیٹا! دادو کی آواز پر صاعقہ نے اسے اندر جانے کا اشارہ کیا۔

جی دادو! وہ ڈرائنگ روم کے سرے پر کھڑا دادو کو تخت پر براجمان دیکھ کر بولا۔

ارے بیٹا کیبل کو دیکھ دو کیا ہوا ہے؟ دادو نے ہاتھ ہلاتے نخوت سے کہا۔

میں دیکھتا ہوں۔ ٹائیگر چھت پر جانے کے لیے سیڑھیاں چڑھنے لگا۔

آپ رہنے دیں میں دیکھ لوں گا۔ صاعقہ کو اپنے پیچھے چھت پر آتا دیکھ کر اس نے کہا۔

صاعقہ سر ہلاتی دوبارہ کچن میں چل دی۔

نیلم نے ٹائیگر کو سیڑھیاں چڑھتے دیکھا اور پھر صاعقہ کو اکیلے واپس جاتے۔

دل پہلے ہی بھرا پڑا تھا۔ اب چونکہ مجرم بھی سامنے تھا اور کچھ قدموں کی دوری پر، تو وہ دیر کیوں کرتی۔ تبھی جلدی سے اپنے روم کا دروازہ بند کر کے چھت کی سیڑھیاں چڑھنے لگی۔ وہ شاید بچپن سے ہی اتنی جذباتی تھی۔ ضدی تھی۔ بات کو چٹکیوں میں اُڑا دینے والی۔ مگر اب دل پر لگی تھی تو چٹکی میں بات اُڑ ہی نہیں رہی تھی۔

ٹائیگر اسٹول پر کھڑا کیبل کے تاروں سے کُشتیاں کرنے میں مصروف تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہاتھ جھاڑتا اسٹول سے نیچے چھلانگ مار چکا تھا۔ مگر جوں ہی نظر نیلم کی جانب پڑی چند پل کو جیسے ٹھہر گیا تھا۔ وہ حد درجہ غمگیں لگ رہی تھی۔ مگر وہ نظر انداز کر گیا۔ پاس سے ہو کر گزر جانا چاہتا تھا۔ جب وہ راستے میں حائل ہو گئی۔ ٹائیگر نے دانت پیس لیے۔ ساتھ ہی چہرہ بھی موڑ لیا۔ وہ اسے دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ صورت جس کے حُسن کے دیوانے اسے جینے نہیں دیتے تھے۔ وہی حُسن اسکے پاس چل کر آتا تھا اور وہ، وہ نگاہِ غلط تک نہ ڈالتا۔

بہت خوش ہیں نا آپ؟ اس انگوٹھی کو ہمارے ہاتھ میں دیکھ کر۔ اس نے اپنے ہاتھ کی پُشت اسکی جانب کرتے ہوئے کہا۔ جس میں سونے کی انگوٹھی اپنی فتح پر مطمئن تھی۔ ٹائیگر کو حیرت ہوئی۔ انس نے تو کہا تھا کہ بڑی کی منگنی ہوئی ہے۔

بڑی کی ہو یا چھوٹی کی مجھے کیا۔ اگلے ہی پل اس نے سر جھٹکا۔

ہماری منگنی کا سُن کر بہت خوشی ہوئی ہو گی نا آپ کو؟ سوچا ہو گا کہ جان چھوٹی۔ وہ برہمی سے کہہ رہی تھی۔ ایک آنسو بھی چھلک پڑا تھا۔ ٹائیگر کو کوئی فرق نہ پڑا۔ وہ تو بس جانے کو پر تول رہا تھا۔ مگر وہ کالی بلی کی طرح راستہ کاٹے کھڑی تھی۔

منگنی ہماری جس سے مرضی ہو۔ شادی تو ہم آپ سے ہی کریں گے۔ ضدی بچے سا لہجہ تھا اسکا۔

مجھے آپکی فضول گوئی میں کوئی دلچسپی نہیں۔ راستہ چھوڑیں۔ ٹائیگر نے ناگواری سے کہا۔

آپ کے ہر راستے پر نیلم کھڑی ہے۔ ہم سے فرار حاصل کریں گے تو جان لے لیں گے۔ آپ کی بھی اور اپنی بھی۔ وہ تمام فاصلے سمیٹتی اسکا کالر پکڑ چکی تھی۔ سبز کانچ سیاہ آنکھوں میں گاڑھے وہ مقابل کو چاروشانے چِت کرنے کا حوصلہ رکھتی تھی۔

آپ نے دوبارہ کوئی ایسی حرکت کی تو میں انکل کو سب بتا دوں گا۔ آپکی بدتمیزیاں بہت برداشت کر لیں میں نے۔ ناؤ اٹس انف سنا آپ نے۔ وہ ضبط کے مارے سرخ پڑتے چہرے سے گویا ہوا۔ ساتھ ہی بے دردی سے اسکے ہاتھ اپنے گریبان سے ہٹائے تھے۔

پوری دنیا کو بتا دیں۔ ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ سنا آپ نے۔ وہ بھی اسی کے انداز میں چلائی تھی۔

آپ کا تو دماغ خراب ہو گیا ہے۔ وہ اشتعال میں آچکا تھا۔

ہاں ہو چکا ہے ہمارا دماغ خراب۔ جب سے آپ ہمارے سامنے آئے ہیں۔ ذہن کے پردے پر چپک کر رہ گئے ہیں۔ ہٹنے کا نام ہی نہیں لیتے۔ جینا حرام کرر کھا ہے آپ نے ہمارا۔ سامنے آتے ہیں تو ایسا لگتا ہے جیسے آپ کے سوا کچھ اہم نہیں۔ آپ نہیں تو نیلم نہیں۔ یہ جہان نہیں۔ ہم پاگل ہو جائیں گے۔ یقین کریں، ہمیں آپ کی جانب کھینچنے سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ ہم خود نہیں روک پار ہے خود کو۔ سب قصور آپ کا ہے۔ نا آپ آتے نا یہ سب ہوتا۔ اتنے خوش تھے ہم، آپ نے آکر۔ وہ روتے ہوئے بولتی بار بار ہاتھ کی پُشت سے گال رگڑتی ٹائیگر کو مزید غصہ دلا رہی تھی۔

میں نے آکر کچھ نہیں کیا۔ یہ سب آپ کے اپنے دماغ کا خناس ہے۔ بلاوجہ مجھے موردالزام مت ٹھہرائیں۔ اپنی یہ افسانوی دنیا سے باہر نکلیں تو آپ یقیناً نارمل ہو جائیں گی اور آخری بات آئندہ یہ سب خرافات ہمارے سامنے اُگلیں تو انجام کی ذمہ دار آپ خود ہوں گی۔ ہٹیں اب۔ اپنی بات مکمل کر کے وہ اسے بازو سے دبوچ کر سیڑھیوں کی جانب جانے والے راستے سے ہٹا چکا تھا۔ پھر تیز تیز سیڑھیاں پھلانگتا، وہ ایک سیکنڈ سے بھی کم عرصے میں اسکی نظروں سے اوجھل ہوا تھا۔

وہ خواب کہ دیکھا نہ کبھی، لے اُڑا نیندیں

وہ درد کہ اُٹھا نہ کبھی، کھا گیا دل کو

وہ واقعی ہی کم عمر کم عقل اور جذباتی تھی۔ بچوں کی طرح ننگے پیر جلے فرش پر بیٹھی رو رہی تھی۔ اسے احساس نہیں تھا کہ وہ کیا کہہ گئی ہے؟ کیا کر گئی ہے؟؟ وہ نہیں سمجھتی تھی کہ جس معاشرے کا وہ حصہ ہے۔ وہاں عورت کو سچی محبت کے اقرار کی بھی اجازت نہیں اور مرد کو صبح شام مختلف جگہوں پر مختلف عورتوں سے بلا خوف وخطر بے قراریوں کے اظہار پر کوئی روک ٹوک نہ تھی۔ اسے نہیں پتا تھا کہ وہ اپنی انا خودداری ایک انجان شخص کے سامنے کُھل چکی ہے۔ اُسے پتا تھا تو بس یہ کہ وہ اب انجان نہیں رہا تھا۔ وہ اجنبی نہیں تھا۔ وہ تو وہ تھا، جسکا اسے انتظار تھا۔ جسکے لیے وہ اپنی دیواریں چارٹس سے بھرا کرتی تھی۔ مگر وہ بھول گئی تھی یا بھلا دیا تھا کہ قسمت میں جو لکھا ہے۔ ملتا وہی ہے۔ چاہے آپ بچوں کی طرح ایڑیاں رگڑو یا سڑک پر لیٹ کر احتجاج کرو۔ قسمت بہری ہو جاتی ہے۔ وہ آپکی نہیں سُنتی۔

نگاہیں ملا کر بدل جانے والے

مجھے تجھ سے کوئی شکایت نہیں ہے

یہ دنیا بڑی سنگدل ہے یہاں پر

کسی کو کسی سے محبت نہیں ہے

****

فارم ہاؤس میں داخل ہوتے ہی ایگل نے چاروں طرف نظر دوڑائی۔ کیا کمال کی جگہ تھی۔ایک طرف ریگستان لگتا تو دوسری طرف بہار کا ساسماں تھا۔ بہت سے مذہبی چولے میں ملبوس افراد ٹرکوں پر سامان لوڈ کر رہے تھے۔ بڑی بڑی بوریاں کندھوں پر ڈالے۔ وہ سب بہت مصروف نظر آرہے تھے۔

یہ تین تین ٹرکوں میں کیا رکھا ہے؟ ہم کچھ مدد کر سکتا ہے؟ ایگل نے اپنے برابر ہی پجارو کی پچھلی نشست پر بیٹھے ڈیک کو مخاطب کیا۔

نہیں تم اس میں کوئی مدد نہیں کروا سکتے۔ یہ تمہارا کام نہیں ہے۔ڈیک نے سختی سے کہا۔

ارے واہ تم بھی ایم آز کی طرح رعب جھاڑنے لگ گیا ہے۔ایگل نے برا مانتے کہا۔

اوہو ایسی کوئی بات نہیں ہے یار۔ یہ سب اسلحہ ہے اور بلوچستان پہنچانا ہے۔ یہ کام شیر دل کرے گا۔ سوڈونٹ وری اباؤٹ اٹ۔ ڈرائیور کو اشارہ کرتے ڈیک نے پجارو رُکوادی۔ ایگل اسکی بات پر سر ہلاتا نیچے اُترنے لگا۔

تم انگریزی بھی بولتا ہے۔ پڑھا لکھا ہے تو اس کام میں کیوں آیا؟ وہ دونوں ساتھ ساتھ چلتے زمین کی کچی سطح سے پتھر کی روش پر جارہے تھے۔ جب ایگل کے سوال پر ڈیک کے قدم بے اختیار تھم سے گئے تھے۔ چہرے پر تاریکی چھاگئی۔

ہمارا مطلب تم یہاں کا لگتا نہیں۔ کوئی انگریج (انگریز) ٹائپ کا لگتا ہو۔ ایگل جواب نا ملنے پر اپنے سوال کی وضاحت کرنے لگا۔

ڈیک نے سرد آہ شام کی بوجھل فضا کے سپرد کرتے قدم پھر آگے بڑھانے شروع کردیے۔ اب پلٹنے کا وقت نہیں تھا نا ہی اجازت۔

کیا کرو گے تم جان کر؟ ڈیک نے جیک کی شرٹ کی سلیوس فولڈ کرتے کہا۔ ایگل کی نظریں اسکے چہرے کے اُتار چڑھاؤ دیکھ رہی تھیں۔

ہم جاننا چاہتا ہے کہ یہ ہیر وٹائپ کا بندہ ولن کیسے بنا؟ ایگل نے سنجیدگی کی تہہ کو باریک کیا تھا۔

ہاہاہا میرے سر پر بچپن سے ہی بال نہیں ہیں۔ اب اس وجہ سے اگر میں ولن نظر آتا ہوں تو اس میں میرا کیا قصور؟ ڈیک کا لہجہ بھی ہلکا پھلکا سا تھا۔

تم بتاؤ نا ہم کو کہ تم کس سکول سے سیکھا اتنا اچھا انگریزی بولنا۔ ایگل اور ڈیک کی اب بہت بن گئی تھی۔ ایم آز کو ایگل پر بھروسہ نہیں تھا۔ تبھی ڈیک اسکی مکمل جاسوسی پر لگا رہا۔ اب وہ اپنے کام میں بھی اچھا تھا اور رویے میں بھی۔ تین چار مہینے ہو چکے تھے۔ مگر ایک بار بھی اسکے کام میں کوتاہی نہیں ہوئی تھی۔ اب تو منہاج بھی اسکی جانب سے کچھ پُرسکون ہو چکا تھا۔

میں امریکہ کا رہائشی ہوں۔ ڈیک اور وہ باتیں کرتے کرتے اب فارم ہاؤس کے وسط میں بنے عالیشان بنگلے کے اندر داخل ہو گئے۔ سفید رنگ کا بنگلہ۔

کیا؟؟؟ اندر جاتے ایگل کے قدم ٹھٹھک گئے تھے۔

ہاں امریکا کا رہائشی، سعودیہ کا قیدی اور پاکستان کا اسمگلر اور ٹیررسٹ (دہشت گرد)۔ ڈیک نے اطمینان سے جواب دیتے ڈرائنگ روم کی میز پر چابیاں اُچھالیں اور ٹانگیں پھیلا کر صوفے پر دراز ہو گیا۔

کیا؟ کیا؟؟ کیا تم؟؟ مطلب ہم کچھ سمجھا نہیں۔ ایگل بھی سامنے صوفے پر آبیٹھا۔ مگر آگے کو جھکا بے آرام سا بے چین سا بیٹھا تھا۔

یہ سالوں پہلے کی بات ہے۔جب امریکہ میں لاوارث بچوں کو چائلڈ ہوم میں چھوڑ دیا جاتا تھا۔اور والدین آزاد ہو جاتے اپنی اپنی زندگیوں میں۔تب ایک ایسے ہی دو محبت کرنے والوں کا انجام ڈیک نامی شخص کی صورت میں ہوا۔مجھے چائلڈ ہوم میں پھینک دیا گیا۔یہ کیلیفورنیا کا چائلڈ ہوم تھا۔ڈیوڈ وہاں کا سربراہ تھا۔وہ بچوں سے جنسی لذت کا کام لیتا تھا۔میں بھی اُن بچوں کی گنتی میں اُس وقت آ چکا تھا۔جب میں نے گیارہ سے بارہ برس کی عمر میں قدم رکھا۔مگر میں اُسے بہت تنگ کرتا تھا۔وہ ہمیشہ مجھے مارتا پیٹتا، گالی گلوچ کر کے چلا جاتا تھا۔ایک بار اُس نے مجھے اور چار پانچ اور بچوں کو اُلٹا ٹانگ دیا تھا۔وہ ہم سے عاجز آ چکا تھا۔اُس رات ڈیوڈ نے لوہے کی روڈ گرم کر کے ہمارے جسم جھلسا دیے تھے۔ہم سسک بھی نہ سکے تھے۔رسوں سے جکڑے، اُلٹے لٹکے ہم آہیں بھی نہ بھر سکے۔خون گردش نہیں کر سکا تھا اُس رات ہمارے جسموں میں۔تب تین دن بھوکا رکھنے کے بعد وہ ہم سے اپنی لذت پوری کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ہماری ویڈیوز بنائیں۔تب میں چودہ برس کا تھا۔وہ رات بہت بھیانک تھی۔میں نے بہت کوسا تھا اپنی زندگی کو۔میرا جسم غلاظت سے بھر چکا تھا اور اسکا ثبوت اُس شیطان کے پاس محفوظ تھا۔میرے بال بھی اُس رات لوہے کی گرم روڈ کے ساتھ ہی چپک چپک کر ختم ہو چکے تھے۔میری نیلی آنکھیں، صاف شفاف رنگت، پرکشش نقوش اُس کے سعودی ساتھی کو بہت بھائے اور میری ڈیل کر لی گئی۔ایک رات میں سویا تو دو راتوں بعد سعودیہ میں آنکھ کھلی۔ایک کچرے اور غلاظت کے ڈھیر سے نکل کر میں دوسرے میں آ چکا تھا۔یہاں بھی دن رات ٹارچر کیا جاتا۔کھانا تب تک نا ملتا جب تک آنتیں چپک نہ جاتیں۔بہت ظالم تھے وہ لوگ۔ایگل بہت ظالم۔قہر برساتے دن رات اذیت ہی اذیت تھی۔تکلیف اتنی ہوتی کہ جان جانے لگتی اور جو گندہ کام وہ مجھ سے لیتے۔میرا مر جانے کو جی چاہتا۔مگر میں بھی بلا کا ڈھیٹ تھا۔ان چار سالوں میں بھی نہ مرا اور اُن کے اگلے کھیل کے لیے چُن لیا گیا۔میرا پُرکشش سراپا اُن کے کاروبار کے لیے بہت مفید ثابت ہونا تھا۔تب اُنہوں نے مجھے استعمال کرنا شروع کیا۔سعودی عورتیں جلد میری شخصیت کی دیوانی ہو جاتیں۔مجھے ان سے شادی کر کے پہلی رات کی ویڈیوز بنا کر دینے کا حکم دیا گیا۔

تاکہ بعد میں اِن کو بلیک میل کر کے پیسہ نکلوایا جاسکے۔ مجھے یاد ہے وہ میری پہلی شادی تھی۔ جب پوری رات گزارنے پر بھی میں نے اُس لڑکی کو چھوا تک نہیں۔ تب ادین نے مجھے ایک بار پھر لوہے کی گرم روڈ سے پیٹا۔

کیوں ہیرو لڑکی پسند نہیں آئی تھی کیا؟ وہ جلاد بنا پوچھ رہا تھا۔ موٹا پائپ ڈیک کی برہنہ کمر پر پڑا۔

اگر پسند نہیں آئی تھی تو کہا ہوتا بدل دیتے۔ ڈیک کا پورا منہ جھلس چکا تھا۔ بار بار اسکے منہ سے خون کا فوارہ اُبل پڑتا۔

مم معاف کر دو ادین۔ اُس رات میں نے اُسکی بہت منتیں کیں۔ معافیاں مانگیں اور پھر اُسکے کہے پر عمل کرنے لگا۔ چند سال بعد ایک لڑکی اور آئی میری زندگی میں۔ مگر اُسکی شرط تھی کہ پاکستان جاکر تمام رسومات سمیت شادی کرے گی۔ اُسکے والد پاکستان میں رہتے تھے۔ تب مجھے پاکستان جانے کی اجازت مل گئی۔ مگر ساتھ جاسوس بھی چھوڑے گئے۔ لیکن اس بار گیم میرے ساتھ کھیلی گئی۔ کراچی ائیر پورٹ پر چیکنگ کے دوران میرے بیگ سے اسلحہ نکل آیا۔ وہ بھی بلٹس کی بھرمار کے ساتھ اور بڑی بڑی رائفلز۔ میرے حواس کام کرنا بند کر گئے۔ مجھے دہشتگرد قرار دے دیا گیا اور ایک انڈر گراؤنڈ تہہ خانے میں ڈال دیا گیا۔ جہاں ایک اور سعودی قیدی منہاج عز ضحاک قید تھا۔ تب ہم دونوں وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے تھے اور تب سے ساتھ ہیں۔ ادین اور ڈیوڈ تو سمجھے کہ میں وہیں اُسی قید میں مر گیا۔ مگر میں زندہ ہوں۔ ڈیک کا چہرہ شدت جذبات سے سُرخ ہو چکا تھا۔ سانس بھی معمول سے تیز چل رہی تھی۔ ایگل اسکی داستان سُن کر سُن ہو چکا تھا۔

تم وہاں سے فرار کیسے ہوا؟ ایگل نے بہت دیر بعد سوال کیا۔

بھارت کا سب سے بڑا ڈان تھا وہ۔ جس نے مجھے اور ایم آز کو رہائی دلوائی۔ اس میں پاکستان کی غدار پولیس نے ہماری بڑی مدد کی۔ ڈیک نے سرد آہ بھری۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ پھر سے ماضی میں پہنچ گیا ہو۔

پاکستان کا پولیس ایسا تو نہیں ہے۔ بڑا سخت ہے بئی۔ ایگل کو اعتراض ہوا۔

ہاہاہاہایہ جو ٹرک کھڑے ہیں نا باہر۔ ان کو پہنچانے والا بھی ایک پولیس والا ہی ہے۔ بلکہ اے ایس پی آہل ہے ڈھائی سال محنت کی۔ مگر کمائی سے داڑھ بھی گیلی نا ہوئی تو سارا ایمان ایک طرف رکھ کر۔ فوراً پیسہ جیب میں ٹھونسا اور شروع جی حضوری۔ ڈیک نخوت سے بولا۔

سر! ملازم لڑکے نے ڈرائنگ روم کے دروازے پر دستک دی۔ ڈیک نے اشارے سے اسے جانے کا کہا۔

چلو تمہارا مال تیار ہو گیا ہے۔ افسردہ کرنے کو معذرت یار اور رات کو آنا ڈنر اکٹھے کریں گے۔ ڈیک نے اٹھتے ہوئے کہا۔

نئی بئی افسردہ کیسا؟ ہم کو تو اچھا لگا کہ تم نے ہمیں اپنا دوست سمجھا۔ ایگل کے کہنے پر ڈیک نے اسکے کندھے کے گرد بازو پھیلا دیا۔

تمہارے آنے سے کافی کام درست جا رہے ہیں اور میں ایم آز کے وحشیانہ پن سے کافی حد تک محفوظ ہو چکا ہوں۔ ڈیک کے لہجے میں تشکر جھلک رہا تھا۔ ایگل بھی مسکرا دیا۔

کسی بھی رشتے کو نبھانے کے لیے وعدے اور قسموں کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ اسے نبھانے کیلیے دو خوبصورت لوگ چاہییں۔

ایک جو بھروسہ کر سکے۔

دوسرا جو اسے سمجھ سکے۔

****

خلامنک طرفي وامتلامنک خاطري"

"کأنک من عیني نقلت الی قلبي

وہی سحر انگیز لہجہ گھمبیر آواز۔اسکا تنفس تیز ہونے لگا۔

کیا ہوا سمجھ نہیں آئی؟ دلفریب مسکراہٹ جان لیوا انداز۔اسکو اپنے چہرے پر دو اُنگلیوں کا لمس سرسراتا ہوا محسوس ہوا۔کتنی تپش تھی اس لمس میں۔وہ سوتے میں بھی کسمسانے لگی۔

جب بھی نظر سے دور ہوئے"

دھیان میں میرے آن آبسے

آنکھ سے چل کر دھیرے دھیرے

"منزلِ دل تک آپہنچے

آواز کچھ اور قریب سے آنے لگی۔ فاصلہ سمٹنے لگا۔ سماعت پھٹنے لگی۔ کوئی اسے جکڑنے لگا تھا۔

آآآآآآوہ رات کے تیسرے پہر پھر جاگ گئی تھی۔ پورا وجود پسینے سے شرابور تھا۔ ننھا سا دل پسلیاں توڑ کر باہر نکلنے کو بے تاب ہونے لگا۔ اسکا سانس پھولنے لگا تھا۔

اُف گڑیا کب تک خواب دیکھ دیکھ کر ڈرو گی۔ اب بڑی ہو جاؤ۔ ہر خواب دیکھ کر چیخ مارنا تو گویا فرض ہے تم پر۔ صاعقہ نے جھنجھلاتے ہوئے کہا۔ ابھی چند منٹ قبل ہی تو مطالعہ کر کے لیٹی تھی وہ کہ اسکی چیخ سے جاگ گئی۔

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ چہرے پر سے پسینہ صاف کرتے۔ سائڈ ٹیبل پر موجود جگ سے گلاس میں پانی بھرا اور آہستہ آہستہ پینے لگی اور سوچنے لگی کہ خواب میں کیا دیکھا تھا۔ مگر بہت سوچنے پر بھی کچھ یاد نہ آیا۔ سوائے اُن چند مختلف زبان میں بولے جملوں کے۔

خلامنك طرفي وامتلامنك خاطري

''كأنك من عيني نقلت الى قلبي

گڑیا سو جاؤ یار۔ مجھے صبح یونیورسٹی بھی جانا ہے کچھ کام ہے۔ صاعقہ بڑبڑائی۔

لائبریری جانا ہو گا کام کی کچھ لگتیں۔ وہ بھی بڑبڑاتے ہوئے لیٹ گئی۔

اسے لگا ابھی چند ہی منٹ ہوئے ہیں۔ مگر گھڑی پر نظر پڑی تو وہ آٹھ کے ہندسے پر کھڑی صبح بخیر کہہ رہی تھی۔ کھڑکی سے ہلکی ہلکی دھوپ اندر آ رہی تھی۔ اس نے اپنے اُٹھنے کی وجہ تلاش کی تو پاس پڑے سیل فون کی جانب توجہ گئی۔ جواب بھی مسلسل بج رہا تھا۔ سات آٹھ مسیجز میں ''پِک اپ دی کال'' کا پیغام تھا۔ کال پھر آنے لگی کچھ سوچ کر اس نے یس کا بٹن پُش کیا تھا۔

میری جان ابھی تک سو رہی ہو۔ میری نیندیں اُڑا کر خود تم کیسے اتنی میٹھی اور پُر سکون نیند سو سکتی ہو؟ بہت ہی کوئی چھچھورا انداز تھا مقابل کا۔ نیلم کا رواں رواں جل اُٹھا۔

کون ہو؟ اور اس بکواس کی وجہ؟؟ وہ تڑخ کر بولی۔

تمھاری جان، میری شہزادی اور یہ بکواس نہیں ہے۔ حقیقت ہے۔ پوری پوری رات تمہاری تصاویر دیکھتے گزر جاتی ہے اور تم ہو کہ مسلسل بے نیاز ہو۔ لہجے میں مصنوعی غم سموتے کہا گیا۔

شٹ اپ ہماری ے صاویر تمھارے پاس؟ ناممکن اور شرافت سے بتاؤ کون ہو؟؟ اوہ اویس یا حمزہ میں سے کوئی ہو تو جان لو اب اکیڈمی نہیں آؤں گی۔ اب اپنی دال کہیں اور جا کر گلاؤ۔ ساتھ ہی اس نے دو تین گالیوں سے بھی نواز ڈالا۔ پہلے ہی ان کی وجہ سے وہ بہت نقصان اُٹھا چکی تھی۔

کم آن بے بی کم از کم میری آواز تو پہچان لو۔ بہت ہی ڈھیٹ واقع ہوا تھا وہ۔

دفع ہو جہنم میں جاؤ۔ بلاک کر رہی ہوں تمہارا نمبر۔ وہ سخت غصے میں بولی۔

شوق سے کرو میری جان مگر پہلے جو تصاویر بھیج رہا ہوں۔ وہ تو دیکھ لو اور ہاں اگر چاہتی ہو کہ یہ تصاویر پوسٹرز کی صورت میں شہر میں نہ لگیں تو فوراً چوکنڈی کے قبرستان پہنچو۔ فون کی دوسری سمت سے رعب دار آواز میں صاف دھمکایا گیا تھا۔

ہماری جوتی آتی ہے قبرستان کمینے ذلیل انسان۔ وہ تو آپے سے ہی باہر ہوتی جا رہی تھی۔

میری جان اتنا غصہ تو نہ کرو۔ اس کے ڈھیٹ پن پر نیلم نے جل کڑھ کر فون بند کر دیا۔

کچھ دیر بعد پھر موبائل کی مسیج ٹون بجنے لگی۔اس نے آنے والی مسیجز چیک کیے تو چہرہ نیلا پڑ چکا تھا۔ہاتھ سرد پڑ گئے اور وہ خود کپکپانے لگی۔اسے اپنی جان نکلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی نے سانس کی نالی میں کپڑا پھنسا دیا ہو۔عجیب و غریب عریاں لباس میں ملبوس نیلم کے پوز بھی نہایت واحیات تھے۔

اس بار میکانکی انداز میں اس نے کال اٹینڈ کی تھی۔

مجھے پتا ہے تمھاری کیا حالت ہے ؟ان پکچرز کو دیکھ کر میری فوٹو گرفی پر شک تو نہیں کرو گی نا تم ؟ہاہاہاہاتت تم کون ہو ؟؟کک کیا چاہتے ہو ؟؟؟نیلم کی آواز کہیں دور کسی کنویں سے آتی محسوس ہوئی۔

فی الحال تو تمہیں چاہتا ہوں میری جان۔پھر آ رہی ہو ؟؟کتنا چہکتا لہجہ تھا اسکا۔سرشار جیت کے نشے سے چور۔

مم مجھے اس جگہ کا نہیں پتا۔اس نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

مطلب منع کر رہی ہو ؟؟سخت انداز تھا۔

نن نہیں تو،وہ گھبرا گئی۔

ویل ڈن جلدی آؤ۔آئی ایم ویٹنگ ڈئیر۔

اور ایک بات اگر کسی اور کو انوالو کرنے کی کوشش کی تو یہ بندہ جان سے جائے گا۔جسکی تصویر اب میں بھیجوں گا۔تیز آواز میں کہتے ساتھ رابطہ منقطع کر دیا گیا۔

اس بار آنے والی دو تین تصویریں ابرار صاحب کی تھیں۔انہیں ایک کرسی پر رسیوں کے ساتھ باندھ رکھا تھا اور منہ پر تھیلا چڑھا رکھا تھا۔اسکی جان پر بن گئی۔

بابا!بابا!!

اسکی سسکیاں اندر ہی اندر دم توڑنے لگیں۔ منہ پر ہاتھ رکھے وہ نجانے کتنی دیر گھٹ گھٹ کر روتی رہی۔

صاعقہ کالج گئی تھی۔ دادو نیچے تھیں۔ اسے جانا تھا وہ گرتی پڑتی اُٹھی۔ مناسب لباس پہنا اور پہلی بار اپنی مرضی سے سیاہ چادر اوڑھ کر کمرے کا دروازہ مقفل کرتی نیچے چلی آئی۔

اے نیلم کدھر؟ نیلم! او نیلم!! کدھر جارہی ہے؟

دادو کی آوازیں اسے اپنی پُشت پر صاف سنائی دے رہی تھیں۔ مگر وہ سنی ان سنی کرتی نکل گئی۔

****

صبح سے دوپہر ہو چکی تھی۔ اب تو سورج بھی کھڑا کھڑا تھک چکا تھا۔ جھکنے لگا تھا۔ آدھا آسمان نیلا ہو چکا تھا۔ شام ہونے کو تھی۔

ناہی نیلم گھر آئی تھی ناہی ابرار صاحب۔ دونوں کے موبائل بھی بند جارہے تھے۔ نیلم تو اپنا موبائل گھر پر ہی چھوڑ کر جا چکی تھی۔

دادو آپ آہل کو کال کریں۔ اُسے کہیں جلدی آئے۔ صاعقہ نے آنسو صاف کرتے پریشان ہوتی دادو کے کندھے پر ہاتھ رکھتے کہا۔

ارے میری مت ماری گئی ہے۔ پہلے کیوں خیال نہ آیا۔ آہل کو کال ملا۔ دادو نے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارتے کہا۔

یہ لیں دادو! صاعقہ نے سیل فون بڑھاتے کہا۔

ہائی وے پر موجود پولیس اے ایس پی آہل اسرار کو وہاں دیکھ کر کچھ حیران تھی۔ مگر وہ وہاں کی چیکنگ کرتا آرڈر دیتا اپنی ڈیوٹی انجام دے رہا تھا۔ اسکا اچانک ہائی وے پر آنا ہائی وے پولیس کے لیے کھٹکے کی بات تھی۔

سر ٹرک میں پھل ہی ہیں۔

ٹھیک ہے جانے دو۔ آہل نے مغرورانداز میں جواب دیا۔

ٹن ٹن ٹن رنگ ٹون کی آواز پر گھڑی پر وقت دیکھتا آہل چونک گیا۔ پانچ تیس ہو رہے تھے۔ پانچ چالیس تک وہ تین ٹرک یہاں سے گزرنے تھے۔

کیا؟؟ دادو! میں ابھی پہنچتا ہوں۔ آآپ فکر نہ کریں۔ نیلم کہاں جاسکتی ہے؟ اُسکی سہیلیوں کے گھر پتا کریں۔ آہل سب بھول بھال گیا تھا۔ یاد تھا تو صرف اتنا کہ اسکی منگیتر، کزن، محبوبہ وہ گھر پر نہیں ہے۔ وہ کہیں چلی گئی ہے۔ آہل کو اپنے جسم سے جان نکلتی محسوس ہو رہی تھی۔ کب وہ پولیس جیپ میں بیٹھا اور روانہ ہو گیا۔ کسی کو کان و کان خبر نہ ہوئی۔ مگر ٹھیک پانچ منٹ بعد وہ تین ٹرک ہائی وے کی حدود میں داخل ہو چکے تھے۔

کراچی کے مشرق میں ستائیس کلو میٹر کے فاصلے پر واقع چوکنڈی کا قبرستان نیشنل ہائی وے این_5 (کراچی_تورخم) سے گزرنے والے افراد کی توجہ باآسانی اپنی جانب کھینچ لیتا ہے۔ صدیوں پرانی اس تہذیب کی آخری آرام گاہ کو دیکھنے کے لیے وہ یہاں کا رُخ کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ دو کلو میٹر کے رقبے پر بسے اس شہرِ خموشاں کا شمار سندھ کے تاریخی ورثوں میں ہوتا ہے۔ یہاں موجود زیادہ تر قبروں کی تعمیر پندرہویں صدی عیسوی سے لیکر اٹھارویں صدی عیسوی تک ہوتی رہی۔

لفظ چوکنڈی کے حوالے سے اکثر کا کہنا ہے کہ اس مقام پر جام مراد بن حاجی کے نام سے ایک مقبرہ ہے۔ جس پر لفظ چوکنڈی درج ہے۔ اس وجہ سے چند ماہرین کا کہنا ہے کہ یہ جگہ کا نام ہے۔ جبکہ کچھ ماہرین اسکی وضاحت

آرکیٹکچر کے طور پر بھی کرتے ہیں۔ سندھی میں چوکنڈی چار کے معنی میں بھی آتا ہے اور دیکھا جائے تو یہاں زیادہ تر قبریں چار پِلرز کی صورت تعمیر کی گئی ہیں۔ یہاں نقش و نگار سے مزین تقریباً چھ سو قبریں ہیں۔ جبکہ سادہ کی تعداد بارہ سو کے قریب ہے۔ یہاں پر زیادہ دیدہ زیب قبریں وہ ہیں جو تواتر منزلہ بنی ہوئی ہیں۔ یہ تقریباً ڈھائی فٹ چوڑی، پانچ سے آٹھ فٹ تک لمبی اور چار سے چودہ فٹ تک اونچی ہیں۔ انکی تعمیر میں پیلے رنگ کا پتھر استعمال کیا گیا ہے۔ جو زیادہ تر ٹھٹھہ کے قریب جنگ شاہی سے ملتا ہے۔

نیلم حد درجہ پریشانی میں بھی اس قبرستان کی تزئین و آرائش دیکھ کر رہ گئی۔ یہاں موجود قبروں پر تختیاں نہیں تھیں۔ بلکہ مردوں کی قبریں گھڑسوار، سورماؤں اور اسلحے سے منقش تھیں جبکہ عورتوں کی زیورات سے۔

شام کے سائے پر پھیلانے کو بے تاب سورج کی روشنی کو اپنے اندر جذب کرنے کو بے قرار تھے۔ ایک لمبی مسافت طے کر کے اب وہ مطلوبہ جگہ پہنچی تھی۔ پورے قبرستان کا جائزہ لیتے تو وہ نہ گھبرائی۔ مگر جب یہ جائزہ مکمل ہو گیا تو بے چینی سوار ہونے لگی۔ یہاں وسط میں ایک قبر چھتری کی شکل میں تھی۔ نیلم اسکے کافی قریب کھڑی تھی۔ مطلب تقریباً قبرستان کے وسط میں پہنچ چکی تھی۔ شام ہونے کے قریب تھی۔ عموماً اس آثارِ قدیمہ کے قابلِ دید اثاثے کو دیکھنے لوگ دوپہر میں آتے تھے۔ مگر اب تو نیشنل ہائی وے کے مسافر بھی گزرتے چلے جا رہے تھے۔ نہ کوئی چرند نہ پرندل۔ سیاہ چادر جسکے کنارے پر مہرون پٹیاں لگی تھیں۔ اس پر نیلم کی گرفت مضبوط ہوتی چلی جا رہی تھی۔ پچیس منٹ گزر چکے تھے۔ اسے لگا خوف کے مارے اسکی سانس بند ہو جائے گی۔ قریب تھا کہ وہ رو دیتی۔ ایک پِلر کے پیچھے چھپی دو آنکھیں مسلسل اسکے چہرے کے اُتار چڑھاؤ ملاحظہ کر رہی تھیں۔

یااللہ میں کہاں پھنس گئی ہوں ؟ کون سی خطا ہو گئی جو یہ امتحان میرے نصیب میں لکھ دیا گیا۔ ربِ کائنات سے ایک عام بشر کی طرح اسکے شکوے شکایات بھی جاری ہو گئے تھے۔ وہ سیل فون بھی گھر چھوڑ آئی تھی۔ عجیب بے بسی ہی بے بسی تھی۔

اسی چھتری نما قبر کی دو تین انچ اونچی سطح کے کنارے بیٹھی بے بس لڑکی کی سبز آنکھیں جھلک پڑی تھیں۔ دھندلائے منظر کو صاف کرنے کے لیے اس نے میدے سی رنگت کے نازک ہاتھوں سے آنکھیں رگڑی تھیں۔ جب نظر سیاہ بوٹوں پر پڑی۔ اس میں اتنی سکت نہ تھی کہ آنکھ اُٹھا کر بھی دیکھ سکتی۔ اسکے گلے میں گلٹی سی اُبھر کر معدوم ہوئی تھی۔ قدموں کی چاپ قریب آنے لگی۔ یہاں تک کہ وہ اس سے تین چار انچ کے فاصلے پر ٹھہر گیا۔ عارضوں پر جھکی گھنی پلکوں کی باڑ لرزتے کانپتے اُٹھی تھی۔ سورج ڈوبنے کے قریب تھا اور ایسا لگتا تھا جیسے سورج اس شخص کی پُشت پر چھپ چکا ہو۔ تبھی اسکے چہرے کی جانب اُٹھتی نیلم کی نگاہ سورج کی کرنوں کی تاب نہ لاتے جُھک گئی۔ وہ اسکا چہرہ نہیں دیکھ سکی تھی۔ سیاہ جینز بہت ٹائٹ تھی اور سیاہ رنگ کی ہی شرٹ جسکے اوپر لیدر کا چمڑا لگا تھا اور دونوں شانوں پر سیاہ موٹی چادر کچھ اس طرح ڈال رکھی تھی کہ وہ پوری بیک کو کور کر رہی تھی۔ ناف کے نیچے گن بیلٹ پہن رکھا تھا۔ جس میں سے چھوٹا سا ریوالور جھانک رہا تھا۔ وہ روبوٹ کی طرح سیدھا کھڑا تھا۔ دونوں قدموں کے درمیان دو بالشت کا فاصلہ تھا۔ نیلم کو اسکی نظریں اپنے جھکے سر پر صاف محسوس ہو رہی تھیں۔ نیلم کو وہ کوئی جنگجو لگ رہا تھا۔ اسکا حلیہ بھی تو ایسا تھا۔

اچانک اس نے جھک کر نیلم کی شیشے کی مانند شفاف کلائی اپنی فولادی گرفت میں جکڑ لی۔ اس نے دستانے پہن رکھے تھے۔ اس سے پہلے کے وہ کوئی ردِ عمل ظاہر کرتی۔ وہ اسے گھسیٹتا ہوا ایک لمبی اور چند منزلہ قبر کے پاس لے آیا اور زور سے اسے ناہموار سطح پر پٹخا تھا۔ اسکے منہ سے سسکاری سی نکل گئی۔

سیل دو اپنا؟ اسکی آواز کافی بھاری تھی۔ وہ ایک گھٹنے کو زمین پر ٹیکے اور دوسرا کھڑا کیے اسکے پاس ہی نیچے بیٹھ گیا۔ جو ابھی تک اپنے چھلے ہاتھوں میں ہوتی جلن پر آنسو بہا رہی تھی۔ وہ کبھی اتنی بزدل نہ رہی تھی۔ مگر آج حالات کے پیشِ نظر وہ خاموش کٹھ پتلی بن چکی تھی۔

گگ گھر پر ہے۔ اس نے سر جھکائے ہکلاتے ہوئے کہا۔

تمہیں کہا تھا کہ کوئی ہوشیاری مت دِکھانا۔ سمجھ نہیں آئی تھی میری بات؟؟ وہ شیر جیسی دھاڑ سے پوچھ رہا تھا۔ نیلم خوف کے مارے قبر سے جا لگی۔ جسکی نقش و نگار سے مزین جالی اسکی کمر پر چبھنے لگی۔

ہہ ہم نے جان بوجھ کر نہیں چھوڑا۔ ہم بھول گئے تھے۔ اس نے چہرہ اُٹھا کر جواب دیا تھا۔ مقابل کے چہرے پر عربی رومال بندھا تھا۔ جو سیاہ اور سفید رنگ کا تھا۔ صرف اسکی آنکھیں دِکھ رہی تھیں۔ بہت زیادہ نشیلی ہلکے بھورے رنگ کی۔ اتنی عجیب چمک تھی ان میں کہ نیلم کو اُلجھن ہونے لگی انہیں دیکھ کر۔

تمہیں یہ بھول بہت مہنگی پڑے گی میری جان۔ اس نے نیلم کو بازو سے دبوچ کر قریب کرتے کاٹ دار لہجے میں کہا تھا۔ نیلم کو اپنے بازو کی ہڈیاں ٹوٹتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ مقابل کی نگاہ اسکے عارضوں پر بہتی شفاف پانی کی ندی پر ٹھہر گئی۔ مگر گرفت ڈھیلی نہ کی۔

ایسا مت کہو۔ ہم نے کیا بگاڑا ہے تمہارا؟ کیوں تم ہمیں بلیک میل کر رہے ہو؟؟ وہ چیخ پڑی۔ ساتھ ہی زور لگا کر اپنا بازو اسکی گرفت سے نکالنے کی کوشش کرنے لگی۔

مت بھولو وہ تصاویر اب بھی میرے پاس ہیں اور تمہارے بابا بھی ابھی تک میرے مہمان خانے کی زینت بنے ہوئے ہیں۔ اسکے سرد لہجے پر وہ کپکپا کر رہ گئی۔ بے بسی کے مارے آنسو بہہ نکلے۔

یہ لو اور اے ایس پی آہل کو بتاؤ تم کہاں ہو؟؟ اس نے ایک اسمارٹ فون نیلم کی جانب بڑھایا۔

ہمیں نمبر نہیں یاد۔ وہ اُلجھتی ہوئی بولی تھی۔

اپنے منگیتر کا نمبر نہیں یاد ؟ایک بار پھر بازو سے کھینچتے طنزیہ لہجے سے پوچھا گیا۔ وہ رودی۔

ہمیں نہیں یاد ہم سچ کہہ رہے ہیں۔ اسکی بات پر مقابل نے ایک جھٹکے سے اسکو اپنی سخت گرفت سے آزاد کیا۔ وہ پیچھے کی جانب کھسک چکی تھی۔

لو اور بتاؤ۔ وہ نمبر ڈائل کر چکا تھا۔ نیلم کو اس کھیل کی کچھ سمجھ نہ آئی۔

آآآہل ہہ ہم چوکنڈی کے قبرستان پر ہیں۔ خدارا جلدی آجائیں۔ ہمیں لے جائیں یہاں سے۔ وہ روتے ہوئے فریاد کناں لہجے میں بولی۔ فون اسکے ہاتھ سے بے دردی سے جھپٹ لیا گیا۔

دیکھو یار مجھے نکلوانا تھا اپنا کام اور وہ ہو گیا ہے تقریباً مکمل۔ میری تم سے کوئی ذاتی دشمنی نہیں ہے۔اسی لیے تم تھوڑا تعاون کرو تو نقصان سے بچ جاؤ گی۔ وہ بلا کی نرمی سے بات کر رہا تھا۔ پھر اچانک گن بیلٹ سے ریوالور نکالا اور اسکی موزل کے گرد اُنگلیاں پھیرتے کہنے لگا۔

اپنے باپ کی خیریت چاہتی ہو؟؟ نیلم کے گھبرائے چہرے پر نظر دوڑائی۔اس نے زور زور سے اثبات میں سر ہلایا۔ ساتھ ہی بے بسی سے سرخی مائل گداز لبوں سے نکلتی سسکی کو بمشکل روکا تھا۔

اور چاہتی ہو کہ تمہاری تصاویر ضائع کر دی جائیں؟؟اسکی بات پر نیلم نے تڑپ کر سر کو ہاں میں جنبش دی تھی۔

تو پھر ایک کام کرو۔اس نے نیلم کی سوالیہ نگاہوں کی جانب دیکھتے کہا۔

کیا؟؟؟وہ بے صبری سے بولی۔

بھول جاؤ کہ تمہیں یہاں کس نے بلایا تھا۔ کیوں بلایا تھا اور کس دھمکی پر بلایا تھا اور ہاں یہ بھی کہ تم یہاں کس سے ملی تھی اور کیا بات ہوئی تھی۔ سب بھولنا پڑے گا منظور ہے؟؟؟

ہاں ہاں ہم، ہم بھول جائیں گے سب بھول جائیں گے وہ جلدی سے اٹکتے ہوئی کہہ رہی تھی۔

ویل ڈن!! تو نیلم ابرار آج تم شوقیہ یہ قبرستان دیکھنے آئی تھی اور اب رات ہونے کے باعث ڈر گئی ہو۔ تبھی ایک راہ چلتے مسافر سے درخواست کر کے تم نے فون لیا اور اپنے منگیتر کو کال کر کے بلوالیا۔ ڈیٹس اِٹ، اس نے بات پوری کرتے نیلم کی حیران نظروں کی جانب دیکھا۔

بھولو گی تو نہیں کہ تم نے کیا کہنا ہے گھر جا کر؟ وہ سرد ٹھہرے لہجے میں بولا تو نیلم کپکپا گئی۔

ہہ ہم یہی کہیں گے۔ وہ یقین دہانی کرانے لگی۔

مگر پھر بھی مجھے دغا بازی کی سزا کے لیے وہ تصاویر اپنے پاس محفوظ رکھنی پڑیں گی۔ سوری جاناں۔ اس نے نیلم کی ڈھلکی چادر سے جھانکتیں شہد رنگ زُلفوں کو دیکھا۔ نیلم بھی اسی کی جانب دیکھ رہی تھی۔ اسکے ہاتھ نیلم کی طرف بڑھے تھے۔ وہ پیچھے کو کھسکنے لگی تھی۔ جب اس نے وہ سیاہ چادر اسکے سر پر جما دی۔ عجیب عمل تھا۔ نیلم نے بے اختیار اسکی نشیلی بھوری آنکھوں میں دیکھا تھا۔ جہاں ایک جمود سا طاری تھا۔ ان میں کوئی ہلچل نہ تھی۔ ساکت نگاہیں۔ پھر وہ اُٹھا اور پلٹ گیا۔ اس کے پلٹنے سے کندھوں پر پھیلی سیاہ چادر ہلی تھی اور پُشت پر مزید پھیل گئی تھی۔ عجیب حلیہ تھا اسکا۔ وہ سیدھ میں چلتا چلا جا رہا تھا۔ اس نے پلٹ کر نہیں دیکھا تھا۔ اونچی اونچی قبروں میں وہ کہاں گم ہو گیا نیلم جان ہی نہ سکی۔

****

آہل ریش ڈرائیونگ کرتا ابرار ہاؤس پہنچا تھا۔ جہاں صاعقہ اور دادو کی سانس تک رُکی ہوئی تھی۔ دونوں کے پریشان چہرے اسے مزید تشویش میں مبتلا کر گئے۔ اس نے اور صاعقہ نے مل کر نیلم کی تمام دوستوں کو کالز کیں۔ چند کے گھر بھی پتا کیا۔ ابرار صاحب کا محلے میں پتا کیا۔ مگر دونوں نفوس کے بارے میں کچھ نہ پتا چل سکا۔ ابھی آدھا گھنٹہ ہی گزرا ہو گا۔ جب نیلم کی کال آئی۔ اسکی نم آواز التجا کرتی۔ وہ آواز آہل اسرار کی تڑپ میں دس گنا اضافہ کر چکی تھی۔ وہ ایک بار پھر جیپ لے کر نکل گیا تھا۔ دادو اور صاعقہ کو تسلیاں دیتا وہ جا چکا تھا۔

ڈیش بورڈ پر پڑا اسکا موبائل چیخ رہا تھا۔

"ڈیک کالنگ"

"ڈیک کالنگ"

مگر اسکے دماغ میں ایک ہی آواز گونج رہی تھی بس۔ اسے جانا تھا۔ وہ اِسے پکار رہی تھی۔

وہ کیسے اسکی نم آواز سے کان لپیٹ سکتا تھا۔

ہر انسان کے اندر اچھائیاں برائیاں ہوتی ہیں اور اس نے تو برائی کی راہ بھی اِس کے لیے چُنی تھی۔ اُسے زندگی کی ہر آسائش فراہم کرنے کے لیے۔

اُسے پانے کے لیے وہ کس دلدل میں پھنس گیا تھا۔ اسے احساس نہ تھا۔

ایسا بدلا ہوں تیرے شہر کا پانی پی کر"

"جھوٹ بولوں تو ندامت نہیں ہوتی مجھ کو

****

اے ایس پی آہل پِک اپ دی فون باسٹرڈ۔ڈیک جلے پیر کی بلی کی طرح ڈرائنگ روم میں چکر لگاتا بار بار ایک ہی نمبر ڈائل کرتا۔اسے گالیوں سے نواز رہا تھا۔

قومی شاہراہ این_25 صوبہ سندھ اور بلوچستان کو ملانے والی مرکزی شاہراہ پر تین ٹرک اسلحے سے لیس ہائی وے پولیس نے پکڑ لیے اور ان ٹرکوں کے ڈرائیورز بھی گرفتار۔ان میں شیر دل نامی ایک نوجوان کو بھی حراست میں لے لیا گیا۔باقی تفصیلات جاننے کے لیے انتظار کیجیے۔ایک چھوٹے سے بریک کا۔"

نیوز اینکر نے دو تین بار یہ بریکنگ نیوز چلانے کے بعد بریک لے لیا تھا۔

اے ایس پی آہل اسرار تم نے اچھا نہیں کیا۔تم ابھی مجھے جانتے نہیں ہو۔میں دھوکہ دینے والوں کو معاف نہیں کرتا۔تمہاری سزا تمہاری دردناک موت تمہارا انتظار کر رہی ہے۔منہاج عز ضحاک نے ایش ٹرے پوری قوت سے دیوار گیر ایل ای ڈی میں دے ماری۔میرے ساتھ دھوکہ ؟منہاج عز ضحاک کے ساتھ ؟؟

****

اس شخص نے ایک پِلر کی اوٹ میں ہو کر دیکھا۔ وہ ابھی تک وہاں بیٹھی گریہ وزاری میں مصروف تھی۔ دونوں گھٹنے جوڑے ان پر سر ٹِکائے۔

ہو گیا کام ؟ کان کو فون لگائے، وہ بہت مدھم آواز میں پوچھ رہا تھ۔ دوسری جانب سے جانے کیا کہا گیا تھا۔ جب وہ اطمینان سے بولا۔

ویل ڈن ! کال ڈسکنیکٹ کرتے اس نے سیل کا بیک کور کھولا سم نکالی اور تین چار ٹکڑے کر کے زمین پر پھینکتے اس پر اپنے بوٹ مسل دیے۔

اے ایس پی آہل چوکنڈی کے قبرستان کے احاطے میں داخل ہو چکا تھا۔ اسکی بے قرار آواز صرف نیلم نیلم پکار رہی تھی۔ کیا تڑپ تھی اس آواز میں۔ عربی رومال لپیٹے چہرے کو ڈھکے اس شخص کے ہونٹ تلخی سے مسکرائے تھے۔

آہل ! آہل ! ! وہ لڑکی بھی چیختی ہوئی اُٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ ادھر اُدھر اونچی اونچی قبروں کے آر پار گھومتے دونوں ایک دوسرے کو آوازیں دے رہے تھے۔ اس شخص نے سرد آہ خارج کرتے ریوالور لوڈ کیا۔

آہل ! نیلم کی جانب اسکی پُشت تھی۔ آخر کو اس نے آہل کو ڈھونڈ ہی لیا تھا۔ چار پانچ فُٹ کے فاصلے پر کھڑا وہ اسکی آواز پر یکدم پلٹا تھا۔ بھاگنے اور آواز لگانے سے اسکی حالت دگردوں ہو گئی تھی۔ چادر کا ایک سرا کندھے پر ٹِکا باقی ساری چادر زمین کو چھو رہی تھی۔ شہد آگیں ریشم کی زُلفیں بکھر چکی تھیں۔ اے ایس پی آہل تڑپ

کر اسکی جانب بڑھنے لگا تھا۔ اسکی پُشت پر موجود سیاہ جنگجو لباس زیب تن کیے اس شخص نے ریوالور نشانے پر ٹکا دیا۔

ٹھاہ!!!"فضا کو چیرتی دلخراش آواز نے ماحول کے سکوت میں پل بھر کو ارتعاش پیدا کیا تھا۔ سنسناتی ہوئی" ہوا اب تھم چکی تھی۔ لڑکی کی آنکھیں بے یقینی سے حد سے زیادہ پھیل چکی تھیں۔ آنسو بے اختیار ہو چلے تھے۔ ڈھلک ڈھلک کر تھوڑی سے نیچے گرتے وہ بے قدرے ہونے لگے۔ چادر کا آخری سرا بھی زمین کا بوسہ لیتے اسے بے پردہ کر گیا۔

آآآآہ!!اسکی چیخ فائر کی آواز سے بھی زیادہ دلخراش تھی۔

آآآآآہ!!! گولی اسکی دائیں پنڈلی پر لگی تھی۔ وہ پورے قد سے زمین بوس ہو چکا تھا۔ اندھیرا اسکی آنکھوں کے آگے چھانے لگا۔ وہ واقعی ایک کمزور اور کم ہمت شخص تھا۔ ایک پولیس آفیسر کا ایک گولی پر ڈھیر ہونا تعجب کی بات تھی۔

****

فکر کی کوئی بات نہیں ہے گولی ہم نکال چکے ہیں۔ کچھ وقت درکار ہوگا انہیں پھر سے اپنے قدموں پر چلنے کو۔ ڈاکٹر نے اسرار صاحب کے پریشان چہرے کی جانب دیکھ کر مختصراً کہا۔

کتنا وقت ڈاکٹر؟ پلیز اگر کوئی خطرے کی بات ہے تو ابھی بتا دیں۔ اسرار صاحب کے لہجے میں مایوسی کی جھلک نمایاں تھی۔ کوریڈور میں کھڑے تمام افراد دادو، نیلم، ابرار صاحب، عالیہ، ریان ڈاکٹر اور اسرار صاحب کی جانب متوجہ تھے۔

نہیں ٹینشن کی کوئی بات نہیں ہے۔ گولی گوشت میں لگی تھی۔ رُخ موڑنے کی وجہ سے ہڈی متاثر نہیں ہوئی آپ کو شکرادا کرنا چاہیئے۔ اس بار ڈاکٹر پیشہ وارنہ مسکراہٹ سے نوازتا نکل گیا۔

یاالٰہی تیرا شکر!! عالیہ بیگم نے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھائے بلند آواز کہا تھا۔ سب کے چہروں پر موجود پریشانی کافی حد تک کم ہو چکی تھی۔

چونکہ پولیس کیس تھا تو ایس پی وہاج آئے تھے۔ پہلے تو آہل کے ہائی وے جانے پر باز پرس کی گئی۔

سر مجھے اطلاع ملی تھی کہ این_25 سے شام کے وقت اسلحے سے لیس ٹرک گزرنے والے ہیں۔ تبھی میں وہاں گیا تھا اور مجھے لگتا ہے کہ میں سوچی سمجھی سازش کا شکار ہوا ہوں۔ آہل نے ہموار لہجے میں بات مکمل کی۔

آپکو ہائی وے پولیس کی ڈیوٹی پر شک تھا کیا؟ ایس پی کا لہجہ کاٹ دار تھا۔

نو سر! آہل کا سر جُھک گیا۔ اسکو روم میں شفٹ کیا گیا تھا۔ وہیں پوچھ گچھ جاری تھی۔

پھر بغیر اطلاع کے جانے کی وجہ؟

سوری سر! وہ شرمندگی سے بولا۔

مِس نیلم ابرار کو لاؤ۔ ایس پی وہاج نے حولدار کو حکم دیا۔

تھوڑی دیر بعد نیلم گھبراتی ہاتھ مسلتی اندر داخل ہوئی۔ جھوٹ بولنا اسکے لیے ایک مشکل مرحلہ تھا۔ ایس پی وہاج کی نظریں حُسن کے پیکر پر جم سی گئیں۔ جب وہ اتنی بکھری حالت میں بھی اتنی پُرکشش لگ سکتی تھی تو سنگھار میں تو قیامت کی ادا لگتی تھی۔ ایس پی وہاج کی نظریں نیلم پر محسوس کر کے آہل نے ضبط کی کڑی منزلیں طے کیں تھیں۔

آیئے مِس نیلم! ایس پی وہاج نے اسے ایک صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

آر یو اوکے ؟؟ نیلم کو جز بز ہوتے دیکھ کر ایس پی وہاج نے گہری نگاہوں سے تکتے کہا۔ وہ اثبات میں سر ہلا گئی۔

آپ نے اے ایس پی آہل کو ہی کیوں بلایا؟؟ اپنے والد کو کیوں نہیں؟ ایس پی وہاج کے سوال پر نیلم گڑ بڑا گئی۔

وہ بابا اس ٹائم سینٹر میں ہوتے ہیں تبھی۔

کیا آپ نے فائر کرنے والے شخص کو دیکھا تھا؟؟ ایس پی وہاج کے سوال پر جھپ کر کے ایک شبیہہ نیلم ابرار کے سبز کانچ میں آسمائی تھی۔ ہو نا ہو حملہ اُسی جنگجو نے کیا ہے۔

مگر وہ تو جا چکا تھا۔ وہ اپنے دماغ سے اُلجھ رہی تھی۔ جب ایس پی وہاج کی آواز نے اسے واپس حال میں کھینچا۔

نہیں ہم نے کسی کو نہیں دیکھا تھا۔ جب آہل کو گولی لگی تو ہمیں پہلے تو کچھ سمجھ نہیں آیا اور پھر جب تھوڑے حواس ٹھکانے آئے تو ان کے سیل فون سے ہی جو پہلا نمبر نظر آیا۔ اُس پر رابطہ کر لیا۔ پھر پولیس کے چند افراد ہی ہمارے ساتھ انہیں ہوسپٹل لائے تھے۔ اس بار وہ تفصیل سے کہہ گئی۔ ایس پی وہاج نے دو تین بے تُکے سوال کرتے اسے نظروں کی زد میں رکھا اور پھر آہل کے سُرخ چہرے کی طرف دیکھتے

گیٹ ویل سون، کہہ کر چلے گئے

ابرار صاحب اندر داخل ہوئے۔

بابا آپ کہاں گئے تھے؟ دوپہر میں گھر کیوں نہیں آئے تھے؟؟ اب جب موقع ملا تھا تو وہ سوال کر گئی۔

چُپ کر جا تو سب تیری وجہ سے ہوا ہے۔ کس نے کہا تھا تجھے سیر سپاٹے کرنے کو نکل۔ وہ بھی کراچی کے آخری کونے پر۔ دادو اندر آتی غصے سے بولیں۔

نیلم بیٹا آپ نے اچھا نہیں کیا۔ ابرار صاحب شکستہ لہجے میں بولے۔

سوری بابا آپکی گڑیا آئندہ ایسا کبھی نہیں کرے گی۔ وہ صوفے سے اُٹھ کر آہل کے بیڈ کے کنارے پر کھڑے ابرار صاحب کے شانے سے لگ گئی۔

انہوں نے کسی کو نہیں بتایا تھا کہ کالج سے نکلتے انہیں کلوروفارم سے بھیگے رومال کی مدد سے بے ہوش کر کے جانے کہاں لے جایا گیا تھا۔ اور شام چھ بجے کے قریب گھر سے کچھ دور سنسان سڑک پر اُتار دیا تھا۔

اسرار صاحب، عالیہ بیگم، ریان سب کا رویہ نیلم کے ساتھ نہایت اجنبی سا تھا۔ وہ سب نیلم کو اس واقعہ کا قصور وار گردان رہے تھے۔

****

"دوماہ بعد"

ڈیک اے ایس پی آہل بستر سے اُٹھا ہے کہ نہیں؟ منہاج عز ضحاک سفید رنگ کے باتھ گاؤن میں ملبوس، سوفٹ سلیپرز سے پیروں کو آزاد کرتے ڈریسنگ مرر کی جانب بڑھتے بولا۔ ڈیک کافی فاصلے پر پڑے ایک صوفے پر براجمان لیپ ٹاپ پر تیزی سے اُنگلیاں چلا رہا تھا۔

گھر پر ہی ہے۔ اس نے آہل کا سیل نمبر ڈال کر کے اسکی لوکیشن فائنڈ کی۔

جس دن وہ باہر نکلے گا۔ میرے ہاتھوں بچے گا نہیں۔ ایم آز نے دانت پیسے۔ ہلکی ہلکی بڑھی شیو پر ہاتھ پھیرتے وہ کسی سوچ کے تحت پلٹا تھا۔

جب تم نے ٹرکوں کے جانے سے دس منٹ پہلے آہل کو کال کی تھی۔ تب تو وہ وہیں تھا۔ پھر اچانک کیسے غائب ہو گیا؟ ایم آز نے ڈریسنگ مرر کے کنارے پر ہاتھ ٹِکاتے کہا تھا۔ جبکہ چہرہ ڈیک کی جانب تھا۔

سر اُسکی منگیتر گھر سے غائب ہو گئی تھی۔ بعد میں پتا چلا کہ وہ چوکنڈی کے قبرستان پر ہے۔ اور جب وہ وہاں پہنچا تو کسی نے اس پر فائر کر دیا۔ ڈیک نے پھر سے اطلاع دی۔

مجھے کیوں لگتا ہے کہ یہ سب پلانڈ تھا۔ کوئی ہے جو پھر سے نقب لگا چکا ہے۔ اندر گُھس آیا ہے یا کسی کو گُھسا دیا ہے۔ ایم آز نے پُر یقین لہجے میں کہا۔

سر شیر دل کو تو فرار کروا دیا اور ڈرائیورز کی فیملیز کو بھی پیسہ بھجوا دیا ہے اور یہ اطلاع اُنہیں جیل میں بھی پہنچا دی ہے۔ ڈیک نے کہا۔

صحیح ہے مجھے اُن ڈرائیورز سے کوئی خطرہ لاحق نہیں ہے۔ مسئلہ اسلحے کا ہے۔ جو اتنا سارا نقصان ہوا اُسکا مسئلہ ہے۔ منشیات کی اسمگلنگ میں تو کبھی ایسا نقصان نہیں ہوا۔ ایم آز نے دائیں ہاتھ کا مکا بنا کر بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر مارا۔

ایگل بہت شاطر انسان ہے۔ میں تو کہتا ہوں اب اُس پر مکمل اعتماد کر کے اُسے اپنے انڈر لے لینا چاہئے۔ ڈیک نے منہاج کو ایک نئی راہ دِکھائی۔

سوچ لو تمہاری جگہ نہ چلی جائے۔ ہلکا سا تبسم اُبھر تھا اسکے دلکش چہرے پر۔ جسے مرر میں اُبھرتے اسکے عکس کو دیکھتے ڈیک بھی دیکھ چکا تھا۔

آٹھ دس سالوں کا ساتھ ہے ہمارا اتنی آسانی سے کوئی میری جگہ نہیں لے سکتا۔ ڈیک پُر یقین تھا۔

لیٹس سی، ایم آز بے نیازی سے بولا۔

اوکے تو پھر بلاسٹ کے لیے جو لڑکا چوز کرنا ہے۔ وہ ایگل ہی کیوں نہ کرلے؟ ڈیک کی بات پر ہیر برش کرتے ایم آز نے برش پٹخا۔

اِس راز میں تمھارے علاوہ کوئی شریک نہیں ہو گا۔ وہ سختی سے بولا۔

کام وہ سارے پروپر کرتا ہے۔ پیمنٹ بھی پوری آتی ہے۔ کالجز یونیورسٹیز تک رسائی حاصل کر چکا ہے۔ ہائی وے سے ٹرک لے گیا اور کیا چاہیے؟ فائدہ ہی فائدہ ہے۔ اِسے انوالو کرنے میں ورنہ شیر دل؟ ڈیک اور ایگل کی گہری دوستی رنگ لا رہی تھی۔

شیر دل نہیں ایگل ٹھیک رہے گا۔ منہاج نے فیصلہ کن انداز میں کہا تو ڈیک سرشار سا مسکرا دیا۔ یہ ایگل کی ایک طرح سے پروموشن تھی۔

****

ہفتے بعد کی تاریخ ہے۔ نیلم نے ایڈمِٹ کارڈ دیکھتے کہا

انٹری ٹیسٹ کی تیاری کیسی ہے؟ صاعقہ نے نوٹس بکھیرے رف سے حلیے میں بیٹھی نیلم سے کہا۔

تیاری تو کرلی ہے۔ فرینڈز وغیرہ سے ہیلپ لی ہے تو کچھ ہوا ہے۔ ورنہ دادو نے تو کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ ہمیں گھر بِٹھا کے رکھنے میں۔ وہ تلخی سے بولی۔ جیسے تیسے ٹینشن میں اس نے پیپر دیے تھے۔ یہ وہی جانتی تھی۔ مگر چونکہ اب معاملہ کافی حد تک ٹھنڈا ہو چکا تھا اور اُس گمنام کی پھر کال بھی نہیں آئی نا کوئی اور رابطہ۔ تبھی وہ ریلیکس تھی۔ ہاں ایک چیز ضرور ہوئی تھی۔ جب وہ واپس گھر آئی تھی تو اسکے روم سے اسکا سیل فون غائب تھا۔ آسمان نگل گیا یا زمین کھا گئی۔ کسی کو معلوم نہ ہوا۔

چھوڑو جس نے پڑھنا ہوتا ہے۔ وہ گھر پر بھی پڑھ لیتا ہے۔ اپٹیٹیوڈ ٹیسٹ کے لیے سینٹر جوائن کرنا اب فرض تو نہیں ہے۔ صاعقہ نے بات چٹکیوں میں اُڑائی۔ نیلم ہونہہ کرتی، پھر نوٹس پر جھک گئی عجیب سا چڑ چِڑا پن اسکے اندر اب جنم لینے لگا تھا۔ دادو سے وہ بہت خار کھانے لگی تھی۔ اُن کی پابندیاں دن بدن بڑھتی جا رہی تھیں۔ ابرار صاحب بھی کان لپیٹے ہوئے تھے۔ انہیں آہل کی فکر لاحق ہو گئی تھی۔ چھوٹی عید کے بعد نکاح کا طے ہوا تھا۔ اگر آہل ٹھیک نا ہو سکا تو وہ انکار کیسے کریں گے؟

ٹائیگر سے اسکی ملاقات ان دو مہینوں میں ایک بار بھی نہ ہو سکی تھی۔ہاں ایک دو بار چھت پر نظر آیا۔ مگر پھر نظر انداز کرتا نکل گیا۔ لیکن وہ راستہ بدلنے والی نہیں تھی۔ بہت کوشش کی کہ اُس سے بات کر سکے۔ مگر وہ تو اسکے سائے سے بھی دور بھاگتا تھا۔ مگر وہ تو اسکے ہی در کی ہو کر رہ گئی تھی۔ عشق تھا، دل لگی ہوتی تو کب کی در بدل چکی ہوتی۔

عشق میں بھکاری بننے سے اچھا ہے فقیر بن جاؤ۔ بھکاری تو در در بھٹکتا ہے۔ ہر در پر اسکا سر جھکتا ہے۔ مگر" فقیر!!! اُسکا ایک ہی در ہوتا ہے۔ بھلے وہ وہاں سے خالی دامن رہ جائے یا جھڑکیاں کھائے۔ وہ در نہیں بدلتا۔ "اُسکا سر بس ایک ہی در پر جھکتا ہے۔ اُسکی جھولی بس ایک ہی کی عنایت کی منتظر رہتی ہے۔

نیلم کی زندگی میں ایک پہیلی وہ عربی نظموں، غزلوں والے خواب تھے۔ تو دوسری پہیلی یہ نوجوان۔ کبھی کبھی ذہن کے خالی پردے پر وہ نشیلی آنکھیں چپک جاتیں تو ساتھ ہی بدنامی کا خوف اسکے اندر سر اُٹھانے لگتا۔

گڑیا دادو کے سامنے ٹیسٹ کی بات مت کرنا۔ ورنہ ایک اور جھگڑا کھڑا ہو جائے گا۔ صاعقہ کے کہنے پر اس نے فقط اثبات میں سر ہلایا تھا۔

****

ارے ہم جا کہاں رہا ہے یار ایہ تو بتا؟ ایگل نے سگریٹ کا کش لیتے دھواں جیپ کی ونڈو سے باہر چھوڑتے کہا۔

جنت کے تمنائی لوگوں کی دنیا میں۔ "ڈیک نے ٹرن لیتے اسٹیئرنگ گھمایا۔ جیپ اب اونچی نیچی کچی سطح پر" ڈول رہی تھی۔ مگر ڈیک کی گرفت مضبوط اور پُراعتماد تھی۔ نیلی آنکھوں میں کہیں بھی کم ہمتی نظر نہ آتی تھی۔

ایسا لگ رہا ہے ہم کراچی سے بار (باہر) آگیا ہو جیسے۔ اس نے رومال کو اور کس کے باندھ لیا۔ گھنگریالے لمبے بال کندھوں پر اور پیچھے سیٹ کیے اُبھرتی نسوں والے مضبوط بازو، کرتے کی فولڈ سلیوس سے جھانکتے کافی بھلے لگ رہے تھے۔

یہی سمجھ لو کراچی کا آخری کونا ہو جیسے یہ جگہ۔ ڈیک نے اسپیڈ بڑھادی۔ عجیب دیہاتی منظر پیش کرتا علاقہ تھا۔

کم آن! ڈیک نے جیپ ایک پسماندہ علاقے میں روکتے اُترتے ہوئے اس سے کہا تھا۔ وہ بھی نا سمجھی سے اسکی پیروی کرتا آگے بڑھنے لگا۔

ڈیک اب ایک پکی لال اینٹوں کے مکان میں گُھس گیا۔ ایگل بھی اسکے پیچھے ہی تھا۔ اندر سیاہ فام دو تین تگڑے آدمی، بڑے بڑے لکڑی کے ڈنڈے اُٹھائے ورزش کرنے میں مصروف تھے۔ ڈیک کو دیکھ کر انکی باچھیں چر گئیں۔

سلام! سلام!! وہ اونچا اونچا ایک کورس میں بولے ڈیک مسکراتے ہوئے ہاتھ سر تک لے جاتے انکے سلام کا جواب دیتے سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ وائٹ جاگرز پہنے وہ تیزی سے کالج بوائے کی طرح سیڑھیاں چڑھ رہا تھا۔ شاید وہ بہت خوش تھا۔ ایگل آہستہ آہستہ اوپر آیا۔

کم آن یار! ڈیک نے اسے تیزی سے کھینچ کر اپنے برابر کیا تھا۔

ایگل نے وہاں دل دہلا دینے والا منظر دیکھا تھا۔ ایک سے بڑھ کر ایک خوف زدہ کر دینے والا منظر۔

وہ بہت کُھلی جگہ تھی، صحن سا تھا۔ وہ ابھی سیڑھیوں کے آخری سرے پر ہی کھڑا تھا۔ جب اس نے سامنے بیٹھے لڑکے کو دیکھا۔ چودہ سالہ وہ لڑکا تیز دھار چھرے سے اپنے بازو پر نقش و نگار بنا رہا تھا۔ خون بہہ بہہ کر اینٹوں کے فرش کو تر کر رہا تھا۔ مگر نا اِسے پرواہ تھی نا کسی اور کو۔ وہاں موجود سب لوگ ہی کچھ عجیب و غریب حرکات کر رہے تھے۔

اچانک اسکی نظر سامنے اُٹھی تو گویا جم سی گئی۔

وہ کوئی پندرہ انچ کا چوڑا اور ساڑھے چھ فُٹ کا اونچا پنجرہ سا تھا۔ جسکے اندر ننھے ننھے مختلف رنگ کے چوزے انسانی شکل میں موجود لگ بھگ کوئی اُنیس بیس سالہ درندے سے بھاگ رہے تھے۔ وہ اس پنجرے میں ان چوزوں کے ساتھ ہی قید تھا اور اپنے ننگے پیروں سے انھیں کُچلے جا رہا تھا۔ بھرپور طاقت سے تب تک اُس معصوم ننھے سے روئی کے پروں والے چوزے کو مسلتا رہتا۔ جب تک اسے اپنے تلووں پر خون کی نمی کا احساس نہ ہو جاتا اور ہر کامیابی پر وہ نعرہ لگاتا

مجھے جنت چاہیے۔

مجھے جنت چاہیے۔

اسکی نظر بائیں جانب گئی تو وہاں کا منظر اس سے بھی کہیں زیادہ خوفناک تھا۔ ایک نوجوان سفید نرم مگر موٹے فر اور نیلی آنکھوں والی بلی جسے دیکھ کر ہی دل گدگدا جائے کو گردن سے دبوچے ہوئے تھا۔ ایک پیر اسکے پیٹ پر رکھ کر اسکا منہ اپنی جانب کر رکھا تھا اور اسکی نیلی گول گول آنکھوں میں لوہے کی باریک تار گاڑھ رہا تھا۔ وہ بلبلا رہی تھی۔ تڑپ رہی تھی نوجوان کی گرفت سے نکلنے کو۔ مگر سیاہ داڑھی اور گھنی مونچھوں والا نوجوان

چہرے پر سختی لیے نوکیلے تار مکمل طاقت سر وکر کے سفید پر شین بلی کی آنکھوں میں دھنسائے جا رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔

جنت میری ہے۔

مجھے جنت چاہیے۔

کیا جنت اس طرح حاصل کی جاتی ہے؟؟؟ ایگل نے بے اختیار جھر جھری لی۔

کیا انہوں نے قرآن نہیں پڑھا؟ کیا یہ مسلمان ہیں؟؟ کیا انہیں دینِ اسلام کا علم نہیں؟؟؟

سوالات کا ایک جم غفیر تھا۔ جو ایگل کے اوپر سوار ہو چکا تھا۔ ڈیک اس سب سے بے خبر تھا۔ یہ سب اسکے لیے معمول تھا۔ کچھ نیا نہیں تھا۔

چلو آؤ دیکھتے ہیں کہ جامعہ میں ہونے والے انٹری ٹیسٹ میں بلاسٹ کے لیے کون خوش نصیب چُنا جاتا ہے؟ ڈیک نے کہتے ساتھ اسے بازو سے تھاما اور اندر کی طرف قدم بڑھا دیے۔ جہاں ایک کمرے میں بہت سے کم عمر ٹین ایج کے لڑکے کُرتا شلوار میں ملبوس تھے۔ انہوں نے چہروں پر داڑھیاں سجا رکھی تھیں۔

کسے چاہیے جنت؟؟"ڈیک کے نعرے پر وہاں موجود ہر شخص چلایا"

"مجھے مجھے"

ایگل کو لگا وہ سب نفسیاتی ہیں یا پاگل ہو چکے ہیں۔ ایک عام انسان بھی جنت کی حقیقت جانتا ہے۔ اُسے حاصل کرنے کے اصول جانتا ہے پھر۔ پھر یہ مذہبی لبادہ اوڑھے دین سے اتنے انجان کیسے ہو سکتے ہیں؟

چلو ایگل تم بتاؤ۔اس سال کسے موقع دیا جائے۔ڈیک کی آواز پر وہ تیزی سے حقیقت کی دنیا میں واپس لوٹا تھا۔ اُسے اب بھی یہ سب خواب ہی لگ رہا تھا۔اس نے دیکھا وہاں موجود زیادہ تر نوجوان سترہ سے بائیس سال کی عمر کے تھے۔اس نے خود کو کمپوز کرتے ایک سترہ سالہ لڑکے کی طرف اشارہ کیا۔کتھئی رنگ کا کُرتا اور اپنے سائز سے بڑی سفید رنگ کی شلوار پہنے۔دو انچ بڑھے بالوں کی داڑھی اور گھنی مونچھوں میں وہ بہت مذہبی دِکھ رہا تھا۔ان دہشتگردوں کے اِس روپ کی بناء پر ہی تو پوری دنیا مسلمانوں کو دہشتگرد سمجھتی ہے۔

اے لڑکے اِدھر آؤ۔چالیس سالہ سیاہ فام شخص سختی سے بولا تو لڑکا روبوٹ کی طرح چلتا انکے سامنے آ کھڑا ہوا۔

تمہیں پتا ہے تم کتنے خوش نصیب ہو؟ اللہ نے تمہیں جنت کے لیے چُن لیا ہے۔بشرط یہ کہ تم اُسکے نافرمان لوگوں کو صفہ ہستی سے مٹا دو۔ کیا تم جنت میں جانے کو تیار ہو؟اس شخص کا ایک ہاتھ لڑکے کے کندھے پر دھرا تھا اور وہ کچھ جھک کر مدھم ٹھہرے ٹھہرے انداز میں بول رہا تھا۔

جنت ہمارا ہے۔"لڑکے نے پوری بات سننے کے بعد سر اُٹھائے مضبوط لہجے میں کہا۔سیاہ فام شخص نے ڈیک" کی طرف دیکھا۔

ایک ہفتے بعد کیفے کے سامنے والی جامعہ میں انٹری ٹیسٹ ہے۔ تقریباً بارہ تیرہ ہزار اسٹوڈنٹس ہوں گے۔"

اِسے تیار رکھنا اُس دِن کے لیے

کوئی غلطی نہ ہونے پائے۔

ڈن ہے پیسہ بھیج دو۔ کام میں کوئی شکایت نہیں ہوگی۔ آدمی وثوق سے بولا۔ ڈیک نے ڈیل ڈن کے انداز میں ہاتھ ملایا اور اسے ساتھ لیے نیچے آگیا۔ وہ جیپ میں بیٹھ چکے تھے۔ آدھا راستہ گزر چکا تھا۔ مگر ایگل کچھ نہ بولا تو ڈیک کو تشویش نے آگھیرا۔

ایگل سب ٹھیک ہے نا بھائی؟ اس نے ایگل کی طرف دیکھتے پوچھا۔

یار یہ بندہ لوگ کتنا عجیب تھا۔ جہاں تم ہم کو لے کر گیا۔ ایگل نے صاف گوئی سے کہا۔

تم ابھی نئے ہو نا اسی لیے تمہیں عجیب لگ رہا ہے۔ مگر جلد ہی تم بھی عادی ہو جاؤ گے۔ ان لوگوں کے اس عجیب و غریب رویے کے۔ ڈیک کا لہجہ نارمل تھا۔

مگر کیا ان لوگوں کو نہیں پتا جنت کا حقیقت؟ ایگل ہلکے سے ڈیک کی جانب مڑا تھا۔

پتا تھی جب تک یہ اپنے گھروں میں محفوظ تھے۔ جیسے ہی باہر نکلے اور ان کے جال میں پھنس گئے۔ سب فراموش کر گئے۔ یہ لوگ ان کی تربیت ہی ایسی کر دیتے ہیں کہ وہ بے حس ہو جاتے ہیں۔ ان کے دل مردہ ہو جاتے ہیں۔ اتنے معصوم اور خوبصورت جانوروں کو مارتے بھی انہیں افسوس نہیں ہوتا؟ ندامت نہیں ہوتی؟؟ اور جسم کے ساتھ بم باندھ کر ہزاروں لاکھوں لوگوں کی زندگیاں چھیننے والا ان لوگوں کی نظر میں شہید ہوتا ہے۔ اور جنت کا حقدار۔ ڈیک کے تفصیلاً بتانے پر ایگل کی حیرت مزید بڑھ گئی۔

کیسا لوگ ہے بھلا۔ دوسروں کو مارنے سے بھی کوئی جنت میں جاتا ہے؟ ایگل کی بڑبڑاہٹ کافی اونچی تھی۔

تم مسلمان ہو تمہیں پتا ہوگا۔ مجھے ان لوگوں کے بارے میں جو پتا تھا بتا دیا۔ اینی ویز ختم کرو یہ فضول موضوع۔ ڈیک نے گیئر لگاتے ناگواری سے کہا تو ایگل خاموش ہو گیا اور ڈیک اسے بم بلاسٹ کا پلان سمجھانے لگا۔

****

آپی دعا کیجیے گا کہ بہت اچھا ٹیسٹ ہو۔ تیاری تو ہے ہماری۔ مگر جانے کیوں گھبراہٹ ہو رہی ہے۔ نیلم ایڈمٹ کارڈ، پنسل، پین ضرورت کی چیزیں بیگ میں ڈالتے کہہ رہی تھی۔

اللہ اس میں گھبرانے والی کیا بات ہے۔ انشاءاللہ بہت اچھا ٹیسٹ ہو گا۔ آخر کو پاگلوں کی طرح تم نے یہ دو مہینے کتابیں چاٹی ہیں۔ صاعقہ نے الماری سے کپڑے نکالتے کہا۔

آپی ہم نے سب رکھ لیا ہے۔ دیکھیں کچھ بھول تو نہیں رہے؟ وہ سخت ٹینشن میں لگ رہی تھی۔

میں دیکھتی ہوں۔ تم جا کر چینج کر لو۔ بابا بھی تیار ہو چکے ہیں اور تم ابھی تک ایسے ہی گھوم رہی ہو۔ صاعقہ نے بے بی پنک کلر کی قمیض اور سفید دوپٹہ پجامہ اسے تھمایا۔ وہ جلدی سے کپڑے لے کر مڑی ہی تھی کہ صاعقہ بولی۔

گڑیا آپ کا سمارٹ کارڈ (آئی ڈی کارڈ) نہیں ہے اِس میں۔ آپی وہ بابا کے پاس ہے۔ کل ہی نادرا سے لائے ہیں۔ نیلم واشروم سے ہی بلند آواز بولی۔ اٹھارہ کی ہو گئی ہو اب بھی چھوٹی سی گڑیا لگتی ہو۔ صاعقہ مسکراتے ہوئے سوچنے لگی۔

****

سیاہ فام شخص سترہ سالہ لڑکے کو لے کر روانہ ہو چکا تھا۔اس لڑکے نے بلاسٹ جیکٹ پہن رکھا تھا۔ان کی کار ابھی سی ویو روڈ پر تھی۔جب ایک سکن کلر کی چادر اوڑھے شلوار کُرتے میں ملبوس ایک شخص نے اس کار کو اپنی بائیک آگے لا کر روکا تھا۔

آگے پولیس چیکنگ کر رہی ہے اور جامعہ میں بھی رینجرز اور پولیس سیکیورٹی بہت سخت ہے۔

ڈیک نے مجھے بھیجا ہے۔اس لڑکے کو باحفاظت لانے کو۔جلدی کرو وقت بہت کم ہے۔سیاہ فام شخص نے گھبراتے ہوئے اس لڑکے سے اُترنے کا کہا اور کار بھگا لے گیا۔

احتیاط سے بیٹھنا۔بائیک والے آدمی نے اسکی موٹی جیکٹ کو گھورتے کہا۔وہ لڑکا اپنے اور اسکے درمیان ایک مخصوص فیصلہ پیدا کرتا بیٹھ گیا۔سمندر کے قریب جاتے ہی دور سے پولیس نظر آگئی تھی۔

تم اُترو اور پانی کے پاس چلے جاؤ۔میں پولیس کو ہٹانے کا بندوبست کرتا ہوں۔اس آدمی کی بات پر لڑکا حیران ہوتے بولا۔

تم بھی ساتھ چلو۔میں جاؤں گا تو پارکنگ میں چیکنگ ہوسکتی ہے۔بات کو سمجھو۔اسکے کہنے پر لڑکا خاموشی سے سمندر کی ریت پر قدم رکھتا اب پانی کے قریب ہوتا جا رہا تھا۔

پارکنگ ایریا کے پاس کھڑے پولیس وردی میں چند افراد نے اس آدمی کی چیکنگ کرنا شروع کی۔دور سے لڑکا یہ سب دیکھ رہا تھا۔

ایوری تھنگ فائن سر۔آدمی چیکنگ کے دوران پولیس وردی میں ملبوس آدمی سے بولا۔

اوکے یو کین گو ناؤ۔حکم ملتے ہی وہ دوبارہ بائیک پر سوار ہو گیا۔

شوٹ ہِم۔۔ پولیس وردی والا بلیوٹوتھ ایئر فون کے ذریعے پیغام پہنچاتے بولا۔

ہٹ کے اوپر کھڑے آدمی نے گن سیٹ کرر کھی تھی۔ لڑکا لہروں کے پاس کھڑا تھا۔ آس پاس لوگ نام کے نا تھے۔ اس آدمی نے نشانہ لے لیا تھا۔ لال رنگ کا نقطہ اس لڑکے کی جیکٹ پر پڑ رہا تھا

کل ہِم ! پھر حکم ہوا۔

!!!! ٹھاہ ! ٹھاہ !! ٹھاہ !!! ٹھاہ

ایک فائر سے ہی وہ لڑکا ہوا میں معلق ہو چکا تھا۔ اسکی جیکٹ پھٹ چکی تھی۔ مگر سٹرینتھ زیادہ نہ ہونے کے باعث زیادہ ایریا کور نہیں کیا جا سکا تھا۔

!ویل ڈن

****

سر لڑکا ابھی تک نہیں پہنچا اور ٹائم بم یونیورسٹی کے احاطے میں نئی بننے والی اسٹاف کالونی کی دوسری منزل پر کھڑی ایک کار میں نصب کر دیا ہے۔ ڈیک نے جامعہ کے گراؤنڈ جہاں ٹیسٹ کے لیے کیمپس لگائے گئے تھے کے ایک کونے میں اینٹوں کے پیچھے چھپے سر گوشی نما آواز میں ایم آز تک پیغام پہنچایا۔

میں نے کہا تھا ناڈیک کہ ضرور کوئی نقب لگا چکا ہے۔ اُسے سب پتا ہے اور دیکھو وہ لڑکا سمندر کے کنارے مارا گیا ہے۔ بٹ ڈونٹ وری اس بار دو خود کش حملہ آوور تیار کرر کھے ہیں۔ ٹائم بم کو بھی لگا رہنے دو۔ ایسی آگ

بھڑکے گی کہ یہ خفیہ ایجنسیاں، آرمی اور رینجر پران کی عوام تھوکنا بھی پسند نہیں کرے گی۔ لاشیں بچھیں گی۔ آگ ہی آگ دیکھنا چاہتا ہوں میں۔ آتش کا یہ کھیل اس بار قابلِ دید ہو گا۔ اس کے اندر جانے کون سی آگ جل چکی تھی۔ وہ انگاروں پر لوٹ رہا تھا۔ بھیا میں کراچی ہی جاؤں گی پڑھنے کو بس۔ ضدی لہجہ۔۔

بھیا دعا کرنا این ٹی ایس کا ٹیسٹ اچھا ہو۔ ڈاکٹر بننے کے بعد سب سے پہلے تمہاری عربی شاعری کا کیڑا نکالوں گی۔ چُپ ہو جاؤ، خاموش ہو جاؤ۔ مت بولو چپپپپپپپپ۔۔

وہ چیختا چیختا کانوں پر ہاتھ رکھتا دُوہرا ہو رہا تھا۔ چیخ چیخ کر اسکی آنتوں میں بل پڑ چکے تھے۔ اسکی حالت اس وقت انتہائی قابلِ رحم تھی۔ شیشے کی میز پر دونوں ہاتھ مارتا وہ پاگل ہوا جا رہا تھا۔ کہنیاں چھِل کر زخموں سے چور ہو گئیں تھیں۔ خون ہی خون تھا۔ آنکھوں میں بھی اور قالین پر بھی۔ چُپ ہو جاؤ۔ مت بولو ہمیں بھیا۔

وہ بے دم سا زمین پر ڈھیر ہو چکا تھا۔ پھر اُٹھا اور کال ملاتا کہنے لگا۔

لڑکے تیار ہیں؟ ایم آز کا لہجہ برف تھا۔

ہاں بس تھوڑی دیر میں نکلیں گے۔ دوسری جانب سے بتایا گیا تھا۔

جلدی کرو جلدی۔ وہ چیخا تھا دھاڑا تھا۔ بھوکے زخمی شیر کی طرح۔

****

ہر کیمپ پر اے بی سی کی طرح ایلفا بیٹس لگا رکھے تھے۔ اسکا جے کیمپ تھا اور وہ پی کیو کی طرف گھوم رہی تھی۔ موبائل اور بیگز مین گیٹ پر ہی لیے جا چکے تھے۔

کون سا کیمپ ہے آپکا؟؟ گائیڈ نے اس سے سخت لہجے میں پوچھا۔ تین منٹ میں ٹیسٹ اسٹارٹ ہونے کو تھا۔

سر "جے" وہ منمنائی۔

وہ کلاسز کی طرف ہے۔ آپ گراؤنڈ میں کیا کر رہی ہیں؟؟ گائیڈ ناگواری سے بولا۔

تھینک یو سر! وہ مزید کچھ کہے بغیر اندر کے احاطے کی طرف دوڑ پڑی۔ پونی ٹیل اسکے بھاگنے سے ہِلتی زُلفیں بِکھیرے جا رہی تھی۔ شانوں سے پھسلتے دوپٹے کو سنبھالتی، اسکے قدم اور تیز ہو گئے تھے۔ ہر طرف سے ٹیسٹ اسٹارٹ ہونے کی نیوز مائیک کے ذریعے اسکے کانوں سے ٹکرا رہی تھی۔ آخر کو وہ پانچ منٹ بھاگنے کے بعد اپنے مطلوبہ کیمپ میں آ گئی تھی۔ یہ کیمپ ہوسٹل اور نئے تعمیر ہونے والی اسٹاف کالونی سے چند ہی فاصلے پر تھا۔

ڈیک حملہ اب ٹیسٹ ختم ہونے سے دس منٹ پہلے کیا جائے گا اور مین گیٹ، وزیٹر گیٹ، بیک گیٹ پر جتنے بھی اسپیکرز لگے ہیں۔ اُن کے کنکشن ختم کر دو اور ایگل کہاں ہے؟؟ ایم آز کا لہجہ ایگل کی باری کچھ شکی سا تھا۔

وہ اسٹاف کالونی میں شیر دل کے ساتھ بم فٹ کروا رہا ہے۔ ڈیک نے مدھم آواز میں کہا۔ وہ جامعہ کے گراؤنڈ میں ہی دبکا بیٹھا تھا۔ سیکیورٹی سخت ہونے کے باعث وہ نکل نہیں پا رہا تھا۔ ڈیک نے ایگل کو کال ملاتے کنکشنز ختم کرنے کا کہا۔

ہم پہلی بار ایسا کوئی کام دیکھے ہیں۔ ہم سے نا ہو گا۔ وہ گھبراتے ہوئے بولا۔ شیر دل بم لگا چکا تھا اور ایگل اس بم کو دیکھ کر کانپے جا رہا تھا

اسکا کام صرف منشیات تک کا تھا۔

ایڈیٹ شیر دل کو فون دو۔ڈیک نے غصے سے حکم دیا۔

اچھاٹھیک ابھی کرتا ہوں۔ شیر دل زور زور سے فرمانبر داری میں تیز تیز سر ہلاتا بولا۔ایگل نے اسے ایک نظر دیکھااور ایک نظر جھک کر کار کے نیچے لگے بم کو۔ پھر جھجھری لے کر ہاتھ جھاڑتا کھڑا ہو گیا۔

تم گراؤنڈ کی طرف نکل جاؤ۔ سارے آدمی پچھلی طرف سے کود کر اندر آ چکے ہیں۔ ہو سکتا ہے فائرنگ کرنی پڑ جائے۔ شیر دل نے ڈیک کا حکم اِسے دیا۔

اور یہ ؟اس نے بم کی طرف اشارہ کیا

اس پر ٹائم سیٹ کر دیا ہے میں نے۔ ٹیسٹ ختم ہونے کے پانچ منٹ بعد یہ دھماکہ ہو گا۔ شیر دل نے فاتحانہ مسکراہٹ سے کہا۔

بعد میں کیوں بھئی ؟؟؟ایگل نے اسکی عقل پر ماتم کناں پوچھا۔

ارے خالی کھوپڑی کے انسان جب گراؤنڈ میں خود کش حملہ ہو گا تو پولیس تمام اسٹوڈنٹس کو یہاں، بولے تو سیو جگہ پہنچادے گی اور لبییک اور دھمممما کہ ۔۔۔ہاہا شیر دل نے لطف اندوز ہوتے کہا۔ایگل نے اسکی بات سمجھتے بچوں کی طرح سر ہلایا اور دونوں دیواروں دروازوں کی اوٹ میں ہوتے اپنے اپنے ذمے لگے کام کو نکل گئے۔

وقت گزرتا جارہا تھا۔ایک گھنٹہ گزر چکا تھا۔بس بیس منٹ تھے اور خوکش بمبار ابھی تک نہیں پہنچے تھے۔خود کش بمبار اُسے کہا جاتا ہے جو اپنے جسم کے ساتھ بم باندھ کر اپنی موت کو قبول کرتا ہے۔ڈیک نے ایم آز کو اطلاع دی تھی

ایم آز نے بہت کالز کیں۔ مگر کوئی جواب نہیں۔اس نے سیل دیوار پر دے مار۔کسی سوچ کے تحت ڈرائنگ روم میں لگا بڑا ایل ای ڈی آن کیا۔

پاک فوج شعبہ تعلقات عامہ (آئی ایس پی آر) کا کہنا تھا کہ دونوں خود کش حملہ آوروں نے فرار ہونے کی" بھی کوشش کی۔ لیکن انہیں سیکیورٹی فورسز کی جانب سے ہلاک کر دیا گیا۔

آئی ایس پی آر نے بتایا کہ دہشتگردوں کے قبضے سے خود کش جیکٹس،اینٹی ٹینک مائنز، میگنیٹنک مائنز،آئی ای ڈیز اور دیگر دھماکہ خیز مواد برآمد کیا گیا۔مزید یہ بھی بتایا گیا کہ شدت پسندوں کا یہ کیمپ کمسن لڑکوں کو بڑے پیانے پر خود کش حملوں اور دیگر تخریبی کاروائیوں کیلیے تربیت دیتا تھا۔پتہ چلا کہ تربیت مکمل ہونے کے بعد شدت پسندان خود کش حملہ آوروں کو پاکستان کے ساتھ ساتھ ہمسایہ ممالک افغانستان اور ایران میں " بھی اپنے اہداف پر حملوں کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

نیوز اینکر بولنے پر آئی تو بولتی ہی چلی گئی۔ وہاں موجود صرف ایک کیمپ ہی نہیں بلکہ تمام کیمپس پر حملہ کیا گیا تھا۔ساتھ ہی جامعہ کے اندر داخل ہونے سے قبل ہی اُن دو خود کش حملہ آوروں کو بھی ہلاک کر دیا گیا تھا۔ منہاج پہلی بار اتنی بری طرح ناکام ہوا تھا۔اسکا بس نہیں چل رہا تھا کہ پوری دنیا کو آگ لگا دے۔وہ پاگلوں کی طرح توڑ پھوڑ کر رہا تھا۔اسے پتا تھا کہ ٹائم بم لگا ہے۔ مگر جب اسٹوڈنٹس وہاں پہنچیں گے ہی نہیں تو جانی نقصان بھی نہیں ہوگا۔

ڈیک فائرنگ اسٹارٹ کردو۔ایک بلٹ بھی نہیں بچنی چاہئے۔مارڈالوان سب کو، ختم کردو۔مجھے آگ ہی آگ چاہیے ہر طرف آگ ہو۔سسکیاں، آہیں میرے کانوں میں پڑیں گی تو سکون ملے گا۔ان کے جلے زخمی جسم ہی میری آنکھوں میں ڈھنڈک ڈال سکیں گے۔

****

ڈیک جلدی پونچو(پہنچو)یاں(یہاں)پر بڑا گڑ بڑ ہو گیا ہے۔ایگل کی گھبرائی آواز اسپیکر سے آئی تھی۔

کک کیا کہہ رہے ہو؟ایگل تم نے بم کو تو نہیں چھیڑا؟؟؟ڈیک کو اب کوفت ہونے لگی تھی۔ایگل اس معاملے میں بالکل ڈفر تھا۔

ہم کو کچھ پتا نہیں لگ رہا۔ایگل کی آواز سے ہی گھبراہٹ نمایاں تھی۔

اُف آرہا ہوں میں

ڈیک نے کال ڈسکنیکٹ کرتے گارڈز کے گائیڈ کو فائرنگ اسٹارٹ کرنے کا کہہ دیا۔پندرہ منٹ رہ گئے تھے ٹیسٹ ختم ہونے میں۔

ڈیک بھاگتا ہوا لوڈِڈ ریوالور کو اوپر کی جانب اُٹھائے دونوں ہاتھ ٹریگر پر ٹِکائے اسٹاف کالونی کا رُخ کر چکا تھا۔ ساتھ ہی فائرنگ شروع ہو چکی تھی۔کیمپس کی چادروں کو چیرتی گولیاں۔ گراؤنڈ کی دھول مٹی اُڑتی عجیب سا منظر پیش کر رہی تھی۔اسٹوڈنٹس ٹیسٹ چھوڑ چکے تھے۔کچھ گھبرا رہے تھے۔کچھ پریشان تو کچھ بے ہوش

ہو چکے تھے۔ آدھی پولیس جامعہ کے پچھلے احاطے میں تھی۔ ان کی اطلاع کے مطابق فائرنگ یہاں سے کی جانے والی تھی۔ مگر فائرنگ دائیں بائیں جانب سے ہو رہی تھی۔ پچھلے احاطے میں گن مین والی دو گاڑیوں کے سوا کچھ نہ تھا۔

اوہ نو! پولیس آفیسر نے گاڑی کو لات رسید کرتے غصہ نکالا۔

جوابی فائرنگ شروع کر دو۔ آفیسر کے حکم پر تمام پولیس اہلکار جامعہ کے کونے کونے پر کھڑے ہو چکے تھے۔ رینجرز اسٹوڈنٹس کی حفاظت کرنے میں مصروف تھی۔ تمام اسٹوڈنٹس کو گراؤنڈ کے ہی ایک کنارے پر جمع کیا جا رہا تھا۔ گولیوں کی آوازیں کان کے پردے چیر رہیں تھیں۔ خوف اور دہشت سے اسٹوڈنٹس کپکپا رہے تھے۔ پارکنگ ایریا میں انتظار کرتے والدین کی چیخیں آسمان میں دراڑیں ڈال رہی تھیں۔ مائیں گارڈز کے ہاتھ پیر جوڑتیں اندر جانے کی منتیں کر رہی تھیں۔ پاکستان کے مستقبل کے معمار زندگی کے لیے لڑ رہے تھے۔ قیامت ہی قیامت تھی۔ آگ کے شعلے اُڑ رہے تھے۔ کچھ اسٹوڈنٹس زخمی ہو چکے تھے۔ دو پولیس اہلکار مارے جا چکے تھے۔

سب گراؤنڈ کی طرف جاؤ۔ اندر کوئی نہیں جائے گا۔ وہ رینجر کا بندہ "جے" اور "کے" کیمپس کے اسٹوڈنٹس کو جامعہ کے اندر جانے سے روک رہا تھا۔

سر ایک لل لڑکی اندر کی طرف۔ ایک اسٹوڈنٹ گھبرائی ہوئی اُسی بندے سے کہہ رہی تھی جب اس نے بات کاٹ دی۔

آپ ابھی جائیں۔ اُس طرف اندر بم ہے۔ آپ سب کی جانوں کو خطرہ ہے۔ گراؤنڈ کی طرف بھاگیں۔ وہ چیخا تو لڑکی بم کا سُنتی سب بھلا کر دوسرے اسٹوڈنٹس کی ہی طرح بھاگنے لگی تھی۔ یس سر آئی ایم اِنٹرِنگ ان آ

اسٹاف کالونی (میں اسٹاف کالونی میں داخل ہو رہا ہوں) میجر عاص عالم نے ایئر فون کے ذریعے اپنے سینیئر آفیسر کو کہا۔

(ڈیک اِز کمنگ۔۔ہی اِز نیئر ہاسٹل (ڈیک آ رہا ہے وہ ہوسٹل کے قریب ہے

سر وئیر اِز بی ڈی ایس مین (سر بی ڈی ایس؟ (بم ڈسپوزل اسکواڈ) کا بندہ کدھر ہے؟ عاص عالم اسٹاف کالونی کے اندر دیواروں سے لگتا ہوشیاری سے چلتا گن تھامے ساتھ ہی ساتھ محوِ گفتگو بھی تھا۔

ہی از آلسو کمنگ فرسٹ ویٹ فار ڈیک (وہ بھی آ رہا ہے، پہلے ڈیک کا انتظار کرو)۔ مضبوط لہجہ پُر اعتماد انداز میں کہا گیا تھا۔

اوکے سر! عاص نے سر پر زور دیے کہا اور پھر ہاتھ ایئر فون تک لے جاتے رابطہ منقطع کر دیا۔

وہ ہانپتی کانپتی اسٹاف کالونی کے اندر داخل ہو چکی تھی۔ کانوں پر ہاتھ رکھے۔ اسکی ٹانگیں اسکا ساتھ دینے سے قاصر تھیں۔ ہولے ہولے کانپتا بدن اسکے خوف میں ہونے کا پتا دے رہا تھا۔ مگر وہ پھر بھی پنتالیس درجے کے سلوپ پر گرتی پڑتی چڑھ رہی تھی۔ بھاگتے ہوئے وہ دوسری منزل پر پہنچ چکی تھی۔ اسے ابھی بس ایک ہی چیز سمجھ آ رہی تھی۔ وہ یہ کہ جامعہ کے گراؤنڈ میں زندگی اور موت کا کھیل چل رہا ہے اور اِسے اِس کھیل سے دور بھاگنا ہے۔ وہ اِسکا حصہ نہیں بننا چاہتی۔ مگر افسوس وہ بے خبری میں موت کے سب سے زیادہ قریب آ چکی تھی۔ وہ اوپر پہنچی سامنے ایک کار کھڑی تھی۔ کچے سیمنٹ سے یہ منزل ابھی کھڑی کی گئی تھی۔ اسکی تعمیر ابھی جاری تھی۔ وہ تیز بھاگتی آگے جانے لگی تو وہاں کوئی دیوار نہیں تھی۔ کچھ بھی نہیں تھا۔ یہاں سے گراؤنڈ کا پورا منظر صاف نظر آ رہا تھا۔ دِل دہلا دینے والا منظر۔۔

وہ اُلٹے قدموں پیچھے جانے لگی۔ خوف اب بھی اسے اپنے لپیٹے میں لیے ہوئے تھا۔ فائرنگ بدتر تیج جاری تھی۔ دھول مٹی اُڑتی منظر کو دھندلا رہی تھی۔ اسٹوڈنٹس کی بھگدڑ مچی تھی۔ قدموں کی آوازیں، فائرنگ کا شور، پولیس سائرن

قیامت کا سماں لگ رہا تھا۔ گلابی ہونٹوں پر ہتھیلی رکھے اپنی سسکیوں کا گلا گھونٹتی وہ پیچھے ہوتی جا رہی تھی۔ وہ لوڈِڈ رائفل کا منہ چھت کی جانب کیے آہستہ آہستہ اُلٹے قدم اُٹھا رہا تھا۔

آآآ دونوں نفوس کا زبردست تصادم ہوا تھا۔ عاص نے فوراً اسے اپنے حصار میں لیتے، اپنی چوڑی ہتھیلی کپکپاتے گداز لبوں پر دھر کر نسوانی چیخ کا گلہ گھونٹا تھا۔

ششش گھبرایئے مت ہم آپ کے محافظ ہیں۔ "گھمبیر بھاری لہجے میں وہ اسکے کان میں سرگوشی نما آواز میں" بولا۔ نیلم کی پُشت اسکے سینے سے لگی تھی اور اِس محافظ کا رائفل والا ہاتھ اسکے پیٹ کو چھوتا مکمل حصار باندھے ہوا تھا۔ وہ اِس محافظ کا چہرہ نہیں دیکھ سکی تھی۔ اسکا ہاتھ ابھی تک اسکے ہونٹوں پر جما تھا۔ اتنی سخت گرفت تھی اسکی کہ نیلم کو اپنے لب کچلتے ہوئے محسوس ہوئے۔

ششش!!! وہ پھر بولا۔ آواز نیلم کے کان کے بالکل قریب سے اُبھری تھی۔ قدموں کی چاپ قریب آنے لگی۔ عاص اسے گھسیٹنے کے انداز میں کار کی طرف لے آیا۔ وہ اسکے ساتھ گھسٹتی چلی جا رہی تھی۔ دیوار اور کار کے درمیان پچیس انچ تک کا فاصلہ تھا۔ اس نے نیلم کو وہاں بِٹھا دیا۔ نیلم نے دیکھا وہ اونچے لمبے قد کا کسرتی بدن کا مالک بھرپور مضبوط مرد تھا۔ اسکے چہرے پر کالے رنگ کا ماسک تھا۔ جس سے صرف دو آنکھیں چمکتی نظر آ رہی تھی۔ اس نے ایک بار بھی نیلم کی جانب توجہ سے نا دیکھا تھا۔ وہ کار کی بونٹ والی سائڈ پر ایک گھٹنا زمین پر ٹِکائے گن تھامے الرٹ بیٹھا تھا۔

کوئی اندر داخل ہو چکا تھا۔ وہ ڈیک تھا۔

ایگل ! کہاں ہو تم ؟ وہ پہلے سیدھا چلتا بولتا رہا۔ پھر پلٹ کر ایگل کو آوازیں دے رہا تھا۔ نیلم کانپ رہی تھی۔ عاص کی جانب ڈیک کی پُشت تھی۔ وہ بجلی کی سرعت سے اُٹھا تھا اور ڈیک کے گلے میں بازو ڈالے اسکی گردن موڑ دی تھی۔

چڑ چڑ چڑ کی آواز آئی تھی۔ نیلم نے جھانکا ڈیک کی گردن ایک طرف لڑھک چکی تھی۔ اسکی جان ہوا ہونے لگی۔ ڈیک نے فائر کیا اور چھت میں لگا۔

آآآ خوف کے مارے اسکی چیخ نکل گئی۔ اس نے دیکھا وہ سیاہ نقاب پوش ایک ہینڈ سم سے شخص کو زمین پر چت لِٹا چکا تھا۔ ڈیک کی ریوالور دور گر چکی تھی۔ وہ منہ چلانے کی کوشش کرنے لگا تھا۔ جب عاص نے اسکے جبڑوں پر مکوں کی برسات کر دی۔ ڈیک کا پورا منہ خونم خون ہو چکا تھا۔ دانت جیسے ٹوٹ گئے ہوں۔ اس نے ٹانگ موڑ کر عاص کی پُشت میں ماری اور اِسے دھکیل کر بھاگنے لگا تھا۔ جب عاص نے اسے ٹانگ سے پکڑ کر پورے ڈیک کی کمر میں پوری قوت سے مارتا رہا۔ یہاں stock قد سے زمین بوس کر دیا تھا۔ پھر گن اُٹھا کر اسکا تک کہ اسکی ہلکی آسمانی شرٹ لال ہو گئی۔ وہ شاید بے ہوش ہو چکا تھا۔ عاص نے کھڑے ہوتے بوٹ کی نوک اسکے سینے میں مارتا رہا۔ خون سے لت پت ڈیک کو دیکھ Stock سے اِسے سیدھا کیا تھا اور اسی طرح گن کا کر نیلم کا رواں رواں کانپ گیا۔ منہ پر ہاتھ رکھے وہ سسکیوں کا گلہ گھونٹنے کی کوشش میں دُوہری ہوتی جا رہی تھی۔ وہ بھاگ جانا چاہتی تھی۔ مگر ٹانگوں نے ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ ابھی ایک اور خوفناک منظر اسکا منتظر تھا۔

فائرنگ کی آواز پر عاص نے فوراً جمپ لگاتے جگہ چھوڑی تھی۔اس نے دیکھا شیر دِل دوسری منزل کے کنارے پر کھڑا تھا۔ریوالور اسکے ہاتھ میں تھا۔

عاص اسی دو فٹ دوری کے فاصلے پر کھڑی کار کے پیچھے دبک گیا۔اگر شیر دل حملہ کرتا تو بم وقت سے پہلے پھٹ جاتا۔جسکے اندر ابھی دس منٹ باقی تھے۔ڈیک تو پکڑا گیا۔اس نے سوچا وہ جان بچا کر بھاگ نکلے۔مگر بد قسمتی سے عاص عالم نے اسے سوچ میں ڈوبا دیکھ کر فائر کیا تھا۔نشانہ سیدھا ہاتھ پر لگا۔ریوالور دور جا گرا۔گولی اسکی ہتھیلی کو چیرتی ہوئی گزری تھی۔عاص عالم نے ایک ہی جست میں اِسے جا دبوچا تھا۔اسی وقت ایک اور آدمی اندر داخل ہوا تھا۔لیدر کی شرٹ میں۔ایک بیگ ہاتھ میں تھامے۔"بم کار کے نیچے لگا ہے تمہارے پاس صرف نو منٹ ہیں۔"عاص عالم شیر دل کو گردن سے دبوچتے گھسیٹتے ہوئے بولا۔

دو منٹ کا کام ہے میجر عاص۔وہ آدمی پُریقین لہجے میں کہتا آگے بڑھ گیا۔کار کے پاس بیٹھی کپکپاتی نیلم کو اِس نے جلدی سے باہر نکلنے کا کہا۔وہ اپنا وجود گھسیٹتی ہوئی کار سے کچھ فاصلے پر ہو گئی تھی۔چلنے کی ہمت نہ تھی اِس میں۔اب چونکہ کار کا بھی پردہ حائل نہ تھا تو وہ عاص عالم کی کاروائی صاف دیکھ سکتی تھی۔

وہ شیر دِل کو دبوچے ہوئے تھا۔اسکی گرفت سخت تھی۔ایک ہاتھ سے اس نے ایئر فون سیٹ کیا۔

کل ہم عاص عالم "آفیسر کے حکم پر اس سے پہلے کہ وہ عمل کرتا شیر دل اسکی توجہ نہ پا کر دھکا دیتا بھاگنے لگا۔" عاص کی گن دور نیلم کے پیر کے پاس جا گری۔مگر وہ شیر دل کو پکڑنے بھاگا تھا۔اِسے پھر سے گردن سے دبوچ کر واپس لاتے اسے دیوار میں پٹخ پٹخ کر مار رہا تھا۔اسکے پاس اتنا وقت نہ تھا کہ گن اُٹھانے جاتا۔تبھی وہ اپنی پوری طاقت سے مکے مارتا اسکا جبڑہ توڑ چکا تھا۔آنکھوں پر بھی کاری ضربیں لگیں تھیں۔بوٹ اسکے سینے پر ٹھوکتا وہ بھول چکا تھا کہ ایک نازک وجود یہ سب اپنی آنکھوں سے دیکھتا کس قدر دہشت کا شکار ہو سکتا ہے۔

شیر دل جب بالکل بے سُدھ ہو گیا تو عاص عالم نے اسکی ہی ریوالور جو قریب پڑی تھی۔ اُٹھا کر دھڑا دھڑ میگزین خالی کیا تھا اور پھر بے سُدھ پڑی لاش کو بوٹوں کی نوک پر دھکیلتا آگے لے جانے لگا۔ دیوار نہیں تھی گراؤنڈ صاف نظر آ رہا تھا۔ جہاں گولیاں تھم چکی تھیں۔ مطلع صاف تھا سناٹا تھا۔ اس نے ایک اور ٹھوکر لگائی۔ دھڑام کی آواز پیدا کرتی شیر دل کی لاش نیچے جا گری تھی۔

میجر عاص اٹس ڈن "بی ڈی ایس کا آدمی ہاتھ جھاڑتا کھڑا ہو گیا۔"

تھینکس !! عاص عالم کا بھاری لہجہ نیلم کے دماغ پر ہتھوڑے کی طرح پڑا تھا۔ وہ آدمی اپنا سامان سمیٹ رہا تھا۔ جب عاص کی نظر نیلم پر پڑی۔ وہ ڈیک کا بے حس و حرکت پڑا وجود پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ اسکی رنگت لٹھے کی مانند سفید پڑ چکی تھی اور جسم ساکت تھا۔ اسکے سفید روئی جیسے پیروں کے پاس عاص کی گن پڑی تھی وہ گن اُٹھانے آگے بڑھا تھا۔ جب نیلم خوف سے پھٹی آنکھوں سے اسے تکتے پیچھے ہوتی دیوار کے ساتھ لگ گئی۔ عاص پھر بھی آگے بڑھ رہا تھا۔ وہ دیوار پر پیچھے کی جانب ہاتھ مارتی سہارا لیتی کھڑی ہوئی اور اُس جانب بھاگی جہاں دیوار نہیں تھی۔ اسکی ٹانگوں سے جان نکل رہی تھی۔ عاص بھی اسے بھاگتا دیکھ کر گھبرا گیا تھا۔ نیلم آگے کوئی شےء نہ دیکھ کر دنگ رہ گئی۔ یہاں سے بس چھلانگ مار کر ہی بھاگا جا سکتا تھا۔ وہ گھبراتی ہوئی پلٹی۔ عاص عالم اسکی ہی طرف بڑھ رہا تھا۔ نیلم کو اِس سے خوف محسوس ہو رہا تھا۔ جس بے دردی سے وہ دو آدمی ڈھیر کر چکا تھا۔ یہ نازک سی لڑکی تو اسکے سامنے کچھ نہ تھی۔ نیلم اب اُلٹے قدم اُٹھانے لگی۔ آگے کنواں پیچھے کھائی۔

آگے عاص پیچھے موت۔

اسے عاص بھی اپنی موت کی ہی ایک شکل لگ رہا تھا۔

پیچھے کو قدم مت اُٹھائیں آپ گر جائیں گی۔"بھاری گھمبیر لہجے میں ہلکی سی پریشانی بھی شامل تھی۔"

دددد۔۔۔دور رہیں ہم سے۔"وہ لڑکھڑاتے لہجے میں بولی۔ایک فٹ کی دوری تھی اور اس نے نیچے جانا تھا۔" عاص کو آگے بڑھتا دیکھ اسکے قدم لڑکھڑائے تھے۔مگر اس سے پہلے ہی وہ ہاتھ بڑھا چکا تھا۔نیلم کو یہ بڑھتا ہاتھ موت کا لگا تھا۔کلائی تھامے ایک جھٹکے سے کھینچتے عاص عالم نے اسے اپنی آغوش میں لیا تھا۔مگر وہ ہوش و خرد سے بیگانا ہو چکی تھی۔اس سے پہلے کے وہ زمین بوس ہوتی۔وہ اسکے گرد اپنے مضبوط مگر خون سے رنگے بازو لپیٹ چکا تھا

یہ رنگ نیلم کی گلابی قمیض بھی پکڑ چکی تھی۔دوسری منزل کے آخری سرے پر وہ اسے اپنی مضبوط پناہوں میں لیے کھڑا تھا۔ہوا تیز ہوتی جا رہی تھی۔سناٹا ہی سناٹا تھا۔ایک خاموشی،سکوت تھم جانے والا سماں۔عاص عالم نے اپنے چہرے پر چڑھا ماسک ایک ہاتھ بڑھا کر اُتار دیا تھا۔مگر ایک بازو اب بھی اس نازک وجود کے گرد تھا۔عاص نے پُرسکون سانس لیتے اِس بے ہوش مگر بلا کے حسین مجسمے کو اپنے کسرتی بازوؤں میں اُٹھا لیا تھا۔وہ کسی سنگِ تراش کی قابلیت کا منہ بولتا ثبوت لگ رہی تھی۔مگر وہ ہر احساس سے عاری اسے لیے اسٹاف کالونی سے نکلتا چلا گیا۔اسکا سر عاص عالم کے سینے پر ٹِکا تھا اور وہ فاتح بنا،مضبوط پُراعتماد قدم اُٹھاتا گراؤنڈ کی طرف بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ہوائیں زور و شور سے چلتیں جیسے ملک کے اس محافظ کو سلامتی پیش کر رہی تھیں۔

ہواؤں کے اس زور پر اُڑتا اِس بے ہوش وجود کا سفید بے داغ آنچل بار بار میجر عاص عالم کے شانے سے ٹکرا جاتا۔مگر اسکے دماغ میں کچھ اور ہی چل رہا تھا۔اپنے اگلے قدم کے بارے میں وہ پہلے سے ہی سوچ رہا تھا۔گراؤنڈ قریب آتا جا رہا تھا۔فاصلہ سمٹ رہا تھا۔

طبّی امداد کی سہولت بھی وہاں موجود تھی۔ بہت سی نرسز بڑے اعتماد سے زخمی اور گھبراہٹ کے شکار اسٹوڈنٹس کو ڈیل کر رہی تھیں۔ ایمبولینس سروس کی بھی سہولت تھی۔

میجر عاص عالم کے مضبوط بازوؤں میں جھولتے بے ہوش وجود کو دیکھ کر ایک پولیس آفیسر فوراً آگے بڑھا۔

سر یہاں لے آئیں۔ اس نے زمین پر بچھی چادر کی جانب اشارہ کیا۔ آس پاس پولیس اہلکار اور رینجر اپنی اپنی ڈیوٹی پوری کرتے دِکھائی دے رہے تھے۔ ہر کوئی مصروف تھا۔ جگہ جگہ چھپے اسٹوڈنٹس کو ڈھونڈ کر باحفاظت جامعہ سے باہر نکالا جا رہا تھا۔ عاص گھٹنا زمین پر ٹِکائے ہلکے سے جھک کر اپنے بازوؤں کو اس نرم کم وزن وجود سے آزاد کر چکا تھا۔

سر پانی؟؟ رینجر کے یونیفارم میں ملبوس نوجوان نے مخلص مسکراہٹ کے ساتھ پانی کی چھوٹی بوتل عاص کو تھمائی۔ اس نے نیلم کی جانب سرسری سا دیکھا اور پلٹ کر پانی کی بوتل شکریہ کے ساتھ تھام لی۔ پاس پڑی ایک کرسی پر بیٹھ کر بوتل کھول کر منہ سے لگالی۔ منہ کچھ اوپر کی جانب اُٹھا ہوا تھا۔ جب پانی پی چکا تو اِسکی نظر چادر پر لیٹی نیلم پر پڑی جسکے پاس نیچے بیٹھا پولیس آفیسر اسکے چہرے کو گہری نگاہوں سے تک رہا تھا۔ یہی نہیں بلکہ اسکی نگاہیں بھی نیلم کے جسم پر چپکنے لگی تھیں۔ عاص عالم نے گھٹنے پر ٹِکے ہاتھ کی مٹھیاں زور سے بھینچ لیں۔ پھر پلاسٹک کی خالی بوتل کو توڑ مروڑ کر دور پھینکا۔

نرس!!! اسکی دھاڑ پر پولیس آفیسر ہڑبڑا کر کھڑا ہو گیا۔

یس سر!! پاس ہی ایک چیئر پر بیٹھی اسٹوڈنٹ کو بینڈیج کرتی وہ نرس فوراً حاضر ہائی۔

چیک کرائیں۔ مختصر سا بول کر کاٹ دار نظروں سے پولیس انسپیکٹر کو دیکھا۔ اسے نفرت تھی بے لگام نفس کے حامل مردوں سے۔

میجر عاص یو ہیو ٹو گو۔" پاور بٹن کو چند سیکنڈز تک پریس کرنے کے بعد عاص عالم آرڈر ملتے ہی اِک سیکنڈ بھی وہاں نہیں ٹھہرا تھا۔

****

"ہم اپنے ناظرین کو ایک بار پھر بتاتے چلیں کہ جامعہ میں ہونے والے پتھراؤ اور فائرنگ کے نتیجے میں دو پولیس اہلکار مارے گئے۔ اسکے علاوہ پچیس طلبا و طالبات زخمی ہوئے۔ جنہیں بذریع ایمبولینس قریبی ہسپتال منتقل کردیا گیا۔ البتہ اس سوچی سمجھی سازش کے متعلق آئی ایس پی آر اور ڈی آئی جی کا کچھ سیکیورٹی وجوہات کی بناء پر میڈیا سے گفتگو پر انکار۔"

نیوز اینکر بار بار یہی نیوز چلائے جا رہی تھی۔ اگر وہ ایم آز کے سامنے ہوتی تو اب تک اپنی آخری سانس لے چکی ہوتی۔ غصے سے پاگل ہوتا وہ شیشے کی میز پر اپنے بازو سے ضربیں لگاتا جا رہا تھا۔ خون رستا جا رہا تھا۔

"تمہارا بھیا تمہارا بدلہ ان قاتلوں سے نہیں لے پایا۔ تمہاری بلکتی روح کو قرار نہیں دے پایا۔ منہاج عز ضحاک کو شکست دی گئی ہے۔ ہاہاہا سُن رہے ہو لوگوں۔ ایم آز کو شکست دی گئی ہے۔ اتنی بری طرح اتنی چالیس اکٹھی پلٹنے والا کون ہے؟ تم جو کوئی بھی ہو ایم آز کے دُشمنوں کی فہرست میں تمہارا اول نمبر ہے، اول۔" وہ سفید کسرتی بازو سے بہتے سُرخ رنگ کے خون کی ندی کو دیکھ کر بہکے بہکے لہجے میں بولا۔

سس سر! اسکی پُشت پر گھبرائی سی آواز بیدار ہوئی۔ خون رنگ آنکھیں لیے وہ پلٹا تھا۔ سامنے ہی پھٹے دھول سے اٹے کُرتے اور زخمی چہرے کے ساتھ کھڑے ایگل کو دیکھ کر اسکے جسم میں خون کے بجائے شرارے دوڑنے لگے تھے۔

ڈیک کہاں ہے؟؟ بے قراری اور بے تابی سے ایم آز اسکی جانب بڑھا تھا۔ ایگل کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ لب گویا سل گئے بولنے سے انکار کرنے لگے۔ ایگل بے بس کھڑا رہا۔

میں تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں ڈیک کہاں ہے؟ وہ میری کال پِک نہیں کر رہا ہے۔ یو باسٹرڈ ٹل می وئیر اِز ڈیک؟؟ ایم آز نے طیش میں جھنجھوڑتے اسکے زخمی چہرے پر ہی پنچ رسید کیا تھا۔ زبردست وار پر ایگل لڑکھڑا کر چند قدم پیچھے کھسک چکا تھا۔

ڈیک اور شیر دل مر گیا۔ "ایگل نے صحیح معنوں میں ایم آز پر بمباری کی تھی۔"

شٹ اپ!! شٹ اپ!! میں تمہارا خون پی جاؤں گا۔ اگر تم نے مزید ایک لفظ بھی کہا تو۔ ایم آز نے اسے گریبان سے جکڑ کر پھر اپنے مقابل کیا تھا۔ کُرتا چرر کی آواز پیدا کرتا مزید اُدھڑ گیا تھا۔

سر میرا یقین کریں۔ وہ دونوں بم چیک کرنے گئے تھے وہاں۔ ایگل نے دھیرے دھیرے بولا۔

سس سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔ سب تم نے ہی کیا ہے اور کون کر سکتا ہے تمہارے علاوہ؟ سب تم ہی جانتے تھے۔ نیا بندہ بھی تم ہی ہو۔ بتاؤ مجھے کس نے بھیجا ہے تمہیں؟ کون ہو تم؟؟ ایم آز بولتا جا رہا تھا۔ مکّوں کی برسات کرتا جا رہا تھا۔ ایگل گر جاتا وہ پھر اسے پکڑ کر مقابل کرتا اور پھر ایک جملہ بول کر مکا رسید کرتا۔

ہم اگر غدار ہوتا تو کبھی آپکی اتنی مدد نا کرتا صاب۔ ہم خود زخمی ہے۔ ہم کو خود اتنا چوٹ آیا ہے۔ ایگل روہانسا ہوتا اپنی صفائی پیش کر رہا تھا۔

تمہیں کیا لگتا ہے میں تمہارا یقین کر لوں گا؟ کھولو اِسے۔ کھولو تمہاری ڈرامے بازی ابھی ختم کرتا ہوں میں۔

ایم آز نے اسکی بازو پر لپٹی پٹی کھینچ کر کھولی۔ درد اور کرب کے مارے ایگل کی چیخ نکل گئی تھی۔ اسکے شانے سے نیچے بہت زیادہ کٹ لگے تھے۔ سیدھے سیدھے گوشت اُبھرتا دِکھ رہا تھا۔ بہت گہرا زخم تھا۔ ایم آز چند پل کو ششدر رہ گیا۔ سفید لمبی پٹی دور پھینکی اور صوفے پر سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

کتنے گارڈز صحیح و سالم واپس آئے ہیں؟ کافی دیر بعد اس نے مدھم آواز میں دریافت کیا تھا۔

تیرہ "ایگل کی آواز بھی ہلکی تھی۔"

آؤٹ! ایم آز یونہی سر تھامے اسکی طرف دیکھے بغیر سرد آواز میں بولا۔

سر ہم۔۔ ایگل ایک قدم آگے بڑھا۔

آؤٹ۔۔۔ ایم آز نے دھاڑتے ہوئے ہاتھ مار کر صوفے پر پڑے تمام کُشن بھی نیچے پھینک دیے۔

ایگل شکستہ قدموں سے واپسی کو مڑ گیا۔

****

گڑیا اُٹھو شاباش میڈیسن لے لو۔ صاعقہ بیڈ پر چادر میں لپٹے وجود کے پاس ہی بیٹھ گئی۔ ہاتھ میں دو سفید رنگ کی گولیاں تھام رکھی تھیں۔

گڑیا! صاعقہ نے چادر سے باہر جھانکتے اسکے چہرے پر سے شہد رنگ اُلجھے ریشم جیسے بالوں کو ہٹایا تھا۔ پیشانی واضح ہوئی تو ہاتھ رکھ کر جانچا۔

ہائے میرے اللہ اسکا تو بخار ہی اُترنے کا نام نہیں لے رہا۔ صاعقہ نے تڑپ کر ہاتھ اُٹھایا تھا۔ اسے محسوس ہوا جیسے انجانے میں آتش کو چھیڑ بیٹھی ہو۔ اسی اثنا میں دادو بھی ہاتھ میں تسبیح تھامے منہ میں ہی کچھ پڑھتیں اندر داخل ہوئیں۔ نیلم کے پاس آ رُکیں اور تھوڑا سا آگے جُھک کر اِس پر پھونک ماری۔ پھر تسبیح کو چومتیں صاعقہ کی جانب متوجہ ہوئیں۔

دوا دی بچی کو؟ دادو اُسی کے لیے ہی تو اُٹھا رہی ہوں۔ مگر بے حال پڑی ہے یہ تو۔ تین دن ہو چکے ہیں اِس حادثے کو۔ اب تو اسٹوڈنٹس ری ٹیسٹ کی بھی تیاریاں شروع کر چکے ہیں اور یہ ہے کہ خوف کی لپیٹ سے ہی باہر آنے کا نام نہیں لے رہی۔ حد درجہ کمزور دِل واقع ہوئی ہے یہ تو۔ صاعقہ نے متفکر ہوتے کہا۔

ارے ہٹ تو تجھے ٹیسٹ کی پڑی ہے۔ یہاں بچی مر رہی ہے۔ ہٹ، لا دوا دے۔ دادو صاعقہ کو ڈپٹتی اِسے اُٹھا کر خود اسکی جگہ بیٹھ گئیں۔ صاعقہ نے گولیاں انہیں تھما دیں اور خود سائڈ ٹیبل پر پڑے جگ سے پانی ڈالنے لگی۔

نیلم! میرا بچہ اُٹھ دوا لے لے۔ دادو نے اسے زبردستی بازو سے تھام کر بٹھایا۔ وہ مدہوش سی اُٹھ بیٹھی تھی۔ دوا لے کر پانی کے چند گھونٹ گلے میں اُتارتے پھر سے لیٹ گئی۔

دادو! تائی کی کال آئی تھی۔ بتا رہی تھیں کہ آہل اب ٹھیک ہوتا جا رہا ہے۔ کھڑے ہونے میں کچھ دشواری پیش آتی ہے۔ جسکا علاج فزیو تھراپی کے ذریعے شروع کروا دیا ہے۔ ایک ماہ تک وہ بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔
صاعقہ ان کے ہاتھ سے گلاس تھام کر واپس رکھ چکی تھی۔

اللہ تعالیٰ کرم کرے۔ یہ تو اچھی خبر سنائی تو نے۔ چلو میں ظہر ادا کرلوں۔ تو بچی کے لیے کچھ ہلکا پھلکا کھانے کو بنا لے۔ دادو گھٹنے پر زور دیتیں اُٹھ گئیں۔

جی دادو! میں بس اسی کام کے لیے جا رہی تھی۔ صاعقہ ان کا ہاتھ تھامے اُترنے میں مدد دینے لگی۔

****

سر!!! میجر عاص سِول ڈریس میں عام سے حلیے میں اندر داخل ہوا۔

یس کم اِن میجر عاص۔ وہ دھیمے سی مسکان کے ساتھ اسے اندر آنے کی اجازت دے چکے تھے۔ ساتھ ہی ہاتھ میں موجود بھاری نیلے رنگ کی فائل میز پر رکھ دی۔

سر ڈیک؟؟ اسکا انداز سوالیہ اور بے چین سا تھا۔ ڈھیلی ڈھالی نیوی بلیو شرٹ اور بلیک پینٹ میں وہ بہت عجلت میں دکھائی دے رہا تھا۔

ڈیک کو انڈر گراؤنڈر کھا گیا ہے۔ وہ سنجیدگی سے بولے عاص پلٹنے لگا تھا، جب آفیسر کی آواز پر اسے ٹھہرنا پڑا۔

عاص بیٹا نیند آپ کے لیے بہت ضروری ہے۔ دماغ کو فریش رکھنے اور ہوشیار رہنے کو۔ وہ اسکی آنکھوں میں سُرخ ڈورے دیکھ چکے تھے۔ وہ بھی ان کی بات سمجھ گیا۔

سر ایم آز کا پہرہ مجھ پر مزید بڑھ گیا ہے۔ شک ہو چکا ہے اُسے مجھ پر۔ ایسے میں نیند کی پرواہ کیسے ہے؟۔ وہ سلیوس فولڈ کرتا آخر میں سائڈ سمائل پاس کر گیا۔

ہوں! تو کیا اُس نے تمہیں آفر نہیں دی؟ وہ پُر سوچ انداز میں بولے۔

ابھی تک تو نہیں۔ اچھا میں چلتا ہوں، مزید ڈیٹیل اگلی رپورٹ میں دوں گا۔ وہ مصافحے کیلیے آگے بڑھا۔

بیسٹ آف لک! آفیسر نے حوصلہ افزا انداز اپنایا۔ میجر عاص مروتاً مسکرایا تھا۔

باہر کھڑے ایک آدمی سے اس نے چابیاں لیں۔ وہ آدھے راستے سیل تک میجر عاص کے ساتھ چلتا رہا پھر واپس مڑ گیا۔

میجر عاص مضبوط قدم اُٹھاتا انڈر گراؤنڈ احاطے میں داخل ہو رہا تھا۔ سیڑھیوں پر اسکے قدموں کی مخصوص آواز کچھ بلند ہوئی تھی۔ اندر گھپ اندھیرا تھا۔ ہر چیز کو اپنے اندر سمو لینے والا اندھیرا۔

ہیلو ڈیک! لکڑی کی کرسی پر دونوں ہاتھ ہینڈل کے ساتھ موٹی رسی سے جکڑے اور دونوں پیر بھی کرسی کی ٹانگوں کے ساتھ باندھ رکھے تھے۔ اسکا سر جھکا ہوا تھا۔ لڑھکا ہوا۔ میجر عاص کو کافی دیر تک خاموشی کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ آگے بڑھا اور ڈیک کا چہرہ تھوڑی سے پکڑ کر اوپر اُٹھا لیا۔

ہوش میں آؤ ڈیک! تمہیں ابھی بہت سے سوالات کے جوابات دینے ہیں۔ ڈیک کے زخمی چہرے پر ایک مکا رسید کیا۔

آہ!!! کراہ کر اس نے مندی مندی آنکھیں کھولیں۔ مگر عاص عالم کی طرف نہ دیکھ سکا۔ اس میں سکت نہ تھی دیکھنے کی۔ میجر عاص عالم کے آرڈر پر اسے تین روز سے بھوکا پیاسا رکھا گیا تھا۔ عاص عالم نے کچھ فاصلے پر پڑی پانی کی بالٹی سے ایک ڈبہ بھرا اور پورے پریشر سے ڈیک کے منہ پر پھینکا۔ وہ ہڑبڑا سا گیا تھا۔ پھر کھانسنے لگا۔ کھانس کھانس کر وہ دوہرا ہوتا جا رہا تھا۔

ہوش میں آ گئے ہو تو اصل بات کی طرف آتے ہیں۔ ویسے بھی میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ عاص عالم ایک اور کرسی گھسیٹ کر اس سے ایک فُٹ کے فاصلے پر بیٹھ گیا۔ وہ کرسی موڑ کر اسکی بیک ڈیک کی طرف کیے دونوں طرف سے ٹانگیں نکال کر بیٹھ گیا اور تھوڑی چیئر کی بیک پر ٹِکاتے ڈیک کو سرد نگاہوں سے گھورا۔

بتاؤ منہاج کے سعودیہ میں کتنے کانٹیکس ہیں؟ بھارت، امریکہ میں بھی؟ بولو! ڈیک کو کراہنے اور سر جھٹکنے" میں مصروف دیکھ کر وہ دھاڑا۔ مگر وہاں تب بھی خاموشی برقرار رہی تھی۔

ڈیک ڈیئر! کیوں اپنے اوپر ظلم کر رہے ہو۔ میرا تم سے کوئی لین دین نہیں۔ اگر تم شرافت سے ایم آز کے متعلق تمام راز اُگل دو گے تو آسانی سے مارے جاؤ گے۔ ورنہ! ورنہ!! تڑپا تڑپا کر ماروں گا اور مار مار کر زندہ کروں گا۔ تمہاری روح تک پر آبلے پڑ جائیں گے۔ وہ غضبناک لہجے میں بولا۔

مم میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔ مار دو مجھے۔ ڈیک کی بڑبڑاہٹ بہت ہلکی تھی۔ سر بھی ایک جانب لٹکا ہوا تھا۔ بات کے اختتام پر وہ پھر سے کھانسنا شروع ہو گیا۔

تمہیں اتنی آسانی سے مار دوں گا؟ پاگل نظر آتا ہوں میں؟؟ عاص طیش میں کھڑا ہوا تھا۔ ساتھ ہی مکوں کی برسات اسکے چہرے پر اور پیٹ پر کی تھی۔ ڈیک خون اُگلتا درد سے کراہتا، چیخنے لگا تھا۔ ایک میجر کے زبردست پنچ پر اسکی حالت بدتر ہو چکی تھی۔

تمہیں بتانا پڑے گا ڈیک۔ ورنہ تم مجھے اپنے ساتھ وحشیانہ سلوک پر مجبور کر رہے ہو۔ عاص کا لہجہ خطرناک حد تک سنجیدہ تھا۔

وو۔ وہ میری بب بیٹی کو مار دے گا۔ ڈیک پھولی سانسوں اور کھانسنے کے درمیان بولا۔ میں کچھ نہیں جانتا۔ مجھے حقیقت سننی ہے۔

منہاج عزضحاک کی حقیقت؟ وہ چلایا اور پاس پڑی لوہے کی راڈ اُٹھا کر ڈیک کے زخمی کندھوں پر وار کیا۔ اسکی چیخیں سیل کی خالی دیواروں سے ٹکرا ٹکرا کر واپس آرہی تھیں۔ چند پل کا تشدد برداشت کرنے کے بعد وہ ہوش و خرد سے بیگانا ہو چکا تھا۔

آنکھیں کھولو ڈیک! اس نے پانی کا ایک اور ڈبہ اسکے منہ پر اُچھالا۔ پھر ایک اور سیمنٹ کے فرش پر خون اور پانی مل کر ندی سی بہہ نکلی تھی۔ مگر ڈیک ہلکی سی آنکھیں کھول کر پھر سے موند چکا تھا۔

آآآآ میجر عاص عالم نے چیخ کر ایک ٹانگ اسکے پیٹ پر رسید کرتے غصہ نکالا تھا۔ ڈیک آگے کو ہوتا پھر کرسی کی بیک پر لٹکے چہرے کے ساتھ بے ہوش ہو چکا تھا۔

میجر عاص کرسی کو ٹھوکر مارتا باہر نکل آیا۔ باہر کھڑے آدمی نے مضبوط لوہے کے دروازے پر موٹے موٹے تالے ڈال دیے تھے۔

وہ جو اکڑتا تھا اپنے ہونے پر

آج ہونا اُسکا ایک اذیت ہے

****

گارڈ نے اسے اندر جانے سے منع کر دیا تھا۔ آج وہ تین دن بعد ایم آز سے ملنے آیا تھا۔ ڈیک نے اسے چند کام سونپ رکھے تھے۔ اُن کی تکمیل کی ہی اطلاع دینے وہ حاضر ہوا تھا۔ مگر ایم آز کی طرف سے اسے اندر آنے کی اجازت نہیں تھی۔ ایک گھنٹہ باہر انتظار کرنے کے بعد اسے اندر بلا لیا گیا تھا۔ اب تو اسے ہال کا راستہ یاد ہو چکا تھا۔ ورنہ اتنے بڑے پلازہ کی ہر منزل چیک کرنا پڑتی۔

وہ ہال کے سرے پر کھڑا تھا۔ اپنے مخصوص حُلیے میں۔ سامنے ہی سب سے اونچے سنگل صوفے پر ایم آز ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے ایک ہاتھ بیک پر پھیلائے بیٹھا تھا۔

آؤ ایگل اندر آؤ کم اِن۔ منہاج کی آواز پر وہ حیران ہوتا اندر کی جانب قدم اُٹھانے لگا۔ بوٹوں کی ٹِک ٹِک ہارڈ ووڈ کے فرش پر صاف سنائی دے رہی تھی۔ ایم آز اپنی ٹانگ جھلاتا اِسے آگے بڑھتا دیکھ رہا تھا۔ دائیں بائیں پڑے بڑے صوفوں پر پانچ چھ افراد بیٹھے تھے۔ ان میں سے تین عربی رومال سر پر لپیٹے سفید ٹخنوں تک کُرتے پہنے تھے۔ جن کے چاک سلے ہوئے تھے۔

بیٹھو، ایم آز نے اسے اپنی دائیں جانب پڑے صوفے پر بیٹھنے کا کہا۔ جہاں ایک بائیس تیئس سال کا لڑکا پینٹ شرٹ میں ملبوس میں تھا اور ایک چالیس کے لگ بھگ کا بھی۔ اسی لباس کو زیب تن کیے تھا۔ گول دائرے میں لگے صوفے شیشے کی دیواریں، مہنگی پینٹنگز، روئی جیسا قالین، جگہ جگہ بِچھے میٹ، گول بڑی موٹے شیشے کی اسٹائلِش میز، عربی صراحیوں سے ڈیکوریٹڈ یہ ہال بہت زیادہ حسین تھا۔

یہ ایگل ہے۔ ہیروئن، کوکین، آئس، اوپیم، بھنگم ٹرینکولائزر کی اسمگلنگ سنبھالتا ہے۔ ڈیک نے یہ سب اسکے ذمے لگایا تھا۔ اب ان میں سے ایک کو تم اسکا پارٹنر بنا دو۔ منہاج نے اُن تینوں عربیوں میں سے درمیان میں بیٹھے ان کے گروپ لیڈر سے کہا۔ اس نے ایگل کو سر تا پیر دیکھ کر فقط سر ہلایا تھا۔

یہ گروپ سعودیہ سے آیا ہے۔ اب ہمارے ساتھ یہیں رہے گا اور یہ امریکہ سے۔ اس نے ایگل سے کہا۔

ٹھیک، اس نے ایم آز کو دیکھتے کہا۔

چلو اب تم جا سکتے ہو۔ ایگل کو جانے کا حکم دیا گیا۔

ہم مال کا بتانے آیا تھا۔ ایگل مزید بولنے لگا تھا جب ایم آز نے ٹانگ نیچے لٹکائی اور دونوں گھٹنوں پر بازو ٹکائے ہلکا سا آگے جھکا۔

تمہیں میں نے کہا جاؤ۔ ایک ایک لفظ ٹھہر ٹھہر کر کہتا وہ ایگل کو گڑبڑانے پر مجبور کر گیا۔

اچھا سر! وہ دھیما سا بولتا وہاں موجود ہر شخص کا سنجیدہ چہرہ دیکھتا نکل گیا۔

تم سب اپنے اپنے حُلیے بدلو اور ڈیکنگ اسٹارٹ کر دو۔ اسلحے کا کام تم کرو گے۔ چالیس سالہ امریکن سے کہا۔

اینڈ یو آر مائی رائٹ ہینڈ مائی فرینڈ۔ عربی گروپ لیڈر کو دیکھ کر عنابی ہونٹوں کو پھیلاتے ایم آز جوش سے اُٹھ کر اس سے بغل گیر ہوا تھا۔ مقابل کا جوش و خروش اس سے بھی زیادہ تھا۔

حبیب ان میں سے جو تم کو بہتر لگے، اُسے ایگل کے ساتھ شامل کر دو۔ ایم آز نے اس سے الگ ہوتے دو تیس بتیس کی عمر کے آدمیوں کی جانب اشارہ کیا۔ ہرب کرے گا ایگل کے ساتھ کام اور صابر ہمارے ساتھ۔ حبیب نے فیصلہ سنایا۔

ہر روم ہر کونا چیک کرو کہیں بھی خفیہ کیمرے نصب ہیں تو بتاؤ۔ کون ہے جو میری پلاننگ سے وقف ہو چکا ہے؟ ایم آز نے کم عمر امریکی لڑکے سے کہا۔ جسے چند دن کیلیے اسی کام کے لیے بلایا گیا تھا۔ ڈیجیٹل لاکس

توڑنے، لگانے کا ماہر۔ خفیہ کیمروں کو بے نقاب کرنا۔ ان پر سے لگانے والے کے فنگر پرنٹس لینا اور میکرو کیمراز ایڈجسٹ کرنا، اکاؤنٹس ہیک کرنا، پروفائل ڈیٹا جمع کرنا یہ سب اس لڑکے کے بائیں ہاتھ کے کام تھے۔

میورک تم میرے ساتھ اسٹڈی میں آؤ۔ منہاج کہتے ساتھ کوٹ کا بٹن لگاتا ہال سے نکلنے لگا۔ میورک بھی اسکے پیچھے ہی چل دیا تھا۔

****

ایک ہفتے بعد

آپی ہم چھت پر جا رہے ہیں۔ وہیں لے آیئے گا چائے۔ نیلم دو موٹی موٹی کتابیں اُٹھائے پین تھامے کچھ رف پیپرز لیے سیڑھیاں چڑھتی اونچی آواز میں بولی۔

اچھا! صاعقہ کی بھی چلاتی آواز آئی تھی۔ اوپر پہنچ کر چارپائی پر کتابیں رکھے اِس نے سہانی شام کا منظر دیکھا۔ دو دن قبل اسکا بخار پوری طرح سے اُتر چکا تھا۔ مگر خوف بتدریج قائم تھا۔

اس نے ساتھ والے گھر میں جھانکنے کے لیے پاس پڑی اینٹ اپنے نازک گلابی ہوتے ہاتھوں سے بمشکل اُٹھائی۔

آہ کی آواز کے ساتھ اینٹ نیچے رکھی اور سُرخ ہوتی لمبی مخروطی اُنگلیاں دیکھیں۔ان پر پھونک مارتی وہ اینٹ لگا رہا تھا۔سفید ڈھیلی سلیولیس شرٹ میں push ups کے اوپر کھڑی ہو گئی۔نیچے جھانکا جہاں ٹائیگر ملبوس ننگے پیر۔

یہ بھی کوئی وقت ہے ایکسر سائز کرنے کا۔نیلم نے بڑبڑاتے ہوئے اپنی چھت پر کچھ تلاشنے کے انداز میں نظر دوڑائی۔پھر اینٹ سے نیچے اُتر کر دو تین مٹی بجری کے ٹکڑے اُٹھائے اور پھر سابقہ جگہ پر آ ٹھہری۔ایک آنکھ بند کیے اس نے چھوٹے سے کنکر سے نشانہ لیا۔جو ٹھیک ٹائیگر کی کمر پر لگا تھا۔نو کیلا کنکر دور سے پھینکنے پر بڑی زور سے چبھا تھا۔کمر پر ہاتھ مارتا وہ سیدھا بیٹھ گیا تھا۔اب نظر آس پاس کی چھتوں پر یہ کاروائی کرنے والے فرد کو تلاشنے کرنے لگی تھیں۔جب اسکی نظر ہلکے نارنجی آنچل پر پڑی اور پھر اس سے ہوتی ہوئی میدے کی رنگت اور سبز آنکھوں والی گڑیا پر ٹھہر گئی۔نیلم نے جوش و خروش سے ہاتھ ہلایا تھا۔ٹائیگر نے آنکھیں سُکیڑ کر اُسے دیکھا اور پھر دوبارہ سے اپنے سابقہ مشغلے میں گُم ہو گیا۔نیلم نے ایک اور کنکر مارا مگر اب کی بار وہ نشانے پر نہیں لگا تھا۔

عجیب بدتمیز لڑکی ہے۔وہ بڑبڑاتے ہوٰئے اُٹھ کھڑا ہوا۔اپنے جو گرز ایک ہاتھ میں تھامے وہ نیچے جانے لگا تھا۔جب نیلم بے اختیار چلا اُٹھی۔

پلیز رُک جاؤ۔اسکی آواز ٹائیگر کے کانوں سے ٹکرائی تھی۔اس نے سر اُٹھا کر دیکھا۔نیلم بھی اسکی جانب ہی دیکھ رہی تھی۔التجا کرتی آنکھوں سے رُک جانے کی فریاد کرتی،اسکی نگاہیں اس سرد مزاج شخص کے چہرے کا والہانہ طواف کر رہی تھیں۔

گڑیا!!!صاعقہ کی آواز پر وہ فوراً ہوش میں آتی پلٹی تھی۔

جج جی آپی ! اس نے ڈش تھامے چارپائی کے پاس کھڑی صاعقہ کو دیکھا۔

یہ کتابیں ہٹاؤ اپنی۔ کیا پھیلاوا ڈال رکھا ہے۔ مجھے ڈِش رکھنی ہے۔ اس کے جھنجھلا کر کہنے پر اس نے فوراً اینٹ پر سے چھلانگ مارتے سارے پیپرز اور کتابیں سمیٹیں۔

کیا جھانک رہی تھی۔ سنجیدگی سے پوچھا۔

وہ۔۔وہ۔۔ نیلم اُنگلیاں مروڑنے لگی۔ صاعقہ نے اسے گھورا اور پھر دوسری چھت پر دیکھنے لگی جہاں اب کوئی نہ تھا۔

چلو آؤ چائے پیو اور پڑھائی کرو۔ کل ری ٹیسٹ ہے تمہارا اور تمہیں تانکا جھانکی سے فرصت نہیں۔ وہ ڈپٹنے کے انداز میں بولتی چارپائی پر آ بیٹھی۔ جی ! ! وہ بھی منمناتے ہوئے کتاب کھول چکی تھی۔

****

اس بار کوشش کیوں نہیں کی تم نے منہاج؟ حبیب نے لیپ ٹاپ پر چند آدمیوں کی تصاویر دیکھتے پوچھا۔ وہ پینٹ شرٹ میں ملبوس صاف اُردو بولتا کہیں سے سعودیہ کا رہائشی نہیں لگ رہا تھا۔ مجھے پتا تھا کہ اس بار سیکیورٹی پہلے سے بھی سخت ہو گی۔ میں نے دو تین اور جامعات میں بھی کوشش کی۔ مگر اس بار تمام فورسز الرٹ ہو چکی ہیں۔ کوئی حملہ آور کوئی گارڈ اندر نہیں جا سکا اور سب سے حیران کن یہ کہ اِس بار ڈیپارٹمنٹس میں ٹیسٹ کا انتظام کیا گیا۔ نا کہ باہر کیمپس میں۔ اب جامعہ کے اندر ایک ایک ڈیپارٹمنٹ میں ایک ایک حملہ

آور بھیجنا یہ ایک مشکل کام تھا۔ جب کہ ڈیپارٹمنٹس ہوتے بھی فاصلے پر ہیں۔ ایم آز بھی لیپ ٹاپ پر ہی کچھ ٹائپ کر رہا تھا۔ پاس پڑی ڈائری کا ڈیٹا شاید اُتار رہا تھا۔ دونوں کے بیچ میز پڑی تھی۔ تم اتنی آسانی سے ہار کیسے مان سکتے ہو؟؟ حبیب نے لیپ ٹاپ کی اسکرین پر جمی نظریں ہٹا کر منہاج عز ضحاک کے دلکش چہرے کی جانب دیکھا۔

ہار اور میں؟؟؟ حبیب میں اس لفظ کے معنی سے انجان ہوں۔ یو ڈونٹ وری اورینٹیشن ڈے پر دو تین بندے جامعہ میں گھس جائیں گے۔ پانچ چھ اسٹوڈنٹس مارے جائیں گے۔ خوف پھر طلباء میں جڑ پکڑ لے گا۔ ان کو سکون کا سانس تو میں نہیں لینے دوں گا۔ منہاج نے سرد لہجے میں کہا۔

مجھے حیرت ہے کہ وہ لڑکا پورا پلازہ چیک کر کے جا چکا ہے۔ کوئی کیمرہ کوئی وائس ریکارڈر کچھ بھی تو نہیں ملا۔ پھر کیسے کسی کو تمہاری پلاننگ کے بارے میں پتا چل سکتا ہے؟؟ اس سے پہلے کہ ایم آز حبیب کے جواب میں کچھ کہتا کہ اسٹڈی کے دروازے پر ناک ہوا۔

کم اِن، غصیلے تاثرات سے اجازت دی۔

سر ہم! ایگل جلدی سے اندر آتا بولا۔

شٹ اپ تم بلا اجازت اسٹڈی تک آئے کیسے؟؟ منہاج غصے سے دریافت کرنے لگا۔

سر ہم تو پہلے بھی۔ ایم آز نے کاٹ دار لہجے میں اسکی بات کاٹی۔

پہلے کی بات اور تھی۔ اب کی بات اور ہے۔ پہلے تم ڈیک کی شہہ پر دندناتے پھرتے تھے۔ مگر اب ایسا نہیں ہوگا۔ اگر گارڈز اجازت نہ دیں تو تم اندر نہیں آؤ گے۔ ناؤ لیو، منہاج پہلے اسکے چہرے کی جانب دیکھ کر سختی

سے بولا۔ پھر جانے کا کہہ کر دوبارہ اپنے لیپ ٹاپ پر مصروف ہو گیا۔ اس تمام دورانیے میں حبیب خاموشی سے اپنا کام جاری رکھے تھا۔ ایگل کچھ خفیف سا ہوتا جانے لگا۔ جب ایم آز نے اسے پکارا۔

تمام ڈیلنگز، پیمنٹس اور دوسرا حساب ہرب کو بتایا کرو۔ آج سے تم اُسکے انڈر کام کرو گے۔ دوبارہ مجھے اپنی شکل مت دِکھانا۔ اسکا لہجہ وارن کرتا ہوا تھا۔ پھر اُنگلی سے نکل جانے کو کہا۔ ایگل شکستہ اور افسردہ قدموں سے ایم آز پلازہ سے نکل گیا۔

****

گڑیا تمہاری فرینڈز آ گئی ہیں۔ جلدی نیچے آؤ۔ صاعقہ نے سیڑھیاں اُترتے کہا۔ وہ ابھی اسکی تیاری مکمل کر کے روم سے نکلی تھی۔ مگر نیلم اب تک اندر تھی۔

آئی آپی! اس نے لائٹ پنک گلوز ہونٹوں پر لگاتے، کانوں میں مونگ کی دال جتنے ٹاپس پہنے اور سفید چمکیلے موتیوں کی اسٹائلش واچ اُٹھاتے دوپٹا کندھے پر ڈالا اور سیڑھیاں اُترنے لگی۔ اس دورانیے میں وہ واچ پہن کر دوپٹہ شانوں پر پھیلا چکی تھی۔ سی گرین اینڈ بلیک کنٹراسٹ شرٹ اور شیفون کے دوپٹے کے ساتھ بلیک چوڑی دار پاجامہ پہنے وہ غضب ڈھا رہی تھی۔

اے نیلم! آ گئے آ گئے۔ وہ تقریباً بھاگتی ہوئی آئی اور راہداری میں پڑے جوتوں کے ریک سے ایک ڈبا نکال کر اس میں سے سینڈل نکالنے لگی۔

غضب خدا کا اے توں لل پڑھنے جارہی ہے کہ شادی پر؟ دادو اسکے پیچھے کھڑی چلائیں۔

آج اورینٹیشن ہے دادو۔ نیلم نے جھک کر سینڈل چڑھائی۔

ادھر آ۔ دادو نے اسے اپنے پاس بلایا۔ وہ منہ بناتی سینڈل پہن کر ان کے پاس آ کھڑی ہوئی۔

اللہ نظرِ بد سے بچائے۔ دادو نے اسکے چہرے پر اوپر سے نیچے پھونک مارتے دوپٹہ اسکے سر پر ٹِکا دیا۔

نہیں لگتی ہمیں نظر۔ وہ جلدی سے کہتی دوپٹہ جھٹکتی باہر نکل گئی۔ جہاں ایک ٹیکسی میں اسکی تین سہیلیاں پہلے سے ہی تیار اسکے انتظار میں سڑ رہی تھیں اور حُسن کی اس دیوی کو جلوے بکھیرتے دیکھ کر سب کو اپنی گھنٹوں کی محنت ضائع ہوتی محسوس ہوئی۔

وقت پر پہنچنے پر انہیں آڈیٹوریم میں سیکنڈ رو میں سیٹس مل چکی تھیں۔ اے سی کی ٹھنڈک میں ہلکے میوزک کے ساتھ ان کا استقبال کیا گیا۔ پھر وی سی آیا۔ اُس نے نشست سنبھالی اور چیف گیسٹ کے بعد ایچ ای سی کیو اے اے کمیٹی کی ٹیم اندر داخل ہوئی۔ پانچ چھ افراد تھے۔ تین چار ینگ اور دو کچھ درمیانی عمر کے تھے۔ پینٹ کوٹ میں ملبوس قیمتی جوتے، برانڈڈ پرفیومز کی خوشبو۔ ڈیسنٹ لُکس میں وہ سب کمال کے لگ رہے تھے۔ ان سب نے پہلی رو کی نشستیں سنبھالی تھیں۔ ان کی طرف بیٹھنے والا بھورے کندھوں تک آتے بالوں کو پیچھے سیٹ کیے ہوئے تھا۔ ان کی کٹنگ اتنی خوبصورت تھی کہ وہ سب اس میں بہت جچ رہے تھے۔ اسی رنگ کی مونچھیں بھی کافی گھنی تھیں۔ نیلم کو اسکی مونچھیں ذرا نہ بھائیں۔

کتنا ڈیشنگ بندہ ہے۔ اینڈ ہِز موسٹاشز (مونچھیں)۔ اوہ مائی گاڈ! کتنی سوٹ کر رہی ہیں اِس پر۔ مہک نے فدا ہونے والے انداز میں کہا۔

بس بس گاؤں کے وڈیرے ٹائپ لوگوں کی طرح۔ مہک او مہک ! نیلم نے فرضی مونچھوں کو مروڑتے نقل اُتارتے اسکا نام لیا۔ اسکی اس ادا پر پورا گروپ ہنس پڑا۔ انکی ہنسی آس پاس کے اسٹوڈنٹس نے بھی سنی تھی۔ کتنی ہی بے اختیار نظریں حُسن کے اِس بے نیاز پیکر پر جم کر رہ گئیں تھیں۔ مگر وہ بھرپور اعتماد سے بیٹھی مسکرائے جا رہی تھی۔

تقریب جاری تھی اور ہر کوئی اِس کو انجوائے کرتا اپنے مستقبل کے حوالے سے بے پناہ خواب دیکھ رہا تھا۔

اسٹوڈنٹس دیکھ لیا آپ نے کہ کس طرح ہماری یونیورسٹی نے اپنا اسٹینڈرڈ انکریز کیا اور پاکستان کی ٹاپ ٹین یونیورسٹیز میں اپنی جگہ بنائی۔ ایک بار اس ملک کے ادب واحترام میں کھڑے ہو جایئے۔ آج ہم موت سے بچ کر اس آڈیٹوریم میں جمع ہیں تو صرف اس ملک کے محافظوں کی وجہ سے۔ اپنے ملک پر فخر کریں اور اسکی سلامتی کیلیے دعا گو رہیں۔

ایک بار پھر آپ سب سے ریکویسٹ ہے کہ نیشنل اینتھم (قومی ترانے) کے احترام میں اپنی اپنی نشستیں چھوڑ کر کھڑے ہو جائیں۔ تمام اسٹوڈنٹس، وی سی، چیف گیسٹ، ٹیم ممبر سب کھڑے ہو چکے تھے۔ ترانہ شروع ہو چکا تھا۔ اگر پورے آڈیٹوریم میں کوئی بیٹھا تھا تو وہ تھی "نیلم ابرار"

"نیلم تمہیں National Anthem نہیں سنائی دے رہا؟" مہک دبے دبے غصے سے غرائی۔

مگر وہ ٹانگ پر ٹانگ جمائے چیونگم کے غبارے پھوڑتی بے نیازی سے اسمارٹ فون کی ٹچ اسکرین پر اُنگلیاں چلا رہی تھی۔

سُنائی دے رہا ہے۔ کمالِ بے نیازی سے جواب آیا تھا۔ تو قومی ترانے کے ادب میں کھڑے ہونا تم پر فرض نہیں ہے؟ چبھتا ہوا سوالیہ انداز تھا۔

بالکل بھی نہیں۔ یہ ادب واحترام تم کو مبارک۔ "لاپرواہی سے جواب دیتے ایک اور غبارہ پھوڑا گیا۔"

ایچ ای سی کیو اے کمیٹی کا وہ بھورے بالوں والا ممبر اِسے ہی گھور رہا تھا۔ اسکے تاثرات ایسے تھے، جیسے ابھی نیلم کو اُٹھا کر آڈیٹوریم سے باہر پھینک دے گا۔ چونکہ وہ اگلی نشستوں میں سے ایک پر کھڑا تھا۔ تبھی اس نے مڑ کر دیکھا تھا۔ اسکی گھورتی آنکھیں نیلم کے دلکش چہرے پر جمی تھیں۔ سرد نگاہ میں ناگواری کے تاثرات صاف نمایاں تھے۔ یہ آنکھیں وہ کیسے بھول سکتی تھی۔ سیاہ ماسک میں سے جھانکتی دو آنکھیں اس کے سامنے جھٹ سے آئیں اور غائب ہوئی تھیں۔

گھبرائیے مت!! ہم آپکے محافظ ہیں۔ "گھمبیر بھاری لہجہ اسکی سماعت سے ٹکرایا۔"

خون، گولیوں کی آوازیں بے سُدھ پڑا ایک وجود اور دھڑام کی آواز پیدا کرتی سیکنڈ فلور سے نیچے گری لاش۔ اسکے ماتھے پر پسینے کے قطرے اُبھر چکے تھے۔ لب کپکپانے لگے تھے۔ اسکا سیل ہاتھ سے چھوٹ کر گر چکا تھا۔ کان سائیں سائیں کرنے لگے۔ آنکھوں میں بس وہی دو آنکھوں کا عکس اُبھر رہا تھا۔ وہ ممبر کب کا سیدھا ہو چکا تھا۔ ترانہ ختم ہو چکا تھا۔ سب دوبارہ اپنی نشستیں سنبھال چکے تھے۔

نیلم تمہیں کیا ہوا ہے؟ لٹھے کی مانند سفید پڑتے اسکے چہرے کو دیکھ کر مہک نے پوچھا۔

کک کچھ نہیں۔ نیلم نے پسینہ صاف کرتے کہا۔ ساتھ ہی نظریں اسٹیج پر ٹکادیں۔ جہاں انہیں آئندہ شیڈول سے آگاہ کیا جا رہا تھا۔

تمام اسٹوڈنٹس سے درخواست ہے بیک ڈور اوپن مت کریں فرنٹ ڈور سے باہر جائیں۔مائیک میں گائڈ بار بار یہی الفاظ کہہ کر رہا تھا-آڈیٹوریم اچھا خاصا بڑا تھا۔ایسے میں چھ دروازے پورشن وائز لگائے گئے تھے۔ مگر -جانے کیوں صرف فرنٹ ڈور کا استعمال کیا جا رہا تھا- دیکھتے ہی دیکھتے اسٹوڈنٹس کم ہونے لگے

نیلم اُٹھو۔۔یہیں بیٹھے رہنے کا ارادہ ہے کیا؟ مہک نے اسکا کندھا جھنجھوڑا۔

ہوں چلو۔ نیلم کی نظریں اب بھی اُسی شخص پر تھیں۔ مگر وہ ہاتھ میں تھامے سیل فون پر تیزی سے اُنگلیاں چلا رہا تھا- پھر رُک جاتا اور ہونٹوں پر دو اُنگلیاں رکھ کر سوچنے لگتا۔ پھر ٹائیپنگ اسٹارٹ کر دیتا- نیلم اس سے نظریں بچاتی اسٹوڈنٹس کی باہر جانے والی قطار میں گھس گئ-ابھی باہر نکلی ہی تھی کہ

-آؤچ "اسکے پیچھے موجود لڑکے نے جان بوجھ کر کہنی ماری تھی"

اوہ سوری !اب شرمندگی ظاہر کر رہا تھا۔

آر یو بلائنڈ؟ نیلم چیخی۔

میں نے سوری کہا تو ہے۔ لڑکے کو چھیڑنا بھاری پڑنے لگا۔آڈیٹوریم سے نکلنے والے چند اسٹوڈنٹس بھی ان کی جانب متوجہ ہو گئے۔

پہلے جان بوجھ کر تھرڈ کلاس حرکتیں کرتے ہو۔ پھر اسی سڑی شکل سے سوری کرنے لگتے ہو۔اڈیٹ ! وہ اپنی سنا کر ہونہہ کرتی شانے سے پھسلتے دوپٹے کو ٹِکاتی آگے بڑھ گئی۔ جبکہ وہ خوش شکل سا لڑکا شرمندہ شرمندہ -کھڑا ہی رہ گیا

نیلم ہر کسی سے پنگے مت لینے بیٹھ جایا کرو۔عاشی نے ناگواری سے کہا۔

ہمیں لیکچر دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ تپ کر بولی تھی۔ وحشت ہو رہی تھی اسے اپنے آس پاس موجود لوگوں سے۔ صرف لڑکے ہی نہیں لڑکیاں بھی اسے ایسے دیکھ رہی تھیں جیسے میوزیم میں رکھا کوئی حسین سنگی مجسمہ ہو۔ اسے غصہ آنے لگا خواہ مخواہ تیار ہو گئی۔

یار کلاسز تو رمضان کے بعد شروع ہوں گی۔ تین دن بعد پہلا روزہ ہے۔ کیوں نا اس سے پہلے کوئی گھومنے کا پروگرام بنا لیں۔ کوئی ہورر ٹائپ جگہ۔ بینا نے جلدی سے کہا۔ مبادا کوئی تلخ کلامی نہ ہو جائے۔

یار موہٹا پیلس جاتے ہیں۔ ایسا زبردست میوزیم ہے اور اسکے بارے میں کافی کچھ سُن بھی چکے ہیں۔ "مہک" نے چہک کر کہا۔ ویسے بھی اسے تاریخ سے بہت لگاؤ تھا۔ باتوں باتوں میں وہ لوگ کوریڈور سے نکل چکے تھے۔ آگے ڈیپارٹمنٹس تھے۔

وہی موہٹا پیلس جسکے بارے میں انگلش کے سر نے بتایا تھا۔ لیکم یار وہ تو ہِسٹوریکل جگہ ہے۔ 1927 میں" تعمیر کیا گیا۔ پھر برِ صغیر کی تقسیم کے بعد پاکستان کا حصہ بنا۔ پہلے راجھستانوں کا اڈا تھا۔ پھر میوزیم میں بدل دیا اور بھی جانے کیا کیا تاریخی واقعات جُڑے ہیں اس جگہ سے۔" نیلم اُکتائے ہوئے لہجے میں بولی۔

کم آن ہِسٹری پڑھنے میں اتنا مزہ آتا ہے۔ مہک بحث کرنے کے انداز میں بولی۔

ہاہاہا مزہ؟ ٹو مچ بورنگ سبجیکٹ۔ یہ لیڈر 1887 میں پیدا ہوا۔ 1920 میں مر گیا۔ 1900 میں امریکہ پڑھنے گیا۔ 1910 میں یہ ایوارڈ لیا۔ ہِسٹری پڑھنے میں نہیں ڈیئر۔ ہِسٹری کا پارٹ ہونے میں مزہ آتا ہے۔ نیلم نے جیسے میدان مار لیا تھا۔

یار بحث بند کرو سب اور کل کا ریمائنڈر سیٹ کر لو۔ دو بجے تک نکلیں گے۔ چھ بجے تک رش رہتا ہے میوزیم میں۔ عاشی نے کہا۔

ہمارا سیل فون ؟؟؟؟ نیلم جیسے ابھی کوما سے اُٹھی تھی۔

اوہ نو یار اوڈی میں ہی رہ گیا۔ یاد آنے پر وہ روہانسے لہجے میں بولی۔

پلیز نیلم میں اب اتنا چل کر واپس نہیں جانے والی۔ مہک نے ہاتھ کھڑے کیے۔ میں بھی، سوری یار۔ دفع ہو سب۔ سب کے معذرت کرنے پر وہ پیر پٹختی واپسی کو قدم اُٹھانے لگی۔

ہم اپنا ڈیپارٹمنٹ وِزٹ کرنے جا رہے ہیں۔ عاشی نے پیچھے سے ہانک لگائی۔

جہنم میں جاؤ۔" وہ چلاتی ہوئی غصے سے تیز تیز قدم اُٹھاتی اوڈی کی طرف جانے لگی۔ کوریڈور کا سناٹا بتا رہا تھا" کہ تمام اسٹوڈنٹس جا چکے ہیں۔

****

تم بہت خُشک مزاج اور حد درجے کے بد ذوق ہو منہاج۔ حبیب سُگار پیتے ہوئے لکڑی کی کُرسی پر ٹیک لگائے بیٹھا بولا۔

رائفل کا میگزین چیک کر کے لگاتے ایم آز نے سوالیہ نگاہوں سے اِسے دیکھا- وہ اور حبیب جنگل کی طرف شکار کو نکلے تھے۔ حبیب کو اتنا شوق نہ تھا۔ میورک بھی اسلحے کے کام میں مصروف نہیں آیا تھا- تمام گارڈز گول دائرے نما انداز میں الرٹ کھڑے تھے- عجیب و غریب جانوروں کی آوازیں سفیدے اور چیڑ کے درختوں کے جھنڈ میں اور بلند ہو رہی تھیں- ہلکی ہلکی دھوپ نکلی عجیب خوابناک سا منظر پیش کر رہی تھی-

یار کوئی عربی ڈانس ہوتا ہے۔ کوئی بیلے ڈانس ہوتا ہے۔ ہاہاہا تمھیں پتا ہے۔ عرب عورتیں اتناز بردست بیلے" ڈانس کرتی ہیں کہ بندہ مدہوش ہو جاتا ہے۔ ایم ریئلی مِس دیٹ۔ وہ شوخی سے کہتا کش پر کش چڑھائے جا رہا تھا۔

یہاں بھی بہت سی ایسی خرافات ملیں گی تمہیں۔ لیکن میرا مخلص مشورہ ہے ان سب سے دور رہو۔ ایم آز رائفل ٹارگٹ پر سیٹ کرتا بولا۔ سامنے ہی ہبی بیٹھا تھا۔ ایک خوبصورت شیر جو حبیب نے پال رکھا تھا۔ اب اِسنے منہاج کو گفٹ کر دیا تھا- ہر روز وہ ایم آز کے سامنے ہبی ہبی کرتا رہتا اور بتاتا کہ یہ اِسے کتنا عزیز ہے۔

ہبی میں میرا جان بستا ہے۔" اسکے کانوں میں حبیب کی آواز پڑی -ٹریگر پر اسکا دباؤ بڑھنے لگا تھا- ہبی ٹارگٹ" -پر تھا- حبیب کش لیتا مزید صنفِ نازک کے بارے میں رائے دے رہا تھا

!ٹھاہ

ایم آز کی رائفل سے نکلی بلٹ کی آواز کافی زوردار تھی۔ شاخوں پر بیٹھے اونگھتے پرندے فوراً آسمان کی جانب اوڑان بھرنے لگے -آس پاس کھڑے گارڈز نے بھی شکار کو افسوس سے دیکھا تھا- شکاری تو تھا ہی بے رحم، ظالم اور مغرور۔

حبیب جیسے سکتے کے عالم میں بیٹھا تھا- ایم آز نے رائفل نیچے کی اور عنابی ہونٹوں کو سیٹی کے انداز میں سُکیڑتے تڑپتے ہوئے ہبی (شیر) کے پاس جا بیٹھا- اگر وہ حبیب کا پالتو نہ ہوتا تو ایم آز کے نشانے پر ہی چوکنا ہو جاتا۔ مگر افسوس آج ایک جانور کو بھی اعتماد کی خوشگمانی لے ڈوبی تھی- منہاج ہبی کے پاس بیٹھ گیا اور پھر گارڈ کو اشارہ کیا اس نے ریوالور اُچھالا۔ ایم آز نے اسے کیچ کرتے ہی ہبی کا سینہ گولیوں سے چھلنی کر دیا۔ پورا میگزین خالی

ہو چکا تھا- حبیب ایم آز کی پُشت کو گھور رہا تھا۔ مگر وہ دُھندلی ہوتی جا رہی تھی- گرم سیال اسکی آنکھوں سے بہتا چلا جا رہا تھا-

ایم آز نے اسکی اُکھڑی کھال کو تیز دھار چھرے سے چھیل دیا۔ پھر گوشت پر مکے رسید کرتا رہا۔ چند قطرے اسکی سُفید تنی گردن پر بھی گرے تھے-ہاتھ گُھسا کر شرررر کی آواز سے اس نے اندازاً ہبی کا دل نکال لیا- وہاں کھڑے تمام گارڈز کو اِس منظر سے کراہیت آئی تھی۔ ان کی نظریں زمین پر جم گئیں تھیں- درندہ صفت شخص اطمینان سے اپنے کام میں مصروف تھا-

یہ یہ تم نے کیا کیا ایم آز؟؟؟ حبیب صدمے سے چور لہجے میں بولا۔

ہبی "(شیر) کا دل ابھی تک اس کے ہاتھ میں پھڑ پھڑا رہا تھا۔ دھڑک رہا تھا- لال رنگ کا مادہ اسکا پورا ہاتھ" رنگ چکا تھا۔ یہی نہیں بلکہ خون کی ندیاں اسکی کلائی سے ہوتی کہنی تک جا رہی تھیں۔ مگر وہ گوشت کے اس ٹکڑے کو دبوچے ہوئے تھا۔ بڑی بے رحم گرفت تھی اسکی۔

یہ میرا فیورٹ لائن (شیر) تھا، میرا چہیتا۔ منہاج کتنے دل سے میں نے تمہیں یہ گفٹ کیا تھا اور تم نے کیا کیا" میرے ہبی کو مار دیا- کیا ملا تمہیں ہبی کو مار کر؟؟؟" حبیب کی آنکھیں نم تھیں۔ لہجے میں تڑپ تھی- ایم آز ہنسنے لگا۔ پھر یہ ہنسی قہقہوں میں بدل گئی۔ پھر قہقہوں کی آواز بلند ہوتی چلی گئیں۔ وہاں موجود ہر شخص کو ان کھو کھلے قہقہوں سے وحشت محسوس ہوئی تھی۔ سفیدے کے درختوں سے ٹکراتے یہ قہقہے عجیب دہشت قائم کر رہے تھے۔

ہاہاہافیورٹ ؟ چہیتا؟ تمہیں پتاہے وہ میری فیورٹ تھی، میری چہیتی۔اِس ملک کے جانوروں نے مار دیااُسے۔
تب میں بھی رویا تھا۔ بالکل اِسی طرح بلکہ تم سے بھی زیادہ۔ مگر کسی کو فرق نہیں پڑا میرے آنسوؤں سے۔
-جیسے آج مجھے نہیں پڑ رہا تمہارے آنسوؤں سے۔وہ عجیب سی دیوانگی آنکھوں میں سموئے کہہ رہا تھا

جب میری فیورٹ چیز میرے پاس نہیں ہے۔تو کسی کے پاس اُسکی فیورٹ چیز نہیں ہونی چاہئیے۔"وہ فیصلہ"
کن انداز میں سخت بر فیلے اور بے لچک لہجے میں کہتا اُٹھ گیا-اب وہ اِس کُرسی پر آبیٹھا جہاں پہلے حبیب بیٹھا تھا-
-ایک گارڈ پانی کی بوتل لائے اسکے ہاتھ دُھلوا رہا تھا تو ایک تولیہ پاس لیے کھڑا تھا

-ہبی "حبیب گھٹنوں کے بل بیٹھا روتے ہوئے بے سُدھ اُدھڑی کھال اور بغیر دل کے شیر کو دیکھ رہا تھا"

ہبی "وہ رو رہا تھا۔اسکے چہرے کے پاس موجود بالوں کو چھوتے وہ گریہ وزاری میں مصروف تھا۔کتنے شوق"
سے وہ اسکے بال کنگھی کرتا تھا-ایم آز چھوٹے سے سفید تولیے سے ہاتھ پونچھتا مطمئن سا بیٹھا جیسے کسی فلم کا
-پسندیدہ سین ملاحظہ کر رہا ہو

کہتے ہیں کہ وقت مٹی ڈال دیتا ہے یادوں پر، ماضی پر۔

غلط کہتے ہیں۔ کئی بار صدیاں بھی بیت جاتی ہیں مگر ہم وہیں کہیں کھڑے رہتے ہیں۔ زخم تازہ ہی رہتے ہیں۔
خون رسنا بند نہیں ہوتا۔ جانے کیوں صدیاں گزرنے پر بھی وہ خون جمتا نہیں ہے۔ بہتا چلا جاتا ہے۔

****

اوڈی کا گلاس ڈور اوپن کرتے اسے گھبراہٹ نے آگھیرا۔ یونیورسٹی میں ابھی قدم بھی نہیں رکھا تھا کہ اُلٹی حرکتیں شروع کردیں- اب اگر اندر کوئی نہ ہوا یا اوڈی بند ہوا یا کسی نے اسے چپکے سے اندر جاتے دیکھ لیا تو؟؟؟ نجانے کون کون سے سوال سر اُٹھا رہے تھے۔ جن کو اسنے لپیٹ کر سائڈ پر رکھا اور اندر چلی گئی۔ چند سیڑھیاں چڑھتے ہی اسکی ازلی خوداعتمادی لوٹ آئی- اندر کوئی نہ تھا- وہ جلدی سے موبائل لے کر چھو منتر ہونے کا سوچتی اُس طرف چلی آئی۔ جہاں وہ اور مہک بیٹھی تھیں-

یہاں نہیں ہے تو کہاں گیا؟؟ وہ بڑبڑاتی ہوئی کمر پر ہاتھ رکھے سیدھی کھڑی ہوگئی- اوڈی کے آخر میں ایک لکڑی کا باکس لگا تھا-

کسی نے وہاں نہ رکھ دیا ہو۔ اس سوچ کے تحت وہ سیڑھیاں چڑھتی اوپر جانے لگی۔ اسکی دائیں اور بائیں طرف قطار در قطار کرسیاں ہی کرسیاں لگی تھی۔ سِکن کلر کے فوم والی- باکس تک پہنچ کر اِس نے تلاش کیا مگر وہاں بھی نہیں تھا-

یااللہ کہاں چلا گیا؟؟ وہ رونے کے قریب ہوگئی- پہلے ایک سیل فون گما چکی تھی۔ اتنی مشکل سے نیا خریدا، اب یہ بھی-

کہیں آپ یہ تو نہیں ڈھونڈ رہیں؟ کافی بلند آواز تھی- نیلم کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ سی پیدا ہو کر معدوم ہوگئی- پلٹ کر دیکھا۔ اسکی دائیں طرف والی کُرسیوں کی قطاروں میں وہ کونے والی کُرسی پر درمیان کی قطار میں بیٹھا تھا- اس نے ہاتھ اوپر کرتے کہا- کرسی کی پُشت پر کھڑے ہونے کے باعث اسے بس اُسکا ہاتھ ہوا میں لہراتا نظر آیا تھا۔ جسمیں اسکا موبائل جھوم رہا تھا- وہ بھاگتی ہوئی سیڑھیاں طے کرتی اوڈی کے وسط میں آ کھڑی

ہوئی۔اُسی قطار کے سامنے جسکی آخری کرسی پر وہ براجمان تھا-وہی کمیٹی کا ممبر-اس نے سر کو ہلکا سا خم دیتے
-نیلم کو دیکھا

یہ ہمارا ہے۔وہ اسکے ہاتھ میں موجود اسمارٹ فون کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بولی-اس نے ٹانگ پر رکھی ٹانگ نیچے اُتاری پھر کوٹ کو جھٹکتے کھڑا ہوا-اسکے پاس پہنچتے ہی غصیلی نظروں سے گھورا-نیلم نے اسکے ہاتھ سے موبائل لینے کو ابھی ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ اس نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا-اس نے نا سمجھی سے اِسے دیکھا-پھر
-موبائل جھپٹنا چاہا تو اس نے ہاتھ اوپر کر لیا- نظریں مسلسل اسکے گھبرائے اور جھنجھلائے چہرے پر جمی تھیں

نیلم نے اُچک کر موبائل لینا چاہا، مگر ناکام رہی۔وہ بمشکل اسکے کندھے تک پہنچ رہی تھی-پورا اوڈی سائیں سائیں کر رہا تھا اور انٹری ٹیسٹ کے مناظر ابھی دماغ میں تازہ تھے۔ساتھ ہی اسکا بے رحم رویہ بھی یاد آچکا تھا-مردہ وجود، خون۔۔رکھیں اپنے پاس۔وہ غصے سے کانپتی آواز میں بولی اور ساتھ ہی بقیہ سیڑھیاں اُتر کر اوڈی سے باہر جانے کے ارادے سے تقریباً بھاگ رہی تھی۔جب وہ بھی اسکے پیچھے اس سے بھی تیز رفتار میں سیڑھیاں اُترنے لگا۔اوڈی کے دروازے پر ہی اسے جالیا-نیلم کے چہرے پر خوف کے سائے لہرائے تھے۔جب کہ مقابل کا چہرہ حد درجہ سنجیدہ تھا-وہ آگے بڑھنے لگا۔نیلم نے اُلٹے قدم اُٹھانے شروع کر دیے۔ایسا لگا ابھی بھی وہ اسٹاف کالونی کے سیکنڈ فلور پر کھڑی ہے-وہی منظر تھا۔وہ پیچھے ہٹ رہی تھی۔وہ آگے بڑھ رہا تھا۔یہاں تک کہ پہلی قطار میں لگی کُرسیوں سے اسکی ٹانگیں ٹکرائیں۔وہ پورے قد سے سیٹ پر بیٹھنے کے انداز میں گری تھی۔شہد رنگ زُلفوں نے اگلے کندھے پر ڈیرا ڈال لیا تھا-ساتھ ہی کچھ شریر لٹوں نے
-عارضوں پر ریشم کا پردہ ڈالا تھا

وہ آگے بڑھا اور کرسی کی سطح پر شوز رکھے اور ایک ہاتھ ہینڈل پر ٹِکا کر میجر عاص عالم نے اسکے جانے کی تمام راہیں مسدود کر دیں۔

جب قومی ترانہ پڑھا جائے تو کیا کیا جاتا ہے؟" بھاری آواز، سنجیدہ انداز نیلم کی جان ہوا ہونے لگی۔ انٹری "
ٹیسٹ کے تمام مناظر فلم کی طرح اسکی آنکھوں کے سامنے لہرائے تھے۔ نازک جسم کا رواں رواں سنسنا اُٹھا۔

ادب سے کھڑے ہونا چاہیے نا؟" سخت لہجے میں سوال کرتا وہ اسکا خون خشک کر چکا تھا۔ "

جج جی! اسکے گلے میں پھانس سی اٹک گئی۔ اسے لگا کہ خوف کے مارے اسے اگلی سانس نہیں آئے گی۔

۔ گُڈ، ناؤ اسٹینڈ اپ۔ اُنگلی سے اشارہ کرتے وہ پیچھے ہو کر کھڑا ہو گیا

اسٹینڈ اپ، اسے ٹس سے مس نہ ہوتے دیکھ کر وہ دھاڑا۔ نیلم بجلی کی سرعت سے کھڑی ہوئی تھی۔

وہاں جا کر کھڑی ہو جائیں اور بلند آواز میں ترانہ پڑھیں۔ بلند آواز مطلب پورے آڈیٹوریم میں آپکی آواز کی "
گونج ہونی چاہیئے، ناؤ گو۔" اسکے حکم پر وہ حیران کن نظروں سے میجر عاص کو دیکھنے لگی۔ گو! وہ ایک بار پھر
دھاڑا۔ نیلم دوڑنے کے انداز میں اسٹیج تک پہنچی تھی۔ اب اسکی بلند کپکپاتی آواز میجر عاص کے کانوں سے ٹکرا
رہی تھی۔ وہ ایک دم سیدھا کھڑا تھا۔ ایک ہاتھ ماتھے تک لے جائے ہوئے اسکے ہر انداز سے وطن کیلیے
۔ عقیدت اور محبت کا احساس اُبھر رہا تھا۔ ترانے کے اختتام پر اس نے ایڑی بجا کر ماتھے پر ٹِکایا ہاتھ نیچے گرا لیا

نیلم فوراََ نیچے اُتری تھی۔ عاص عالم نے ایک نظر اسکے سُرخ ہوتے چہرے کو دیکھا اور کوٹ کی اندرونی پاکٹ
۔ سے سیل فون نکال کر اسکی جانب بڑھایا۔ وہ تھامنے لگی تھی جب وہ بولا

اپنے ملک کا احترام کرنا سیکھیں۔ اگر آج آپ اِس کُھلی فضا میں بغیر رکاوٹ کے سانس لے رہی ہیں نا تو یہ "
صرف اس ملک کی مضبوط سرحدوں کی وجہ سے۔ آپ مقروض ہیں اس دھرتی کی۔ یہ نخرہ اور غرور بہر حال
"اِس معاملے میں آپ پر جچتا نہیں ہے۔

اسکے الفاظ زیادہ پتھریلے تھے کہ لہجہ ؟ نیلم جانچ نہ سکی۔ سیل اسکے ہاتھ میں اب کپکپا رہا تھا-اس پر ایک تیز نظر ڈالتا وہ پینٹ کی ایک جیب میں ہاتھ ڈالتا اوڈی سے باہر نکل گیا- نیلم نے گہرے گہرے سانس لیے اور اسکے پیچھے ہی نکل آئی۔ ڈیپارٹمنٹ آڈیٹوریم کے پچھلے حصے سے قریب پڑتا تھا- پچھلے حصے میں گراؤنڈ اور چند درختوں کے بعد ڈیپارٹمنٹس تھے-وہ ابھی اوڈی کے بالکل پچھلے حصے کی جانب پہنچی ہی تھی۔جب اس نے میجر عاص کو جاتے دیکھا۔وہ دیوار کی اوٹ میں ہو گئی- میجر عاص جا رہا تھا اور ایک عام سے لباس میں ملبوس آدمی آ رہا تھا۔ جیسے کوئی مالی یا چپڑاسی ہو-دونوں بالکل پاس سے گزر رہے تھے۔جب فائر کی آواز آئی--- نیلم کی چیخ حلق میں ہی دب گئی-ڈرڈر کر اس نے دیوار سے سر آگے نکالے جھانکا- گولی آدمی کے سینے پر لگی تھی- میجر عاص ریوالور واپس پاکٹ میں ڈال رہا تھا- پھر گاگلز چڑھائے اور ایسے چلتا بنا جیسے ابھی کچھ ہوا ہی نہیں- - پیچھے نیلم ایک بار پھر چکرا کر گری تھی- میجر عاص عالم نے پلٹ کر دیکھا۔وہ اس سے کافی فاصلے پر تھی

آل ڈیڈ (سب مر گئے) "اطلاع دیتے ہی اس نے پاور بٹن پریس کیا اور اِس بے ہوش وجود پر ایک نظر ڈالتا" تاسف سے سر جھٹکتا مڑ گیا-اسے بہت سے کام تھے۔وہ جگہ جگہ رُک کر کمزور دِلوں کی دِلجوئی نہیں کر سکتا تھا -

****

ڈیک تم نے کیا سوچا اور کتنی ہمت ہے ؟ کب تک برداشت کرو گے ؟ عاص عالم نے ریوالور پاکٹ سے نکال کر اسکی گردن میں اُبھرتی ہڈی پر رکھا۔ آج پھر وہ اسکے پاس آیا تھا -

مم میں کک کچھ نہیں بتا سکتا۔ڈیک نے یہ جملہ تقریباً دو منٹ میں ادا کیا تھا- نقاہت سے وہ ڈھے سا گیا تھا۔دو چار نوالوں سے اسکی غذا مکمل نہیں ہو سکتی تھی-ڈیک کے جواب نے اسکے جسم میں شرارے بھر دیے۔وہ غصے سے بے قابو ہوتے اسکی جانب بڑھا تھا-ہاتھ آزاد تھے اسکے پیر بھی۔وہ زمین پر بیٹھا تھا اور میجر عاص کُرسی پر-اسکے جھٹکے سے اُٹھنے پر کرسی گر چکی تھی-ڈیک کی شرٹ پر جو سخت گرفت ڈالی۔وہ چرر کی آواز سے کالر سے ہی پھٹ گئی۔مگر اس پر جنون سوار ہو چکا تھا-اس نے ٹانگوں کا ہاتھوں کا بھرپور استعمال کرتے ڈیک کو زخمی کر ڈالا تھا-خونم خون ہو چکا تھا وہ-بیسمنٹ کی دیواروں پر وہ اسکو کسی لچکدار گیند کی طرح اُچھال رہا تھا-مضبوط بوٹ مار مار کر اسکا پورا منہ خون سے نہلا دیا

-اس نے اپنی وائٹ ڈریس شرٹ کے سلیوس فولڈ کیے اور پھر سے ڈیک کو کالر سے پکڑ کر کھڑا کیا

-حبیب کون ہے ڈیک؟اس نے ڈیک کا منہ تھوڑی سے پکڑتے اپنے مقابل کیا

-مجھے جواب چاہئے۔اسکو نفی میں سر ہلاتا دیکھ وہ دھاڑا تھا

امیلے ایوا وہ مم مار۔ڈیک بڑبڑایا۔

-میں تمہاری بیوی اور بیٹی کو محفوظ مقام پر پہنچا دوں گا- تم تعاون تو کر کے دیکھو۔عاص نے جال بچھایا

آہ آہ!!وہ کچھ بولنا چاہ رہا تھا۔مگر نقاہت کے باعث لب ساتھ دینے سے انکاری ہو رہے تھے-عاص عالم نے پانی کا ڈبہ اسکے منہ پر دے مارا-پھر یہی ڈبہ اسکے ہاتھ میں تھما دیا-منرل واٹر پینے والا آج کھارا پانی پی رہا تھا

میں ایم آز کی نس نس سے واقف ہوں۔امیلے اور ایوا اُسکے قبضے میں ہیں۔جیسے ہی میں راز اُگلوں گا۔وہ بے دردی سے میری بیوی بیٹی کو مار دے گا-بلکہ اُن کا خون تک پی جائے گا۔ڈیک نے بمشکل بات مکمل کی

نہیں ہیں وہ اُسکے قبضے میں۔ عاص چیخ کر بولا- ڈیک بے بسی سے رونے لگا- جسکا مطلب تھا کہ وہ کچھ نہیں بتانا چاہتا-

اوکے بہت نرمی سے ڈیل کیا میں نے تمہارے ساتھ۔ لیکن تم یہ نرمی ڈیزرو نہیں کرتے۔ عاص عالم نے لوہے کی راڈ اُٹھالی- اب ڈیک کی چیخیں درودیوار ہلا رہی تھیں۔ وہ تڑپ رہا تھا، رو رہا تھا۔ ہاتھ جوڑتا، گڑگڑاتا مگر مقابل گویا پتھر تھا یا روبوٹ جس پر کوئی چیز اثر نہ کر رہی تھی-

نہ التجائیں، نہ منتیں، نہ گڑگڑاہٹ۔

****

پورے دو گھنٹے تمہارے سر پر بیٹھی رہی ہوں میں۔ میڈم بے ہوش ہو گئیں۔ بھئی ایسا بھی کیا دیکھ لیا تم نے؟ چوزے کا دل لیے پھرتی ہو۔

وہ دونوں ٹیکسی میں بیٹھی گھر کو جا رہی تھیں۔ جب مہک بولی۔

عاشی اور بینا کہاں ہیں؟ نیلم نے پژمردہ لہجے میں پوچھا-

تمہیں ڈھونڈتے، خوار ہوتے رہے۔ بعد میں پتا چلا کہ ایک لڑکی فائر کی آواز سے بے ہوش ہو گئی تھی۔ اسے میڈیکل ڈیپارٹمنٹ لے کر گئے ہیں تو میڈم وہاں خون خون کرتی بیڈ پر سر پٹختی ملیں- خیر عاشی اور بینا کو تو میں نے گھر بھیج دیا- تمہیں ریسٹ کی ضرورت تھی۔ نرس نے جانے کونسی میڈیسن دی۔ دو گھنٹے بعد ہوش

آیا۔ میں نے صاعقہ آپی کو کال کر دی تھی کہ ہم کچھ لیٹ ہو جائیں گے -وجہ نہیں بتائی تھی- مہک تیز تیز بول رہی تھی۔

اچھا! وہ اسکی تقریر کے جواب میں فقط اتنا ہی کہہ سکی تھی- ٹیکسی سگنل پر کھڑی تھی۔ جب ایک بہت بزرگ فقیر آ کر ٹیکسی ڈرائیور سے مانگنے لگا- اللہ کے واسطے دیتا، کبھی اپنی مجبوری بتاتا۔ وہ چند روپوں کی درخواست کر رہا تھا- ڈرائیور نے جانے کیا کہا۔ جب وہ پچھلی طرف آ کر شیشہ بجانے لگا- نیلم نے اپنا کلچ کھولا کہ گرین سگنل ملتے ہی ٹیکسی ڈرائیور نے اسپیڈ لگائی -

روکو! روکو!! تمہیں سنائی نہیں دیتا۔ کوئی تیسری آواز پر ٹیکسی رُکی تھی -

ہم نے اُس فقیر کو پیسے دینے تھے -واپس لو۔ وہ نقاہت کے باوجود چیخ رہی تھی -

یار اب تو ہم کافی آگے آ گئے ہیں۔ مہک نے بے بسی سے کہا۔

مہک وہ مانگ رہا تھا۔ اُسنے کھڑکی بجائی ایک بار نہیں، بار بار۔ پھر بھی یہ ڈرائیور میرے روکتے روکتے بھی ٹیکسی بھگا لے گیا۔ نیلم سخت غصے میں ڈرائیور کو گھورتے بولی۔

چلو کوئی بات نہیں غصہ نہ کرو۔ مہک نے نرمی سے کہا۔

غصہ کیسے نا کروں۔ مہک وہ فقیر ہمارے در پر آیا تھا۔ کیسی بے بسی تھی اسکے چہرے پر۔ کتنی فریادیں کر رہا تھا۔ التجا کر رہا تھا، گڑ گڑا گڑ گڑا کر۔ کھڑکی بجا رہا تھا۔ ہمارے پاس اتنا تو تھا نا کہ چند سکے اسکے کشکول میں ڈال دیتے۔ مگر نہیں ہم نے دھتکار دیا" نیلم کا لہجہ گلوگیر تھا۔

کم آن نیلم! پتانہیں وہ مستحق تھا بھی کہ نہیں- کم کردو اب اپنی یہ ہمدردیاں۔ ناؤ گرواپ۔ مہک اب کی بار ناگواری سے بولی۔

مستحق نا مستحق میں نہیں جانتی مہک۔ مگر تم سوچو اگر کبھی ہم نے اللہ کا در کھٹکھٹایا اور بے شک اُسکے پاس" لاتعداد ہے نوازنے کو۔ مگر جسطرح ہم نے اِس فقیر کو خالی جھولی لوٹا دیا۔ اِسی طرح اگر اللہ تعالیٰ نے بھی کبھی ہوتے ہوئے بھی ہمیں نادیا۔ خالی دامن تشنالب چھوڑ دیا۔ تو ہم کیا کریں گے؟؟؟" نجانے کیوں وہ بے حد جذباتی ہوگئی تھی۔

-اللہ نہ کرے۔ مہک نے بے اختیار کہا تھا

کیا ہوا گڑیا؟ صاعقہ کے دروازہ کھولتے ہی وہ تن فن کرتی اندر گُھس گئی۔ صاعقہ نے ایک معذرت خواہانہ نظر -مہک پر ڈالی۔ جو ٹیکسی کی کھڑکی سے انہیں ہی دیکھ رہی تھی پھر اندر چلی گئی

گڑیا ہوا کیا ہے؟ وہ بھی تیز تیز سیڑھیاں چڑھتی اوپر روم میں آگئی- جہاں وہ کلچ پٹخنے کے بعد ہلکی پھلکی پہنی -جیولری اُتار رہی تھی

بتاؤ بھی۔ صاعقہ مرر کے آگے آکر کھڑی ہوگئی۔

آپی بھلا کوئی آنسوؤں کے درمیان آپ سے فریاد کررہا ہو کچھ مانگ رہا ہو اور آپکے پاس موجود بھی ہو وہ شے مگر اُسے نہ دو دھتکار دور دکر دو- تو کیا آپ انسان کہلانے کے لائق ہو؟ جس میں انسانیت نا ہو وہ انسان کیسا؟؟" نیلم چندپل کو اپنا کام ترک کیے اسے دیکھتے بولی تھی

-مگر بات تو بتاؤ۔ پھر اس نے صاعقہ کو پورا واقعہ سنا ڈالا

ڈونٹ وری ابھی بابا عصر پڑھنے مسجد جائیں گے تو اُن سے کہہ دینا کچھ پیسے مسجد میں ڈال آئیں -او کے ؟ صاعقہ نے اسکے گال پر تھپکی دی۔اس نے فقط سر ہلا دیا- وہ اسکا پھیلاوا سمیٹنے لگی تھی -

****

ہم آجائے گا تھوڑا وقت میں۔ایگل نے تخت سے اُٹھتے کہا۔ساتھ ہی پتے بھی چھوڑ دیے۔

مگر تم جا کہاں رہے ہو ؟ ہرب بھی اُٹھ کھڑا ہوا- بقیہ افراد ان کو نظر انداز کرتے آپس میں گفتگو کرنے لگے -

"یار ہم کو جامعہ کے حوالے سے کام ہے۔کچھ بچہ لوگ مال لے جاتا ہے۔پیسہ نہیں دے کے جاتا۔بس ان کو ہی تھوڑا دھو کر آجائے۔ایگل نے منہ میں رکھی ماچس کی تیلی چبائی -

میں بھی چلتا ہوں تمہارے ساتھ۔ہرب تیزی سے آگے بڑھنے لگا -

نیچے بچھے خستہ حال سے قالین پر بیس پچیس کی تعداد بیٹھی مختلف نشوں سے لطف اندوز ہو رہی تھی -

ارے تم کیا کرے گا جا کر۔ہمارا کام ہے ہم کو دیکھ لینے دو۔وہ ناگواری سے کہتا تیزی سے نکل گیا -

ہرب نے شرٹ کی پاکٹ سے سیل فون نکالا اور قدرے کونے میں جا کر نمبر ڈائل کرنے لگا -

ابھی نکلا ہے وہ جلدی جاؤ۔بات مکمل کرتے ہی اس نے کال کینسل کر دی اور واپس اپنی نشست پر آبیٹھا -

****

-وہ لوگ داخلی گیٹ پر پہنچے اور ٹکٹ لے کر اندر داخل ہو گئے

عاشی، بینا، نیلم، مہک اور اسکی کزن جو عمر میں ان سب سے بڑی تھی-احتیاطًا اسے ساتھ بھیجا گیا تھا- نیلم کی
-طبیعت خرابی کے باعث وہ ایک دن چھوڑ کر آئیں تھیں

اندر داخل ہوتے ہی ایک گراؤنڈ سا آگیا۔ جسکو چار چوکور حصوں میں بانٹ کر انکے اطراف میں گملے لگائے گئے تھے-اس کے درمیان میں تھوڑی اونچائی پر پانی کے فوارے لگے تھے۔ مگر فی الحال بند تھے-ہری بھری
-گھاس، ایک طرف کونے میں چند لوگ شوٹنگ کر رہے تھے

-مہک چلو شاباش پہلے اسکی ہسٹری بتاؤ- عاشی نے اسکی کھچائی کرنے کے ارادے سے کہا

یار پلیز بور نہ کرو۔ نیلم اُکتاتے ہوئے بولی۔

نہیں اب تو میں بتا کر رہوں گی-مہک بولنا شروع ہوئی۔ ساتھ ساتھ وہ اس ہزاروں گز پر مشتمل اس دو منزلہ عمارت کے اطراف میں چکر لگانے لگیں- عمارت کے چاروں طرف چار گنبد جب کہ چھت پر پانچ گنبد موجود تھے۔

-یار کس قدر حسین ہے یہ۔ نیلم نے تعریفی انداز میں کہا

-یہ ماہر تعمیرات آغا محمد حسین نے ڈیزائن کیا ہے۔" مہک نے بتایا"

ایکیوئٹی شیورتن موہٹا ایک ہندو تاجر نے یہ محل 1927 تعمیر کروایا تھا۔اپنے اہلِ خانہ کی رہائش کیلیے۔پہلے" یہ کراچی صرف تجارت کو آیا تھا۔مگر اس کیلیے یہ شہر لکی ثابت ہوا۔خیر پھر 1947 تقسیمِ ہند کے بعد وہ اپنی فیملی کے ساتھ ہندوستان چلا گیا۔پھر یہاں وزارتِ خارجہ کا پہلا دفتر قائم کیا گیا۔یہ دفتر 1964 تک قائم رہا۔اسلام آباد میں دارالخلافہ قائم ہونے کے بعد اسے شفٹ کر دیا گیا اور پھر یہ عمارت فاطمہ جناح کی رہائش بن گئی۔تب اسے "قصر فاطمہ" بھی کہا جاتا تھا۔ 1967 میں ان کی ڈیتھ کے بعد اسے حکومتِ سندھ کی تحویل میں دے دیا گیا۔ساتھ ہی یہ بھی حکم جاری کیا کہ اس عمارت کو ایک عجائب گھر بنایا جائے گا۔جو پاکستان کے ثقافتی ورثے کی عکاسی کرے گا۔ 1999 میں موہٹا پیلس کا باقاعدہ افتتاح کیا گیا۔یہ تھی اسکی ہسٹری۔"وہ لوگ پیلس کے دائیں طرف تھے جہاں بہت سارے مجسمے پڑے تھے۔کالے پتھر سے بنا شیر عجیب سا ہا تھی، سفید رنگ کا سر کٹا آدمی جس نے ہاتھ میں کوٹ تھام رکھا تھا۔ایک عورت صراحی تھامے بیٹھی تھی۔جس میں سے پانی گر رہا تھا،ایک سپاہی کھڑا،چیتا بیٹھا،ایک آدمی کے ساتھ بچہ کھڑا آدھے سے زائد سیاہ رنگ کے تھے۔وہ لوگ دوبارہ سے گھوم کر داخلی دروازے کے پاس آٹھہرے تھے

۔اندر سیل فون الاؤ نہیں ہے۔عاشی نے بتایا

۔اوہ نو یار یہ کیا بات ہوئی۔ہم نے سیل فیز بھی لینی تھیں۔نیلم کو افسوس ہوا

۔پہلے اندر گھوم آتے ہیں۔پھر تصویریں لے لیں گے۔بینا کی تجویز سب کو پسند آئی

اندر داخل ہوتے ہی وہ دنگ رہ گئیں۔کیا سج دھج تھی۔ایسے لگ رہا تھا کہ محل میں آ گئے ہیں۔دونوں منزلوں پر سولہ سولہ کمرے تعمیر تھے۔اندر بائیو جیو گرافیکل تھیمس، میپس آف پاکستان، ہسٹری آف پاکستان، اسلامک ہسٹری آف پاکستان یہ چند تھیمس کے علاوہ سونے کے حُروف والا قرآن شریف تھا۔پورا ویو کرنے

کے بعد وہ لوگ باہر آ گئیں۔ اب چونکہ چار بج رہے تھے تو لوگوں کی آمد و رفت بھی بڑھ گئی تھی۔ رش ہونے لگا۔ عموماً اتنا نہیں ہوتا تھا۔

ہماری بالکل اچھی نہیں آئی ڈیلیٹ کرواسے مہک۔ نیلم چلائی۔

بہت زبردست ہے ہاہاہا چڑیل لگ رہی ہو۔ مہک نے تصویر دیکھتے مزاق اُڑایا۔ جس میں ہوا کے چلنے کے باعث نیلم کا پورا چہرہ اسکے بال ڈھانپ چکے تھے۔

مہک ڈیلیٹ کرو۔ وہ اسکی جانب لپکی۔

تم کرتی ہو؟ وہ پیچھے ہوئی۔ نیلم اسکی جانب بڑھی، مہک نے دوڑ لگائی۔

مہک! نیلم بھی کہاں ہار ماننے والی تھی۔

مہک!! وہ بھی اسکے پیچھے بھاگ رہی تھی۔ مہک گھاس سے اُتر کر راہداری میں بھاگنے لگی۔ نیلم بھی پیچھے ہولی۔ بلاک ہیل پہنے اسے کافی دُشواری ہو رہی تھی مگر وہ بھی اپنے نام کی ایک تھی۔

ایگل راہداری سے گزر رہا تھا۔ جانے کتنے رکشے بسیں بدل کر وہ یہاں تک پہنچا تھا۔ اسے پتا تھا کہ ہرب نے کوئی مخبر چھوڑ رکھا ہے۔ سامنے سے آتے تقریباً اپنے ہم عمر شخص کی جانب دیکھ کر اس نے سر پر بندھے رومال کو اور کس لیا۔ ساتھ ہی دائیں کندھے کو حرکت دی تھی۔ مقابل نے بھی کندھے کو حرکت دی اور آگے بڑھنے لگا۔ ایگل بھی اسکی جانب ہی بڑھ رہا تھا۔ گہرے رنگ کے کُرتے کی جیب سے ایک تہہ شدہ پرچی نکالی۔ بالکل پاس سے گزرتے وہ پرچی اس شخص کے ہاتھ میں تھمانے لگا تھا۔ جب ایک لڑکی بھاگتی ہوئی انکے بیچ سے گزرنے لگی۔

-آہ کسی پہاڑ جیسے وجود سے ٹکراتی وہ گھوم سی گئی تھی

-ایڈیٹ راستے میں کھڑے ہیں۔وہ بڑبڑاتی ہوئی آندھی طوفان کی طرح واپس بھاگ گئی

ایگل نے آس پاس نظر دوڑائی۔پرچی زمین پر کہیں نہیں تھی-گملوں کے پاس دیکھااِدھر اُدھر مگر جانے کہاں -چلی گئی تھی

تم گھوم کر آؤ میں تلاش کرتا ہوں۔ایگل رازداری سے بولا-وہ شخص اب میوزیم کے اندر جانے لگا تھا-ایسے -پوز کر رہا تھا جیسے یہاں گھومنے آیا ہو

ایگل عقابی نظروں سے چاروں اور دیکھنے لگا- اسے دور سے چار پانچ لڑکیوں کا وہ گروپ اُچھل کود کرتا نظر -آگیا

-ایگل کے قدم اسی جانب اُٹھنے لگے تھے

جب کہہ دیا تھا کہ کر دو ڈیلیٹ۔پھر کیوں نہیں مانی؟ بھگت لینا اب۔وہی لڑکی جو اِس سے کچھ دیر قبل ٹکرائی - تھی۔اونچا بولتی ہنس رہی تھی-اسکی ہنسی سے گویا جلترنگ سا بج اُٹھا تھا

-آہ میرے پیر! مہک پیر سینڈل سے آزاد کرتی گھاس پر بیٹھ گئی

-سُنیں! اسنے پاس جاتے بلند آواز میں کہا

سنائیں؟ دو تین لڑکیاں شریر لہجا اپناتے ایک ساتھ کورس میں بولی تھیں۔جب کہ ان میں سے بڑی عمر کی -لڑکی نے سب کو گھور کر دیکھا- ٹکرانے والی لڑکی اپنے سیل کی جانب متوجہ تھی

جی کہیں وہی مچیور لڑکی بولی۔

ایکچوئلی کچھ دیر پہلے یہ لڑکی آکر ہم سے ٹکرائی تھی-اس نے نیلم کی جانب اشارہ کرتے کہا- بات ابھی ادھوری تھی۔ مگر وہ فوراً سیل چھوڑ کر چند قدم آگے بڑھی تھی -

ٹکرائی تھی ؟مطلب کیا ہے تمھارے کہنے کا؟ہم جان بوجھ کر تم سے ٹکرائے تھے ؟دماغ خراب ہے ہمارا۔ دنیاجہان کے ہینڈسم مر گئے تھے۔جو ہم تم پینڈو کاجل کی دُکان کو ٹکر ماریں گے۔ نیلم نے تڑخ کر اسکا جملہ اُچکتے گولہ باری کردی-

لسن میم نہ ہی میں پینڈو ہوں ناہی کاجل کی دکان۔ابھی وہ اُنگلی اُٹھائے مزید کچھ کہتا کہ وہ پھر بول پڑی۔

کاجل نہیں سُرما تو بھرا ہے نا؟پورے مہینے کا ایک دن ہی لگالیا۔کم لگالیتے تو شاید تمہیں ہم نظر آجاتے۔ مگر" نہیں شوق ہوتا ہے تم جیسے لفنٹروں کو۔خوبصورت لڑکی دیکھی نہیں کہ اندھے پن کا مظاہرہ شروع۔ نخوت سے کہتی وہ حسینہ ایگل کو زہر سے بھی بری لگ رہی تھی -

خوبصورت ؟آپ انتہائی بدتمیز، بدتہذیب اور بدزبان ہیں۔وہ بھی جواباً دوبدو بولا تھا -

او مسٹر تم !نیلم چُپ کر جاؤ۔ مہک نے اسے ہاتھ سے پکڑ کر پیچھے گھسیٹا -

اصل بات بتائیں ؟مہک کی کزن آگے بڑھی -پتا نہیں اس لڑکے نے کیا کہا تھا۔جب وہ مہک سے اُلجھتی نیلم کے قریب آئی -

تمہارے پاس کوئی پیپر ہے ؟کوئی پرچی وغیرہ۔

نہیں تو ہم یہاں پڑھنے کے لیے تھوڑی آئے ہیں۔وہ منہ بناتے بولی۔

وہ لڑکا کہہ رہا ہے کہ تمہارے ٹکرانے کے بعد اُسکے ہاتھ میں جو پیپر تھا، وہ کھو گیا۔ مہک کی کزن نے مزید کہا -

تمہارا مطلب کیا ہے؟ ہم اتنے گئے گزرے ہیں کہ کاغذ چوری کرتے پھریں؟ مجھے تو تم شکل سے ہی کوئی کرِیمینل لگتے ہو-ابھی سیکیورٹی کو بلاتے ہیں۔ وہ تپ کر بولی تو مہک اور اُسکی کزن آگے بڑھیں۔

میں اسکی طرف سے معذرت کرتی ہوں۔ اگر آپکا پیپر ہمارے پاس ہوتا تو ہم دے دیتے۔ رِیئلی سوری۔ مہک کی کزن معذرت خواہانہ لہجے میں بولی۔ چلو لڑکیوں! نیلم کو کھینچ کر لے جاتے وہ اونچی آواز میں بولی تو باقی سب بھی پلک جھپکتے غائب ہو گئیں-

ایگل ہاتھ ملتا وہیں کھڑا رہ گیا-دو گھنٹے پورا میوزیم چھان مارنے سے بھی کاغذ کا وہ ٹکڑا نہ مل سکا-

****

"مسافر بس کراچی سے سرگودھا جا رہی تھی کہ کینٹ اسٹیشن کے قریب زوردار دھماکے کے بعد اسمیں آگ لگ گئی-دھماکے کے نتیجے میں دس افراد جاں بحق اور ساٹھ زخمی-زخمیوں اور لاشوں کو جناح ہسپتال منتقل کر دیا گیا۔ جہاں چھ افراد کی حالت تشویش ناک، واقعہ کے بعد جناح ہسپتال میں ایمرجنسی نافذ کر دی گئی-فائر بریگیڈ کے عملے نے فوراً آگ بجھائی۔ تاہم دھماکے کے نتیجے میں بس مکمل طور پر تباہ ہو گئی اور قریبی عمارتوں کے شیشے بھی ٹوٹ گئے-" شہر شہر کے ٹی وی پر ایک ہی خبر بار بار چلائی جا رہی تھی- جلی لاشیں، بسیں، زخمی لوگ، متاثرہ مکان-

آآآآ آیونٹ میں بالکل خاموشی تھی۔ دم سادھے سب یہ خبر سُن رہے تھے-اپنی عوام کو اس مشکل وقت میں آہیں سسکیاں بھرتے دیکھ رہے تھے-مگر وہ جیسے بے بس ہو گئے تھے۔ جیسے ان کے ہاتھ پیر باندھ دیے گئے

ہوں- اگر ان سب میں کوئی شور کر کے اپنا غصہ نکال رہا تھا تو وہ "میجر عاص" تھا- دیوار پر مکے برساتے وہ چیخ
-رہا تھا

میں نے پوری رات لگا دی۔ پورا دن لگا دیا- میں ناکام رہا، اس سب کے پیچھے صرف اُس کا قصور ہے۔ میں چھوڑوں گا نہیں اُسے- جان سے مار ڈالوں گا۔ دیوار پر مکے مارتے مارتے وہ چلا کر بول رہا تھا۔ اسکے ہاتھ کا
- گوشت پھٹ چکا تھا

عاص کول ڈاؤن یار پاگل ہو گئے ہو کیا؟ تم نے کوشش تو کی تھی نا کوڈز بھی حاصل کر لیے تھے۔ اب اگر اللہ کو
- نہیں منظور

- نہیں، جو کچھ بھی ہوا ہے میری لاپرواہی کے نتیجے میں ہوا ہے۔ وہ اپنے ساتھی کا ہاتھ جھٹکتا بولا

میجر عاص ڈائریکٹر جنرل سے آپکی میٹنگ ہے۔ اس کیلیے آپ کو اسلام آباد جانا ہو گا۔ آئی ایس آئی کے ہیڈ کواٹر میں ہی آپ کی اُن سے ملاقات ہو سکتی ہے۔ اس ایک ہفتے کے اندر جیسے آپ کے پاس وقت نکلتا ہے۔ میں ٹائمنگ فکس کر دوں گا۔ کیپٹن شاہد نے اسکے برابر بیٹھتے زخمی ہاتھ سے بہتے خون کو صاف کرتے پٹی باندھی۔
-ساتھ ہی اطلاع بھی دی تھی

پہلے تو مجھے مزید تباہی ہونے سے روکنی ہے۔ ایم آز کے مطابق اُس میں تین کوڈز تھے۔ ایک دھماکہ تو میں نہیں روک سکا۔ مگر باقی دو کا سُراغ لگانا ہے اور اِسکے لیے اگر مجھے اُسکی جان بھی لینی پڑی تو میں ایک پل کا بھی
-توقف نہیں کروں گا۔ وہ بے لچک لہجے میں کہتا آٹو میٹک پسٹل اُٹھائے نکل گیا

****

دادو جب آپ کی صحت نہیں ٹھیک تو کیوں روزہ رکھا؟ پہلے روزے ہی ہوسپٹل کے درشن کر آئیں- آگیا سکون؟ نیلم نے ابرار صاحب سے دوائیوں کا شاپر تھامتے کہا۔ جبکہ صاعقہ دادو کو تخت پر لٹا رہی تھی- ان کے سر کے نیچے تکیہ رکھنے لگی-

میں روزہ کیوں نہ رکھوں بھئی؟ کون سا پورے سال روزے رہتے ہیں۔ ایک یہی تو بابرکت مہینہ ہے گناہ بخشوانے کا- توبہ کرنے کا۔ دادو آزردگی سے بولیں-

کم گناہ کرنے تھے نا دادو۔ وہ مسکراہٹ دباتے بولی- ابرار صاحب اور صاعقہ نے بھی بمشکل ہنسی ضبط کی-

اے تیرا کیا مطلب ہے؟ دیکھ ابرار سمجھا دے اسے۔ اس وقت میرے منہ نہ لگے۔ دادو بھڑک اُٹھیں۔ اماں تنگ کر رہی ہے آپ کو بس۔ ابرار صاحب ہنستے ہوئے بولے۔ ہونہہ دادو نے اسے گھوری سے نوازتے بازو چہرے پر رکھ لیا-

میں آج دادو کے پاس ہی سو جاتی ہوں۔ صاعقہ تکیہ اُٹھا کر قالین پر رکھتے ہوئے بولی۔

ہمیں نہیں آتی نیچے نیند۔ ہم اپنے کمرے میں ہی سوئیں گے۔ نیلم منہ بسورتے ڈرائنگ روم سے نکل گئی- ابرار صاحب بھی جا چکے تھے-

رات دھیرے دھیرے سرک رہی تھی- کمان کی سی ساخت لیے چاند پورے آسمان پر تنہا تھا- کھڑکی پر پردے سرسرا رہے تھے- ہواؤں کے دوش پر اُڑتے رات کے سناٹے میں ہلکی سی آواز پیدا کرتے-

دنیاوجہاں سے بے خبر وہ وجود میٹھی نیند کی آغوش میں ہچکولے لے رہا تھا- بغیر کوئی آواز پیدا کیے وہ مضبوط قدم اُٹھاتا آگے بڑھ رہا تھا-ایک ہاتھ میں ایف این فائف سیون پسٹل تھامے دوسرے سے گھپ اندھیرے سے چیزیں ٹٹولتے بیڈ کی جانب بڑھ رہا تھا- کھڑکی کا پردہ سرکا اور بیڈ پر موجود وجود کے چہرے پر چاندنی سی بکھر گئی- قیامت خیز حُسن تھا- کئی بار اسے دھوکا لگنے لگتا کوئی کسی سے اتنی مماثلت بھی رکھ سکتا ہے؟ دنیا سے بیگانے اس وجود میں ہلکی سی جنبش ہوئی تھی- پورے بیڈ پر پھیلی شہد رنگ زُلفوں نے کچھ اور جگہ گھیر لی تھی- وہ مبہوت سا آگے بڑھنے لگا- چند پل کیلیے وہ فراموش کر چکا تھا-اپنے آنے کا مقصد، یہ چہرہ اگر چاہے تو ساحل کی ساکت لہروں میں تباہی لے آئے- ابھی اس نے ایک قدم مزید اُٹھایا تھا کہ بیڈ کے ساتھ پڑی سائڈ ٹیبل پر موجود الارم کلاک زمین بوس ہو گیا- وہ وجود ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا- اس سے پہلے کہ اسکی فلک شگاف چیخ کوئی نئ مُصیبت کھڑی کرتی- وہ اسکا منہ بند کر چکا تھا- نیلم کے ہونٹوں پر اسکا زور اتنا تھا کہ اسے لگا اسکا سر تکیے کے اندر گُھس جائے گا- وہ بیڈ کے کنارے سیدھا کھڑا تھا اور ہاتھ اسکے منہ پر دھرا تھا جبکہ دوسرے ہاتھ میں موجود پسٹل اپنے لبوں پر رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا-

ششش!!! آواز نہیں- اگر ذرا سا بھی منہ کھولا تو تمھارے گھر والوں کو صبح تمھاری لاش ملے گی- انڈرسٹینڈ؟
نیلم کو لگا وہ صور پھونک رہا ہے- وہ زور زور سے نفی میں سر ہلانے لگا-

ہاتھ ہٹا رہا ہوں میں مگر آواز نہیں- ایک بار پھر وارن کرنے کے بعد وہ ہاتھ ہٹا چکا تھا- پسٹل سے نیچے اُترنے کا اشارہ کیا-

نیچے اُترو- مدھم آواز میں بھی غراہٹ نمایاں تھی- وہ کپکپاتی ہوئی نیچے اُتر گئی- نائٹ ڈریس میں ملبوس وہ لاپرواہ سے حلیے میں بھی ٹھٹک جانے پر مجبور کر رہی تھی- مگر مقابل کمزور نہ تھا- اُس کا بس چلتا تو اِسکی جان

لے کر اُن دس افراد کو واپس لے آتا- بازو سے دبوچ کر اسے بیڈ کے کنارے پر نیچے پٹخا اور خود بھی گھٹنوں کے بل اسکے مقابل بیٹھ گیا۔

وہ کاغذ کہاں ہے؟ ہو نا ہو وہ تمہارے پاس ہی ہے۔ اسکے سرد لہجے میں کیے گئے سوال پر چھن سے اسکے ذہن کے پردے پر وہ واپسی کا منظر لہرایا-

آپی سمیٹ لیں گے نا تھوڑی دیر ریسٹ کرنے دیں تھک گئے ہیں۔ صاعقہ نے اسے ڈریس سینڈل اور" بریسلیٹ اُٹھانے کا کہا- جو سب پہن کر وہ میوزیم گئی تھی- واپس آتے ہی تھکن سے ڈھے گئی۔

گڑیا! سینڈل صاف کر کے ریک میں رکھو۔ ڈریس بھی ہینگ کرو، اُٹھو جلدی۔ اسکے بار بار کہنے پر وہ منہ بناتی سیل فون پٹختی اُٹھی- سینڈل صاف کرتے اس نے بلاک ہیل کے نیچے دیکھا۔ ببل کے ساتھ کوئی کاغذ چپکا تھا-

اوہ یہ تو وہی کاغذ ہے۔ اس نے کاغذ کا وہ تہہ شدہ ٹکڑا چیونگم سے الگ کیا اور کھولا وہ بالکل خالی تھا۔

یہ تو خالی ہے۔ عجیب آدمی تھا۔ اس کیلیے پاگل بحث کر رہا تھا- اس نے کاغذ روم کی ڈسٹ بن میں ڈال دیا۔ جس میں صرف ردی ہی تھی- بہت سارے کاغذات میں وہ پرچی بھی گم ہو گئی-

کک کاغذ وہ تو ہم نے پھینک دیا۔ اس نے گھبراتے ہوئے خوفزدہ انداز میں کہا-

پھینک دیا؟ میں پورے دو روز سے پاگلوں کی طرح اُسے تلاش کر رہا ہوں اور تم کہہ رہی ہو کہ پھینک دیا۔ وہ بھڑک اُٹھا تھا۔

وہ بالکل خالی تھا۔ ہم اچار ڈالتے اُسکا؟ اسے غصہ آگیا۔ اِس بِن بلائی مصیبت پر-

-خالی نہیں تھا وہ۔اُس میں جانیں محفوظ تھیں ہزاروں لوگوں کی۔وہ غرایا

-ہمیں کیا۔اسکے بحث کرنے پر وہ آپے سے باہر ہو گیا

بکواس بند کرو نہیں تو منہ توڑ دوں گا تمہارا۔ قاتل ہو تم ہزاروں لوگوں کی اور آگے سے اکڑ رہی ہو۔وہ
-غضبناک تیور لیے بول رہا تھا

-ہہ ہمارا یقین کرو۔گھبراہٹ کے باعث اسکی زبان لڑکھڑانے لگی

-چُپ ایک دم خاموش۔نہیں تو ابھی گلا دبا دوں گا تمہارا۔وہ دبی دبی آواز میں غرایا

ہمیں کیا پتا تھا کہ وہ کاغذ کا ٹکڑا۔اس نے نیلم کے بال سختی سے اپنی مٹھی میں جکڑ لیے-چہرہ کچھ اوپر کو اُٹھ گیا
تھا-سرخی مائل ہونٹ ادھ کھلے تھے-اس کے منہ سے سسکاری سی نکلی تھی-مگر خوف کے باعث وہ مزاحمت
-نہ کر سکی

کاغذ کا ٹکڑا نہیں تھا وہ، نہیں تھا وہ کاغذ کا ٹکڑا، ہزاروں لوگوں کی زندگیوں کا امین تھا وہ اور تم اُن کی زندگیوں"
-کی قاتل ہو۔"بے لچک لہجے میں کہتا وہ نیلم کے اوسان خطا کر گیا تھا

آج کینٹ اسٹیشن پر جو لوگ مرے ہیں۔اُن کی موت کی ذمہ دار تم ہو۔"وہ اسے پریشرائز کر رہا تھا کہ وہ"
-اسے کاغذ لا دے

نن نہیں ہہ ہم نے کک کچھ نہیں کیا۔اسکے آنسو روانی سے بہنے لگے-وہ تو لال بیگ تک کو نہیں مار سکتی تھی۔
-کجا کہ جیتے جاگتے انسان مار دیتی-اس الزام پر اسکی جان ہوا ہونے لگی

وہ وہ کک کاغذ اُس باسکٹ میں ہے-اسنے چھوٹی سی ڈسٹ بن کی جانب اشارہ کیا-جو رائٹنگ ٹیبل کے پاس غیر ضروری کاغذات ڈالنے کو رکھی تھی-ایگل نے جھٹکے سے اسکے ریشم جیسے بالوں کو اپنی گرفت سے آزاد کیا اور اُٹھ کر وہ باسکٹ لے آیا-پھر اسکے سامنے پوری باسکٹ اُلٹ دی۔بہت سے رف پیپر ز جا بجا بکھر گئے-کُرتے -کی پاکٹ سے ٹارچ نکالی

ڈھونڈو،خود بھی ساتھ ہی مطلوبہ کاغذ کیلیے ہاتھ مارنے لگا-سر پر لال رنگ کا رومال لپیٹے گہرے جامنی رنگ کا کُرتا،سُرمے میں ڈوبی آنکھیں،جنکی ساخت ہی معلوم نہیں ہو پا رہی تھی-آدھے انچ تک بڑھی شیو، -مونچھیں اور گھنگریالے کندھے سے بھی نیچے تک جاتے بال بہت عجیب و غریب حلیہ

مجھے بعد میں گھور لینا۔پہلے کاغذ تلاش کرو۔اسکی سرد آواز پر اس نے فوراً نظروں کا زاویہ بدل لیا-اسکی آواز پر -نیلم ٹھٹکی تھی

یہی ہے۔اچانک اس نے نیلم کے ہاتھ سے کاغذ جھپٹ لیا-اور اُٹھ کھڑا ہوا۔

اگر کسی کو بھی اس واقعہ کی خبر ہوئی تو جان سے جاؤ گی۔ہلکا سا اسکی جانب جھکتے ٹھہرے ٹھہرے سرد لہجے میں کہتا وہ اسکے وجود پر خوف کی چادر چڑھا گیا تھا۔

اسکے جانے کے تقریباً دس منٹ بعد وہ اُٹھی اور ڈرتے ڈرتے روم کے دروازے تک پہنچی۔ایک آنکھ باہر نکال کر دیکھا اندھیرا ہی اندھیرا تھا-رات کے دو بج رہے تھے-تین بجے صاعقہ سحری کیلیے اُٹھتی تھی-وہ اس قدر خوفزدہ ہوئی کہ آہستہ آہستہ سیڑھیاں اُترتی ڈرائنگ روم میں آ گئی۔جہاں دادو اور صاعقہ سو رہی تھیں- -بڑے صوفے پر لیٹ کر اسنے کُشن زور سے بازوؤں میں دبا کر آنکھیں میچ لیں

****

تیزی سے سفید کورے کاغذ پر پینسل چلاتے اسکے ہاتھ رُک گئے تھے۔ حُروف صاف نظر آنے لگے۔ جنہیں -اسنے ایک اور کاغذ پر صاف اُتار لیا

کیو کے ساتھ آئی یا الف لکھا تھا۔ پھر سی بنا کر ساتھ ایک اور آئی بنایا ہوا تھا اور آخر میں اُلٹا سی۔ اسکے بعد ایک لائن چھوڑ کر اُلٹے سی کے نیچے 1 لکھا تھا اور کیو کے ساتھ والے آئی کے نیچے 2 لکھا تھا۔ جبکہ سی اور آئی کے -نیچے ایک لائن لگا کر 3 لکھا تھا

-اور پر والی لائن پر ٹی کے ساتھ 5 بھی لکھا تھا

اسکا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟ اسکے ساتھی نے پُر سوچ انداز میں کہا- اس مشن میں چند جونیئرز اس کے حوالے -کیے گئے تھے

یہ کاغذ منہاج کی ذہانت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں کہ اس پہیلی کو خود سُلجھانے بیٹھ جاؤں۔ یہ کوڈ اگر کوئی بتا سکتا ہے تو وہ ڈیک ہے۔ کاغذ کا ٹکڑا اُٹھا کر وہ کمرے سے نکل گیا تھا- اگلے دس منٹ میں وہ ڈیک کے سامنے تھا- اسکی حالت دن بدن بدتر ہوتی جا رہی تھی۔ میجر عاص کے آرڈر پر اسے بجلی کے - جھٹکے دیے گئے- گرم لوہے کی سلاخ سے پیٹا گیا- اسکا یہ حال تھا کہ شاید ہی چند روز مزید زندہ رہ پاتا

ڈیک ان کوڈ ورڈز کا مطلب بتاؤ۔ اس نے کاغذ کا ٹکڑا ڈیک کے سامنے لہرایا- سپاٹ لہجے میں پوچھا تھا- وہ ایک طرف لڑھکی گردن مڑے ہاتھ پیر کے ساتھ ویسے ہی پڑا رہا۔ ذرا جنبش نہ ہو پائی- میجر عاص نے پانی کا -استعمال کرتے اسکے سوئے حواس بیدار کیے- وہ تب بھی کچھ نا بولا تو میجر عاص نے نیا طریقہ سوچا

ڈیک مجھے بہت افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ جس شخص کی خاطر تم نے اتنا ٹارچر سہا۔اُس نے تمہاری بیوی اور بیٹی کو وہ دردناک موت دی ہے کہ سُن کر تمہارے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے۔تڑپا تڑپا کر مارا ہے-میری مانو اپنی بیوی بیٹی کی موت کا بدلہ لو۔اس سے اچھا موقع تمہارے پاس نہیں آئے گا۔ڈیک نے اسے بے یقینی سے دیکھا۔پھر اسکا جسم ہولے ہولے لرزنے لگا۔وہ زمین پر ایک جانب کو ڈھے گیا-فرش پر خون ہی خون ہو گیا-عاص حیران کھڑا تھا-اسکا سر اُٹھا کر دیکھا اسکے منہ سے خون نکلا تھا۔نبض چیک کی بند تھی-مطلب منہاج عز ضحاک تک پہنچنے کا ایک بڑا دروازہ بند ہو چکا تھا-ڈیک کی موت دل پھٹ جانے کے باعث ہوئی تھی-وہ شخص جس نے نجانے پچھلے کتنے سالوں سے، کتنے لوگوں کی جانیں لیں تھیں۔بم دھماکے کروائے تھے۔کتنی ہی آہیں اسکے کانوں میں پڑیں تھیں۔سسکیاں، فریادیں مگر اسکا دل ہلکا سا بھی نا کانپا تھا اور آج اپنی بیوی اور بیٹی کی موت کی جھوٹی خبر سُن کر ہی اسکا دل پھٹ گیا تھا-انسانیت تمام انسانوں کیلیے مر گئی تھی۔زندہ تھی تو صرف اپنے سے جڑے اپنے سے منسلک رشتوں کیلیے-

****

گڑیا! صاعقہ نے اسکا کندھا جھنجھوڑا-بارہ بج رہے تھے اور وہ پڑی سو رہی تھی-صبح سحری بھی ڈھنگ سے نہیں کی تھی-

آہ آہ وہ ہڑبڑا کر ہلکی سی چیخ مارتی اُٹھی تھی۔چہرے پر گھبراہٹ اور خوف تحیر تھا-

کیا ہوا ہے ؟اتنا گھبرا کیوں رہی ہو ؟؟ کوئی خواب دیکھا ہے پھر سے ؟؟؟ صاعقہ نے ہاتھ میں پکڑی چادر برابر والے صوفے پر ڈالتے تشویش بھرے لہجے میں پوچھا- سحری کے بعد بھی وہ یہیں صوفے پر ہی سو گئی تھی- صاعقہ نے کمرے میں جانے کا کہا مگر وہ نہ مانی-

ننننہیں، ہاں، شاید؟ وہ اپنے حواسوں میں نہیں لگ رہی تھی- پھر دونوں ہاتھ ماتھے تک لے جا کر بال سمیٹے اور جوڑے کی شکل دینی چاہی مگر باغی زُلفیں پھر بکھر گئیں-

آپ کیا کہہ رہی تھیں ؟اس نے خود کو پرسکون کرتے پوچھا۔

کیا ہوا ہے گڑیا؟ گھبرائی ہوئی کیوں ہو؟؟ کیسے خواب ہیں یہ ؟جو تمہارا پیچھا نہیں چھوڑتے ؟؟ نیلم نے ٹانگیں سمیٹ لیں تھیں۔ صاعقہ وہیں بیٹھتی سوال کرنے لگی-

آپی ! ہم جب بھی ایسے خواب دیکھتے ہیں۔ ہمیں لگتا ہے کہ ہم حقیقت میں وہاں موجود ہیں اور اب پتہ لگا ہے کہ ہمیں عربی جملے سنائی دیتے ہیں۔ کبھی فائر کی آوازیں، کبھی ایک انسان میں سے نکلتی انگنت پر چھائیاں، کبھی وہ مضبوط سفید ہاتھ۔ کچھ دن پہلے خواب میں دیکھا کہ وہی سفید ہاتھ بھورے بالوں سے بھرا ہماری طرف بڑھ رہا ہے اور جب ہم اسکی ہتھیلی پر نظر ڈالتے ہیں تو وہاں مرکت جگمگا رہا ہوتا ہے۔ ہم فوراً اسے اُچک لیتے ہیں۔ وہ ہیولا واپس اندھیرے میں گم ہو جاتا ہے۔ پھر اچانک کوئی پیچھے سے ہمارا منہ دبوچ لیتا ہے اور گھسیٹنے لگتا ہے- اندھیرا بڑھنے لگ جاتا ہے- پھر ہماری آنکھ کھل جاتی ہے۔ وہ ٹھہر ٹھہر کر بول رہی تھی -

آیت الکرسی پڑھ کر سویا کرو نا۔ صاعقہ نے اسکا گال تھپتھپایا۔

نہیں آپی! ہمیں لگتا ہے جیسے کوئی ہمارا انتظار کر رہا ہے۔ جیسے کچھ ہے جو ہمارا منتظر ہے۔ جیسے ہمارے ذمے کوئی کام لگایا ہے۔ ہمیں جانا ہے اُسے پورا کرنے کے لیے۔ وہ روز ہمیں بلاتے ہیں۔ یاد کراتے ہیں۔ وہ صاعقہ
-کا ہاتھ پکڑے نم لہجے میں بولی

اے تجھے کیا ہوا ہے؟ کیوں رو رہی ہے؟ روزہ لگا ہے کیا؟؟ صاعقہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ دادو لاٹھی تھامے
-واش روم سے باہر آئیں

-نہیں دادو! خواب دیکھ کر ڈر گئی ہے۔ صاعقہ نے اُٹھ کر دادو کی لاٹھی تھامتے تخت پر بٹھاتے بتایا

ڈرانے والے بھی ڈر رہے ہیں۔ اللہ خیر کرے۔ "دادو نے جیسے رات کا بدلہ چکایا تھا- نیلم نے ایک نظر"
-انہیں گھورا اور کُشن پٹختی ڈرائنگ روم سے نکل گئی

****

کم آن لیٹس گو۔ پچھلے دو گھنٹے سے مغزماری کرنے کے بعد جانے کتنے صفحات ضائع کرنے کے بعد، میجر
-عاص عالم نے یہ کوڈ سمجھ ہی لیا تھا

دو گھنٹے ہیں ہمارے پاس۔ "میجر عاص نے پسٹل سنبھالی۔ اپنا چھوٹا سا بیگ اُٹھایا اور نکل گیا- اسکا ساتھی بھی"
-ساتھ ہی آیا تھا

ہم کہاں جا رہے ہیں؟ اسکو اُلٹا پڑھو۔ میجر

-عاص نے کاغذ اسکی جانب بڑھایا

کیو کو اُلٹا کیا تو پی بنا یہ تو آئی ہے۔"پی آئی" یہ تو سی کے ساتھ آئی لکھا ہے؟"اس نے کار ڈرائیو کرتے عاص "

سے پوچھا۔

یہ سی کے ساتھ آئی جوڑ کر دیکھو۔ڈی بن رہا ہے اور پھر اُلٹا سی لکھا ہے مطلب۔"پی آئی ڈی سی "کا علاقہ۔"""

-عاص نے ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ سنبھالے دوسرے سے کاغذ پکڑے سمجھایا

-مگر اس سے ہمیں کیا پتا چلے گا؟ساتھی اب تک نہ سمجھا تھا

یہ جو انڈرلائن ون ٹو تھری لکھا ہے۔ان کو جوڑو تو"سی آئی ڈی"(کرائم انویسٹی گیشن ڈیپارٹمنٹ)بنتا ہے"

-اور ٹی سے مجھے سمجھ نہیں آئی اور یہ فائیو مطلب بلاسٹ کی ٹائمنگز۔"وہ تفصیل سے بتا رہا تھا

اللہ کرے یہی ہو۔مگر سر یہ تو بہت خطرناک ہے۔سی آئی ڈے کے ادارے پر حملہ کرنے کا سوچ کرایم آز "

"نے بہت بڑا ٹارگٹ چُنا ہے۔

ڈی آئی جی کو کال کرلی گئی ہے۔پولیس الرٹ،رینجرز بھی اور بی ڈی ایس (بم ڈسپوزل سکواڈ) کو بھی مطلع "

-کردیا گیا ہے۔"عاص نے مزید کہتے ٹرن لیا

وہاں پر پہنچ تو گئے۔پورے علاقے کو پولیس نے تحویل میں لے لیا۔مگر اس ٹی کا مطلب نہیں سمجھ آیا۔اچانک

-عاص کی نظر بڑے سے ٹرک پر پڑی

-ٹی ٹرک"وہ زیرِلب بڑبڑایا"

****

"پی ڈی آئی سی کا علاقہ شہر کا مرکزی اور حساس علاقہ تصور کیا جاتا ہے۔ جہاں وزیرِ اعلٰی ہاؤس، فائیو اسٹار ہوٹلز، ملک و غیر ملکی کمپنیز کے دفاتر واقع ہیں۔ علاقے کو ریڈ زون کا درجہ حاصل تھا- ایسے میں دھماکے کی صورت شدید نقصان کا سامنا کرنا پڑتا۔ مگر ایک بار پھر دشمنوں کی چال ناکام بنا دی گئی۔ دفاتر کے سامنے کھڑا بارود سے بھرا ٹرک پولیس نے اپنی تحویل میں لیا- یہی نہیں بلکہ وہاں موجود چار مشکوک افراد کو بھی حراست میں لے لیا گیا-" نیلم کے کان سائیں سائیں کرنے لگے-

"تم ہزاروں لوگوں کی قاتل ہو۔" کان کے پردے پھاڑتی آواز تھی-

"نہیں نہیں ہم نے نہیں مارا۔ ہم قاتل نہیں ہیں۔" وہ دونوں کانوں پر ہاتھ رکھ کر چیخ کر بولی-

"نہیں ہم نے نہیں کیا۔" اس کے آنسوں گویا سیلاب کی صورت اختیار کر چکے تھے- وہ صوفے کے پاس ہی نیچے بیٹھتی چلی گئی-

کیا ہوا گڑیا؟ گڑیا؟؟ صاعقہ افطاری کی تیاری کر رہی تھی۔ کچن سے ہی بھاگتی آئی-

آپی ہم نے کچھ نہیں کیا۔" وہ اسکی جانب دیکھتی سسک سسک کر روتی بولی تھی"-

ہوا کیا ہے؟ صاعقہ نے اسکا آنسوؤں سے تر چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں تھام لیا-

کچھ نہیں وہ روتی ہوئی اسکی آغوش میں چہرہ چھپانے لگی-

کسی حادثے کو بہت سوار کر لیا ہے انہوں نے اپنے اوپر۔ کوشش کریں انہیں کوئی پریشانی والی بات نہ بتائیں-

شکریہ اظفر صاحب افطاری کے وقت میں اسے کہاں ڈاکٹر کے لے جاتا۔ تبھی آپ کو زحمت دی۔ ابرار -صاحب نے اپنے ہمسائے دوست کا شکریہ ادا کرتے کہا

شکریہ کیسا؟ نیلم میری بھی بیٹی ہے۔ وہ پیار بھری مسکراہٹ سے بولتے ان کے ساتھ نیچے چل دیے- صاعقہ -اس پر چادر درست کرتی بال سہلانے لگی

****

یہ ایک اور بار ایسا ہوا ہے؟ مگر یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ اسکی خبر تو میرے اور حبیب کے علاوہ کسی کو نہیں تھی۔ وہ پُر سوچ انداز میں ہاتھوں کو ایک دوسرے میں پھنسائے بیٹھا تھا- پھر اپنی سیاہ کور والی ڈائری کھولی- جس میں جانے کون کون سے حساب کتاب درج تھے۔ مگر اے بی سی 123 اسی طرح کے کوڈ ورڈز لکھے -تھے- 90 سے اگلا صفحہ غائب تھا۔ اسکے بعد ۹۲ آرہا تھا

اوہ تو تم جو کوئی بھی ہو۔ میری اسٹڈی تک بھی پہنچ گئے۔ منہاج نے ڈائری غصے میں دور اُچھال دی- 90 والا صفحہ اس نے آخری بار استعمال کیا تھا اور اُس پر دو دھماکوں کی تفصیل تھی۔ ایک تو ہو چکا تھا۔ دوسرا ابھی باقی -تھا- 91 والے صفحے پر وہ تحریر چھپ گئی تھی۔ جو اس نے 90 والے صفحے پر لکھی تھی

****

انیتس روزے ہی ہوتے ہیں میاں ہر سال۔اس بار بھی اتنے ہی ہوں گے-دادو نے چائے کا کپ ٹرے سے اُٹھایا۔جو نیلم سب کو دے رہی تھی۔ہاں نیلم کیوں کہ آج بہت مہینوں بعد اے ایس پی آہل ان کے گھر آیا تھا۔صرف وہی نہیں بلکہ پوری فیملی آئی تھی-خوشی سے سب کے چہرے چہک رہے تھے-اے ایس پی آہل پھر سے اپنے قدموں پر چلنے لگا تھا-ایسے جیسے کبھی کوئی زخم آیا ہی نا ہو-ہشاش بشاش چہرہ، مسکراتے ہونٹ۔
-ہلکے گرے رنگ کے کرتا شلوار اور کلین شیو میں اسکی سج دھج دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی

-یہ نیلم کیوں اتنی کمزور ہو گئی ہے ؟تائی امی کو اسکی مرجھائی صورت نظر آئی

رمضان کا پورا مہینہ بیمار رہی ہے-بس اب نکاح ہو جائے گا تو چہرہ بھی گلابی ہو جانا ہے ہاہاہا۔دادو ہلکے پھلکے لہجے میں بولیں-آہل کو چائے پیش کرتی نیلم کے ہاتھ کپکپائے تھے-مقابل نے اسکی حالت کا بھرپور جائزہ لیا
-تھا-کچھ دیر پہلے ہی عید کا پانچواں دن ان کے نکاح کیلیے مقرر کیا گیا تھا

-لگتا ہے چاند نظر آ گیا۔"پٹاخوں کی اور فائرنگ کی آواز پر صاعقہ نے خوش ہوتے کہا"

-گڑیا آپکی کوئی سہیلی آئی ہے۔ابرار صاحب ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے بولے

-کون ہو سکتی ہے ؟وہ سوچتی ہوئی باہر آئی جہاں راہداری میں ہی مہک کھڑی تھی

-تم ؟نیلم چیخی۔ہاں میں، مہک لپک کر اسکے گلے لگی

-اور کوئی نہیں آیا؟نیلم نے اُداسی سے پوچھا

-سب ہمارا ویٹ کر رہی ہیں اسٹاپ پر-چلو!مہک اسکا ہاتھ پکڑتے باہر کی جانب بڑھنے لگی

کہاں؟ نیلم نے اسے روکا۔ یار چاند رات ہے۔ بازار گھومیں گے۔ ہلا گلا کریں گے۔ وہ چہک کر بولی

-مگر جائیں گے کیسے؟ نیلم نے اعتراض اُٹھایا

باہر کار کھڑی ہے نا اور تمہیں آتی ہے نا ڈرائیونگ؟ پھر مسئلہ کیا ہے؟؟؟

-یار صحیح سے نہیں آتی بابا نہیں مانیں گے -اچھا ر کو۔ مایوسی سے کہتے پھر فوراً چٹکی بجائی

ہمیں آپکی کار چاہیے۔ صرف ایک گھنٹے کے لیے۔ دو منٹ بعد آہل کچن میں تھا اور نیلم اسکے سامنے کھڑی بتا رہی تھی-وہ پوچھ نہیں رہی تھی

-پوری زندگی کیلیے لے لیں۔ آہل نے مسکرا کر کہتے کُرتے کی پاکٹ سے چابیاں نکال کر اسکے حوالے کیں

تھینکس! وہ چابیاں تھامتے ہی جانے لگی جب وہ بولا- گڑیا! آ کر بات کریں گے۔ وہ پلٹے بغیر بول کر بھاگ گئی-

-آہل نے بے بسی سے مسکراتے بالوں میں اُنگلیاں چلائیں

****

وہ embassy inn کی عالیشان عمارت سے باہر نکل رہا تھا-ایک ہاتھ پینٹ کی پاکٹ میں ڈالے دوسرے سے گاگلز لگا رہا تھا۔ اسکے دونوں طرف گارڈز چل رہے تھے۔ سیاہ وردیوں میں ملبوس-آنے جانے والے کتنے ہی اسکی پرسنیلٹی کو رشک سے دیکھ رہے تھے-اسکے گاڑی میں بیٹھتے ہی دونوں گارڈز بھی پیچھے

-جا بیٹھے اور کار ہوٹل کی پارکنگ سے نکلتی روڈ پر دوڑنے لگی

گھنٹے کا کہہ کر آئی تھی وہ۔ ساتھ میں سب کو یہ کہا کہ مہک کا ڈرائیور چھوڑ جائے گا۔ کسی کو نہیں بتایا کہ آہل کی کار لے کر جا رہی ہوں- اب تیزی سے چلا رہی تھی۔ آگے چار گن مین والی گاڑی تھی- تیز تیز چلتے وہ گاڑی رُک گئی تھی۔ بالکل اسکے پیچھے چلتی نیلم کی کار بروقت بریک نہ لگانے کی صورت میں زور سے آگے والی گاڑی سے ٹکرائی- چمچماتی کار پر ضربیں لگ چکی تھیں۔ اسکے بونٹ کا بھی کچھ ایسا ہی حال تھا- مگر وہ شدید غصے میں اُترنے لگی تھی کہ آگے والی گاڑی پھر سے چل دی۔ ایم آزکے اشارے پر ڈرائیور رُکا نہیں تھا- اب تو اسکے سر -پر لگی اور تلووں پر بجی

ایک تو نقصان کیا- اوپر سے معافی بھی نہیں مانگی- نواب ہو گا اپنے گھر میں۔ اسکو تو ہم بتاتے ہیں۔ وہ تپے ہوئے لہجے میں بولتی گاڑی کی اسپیڈ بڑھا چکی تھی- روڈ طویل تھا- اور بارہ کے قریب وقت ہو رہا تھا۔ جہاں بازاروں میں گہما گہمی تھی۔ وہیں ایسی سڑکوں پر سناٹا بول رہا تھا- اس نے ایم آز کی گاڑی کے سامنے اے ایس -پی آہل کی وہی کار لا کھڑی کی۔ جس سے ایم آز نے اسکا ایمان خریدا تھا

مسٹر نیچے اُترو- تم کیا سمجھے تھے ؟ اتنی آسانی سے جان چھوٹ جائے گی ؟؟ نکلو باہر۔ وہ ڈرائیور کی طرف والی کھڑکی سے اُچھل کر بولتی سخت غصے میں دِکھ رہی تھی- ڈرائیور نے ایم آز کو دیکھا- وہ اسے بیٹھے رہنے کا اشارہ کرتا خود نیچے اُترنے لگا۔ گاڑی کا دروازہ کھولنے ایک گارڈ فوراً لپکا تھا- ایم آز کوٹ کا بٹن لگاتے اپنی گاڑی کے آگے آ کھڑا ہوا- نیلم بھی اسکی طرف ہی آ گئی- اس وقت بہادر سے بہادر لڑکی بھی مقابل کی رعب دار شخصیت کے دباؤ میں آ جاتی۔ مگر وہ بہادر کم، بے وقوف اور کم عقل زیادہ تھی- رہی کسر بے پناہ حُسن نے پوری کر دی - تھی۔ مغرور سی یہ لڑکی ہر راہ چلتے کو ذلیل کرنا اپنا فرض سمجھنے لگتی تھی

تم نے میری کار ٹھوک دی۔ اوپر سے معذرت بھی نہیں کی۔ نقصان بھی پورا نہیں کیا اور بھاگ نکلے۔ "نیلم -چیخ رہی تھی

-یہ آپکی کار ہے؟ مقابل نے گاگلز اُتارتے سنجیدگی سے سوال کیا- گاگلز سے ہی کار کی جانب اشارہ کیا تھا

جی! نیلم چبا کر بولی- وہ اسکی کار کی جانب بڑھنے لگا- کار کو دیکھا پھر نیلم کو۔

-کہاں نقصان ہوا ہے آپکا؟ اب بھی لہجہ جذبات سے عاری تھا

یہ دیکھو-اس نے بونٹ کے تھوڑا نیچے اشارہ کیا-ایم آر سیدھا اکڑ کر کھڑا تھا۔

جھک کر دیکھو گے تو نظر آئے گا نا۔ وہ تڑخ کر بولی۔ اس نے ایک تیز نظر نیلم پر ڈالی اور جھک کر دیکھنے لگا-- اسکی پینٹ کی پاکٹ سے کچھ گرا تھا۔ مگر وہ دھیان نہیں کر سکا۔ نیلم مسلسل بول رہی تھی۔ وہ پھر سیدھا کھڑا ہو گیا-

دیکھو مسٹر تمہاری وجہ سے ہمارا نقصان ہوا ہے۔ اور تم اسکی بھرپائی کیے بغیر جا نہیں سکتے۔ اگر تم گئے تو ہم پولیس اسٹیشن جائیں گے۔ تمہاری شکایت کریں گے۔ اوہ ہم تو بھول گئے۔ ہاں یہ یہ کار اے ایس پی صاحب کی ہے۔ تمہیں جیل میں بند کر دیں گے وہ۔ اِسکو واپس کار کی طرف جاتا دیکھ کر وہ اسکے پیچھے پیچھے چلتی چیخ رہی تھی-اس شخص نے جھک کر کار کی ونڈو سے ہاتھ اندر ڈال کر اپنا والٹ برآمد کیا۔ اس میں سے سنہری اور نیلے رنگ کے بہت سے نوٹ نکال کر اسکے ہاتھ میں تھما دیے۔ اسکا منہ کھل گیا۔ ایک نظر اپنی ہتھیلی پر پڑے نوٹ دیکھے اور دوسری اس بد تمیز شخص پر ڈالی۔ جو اپنی غلطی مان کے ہی نہیں دے رہا تھا۔

تمہیں ہم فقیر نظر آرہے ہیں؟ نیلم نے پیسے پوری قوت سے سامنے کھڑے مغرور شخص کے منہ پر دے مارے- گارڈز فوراً اچھلانگیں مارتے نیچے اُترے تھے۔ نیلم کے گرد گھیرا ڈال کر بندوقیں تان چکے تھے-وہ دونوں ٹانگیں پھیلا کر دونوں پاکٹس میں ہاتھ ڈال کر غرور سے گردن تانے کھڑا نیلم کو چیلنجنگ نظروں سے

دیکھ رہا تھا--اسکی تو گویا وہ حالت تھی کاٹو تو بدن میں لہو نہیں-پتھرائی آنکھوں سے سامنے کھڑے مطمئن شخص کو دیکھا-

تمہاری اتنے کی بھی اوقات نہیں۔جتنے میں نے دے دیے۔فطرانہ سمجھ لو۔"اسکی اتنی لمبی تقریروں پر، "چیخنے چلانے پر ایم آز کا تذلیل بھرا ایک جملہ بھاری پڑ گیا تھا-پھر اس نے گارڈز کو اشارہ کیا۔سب واپس اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے اور گاڑی زناٹے سے اسکے پاس سے گزرتی چلی گئی-

لعنت بھیجتے ہیں ہم ان پیسوں پر-"اس نے ایک حقارت بھری نظر ان پیسوں پر ڈالی اور انہیں اکٹھا کرنے" کے بجائے اپنی کار کی طرف آ گئی-بونٹ کے پاس زمین پر اسے کچھ چمکتا ہوا نظر آیا-اسکے قدم بے اختیار اُس جانب اُٹھنے لگے۔نیچے گرے ہار کو اس نے اُٹھا کر ہاتھ میں تھام لیا-دس انچ تک لمبا تھا وہ۔اسکے درمیان میں تین بڑے بڑے سکے بنے تھے۔جن کی چوڑائی ایک انچ تک ہو گی-عجیب سا تھا وہ، مگر حیرت کی بات یہ تھی کہ ان تین سکوں کے درمیان میں دو ایک ایک انچ کے لمبے زمرد کے پتھر لگے تھے-خوبصورتی سے تراشے ہوئے-"مرکت"اسکے لب آپ ہی آپ ہِلے تھے-اُنگلیوں کی پوروں سے اسکی ہموار سطح پر ہاتھ پھیرتے نیلم کی آنکھیں چمک اُٹھی تھیں-

اگلے ہی پل اسے اپنی حرکت خاصی غیر مناسب لگی-یہ اُسی بد تمیز کا ہے یقیناً، ہمیں اسے یہیں چھوڑ دینا چاہیے۔دماغ نے مشورہ دیا-

اللہ کی زمین پر پڑا ملا ہے۔کیا پتا اللہ تعالیٰ یہی چاہتے ہوں کہ یہ ہم رکھ لیں-واؤ کتنے چمکدار ہیں یہ۔"دل" کی آواز پر وہ کان دھر بیٹھی تھی-روڈ سنسان تھا، اچانک اسے اندھیرے اور دیری کا احساس ہونے لگا۔جلدی سے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور ہینڈ بیگ میں نیکلس ڈال کر کار ریورس کرنے لگی-ساتھ ہلکا ہلکا میوزک بھی لگا

چکی تھی- سرشاری کی سی کیفیت اُبھرنے لگی تھی اسکے من میں- وہ ایسی ہی تھی کچھ پاگل سی جذباتی سی، عقل سے زیادہ جذبوں کی ماننے والی، دیوانی سی تھی وہ-

اسے پتا تھا کہ عید کے پانچویں روز اسکا آہل سے نکاح ہونے والا ہے، اسے پتا تھا کہ وہ ٹائیگر کی پُر کشش شخصیت کے سحر میں جکڑ چکی ہے۔ مگر وہ جیسے اپنے من پسند بے جان پتھر کو پا کر ہی سب فراموش کر چکی تھی- ابرار صاحب گھر کا بجٹ بہت سوچ سمجھ کر چلاتے تھے اور زیادہ تر دادو کے ہاتھ میں تھا۔ فضول خرچی کی سخت ممانعت تھی۔ صاعقہ کی شادی کی تیاریوں کیلیے پیسہ جمع کیا جا رہا تھا۔ ایسے میں یہ قیمتی پتھر، گو کہ بہت قیمتی نہ تھا۔ مگر اسکی پہنچ سے کچھ دور تھا- اب جب اسے مل گیا تھا تو وہ خوشی سے سرمست ہر بات بھول گئی-

****

ایم آز پلازہ میں قدم رکھتے ہی وہ تیزی سے آگے بڑھا اور لفٹ سے اوپری منزل پر جانے لگا- تقریباً آخری منزل پر-

طویل راہداری سے گزرتے اسکے قدموں کی آواز بہت اونچی تھی۔ اس منزل پر اتنا سناٹا تھا کہ سوئی بھی گرتی تو باآسانی اسکی آواز سنی جاسکتی تھی- وہ دائیں جانب مڑ گیا- ڈیجیٹل ڈور لاک کھولنے کے بعد وہ اندر آیا۔ یہ کمرہ کچھ زیادہ بڑا نہیں تھا بس مناسب سائز کا تھا- اس نے لوہے کی صاف چمکتی الماری کھولی- اندر بہت سے ڈبے پڑے تھے سیاہ، مہرون اور کریم کلر کے- سیاہ رنگ کے لوہے کے ڈبے پر بھی ڈیجیٹل لاک تھا جسے کھولنے کے بعد اس نے اُس ڈبے میں بنے ایک چھوٹے دراز کو کھولا- ہیروں کی چمک اسکی غلافی آنکھوں میں عکس بن کر

اُبھری تھی- عنابی ہونٹ آپ ہی آپ کھل اُٹھے تھے- پھر اسنے اپنی پینٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا- دائیں کے بعد بائیں جیب ٹٹولی۔ پھر دونوں کو چیک کیا- اچانک اسے بڑی گڑبڑ کا احساس ہوا- اسکے چہرے پر ناگواری کے ساتھ غصہ بھی عیاں تھا- وہ ایک بار پھر چیک کرنے لگا-

اوہ نو! اس نے دائیں ہاتھ کا مکا بناتے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر پوری قوت سے دے مارا-

پھر لوہے کا سیاہ ڈبہ بند کر کے پنڈولم کی طرح اِدھر سے اُدھر چکر کاٹنے لگا- سوچنے لگا-

چلا گیا- وہاں پر ڈیلنگ کی اور ایک نیکلس لے کر واپس آگیا- embassy inn پارٹی کی کال آئی۔ وہ واپس آتے ہوئے وہ ہار اسکی پینٹ کی پاکٹ میں ہی تھا- پھر وہ لڑکی ٹکرائی- اسکے ذہن کے پردے پر کم عمر بے تحاشا حسین لڑکی کا چہرہ لہرایا۔ جو مسلسل بول رہی تھی-

جھک کر دیکھو گے تو نظر آئے گا نا۔ ایک جملہ تھا جو اسکی سماعت سے ٹکرایا اور پھر۔۔

وہ ہار وہیں گر گیا ہوگا- اس سوچ کے آتے ہی وہ تیز قدموں سے واپسی کو چل پڑا- لفٹ لے بٹنوں پر بار بار ہاتھ مارتا ایسے جیسے ایک پل میں وہ اسے گراؤنڈ فلور پر پہنچا دے گی- وہ بہت عجلت میں پلازہ سے باہر نکلا۔ گارڈز الرٹ ہو گئے۔ وہ پجارو اسٹارٹ کر چکا تھا- سیکیورٹی گارڈز اسکے پیچھے ہی دوسری گاڑیاں لے کر نکل پڑے۔ دھول اُڑاتی تمام گاڑیاں چند پل میں ہی پلازہ کی حدود سے باہر نکل گئیں-

ہار وہاں ہوتا تو ملتا۔ چند نوٹ اب بھی وہاں گرے پڑے تھے۔ مگر جو چیز قیمتی تھی۔ وہ غائب تھی- اس نے کتنی ہی بار بوٹ کی نوک سے وہ جگہ چیک کی۔ جہاں نیلم کی کار کھڑی تھی۔ مگر وہاں کچھ نہیں تھا-

کیا وہ نیکلس اُس لڑکی کے ہاتھ لگ چکا ہے؟ یہ آخری سوچ تھی۔ جو منہاج عز ضحاک کے دماغ میں اُبھری تھی-

مجھے وہ نیکلس ہر حال میں واپس چاہیے۔اس کیلیے اُس لڑکی کو تلاش کرنا ہو گا۔ مگر کیسے ؟؟ وہ ایک بہت عجیب کشمشکش میں پھنس گیا تھا -

اُس ہار کی ساخت ہی ایسی ہے کہ کوئی بھی سمجھ جائے کہ یہ کوئی عام نیکلس نہیں ہے۔اگر اُس نے اسے کھول لیا تو ؟ اسکا دماغ اُلجھے جا رہا تھا- نقصان پر نقصان اسے لگ رہا تھا جیسے ڈیک اسکا صرف رائٹ ہی نہیں لفٹ ہینڈ بھی تھا- حبیب اسکا دوست تھا۔وہ اسکا ماتحت نہیں تھا۔ جبکہ ڈیک کی بات الگ تھی -

****

گھر پہنچ کر بس اسکی جتنی بے عزتی ہو سکتی تھی، اُتنی ہوئی۔آہل دادو کو ٹوکتا رہا۔ مگر اُنہوں نے اسے سب کے سامنے ذلیل کر کے ہی دم لیا تھا- لیکن وہ نیلم ہی کیا جسے بے عزتی محسوس ہو جائے۔وہ بھی دادو کی- کچھ دیر سُننے کے بعد وہ کار کی چابیاں آہل کی جانب اُچھال کر یہ جاوہ جا ہو گئی- عالیہ بیگم اسکے انداز پر ضبط کے گھونٹ پی کر رہ گئیں تھیں-آہل کا دل بھی سُکڑ سا گیا تھا۔ کیا کیا نہیں سوچا تھا کہ عید کا چاند اکٹھے چھت پر دیکھیں گے۔ آنے والے کل کے بارے میں کچھ خواب پروئیں گے- مگر یہاں تو وہ اسے گھاس ڈالنے کو تیار ہی نہ تھی- رات ایک بجے انکی واپسی ہوئی تھی- نیلم نے اوپر آ کر ڈور لاک کیا اور جلدی سے بیڈ پر چڑھ کر بیٹھ گئی- ہینڈ بیگ اُٹھایا اور اس میں سے ہار نکال کر اشتیاق سے دیکھنے لگی -

اتنی چمک تھی اس میں کہ نیلم کی آنکھیں جگمگا اُٹھیں- اگر زمرد (مرکت) کو پانی میں ڈال دیا جائے تو اپنی بے پناہ چمک کے باعث وہ پانی کا رنگ اپنے جیسا کر لیتا ہے۔- اسکا دل چاہا یہ تجربہ کرنے کو۔ مگر اس ہار میں تین

بڑے بڑے سِکوں کی موجودگی عجیب سی تھی -ایسے جیسے کوئی گول چھوٹی ڈبیا ہو۔ جس کے اندر کچھ بھرنا ہو -

یہ اصلی مرکت ہے؟"اس نے غور سے قریب کرتے دیکھا-اس میں سے اگر اسے الٹرا وائلٹ شعاؤں کے " لیمپ میں دیکھا جائے تو اسکی اصلیت معلوم کی جاسکتی تھی -اگر اسکا رنگ نہیں بدلا تو اصلی۔ اگر اس میں لال رنگ کی جھلک نظر آگئی تو نقلی- مگر اسکے پاس ایل ای ڈی لیمپ تھا -

چھوڑو اتنا اصلی نقلی۔ اتنا امیر زادہ تھا اُسے کیا ضرورت نقلی مرکت خریدنے کی۔"اس نے اپنے آپ سے ہی " کہتے کھلکھلاتے ہوئے زمرد جڑے ہار کو اپنی صراحی دار گردن کی زینت بنالیا -

****

رات کوئی نو بجے کا وقت تھا۔ لوگوں کی چہل پہل جاری تھی۔ بازاروں میں حد درجہ نا سہی مگر کچھ رش تو تھا ہی- وہ یمامہ گولڈ مارکٹ میں کھڑا کوئی بمشکل اٹھارہ سال کا لڑکا ہو گا۔ اس کے برابر میں ایک پیاری سی خوش شکل لڑکی کھڑی چہک چہک کر ہر پہنائے جانے والے بریسلیٹ کو انکار کر رہی تھی- مگر مقابل کی کشادہ، سفید پیشانی پر ایک بھی لکیر ناگواری کی نہیں پڑی تھی -

بس کرو ثوبی اور کتنے نخرے کرو گی۔ پوری مارکیٹ چھان لی ہے۔ مگر مجال ہے جو تمہیں کچھ پسند آیا ہو۔ بلا کی پُرکشش شخصیت کا مالک وہ لڑکا ملامتی انداز میں بولا۔

بھیا مجھے وہی بریسلیٹ چاہیے۔ جو آپ نے اُس عربی شاعری والی کیلیے خرید ا ہے۔ وہ بیگ جھلاتے ہوئے نخریلے انداز میں بولی -

مم میں نے ؟؟؟ مقابل کو گویا چار سو چالس والٹ کا کرنٹ لگا تھا- برداشت کرنا مشکل تھا۔ تقریباً چلاتے ہوئے بولا -

بالکل آپ نے خرید ا ہے۔ میں نے دیکھا تھا۔ وہ شانِ بے نیازی سے منہ پھلائے بولی -

ثوبی پیاری ! نو مور بٹر نگ۔ ہاتھ اُٹھا کر مزید کہنے سے انکار کیا گیا تھا- دونوں ساتھ ساتھ چلتے محوِ گفتگو تھے- جب وہ اسکے آگے آکھڑا ہوا۔

یہ لو، گولڈ کا نفیس سا بریسلیٹ پینٹ کی جیب سے نکالتے اس نے بہت چاہت سے اپنی بہن کی کلائی پر باندھا تھا -

لو یو سو مچ بھیا۔" وہ اسکے بازو کو اپنی لپیٹ میں لیتے اسکے اوپر سر رکھتے بولی- وہ ہولے سے مسکرا دیا تھا- ایک" بازو اسکی گرفت میں تھا۔ جبکہ دوسرے میں اس نے تمام شاپنگ بیگز سنبھال رکھے تھے۔ یہ سب اسکی ثوبیہ کی کل یعنی عید کی شاپنگ تھی۔ وزنی بیگ ایک ہاتھ میں اُٹھانے سے اسکے ہاتھ تھک گئے تھے۔ مگر وہ چاہ کر بھی اسکا ہاتھ اپنے بازو سے نہ نکال سکا -

بھیا آپ اُس لڑکی سے فرینڈ شپ ختم کر دیں۔ شی از سو کلیور۔ وہ چلتے چلتے بولی -

لیو دِس ٹاپک۔" لڑکا ہر جذبات سے عاری لہجے میں بولا- ثوبی نے اسکے بازو پر ٹکایا سر اُٹھایا" -

اچھا ہم اُس کیلیے بھی کچھ خرید لیتے ہیں۔ وہ رُک گئی- اسے بھی رُکنا پڑا تھا۔ بازو جو ثوبی نے تھام رکھا تھا -

اس احسان کی وجہ؟ تبسم سا بکھر گیا تھا اسکے عنابی ہونٹوں کی تراش میں۔اس نے گھور کر اپنے سے ایک سال بڑے بھائی کو دیکھا۔

اچھا چلو! وہ اسکے ساتھ ہو لیا۔

دوبارہ مارکیٹ کے اندر چلے آئے۔اسے میرے بیگ میں مت ڈالیں۔وہ لوگ ایک نازک سی رِنگ لے کر شاپ سے نکلے تھے۔رِنگ خود ثوبی نے ہی پسند کی تھی۔

اوکے اوکے نہیں ڈالتا۔کم آن سسٹر تم اتنا جیلس کیوں ہوتی ہو؟ وہ اسکے شانوں کے گرد بازو پھیلاتے پوچھ رہا تھا۔

آئی ڈونٹ نو۔بٹ میری کوئی فرینڈ نہیں، کوئی کزن نہیں یہاں، بچپن سے ہم بہن بھائی سے زیادہ دوست رہے ہیں۔مگر جب سے وہ آئی ہے۔آپ کی اس سے زیادہ فرینڈ شپ ہو گئی ہے۔آئی نو آپ اس سے عید پر بھی ملنے جائیں گے۔وہ اُداسی سے بولی۔

میری بہن ہی میری دوست ہے۔پہلی اور آخری دوست، اگر ثوبی کہے گی کہ مت جاؤ تو منہاج اُس سے ملنے نہیں جائے گا۔وہ اسکے کندھے پر دباؤ ڈالتا ہلکے پھلکے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

پکا پرامس؟ وہ رُک کر اسکی جانب ہاتھ بڑھاتے بولی۔

ہاں پکا پرامس۔وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر مروڑتے بولا۔

آہ!! وہ چیخی۔ساتھ ہی دو تین مکے اسکے کندھے پر جڑ دیے۔

آپ کی وجہ سے ہمیشہ مجھے تکلیف پہنچتی ہے۔وہ سُرخ ہوتے ہاتھ پر پھونک مارتی خفگی سے بولی۔

وہ جو ماضی کی خوشگوار یادوں کو سوچنا چاہتا تھا۔ محسوس کرنا چاہتا تھا۔اچانک اس جملے کی بازگشت پر تلخ حقیقت کی جانب کھنچا چلا گیا- کل عید تھی۔ پورا شہر خوشیاں منا رہا تھا- کبھی تیس روزے رکھنے والا صوم وصلوۃ کا پابند - شخص پچھلے گیارہ بارہ سال سے کافر بنا بیٹھا تھا

تمہیں میری وجہ سے ہی تکلیف اُٹھانی پڑی ثوبی- تمہاری موت کا ذمہ دار کہیں نا کہیں میں بھی ہوں۔ تم نے کتنا کہا تھا۔ بھیا شی از کلیور۔ مگر میں نہیں مانا۔اس نے کرب سے آنکھیں موند لیں۔ پھر سینے سے لگی تصویر دیکھنے لگا- مسکراتا چہرہ ہر فکر سے آزار تھا-اسکے آنسو اس کھلکھلاتے چہرے پر گر رہے تھے-بے آواز روتے -روتے اسکی آواز بلند ہو چکی تھی

بھیا! بھیا!! آگ کے شعلوں کی لپیٹ میں وہ وجود صرف ایک ہی شخص کو پکار رہا تھا اور اس شخص کو لگ رہا تھا کہ دہکتے شعلوں کی لپیٹ میں وہ وجود نہیں بلکہ اسکا دل جل رہا تھا- صرف جان اُسکی نہیں نکل رہی تھی-وہ بھی بے جان ہو گیا تھا-اسکو دیکھنے والی غلافی آنکھوں نے اُس پل اپنی بینائی سلامت ہونے پر شدت سے افسوس کیا - تھا-یہ منظر دیکھ لینے سے پہلے اندھے ہو جانی کی دعا شدت سے اسکے من میں سر اُٹھا رہی تھی

ثوبی! ثوبی بھیا کی جان!! وہ روتے میں چلا رہا تھا-خوبصورت شیشے کا فریم اب بھی اسکے سینے سے لگا تھا-اسٹڈی --کے در و دیوار آٹھ سالوں سے اس شخص کی یہ کراہیں سُن رہے تھے۔اپنے اندر جذب کر رہے تھے

"بچھڑ جانے کی اذیت موت جیسی ہے"

"موت بھی وہ جو روز آتی ہے"

****

پستہ رنگ کا گھیر دار شیفون کا فراک جسکے بارڈر پر گہرے لال رنگ کی بڑے بڑے پھولوں والی بیل بنی تھی۔ ساتھ اسی رنگ کا چوڑی دار پاجامہ اور پستہ رنگ کا ہی دوپٹہ تھا- گاجری رنگ کی لپ اسٹک لگاتے اس نے آئینے میں اُبھرتے اپنے عکس پر ایک تعریفی نظر ڈالی تھی- شہد رنگ زُلفوں کو کھلا چھوڑ رکھا تھا- جیولری کے نام پر صرف ناک میں موجود نوز پِن تھی- الماری کھول کر اس نے اپنا ہینڈ بیگ نکالا اور اس میں سے وہ نیکلس نکال کر پہننے لگی-

یہ اسٹون ہمارے لیے بہت لکی ثابت ہو گا۔" زمرد کے پتھر پر ہاتھ مارتے وہ آپ ہی آپ خوش فہمیوں میں" مبتلا ہونے لگی-

گڑیا بابا آ گئے ہیں عید کی نماز پڑھ کر۔ صاعقہ کی آواز قریب آنے لگی تھی- اس نے جھٹ دوپٹہ دونوں شانوں پر اس طرح پھیلا لیا کہ گردن نظر آنا بند ہو گئی-

چلو آؤ بابا سے عیدی لیں- ماشاءاللہ نظر نہ لگے- اللہ نظرِ بد سے بچائے. صاعقہ تیزی سے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ جیسے ہی اس اپسرا پر نظر پڑی وہ دم بخود ہو کر رہ گئی-

اچھا چلو، اسکا ہاتھ تھامے وہ سیڑھیاں اُترنے لگی- مہرون رنگ کے لباس میں صاعقہ بھی آج جلوے بکھیر رہی تھی- وہ جو بس ہار پہن کر دیکھنے کے بعد اُتارنے کا سوچ رہی تھی۔ اب مصیبت میں پھنس گئی تھی-

بابا کہاں گئے دادو؟ نیچے آئیں تو ابرار صاحب غائب تھے-

ڈاکٹر صاحب کا بلاوا آیا تھا۔ کوئی بچہ لے کر اُدھر ہی گیا ہے آجائے گا- تو سویاں بھیج دے پڑوس میں کسی بچے کے ہاتھ۔ دادو نے ٹی وی پر عید اسپیشل پروگرام دیکھتے جلدی سے کہا اور پھر اپنے پسندیدہ مشغلے کی جانب متوجہ ہو گئیں-

صاعقہ نے ٹرے میں میٹھے کی پلیٹ رکھی اور اوپر جالی کا سفید بے داغ کپڑا ڈال دیا-

آپی اسے پکڑاؤ ادھر۔ صاعقہ نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

اوہو دو تو سہی۔ اس نے آگے بڑھ کر ڈِش تھام لی-

ہم دے کر آتے ہیں۔ وہ جلدی سے بولتی گیٹ عبور کر گئی- صاعقہ ششدر کھڑی رہ گئی- اس نے گیٹ سے باہر نظر دوڑائی مگر وہ بوتل کے جن کی طرح غائب ہو چکی تھی ---

****

انس تیزی سے ہاتھ چلا رہا تھا- نیلے نیلے رنگ کے پیکٹس کو کھول کر وہ آٹے کے خالی تھیلوں میں بھر رہا تھا۔ ان پیکٹس میں سے چھوٹے چھوٹے ہیروئن کے پیکٹس نکل رہے تھے- سیاہ پینٹ شرٹ میں ملبوس وہ رف سے حلیے میں تھا۔ ابھی عید کی نماز پڑھ کر کپڑے تبدیل کرتے ساتھ اپنے ذمے لگا کام نبٹانے لگا- ٹائیگر ابھی تک نہیں آیا تھا۔ وہ عید کی نماز کے بعد جانے کہاں غائب ہو چکا تھا- خیر وہ تو ایسی مخلوق تھی۔ جسکا ایک پل سے زیادہ ایک ہی جگہ ٹھہر جانا ناممکنات میں سے تھا-

اس نے دروازے تک پہنچتے شانوں پر پھیلا دوپٹہ ایک طرف ڈالا۔ بالوں کو ایک ہاتھ سے سیٹ کیا۔ دوسرے میں ڈش تھی۔ ہونٹوں کو باہم ملا کر لپ اسٹک ٹھیک کی اور نزاکت سے دو اُنگلیاں موڑ کر دروازہ بجایا-

کھٹکے کی آواز پر اس نے گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ ہیروئن کے پیکٹس جا بجا بکھرے تھے- محلے میں ان کی کسی سے زیادہ دعا سلام نہیں تھی تو کون آسکتا تھا؟ وہ سارے پیکٹس کا ایک کونے میں ڈھیر لگا کر جلدی سے تھیلہ سائڈ پر رکھتے کھڑا ہو گیا- اسکے ہاتھ پھرتی سے چل رہے تھے- وہ دروازہ کھولنے کیلیے خود کو ریلکس کرنے لگا- ابھی ہاتھ بڑھایا ہی تھا کنڈی کو کھولنے کیلیے۔ جب اس کی نظر کچن کاؤنٹر پر پڑی جہاں چند اور ہیروئن کے پیکٹس تھے-

اوہ مائی گاڈ یہ کب رکھے میں نے یہاں؟ وہ بڑبڑاتا ہوا کچن کی جانب چل دیا- دروازہ اب اور زور سے بجنے لگا- جب اسے کچھ سمجھ نہ آئی تو جلدی سے خالی شوگر پوٹ میں وہ پیکٹس ڈال دیے- پھر ہاتھ جھاڑتا لمبے سانس لیتا مقفل دروازہ وا کر دیا-

آآ آپ؟؟؟ چند ثانیے کو تو وہ دنگ ہی رہ گیا۔ سامنے کھڑی لڑکی کسی اپسرا سے کم نہیں تھی۔ حُسن تھا کہ قیامت ڈھا رہا تھا۔ اوپر سے اسکی تیاری-

وہ ہم میٹھا لائے تھے- وہ خوشی سے کہتے خود ہی اندر چلی آئی- انس کو اس سے اتنی بے وقوفی کی اُمید نہیں تھی-

ارے آپ وہاں کیوں کھڑے ہیں؟ چیک کریں نا کیسی بنی ہیں اور برتن بھی خالی کر دیں۔ وہ کچن کاؤنٹر پر ڈش رکھ کر پلٹی تو وہ ابھی تک دروازے میں بُت بنا کھڑا تھا-

جی جی ! وہ مروتاً مسکراتا اندر آیا۔ دروازہ کھلا چھوڑ دیا۔ وہ لڑکی بے وقوف تھی۔ مگر وہ مزید بے وقوفی کا مظاہرہ نہیں کر سکتا تھا- ایک بار تو اسکا دل چاہا کہ دو چماٹ لگا کر کہے کہ میں گھر میں اکیلا ہوں۔ منہ اُٹھا کر اندر چلی -آئی ہو

-یہ لیں۔ اس نے چمچ انس کو تھمایا اور اسکا چہرہ ایسے دیکھنے لگی جیسے ماسٹر شیف چل رہا ہو اور وہ جج ہو"

-بہت اچھی ہیں۔ وہ پھیکی سویاں کھاتے بمشکل بولا

اچھی ہیں ؟؟ بالکل پھیکی - بھلا چھوٹی عید پر بھی کوئی پھیکی سویاں کھاتا ہے - مگر ابا کی شوگر کی وجہ سے ہمیں کھانی پڑتی ہیں۔ مگر اس میں آپ کا کیا قصور ؟ آپ تو میٹھی سویاں کھائیں۔ ہیپی ہارمونس بڑھائیں -اس کی زبان بجلی کی رفتار کا مقابلہ کر رہی تھی۔ ساتھ ساتھ وہ شوگر پوٹ بھی کھول رہی تھی۔ جیسے جیسے شوگر پوٹ - کُھلتا جا رہا تھا۔ انس کے چہرے پر پسینے کے قطرے نمودار ہوتے جا رہے تھے

شوگر پوٹ میں چینی کے بجائے چھوٹی چھوٹی تھیلیوں میں سفید رنگ کا پاؤڈر بند تھا- اب پسینے آنے کی باری -اسکی تھی۔ اس کے ہاتھ کپکپائے، پوٹ نیچے گر گیا- جا بجا ہیروئن کے پیکٹس بکھر گئے

اسی پل ٹائیگر داخلی دروازے سے اندر آیا۔ سامنے کا منظر ایک پل میں اسے سب سمجھا گیا- اس نے دروازہ لاک کیا اور اپنی پینٹ کی پچھلی پاکٹ سے ریوالور نکال کر منہ پر ہاتھ رکھے کپکپاتی لڑکی کی جانب بڑھا۔

شش ! ! ! آواز نہ نکلے تمھاری۔ وہ اسکے منہ پر ہاتھ رکھے اسے دیوار سے لگا چکا تھا- ریوالور کی موزل خوف کے مارے لرزتی لڑکی کے ماتھے پر تھی- اسکی جھیل سی آنکھوں سے نمکین پانی کی دھاریں بہنے لگیں- اسے اس بار پسٹل سے زیادہ خوف مقابل کی اجنبیت بھری نگاہوں سے آ رہا تھا- بالکل بیگانہ نگاہیں، اتنی اجنبیت تھی ان -میں کہ نیلم کا دل کٹ کر رہ گیا

ٹائیگر! انس آگے بڑھا- ٹائیگر نے کاٹ دار نظروں سے اسے دیکھا- پھر نیلم کو کھینچتے ہوئے اُسی کمرے میں لے آیا۔ جہاں ایسی ہی نشہ آور اشیاء بکھری پڑی تھیں-

نیلم ہلکی ہلکی سسکیوں سے رو رہی تھی- ٹائیگر لال بھبھوکا چہرہ لیے کمرے کے ایک کونے سے دوسرے کونے میں چکر لگا رہا تھا۔ جب کہ انس شرمندہ شرمندہ ایک طرف کھڑا تھا-

اس مسئلے کا ایک ہی حل ہے مار دوں اِسے۔ ٹائیگر اچانک رُکتے ہوئے سفاکی سے بولا- نیلم ڈر کے مارے کچھ پیچھے کو کھسک گئی- اسکی آنکھوں سے جھرنا بہہ رہا تھا- تمام حسیات جیسے سو گئیں تھیں- وہ چیخنا چلانا چاہتی تھی مگر بے سُدھ۔

چڑیا سا دل کپکپائے جا رہا تھا- آواز نکلنے سے انکاری تھی- ٹائیگر نے انس کو اشارہ کیا۔ جو ابھی تک اسکی بات سُن کر سکتے میں تھا-

گو!! ٹائیگر نے غصیلے لہجے میں کہا-

نہیں ہہ ہم نیلم پیچھے کھسکتی دیوار سے لگ چکی تھی۔ ٹائیگر وہیں کھڑا تھا۔ بے تاثر چہرے کے ساتھ- انس اندر داخل ہوا ایک رومال اسکی جانب بڑھایا-

بابا! وہ اپنے پورے زور سے چیخی تھی۔ مگر آواز اتنی بھی بلند نہ تھی کہ ساتھ والے مکان تک جاتی۔ اس سے قبل کہ اسکی آواز بلند ہوتی۔ وہ آگے بڑھا اور رومال اسکے منہ اور ہونٹوں پر پوری قوت سے دبا دیا- چند پل کیلیے وہ پھڑ پھڑائی تھی۔ پھر جھول کر زمین بوس ہو گئی- گلے میں موجود نیکلس میں لگے وہ زمرد کے پتھر اب بھی چمک رہے تھے-

ٹائیگر نے ایک بڑے کتھئی رنگ کے تھیلے میں اسے ڈال کر اوپر سے منہ بند کر دیا- پھر کال ملائی اور دس منٹ بعد اس بورے کو اپنے کندھوں پر اُٹھاتا باہر نکل آیا۔ جہاں ایک وین اسکی منتظر کھڑی تھی -اپنے کندھے کا بوجھ ہلکا کر کے وہ آگے وین ڈرائیور کے ساتھ بیٹھ گیا- وین زناٹے سے اس محلے سے نکلی تھی -

****

ابھی تک آئی نہیں نیلم ؟ابرار صاحب نے دوسری بار پوچھا تھا -

نہیں بابا ابھی تک نہیں آئی۔ عید ہے، کیا پتا آنٹی نے روک لیا ہو۔ صاعقہ بہانے تلاش کرتی بولی- اب کیا بتاتی کہ نیلم ساتھ والوں کے گھر گئی ہے۔ جہاں صرف دو لڑکے رہتے ہیں- اگر بتا دیتی تو دونوں کی شامت آجانی تھی دادو کے ہاتھوں۔ اوپر سے عید کا دن بھی خراب جاتا- اندر ہی اندر وہ پریشان ہو رہی تھی۔ پچیس منٹ ہو چکے تھے -

ہاں ہاں ہم گھر پر ہی ہیں۔ آپ لوگوں کا ہی انتظار ہو رہا ہے- جی اچھا۔ ابرار صاحب سیل فون کان کو لگائے کچن کی طرف آئے۔ جہاں صاعقہ کاؤنٹر سے ٹیک لگائے کچھ پریشان سی کھڑی تھی -

صاعقہ بیٹا تمہاری تائی لوگ آ رہے ہیں- دوپہر کے کھانے کا انتظام کر لو- اور یہ نیلم کہاں ہے ؟ ابھی تک نہیں آئی۔ موبائل جیب میں ڈال دیا -

بس آتی ہی ہو گی - صاعقہ نے کس دل سے یہ جملہ کہا تھا وہ ہی جانتی تھی - وہ بے دلی سے دو پہر کی دعوت کا سامان کاؤنٹر پر اکٹھا کر رہی تھی ۔ جب اسے باہر کچھ شور کی آوازیں آنے لگیں - عید مبارک، دعا سلام وہ کچن
-سے نکل آئی

-السلام علیکم تائی امی ! وہ ان سے پیار لیتی ایمن اور ایشا سے گلے ملی

-آہل اور ریان بھائی نہیں آئے ؟ اس نے تایا ابو سے پوچھا

ہمیں چھوڑ کر کسی دوست کی طرف گئے ہیں ۔ آجائیں گے گھنٹے تک ۔ سب باتوں باتوں میں ڈرائنگ روم میں
-داخل ہو چکے تھے

- نیلم کہاں ہے صاعقہ آپی ؟ ایشا نے ابرار صاحب کیلیے کرسی رکھتی صاعقہ سے پوچھا

- نیلم کو بلواؤ کسی بچے کو بھیج کر ۔ دادو نے حکم نامہ جاری کیا

جی ! وہ باہر نکل آئی - پھر گلی میں کھیلتے بچوں میں سے ایک دو کو آواز دی اور ساتھ والوں کے گھر سے نیلم کو
-بلانے کا کہا

باجی ساتھ والے گھر کو توتالا لگا ہے ۔ بچہ کہہ کر بھاگ گیا ۔ مگر اسکے گویا ہاتھ پیر پھول گئے - آسمان اسکے سر پر
-آ گرا تھا - بابا ! بابا ! ! وہ بھاگ کر ڈرائنگ روم داخل ہوئی تھی

- کیا ہوا ہے ؟ صاعقہ کی نم آنکھیں اور گھبرایا چہرہ سب کو تشویش میں مبتلا کر گیا تھا

بابا نیلم کرایے داروں کے گھر گئی تھی میٹھا دینے ۔ مگر اب تک نہیں آئی اور ساتھ والوں کے گھر تالا لگا ہے ۔ وہ
-ڈرتی ہوئی بتا رہی تھی

کیا پتا کسی اور کے گھر چلی گئی ہو عید ملنے۔ کسی سہیلی کے گھر۔ ابرار صاحب تحمل سے بولے۔ ورنہ غصہ تو بہت -آیا تھا انہیں

بابا اُسکی محلے میں کہاں کسی سے اتنی بنتی ہے۔ صاعقہ کی بات پر وہ متفق تھے -دادو اور باقی سب بھی پریشان -کھڑے تھے

****

-مصروفیت کے اس دور میں عید کا یہ دن کسی نعمت سے کم نہیں۔ ریان مسکراتے ہوئے بولا

بالکل درست فرمایا بڑے بھائی۔ وہ ہنستے ہوئے کار کی اسپیڈ بڑھا گیا تھا -روڈ خالی تھا اسی لیے -اچانک آگے پڑی -بھاری بھاری اینٹوں سے راستہ بلاک کیا ہوا تھا -کار آگے جانے سے انکاری ہو گئی تھی

میں دیکھتا ہوں۔ آہل ڈرائیونگ سیٹ چھوڑ کر باہر نکلا -ابھی وہ جھکا ہی تھا اینٹ اُٹھانے کو کہ کسی نے پیچھے سے اسے دبوچتے منہ پر کلوروفارم سے بھیگا رومال رکھ دیا -وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا تھا -ریان فوراً باہر نکلا تھا -اس نقاب پوش کو دھکا دے کر آہل کو اُٹھانا چاہا۔ جب دو تین اور نقاب پوش جانے کہاں سے نازل ہوئے تھے- لاتوں گھونسوں کی برسات کر کے اسے زخمی کر دیا۔ دو نے مل کر آہل کو وین میں ڈالا اور اپنے ساتھیوں کو -اشارہ کرتے چلتے بنے -ریان زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے چیخ رہا تھا، کراہ رہا تھا

-آہل! آہل!! وہ چاہ کر بھی اُٹھ نہیں پا رہا تھا -گھٹنوں پر بڑی بری طرح ضربیں آئیں تھیں

****

بابا آہل کو کسی نے اغواء کر لیا ہے- مجھے بہت بری طرح پیٹا ہے اُن لوگوں نے- میں ہاسپٹل میں ہوں۔ ریان پریشانی سے نم آواز میں بتا رہا تھا۔

کیا بکواس کر رہے ہو ریان ؟ انہیں لگا کسی نے انکی جان نکال لی ہو- بابا وہ چار پانچ تھے۔ میں آہل کو نہیں بچا سکا- وہ میرے سامنے میرے بھائی کو اُٹھا کر لے گئے اور میں کچھ نہیں کر سکا، وہ رونے لگا-

کس ہاسپٹل میں ہو؟ شکست خوردہ لہجہ تھا انکا- ریان نے ہسپتال کا ایڈریس بتایا۔ دوسری جانب سے جلد پہنچنے کا کہہ کر رابطہ منقطع کر دیا گیا-

نیلم گئی تو گئی کہاں ؟ تین گھنٹے ہو گئے ہیں- محلے میں بھی پتا کر چکے ہیں۔ کہیں نہیں ہے۔ ابرار صاحب ٹوٹے ہوئے لہجے میں بولتے صوفے پر گرنے کے انداز میں بیٹھے تھے- چشمہ اُتار کر ہاتھ میں تھام لیا-

آہل کو کسی نے اغواء کر لیا ہے اور ریان کو بھی مار اپیٹا ہے۔ اسرار صاحب نے بھی ایک بم پھوڑا تھا-

کیا کہہ رہے ہیں آپ؟ آہل کی کسی سے کیا دشمنی؟؟ میرا بچہ ابھی تو ٹھیک بھی نہیں ہوا تھا"ل۔ عالیہ بیگم زارو قطار رونے لگیں -

امی سنبھالیں خود کو۔ ایمن روتی ہوئی آگے بڑھی- صاعقہ ایشا سب رو رہے تھے-

دادو ! صاعقہ کے حلق سے چیخ نما آواز نکلی تھی- دادو بیٹھی بیٹھی ہی ایک جانب کو لڑھک گئیں تھیں-

اماں ! دونوں بھائی دوڑ کر ماں کی جانب لپکے تھے-

****

-اب کیا کرنا ہے ؟انس نے متفکر لہجے میں پوچھا

ٹائیگر نے ایک نظر سامنے پڑی نیلم پر ڈالی- جسکے پورے وجود پر دوپٹہ پھیلا رکھا تھا-دن کی روشنی میں بھی اس چھوٹے سے اسٹور نما کمرے میں اندھیرا تھا- دیواروں پر جانے کیاالابلا لکھی ہوئی تھی-اسپرے سے مختلف نقش ونگار بنا رکھے تھے- سیمنٹ کا فرش تھا -

اب ہاتھ پر ہاتھ دھرے تو بیٹھ نہیں سکتے۔واپس تو جانا ہو گا۔ٹائیگر نے تلخی سے جواب دیا۔

-اگر محلے والوں کو ہم پر شک ہو گیا۔گھر کی تلاشی لے لی تو؟انس کے لہجے میں خدشات بول رہے تھے

تلاشی لینے تو پولیس ہی آئے گی- کیاپتا انہوں نے بدنامی کے ڈر سے ایف آئی آر (فرسٹ انفارمیشن رپورٹ) نہ کٹوائی ہو۔کیونکہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 154 کے تحت قابلِ دست جرم کی ہی ایف آئی آر درج کی جاسکتی ہے اور قابلِ دست جرم میں اغواء بھی شامل ہے۔ مگر کسی کو نہیں پتا کہ یہ لڑکی اغوا ہوئی ہے اور ابھی تو صرف تین گھنٹے گزرے ہیں۔پولیس چوبیس گھنٹے سے پہلے ایکشن نہیں لے گی-ٹائیگر نے اندازہ لگایا -

-لیکن اُسکے گھر والوں کو تو پتا تھا نا کہ وہ ہمارے گھر آئی تھی۔انس نے سوال اُٹھایا

اور کسی کو کیا پتا ہم اُس وقت گھر پر تھے کہ نہیں- پچھلی گلی سے نکلے تھے ہم۔ کسی نے نہیں دیکھا ہو گا۔ تم صاف مکر جانا اور کہہ دینا کہ تم تو عید کی نماز کے بعد اپنے دوست کی طرف گئے تھے، اب آئے ہو- وہ پلاننگ کرنے لگا-

تو تم نہیں آ رہے ؟

نہیں صرف تم جاؤ اور سنبھالو سب۔ بگاڑا بھی تم نے ہے اور ہاں مال جلد از جلد وہاں سے نکالنے کی کوشش کرو- ٹائیگر کچھ تپے ہوئے انداز میں بولا تھا-

****

ویلکم بیک اے ایس پی آہل اسرار ! ہلکی سی آنکھ کھلی تھی اسکی جب وہی مخصوص رعب سے بھرپور آواز اسکی سماعت کا پردہ پھاڑنے لگی- اس نے بمشکل سر اُٹھا کر دیکھا تھا۔ اسکے ہاتھ پیچھے کمر پر لے جا کر باندھے گئے تھے۔ جبکہ پیر بھی رسیوں میں جکڑے تھے۔ اسے پیٹ کے بل گھاس پر پھینکا گیا تھا- سامنے ہی ایم آز کھڑا تھا- اسکے ہاتھ میں رائفل تھی وہ نشانے کی پریکٹس کر رہا تھا- وسیع و عریض رقبے پر پھیلا یہ گھاس کا میدان آہل کو جانا پہچانا لگا۔ نظر اُٹھا کر دیکھی یہ وہی فارم ہاؤس تھا-

کیا ہوا؟ پہچانا نہیں ؟؟ ایم آز ایک گھٹنے پر رائفل والا ہاتھ ٹِکا کر اسکی جانب جھکتا بولا- پھر اسکے پاس ہی ایک پیر زمین پر ٹکائے۔ دوسرا گھٹنہ موڑے بیٹھ گیا-

اگر تم نے مجھے پہلے پہچان لیا ہوتا تو آج یہ دن نہیں دیکھنا پڑتا۔ ایم آز نے اسکے بال سختی سے اپنی مٹھی جکڑ کر اسکا چہرہ اوپر کیا تھا۔ آہل نے اسکی آنکھوں میں آگ کے شعلے جلتے محسوس کیے تھے۔ وہ تو سب بھول گیا تھا۔ بالکل فراموش کر دیا تھا اس شرمناک اور تلخ حقیقت کو۔

میرا کوئی قصور نہیں مجھے ٹریپ کیا گیا تھا۔ وہ ٹوٹے پھوٹے لہجے میں کہتا بری طرح کراہ رہا تھا۔ بال اب بھی ایم آز کی سخت گرفت میں جکڑے تھے۔

ٹریپ؟؟ وہ بھی ایک پولیس آفیسر کو۔ تم اتنے احمق ہو کہ تم ٹریپ ہو گئے؟ وہ زہر خندی سے پھنکارا۔ ساتھ ہی اوندھے پڑے آہل کا منہ زمین پر دے مارا۔ اسکی دلخراش چیخ پر وہاں راؤنڈ لگاتے گارڈز بھی پل بھر کو تھم گئے تھے۔ آہل کو لگا اسکی ناک کی ہڈی ٹوٹ گئی ہو جیسے۔

تم میرے لیے کام کر رہے تھے اور میں اپنے کام میں کوتاہی اور لاپرواہی معاف نہیں کرتا۔ اس نے پھر اسکے بال کھینچتے سر پتھریلی زمین پر دے مارا۔ آہل کو اپنے سامنے کے دو دانت ٹوٹتے محسوس ہوئے۔ اب کی بار ایم آز نے اسکا سر اُٹھایا تو زمین کی سطح پر سرخ رنگ کا مادہ پھیلا دِکھا تھا۔ آہل کے منہ اور ناک سے بھی خون بہہ رہا تھا۔

کہاں لگی تھی گولی؟ اسنے دنیا جہان کی چاہت اور شیرینی لہجے میں سموتے پوچھا۔ گرفت میں خود بخود نرماہٹ سمٹ آئی تھی۔

لٹانگ میں، نا چاہتے ہوئے بھی اسکے آنسو بہہ نکلے۔ تکلیف ہی اتنی تھی"

اوہ لفٹ اور رائٹ؟ افسوس کرتے پوچھا۔

-رائٹ پر، وہ اٹک اٹک کر بولا

ایک ہی لگی تھی بس ؟آہل کے بال سنوارتے کس قدر تاسفانہ لہجہ تھا اسکا۔ جیسے پورے جہان میں ایک یہی ہمدرد ہو اسکا۔

-ہہ ہاں آہل نے تھوک نگلا- ویری بیڈ وہ کھڑا ہوا

آہل نے ایک گارڈ کو اسکے ہاتھ میں ریوالور تھماتے دیکھا- خوف سے آہل کی جان ہوا ہونے لگی- اسے موت سے پہلے ہی روح نکلتی محسوس ہوئی۔ وہ زور زور سے نفی میں سر ہلانے لگا-

ایم آز نے اسکی آنکھوں میں وہی التجا وہی خوف دیکھا تھا۔ جو آج تک وہ ہر شخص کی آنکھ میں دیکھتا آیا تھا۔ مگر وہ ٹھہرا کب تھا؟؟؟ کب کسی کی التجاؤں نے، گڑگڑاہٹوں نے، گزارشوں نے اسکے قدموں میں زنجیر ڈالی تھی؟ کبھی بھی تو نہیں -

ٹھاہ! ٹھاہ!! ٹھاہ!!! تین فائر سیدھا دائیں پنڈلی پر کرنے کے بعد وہ ہونٹوں کو سُکیڑتے سیٹی بجاتے ریوالور اُچھال چکا تھا- جسے سرعت سے اسکے ملازم نے کیچ کر لیا تھا-

جتنا نقصان تم میرا کر چکے ہو۔ اس کیلیے تمہیں اتنی آسان موت نہیں دے سکتا میں اور کیا پتا تمہیں کسی نے ٹریپ کیا تھا یا تم مجھے بے وقوف بنا رہے تھے- خیر جب تم مجھے بتا دو گے۔ تم نے کس کے کہنے پر یہ کیا۔ میں تمہیں آسانی سے مار دوں گا۔ لیکن اگر تم نے ہونٹ سیے رکھے تو مجھے درندگی پر اُترنا پڑے گا۔ وہ اسکے اوندھے پڑے نیم بے ہوش وجود کو دولاتیں رسید کرتا اپنے گارڈز کو اشارہ کرتا نکل گیا-

پندرہ منٹ بعد اسکے بے ہوش وجود کو بیسمنٹ میں منتقل کر دیا گیا تھا-

****

دادو! دادو!! آپ ٹھیک تو ہیں؟ صاعقہ نے سب سے پہلے ان کی آنکھوں کو حرکت کرتے دیکھا تھا- لپک کر انکی جانب بڑھی-

اماں آپ نے تو جان نکال دی تھی ہماری- اسرار اور ابرار صاحب دونوں ان کے دائیں بائیں آ بیٹھے تو صاعقہ کھڑی ہو گئی- ابرار صاحب کے ڈاکٹر دوست ہی ان کو ٹریٹمنٹ دے کر گئے تھے-

نیلم! آہل!! وہ بس اتنا ہی بول سکیں- ابرار صاحب نے انکا گرم ہاتھ اپنی گرفت میں لیتے محبت سے دیکھتے کہا-

اماں آپکی طبیعت ٹھیک نہیں ہے ٹینشن مت لیں۔ ان کے بال سنوارے تھے-

میں کہتی تھی بیاہ دے اسے۔ اسی دن کا خوف تھا- جانے کن ہاتھوں میں پڑ گئی ہو گی۔ میرا دل بند ہوئے جا رہا ہے ابرار۔ وہ رو پڑی تھیں۔ انکی بات پر صاعقہ کا دل بھی پھٹ پڑا تھا- اب کمرے میں اسکی سسکیاں گونج رہی تھیں۔

اماں اللہ سب بہتر کرے گا- عزت اور ذلت اُسی کے ہاتھ میں ہے آپ ہمت کریں، دعا کریں۔ سب ٹھیک ہو جائے گا- اب کی بار اسرار صاحب نے دلاسا دیا تھا۔

آہل کا کچھ پتا چلا؟ انہیں دوسری فکر لاحق ہو گئی-

ایف آئی آر درج کروا آئے ہیں تھانے میں -ایس پی صاحب کو بھی اطلاع ہو گئی ہے۔وہ لوگ اُسے جلد تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔یہ عام کیس نہیں ہے۔یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اے ایس پی آہل کو پولیس محکمے کے دشمنوں نے اغواء کیا ہو۔ہو سکتا ہے وہ پولیس سے کوئی ڈیمانڈ کریں-ابھی تک کیس کا صحیح علم نہیں ہو سکا۔ -انکی تفصل پر وہ اور افسردہ ہوتیں نم آنکھوں کے گوشے صاف کرنے لگیں

دونوں خاندان پریشان کھڑے تھے۔قسمت نے کیا عجب ستم ڈھایا تھا۔وہ جو خاندان بھر کو انکے نکاح کی -خوشخبری دینے کا سوچ رہے تھے۔اب انکی گمشدگی پر اشک بہا رہے تھے

جانے والے نے یہ بھی نہ سوچا محسن

جو انہیں دیکھ کر جیتے ہیں وہ کدھر جائیں گے ؟؟؟

****

گلاب کی پنکھڑی کی مانند لب ہلکے سے وا ہوئے تھے- سسکی سی آزاد ہوئی تھی ان سے -گلابی عارضوں پر سایہ فگن دراز خمدار پلکوں میں لرزش سی پیدا ہوئی تھی- سجدے کی حالت سے رکوع میں آتے ان پلکوں نے چند ساعتیں طے کی تھیں- ہلکے سبز رنگ کی گہری جھیل سی آنکھیں جب آس پاس کے منظر سے روشناس ہوئیں تو ان میں خوف در آیا تھا-سامنے بیٹھے دلکش نقوش کے حامل شخص نے اسکی ایک ایک حرکت بڑی دلچسپی سے

نوٹ کی تھی-وہ کُرسی کو موڑ کر اسکی پُشت سے پیٹ لگائے اور کہنیاں بیک کے سرے پر ٹکائے،ٹانگیں -دونوں طرف سے نکال کر بیٹھا تھا-اسکے ایک ہاتھ میں سیاہ رنگ کا ریوالور تھا

بڑی نازک مزاج ہیں آپ۔اتنا وقت لگا یا ہوش میں آنے میں۔دلنشین لہجہ تھا- نظریں اب بھی سامنے پڑے -ساکت وجود پر گڑھی تھیں

آپ ہمیں مت ماریں۔وہ روتے ہوئے کسی بچے کی طرح بولی تھی-ہاں اپنی جگہ سے وہ ایک انچ تک نہ ہلی -تھی

-اوہ سوری یار مارنا تو پڑے گا تمہیں۔آخر کو تم میرے راز سے آشنا ہو چکی ہو۔وہ ریوالور کو گھماتے ہوئے بولا

ہم سوری کرتے ہیں۔اب کبھی آپ کے گھر نہیں آئیں گے-کسی کو کچھ نہیں بتائیں گے۔وہ دیوار سے تھوڑا -آگے کو سیدھی ہو کر بیٹھ گئی-ہاتھ کی پُشت سے گلابی گال رگڑتے وہ معصومیت کی انتہا کر رہی تھی

ہیروئن کی فروخت دن بدن آپکی یونیورسٹی میں بڑھتی جا رہی ہے۔اب جبکہ آپ یہ سب جان گئی ہیں تو ہو سکتا ہے کہ میرا بزنس جلد ڈوب جائے۔اور آپکو پتا ہے؟میں نقصان افورڈ نہیں کر سکتا۔اسکے لہجے میں جانے کیا تھا کہ نیلم نے اپنے دل کے وال بند ہوتے محسوس کیے-پھر اچانک ہی اسے غصہ آیا تھا-ان جیسے اسمگلرز کی بناء پر -ہی تو آج یہ ملک پستی کی طرف بڑھ رہا تھا

کو نشہ بیچتے ہو؟آپکو شرم نہیں آتی یہ کام کرتے ہوئے؟"اپنی youngsters آپ اسمگلر ہو؟؟؟" جانب سے تو اسنے ملامت کرتے کہا تھا۔مگر مقابل بہت ہی ڈھیٹ واقع ہوا تھا-اسکے پھولے پھولے گلابی -گالوں کو دیکھتے وہ کس قدر محظوظ ہوتے مسکرایا تھا۔پھر کرسی سے اُٹھا اور قہقہہ لگاتے اسکی جانب بڑھنے لگا

اسمگلر؟ ہاہاہامیں مرڈرر (قاتل) بھی ہوں اور افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ اب جو میں دسواں قتل کروں گا وہ" ایک قاتل حسینہ ہو گی۔" اسکے پاس بیٹھتے وہ مزاق اُڑاتے کہہ رہا تھا- نیلم کا دل خون خون ہو گیا- پہلی بار وہ خود پاس آیا تھا۔ مگر کتنا اجنبی اور بیگانہ محسوس ہو رہا تھا-اسے لگا موم بتی کے کنارے کسی ورق کی طرح کوئی اسکا دل لیے کھڑا ہے اور اس دل کا کنارہ شعلوں کے سپرد کر دیا ہے۔ اسکی دہکتی گرم تپش سے اسکا دل پگھل کر پانی ہوئے جا رہا تھا-

ہم کسی کو کچھ نہیں بتائیں گے پرامس- ہمیں جانے دیں۔ وہ تڑپ کر فریاد کرتی معصومیت کے تمام ریکارڈ توڑ رہی تھی-

کئی بار تم ایسی بات کر جاتی ہو کہ مجھے سوچنا پڑتا ہے۔ تم ضرورت سے زیادہ معصوم ہو یا حد سے زیادہ بے وقوف۔ وہ بغور اسکے بھیگے نین تکتے ہوئے بولا۔

ہم بے وقوف ہی تو ہیں جو۔۔" اسکی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی ٹائیگر نے اُچک لی" -

جو تم سے محبت کر بیٹھے ہے نا؟؟" کتنا تذلیل آمیز لہجہ تھا اسکا۔ نیلم کے اندر تک زہر ہی زہر سرائیت کر گیا" -

ہمیں نفرت ہو رہی ہے تمہارے اس دوغلے چہرے سے۔" اب کی بار اس نے آپ کہنے کا تکلف نہیں کیا" تھا-

اور میں تو جیسے تمہاری محبت میں مرے جا رہا ہوں۔" اس نے زہر خندی سے کہا- نیلم نے شکایتی نظروں" سے اسے دیکھ

ایسے دیکھو گی تو میرا مارنے کو دل نہیں چاہے گا اور خوف بھی ہے۔ کہیں یہ نین کٹورے مجھے ہی نا قتل" کر دیں۔" صاف چڑانے والا انداز تھا۔

تم تو تب بھی ان سے قتل نہیں ہوئے تھے۔جب یہ تمہارے ٹھکرانے پر اشک بہاتے تم سے فریاد کناں "
تھے۔اب کیا خاک قتل ہو گے۔" جانے کیوں دل مان ہی نہیں رہا تھا۔اسکے اس دوغلے چہرے کو-

بند کروا پنی یہ محبت کی عدالت اور اُٹھو۔" وہ بے زاری سے بولتا کھڑا ہوا"-

اسٹینڈ اپ ! اسے شاکڈ بیٹھا دیکھ کر وہ دھاڑا-

آڈیٹوریم کا منظر تیزی سے نیلم کی آنکھوں میں سمایا تھا-اسٹینڈ اپ ! دھاڑتی آواز-"گو" حکم دیتا بھاری لہجہ-
کتنی بے وقوف تھی وہ-وہ کیسے اس آواز میں تمیز نہیں کر پائی-اسکو اپنا دماغ چکراتا ہوا محسوس ہوا- تیزی سے
کھڑی ہوئی۔ مقابل کی آنکھیں دیکھیں۔ مگر نہیں وہ ایسا تو نہیں دِکھتا تھا-

بھورے شانوں تک آتے بال، گھنی مونچھیں، پتلی ناک، گھنی پلکیں اور مقابل کی صاف چمکتی سنہری گندمی
رنگت، مغرور کھڑی ناک، بھرے بھرے کٹاؤ والے ہونٹ، کلین شیوڈ، سیاہ فوجی کٹ اسٹائل کے سلکی
بال-

آخری بار دیدار یار کر لو۔" وہ اسکے گھورنے پر پینٹ کی ایک پاکٹ میں ہاتھ ڈالتا ٹیڑھا سا کھڑا ہو گیا- نیلم اب"
براہِ راست اسکی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی-آنکھوں کی ساخت کچھ تبدیل تھی-پلکیں بھی بہت گھنی تھیں
اور لینس اُبھرے ہوئے-

تت تم کون ہو؟ کون ہو تم کیا کھیل کھیل رہے ہو میرے ساتھ؟؟ وہ ایڑھیوں کے بل اونچی ہوتی اسکا کالر
دبوچ چکی تھی-

تت تم وہی ہو اینٹری ٹیسٹ، والے قاتل ہو تم۔ کیوں کر رہے ہو یہ سب؟ کیوں بہروپیے بنے گھوم رہے
ہو؟؟ کیوں دھوکہ دے رہے ہو؟؟؟ ہم نے کیا بگاڑا ہے تمہارا؟ وہ تقریباً چلا رہی تھی-

دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا؟ کون بہروپیہ ؟ وہ اسکا ہاتھ بے دردی سے جھٹکتے بولا تھا۔ وہ لڑکھڑا کر چند قدم پیچھے ہوئی تھی-

ہم تمہاری آواز پہچانتے ہیں- تم وہی ہو۔ وہ اسکے سخت تاثرات سے خوفزدہ ہوئے بنا بولی-

تم نے لینس لگا رکھے ہیں؟ وہ یکدم پھر آگے بڑھتی اسکی آنکھوں میں جھانکتی شکی لہجے میں بولی-

دور ہٹو پاگل ہو گئی ہو تم۔ وہ اسے بے دردی سے دور دھکیل چکا تھا-

آہ--آپی! وہ لڑکھڑائی تھی۔ اسکے دھکا دینے سے بازو دیوار میں لگنے سے اسکو ہڈیاں بھی ٹوٹتی محسوس ہو رہی تھیں- آنسوؤں کے سیلاب کے ساتھ ہی بے اختیار اسکے منہ سے آپی نکلا تھا- جتنے میں وہ سنبھل کر پھر اسکی جانب دیکھتی وہ غائب ہو چکا تھا- زنگ آلود بھاری لوہے کا دروازہ چرررر کی آواز سے بند ہوا تھا- نیلم چیخ چیخ کر رونے لگی- مسلسل گریہ وزاری سے اسکی آنکھوں کے پپوٹے سوج چکے تھے-

بکواس بند کرو نہیں تو منہ توڑ دوں گا تمہارا- قاتل ہو تم ہزاروں لوگوں کی اور آگے سے اکڑ رہی ہو۔

"جب قومی ترانہ پڑھا جائے تو کیا کیا جاتا ہے۔"

اسمگلر؟ ہاہاہا میں مرڈرر (قاتل) بھی ہوں اور افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ اب جو میں دسواں قتل کروں گا۔"
"وہ ایک قاتل حسینہ ہو گی۔

"آج کینٹ اسٹیشن پر جو لوگ مرے ہیں۔ انکی موت کی ذمہ دار تم ہو۔"

"ادب سے کھڑا ہونا چاہیے نا؟؟"

کئی بار تم ایسی بات کر جاتی ہو کہ مجھے سوچنا پڑتا ہے۔ تم ضرورت سے زیادہ معصوم ہو یا حد سے زیادہ "
" بے وقوف۔

جملے آپس میں گڈ مڈ ہونے لگے۔ البتہ آواز ایک ہی تھی- اس نے زور سے کانوں پر ہاتھ رکھ لیے- چیخ چیخ کر اپنی اندر کی وحشت کو باہر کا راستہ دِکھانے لگی- خود کو پر سکون کرنے میں وہ ناکام ہوتی جا رہی تھی- اب تو حلق بھی خشک ہو چکا تھا- اسے لگ رہا تھا جیسے کچھ بہت برا ہونے لگا ہے۔ وہ کسی جال میں جکڑی جا چکی ہے- آوازیں ملتی تھیں۔ مگر حلیے بالکل مختلف تھے۔ وہ پہچان نہیں کر پا رہی تھی کہ کون اصل ہے اور کون نقل۔ مگر اتنا ضرور جان گئی تھی کہ زندگی اب ایک نئی ڈگر پر نکل چکی ہے- انجان راستوں پر جہاں فقط اندھیرے اور خوف کے اسکا استقبال کسی تیسری چیز نے نہیں کیا تھا-

****

ایم سوری ٹائیگر! میری لاپرواہی۔ انس منمنایا-

شٹ اپ! جسٹ شٹ اپ!! تم سے مجھے اس حماقت کی ہرگز توقع نہ تھی- جونیئر ہو یہی سوچ کر ابھی تک میں خاموش ہوں ورنہ، وہ اسکا ہاتھ جھٹکتے غصے سے کھڑا ہو چکا تھا- پھر بے بسی سے دیوار پر مکا مار دیا-

وہ لڑکی اتنی بھی بے وقوف نہیں۔ جتنا میں اُسے سمجھا تھا- غلطی میری ہے مجھے ٹون بدل کر بات کرنی چاہیے تھی- اوہ نواب کیا ہوگا؟ وہ مجھے پہچان گئی ہے۔ وہ دونوں ہاتھوں میں سر تھامے پھر سے کرسی پر ٹِک گیا- یہ وہی کمرہ تھا، جہاں بہت سے چارٹس اور بڑا سا میز پڑا تھا-

-اوہ تو تمہارا لہجہ تو مختلف تھا پھر ؟انس نے ڈرتے ڈرتے کہا۔ مبادا وہ پھر نا بھڑک اُٹھے

میں اوڈی میں اُس سے ملا تھا اور غصے میں ریئل ٹون یوز کر بیٹھا- پھر پیپر لینے گیا۔تب بھی میں غصے میں تھا اور پھر وہی غلطی ہوئی اور آج جب میں نے اُسے دھاڑ کر اسٹینڈ اپ بولا تو تب بھی میری ٹون ریئل تھی اور وہ اتنی خطرناک سیچویشن میں بھی بھانپ گئی۔

سر صحیح کہتے ہیں۔ تم غصے میں آوٹ آف کنٹرول ہو جاتے ہو- یاد کرو یہ مشن تمہارے حوالے کرتے بھی سر نے تمہیں غصے پر قابو رکھنے کو کہا تھا- تمہارا منہاج سے نفرت کا جو پرسنل ریزن ہے۔اسے کچھ وقت کیلیے فراموش کر دو۔ عاص تم ہمیشہ سر خرو ہوئے ہو۔ ہر مشن میں فاتح ٹھہرے ہو۔اس بار کیوں یہ حماقتیں کر رہے ہو؟ تمہیں تو اپنے لہجے، آواز، روپ، تاثرات ہر چیز پر کنٹرول ہوتا تھا۔اب کیا ہوتا جا رہا ہے ؟انس پریشان ہوتا پوچھ رہا تھا- پچھلے تین سالوں سے وہ ہر مشن پر اسکے ساتھ تھا۔وہ سویلین تھا-اسکی ٹریننگ اچھی تھی۔ مگر جانے کیوں وہ نیلم کو دیکھ کر بدحواس ہو گیا تھا۔ بری نظر نہ تھی۔ مگر سحر تو اُسے ہی کہتے ہیں۔ جو عقل پر طاری ہو جائے۔اسکے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا تھا -

پاگل ہوتا جا رہا ہوں میں- میرا بس نہیں چل رہا انس کہ میں اُس قاتل کا، اُس کافر کا، فرعون کا گلا دبا دوں۔ جان سے مار دوں اُسے۔ زندہ دندناتے دیکھ کر میں مرنے لگتا ہوں۔ جان جاتی ہے میری۔ روح نکلنے لگتی ہے۔ مجھے اپنے جسم میں شرارے بھرے محسوس ہوتے ہیں۔ میں اُسکے خون کا پیاسا ہوتا جا رہا ہوں- میرا صبر، میرا ضبط جاتا جا رہا ہے- میں کچھ کر بیٹھوں گا۔اگر کچھ اور دن وہ ایسے ہی جیتتا رہا تو۔ میں سب بھول جاؤں گا-سب کچھ - اور مار ڈالوں گا اُسے--

اُسکے جسم میں دل بھی نہیں۔ جانے وہ مرے گا کیسے ؟؟آآآ جنون کسے کہتے ہیں ؟دیوانہ ہو جانا کسے کہتے ہیں ؟ عقل پر جذبات کا حاوی ہو جانا کیا ہوتا ہے ؟انس کو اس پل سامنے کھڑے اپنے سینیئر میجر عاص عالم کو دیکھ کر اندازہ ہوا تھا۔ وہ پہلی بار اسکا یہ روپ دیکھ رہا تھا-اسکی رنگت سُرخ ہو چکی تھی-اسے خود خوف آرہا تھا-عاص عالم نے میز پر پڑی ہر چیز زمین بوس کر دی تھی-انس پیچھے کو ہو کر کھڑا ہو گیا- پھر کمرے سے ہی نکل گیا-

****

تمہیں اُس کار کا نمبر یاد ہے۔ جو چاند رات کو میری کار سے ٹکرائی تھی؟ منہاج عزضحاک نے باوردی گارڈ سے پوچھا-

نہیں سر! وہ سر کو اس حد تک جھکاتے بولا کہ ایم آز کو اسکا چہرہ نہ نظر آیا-

دفع ہو جاؤ۔ اسکی دھاڑ پر وہ بجلی کی رفتار سے غائب ہوا تھا-

اسلحہ پنجاب کی پارٹی کو ٹرانسفر کر دو اور مستونگ، چاغی، ہرنائی، زیارت ان تمام کے کیمپس کی رپورٹ بھی دو۔" پھر کچھ کوڈ ورڈز استعمال کر کے اس نے رابطہ منقطع کر دیا اور اُٹھ کر شیشے کی سلائڈ کے پاس آ کھڑا ہوا-قد آدم کھڑکی کا شیشہ کھولتے وہ ایم آز پلازہ کی درمیانی منزل پر کھڑا تھا۔ دونوں ہاتھ پاکٹس میں ڈالے-وہ ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں سے لُطف اندوز ہو رہا تھا-آنکھیں موندیں تو تیز تیز بولتی، حسین لڑکی کا سراپا اسکی بند غلافی آنکھوں کی پتلیوں میں آسمایا-

ہیرے تمہارے پاس ہیں۔ تمہیں تلاشنا بہت ضروری ہے۔" وہ دل میں عہد کرتے گہری سوچ میں پڑ گیا-"

آج کی صبح اسکے لیے ایک نیا راستہ لائی تھی۔ ایک نیا مقصد، وہ اس لڑکی کو تلاش کرنے کے بارے میں سنجید گی سے سوچنے لگا- آخر کو وہ اپنا نقصان کرنے والوں کا بخشتا تھوڑی تھا-

****

انس نے دروازہ کھولا تو کریم کلر کی چادر لیے خود کو مکمل ڈھانپے ایک نوجوان اندر داخل ہوا-

شکر تم جلد آ گئے- ایجنٹ شعیب نے رپورٹ دینی ہے پندرہ منٹ ہیں- اسکے بولتے بولتے نوجوان نے چادر اُتار دی- اسکے سر پر سیاہ رنگ کا رومال مثلث کے انداز میں بندھا تھا- جسے اس نے فوراً اُتار کر میز پر پھینکا اور دونوں کمروں کے درمیان موجود چھوٹی سی جگہ پر لگے آئینے کے سامنے جا کھڑا ہوا- ہیئر اسٹائل میں استعمال ہونے والی پنز سے لگائے بال اس نے بہت احتیاط سے اُتارے تھے- سیاہ گھنگریالے گھنے شانوں تک آتے بال اب غائب ہو چکے تھے- اسی طرح داڑھی اُتارنے کے بعد وہاں پر لگے پیچ کو بھی اُتار دیا-

میں نے ساری منشیات آئی ایس آئی کے آفس بھیج دیں ہیں۔ اب یہاں کچھ بھی نہیں ہے- انس نے ایک بوتل نوجوان کو تھمائی-

جس میں موجود آئل کو وہ ٹیٹو پر رگڑ رگڑ کر اُتار رہا تھا-

"ہرب کے لگائے بندے اب تک پیچھا کر رہے ہیں؟" انس نے اب بازو سے prosthetic patch اُتارتے ٹائیگر سے پوچھا-اس نقلی جلد کے ہٹ جانے سے ٹائیگر کے صاف شفاف بازو نظر آنے لگے۔ جہاں ایک کٹ کا نشان تھا-

بہت بسیں، رکشے پکڑ کر راستے بدل بدل کر آیا ہوں- مجھے ہرب کا کوئی بھروسہ نہیں-احتیاط اچھی ہے۔ وہ کلینزر سے چہرہ صاف کرتے کہہ رہا تھا- آئی ٹیپ بھی اُتر چکا تھا-اب اسکی آنکھیں اپنی اصل ساخت میں واپس آچکی تھیں-

اُس لڑکی کے بارے میں کیا سوچا پھر تم نے؟ پورا ایک دن گزر گیا ہے۔ کچھ جھجھکتے ہوئے پوچھا-

لیپ ٹاپ آن کرو تم میں آرہا ہوں۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ اسکے سوال کا جواب نہیں دینا چاہتا تھا- وہ لباس تبدیل کرنے چلا گیا تو انس نے جلدی سے لیپ ٹاپ لگا لیا اور ایجنٹ شعیب کو لائیو لیا -

ایوا اور امیلے کو کچھ نہیں پتا میجر عاص۔ ایون دے ڈونٹ نو ہی اِز نو مور (اُنہیں یہ بھی نہیں پتا کہ وہ اب نہیں رہا)۔ اسکرین پر خوش شکل نوجوان کا چہرہ اُبھر رہا تھا- میجر عاص سفید چھوٹے سے تولیے کو گردن میں ڈالے اسی رنگ کی بغیر آستینوں کے بنیان پہنے بیٹھا تھا- تولیے کے ایک سرے کو پکڑ کر بالوں سے ٹپ ٹپ گرتے پانی کو صاف کیا- اور جو ایم آز کی گینگ ہے وہاں اُسکا کیا پتا چلا؟ وہ سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا- اسکے لہجے میں آفیسر ز والا رعب تھا- البتہ انس کے ساتھ اسکا رویہ بالکل مختلف ہوتا۔ تبھی وہ اسے تم کہہ کر مخاطب کر لیتا جبکہ دوسرے جونیئرز اسے ٹائیگر، سر اور میجر کے سوا کوئی اور نام لے کر نہیں بلاتے تھے-

سر وہ گینگ ڈرگز سپلائی کر رہا ہے۔ جو نا صرف پاکستان بلکہ افغانستان اور سعودیہ بھی بھیجا جاتا ہے اور مجھے شک ہے کہ سعودیہ میں بھی حبیب کا گینگ ہی اسے رسیو کر رہا ہے۔

بھیجے گا۔اسی لیے جو کنفرم ہے وہی JIX شک نہیں یقین کے ساتھ بتاؤ مجھے۔انس یہ رپورٹ تیار کر کے بتاؤ-وہ بھاری لہجے میں ڈپٹنے کے انداز میں بولا تھا۔

-سوری سر! میرا ایجنٹ کاشی سے رابطہ نہیں ہوا۔وہ شرمندگی سے بولا

کب سے رابطہ منقطع ہے؟تولیہ بالوں میں رگڑتے پوچھا۔ون منتھ۔۔وہاٹ؟؟ایک مہینے سے؟کہیں کچھ گڑ بڑ تو نہیں؟حبیب تو یہاں ہے پھر؟وہ شدید اُلجھن کا شکار ہونے لگا-

-سر آئی ول ٹرائے ٹو کانٹیکٹ ود ہِم۔ایجنٹ شعیب نے اسے مضطرب دیکھ کر تسلی دی

اوکے بیسٹ آف لک۔کال ڈراپ کر کے وہ لیپ ٹاپ شٹ ڈاؤن کر چکا تھا اور اسی طرح ایک ہاتھ سے تولیہ بالوں میں رگڑتے کچن میں آگیا-جہاں انس کافی پھینٹ رہا تھا-عاص عالم اسٹول کھینچ کر بیٹھ گیا-

ابرار انکل آئے تھے نیلم کا پوچھنے؟

-ہاں آئے تھے-میں نے وہی کہا جو تم نے کہنے کو کہا تھا-انس نے جواب دیا

پھر؟؟؟پھر یہ کہ اے ایس پی آہل کو کسی نے کڈنیپ کروالیا ہے-عید کے کچھ روز بعد دونوں کا نکاح تھا-مگر اب دونوں غائب ہیں اور دادو کا بی پی بھی شوٹ کر گیا تھا۔انس نے تفصیلاً بتاتے ایک مگ اسے تھمایا اور دوسرا خود لے کر ایک اور اسٹول کھینچتے بیٹھ گیا-

بیٹھے بٹھائے ایک نئی مصیبت گلے میں پڑ گئی۔پہلے کیا کم کام تھے۔اب ایک اور بھی-سب سے بڑی غلطی ہم نے یہ مکان لے کر کی-سوچا عام سا علاقہ ہے۔عام سے لوگ رہتے ہوں گے اور یہاں دیکھو محلے میں ہی ڈاکٹر ہے،ٹیچر ہے،کوئی رپورٹر ہے۔وہ کڑھ کر بولا-

ضروری تو نہیں عام علاقوں میں رہنے والے اچھے پروفیشن کے حامل نہ ہوں۔"انس نے کافی کا گھونٹ" بھرتے کہا-

بھیجو جلد از جلد۔ حکمیہ لہجے میں JIX اسٹاپ اٹ اب اپنا لیکچر مت شروع کر لینا- رپورٹ ریڈی کر کے کہا۔

اوکے سر! وہ مؤدب بنا- کافی پینے کے ساتھ ساتھ پانچ منٹ میں میجر عاص نے اسے رپورٹ میں نمایاں کرنے والے پوائنٹس بتائے اور پھر اُٹھتے ہوئے اُسی آئینے کے پاس آ گیا- پاس ہی لکڑی کی دراز لگی تھی- جس میں سے بلیک کلر کے لینس تلاش کر کے لگانے کے بعد اس نے میگنیٹک آئی لائیشز لگائیں اور کمرے میں گھس گیا- سفید رنگ کی شرٹ پہن کر وہ باہر نکلا -

انس! اس نے آواز دی اور سیڑھیاں پھلانگتے اُترنے لگا-

انس نے دروازہ لاک کر لیا-

****

آپی! بابا!! وہ اس زنگ آلود بھاری دروازے کے ساتھ لگی بلک بلک کر یہی نام دہرائے جا رہی تھی- ایک پورا دن اور رات گزر جانے کے بعد اگلے دن کی شام بھی ہونے کو تھی- سورج کا آخری سرا بھی ڈوبنے کو تھا۔ جب اسے کھٹکے کی آواز آئی- وہ تیزی سے دروازے سے پیچھے ہٹی تھی- اندر داخل ہونے والی شخصیت وہی

تھی۔ جسکے دیدار پر اسکی دھڑکن کی رفتار پہلی بار تیز ہوئی تھی- وہ اندر آنے کے بعد دروازے کو تالا لگانے لگا تھا۔ جب نیلم نے اسکی کمر پر مکوں کی برسات کر دی-

ہمیں جانے دو بد تمیز انسان- کھولو اِسے- ہمیں جانا ہے نہیں تو۔ وہ چیختی ہوئی نازک ہاتھوں کو بھرپور استعمال کر رہی تھی- اسے لگا جیسے پتھر پر یا کسی بہت سخت سطح پر مار رہی ہو۔ ہاتھوں میں ٹیس مارتا درد جگنے لگا تھا-

نہیں تو کیا؟؟ وہ اسکی دونوں کلائیاں ایک ہی ہاتھ میں جکڑتے بولا- دروازے پر تالا ڈل چکا تھا- اسکے ایک ہاتھ میں شاپر کے اندر ڈسپوزیبل ڈبہ تھا-

ہمیں جانے دیں۔ جب کچھ نہ سجھائی دیا تو وہ ایک بار پھر منت کرنے پر اُتر آئی-

آپکو تو خوش ہونا چاہیے کہ جس سے آپ محبت کرتی تھیں۔ وہ آپ کے پاس ہے- آپ کا اتنا خیال ہے۔ دیکھیں کھانا لایا ہوں آپ کیلیے- ایک دن سے بھوکی ہیں۔ وہ مزاق کر رہا تھا یا سنجیدہ تھا۔ وہ اندازہ نہیں لگا سکی- البتہ بے بسی کی مارے آنسو اور روانی سے بہنے لگے- وہ ایسے ہی اسکی دونوں کلائیاں جکڑے اسے دیوار والی طرف لے آیا- وہ گھسٹتی ہوئی اسکے ساتھ چل رہی تھی-

بیٹھو، پہلے کھانا کھاؤ۔ پھر آرام و تسلی سے بات کریں گے کہ آگے کیا کرنا ہے؟ اسے بٹھا کر میجر عاص نے شاپر میں سے ڈبہ نکال کر اسکے سامنے رکھا۔ ساتھ پانی کی بوتل بھی رکھ دی-

نہیں کھانا- ہمیں بس جانا ہے یہاں سے- تمھاری کیا دشمنی ہے ہمارے ساتھ؟ کیوں بھیس بدل کر ہم سے ٹکراتے ہو؟؟ کیوں لائے ہو ہمیں یہاں؟؟؟ وہی تکرار، وہ ایک بار پھر شروع کر چکی تھی۔ مگر اس بار وہ چلانے کے بجائے عاجزی اور بے بسی سے پوچھ رہی تھی-

تمہیں غلط فہمی ہو رہی ہے تو میں کیا کہہ سکتا ہوں؟ میں ایک عام سا اسمگلر اور مرڈرر ہوں۔ یہ بھیس بدلنے والے الزام کیوں لگا رہی ہو مجھ پر؟؟ وہ کمال معصومیت سے کہہ رہا تھا- ایزی سا ہو کر فرش پر ایسے بیٹھا تھا۔ جیسے اس سے سکون والی جگہ کوئی نہ ہو-

وہ اسکی بات کا جواب دیے بنا رونے لگی- گھٹنوں میں سر دیے وہ مسلسل آواز سے رو رہی تھی-

تم یہ ڈرامہ بعد میں کر لینا۔ ابھی چُپ چاپ کھانا کھاؤ اور اسکے بعد میری بات سنو۔ اسکا لہجہ سخت تھا- ٹون وہی تھی- نیلم پھر بھی ٹس سے مس نہ ہوئی- پورا دوپٹہ اس نے پھیلا کر لے رکھا تھا کہ جسم کے نشیب و فراز تک کا علم نہیں ہو رہا تھا-

ایز یو وش، نہ کھاؤ- ویسے بھی تمہارا مرنا میرے حق میں بہت بہتر ہو گا۔ کھڑے ہوتے وہ کس قدر سفاکی سے بولا تھا-

تم لوگ جو کوئی بھی ہو۔ پولیس تمہیں چھوڑے گی نہیں- آہل بھائی سب کو جیل میں ڈالیں گے- وہ غصے کی زیادتی سے سُرخ ہوتی چلائی تھی- اسکی بات پر مقابل کے ہونٹوں پر مسکراہٹ رینگ گئی۔ پھر نیلم نے اسکا قہقہہ گونجتے سنا تھا- اچھا۔۔ لیکن اِس کیلیے تو تمہارے آہل بھائی کا زندہ ہونا ضروری ہے نا؟؟؟ بائے دا وے جس سے نکاح ہونے والا ہو۔ اُسے بھائی نہیں کہتے۔ نیلم کو اسکی پہلی بات پر کرنٹ لگا تھا-

کیا کیا ہے تم نے آہل کے ساتھ؟؟؟ بولو، وہ بھڑک کر اُٹھی تھی-

وہی جو میں کچھ دنوں میں تمہارے ساتھ کرنے والا ہوں۔ وہ اطمینان سے بولا-

کیا کیا ہے تم نے آہل بھائی کے ساتھ؟؟؟ ہم کچھ پوچھ رہے ہیں تم سے۔ وہ چیخے جا رہی تھی۔ مگر اس نے ایک نظر نیلم پر ڈالی اور واپسی کو قدم اُٹھا لیے-

ہم کچھ پوچھ رہے ہیں تم سے۔اسے ہونٹ بھینچے دروازے کا لاک کھولتے دیکھ کر وہ اسے بازو سے پکڑ کر کھینچتے

-بولی

کھانا کھا لینا۔وہ بے دردی سے اسے دور دھکیل چکا تھا اور پھر تیزی سے نکل گیا-تالا پڑنے کی آواز پر نیلم گرتی

-پڑتی پھر دروازے پر آئی اور زور زور سے پیٹنا شروع کر دیا

"کھولو ہمیں آزاد کرو، کھولو۔"

****

ایگل تم آجکل بہت مصروف رہنے لگے ہو۔ہرب نے ایگل کو سگریٹ سُلگاتے دیکھ کر طنزیہ لہجے میں کہا۔

ہاں یہ یونیورسٹی کا بچہ لوگ کو ہینڈل کرنا بڑا کام ہے۔بس اسے میں بزی ہے ہم۔وہ اسکے طنز کا نوٹس لیے بنا

-بولا

-کونسی یونیورسٹی جاتے ہو تم؟جو اتنا وقت لگتا ہے۔سابقہ لہجے میں ہی پوچھا گیا

تمہارے چھوڑے گئے مخبر اطلاع نہیں دیتے کیا تمہیں؟گہرا کش لیتے اس نے دھواں ہرب کے منہ پر چھوڑ

-دیا-ہرب کا چہرہ پل بھر میں سفید پڑ چکا تھا

ہاہاہا تمہارا چہرہ اتنا سفید کیوں ہو رہا ہے؟ ایگل عجیب انداز میں ہنستا، سیدھا ہو کر آگے کو جھکتا گھٹنوں پر کہنیاں ٹکا گیا۔ پھر سگریٹ ایش ٹرے میں جھاڑ کر پھر سے کش لیا اور سامنے بیٹھے ہرب کو دیکھنے لگا -

تمہیں کیا لگتا ہے ہم کیا کرتا ہے؟ آج تم کھل کر بتادے ہم کو۔ اسکی بے تاثر نگاہوں میں پل بھر کو چیلنج اُبھرا تھا -

تم جو کچھ کرتے ہو۔ جلد مجھے پتا لگ جائے گا اور اُس دن تمہارا پتہ صاف کرنے میں ایک پل نہیں لگاؤں گا۔ سمجھتا کیا ہے خود کو؟ بڑا تیس مار خان ہے تو؟؟ ہرب بھڑک اُٹھا تھا - اسے پہلے دن سے ایگل کی قابلیت سے چڑ تھی۔ جو سیکنڈ بدلتے کام مکمل کر لیتا تھا - آنے والا ہر کسٹمر بھی اسے ہی طلب کرتا۔ ہر ڈیل اسکے ساتھ ہوتی۔ یہاں تک کہ ایم آز بھی ہر ڈیلیوری باآسانی اسکے حوالے کر کے پر سکون ہو جاتا -

چچ چچ چچ بڑی آگ لگ رہی ہے تم کو۔ پشاور والا پارٹی بھی تمہارے بجائے سر نے ہمارے حوالے کر دیا۔ ایگل کا انداز صاف چڑانے والا تھا - ہرب کا کنٹرول کھونے لگا تھا - چہرہ ذلت کے مارے سرخ ہوئے جا رہا تھا۔ اسکا مزاق اُڑاتا انداز ہرب کو آگ ہی لگا چکا تھا۔ وہ آگے بڑھا اور سیدھے ہاتھ کا ایک مکا بنا کر پوری قوت سے ایگل کی ناک پر مارا تھا - خون کی باریک سی لکیر ناک سے بہہ نکلی تھی - ایگل کا چہرہ بھی مڑ چکا تھا - گیلے پن کا احساس کرتے اس نے ہاتھ کی پُشت سے اندازہ لگایا تھا - خون کو اُنگلی پر دیکھ کر ایگل کی آنکھیں بھی خون رنگ ہو چکی تھیں - وہ جھٹکے سے اُٹھا اور ہاتھ گھما کر پنچ ہرب کے دائیں گال پر رسید کیا تھا - اتنے بھاری ہاتھ پر وہ چند قدم لڑکھڑاتا پیچھے ہوا تھا - پھر اچانک وہ بھی اپنی ذلالت کا بدلہ لینے کو ایگل پر ٹوٹ پڑا - ایگل نے بھی اپنے دفاع میں بھرپور ہاتھ پیر چلاتے اسے زخمی زخمی کر ڈالا تھا - زمین پر چت لٹائے وہ اسے اندھا دھند مار رہا تھا - پھر ایک اور مکا بھرپور نفرت سے مارتے، وہ اپنی کہنی سے ناک سے بہتا خون صاف کرتا نفرت سے اسے دیکھتا کھڑا ہوا اور جھٹکے سے دروازہ کھولتا لمبے لمبے ڈگ بھرتا نکل گیا -

اس (دو تین گالیاں) کے پیچھے جاؤ۔ مار مار کر ہڈیاں توڑ دو۔ ہرب بمشکل تمام اپنی بات مکمل کر پایا تھا- جسم میں درد سے ٹیسیں اُٹھ رہی تھیں-وہ کراہتے ہوئے بہت تکلیف سے اُٹھا تھا-

تم نے اب کھلم کھلا دشمنی مول لی ہے ایگل۔اب اتنی آسانی سے میں تمہیں بخشوں گا نہیں۔

****

وہ تیزی سے نکل تو آیا تھا۔ مگر جلدی میں چادر نہیں لایا تھا۔ جسکی مدد سے وہ اکثر اپنے پیچھے چھوڑے گئے مخبروں سے بچ نکلتا تھا- کچھ ناک سے خون بھی بہت بہنے لگا۔ ہرب نے اسکی ناک پر نشانے لیے تھے۔ تبھی اسے اپنا سر گھومتا محسوس ہو رہا تھا- یہ تو اندازہ لگا چکا تھا وہ کہ ہرب بھی مکمل ٹرینڈ بندہ تھا-وہ اس پسماندہ سے علاقے میں آچکا تھا۔ جہاں اس نے نیلم کو قید کر رکھا تھا--وہ تیزی سے اپنی پینٹ کی اندرونی پاکٹ سے چابی تلاش کر رہا تھا- پھر ادھر اُدھر نظر دوڑائی۔ جب تسلی ہوگئی تو کچرے سے بھری اُس تنگ سی گلی سے دیوار کے ساتھ لگتا گزرنے لگا۔ اسکا ہر انداز چوکس تھا- دروازے کے پاس پہنچنے پر وہ دروازے کی جانب پُشت کر کے کھڑا ہو گیا اور پھر بازو پیچھے کی جانب لے جاتے اندازے سے تالا کھولنے لگا- نظریں گلی کے چاروں اطراف کا جائزہ لے رہی تھیں-تالا کُھلنے پر وہ تیزی سے مڑنے لگا تھا۔ جب کسی نے اوپر سے دھپ کر کے چھلانگ لگاتے اسکو پیچھے کی طرف سے دبوچ لیا- ایگل نے اسکے حصار سے نکلتے ہی اسے بازو سے دبوچ کر کچرے میں پٹخ دیا-

کھٹکے کی آواز پر وہ چونک کر سیدھی ہوئی تھی -اسے لگا دروازہ کسی نے کھولا ہے۔ پھر باہر چھلانگے مارنے اور اسی طرح کے جھگڑے کی آواز آنے لگی -وہ دروازے کے پیچھے کھسک گئی۔ ہلکے سے جھانک کر دیکھا تو کچھ سمجھ نہ آیا- سیاہ وردیوں میں ملبوس آدمی آپس میں گتھم گتھا ہوئے پڑے تھے -پھر اسکی نظر کتھئی رنگ کے کرتے میں ملبوس ایگل پر پڑی -

قاتل ہو تم ہزاروں لوگوں کی اور آگے سے اکڑ رہی ہو۔ نیلم کو اسکی آواز اپنے کان میں صور پھونکتی محسوس ہوئی -وہ چپکے سے نکلی۔ دیوار کی اوٹ میں ہوئی۔ تین چار فٹ کے فاصلے پر گلی کا دوسرا سرا تھا -ایگل ایک آدمی کو مار مار کر ادھ موا کر چکا تھا- باقی دو اس سے مقابلہ کر رہے تھے۔ جب ایگل کی نظر اس پر پڑی -

نیلم! وہ دھاڑا- آدمی کا گریبان چھوڑ کر وہ اسکی جانب بھاگنے لگا تھا۔ جب ایک اور آدمی نے اسے دبوچ لیا- ایگل نے بازو موڑ کر کہنی اسکی ناک پر پوری قوت سے ماری تھی- نیلم منہ پر ہاتھ رکھتے، روتی، کپکپاتی ٹانگوں سے بھاگنے کی کوشش کرنے لگی -وہ دائیں گلی مڑ چکی تھی -اسے لگ رہا تھا ایگل ابھی اسکے پیچھے آ جائے گا -اس نے دیکھا وہاں سیاہ رنگ کی Toyota hilux کھڑی تھی- جسکے پیچھے گارڈز کیلیے دو کرسیاں لگی تھیں- اسے کچھ سمجھ نہ آیا تو اسی کی جانب بڑھ گئی -

ایگل ان گارڈز سے نبٹ کر بھاگا۔ اب گلی مڑنے پر وہ شش و پنج میں پڑ گیا۔ دائیں کے بائیں جانب بالآخر وہ بائیں جانب مڑ گیا -

ایگل کو بھاگتا دیکھ، وہ سب بھی بھاگ نکلے اپنے نیم جان ساتھی کو وہیں چھوڑ دیا اور خود دونوں تیزی سے نکل گئے -

چھوٹی چھوٹی دو کرسیاں اسکا وجود چھپانے میں ناکام محسوس ہو رہی تھیں-ایگل ابھی تک نہیں آیا تھا-وہ اب یہاں سے نکلنے کا سوچ رہی تھی-جب اس نے گاڑی کو اسٹارٹ ہوتا محسوس کیا اور پھر وہ تیز رفتار سے گندی -گندی تنگ گلیاں عبور کرتی نئی سڑک پر نکل گئی

سر ایگل کو بہت پیٹا ہے ہم نے۔وہاں ایک لڑکی بھی تھی-شاید اُس نے اُسے قید کیا ہوا تھا۔ہمارے جھگڑے میں وہ لڑکی بھی بھاگ گئی-ڈرائیونگ سیٹ کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھے سیاہ وردی میں ملبوس آدمی نے ہرب -کو اطلاع دی

-اُف تم لوگوں کو اُس لڑکی کو پکڑنا چاہیے تھا۔وہ جھنجھلاتے ہوئے بولا

اچھا تم لوگ ایم آز پلازہ جاؤ۔سر منہاج ابھی نکلنے کو ہوں گے۔فوراً پہنچو اور بتاؤ اُنہیں کہ تم لوگوں نے ایگل -کے قبضے میں کسی لڑکی کو دیکھا ہے۔اس نے حکم دیا

-اوکے سر! وہ تابعداری سے بولا دوسری جانب سے رابطہ منقطع کر دیا گیا تھا

یااللہ ہماری مدد کر اب یہ گاڑی کہاں جا رہی ہے؟ وہ بے بسی سے اپنے رب سے فریاد کناں تھی-پریشانی اور -آنے والے وقت کا خوف اسکے چہرے پر صاف عیاں تھا

****

Toyota وہ بائیں گلی میں تلاش کرنے کے بعد بدحواسی کے عالم میں دائیں گلی کی طرف مڑا تھا۔ جب اسے دھول اُڑاتی دور جاتی دِکھی۔ اسے پہچاننے میں ایک پل لگا تھا کہ وہ گاڑی کس کی ہے اور اب کہاں Hilux جا رہی ہے؟

نیلم کہاں گئی؟؟؟" اس سوچ کے آتے ہی وہ پھر سے واپس اُسی گلی میں آ گیا۔ جہاں ایک آدمی اب بھی نیم" مردہ حالت میں پڑا تھا۔

ایگل نے ایک کمرے کے اس مکان کا بوسیدہ دروازہ کھولا۔ اندر جھانکا وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ وہ اسی تیزی سے پلٹنے لگا تھا۔ جب اسکی آنکھوں کی سیاہ پتلیوں میں کسی چیز کی چمک پڑی۔ وہ لپک کر اسکی جانب بڑھا تھا۔ سیاہ فرش پر پڑے اس عجیب ڈیزائن کے ہار کو دیکھ کر ایگل کے ماتھے پر اُلجھن بھری لکیریں نمودار ہوئیں تھیں۔ اس میں لگے گہرے سبز رنگ کے پتھر بہت چمکیلے تھے۔ جب کہ سکے کی طرح کا ڈیزائن کچھ مشکوک تھا۔ فی الحال اس نے ہار اُٹھا کر تینوں سکوں کو ایک دوسرے کے اوپر ترتیب دیتے اسکو چھوٹا کرتے اپنی جینز کی اندرونی پاکٹ میں ڈال لیا۔ پھر باہر نکل گیا۔

وہ لڑکی کہاں ہے؟؟؟" وہ اس زخمی شخص کا گریبان پکڑ کر کھڑا کرتے غضبناک لہجے میں پوچھ رہا تھا۔" مگر مقابل میں اتنی سی بھی جان نہ تھی کہ اپنے بل بوتے پر کھڑا ہو سکتا۔ ایک جانب کو ہی لڑھکا ہوا تھا۔ ایگل نے جھٹکے سے اسے چھوڑتے زمین پر پٹخ دیا اور خود وہاں سے چل دیا پندرہ منٹ کا راستہ طے کر لینے کے بعد وہ ایک ٹیکسی روک چکا تھا۔ اس ٹیکسی کا رُخ ایم آز پلازہ کی جانب تھا۔

****

حبیب میں سوچ رہا ہوں۔ اس کنٹریکٹ کے سائن ہوتے ہی چاغی والے کیمپ کی ڈیل افغان لڑکے سے کنفرم کر دیتے ہیں۔ افغانی ہو یا ایرانی ہمارا مطلب پیسے سے ہے اور کافی حد تک ممکن ہے کہ اسکا سارا الزام بھی پاکستان پر آجائے۔ اس ملک کی تباہی کا ایک فیصد چانس بھی میں گنوانا نہیں چاہتا۔ وہ اور حبیب میٹنگ میں کرنے والی گفتگو کو پہلے ہی فائنلائز کر رہے تھے۔ چلتے چلتے بات کرنا ایم آز کی مخصوص عادتوں میں سے ایک تھی۔ گارڈز ان کے دائیں بائیں چل رہے تھے۔ بڑے سے پارکنگ ایریا میں آکر منہاج اور حبیب کھڑے ہو گئے۔ گارڈز ان کے ہمراہ جانے کو پہلے ہی تیار تھے۔ اسکی پراڈو بھی آکر بالکل سامنے رُک گئی۔ اس سے پہلے کہ وہ آگے بڑھتا۔ پارکنگ ایریا میں آنے والی Toyota Hilux کی پچھلی سیٹ پر سے جھلکتے پستہ رنگ کے آنچل پر اسکی نظر پڑ گئی۔

منہاج! حبیب نے اسے مخاطب کیا۔

شش!!! اس نے ہاتھ اُٹھا کر اسے چُپ رہنے کو کہا۔ پھر چھوٹے چھوٹے قدم اُٹھاتا آگے بڑھنے لگا۔

باہر نکلو، گاڑی کے پاس پہنچ کر وہ بلند آواز میں بولا۔ گارڈز پہلے ہی نکل کر کھڑے ہو چکے تھے۔ نیلم کی منہاج کی جانب پُشت تھی۔ وہ آنکھیں میچ کر بیٹھی۔ چار قُل پڑھنے میں مصروف تھی۔ "یا اللہ بچا لے پلیز پلیز" اسکی بڑبڑاہٹ کچھ مدھم تھی۔

اے لڑکی! تم سے کہہ رہا ہوں، باہر نکلو۔ اب کی بار اسکی دھاڑ پر وہ اُچھل کر سیدھی ہوئی تھی۔ چہرہ دونوں ہاتھوں سے ڈھانپ رکھا تھا۔

"اللہ جی بس کسی طرح ہمیں گُم کر دیں یہاں سے پلیز۔" وہ دل میں یہاں سے غائب ہونے کی دعا کرنے لگی۔

ہاتھ ہٹاؤ چہرے سے۔ وہ بالکل اسکے سامنے کھڑا تھا- ناگواری سے بولا- اس نے دائیں جانب رکھے ہاتھ کی
-اُنگلیاں موڑ لیں- اسکی ایک آنکھ نظر آنے لگی تھی

-لائٹ گرین کلر کے لینس دیکھ کر منہاج عزضحاک کی آنکھوں میں چھم سے کسی کا سراپا لہرایا تھا

نیچے اُترو، اسکی شیر جیسی دھاڑ پر نیلم کا چڑیا جیسا دل اُچھل کر حلق میں آگیا- فٹ سے چہرے سے ہاتھ ہٹائے تھے- گھبراہٹ کے آثار کے علاوہ یہ چہرہ وہی تھا- اُنیس بیس کا بھی فرق نہیں تھا- منہاج کی تلاش شروع
-ہونے سے پہلے ہی ختم ہو چکی تھی

نیچے آؤ، اسکی آواز جانے کیوں مدھم ہو گئی تھی اور آنکھیں بھی عجیب تاثر دے رہی تھیں- وہ ڈرتی کھڑی ہوئی- گھٹنوں تک آتا گھیر دار فراک اسکے کھڑے ہونے سے پھیل چکا تھا- آنچل سنبھالتی وہ بہت مشکل سے اُتری تھی- حبیب بھی ایم آز کے برار آ کھڑا ہوا- سامنے کوئی اٹھارہ سال کی قیامت خیز حُسن کی ملکہ لڑکی کو دیکھ کر اسکی رال ٹپکنے لگی تھی- حسیناؤں کی زُلفیں اسکی اولین کمزوری تھیں۔ گلی گلی ملک ملک حُسن دیکھا تھا اس نے۔ مگر ایسا مکمل اور بے عیب حُسن۔ وہ دعوے سے کہہ سکتا تھا کہ اُس نے اپنی پوری زندگی میں اس قدر
- حسین چہرہ نہیں دیکھا تھا

- حُسن، معصومیت، پاکیزگی، ادا کیا نہ تھا اس اپسرا میں

-واؤ وہاٹ آ بیوٹی؟؟" اپنی خباثت کو وہ زیادہ دیر پوشیدہ نہ رکھ سکا"

تم میٹنگ کیلیے جاؤ حبیب۔ منہاج سنجیدگی سے بولا- نیلم حبیب کے کمنٹ پر دانت پر دانت جما چکی تھی- اسکے
-ماتھے کے درمیان میں ایک نیلی سی نس اُبھری، اسکے غصے کا پتا دے رہی تھی

میٹنگ ؟؟؟ میں تو کہتا ہوں اُنہیں یہیں بلالو۔ اس حور کا ایک دیدار کرادو- سیکنڈ لگے گا کنٹریکٹ حاصل کرنے میں۔ وہ دو قدم آگے بڑھا -

بکواس بند کرو اپنی ذلیل انسان، بے غیرت، منہ نوچ دیں گے ہم تمہارا۔ وہ غیض و غضب کے عالم میں چلائی تھی -

ہاہاہا لگتا ہے تعریف پسند نہیں آئی شہزادی کو؟ وہ بے غیرتی کی انتہا کرتے چند قدم اور آگے بڑھا۔ نیلم کی برداشت جواب دے گئی- وہ عادی تھی ایسے جملوں کے جواب دینے کی۔ بھلا اب کیسے ضبط کر لیتی- وہ شیرنی بنی اسکی جانب لپکی تھی- لمبے ناخن جو سرخ کیوٹکس سے رنگے تھے۔ ان کا بھرپور استعمال کرتے وہ حبیب کا چہرہ لہولہان کر چکی تھی- اسے کہاں اُمید تھی اس دھان پان سی لڑکی سے اس بہادری کی- اس سے پہلے کہ وہ کوئی ردِ عمل ظاہر کرتا، سُن کھڑا منہاج آگے بڑھا اور نیلم کی کلائی سختی سے اپنی گرفت میں لیتے اندر کی جانب چل پڑا- ابھی وہ پلازہ کے اندرونی دروازے سے اندر بھی نہیں بڑھا تھا کہ وہ چلائی -

ہمارا ہاتھ چھوڑو، نہیں تو تمہارا ابھی حشر بگاڑ دیں گے۔

اسکا ہر انداز جان لیوا تھا- اس نے کوئی جواب نہ دیا- سنجیدگی طاری رکھے وہ اندر کی جانب بڑھتے جا رہا تھا- نیلم اسے پہچان چکی تھی- چاندرات کا ٹکراؤ تیزی سے یاد آیا تھا- اس نے گردن پر ہاتھ پھیر کر کسی چیز کی موجودگی کا یقین چاہا تھا- اسے بھول گیا کہ ابھی بھی اسکی کلائی کسی کی ہتھیلی میں جکڑی ہوئی ہے- ہار غائب تھا اسکی جان ہوا ہونے لگی۔ ہر احساس جاتا رہا- محسوس نہ ہوا کہ کہاں ہے ؟؟؟ مقابل کون ہے ؟؟؟ اور وہ تیزی سے اسے لیے اندر چلے جا رہا تھا- بڑے سے کشادہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے، اس نے نیلم کی کلائی اپنی گرفت سے

آزاد کر دی۔ گیٹ پر کھڑے ملازم نے اشارہ پاتے ہی شیشے کی سلائڈ آگے کرتے ڈرائنگ روم میں آنے اور جانے کے تمام راستے بند کر دیے۔

پہچان تو گئی ہو گی تم مجھے؟ اب جلدی سے میری امانت واپس کرو اور نکلو یہاں سے۔ وہ سنجیدہ لہجے میں بولتا اسکے آگے اپنی چوڑی ہتھیلی پھیلا چکا تھا۔ نیلم نے پل بھر کو نظر اُٹھا کر اس وجیہہ شخصیت کے حامل سنجیدہ شخص کو دیکھا۔

نیلم اب کیا ہو گا؟؟؟ وہ دل ہی دل میں خود سے مخاطب تھی آس پاس نظر دوڑائی۔ کیا شاندار روم تھا۔ قیمتی صوفے اور آرائش کا ہر سامان موجود تھا۔ خوبصورت ساڈیکوریٹ کرر کھا تھا۔

غالباً ہم یہاں پہلی بار آئے ہیں؟ وہ ڈرائنگ روم پر طائرانہ نگاہ ڈالنے کے بعد پر اعتماد انداز میں بولی۔

صحیح کہا تم نے۔ مگر مجھ سے تم چاند رات کو مل چکی ہو۔ غالباً دو روز قبل کی بات ہے۔ وہ اس سے بھی زیادہ پُر اعتماد انداز میں کہہ رہا تھا۔

سوری مسٹر نہ میں آپ کو پہچانتی ہوں نا ہی میں نے چاند رات کو کسی کو ملاقات کا شرف بخشا تھا۔ وہ تنک کر بولی۔ (اُف اتنا بڑا جھوٹ یا اللہ معاف کرنا بس اس مصیبت سے نکال دیں ہمیں) دل کی کیفیت باہر سے الگ تھی۔

جھوٹ مت بولو۔ تمہاری کار ٹکرائی تھی میری کار سے۔ تم نے بحث بھی خوب کی تھی۔ میں نے پیسے تمہارے منہ پر مارے تھے۔ اب تو یاد آگیا ہو گا۔ وہ چبا چبا کر بولا۔ جانے کیوں اس سے سختی برتنے کو دل مان نہیں رہا تھا۔

عجیب بد دماغ آدمی ہو تم۔ریت کے ذرے جتنی بھی آشنائی کی رمق محسوس نہیں ہوئی ہمیں تم سے اور تم ہو کہ ملاقاتیں یاد کروانے سے فرصت نہیں۔ارے بھئی نہیں ملے ہم آج سے پہلے تم سے،نہ ہی یہ شکل دیکھنے کا اتفاق آج سے پہلے کبھی ہوا ہے؟؟؟اندر سے وہ جتنی مرضی خوفزدہ تھی۔ مگر اس وقت کمزور پڑنا اپنے پیر پر کلہاڑی مارنے کے مترادف تھا۔وہ دھڑلے سے مکر گئی تھی۔

شٹ اپ! میری نظریں دھوکا نہیں کھا سکتیں نا ہی دماغ غلط سائن دے سکتا ہے۔اب شرافت سے بتاؤ تم کس کے کہنے پر آئی ہو یہاں؟؟؟کوٹ کو دونوں ہاتھوں سے پیچھے کرتا پاکٹس میں ہاتھ ڈالتا وہ دو قدم آگے بڑھا تھا۔ آنکھیں سُکیڑ کر سامنے کھڑے حُسن و رعنائی کے بھرپور پیکر کو دیکھا تھا

آئی نہیں ہوں مسٹر لے کر آئی گئی ہوں۔وہ تپ کر بولی-

مطلب کیا ہے تمہارا؟؟؟وہ اُلجھا تھا-

تمہارے گارڈز کو گاڑی چلانے کی اتنی جلدی تھی کہ ہمیں اُترنے ہی نہیں دیا اور لے آئے اس جہنم نما جگہ پر۔ وہ کلس کر بولی-

تم گاڑی میں کر کیا رہی تھی؟وہ دبے دبے غصے میں غرایا-

تمہیں اس سے مطلب؟نیلم نے ناک سے مکھی اُڑائی-

پاگل سمجھ رکھا ہے مجھے؟باتوں میں اُلجھا رہی ہو؟ہار دو میرا۔یکدم وہ غصے سے پھنکارتا آگے بڑھا-

کک کون سا ہار؟؟پل بھر میں اعتماد کا طوطا ہوا میں بلند ہوا تھا-اسکی سٹی گُم ہو گئی-

وہی جو اُس رات تم نے زمین پر پڑا دیکھ کر اپنی ملکیت سمجھ لیا تھا۔طنز کرتے وہ اور آگے بڑھا-

-ہہ ہم نے ؟خوف کے باعث ایک گٹھلی سی اسکی صراحی دار گردن میں اُبھرتی معدوم ہو گئی

-جی !وہ غضبناک لہجے میں تصدیق کرتا بولا

ہمارے پاس نہیں ہے تت تمہارا ہار

-گھبراہٹ کے باعث اسکی زبان لڑکھڑانے لگی

-تو تم ایسے نہیں بتاؤ گی ؟وہ اسکی جانب خطرناک تیور لیے بڑھا

جب ہمارے پاس ہے ہی نہیں تو ؟اسکی بات ابھی درمیان میں ہی تھی، جب وہ بجلی کی سرعت سے اس تک پہنچا اور بازو سے کھینچتا ڈرائنگ روم سے باہر نکلنے لگا-ملازم نے فوراً شیشے کی سلائڈ کھولتے راستہ دیا تھا-اسی طرح اسے گھسیٹتے وہ لفٹ تک لایا تھا-

ہمیں چھوڑو، ہمارے پاس نہیں ہے تمہارا ہار۔ ہم سچ کہہ رہے ہیں۔ ہمیں جانے دو۔ ہمارا یقین کرو۔ ہمارے پاس نہیں ہے۔ ہم کیوں اُٹھائیں گے وہ ہار؟؟ ہمیں کچھ نہیں پتا اس بارے میں۔ لفٹ کے اوپر تک پہنچنے میں جتنا وقت لگا۔ وہ منتیں کرتی اسے یقین دلاتی روئے جا رہی تھی-پل پل رنگ بدلتی وہ لڑکی اسے حیران کرنے پر تُلی تھی۔ پورے گیارہ سال بعد صنفِ نازک سے اسکا پالا پڑا تھا-

تم بہرے ہو کیا؟؟ تمہیں ہماری بات سنائی نہیں دے رہی؟؟ جب وہ منت سماجت سے بھی نا مانا تو وہ اسکی گرفت سے اپنی بازو آزاد کرواتی چلائی-لفٹ سے نکل کر وہ اسے لیے راہداری سے گزر رہا تھا-نیلم کو اب حالات کا اندازہ ہوا تھا-اسے سچ مچ خوف آنے لگا تھا-سنسان راہداری ؟اس نے تھوک نگلا-پھر کسی سوچ کے آتے کرخت تاثرات چہرے پر جمائے تیز تیز چلتے ایم آز کو دیکھا اور پوری قوت سے اپنے لمبے ناخن اسکے ہاتھ کی پُشت میں گاڑھ کر پوری جان سے کھینچے تھے-جلد کچھ اُکھڑ سی گئی تھی-لال لال رنگ کے قطرے سفید

رنگت پر اُبھرتے صاف نظر آئے تھے- جلن کے مارے ایم آز کی جان فنا ہونے لگی -ایسے لگا جیسے ان ناخنوں میں زہر بھرا ہو- کافی سالوں بعد اسے کسی نے زخم دیا تھا- چوٹ لگائی تھی -درد کا اُٹھنا فطری تھا- مگر برداشت کا استعمال اسکے معاملے میں وہ ضرورت سے زیادہ کر گیا تھا- راہداری کے ختم ہوتے ہی مڑنے پر جو پہلا کمرہ آیا تھا۔اس پر لکڑی کا مضبوط اور بھاری دروازہ لگا تھا۔ جسے ایک زوردار ٹھوکر سے کھولنے کے بعد اس نے نیلم کو طیش کے عالم میں پوری قوت سے فرش پر دھکا دیا تھا- وہ سنبھلنے سے پہلے ہی زمین بوس ہو چکی تھی -ماتھے اور ہونٹوں کے کنارے پر زخم آئے تھے -وہ درد سے چیخ اُٹھی تھی- کبھی کسی نے پھول کی پتی بھی نہ ماری تھی اور -اب جیسے وہ ٹھوکروں کی زد میں آگئی ہو -اس نے ہتھیلی پر زور ڈالتے سر اُٹھایا تھا

جانتی نہیں ہو تم مجھے۔تب ہی اتنے دھڑلے سے جھوٹ بول رہی ہو۔ دھوکہ دینے کی کوشش کر رہی ہو۔ چند گھنٹے میری مہمان نوازی میں رہو گی تو سب اُگل دو گی -ابھی تو صرف ہار کا بتانے پر راضی نہیں ہو۔ کچھ وقت گزرتے ہی اپنے تمام ساتھیوں کے نام پتے بھی بتا دو گی -وہ اسکو تیز نگاہوں سے گھورتا بلند آواز میں بولا تھا۔

-ہمیں یہاں کسی نے نہیں بھیجا۔ وہ روتے ہوئے بولی

اگر ایسا ہی ہے، تب بھی میں اپنے نقصان پورا کیے بنا تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔ وہ سرد لہجے میں کہتا دروازے کے پاس پڑے ایک دراز سے تالا چابی نکالتا باہر بڑھ گیا۔ نیلم اسکا ارادہ جان کر جب تک دروازے کے پاس -پہنچی۔ وہ لاک لگاتا نکل گیا تھا

ہم سچ کہہ رہے ہیں ہمارے پاس نہیں ہے آپکا ہار- آپ ہم سے پیسے لے لیں۔ ہمیں جانے دیں۔

-وہ دروازہ پیٹتے پیٹتے بے ہوش ہو چکی تھی

وقت کی ستم ظریفی تو دیکھیے

نا حُسن سے پگھلے ہے نہ ادا دیکھے ہے

****

-دادو پلیز تھوڑا سا کھالیں۔آپ کو دوا بھی لینی ہے۔صاعقہ نم لہجے میں بولتی انہیں کھانے پر اُکسا رہی تھی

کتنے حرام خور کمینے ہیں یہ۔میری بچی کو اب تک تلاش نہیں کر پائے-ان کی اپنی اغواء ہوں تو پتا چلے۔دادو
-بد دعائیں دیتیں آنکھیں رگڑنے لگیں

-محلے والے بھی عجیب باتیں بنا رہے ہیں۔دادو کی فکریں دراز تھیں

محلے والوں کی فکر آپ رہنے دیں۔ان کا تو کام ہے باتیں بنانا، بات سے افسانہ بنانا اور پھر اسکی تشہیر کرنا۔ابرار صاحب جانے کب کمرے میں داخل ہوئے تھے-ماں کو تسلی دیتے بولے۔اماں پولیس تلاش کر رہی ہے۔
-آپ دعا کریں وہ جہاں بھی ہو محفوظ ہو-یقیناً سب اچھا ہو گا۔ان کا حوصلہ دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا

ہمارا معاشرہ ایسی لڑکیوں کو جینے نہیں دیتا ابرار! نیلم واپس آ گئی تو پریشانیاں تب بھی ختم نہیں ہوں گی۔وہ
-آنے والے وقت کا حقیقت پسندی سے نقشہ کھینچتی کیا کہنا چاہ رہی تھیں-ابرار صاحب بخوبی سمجھ رہے تھے

اُن کو معاشرہ اس لیے نہیں جینے دیتا کہ اُن کے باپ بھائی اس گھٹیا معاشرے کا ساتھ دیتے ہیں۔ مگر میں ایک باشعور شخص ہوں اور ایک پُراعتماد باپ- میری بیٹی اگر کسی حادثے کا شکار ہو بھی گئی۔ تب بھی میں اُسکی ڈھال بنا رہوں گا- ایک آنچ نہیں آنے دوں گا اپنی گڑیا پر- ان کا لہجہ مضبوط اور آنکھیں نم تھیں-

بابا وہ بہت بزدل ہے- وہ تو لال بیگ سے ڈرتی ہے- اندھیرے سے خوفزدہ ہوتی ہے۔ بادلوں کی گڑگڑاہٹ اسکا دل سہا دیتی ہیں- کہاں ہو گی وہ؟؟ کس حال میں ہو گی میری گڑیا؟؟ بابا میں مر جاؤں گی اگر میری گڑیا کو کچھ ہوا تو- بابا! بابا! اُسے واپس لے آئیں- بابا وہ، وہ بہت ڈرپوک ہے۔ میرا دل کہتا ہے وہ کسی مشکل میں ہے بابا۔ صاعقہ ابرار صاحب کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھتی روتے گڑگڑاتے بول رہی تھی۔ پھر ہار ماننے کے انداز میں ان کے گھٹنے پر سر رکھے ہچکیوں سے رونے لگی- ابرار صاحب نے کھینچ کر اسے اپنے سینے میں سمو لیا-

ہماری گڑیا کو کچھ نہیں ہو گا میرے بچے۔ ان کے لہجے کی تڑپ وہ بخوبی محسوس کر سکتی تھی- دادو بھی بلک بلک کر رو دی تھیں- انہیں آج محسوس ہوا تھا کہ وہ ایک لڑکی کتنے دلوں کو اپنے ساتھ لیے پھر رہی ہے-

****

بکواس بند کرو نہیں تو- وہ نیلم کو چھوڑ کر پھر سے پارکنگ کی جانب آیا تھا۔ جہاں اب ایگل اور ہرب دونوں شدید غصے میں دِکھ رہے تھے- دونوں کو گارڈز نے قابو کر رکھا تھا۔ ورنہ وہ ایک دوسرے کو مرنے مارنے پر تُلے ہوئے تھے-

یہ کیا ہو رہا ہے ؟؟ ایم آز کی تیز آواز پر ایک دوسرے پر جملوں کی گولہ باری کرتے وہ دونوں خاموش ہو چکے تھے۔

-چھوڑوانہیں، ایم آز نے گارڈز کو حکم دیا

کیا میں اس جنگ کی وجہ جان سکتا ہوں ؟؟ پتھریلا لہجہ تھا۔

-سر یہ ہمارے کام میں ٹانگ اڑانا بند کرے۔ ایگل ہاتھ موڑتے اسکی پُشت سے ناک رگڑتے بولا

-تاکہ تمہارا یہ دوغلہ چہرہ ہم سب سے چھپا رہ سکے ؟؟ ہرب چلایا

بھونکنا بند کر۔ ایگل بے خوف و خطر دھاڑا تھا- ایم آز پلازہ کے در و دیوار تک ہِل گئے - جانے اسے اتنا غصہ کس بات پر تھا؟

-ایگل خاموش ہو جاؤ۔ "ایم آز دھیمی آواز میں مگر حکمیہ لہجے میں بولا"

سر جو لڑکی ابھی یہاں آئی ہے۔ اُسے ایگل نے قید کر رکھا تھا۔ ہرب نے بم پھوڑا- منہاج عز ضحاک نے خون خوار نظروں سے اسے گھورا تھا- جیسے ابھی اسکی جان لے لے گا

سر میری پوری بات سن۔ اسکی بات بیچ میں ہی رہ گئی- منہاج نے ایک مکا اسکے جبڑے پر دے مارا- اسکا منہ ایک جانب کو لڑھک گیا- ہونٹ پھٹ چکا تھا- البتہ اپنی جگہ سے وہ ایک انچ بھی نہ ہلا تھا- چٹان کی طرح اکڑ کر کھڑا تھا -

کیا لگتی ہے وہ لڑکی تمہاری ؟ اسکو گریبان سے تھام کر اپنے مقابل کرتے اسکی آنکھوں میں آنکھیں گاڑھے وہ سوال کر رہا تھا- شعلے نکل رہے تھے اسکی آنکھوں سے۔ جب کہ مقابل کی آنکھیں بے تاثر تھیں -

میرے ہاتھ بندھے ہیں فی الحال منہاج عز ضحاک ورنہ تمہارے جسم کا ریشہ ریشہ کر کے دنیا کیلیے فرعون کے)
-بعد ایک اور عبرت کی نشانی کا سامان کر دیتا) وہ دل میں نفرت سے اس سے مخاطب تھا

یہ اڈے سے نکلا تھا۔ گارڈز کو میں نے اسکا پیچھا کرنے کو کہا- تبھی یہ ایک خستہ حال سے کمرے کا تالا کھول رہا تھا- گارڈز نے حملہ کر دیا- اسی دوران لڑکی وہاں سے فرار ہو گئی- یہاں آکر مجھے پتا چلا کہ وہ گارڈز کی ہی گاڑی میں چھپ کر یہاں پہنچ گئی ہے۔ ہرب نے بات مکمل کرتے ہی خشمگیں نظروں سے ایگل کو گھورا- منہاج
-نے ہاتھ کے اشارے سے گارڈ سے پسٹل مانگا- پھر اسے لوڈ کرتے ایگل کو ٹارگٹ پر رکھا

-مجھے سچ سننا ہے۔ وہ بے لچک لہجے میں بولا

تم مجھے مارو گے ایم آز ؟؟؟ تمہیں تو میں ماروں گا۔ پل پل موت کا ذائقہ تمہاری رگوں میں اُتاروں گا۔ اور تم)
-بے خبر رہو گے) اسکے ہونٹ تِرچھے سے ہوئے تھی اپنی سوچ پر

سر وہ لڑکی ہم کو اسٹوڈنٹ لوگ کو نشہ بیچتے دیکھ لیا تھا اور دھمکی دے رہی تھی کہ وہ سب کو بتائے گی- میڈیا لوگ کو بتائے گی۔ تبھی ہم اُسکو اغواء کر لیا۔ اگر ہم ایسا نہ کرتا تو وہ لڑکی کچھ بھی کر گزرتا۔ وہ صاف لہجے میں
-بغیر ہچکچاہٹ کے بولا

کہانی اچھی سنائی ہے تم نے- اب یہ دیکھتے ہیں کہ تمہاری کہانی اُس لڑکی سے کتنی ملتی ہے؟ وہ گن کو نیچے کرتا اندر پلازہ کی جانب چل پڑا- پندرہ بیس گارڈز نے گول دائرے میں اسے گھیر لیا تھا- سب کی رائفل لوڈ ہوئی
-بلٹ آزاد کرنے کو تیار تھیں- بس ایم آز کا ایک اشارہ چاہیے تھا- بس ایک اشارہ

-پندرہ منٹ بعد وہ پھر اُسی دروازے کے سامنے کھڑا تھا- مگر اب کی بار اسکے ساتھ دو گارڈز بھی تھے

-اُٹھو، اندر داخل ہوتے ہی اس نے نیلم کے بے ہوش وجود کو بیزاریت سے دیکھا اور بازو سے پکڑ کر ہلایا تھا

سر یہ بے ہوش ہے۔ پانی ڈالیں۔ گارڈ نے پانی کا گلاس اسکی طرف بڑھایا تھا- جسے منہاج نے پکڑتے ساتھ اسکے دلکش چہرے پر پورے زور سے پھینک دیا- وہ کھانستے ہوئے سیدھی ہو بیٹھی- دونوں ہاتھوں سے چہرہ صاف کرتے سامنے کے دھندلے منظر کو صاف کیا تھا- اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتی، اس نے جھٹکے سے اسے کھڑا کیا اور پھر اپنے ساتھ گھسیٹتے نیچے لے جانے لگا- تقریباً پانچ سے سات منٹ بعد وہ پھر سے اُسی جگہ تھی۔ جہاں سے اسے کچھ دیر پہلے وہ لے کر گیا تھا- مگر اب وہاں منظر بدلا ہوا تھا- اسکے آتے ہی دو تین گارڈز دائرے سے ہٹ گئے تھے-

منہاج عزضحاک اسی بے دردی سے نیلم کو بازو سے پکڑے اسکے مقابل لایا تھا-

نیلم کی آنکھوں نے سامنے کا منظر دیکھا تو دل پر قیامت ٹوٹ پڑی تھی- اتنے گارڈز کے گھیرے میں تنی بندوقوں کے درمیان بھی وہ نڈر بے خوف کھڑا تھا- نیلم کی آنکھوں میں مرچیں بھرنے لگی تھیں- جانے کیوں اسے یوں موت کے اتنے قریب کھڑے دیکھ کر اسکا دل تہس نہس ہو گیا تھا- اسکے دل پر چاقو چلنے لگے تھے- کیوں یہ بے بسی تھی۔ جس سے بھاگی تھی۔ اب اُسی کیلیے موت سے لڑنا چاہ رہی تھی- اس نے دل میں اُس لمحے کو کوسا جب وہ وہاں سے بھاگی تھی- دونوں آمنے سامنے کھڑے تھے-

جانتی ہو اِسے ؟؟ ایم آزدونوں کے درمیان آکھڑا ہوا- لمبا ہاتھ کر کے ریوالور اس نے ایگل کی کنپٹی پر رکھ دیا اور نظریں ساکت کھڑی نیلم پر گاڑھ دیں- جس کا جسم ہولے ہولے لرز رہا تھا- آنچل ایک شانے پر لٹکا تھا- زُلفیں بکھری پڑی تھیں- پپوٹے بھاری ہو رہے تھے- مٹھیاں بھینچ رکھی تھیں- گداز گلابی ہونٹ کا کنارہ زخمی تھا-

یہ وہ لڑکی نہیں ہے- ہم اس کو اغواء نہیں کیا- ایگل نے ہاتھ ہلاتے جھنجھلائے انداز میں کہا- ایم آز نے خشمگیں نظروں سے اسے گھورا- جواباً وہ خاموش کھڑا ہو گیا-

تم سے پوچھ رہا ہوں لڑکی- حقارت بھرے لہجے پر وہ ٹھٹھکی- مطلب یہ طے ہوا کہ اسے مجھ سے کوئی سروکار نہیں- پہچاننے سے انکاری ہو گیا تھا وہ آج- نیلم کی آنکھیں جل رہی تھیں- ضبط کے کڑے مراحل طے کر کے اس نے خشک ہونٹ سرد آہ لیتے آزاد کیے-

ہم اسے نہیں جانتے- نا ہی ہمیں کسی نے اغواء کیا تھا- جب وہ بولی تو اسکا لہجہ لڑکھڑاہٹ اور گھبراہٹ سے پاک تھا-

تو تم کار میں کیوں بیٹھی؟ ایم آز نے تیکھے لہجے میں سوال کرتے اب پسٹل کا رُخ اسکی جانب کر لیا تھا- وہ آہستہ آہستہ چلتا اسکے قریب پہنچ چکا تھا-

ہم اپنی سہیلیوں کے ساتھ گھومنے نکلے تھے- مزاق مستی میں سنسان گلی میں مڑ گئے اور کار میں چھپ گئے- فقط اُنہیں پریشان کرنے کو- ہمیں کیا پتا تھا کہ اُلٹا پریشانی ہمارے گلے پڑ جائے گی- وہ اس اعتماد سے جواب دے رہی تھی- جیسے پاس کھڑے سخت گیر شخص کے ہاتھ میں پسٹل کے بجائے پلاسٹک کا کھلونا ہو-

تم لوگ بتاؤ کیا یہ وہی لڑکی ہے؟ ایم آز نے گارڈز سے دریافت کیا-

سر اُس وقت ہاتھا پائی میں ہم نے بس لڑکی کو مڑتے دیکھا تھا- شکل نہیں دیکھ سکے- ایک گارڈ سر جھکائے بولا-

مگر سر لڑکی کا لباس اسی رنگ کا تھا۔ دوسرے گارڈ نے مداخلت کی- ہرب کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ نے ڈیرا ڈالا تھا- ایم آز جھٹکے سے پلٹا اور پسٹل کی موزل نیلم کی گردن پر زور سے دبائی- جیسے کھال میں سوراخ کر -دینا چاہتا ہو- نیلم کی گردن میں گٹھلی سی اُبھری تھی- چہرہ کچھ اونچا ہو گیا تھا

-کیا گیم کھیل رہی ہو میرے ساتھ؟ سخت لہجہ مگر سرد تھا- ایگل نے دانت پر دانت جمار کھے تھے

ہہ ہم وہ نہیں ہیں آآ آپ کو کوئی۔ آگے کی بات خوف کے مارے منہ میں ہی رہ گئی- الفاظ ادا ہونے سے -انکاری ہو چکے تھے

-سر یہ اتفاق کے سوا کچھ نہیں۔ ہم سچ کہہ رہا ہے۔ ایگل نے خوشامدی انداز اپنایا

-خیر حقیقت کا پتا تو جلد ہی لگ جائے گا

فی الحال تم آرڈر پہنچاؤ- ہرب تم ڈرائنگ روم میں میرا ویٹ کرو اور تم باربی ڈول! اچانک ہی اسکی ٹون بدلی تھی۔ ہونٹ مسکرائے تھے اور نظریں گہرائی میں اُتر کر اسکے چہرے کا طواف کرنے لگی تھیں- نیلم کے -چہرے پر ناگواری چھا گئی

تم میرے ساتھ چلو اپنے شاندار مہمان خانے میں۔ عجیب سی ہنسی تھی اسکی- سر کو ہلکے سے خم دینے کے ساتھ، اس نے ریوالور سے سب کو دور ہٹ جانے کا اشارہ دیا- گول دائرہ ختم ہو چکا تھا- ہرب اور ایگل نے ایک دوسرے کو نفرت سے دیکھا- ایگل نے ناک سے بہتے خون کو کہنی سے صاف کیا اور نظروں ہی نظروں میں ہرب کو انتقامی کاروائی کا چیلنج کیا تھا- ہرب نے بھی اپنی شرٹ کا کالر درست کیا اور اسے پیٹھ دکھاتا کلف -لگے وجود کے ساتھ پلازہ میں داخل ہونے لگا

ہم کہیں نہیں جائیں گے -سچ بتا تو دیا ہے تمہیں۔ نیلم کو اپنے بازو پر اسکی گرفت کسی ناگ کی لپیٹ سے کم نہ
-محسوس ہوئی

ایک حساب اور سب سے مہنگا حساب ابھی رہتا ہے ملکہِ حُسن۔ "وہ گھمبیر لہجے میں کہہ رہا تھا- نیلم کو ریڑھ کی"
-ہڈی میں سنسناہٹ سی محسوس ہوئی تھی

کک کون سا حساب؟ وہ اسکے ساتھ کھنچتی چلی جا رہی تھی- مڑ کر فقط ایک نظر ایگل کے بے تاثر چہرے کو"
-دیکھا تھا

مجھے وہ نیکلس واپس کر دو اور دفع ہو جاؤ- مجھے بھی کوئی شوق نہیں تمہیں اپنے پاس رکھنے کا۔پل بھر میں اسکے
لہجے میں غراہٹ نمایاں ہوئی تھی- ایسے جیسے شیر شکار کی تلاش میں غراتا ہے- نیلم کو اسکے پتھریلی تاثرات
-سے انجانا سا خوف محسوس ہوا- وہ پھر سے اُسی کمرے میں پہنچ چکی تھی

-میرے پاس وہ نیکلس نہیں ہے۔ اس نے بے بسی سے کہا- آنسوں نجانے کیوں بہنے لگے تھے

بہت ہی کوئی لالچی لڑکی ہو- ہیروں سے زیادہ حُسن خود لیے گھوم رہی ہو۔ میری مانو ڈارلنگ نیکلس کا بتا دو۔
کچھ نہیں کہوں گا۔ ہو سکتا ہے ایک ہیرے کی رِنگ تمہیں بھی گفٹ کر دوں۔ اسکو روتا دیکھ وہ ہلکے سے طنز
سموئے لہجے میں بولا- نیلم وہیں بیڈ کے کنارے بیٹھ گئی- چہرہ دونوں ہاتھوں میں ڈھانپ لیا- اسے زیادہ رونا
-ایگل کی بے حسی پر آ رہا تھا یا پھر ہار کے کھو جانے پر وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی

ایم آز نے ایک نظر اسکے ہچکولے لیتے نازک بدن کو دیکھا اور پھر چہرہ موڑے لمبی سانس خارج کی- خود کو کمپوز
کرتے وہ چند قدموں کا فاصلہ سمیٹتے اسکے پاس ہی بیٹھ گیا- نیلم نے سر اُٹھائے شکایتی نظروں سے اسے دیکھا
-تھا

دیکھو کتنی گہری چوٹ لگ گئی- حالانکہ ابھی میں تمھارے ساتھ حد درجہ نرمی سے پیش آرہا ہوں-" منہاج نے اسکے سرخی مائل ہونٹ کے پھٹے کنارے پر شہادت کی اُنگلی پھیرتے کہا-

آہ! وہ بپھر کر اسکا ہاتھ جھٹکتے پیچھے ہوئی- پسٹل والا ہاتھ گھٹنے پر ٹِکا کر وہ نیلم کی اس حرکت پر سر جھٹکتا مسکرایا تھا- عنابی ہونٹوں کی تراش میں ہلچل مچاتی مسکراہٹ یک لخت ہی غائب ہوئی تھی اور پھر وہی وحشیانہ پن اسکے اندر انگڑائی لے چکا تھا-

"کروڑوں کی مالیت کے ہیرے تھے وہ- تمھاری جان بھی میرا نقصان پورا نہیں کر سکتی-" وہ اسکی صراحی دار گردن کو اپنے سفید مضبوط ہاتھوں میں دبوچ چکا تھا- اسکے سبز کانچ میں سے نمکین پانی کی دھاریں بہنیں لگیں- سانس اُکھڑتی محسوس ہوئی۔ دل کی رفتار مدھم لگنے لگی تھی- اپنے بچاؤ کو جب اسے کچھ نہ سجھائی دیا تو اپنے سرد پڑتے سفید مومی ہاتھ ایم آز کے سینے پر رکھے دور دھکیلنا چاہا۔ مگر وہ ہاتھ انجانے میں ٹھیک اسکے دل پر ٹھہر گیا- منہاج کی گرفت یکدم ڈھیلی پڑ گئی تھی- اسکا دل اتنی زور سے دھڑکا کہ اسے اسکی دھک دھک اپنے کانوں کا پردہ پھاڑتی محسوس ہوئی- محبت نے زمین پر قدم دھر دیا تھا۔ آواز آسمان تلک گئی تھی-

"کک کون سے ہیرے ؟؟؟" وہ جو سر جھکائے اپنے سینے کی جانب دیکھ رہا تھا۔ نیلم کی آواز پر غائب دماغی سے اسے دیکھنے لگا- وہ اب اس سے کافی فاصلے پر تھی- ہاتھ ہٹ چکا تھا۔ اسکی گرفت بھی ختم ہو چکی تھی- نیلم کا سوال اس نے سنا ضرور تھا۔ مگر دماغ نے سمجھا نہیں تھا کہ وہ کیا پوچھ رہی ہے- نیلم کو اِسکی نظروں سے اب اُلجھن ہو رہی تھی-

منہاج آگے بڑھا، اسکا نرم ملائم ہاتھ پکڑ لیا- نیلم کی آنکھیں خوف سے پھٹنے کے قریب تھیں- سانس حلق میں ہی دم توڑ گئی اور اسکی اگلی حرکت نے اسکے پیروں تلے سے زمین کھینچ لی تھی- وہ اس کی سفید مخروطی اُنگلیوں

والا ہاتھ اپنے چوڑے سینے کے بائیں طرف رکھ چکا تھا۔ اسکے ہاتھ پر اپنا ہاتھ دھرے۔ وہ جیسے کسی اور ہی جہان میں پہنچ گیا ہو۔ پھر آنکھیں بند کر کے اپنی دھڑکن سننے لگا۔ کانوں کے پردے پھاڑتی آواز، اسے لگا جیسے وہ پھر جی اُٹھا ہے۔ جسم میں موجود جامد خون میں ہلچل ہوئی تھی۔ لگتا تھا جیسے صدیوں بعد رگوں میں آگ کے بجائے ٹھنڈک اُتری ہے۔ احساسات یوں تھے کہ گویا تمام بدن میں چبھی سوئیاں نکال دی گئی ہوں۔ آگ کے دریا سے سمندر کی گہرائی میں اُتر گیا ہو۔

میری زندگی کے مالک میرے دل پر ہاتھ رکھ

تیرے آنے کی خوشی میں کہیں میرا دم نکل نہ جائے

وہ جو اسکے اس عمل پر حیرت کے سمندر میں غوطہ زن تھی فوراً ابھر آئی۔

چھوڑو ہمارا ہاتھ بد تمیز انسان۔ اس نے غصے سے سرخ ہوتے حقارت سے کہا۔ ساتھ ہی اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ اس قدر ناگواریت تھی اس کے چہرے پر کہ اگر ایم آز ہوش میں ہوتا تو اپنی تذلیل پر اسے زمین میں گاڑھ چکا ہوتا۔ مگر اسکے برعکس وہ پسٹل والے ہاتھ کو ہی ماتھے تک لے جا کر پسینہ صاف کرنے لگا۔ وہ نیلم کی جانب نہیں دیکھ رہا تھا۔ پھر فوراً اُٹھ کر لمبے لمبے ڈگ بھرتا کمرے سے نکل گیا۔ ہاں باہر کھڑے گارڈز کو اشارہ کرنا نہ بھولا تھا۔ جس کے ملتے ہی وہ دروازہ لاک کر چکے تھے۔

کسی معصوم لمحے میں کسی مانوس چہرے سے

محبت کی نہیں جاتی محبت ہو جاتی ہے

****

-اُسے کہو ابھی چلا جائے اور ہاں اب مجھے ڈسٹرب مت کرنا۔اس نے انٹر کام زور سے پٹخا

جہازی سائز بیڈ کی سنہری رنگ چادر پُر شکن تھی- کوٹ کہیں پڑا تھا تو واچ کہیں اور نفاست سے سجائے بال اب کافی حد تک منتشر ہو چکے تھے۔ بلکہ کر دیے گئے تھی- دونوں ہاتھوں میں سر تھامے وہ جانے کس چیز کا ماتم کر رہا تھا- پھر کسی سوچ کے آتے، چیختے ہوئے بیڈ کی سائڈ ٹیبل پر دھرا فریم زمین بوس کر دیا۔ ساتھ ہی دو -گالیاں بھی اسکے لبوں سے آزاد ہوئی تھیں

منہ کے زاویے کافی حد تک بگڑے ہوئے تھے- دو تین مکے دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر مارنے کے بعد پھر سے بالوں میں ہاتھ پھنسا لیے- پھر بیٹھے بیٹھے ہی بیڈ پر ڈھے گیا- ٹانگیں نیچے لٹک رہی تھیں اور آنکھیں کمرے کے وسط میں لگے فانوس پرٹِکی تھیں- یک لخت ہی اسکا ہاتھ میکانکی انداز میں اپنے دل پر جا ٹھہرا۔ آنکھیں بند کیے وہ اس لمس کو محسوس کرنے لگا- کیا تھا اس لمس میں کہ اسکا سارا اضطراب جاتا رہا- عجب لذت تھی اس لمس میں، سرور تھا یا نشہ ؟؟؟

جلتے شعلوں پر شبنم کی پھوار برس جائے جیسے

پیاسے کو سمندر کی گہرائی میں اُتار دیا ہو جیسے

محبت جدوجہد سے حاصل نہیں ہوتی۔اسے کوشش مسلسل سے جیتا نہیں جاتا۔اس کے لیے دولت، علم، شکل وصورت کچھ بھی تو معنی نہیں رکھتا-اسکے حصول کی اسکی آمد کی کوئی شرط تھوڑی ہے۔یہ تو عطا ہے، -نصیب ہے، مقدر ہے، قسمت ہے بلکہ وہ شخص قسمت کا دھنی ہے، محبت تو نصیب کی بات ہے

زمین کے سفر میں اگر کوئی چیز آسمانی ہے تو محبت ہے۔

محبت تو اپنے آپ میں بادشاہ ہے اور محبت میں بادشاہ سوالی۔

محبت میں تو سکندر بھی سوالی، شاہ بھی سوالی، امراء بھی سوالی

جسے محبت کی دین عطا ہو جائے

وہ دھڑکنوں سے آشنا ہو جاتا ہے

وہ آہٹیں پہچاننے لگتا ہے

خوشبوؤں کو محسوس کرنے لگتا ہے

محبت میں ناممکن کچھ بھی نہیں، محبت تو لاحاصل کا حصول ہے

محبت میں ڈوب جاؤ تو اُبھرنے کی تمنا نہیں ہوتی۔

اِس میں سلگ جاؤ تو بھیگنے کی خواہش نہیں جاگتی۔

اس میں بکھر جاؤ تو سمٹنے کا جی نہیں چاہتا۔

-محبت جب روئے زمین پر قدم رکھتی ہے تو آہٹیں آسمان تک سنائی دیتی ہیں

****

نہیں میں آ نہیں سکتا- مسئلہ بہت گھمبیر ہو گیا ہے- ایم آز کا شک اب یقین میں بدل جائے گا- اگر ایک اور کوتاہی ہوئی تو؟ مجھے تو لگتا ہے کہ ابھی بھی اُس نے محض اپنے کام کی بناء پر مجھ سے زیادہ تفتیش نہیں کی- ایگل ہلکی ہلکی آواز میں محوِ گفتگو تھا- ایک ڈھابے نما جگہ پر بیٹھا ہاتھ میں چائے کی پیالی تھام رکھی تھی- آس پاس -لوگ جوا کھیلنے اور واہیات گفتگو کرنے میں مصروف تھے- یہ ایک تھرڈ کلاس ایریا تھا

مگر تم نے اچھا نہیں کیا ٹائیگر، اس سب میں اُسکی لڑکی کا کوئی بڑا نقصان بھی ہو سکتا ہے۔ اُسکی حفاظت ہمارا فرض ہے۔ وہ ایک عام شہری ہے۔ ہمیں اُسے کسی بھی طرح کا نقصان پہنچانے کی اجازت نہیں۔ انس کے -لہجے سے پریشانی صاف عیاں تھی

تو کیا کرتا؟ وہ سب سچ بتا دیتی اور میرے کئی مہینوں کی محنت تباہ ہو جاتی- بے وقوفی اُس نے کی۔ اُسے فرار ہونے کو کس نے کہا تھا؟ لاپرواہ انداز میں کہا گیا۔

تو تم نے اُسے کب بتایا تھا کہ تم میجر ہو۔ آئی ایس آئی کیلیے کام کرتے ہو۔ اپنے مشن کیلیے یہ سب کر رہے ہو- اگر تم یہ سب بتا دیتے تو شاید مسئلہ اتنا نہ بڑھتا۔ انس کا انداز سمجھانے والا تھا۔

ہمیں اپنے گھر والوں کو بتانے کی اجازت نہیں ہوتی اور تم مجھے کہہ رہے ہو کہ اُس بے وقوف لڑکی کو بتا دیتا" اور آج جیسے ہم آمنے سامنے تھے تو وہ سب ایم آز کو بتا دیتی اور وہ وہیں مجھے گولی مار دیتا اور تمہیں کاشی شعیب سب کو ڈھونڈ نکالتا۔" وہ برہم ہوا تھا اسکی بات پر۔ دبے دبے لہجے میں غراتے اِس نے بمشکل خود کو کنٹرول کر رکھا تھا۔

اگر اُس نے بتانا ہوتا تو وہ آج ہی بتا دیتی۔ جب تم نے اُسے پہچاننے سے ہی انکار کر دیا تھا۔

خیر یہ تو مجھے بھی سمجھ نہیں آیا کہ میرے مکر جانے پر اُس نے میرا ساتھ کیوں دیا۔ چاہتی تو سچ بول دیتی اور بدلہ لے لیتی اپنے اغواء کیے جانے کا۔ یہاں آ کر وہ خود شش و پنج میں پڑ گیا تھا۔

یار وہ لڑکی ہے بھی اتنی پیاری۔ اگر ایم آز نے اُسکے ساتھ کوئی غلط حرکت۔ تم سمجھ رہے ہو نا؟؟ وہ کچھ سنبھل کر بولا۔

ہاہاہا وہاٹ آ جوک؟ ایم آز لڑکیوں سے سخت الرجک ہے۔ تبھی تو ہر اُلٹا کام کرنے کے باوجود وہ لڑکیاں اسمگل نہیں کرتا۔ حالانکہ حبیب یہ کام کرتا ہے اور اُسکا بی ہیویر بھی نیلم کے ساتھ سخت تھا۔ وہ جتنی بھی حسین ہو ایم آز کے مردہ دل میں ہلچل مچانا کوئی عام بات نہیں۔ تسلی آمیز لہجہ تھا۔

اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟ اُسکا تو دل مردہ ہے۔ تمہارے پاس تو دل ہی نہیں۔ ورنہ جس حد تک وہ تمہارے لیے برداشت کر چکی ہے۔ ایک چھوٹی سی چنگاری کا جنم لینا تو بنتا تھا۔ انس نے طنز کیا۔

JIX میرے پر ریسرچ بند کرواور کو سیکنڈ رپورٹ سینڈ کرنے کیلیے شعیب کو ویڈیوز بھیجنے کا کہو۔ اسکی بات کو صاف نظر انداز کر دیا گیا تھا۔

****

سر!! وائٹ شرٹ پر بلیک واسکٹ پہنے ملازم نے کیک پیس کی ٹِرے اسکی طرف بڑھائی۔ جسے اس نے ہاتھ کے اشارے سے منع کردیا۔ ملازم پریشان کھڑا تھا۔ منہاج عزضحاک کو آج ناشتے کی طلب نہیں تھی۔ اورنج جوس کا گلاس تھامے وہ گھونٹ گھونٹ حلق میں اُتار رہا تھا۔

مجھے اُس لڑکی سے ان زخموں کا بدلہ لینا ہے منہاج۔" حبیب نے بیئر کا گلاس رکھتے سیٹ سے پشت ٹِکاتے" قدرے مغرورانہ انداز میں کہا۔

سوری! میں تمہیں اُس لڑکی کے نزدیک بھی بھٹکتے نا دیکھوں۔" دونوں کہنیاں میز پر ٹِکائے وہ تھوڑا آگے" کو جھکتا قطعی لہجے میں بولا۔

ہاہاہا حُسن پرست نکلے تم بھی۔ حبیب نے خباثت کا مظاہرہ کیا۔

وہاٹ ایور" وہ بحث نہیں کرنا چاہتا تھا۔ جھٹکے سے اُٹھا۔ دوسری جانب کھڑے اسکے خاص ملازم نے کوٹ ایم" آز کی جانب بڑھایا۔ جسے ایک ہاتھ سے کندھے پر ڈالتا، وہ آگے بڑھنے والا تھا۔ جب حبیب کی آواز اسکی پُشت پر ابھری۔

کتنے لوگے اس اپسرا کے؟ آواز صاف تھی۔ منہاج کو لگا اسکے کان میں پگھلا ہوا سیسہ اُنڈیل دیا گیا ہو یا صورِ اسرافیل پھونک دی گئی ہو۔ ضبط کی کوشش میں اسکی سرخ وسفید رنگت پر نیلی نسیں اُبھر گئیں تھیں۔ ہاتھوں کی مٹھیاں اس حد تک بھینچ رکھی تھیں کہ اُنگلیوں کے ناخن ہتھیلی میں سوراخ کرتے محسوس ہونے لگے۔

- نظر پڑ گئی ہے حبیب کی اس پر اب جتنے بھی مانگے گا دوں گا۔" وہ تو جیسے آج ہی نیلامی پر اُتر آیا تھا"

ایک لفظ اور نہیں۔" وہ مڑا تھا اُنگلی اُٹھا کر غیض و غضب سے بھرے لہجے میں دھاڑا- ڈائننگ ہال میں لگے" شیشے کے سلائڈ ڈور بھی جیسے کپکپا گئے ہوں۔

آخر تم اُس لڑکی۔۔" میں اِس بارے میں ایک لفظ بھی نہیں سننا چاہتا حبیب، ناؤ شٹ اپ! اب کی بار اسکا لہجہ - سرد تھا- حبیب کا آدھا فقرہ منہ میں ہی رہ گیا- وہ تیز تیز قدم اُٹھاتا نکل گیا

****

اگلا دن چڑھ آیا تھا- وقت پانی کی طرح بہہ رہا تھا یا ریت کی طرح سرک رہا تھا۔ نیلم کو بس اسکی رفتار بہت تیز لگ رہی تھی۔ روشنی کی رفتار سے بھی تیز- اسے یاد نہیں پڑتا، کبھی وہ زندگی میں اتنا روئی ہو گی- کبھی جو اِس نے اتنی سختیاں برداشت کی ہوں گی- وہ تو موم کی گڑیا تھی۔ اسے چاہنے والے اسکے پگھل جانے سے خوفزدہ - رہتے تھے

آج وہ ان سب کو پسِ پُشت ڈال کر ایک ان دیکھی راہ، ایک انجانے جذبے کی جانب بڑھ رہی تھی- کوئی ماروائی طاقت تھی جس نے اسے مجبور کیا جھوٹ بولنے پر- آخر کیوں اِس نے ایگل کا سچ نہیں بتایا؟ ٹائیگر، ایگل، کمیٹی ممبر سب آپس میں گڈ مڈ ہو گئے تھے۔ مگر چہرہ تو وہی تھا نا- جسے وہ انجانے میں دل کی دیواروں پر چسپاں کر بیٹھی تھی- روگ لگ گیا تھا محبت کو، داغ لگ گیا تھا عزت کو- دونوں قیمتی چیزیں ایک ہی وقت میں چھن گئیں تھیں- پہلی مرتبہ اسے اپنے اتنے دن تک گھر سے باہر رہنے کا احساس شدت سے ہوا تھا- پہلی بار

اس لاپرواہ لڑکی کو معاشرے کی فکر ستائی تھی- رات کا آیا کھانا بھی اس نے چند نوالوں کے ساتھ زہر مار کر لیا تھا- کم از کم ان بے ضمیر لوگوں سے خود کو بچانے کیلیے کچھ ہمت درکار تھی-

ہلکی سی آواز کے ساتھ دروازہ کھلا تھا- وہی یونانی دیوتاؤں سا مغرور شخص دروازے کے فریم میں اُبھرا تھا- اسکی کل کی حرکت بجلی کی سرعت سے نیلم کے ذہن کی اسکرین پر اُبھری تھی- اسکی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ سی پیدا ہوئی- انجانے خوف کی لپیٹ میں اسکا بدن کپکپانے لگا- اب وہ کمرے کے وسط میں کھڑا تھا- ملازم نے ٹرالی اندر دھکیلی- منہاج نے اسے واپس جانے کا اشارہ کیا اور خود اسکی جانب بڑھنے لگا-

اُٹھو کھانا کھاؤ- پھر تم نے ہار کا بھی بتانا ہے- کھڑے کھڑے ہی وہ سنجیدگی سے بولا-

زہر ڈالا ہے اس کھانے میں؟" نیلم نے تلخ سوال کیا-"

نہیں اس طرح مارنے کا مزہ نہیں آتا-" وہ اطمینان سے بولا- ساتھ ہی ٹرالی سے چیزیں اُٹھا کر میز پر رکھنے لگا-" اسے یاد نہیں پڑتا، کتنے سالوں بعد اس نے کسی کیلیے یہ کام کیا تھا-

ہم کہہ رہے ہیں نا وہ ہار ہمارے پاس نہیں ہے-" وہ بے بسی سے چیخی--- پلیٹ میز پر رکھتے منہاج نے ایک" نظر اس پر ڈالی اور اسکے پاس چلا آیا- نیلم اسکو ہار کے کھو جانے کی حقیقت بتاتی تو مجبوراً ٹائیگر اور ایگل کا سچ بھی بتانا پڑتا- تبھی وہ لب سیے بیٹھی تھی-

مان لیا نہیں ہے تمہارے پاس ہار- اب اُٹھو ناشتہ کرو-" بے تاثر لہجہ- ہہ ہمیں بھوک نہیں ہے- اسکے پاس" آکر کھڑے ہونے پر نیلم نے نامحسوس طریقے سے پیر سمیٹے تھے-

گھر جانا ہے تمہیں؟؟ وہ ایک گھنٹہ ہارڈ ووڈ کے فرش پر ٹِکائے اسکے سامنے بیٹھ گیا-

ہاں، وہ بے قراری سے فوراً سر اُٹھا کر بولی- سبز کانچ نم تھے- پلکیں بھیگی پڑی تھیں- رخسار سرخی مائل ہو رہے
تھے- ہونٹ کا کنارہ زخمی تھا- اسکا سفید بھورے بالوں سے بھرا مضبوط ہاتھ اُٹھا تھا- ہولے سے نیلم کے
-چہرے کی جانب بڑھنے لگا تھا۔ جب وہ اور پیچھے کو سرک گئی- منہاج سر کو جھکاتے ہاتھ بھی واپس لے آیا

پہلے ناشتہ کرو پھر سوچیں گے۔ تمہاری معافی کی کیا قیمت لگائی جائے۔ وہ کھڑا ہو چکا تھا- نیلم نے سر اُٹھا کر اس
-دراز قد شخص کو دیکھا

-آؤ، وہ صوفے کی جانب اشارہ کرتا بولا- نیلم بھاری بھاری قدم اُٹھاتی صوفے کی طرف بڑھ گئی

شروع کرو جلدی۔ وہ حکمیہ لہجے میں بولا- پھر خود بیڈ پر کہنی کے بل دراز ہو کر سیل فون استعمال کرنے لگا-
کھاتے کھاتے نیلم اسے بھی دیکھ رہی تھی۔ اُسے مکمل مصروف پا کر وہ تیزی سے اُٹھی اور دروازے کی جانب
لپکی- جلدی سے دروازہ کھولنے لگی، مگر وہ لاک تھا- زور زور سے کھینچنے کے بعد وہ بے بسی سے آنسو بہانے
-میں مصروف ہو گئی

کرلی بے کار کوشش۔ اب واپس آجاؤ اور اسے فنش کرو جلدی۔ ایم آز کی آواز پر وہ لب کچلتی پلٹی- اور صوفے
پر بیٹھی اُنگلیاں مروڑتی رونے لگی- پانچ منٹ گزر گئے- وہ اُٹھا اور میز کے پاس چلا آیا۔ ایک نظر میز پر پڑے
-لوازمات پر ڈالی اور ایک اسکے صبر کو آزماتی اپسرا پر

ہار کا بتا دو اور چلی جاؤ۔ وہ تیز آواز میں بول کر رُکا نہیں تھا- اسکے جاتے ہی وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپائے
-پھوٹ پھوٹ کر رو دی

****

رات کے ایک بجے کا وقت تھا-ایم آز پلازہ میں سناٹا بول رہا تھا- سوئی گرتی تب بھی آواز پیدا ہوتی،اس حد تک خاموشی تھی-وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے ادھ کھلی آنکھوں سے جاگ رہی تھی- نیند حاوی ہو رہی تھی۔ -لیکن غافل ہونے سے خوف آرہا تھا

ایگل کو حبیب نے بلایا تھا-منشیات کا حساب کتاب کرنے کے بعد ایگل نے کالے رنگ کا بستہ اسے تھما دیا۔ جسے -کھولنے پر اندر چاندی کے اوراق میں لپٹے پیسوں کی گڈیاں ملی تھیں

-شاباش میرے چیتے۔" حبیب نے اسکی کمر پر دھپ رسید کرتے کہا"

اب ہم جائے؟ ایگل نے اجازت طلب کی- حبیب نے سر کے اشارے سے اسے جانے کا کہہ دیا- مگر وہ نیچے جانے کے بجائے لیفٹ سائڈ پر آگیا-اوپر فلور پر لفٹ کے رُکتے ہی اس نے کان میں لگے بلیوٹوتھ ائیر فون کے -ذریعے انس کو مخاطب کیا

ڈن "اچانک پورا ایم آز پلازہ اندھیرے میں نہا گیا- گھپ اندھیرا-وہ دھیرے دھیرے آگے بڑھا اور ایک " -چابی کی مدد سے بھاری دروازہ کھول دیا

خاموشی کو چیرتی دروازے کی آواز پر نیلم فوراً ٹھٹھک گئی-وہ کمرے کے وسط میں کھڑی اندھیرے سے گھبرا رہی تھی-اس نئی مصیبت پر اسکی چیخ نکلنے والی تھی۔ جب ایگل نے ٹارچ بیڈ پر اُچھالتے،ایک رومال جیب سے برآمد کرتے،اسکے منہ پر رکھے بے ہوش کر دیا- پھر اسے اپنے بائیں کندھے پر ڈال دیا-اسکے بے جان -ہوتے ہاتھ لٹکے پڑے تھے اور لمبے بال ایگل کے گھٹنوں کو چھو رہے تھے

سکے برابر لائٹ والی ٹارچ اس نے سیڑھیوں پر ڈالی اور وہاں پڑے کتھئی رنگ کا تھیلا نیلم کے اوپر ڈالا دیا۔ اسکا منہ بند کرنے کے بعد وہ بہت تیزی سے سیڑھیاں اُترنے لگا۔ اس تمام کاروائی میں اسے ابھی تک پانچ منٹ ہو چکے تھے-

وہ تھرڈ فورتھ فلور کی سیڑھیاں اُتر رہا تھا۔ جب اسے منہاج کی چنگھاڑتی آواز سنائی دی- وہ ملازمین پر چیخ رہا تھا کہ لائٹ کیوں گئی ہے؟ جنریٹر اون کرو- ٹائیگر میں نکل گیا ہوں۔ انس کا پیغام آیا-

پچھلے حصے میں کوئی ہے تو نہیں۔ وہ دبی آواز میں دریافت کرتا گراؤنڈ فلور پر پہنچ چکا تھا-

نہیں، جواب ملتے ہی وہ پلازہ کے پارکنگ ایریا کی جانب بڑھ گیا- اس کا اندازہ اتنا پکا تھا کہ وہ بغیر لائٹ اور روشنی کے پارکنگ ایریا تک آیا تھا- ایک ایک راستہ اسے حفظ ہو چکا تھا-

جھپاک سے پورا ایم آز پلازہ روشنیوں میں نہا گیا- الرٹ کھڑے گارڈز کی بھی آنکھیں ایک پل کو چندھیا گئیں- ایگل نے ٹرک میں رکھنے والے منشیات کے تھیلوں کے ساتھ ہی وہ تھیلا بھی رکھ دیا-

ارے یہ لائٹ کو کیا ہو گیا تھا؟ ایگل نے تھیلا ٹرک میں رکھتے ہوئے سرسری لہجے میں چوکنا گارڈ سے پوچھا- جو لوڈڈ رائفل تانے پارکنگ ایریا کا راؤنڈ لگا رہا تھا-

سازش لگتی ہے کسی کی۔ آج تک ایسا ہوا تو نہیں۔ گارڈ نے اپنی حیرت چھپائی نہیں تھی-

اللہ خیر کرے۔" ایگل نے کہتے ساتھ ایک بچا تھیلا بھی ٹرک میں رکھا اور آگے ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھا-" ٹرک تیز رفتاری سے ایم آز پلازہ سے نکل گیا- اس سے پہلے بھی دو ٹرک جا چکے تھے- اسی لیے ایگل پر کسی کا شک نہ گزرا-

منہاج عزضحاک تیزی سے لفٹ کی جانب بڑھا-اسکے ہر ہر عضو سے بے چینی جھلک رہی تھی-وہ وقفے وقفے سے لفٹ کے بند دروازے پر مکا رسید کرتا اپنا غصہ نکال رہا تھا-لفٹ مطلوبہ فلور پر پہنچ چکی تھی۔وہ دوڑتے ہوئے آخری کمرے کی جانب بڑھا-دروازہ کھلا تھا اور کمرہ خالی تھا-وہی ہوا جسکا اسے ڈر تھا-

اوہ نو،اس نے بھاگنے کی وجہ سے ماتھے پر آئے بالوں کو چار اُنگلیاں پھنسا کر پیچھے کیا-

وہ خود بھاگی ہے یا بھگائی گئی ہے؟ یہ سوال بہت خاص تھا-منہاج کے پورے جسم میں شرارے دوڑنے لگے-اسی کے گھر میں گھس کر اسے ہی شکست سے دوچار کر دیا گیا تھا-اسے تو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کوئی مین بورڈ تک پہنچا کیسے؟یہی نہیں جنریٹر آن کرنے جانے والے دو گارڈز کو بھی بے دردی سے زخمی کر دیا گیا تھا-

اس نے روم سے باہر نکلتے اپنے پیچھے زور سے دروازہ بند کر دیا اور دل ہی دل میں اسے پھر سے تلاشنے کا منصوبہ ترتیب دینے لگا-اب کی بار بات صرف ہار کی نہیں تھی-کچھ اور تھا جسکی بناء پر یہ تلاش اب اور اہمیت اختیار کر گئی تھی-

****

ٹائیگر نے بیس منٹ کی ڈرائیو کے بعد سنسان سڑک پر ٹرک روک دیا-زیادہ دیر اسے بند کر کے رکھنے سے خاطرہ بھی ہو سکتا تھا-

وہ ڈرائیونگ سیٹ سے اُترا اور ٹرک کے پچھلے حصے کی جانب بڑھ گیا۔ اُس میں سے ایک تھیلے کا منہ کھولا۔ اندر وہ گٹھری بنی پڑی تھی۔ اسے بمشکل باہر نکالنے کے بعد ایگل چھلانگ مارتے نیچے اُترا اور پھر سے ڈرائیونگ سیٹ کی جانب بڑھ گیا۔ اسے دور سڑک پر کسی کار کی ہیڈ لائٹس نظر آرہی تھیں۔ اس نے جلدی سے ٹرک اسٹارٹ کیا اور رفتار تیز کر دی۔

ٹائیگر اسے پہلے والی جگہ پر مت لے کر جانا۔ ایم آز کے بندوں کو اُس جگہ کا پتا لگ گیا ہے۔ کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ انس کی آواز ایئر فون سے اُبھری۔

یہ مال تو کیفے ٹیریا ہی لے کر جانا ہے فی الحال میں وہی جارہا ہوں۔ اس وقت وہاں کوئی نہیں ہوتا۔ ٹائیگر نے ٹرن لیتے اپنے ارادے سے آگاہ کیا۔

اور ہرب؟ ڈونٹ وری، وہ رات رنگین کرنے گیا ہے۔ اطمینان سے جواب دے کر رابطہ منقطع کر دیا۔

مزید کچھ وقت گزرنے کے بعد وہ کیفے ٹیریا کے پاس پہنچ چکا تھا۔ اسکے پچھلے احاطے میں ٹرک روکنے کے بعد وہ جلدی سے ڈرائیونگ سیٹ سے اُترا اور ٹرک کے پچھلے حصے کی جانب بڑھ گیا۔ نیلم بھاری بھاری ہیروئن سے بھرے تھیلوں پر بے سُدھ پڑی تھی۔ ایگل نے آگے کو ہوتے اسکو پیر سے اپنی جانب کھینچا۔ جب آدھا وجود باہر آگیا تو اسے پہلے کی ہی طرح کندھے پر اُٹھا لیا۔ کیفے ٹیریا کے پچھلے حصے میں بنے کمرے کی گول سیڑھیاں چڑھنے کے بعد وہ دروازے پر کھڑا تھا۔ ایک ہاتھ سے بے ہوش وجود کو سنبھالا اور دوسرے سے جینز کی پاکٹ سے چابیاں نکالنے لگا۔ لاک کھول کر اندر بڑھ گیا۔ کمرے میں اندھیرا تھا۔ اندازے سے چلتے اس نے نیلم کو لکڑی کے تخت پر لٹا دیا۔ پھر شیڈ کی جانب بڑھ گیا۔ لائٹ جلائی کچھ روشنی ہو گئی تھی۔ پانی کی بوتل

تلاش کرتا وہ واپس اسکی جانب چلا آیا- دو تین چھینٹے پانی کے مارے ہی تھے ابھی کہ دھاڑ کی آواز سے لوہے کا دروازہ کھولتے کوئی اندر بڑھا- ایگل فوراً پلٹا ساتھ ہی پینٹ کی پاکٹ سے ریوالور نکال لیا-

تو میرا شک صحیح تھا۔ ہرب نے طنزیہ لہجے میں کہتے ساتھ پسٹل بھی تان لی- ایگل بھی ریوالور تھامے الرٹ ہو گیا- نیلم تخت پر بیٹھی صورتحال سمجھنے میں کوشاں تھی-

کیا لگتی ہے یہ تیری؟؟؟ مفت میں اتنی حسین اسامی تیرے ہاتھ لگ گئی۔ واہ!!! وہ سوال کے ساتھ چنگاری بھی اُڑا رہا تھا-

خود چل کر موت کے پاس آئے ہو تم ہرب- اب زندہ سلامت واپس نہیں جا پاؤ گے۔ ایگل نے پسٹل تانے چیلنج کیا-

ہاہاہا بڑی آگ لگ رہی ہے- مزہ کر کرا کر دیا نا تیرا؟؟ چل ڈیل کر لیتے ہیں۔ دونوں مزے لے۔۔ اسکی معنی خیز گھٹیا بات مکمل ہونے سے پہلے ہی ایگل عقاب کی طرح اس پر جھپٹ پڑا-

بکواس کیے جا رہا ہے، کیے جا رہا ہے اب بھگت۔" ایگل اسے اپنے مضبوط کسرتی بازؤں میں دبوچے غضبناک" لہجے میں بولا- ساتھ ہی گھٹنا موڑ کر اسکے پیٹ میں دے مارا- ایک نہیں دو نہیں بار بار۔ ہرب نے پسٹل اب تک تھام رکھی تھی- اس ہاتھا پائی میں اگر وہ فائر کرتا تو شاید اسے بھی نقصان پہنچتا۔ تبھی وہ خود کو چھڑانے کی کوشش کرنے لگا- بالآخر ایگل کے پیٹ میں کہنی مارنے کے ساتھ اسکے سر میں بھی دے ماری۔ پھر ٹانگ کا استعمال کرتے اسے دور دھکیلا اور جلدی سے فائر کر دیا۔ مبادا وہ پھر نا اس پر چڑھ دوڑے-

فائر کی آواز سے بلند چیخ نیلم کے گلے سے برآمد ہوئی تھی۔اس تمام کاروائی کے دوران وہ لرزتی کانپتی آنسو بہانے میں ہی مصروف تھی۔پے درپے واقعات نے اسکی تمام صلاحیتیں جیسے مفلوج کرکے رکھ دی تھیں۔

ٹائیگر! نیلم کی بے جان ٹانگوں میں جانے کہاں سے اتنی جان آئی تھی کہ وہ فرش پر گرے ایگل کی جانب بڑھی تھی۔گولی اسکے کندھے کو چھو کر گزری تھی۔سرخ انار رنگ خون بہہ نکلا تھا۔ہرب نے پھر سے اسے ٹارگٹ پر رکھا۔مگر اسکے آگے نیلم تھی۔عاص عالم نے ایک ہاتھ سے اپنے قریب بیٹھی نیلم کو دور دھکیلا اور ڈائریکٹ فائر کیا۔پسٹل ہرب کے ہاتھ سے نیچے گر چکا تھا۔اس سے پہلے کہ وہ اسے اُچکتا اندر داخل ہوتے ایک نقاب پوش نے اسے پُشت سے دبوچتے نیچے پھینکا اور دھڑا دھڑ لاتوں گھونسوں کی برسات کر دی۔ہرب بھی کم نہیں تھا۔اس نے بھی اپنے دفاع میں ہاتھ پیر چلانے شروع کر دیے۔نقاب پوش زمین بوس ہوا۔ہرب پسٹل لینے آگے بڑھا۔میجر عاص نے اسکے گھٹنے پر اپنا بوٹ مارا۔وہ منہ کے بل گرا۔خون اسکے منہ سے نکل کر آلودہ فرش کو اور آلودہ کر چکا تھا۔میجر عاص نے اسکی گرن اپنی بازو میں دبوچ کر موڑلی۔پھر نقاب پوش سے بولا۔انس نیلم کو لے کر جاؤ۔اسکے پیر کے نیچے ہرب کا پسٹل تھا۔جسے اس نے انس کی جانب دھکیل دیا۔

اوکے سر! وہ پسٹل اُٹھا کر نیلم کی جانب آیا۔جو ابھی تک فرش پر بیٹھی حالات سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

اُٹھیں،اس نے نیلم کو جلدی سے اُٹھنے کا کہا۔مگر اسکی نظریں ہرب کی گردن کو بے دردی سے دبوچے ایگل پر گڑھی تھیں۔انس نے ایک نظر اسکی نظر کے تعاقب میں دیکھا۔پھر اسے بازو سے تھام کر گھسیٹنے کے انداز میں باہر لے آیا۔گول سیڑھیاں اُترنے کے بعد وہ اس گلی سے نکلنے والے تھے۔جب وہ ہوش میں آئی۔

ٹائیگر! ہہ ہم ٹائیگر کو چھوڑ کر کیسے جا سکتے ہیں؟ وہ بڑبڑائی۔

چھوڑو ہمیں،اس نے انس کی سخت گرفت سے اپنے آپ کو آزاد کروانا چاہا۔

-نیلم ابھی آپ میرے ساتھ چلیں۔میں آپ کو سیو جگہ لے کر جارہا ہوں۔"اسکے چلانے پر وہ رُک گیا تھا"

ٹائیگر اندر ہے وہ---وہ اُسے ماردے گا ہہ ہم نہیں جا سکتے۔ہمیں ٹائیگر کے پاس جانا ہے-آپ چھوڑیں"
-ہمیں۔"عاجزی و بے بسی سی کہتی آخر میں وہ اپنے مخصوص انداز میں چیخ پڑی

ٹائیگر کو کچھ نہیں ہو گا-وہ میجر ہے۔ہرب کو کنڑول کرنا اسکے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ڈونٹ وری،بٹ مین"
پرابلم یہ ہے کہ ہرب کے پیچھے حبیب نہ آجائے-آپ سمجھ کیوں نہیں رہی۔اتنی مشکل سے آپ کو وہاں سے
نکال کر لائے ہیں-ہم پر بھروسہ کریں۔"وہ اسے دھیمے سے سمجھاتا رام کرنے کی کوشش کررہا تھا--اسکی
گرفت ڈھیلی پڑی تھی-نیلم نے اسے دھکا دیا اور واپس بھاگ گئی-انس کو اس سے ایسی دلیری کی توقع نہیں
تھی۔وہ سنبھل تو گیا۔مگر اسکے پیچھے کچھ دیر بعد لپکا تھا-وہ تیز تیز بھاگتی گول سیڑھیاں چڑھ رہی تھی-
آنکھوں کے آگے صرف ایگل کے کندھے سے بہتا خون دِکھ رہا تھا-حب وہ دروازے پر پہنچی تو اندر کے منظر
نے اسکی روح تک ہلادی تھی-ایگل خون میں لت پت ہرب کے اوپر گھٹنہ موڑ کر بیٹھا تھا۔ایک گھٹنہ فرش
پر ٹِکا تھا-ریوالور ہرب کے منہ میں تھا-ایک دو تین جانے اسنے کتنے فائر کیے تھے-آنکھوں کے آگے اندھیرا
چھاجانے کی بناءپر وہ لہرا کر دروازے میں ہی گر گئی-میجر عاص عالم نے ایک ٹھوکر ہرب کو رسید کی اور کھڑا
ہو گیا-وہ نیلم تک پہنچا تھا۔جب تک انس بھی آگیا-میجر عاص عالم نے تیز اور خفگی بھری نظر اس پر ڈالی تھی-
-وہ سر جھکا کر رہ گیا

****

آپ ہمیں کہاں لے آئے ہیں ٹائیگر کہاں ہے؟؟انس کمرے میں داخل ہوا ہی تھا کہ وہ بیڈ سے اُٹھتی بولی- نقاہت کے باعث آواز بہت مدھم تھی- کمرا کافی کشادہ تھا- فرنیچر بھی میچنگ کا، مگر لکڑی کا تھا- ڈارک براؤن ہی پردے لگے تھے- ایل ای ڈی بلب کی روشنی بھی کافی تیز تھی- جو اسکے سر پر لگا تھا- بیڈ پر لیٹی نیلم اب اُٹھ بیٹھی تھی-

آتا ہو گا وہ، آپ یہ جوس پی لیں۔ انس نے جوس کا گلاس اسے تھمانا چاہا۔ مگر وہ ٹانگیں سمیٹ کر ان کے گرد بازو باندھے اور ان پر سر رکھ کر رونے لگی- انس پریشان ہو گیا-

آپ رونا تو بند کریں پلیز! سب ٹھیک ہو جائے گا۔ آپ محفوظ ہیں یہاں۔ انس کھڑے کھڑے ہی کہہ رہا تھا- اسے سب سے مشکل کام لگ رہا تھا۔ کسی روتی لڑکی کو چپ کرانا- اسکی بات پر وہ مزید زور و شور سے رونے لگی-

اچھا دیکھیں میں آپ کو بتاتا ہوں۔ وہ ٹھیک ہے۔ ہاسپٹل گیا ہے۔ جلدی آ جائے گا- اب آپ بھی اسے پکڑ لیں" انس نے جوس کا گلاس پھر اسکی جانب بڑھایا- نیلم نے سر اُٹھا کر اسے دیکھا- انس نے نظریں چرا لیں-

ہم کہاں پھنس گئے ہیں؟ تم کون ہو؟ ٹائیگر کون ہے؟ ہمیں کیوں چھڑوایا وہاں سے؟ تم سب کی آپس میں کیا دشمنی ہے؟ ہمیں کیوں بیچ میں گھسیٹ لیا ہے؟ ہمارا کیا قصور ہے؟ کس چیز کی سزا مل رہی ہے ہمیں؟ ہم تھک گئے ہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ، ایک قید سے آزادی ملتی ہے دوسری قید میں جانے کو۔ وہ روتے ہوئے اس سے شکایتیں کر رہی تھی- انس نے گہری سانس لے کر خود کو ریلکس کیا-

ابھی آپ کو سب سچ پتا چل جائے گا۔ کچھ انتظار کریں۔ انس دھیمے لہجے میں بولا۔

ہمیں ابھی بتائیں ٹائیگر کون ہے ؟ اُسکے اتنے روپ کیوں ہیں ؟ آپ نے نہیں بتایا تو ہم، ہم شور مچا دیں گے۔ نیلم نے کہتے ساتھ ہی سائیڈ ٹیبل پر پڑا گلدان بھی اُٹھا لیا- انس اب بھی خاموش کھڑا تھا- جیسے اسکی دھمکی پر کوئی فرق نہ پڑا ہو-

ٹائیگر میجر عاص عالم ہے اس کے علاوہ کچھ بھی آپ کو بتانا، ہمارے لیے خطرہ ثابت ہو سکتا ہے۔ "وہ بات کرتے کرتے کب نیلم کی طرف آیا۔ وہ محسوس نہیں کر سکی۔ اس نے گلدان اسکے ہاتھ سے آرام سے لے لیا اور جوس کا گلاس تھما دیا-

اب جلدی سے اسے ختم کریں اور مزید دھمکیاں دینے کے لیے جان پیدا کریں۔ وہ طنز کر رہا تھا۔ شاید پتا نہیں بس نیلم نے اسے مسکراتے دیکھا تھا- پھر اس نے جلدی سے جوس ختم کر لیا- انس نے ٹیبل پر پڑا جگ اُٹھایا اور اسکے ہاتھ سے گلاس لینے کے بجائے اور جوس ڈال دیا- نیلم نے حیران نظروں سے اسے دیکھا-

دیکھ کیا رہی ہیں ختم کریں اسے، رزق ضائع نہیں کرتے۔ دادی اماؤں والا لہجہ -اس نے گلاس لبوں سے لگا لیا- انس ٹیبل کے کنارے ہی بیٹھ گیا- کمرے میں بیڈ کے سوا ایک صوفہ موجود تھا بیٹھنے کو-

گڈ گرل "نیلم کے ہاتھ سے خالی گلاس لیتے وہ شاباشی دینے لگا"-

وہ اب سیل کی جانب متوجہ ہو چکا تھا۔ اسکی اُنگلیاں تیزی سے ٹائپنگ کرنے میں مصروف تھیں- پھر وہ کال پر مصروف ہو گیا- ایک منٹ کی بات کے بعد وہ کمرے سے باہر نکل گیا- نیلم بھی جلدی سے بیڈ سے اُتر گئی- کمرے کے باہر لاؤنج تھا خاصا بڑا تھا- ایک تھری سیٹر صوفہ تھا۔ جب کہ باقی چار سنگل صوفے گول دائرے میں لگے تھے- ایک طرف کچن تھا اور کچن کے سامنے تھوڑی سی جگہ پر چار کرسیوں والا سیٹ تھا- جسے ایک چھوٹے سے ڈائنگ ہال کا نام دیا جا سکتا تھا-

نیلم دروازے سے جھانک رہی تھی۔ جب اس نے مین گیٹ سے کسی کو اندر آتے دیکھا-اسنے گرے کلر کی شرٹ پہن رکھی تھی۔ جس کے بٹن کھلے تھے-اسکا کسرتی بدن صاف نظر آرہا تھا- مگر اسکے سینے پر پٹی بندھی تھی- جس پر خون کے دھبے بھی معلوم ہورہے تھے- سلیوس فولڈ تھے۔ ایک ہاتھ پر بھی اسی طرح سفید کاٹن لپٹا تھا- بال ماتھے پر ڈیرہ ڈالے ہوئے تھے- نیلم کو اپنے پیروں تلے زمین نکلتی محسوس ہوئی۔ اسکے شولڈر پر گولی لگی تھی اسے یاد آیا- وہ فوراً باہر نکلی-

کک کیا ہوا ہے آپ کو؟ اسکی آواز بلند اور شاک سے بھرپور تھی-

کیسے لگی ہے یہ چوٹ؟ ہم آپ سے کچھ پوچھ رہے ہیں، وہ چلائی-

چوٹ مجھے لگی ہے۔ شور آپ نے مچار کھا ہے۔ وہ اسکے چلانے پر ناگواری سے بولا- نیلم جھٹکے سے اسکے قریب ہوئی تھی۔ اوپن شرٹ کا ایک سرا پکڑ کر اسے اپنی جانب ہلکے سے کھینچا-

چوٹ آپ کو لگی ہے۔ مگر تکلیف ہمیں ہورہی ہے اور جب تکلیف برداشت سے باہر ہو جائے نا میجر عاص" عالم، انسان شور بھی تب ہی مچاتا ہے۔" وہ اس وقت اس حد تک اس کے قریب تھی کہ میجر عاص ان سبز کانچ میں اپنا عکس صاف دیکھ سکتا تھا- اپنے لیے ٹھاٹھیں مارتا جذبات کا طوفان باآسانی ملاحظہ کر سکتا تھا-اس نے ایک پل کو اپنی نظریں نہ جھکائیں تھیں- اسکی آنکھوں میں دیکھتی، وہ اپنے جنون کی انتہا بتارہی تھی- بہک جانے کو مجبور کررہی تھی-

کیوں نہیں کرتے آپ ہم سے محبت؟ شرٹ پر گرفت اور مضبوط کر کے ایک اور جھٹکے سے مزید فاصلہ سمیٹ لیا- اسکی سیاہ ذہانت سے چمکتی آنکھوں میں دیکھتے جذبات سے بوجھل لہجے میں استفسار کیا تھا- میجر عاص نے سانس تک روک لی تھی- پھر چہرہ موڑ لیا- تاب نہیں لا پارہا تھا وہ ان جذبوں سے لبریز نگاہوں میں دیکھنے کی-

نیلم چھوڑیں" وہ دبے دبے لہجے میں اسکے ہاتھ اپنے شرٹ سے ہٹاتے بولا-انس دروازہ لاک کرتا پلٹا تھا-" میجر عاص کو انس کے سامنے اسکی یہ بے باکی سخت کھلی تھی-نیلم ذرا فاصلے پر ہو چکی تھی-انس پاس چلا آیا-

ٹائیگر یہاں کیوں کھڑے ہو اندر چلو۔انس کے کہنے پر وہ کمرے میں چلا گیا-نیلم بھی پیچھے ہی آنے لگی تھی- جب انس بولا-

پلیز آپ یہیں ایڈجسٹ کرلیں۔"انس کا لہجہ معذرت کرتا تھا۔مگر اسنے تیکھی نظر انس پر ڈالی اور کمرے" میں چلی گئی-انس بھی اسکے پیچھے ہی چلا آیا-

ہمیں سب سچ سچ بتادیں۔یہ سب کیا چل رہا ہے؟اور ہمیں اس میں کیوں گھسیٹا جارہا ہے؟ٹائیگر بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔نیلم سامنے کھڑی قدرے غصے میں بولی-

پہلی بات آپ نے خود اس کھائی میں چھلانگ لگائی ہے اور دوسری بات میں نے آپ سے کچھ جھوٹ نہیں بولا۔جو آپ سچ بتانے کا کہہ رہی ہیں۔ہمیشہ کی طرح سخت لہجہ سنجیدہ انداز-

ہم نے چھلانگ لگائی ہے یا آپ نے دھکا دیا ہے؟کاٹ دار لہجہ۔

میں نے نہیں کہا تھا کہ آپ اکیلی عید کے دن کسی کے گھر میں دھڑلے سے گھس جائیں نا ہی میں نے آپ کو ایم آز کا ہار اپنے پاس رکھنے کا کہا تھا۔وہ اطمینان سے نیلم کو اسکی غلطیاں بتا رہا تھا-

ہمیں مرکت بہت پسند ہیں اور یہی ہماری غلطی تھی-آپ صحیح کہہ رہے ہیں۔ہمیں وہ ہار نہیں اُٹھانا چاہیے تھا-وہ پہلی بات کو نظرانداز کرتی اپنی غلطی تسلیم کرتی بیڈ کے پاس پڑے ٹیبل پر ہی بیٹھ گئی-انس کمرے سے جانے کب گیا تھا،اسے محسوس نہیں ہوا-

-مرکت یومین زمرد کا پتھر ؟"نیلم نے سر جھکائے اثبات میں ہلایا"

آپ کو پھر بھی وہ ہار نہیں اُٹھانا چاہیے تھا۔ کئی بار ہماری پسندیدہ چیزیں ہی ہمیں سخت نقصان سے دوچار کرتی ہیں۔"وہ سر اونچا کرتا کمرے کی چھت کی جانب دیکھ رہا تھا-شرٹ اب تک کھلی تھی- نیلم اب اسکی جانب دیکھنے سے ہچکچا رہی تھی-جب کہ کچھ دیر پہلے وہ کیسے اسکے لیے بے قرار ہو گئی تھی-

آپ کو کس نے بتایا کہ میں میجر عاص عالم ہوں؟ جذبات میں آ کر نیلم نے اسکا پورا نام لے لیا تھا۔ وہ خود تو بھول چکی تھی۔ مگر میجر عاص شارپ مائنڈڈ انسان تھا۔ اسکی زیرک نگاھیں تو انسان کا اندر تک چھان لیتی تھیں-

-وہ، وہ نیلم اُنگلیاں مروڑنے لگی-عاص عالم کو سمجھ نہیں آتی تھی۔ یہ لڑکی عجیب سے بھی عجیب تر تھی-

کبھی بولڈنس کا مظاہرہ کرتی کبھی بلاوجہ نروس ہوتی-

کبھی پسٹل دیکھ کر ہی سچ بول دیتی، کبھی ریوالور کو گردن میں محسوس کر کے بھی جھوٹ پر ڈٹی رہتی-

میں نے بتایا تھا سر! انس ایک پلیٹ میں ہلدی ملا دودھ کا گلاس لیے اندر داخل ہوتا بولا-عاص عالم نے شکایتی نظروں سے اسے دیکھا- پھر اسکی بڑھائی پلیٹ سے گلاس اُچک لیا-

****

ہرب کا سیل مسلسل آف جا رہا ہے۔ آئی ڈونٹ نو وہاٹ ہیپنڈ وِد ہِم۔ حبیب شدید جھنجھلاہٹ میں مبتلا کہہ رہا
-تھا

ایگل سے کانٹیکٹ کر لو۔ وہ ڈیٹیلز بتا دے گا۔ ہی اِز آر سپونسبل گائے۔ ایم آز نے کانٹے میں لگے ڈرائے کیک
-کا پیس کھاتے کہا

-تم نے یہاں بزنس تو اچھا سیٹ کر رکھا ہے۔ بائے دا وے۔ حبیب نے تعریف کی

گتے کا کاروبار بہت منافع بخش ہے۔ میرے اصل بزنس کیلیے۔ کسی کو خبر ہی نہیں ہوتی، اتنے بڑے بڑے
-کارٹنز میں اسلحہ جا رہا ہے، ہیروئن یا امریکن، سعودیہ کرنسی۔ وہ اب بھی ناشتے میں مصروف بول رہا تھا

-اگر کبھی ریڈ پڑ جائے تو؟ حبیب بولا

ارڈز الرٹ ہیں اور پولیس محکمے میں بھرتی ایس ایچ او بھی ہر خبر وقت سے پہلے پہنچا دیتا ہے۔ ایک ایس پی "
- بھی تعاون کر رہا ہے۔ ایم آز نے آرام دہ لہجے میں کہا

-پاکستان کی پولیس تو بڑی ہی لالچی ہے یار۔ حبیب نے کمنٹ پاس کیا

ایسی بات نہیں ہے۔ ہر محکمے میں اچھے برے لوگ ہوتے ہیں۔ بس جن کو پیسے کی لالچ ہو، وہ اپنوں کی پیٹھ میں
چھرا گھونپنے میں وقت نہیں لگاتے اور کچھ ڈیک کی بھی محنت ہے۔ خیر اب تم دیکھ رہے ہو تو وقت پر پیسے
ٹرانسفر کر دیا کروان کے اکاؤنٹس میں۔

اسی لیے تو ہرب کو کال کر رہا تھا کہ کل جو مال ایگل نے ڈیلیور کیا ہے۔ اُس میں جس پولیس آفیسر نے مدد کی ہے۔ اُس سے کتنے کی ڈیل ہوئی تھی؟ مگر وہ ہے کہ کال ہی نہیں اٹینڈ کر رہا۔ حبیب نے بیئر کا گلاس رکھتے، پھر سے سیل پر اُنگلیاں چلانی شروع کر دیں۔

ایک تم لوگوں کی یہ پینے اور ریڈ لائٹ ایریا کا راؤنڈ لگانے کی عادت سے میں بہت تنگ ہوں -ایٹ لیسٹ ڈیک میں یہ عادت نہیں تھی۔ وہ ناگواری سے بولا۔ پھر پانی کا گلاس ہونٹوں سے لگالیا-

یار کیا یاد کروا دیا؟؟ وہ لڑکی، یقین مانو منہاج ایسا حُسن میں نے کبھی زندگی میں آج سے پہلے نہیں دیکھا- تم سوچ نہیں سکتے وہ لڑکی کتنی قیمتی ہے، کوہِ نور سے بڑھ کر ہے۔ سونا تو پانی بھرتا ہے اُسکے سامنے۔ اِسکو دیکھ کر ہی----- حبیب نے آگے واہیات الفاظ استعمال کرنا شروع کر دیے- ہاتھ میں پکڑے کانٹے کو ایم آز نے زور سے پلیٹ میں پٹخا اور سرخ انگارہ آنکھوں سے حبیب کو گھورا-

کول ڈاؤن برو ہاہاہا اب کیوں غصہ ہو رہے ہو؟ وہ تو گئی نا تمہاری نا میری۔ "حبیب کا انداز چڑانے والا تھا-"

وہ میری ہے۔ "منہاج عز ضحاک نے جن نظروں سے اسے دیکھتے یہ بات کی تھی حبیب کو وہ اپنے حواسوں" میں نہیں لگا تھا- حبیب کے سامنے پڑا بیئر کا گلاس اسکے منہ پر اُنڈیلنے کے بعد، اسے بالوں سے پکڑ کر چہرہ اوپر کر دیا۔ پھر اسکے چہرے پر تھوڑا جھکا اور لال انگارہ آنکھوں سے گھورا-

یہ تمہاری آخری غلطی تھی حبیب۔ اب اگر تم نے اُس لڑکی کے بارے میں ایک لفظ بھی کہا تو دوستی، دشمنی" میں بدلتے میں ایک لمحہ نہیں لگاؤں گا۔ "سرد لہجے میں کہتے ایک جھٹکے سے اسکے بال چھوڑے-

آر یو میڈ ؟؟ ہوش میں آؤ منہاج عزضحاک ہوش میں آؤ- یہ پاگل پن یہ دیوانگی تمہیں پہلے بھی لے ڈوبی تھی۔ اب کی بار بھی کہیں ایسا ہی نہ ہو-تب تم روحانی موت مرے تھے۔اب حقیقی موت مرنا چاہتے ہو؟ حبیب کاٹ دار لہجے میں بولا-

وہ ایسی نہیں، وہ بہت معصوم ہے۔" منہاج نے اسکی جانب پیٹھ کرلی تھی"-

ہاہاہاہاہا حبیب کا قہقہہ گونجا۔

پاگل مت بنو منہاج اور اُس لڑکی کو تلاش مت کرو۔ ورنہ وہ برباد کردے گی تمہیں۔اگر اُسے پاس رکھو گے تو وہ تمہارے اندر کے جانور سے ڈر جائے گی اور ہے تو اسی ملک کی باسی، جس نے تمہاری زندگی کو جلا ڈالا-تم اس ملک کی باسی سے محبت کرنے چلے ہو۔ جس نے تمہاری کائنات کو ثوبی بنادیا- حبیب اسکے سامنے آ کھڑا ہوا-

مم میں تمہیں جوابدہ نہیں ہوں۔ پہلی بار اسکا لہجہ لڑکھڑایا تھا-

ڈونٹ سے کہ تمہیں محبت ہوگئی ہے۔" حبیب کا طنز بہت گہرا تھا"-

ہوگئی ہے حبیب یہ دیکھو میرا دل دھڑکنے لگا ہے۔"اس نے حبیب کا ہاتھ تھام کر اپنے سینے پر ٹھیک دل کے مقام پر رکھا"-

حبیب ہنسا، پھر پیچھے ہٹا اور ایم آز کے اُلجھن بھرے چہرے کو دیکھا۔ پھر اسکی ہنسی قہقہوں میں بدل گئی- ڈائننگ ہال گھومنے لگا تھا۔ حبیب کے قہقہے اونچے ہوتے جارہے تھے-

چپ ہو جاؤ، ایم آز نے دھاڑتے ساتھ میز پر سجے چند لوازمات بھی زمین بوس کیے-

ہنسی آرہی ہے مجھے تمہاری بے وقوفی پر- محبت ہاہاہا، ایک بار استعمال کرو- دو بار، تین بار، دل بھر گیا چھوڑ دو- محبت نا کرو- "عجیب سے لہجے میں کہتا وہ پھر منہاج کے پاس آیا اور اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا

محبت کرو گے تو مارے جاؤ گے میرے دوست- "پھر وہ اسکے دل پر ہاتھ مارتا نیچے گرے ٹوٹے برتنوں سے" پیر بچاتا نکل گیا- منہاج وہیں کھڑا تھا- در حقیقت وہ آج بھی وہیں کھڑا تھا- اُسی مقام پر بدلے کی آگ میں جلتا سلگتا-

****

جیسے جیسے ریکارڈنگ چلتی جارہی تھی- میجر عاص عالم کے چہرے کے زاویے بدلتے جارہے تھے- حبیب جا چکا تھا منہاج وہیں کھڑا تھا- انس نے ایک نظر میجر عاص عالم کو دیکھا اور پھر لیپ ٹاپ کی اسکرین کی جانب- پھر وہ اُٹھا اور لاؤنج میں چلا آیا- اسے اپنے حلیے کی بھی پرواہ نہیں تھی بغیر شرٹ کے سویا تھا- پھر شعیب کی بھیجی ویڈیوز دیکھیں اور منہاج کی ڈائری کی چند تصاویر جو اسکے پاس موجود تھیں- اُن پر لکھے کوڈ ووڈز سمجھنے لگا- حبیب کو کال کر کے مال کی ڈیلیوری کا بتایا اور اب انس کی لائی ویڈیو دیکھنے لگا- انس ایم آز پلازہ میں گارڈ کے گیٹ اپ میں گھس جاتا تھا- اتنے گارڈز تھے وہاں کہ اس کو پہچاننا مشکل تھا- ویسا ہی یونیفارم تیار کیا تھا اور ایک خاص نشانی جو گارڈز کے یونیفارم پر ایک لوگو تھا وہ بھی لگوایا تھا-

تقریباً گیارہ بجے کا وقت تھا اور وہ ابھی تک پڑی سو رہی تھی- صوفے پر موجود سفید چادر میں لپٹے وجود کو دیکھ کر میجر عاص عالم کے تن بدن میں آگ کے شعلے بھڑک اُٹھے تھے-

ہماری نیندیں حرام کر کے تم مزے سے سو رہی ہو۔ "میجر عاص نے اسے بازو سے پکڑ کر کھڑا کیا- وہ جو دادو "
کی ڈانٹ پھٹکار، بابا کی آوازوں اور صاعقہ کے بالوں میں اُنگلیاں چلانے سے بھی نہ جاگتی تھی۔ اسکی دھاڑ پر اور
-مضبوط آہنی گرفت پر پل بھر میں ہوش میں آئی تھی

میں نے تم جیسی پاگل لڑکی پوری دنیا میں کہیں نہیں دیکھی- تمہیں اپنے گھر سے غائب ہوئے آج چوتھا دن "
ہے اور تم ہو کہ تمہاری نیندیں پوری نہیں ہو رہیں۔ "میجر عاص نے ایک زوردار جھٹکے سے اسے صوفے پر
- پھینکا۔ وہ بیٹھنے کے انداز میں گری تھی

کون سے تیر چلا کر آئی ہو۔ اُس وحشی درندے پر کہ وہ گھائل ہو چکا ہے۔ بولو، اسے بالوں سے پکڑ کر ایک
- جھٹکے سے اپنے مقابل کیا تھا

بتاؤ مجھے، اسکی آنسوؤں سے بھری آنکھوں میں شکایت تھی۔ نا سمجھی تھی، درد تھا، ساتھ ہی اس سے خوف بھی
- لکھا تھا۔ میجر عاص کی گرفت اسکے شہد رنگ بالوں پر مزید سخت ہو گئی

- آہ! ! اس نے درد سے آنکھیں میچ لیں

سر پلیز! انس نے اسے بازو سے پکڑ کر پیچھے کیا- عاص نے ایک غصیلی نظر اس پر ڈال کر اپنا بازو چھڑایا- نیلم
- سہم کر گھٹنے اپنے سینے سے لگا چکی تھی اور ہولے ہولے لرز رہی تھی

جان سے مار دوں گا میں اس آفت کو- میرے مشن کی سب سے بڑی رکاوٹ دور ہو جائے گی۔ "وہ خون "
خوار نظروں سے اسے گھورتا آگے بڑھا تھا- نیلم کے منہ سے ہلکی سے چیخ نکلی اور چہرہ صوفے کی پشت میں
- چھپا لیا

- ٹائیگر اس میں اس بے چاری کی کیا غلطی؟ انس اس کے آگے آ گیا

بے چاری؟؟اپنی یہ معصوم شکل اور حسین چہرہ لے کر یہ نجانے کونسی دشمنی نکال رہی ہے مجھ سے-میرے ہر راستے پر دیوار بن گئی ہے۔وہ اب بھی ڈری سہمی کانپتی ہوئی نیلم کو گھور رہا تھا-

ہم آپ کے دشمن نہیں ہیں۔اسکے الزام پر وہ تڑپ کر بولی۔

بکواس بند کرو اپنی۔"اچانک وہ بپھر کر اسکی جانب بڑھا اور صراحی دار گردن کو اپنے دائیں زخمی ہاتھ سے" تھام لیا-زخمی ہاتھ میں بھی اتنی طاقت تھی کہ نیلم کو اپنی سانس رُکتی محسوس ہوئی تھی-

سر چھوڑیں اسے۔انس نے زبردستی اسے پیچھے کیا-عاص نے صوفے کو اتنی زور سے لات رسید کی کہ نیلم کو وہ صاف ہلتا محسوس ہوا تھا-

منہاج اب اسکی تلاش کرے گا-اب اسے واپس بھی نہیں بھیج سکتے۔اپنے پاس بھی نہیں رکھ سکتے۔کیا کریں اس مصیبت کا؟عذاب بن گئی ہے یہ لڑکی میرے لیے۔وہ سخت نفرت سے کہہ رہا تھا-نیلم کے ہچکیوں سے رونے پر اسے اور غصہ آرہا تھا-

انس اسے کہو چُپ ہو جاؤ۔اس سے پہلے کہ میں اسے گولی مار کر سارا قصہ تمام کردوں۔وہ جو سنگل صوفے پر بیٹھا تھا اچانک کھڑا ہوا-اسکے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھے انس نے اسے بازو سے پکڑ کر بٹھایا-

نیلم پلیز آآ۔۔آپ روم میں جائیں۔انس آنسو بہاتی نیلم سے بولا-

نہیں جارہے ہم،مار دو ہمیں۔وہ شدید غصے میں آنسو رگڑتی چلائی تھی-عاص کا غصہ سوا نیزے کو پہنچ گیا۔وہ اسکی جانب لپکنے لگا تھا۔جب انس نے اسے پھر بیچ راستے میں ہی روک لیا-نیلم اپنے ازلی غصے کی بناء پر بول تو چکی تھی۔مگر اسکے تیور دیکھ کر خوفزدہ ہوتی صوفے سے چھلانگ مارتی کمرے کی طرف بھاگ گئی-اتنے پریشان کن حالات میں بھی انس کے ہونٹ مسکرائے تھے-

****

منہاج نے ایک جعلی سروے ٹیم تشکیل دی تھی۔ جو گھر گھر جا کر لوگوں سے جامعہ میں پڑھنے والے اسٹوڈنٹس کا پوچھتی۔ اگر کوئی اسٹوڈنٹ ہوتا تو اسے ایک پیپر دیتی جس پر چند اسٹڈی سے کری ایٹ ہوتے ڈپریشن کے جملے لکھے ہوتے ان کے آگے خانے بنے تھے جوابات کے۔ اس کو پُر کرنے سے پہلے اپنا نام اور جامعہ کا نام لکھنا ہوتا، ساتھ عمر بھی۔ یہ ٹیم اُسی علاقے کے آس پاس گردش کر رہی تھی۔ جہاں پر نیلم گارڈز کو ملی تھی۔ ان پڑھ لوگ اس ایریا میں زیادہ تھے۔

سر اس ایریا میں تو بارہ گرلز یونیورسٹی کی اسٹوڈنٹ تھیں اور کسی کی بھی شکل اس لڑکی سے نہیں ملتی۔ جسکی آپ نے تصویر دی تھی۔ ٹیم کے سربراہ نے انفارمیشن دی۔

منہاج نے نیلم کو اس کمرے میں اسی لیے قید کیا تھا۔ کیوں کہ وہاں کیمرہ نصب تھا اور اسی سے تصویر لی گئی تھی۔

اچھا پھر اسکے ساتھ جو ایریا ہے۔ وہاں بھی یہ سروے کرو۔ منہاج نے صوفے سے اُٹھتے کہا۔

۔لیکن سر ایسے سروے یونیورسٹیز میں ہوتے ہیں تو۔۔ وہ کچھ کہتے کہتے رُک گیا

تو کیا؟؟ آپ کوئی بھی بہانا بنا دیں۔ مجھے بس وہ لڑکی چاہیے۔ منہاج نے اسکی بات کاٹتے کہا اور پھر عادتاً کوٹ کا بٹن بند کرتے باہر نکل گیا۔

****

انس فرائنگ پین میں انڈہ توڑ کر ڈال رہا تھا اور میجر عاص رف حلیے میں ٹراؤزر شرٹ پر گیلے بال لیے اُس ہار کو -کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔اسکے ایک ہاتھ میں چھوٹا سا پیچ کس تھا

-کھلا ؟انس انڈہ پلٹتے چمچ ہاتھ میں لیے ہی اسکی طرف آیا

بس ہو گیا۔عاص نے چھوٹا سا کیل کاؤنٹر پر رکھا اور وہ سکے نما ڈبہ کھولا-اس کو کھولتے ہی تیز چمک نے ان کی ڈایا میٹر کے کافی سارے ہیرے تھے۔ mmاور 7 carat آنکھوں میں دیکھا تھا-اسکے اندر 1.5 دوسرے سکے میں اور تیسرے میں بھی ان کی چوڑائی اتنی زیادہ تھی کہ وہ آسانی سے اس میں سما گئے تھے-وہ -سب اوول کٹ میں تھے

عاص نے ایک ڈائمنڈ سٹون اُٹھایا اور کچن کے روشن دان سے آتی تیز دھوپ میں قریب سے دیکھنے لگا-اس کے اندر ایک دو سیاہ دھبے نظر آئے تھے جو کہ کاربن کے ذخائر کی بناء پر تھے-ان کی اصلیت کا اندازہ ہو چکا -تھا۔میجر عاص نے گہرا سانس لیتے اسے واپس رکھ دیا۔انس نے اسکے سنجیدہ چہرے کی جانب دیکھا

عاص اور وہ روشن دان کی جانب کھڑے تھے۔کاؤنٹر پر ہیرے اور زمرد کے پتھر پڑے تھے-میجر عاص عالم نے پیچھے مڑ کر دیکھا-نیلم کاؤنٹر کے پاس کھڑی تھی۔اسکے ایک ہاتھ میں زمرد کا پتھر تھا اور وہ اس پر اُنگلی پھیر رہی تھی اور سامنے چھوٹے چھوٹے الماس بکھرے پڑے تھے۔جن کی چمک اسکے حسین چہرے پر پڑ رہی -تھی

کہتے ہیں کوہِ نور جو کہ اس وقت دنیا کا بہترین اور سب سے قیمتی پتھر ہے۔ اسکی قیمت اندازاً دس ہزار ارب روپے ہوگی۔ اگر وہ ہیرا ابھی اسکے سامنے رکھ دیا جاتا اور ایک طرف زمرد رکھ دیا جاتا تو وہ زمرد کو ہی ترجیح دیتی۔ یہ تو پھر عام سے ہیرے تھے-

ایک اور عجیب بات تھی اس لڑکی میں جو میجر عاص عالم نے شدت سے محسوس کی تھی-

انس نے میجر عاص کی جانب دیکھا جو نیلم کو دیکھ رہا تھا-

کیا کررہی ہو تم یہاں؟ اسکی آواز میں ہمیشہ ہی ایک رعب ہوتا تھا۔ جو اب بھی قائم دائم تھا۔ نیلم نے ہڑبڑا کر اسے دیکھا اور پھر زمرد کا پتھر زور سے مٹھی میں بھینچ لیا-

جاؤ یہاں سے۔ وہ دھاڑا۔

نیلم جانے لگی تو اس نے دوبارہ آواز دی-

سنو! نیلم کے بڑھتے قدم تھم گئے تھے۔ وہ تو اس کے ایک اشارے پر برف بھی ہوسکتی تھی۔ سو پلٹ گئی۔ میجر عاص نے اسکے پلٹنے پر اسکی صراحی دار سفید گردن پر اپنی اُنگلیوں کے نشان بہت واضح دیکھے تھے-

اسے واپس رکھو۔ میجر عاص نے اسکی بند مٹھی کی جانب اشارہ کیا-

وہ--- اس نے مٹھی اور زور سے بھینچ لی-

"اگر آپکو کوئی چیز پسند ہو تو اسکا مطلب یہ نہیں کہ اُسے ہر غلط طریقے سے حاصل کرنے کی کوشش کرو اور جو چیز آپکی ہے ہی نہیں اس پر آپکا حق جتانا بنتا بھی نہیں ہے۔" وہ

سنجیدہ تھا- یہ اسکی پوسٹ تھی یا عہدے کا اصول کہ اسکے مزاج میں نرمی تھی ہی نہیں- نیلم اسکی بات پر شرمندہ ہوتی، آگے آئی اور ایک نظر کاؤنٹر پر بکھرے الماس اور زمرد کے پتھر پر ڈالی اور پھر میجر عاص کی جانب دیکھتے اطمینان سے دوسرا پتھر بھی اُچک لیا-

"یہ ہار بھی تو آپ کا نہیں ہے۔پھر آپ نے کیوں اپنا حق سمجھ کر اسے کھولا اور ہیرے نکالے؟" اسکی حاضر جوابی نے میجر عاص کی غصے کی رگ پھر سے پھڑکا دی تھی-

"میں نے تم سے کہا انہیں واپس رکھو۔" اسکا لہجہ حکم دیتا ہوا تھا۔ماتھے پر انگنت بل پڑ چکے تھے۔

"یہ لیں جہیز میں لے جایئے گا۔" اسکے غصے پر وہ پتھر کاؤنٹر پر پٹخ کر چلی گئی-

"بہت ہی بدتمیز لڑکی ہے۔" اسکے لب بڑبڑائے- انس مسکراہٹ ضبط کرنے کو ہیرے ہاتھ میں لیے ان پر سر جھکا گیا- بہرحال اس نے کبھی میجر عاص کو کسی سے اتنا جھنجھلاتے اور چڑتے نہیں دیکھا تھا اور اسے یہ بھی اعتراف کرنا پڑا کہ اس نے کبھی کسی لڑکی کو میجر عاص کو ایسے تڑخ کر جواب دیتے بھی نہیں سنا تھا-

****

فارم ہاؤس میں بڑے بڑے کارٹنز بکھرے پڑے تھے- بہت سارے آدمی کاموں میں جُتے -نظر آرہے تھے- ہیروئن اور کوکین کے علاوہ دوسری نشہ آور اشیاء بھی موجود تھیں

ایگل کہاں ہو؟ ہرب کال کیوں نہیں اٹینڈ کررہا ہے؟ میں نے پیکنگ شروع کروادی ہے- یہ سب کیفے ٹیریا منتقل کرنا ہے اور وہاں سے ہی یونیورسٹیز میں بھیجنا ہے- یونیورسٹیز کے نام میں بعد میں بتادوں گا۔پہلے تم اسے ناظم آباد، گلبرگ، بن قاسم والے ہوٹلز میں بھیج -دو اور ہاں پیمنٹ کیلیے ایم آز پلازہ آجانا

ہوٹلز والا مال میں بھیج رہا ہوں اور اس بار قیمت میں اضافہ کیا ہے۔ڈیل تو ڈن ہے پھر بھی کوئی چوں چراں کرے تو ٹی ٹی نکال لینا سمجھے؟ حبیب نے پہلی مرتبہ اسے سیل پر پورا پروگرام بتایا تھا۔ورنہ وہ ایسا رسک بہت کم لیتے تھے۔مگر چونکہ ہرب نے لاپرواہی برتی تھی تو اسے کام کو وقت پر انجام دینا تھا۔

ہم اپنا سارا کام مکمل کر کے اب کیفے ہی جارہا ہے- بلکہ پہنچ گیا ہے۔ہرب یہیں ہوگا۔ہم پوچھ لیتا ہے اُس سے کہ آپ کو خبر کیوں نہیں کیا۔ایگل تیز تیز بول رہا تھا۔شاید سیڑھیاں چڑھ رہا تھا۔حبیب نے یہی محسوس کیا تھا۔

ہے وہ وہاں؟ حبیب نے لمبی خاموشی کے بعد دریافت کیا۔دوسری جانب ایگل نے تالا -کھول کر کیفے کے پچھلے کمرے میں قدم رکھا

تم بول کیوں نہیں رہے ایگل؟ حبیب نے جھنجھلاتے ہوئے پوچھا۔

سس سر وہ، وہ ہرب یہاں ہے تو مم مگر، اس نے سامنے پڑی ہرب کی زخمی گلی سڑی لاش کو دیکھ کر کہا۔جسکے اوپر چیونٹیوں اور کیڑوں نے جھرمٹ ڈال رکھا تھا۔ان کا بس چلتا تو ہرب کی لاش کو اُٹھا کر لے جاتے- یہ کوئی ہورر مووی کا سین نہیں، ایک حقیقت تھی۔ جسکا سامنا کرنا کسی عام شخص کے بس کی بات نہیں تھی- اس وقت ہرب کی لاش کی جو حالت تھی۔اس سے گھن ہی کی جاسکتی تھی-

مگر کیا؟ حبیب کو کسی انہونی کا احساس ہوا تھا۔ہرب کی لاش پڑی ہے اس وقت ہماری آنکھوں کے سامنے۔ایگل نے آہستہ آہستہ کہتے حبیب کے پیروں سے زمین کھسکا دی-

کیا کہہ رہے ہو تم؟؟؟ وہ تقریباً چلایا تھا۔دو گالیاں بھی غصے میں اسکے منہ سے نکلی تھیں۔

"سر وہ مر چکا ہے۔ کیڑے اسکی لاش کے ساتھ چپکے پڑے ہیں-" ایگل اب بھی بول رہا تھا جبکہ حبیب سُن کھڑا تھا۔فارم ہاؤس کے لان میں ہر طرف کام جاری تھا۔مگر اسکے آس پاس سناٹے تھے۔انکی ٹرائے اینگل ٹیم کی ایک سائڈ ختم ہوچکی تھی- مگر درحقیقت یہ خبر بھارت کیلیے کسی بم بلاسٹ سے کم نہ تھی- تو کیا اُنکی کامیابی ابھی مکمل ہونے سے پہلے ہی ڈوب گئی تھی؟

****

رات کی تاریکی بڑھتی جا رہی تھی- آسمان سیاہ چادر اوڑھے اندھیرا پھیلانے کی سر توڑ کوشش کررہا تھا۔مگر شوال کا باریک چاند بھی اسے مات دینے کو سر گرداں تھا- تارے بھی اپنے مہتاب کے حلیف تھے۔تبھی ہر ممکنہ کوشش کے باوجود ہلکی ہلکی روشنی آسمان کے سینے سے پھوٹتی زمین پر چمک رہی تھی- وہ مدہوشی کی نیند سورہا تھا۔جیسے ننھے بچے پیٹ بھر جانے پر میٹھی نیند کی آغوش میں جا سوتے ہیں- اسکے سرہانے پر وہ سفید گلابی رنگ کی ڈائری کھلی پڑی تھی- ہوا کے دوش پر اسکے ورق پھڑپھڑا رہے تھے۔پلٹ پلٹ کر شاید درست جگہ تھم جانے کی سعی کررہے تھے۔بلاآخر ان کا سفر تمام ہوا۔لکھائی کا آخری صفحہ کھلا تھا۔جس پر اس فرعون صفت شخص نے چند عربی جملے تحریر کیے تھے-

کیا تضاد تھا یہ؟ کوئی بیک وقت ظلم اور محبت کیسے کرسکتا ہے؟؟؟

شاید ہر شعور رکھنے والا شخص اس حقیقت کو ماننے سے انکار کردے کہ ظالم کے دل میں محبت کی کونپل پھوٹ رہی ہے- مگر قدرت کے ہر فیصلے میں راز پوشیدہ ہے، اسرار چھپا ہے۔ہر کوئی اسے کھوج لینے کا متحمل نہیں ہوسکتا-

خوابِ محبت کی کسی حسین وادی میں اُترا وہ یونانی دیوتا نیند میں کسمسایا- سفید رنگت والا آہنی بازو ڈائری کے صفحے پر آٹکا۔جہاں اسکے تحریر کردہ جملے صاف پڑھے جاسکتے تھے-

عيناك مثل الليلة الماطرة

مراكبي غارقة فيهما

كتاباتي منسيّة فيهما

اِنّ المرایا ما لھا ذاکرۃ

تمہاری آنکھیں مثل ہیں شبِ بارش کے)

میری کشتی اس میں ڈوب سی جاتی ہے

میرا لکھا ان میں غرق ہوجاتا ہے

(بلاشبہ آئینوں کی یاداشت نہیں ہوتی

--نزار قبانی کا شعر تحریر تھا

-جسے شاید اشک بہاتی کسی آنکھ کی یاد میں لکھا تھا

محبت کی وادی میں سیر کرتے یونانی دیوتاؤں سا وہ شخص بہت دور نکل آیا تھا- پھول، پودے، درخت، بہتی ندیاں، میٹھے چشمے، سب کتنی تسکین پہنچا رہے تھے ان غلافی آنکھوں کو- اچانک زلزلہ آیا زمین کی تہہ بدل گئی۔وادی تو کہیں نیچے دب گئی۔آگ کے شعلے بلند ہوگئے اور کمال تھا یہ کہ آگ سمندر میں لگی تھی۔

بھلا پانی میں بھی آگ بھڑک سکتی ہے؟

عقل سے میل نہ کھاتی تھی یہ بات۔مگر وہ دیکھ رہا تھا- سب اسکے سامنے تھا- بہت قریب، -بے حد نزدیک۔وہ آگ میں جل رہی تھی

اسکے سبز کانچ جیسے نینوں میں آگ کے شعلوں کا عکس تھا۔نگاہیں اِس پر تھیں، منہاج عز ضحاک پر۔جسکے ساتھ چوبیس گھنٹے درجن رکھوالے رہتے تھے۔بھلا وہ جسے عرصے سے ایک خراش نہیں آئی تھی۔وہ بھلا اس کے لیے کود سکتا تھا اس آتش میں؟

اگر ہاں تو یہ نیلم ابرار کا انگشتِ بدنداں کی کیفیت سے گزر تھا- وہ دوڑ پڑا تھا اسکی جانب جو نذرِ آتش ہورہی تھی- اس گول آتش کے دائرے میں داخل ہوتے ہی، وہ کسی ماروائی مخلوق کے مثل غائب ہوچکی تھی- اور آتشی شعلے اسکی طرف بڑھنے لگے تھے۔گھیرا تنگ ہونے لگا تھا۔اسے پسینے آنے لگے تھے- سفید رنگ چہرہ، آگ کے بھڑکنے پر سرخ ہونے لگا- ہر راستہ بند تھا۔

آگ ہی آگ، شعلے ہی شعلے، آہ! آہ!! اسکی آواز کافی بلند تھی- وہ ہڑبڑا کر اُٹھا تھا- پانچ -چھ گارڈز تیزی سے اندر داخل ہوئے۔دو سلائڈز ونڈو سے اور بقیہ دروازے سے

منہاج کا پورا چہرہ اے سی کی تیز کولنگ میں بھی پسینے سے تر تھا۔اسکی بلیک ٹی شرٹ میں -سے جھانکتی تنی ہوئی گردن بھی پسینے سے بھیگی پڑی تھی

کیا ہوا؟ حبیب برق رفتاری سے اندر داخل ہوا۔گارڈز کو راستے سے ہٹاتے ہی منہاج کی طرف بڑھا- جو ابھی تک بستر پر بیٹھا تھا اور چہرے کا پسینہ بازوؤں سے صاف کرتا اپنے حواسوں میں نہیں لگ رہا تھا۔

ایوری تھنگ فائن؟ آر یو اوکے؟؟ جبیب اسکے ڈبل بیڈ کے کنارے ٹکتے پوچھ رہا تھا۔ساتھ -ہی ہاتھ منہاج کے بازو پر رکھا تھا

میں مرنے والا ہوں؟" اس نے سر اُٹھاتے عجیب سی بات کردی۔بہر حال یہ سوال حبیب " کیلیے بہت ہی غیر متوقع تھا۔

وائے آر یو آسکنگ سلی کوئسچن؟؟؟ (تم بےوقوفانہ سوال کیوں کررہے ہو؟؟؟)" حبیب " -نے ناگواری سے سوال کیا

میں اُس کے جانے کے بعد سے پاگل سا ہوگیا ہوں۔میرے حواس ساتھ چھوڑنے لگے " ہیں۔بس وہ، وہ یاد ہے۔وہ آنکھیں نظر آتی ہیں۔وہ فریادی آواز سنائی دیتی ہے۔وہ لمس محسوس ہوتا ہے۔

حبیب اسکے-- (وہ اٹکا، پھر بیڈ سے نیچے اُتر گیا اور دونوں ہاتھوں میں اپنا سر تھام لیا-وہ (شدید اضطراب کے عالم میں تھا پھر دوبارہ سلسلہ کلام جوڑا

اسکے علاوہ میری یاداشت، بصیرت، سماعت، محسوسات سب فنا ہوگئے ہیں- ایسے لگتا ہے کوئی سحر پھونک دیا ہو۔جیسے مسحور کرلیا گیا ہے مجھے۔"اُنگلیاں بالوں میں پھنسائے حالتِ دیوانگی میں بولا۔

-یو آر ناٹ ان یور سنسز (تم اپنے حواسوں میں نہیں ہو)۔حبیب نے تاسف سے کہا

ہاں میں نہیں ہوں اپنے ہوش و حواس میں۔میں اپنے آپ میں نہیں ہوں اور اگر میری " جگہ کوئی اور ہوتا تو وہ بھی اس وقت اسی دیوانگی کا مظاہرہ کررہا ہوتا۔

تم وہ بیڈ پر ٹکے حبیب کی جانب بڑھا۔اسکو دونوں بازؤں سے تھام کر بھڑکتے ہوئے کھڑا -کیا- گارڈز حبیب کے آتے ہی جاچکے تھے

تم بتاؤ، یہ شعلہ سا کیا ہے؟ جو میرے خرمنِ دل کو جلائے دے رہا ہے؟"

جس نے میرے نفس کو نچوڑ کر رکھ دیا ہے۔

یہ کیسا مادہ ہے جو تلخ آمیز لذت لیے میرے رگ و پے میں اُترے چلے جارہا ہے؟

(مجھے بتاؤم (اس نے حبیب کو جھنجھوڑا

مجھت بتاؤ یہ کس کے پر ہیں؟ جو شب کی خاموشی میں میرے بستر کے گرد پھڑپھڑاتے ہیں؟

اور میری آنکھ کھل جاتی ہے؟؟

اس کا انتظار کرنے لگتا ہوں جس سے میں ناآشنا ہوں۔

میں ہمہ تن گوش رہتا ہوں، اس آواز پر جو سماعت سے ماورا ہے۔

نظریں جمائے اس وجود پر، جو بصارت سے ماورا ہے۔

اور سوچنے لگتا ہوں اس کو، جو میرے لیے ناقابلِ فہم ہے۔

اور محوس کرتا ہوں اُسکو، جو میرے لیے ماورائے ادراک ہے۔

میں اس انجانی قوت کے سامنے کیوں سرنگوں ہوگیا ہوں؟ جو مجھے مار رہی ہے، جلا رہی ہے، نذرِ آتش کررہی ہے، خاک میں ملا رہی ہے۔"اس نے جھٹکے سے حبیب کو چھوڑا اور پھر رُخ موڑ گیا- اپنے بہنے کے قریب آنسوؤں کو اندر دھکیلنے لگا- مگر وہ بغاوت کرنے کو

تیار تھے۔ گوشوں کو عبور کرنے کیلیے سرکش تھے- اس نے دنگ کھڑے حبیب کو بازو سے تھاما اور دروازے سے باہر چھوڑ آیا- تیزی سے دروازہ مقفل کردیا۔

پھر بیڈ کراؤن سے ہوتی اسکی نظر اوپر گئی۔ جہاں کبھی اسکی تصویر تھی۔ وہاں کچھ گھنٹوں پہلے کسی اور کی تصویر لگادی گئی تھی- بادامی ساخت والی موٹی آنکھوں سے آنسو بہہ کر گلابی عارض پر تیر رہا تھا- ہونٹ ادھ کھلے تھے۔ جیسے کلام کرنے کے خواہشمند ہوں- ناک کا اگلا حصہ ایسے سرخ تھا، جیسے مری یا سوات میں برف باری کے مقامات پر اکثر لوگوں کا ہوتا ہے- شہد رنگ زُلفوں کی چند لٹیں میدے سی رنگت کو مات دیتے چہرے کے اطراف میں بکھری پڑی تھیں۔

وہ بیڈ پر کھڑا ہوگیا اس لارج پکچر پر ہاتھ پھیرنے لگا- اس کا ہاتھ آنکھوں تک تو نہ گیا۔ بس اس بہتے آنسو کو چھو سکا تھا- پھر ایک ایک نقش پر انگشتِ شہادت رکھے محسوس کرنے لگا۔

تم نے کبھی سمندر کو ہرا دیکھا ہے؟؟؟

میں نے دیکھی ہے اِک چشم ایسی بھی

تم نے کبھی یاقوت کو گداز دیکھا ہے؟؟؟

میں نے دیکھے ہیں دو لب ایسے بھی

تم نے کبھی ریشم سے بھی ملائم شےء کو چھوا ہے؟؟؟

میں نے محسوس کیے ہیں گیسو ایسے بھی

پچھلے دس گیارہ سالوں میں یہ پہلی رات تھی جو کرب اور اذیت میں لپٹی منہاج عز ضحاک کے وجود پر چڑھ چکی تھی-

****

ہائے ابرار ہائے میرے بچے، صاعقہ دادو کی تکلیف دہ بڑبڑاہٹ اندھیرے کمرے کی خاموشی کو چاک کررہی تھی- یکایک پورا کمرہ روشنی میں نہا گیا- ابرار صاحب تیزی سے ماں کی جانب لپکے، جو دل پر ہاتھ رکھے تخت سے اُٹھنے کی ناکام کوشش کررہی تھیں- صاعقہ نیچے قالین پر سوئی تھی- اسکی جب تک آنکھ کھلی ابرار صاحب ماں کو تھام کر بٹھا چکے تھے۔وہ بھی سرہانے پڑا دوپٹہ درست کرتی ان کے پاس چلی آئی۔دادو کو کیا ہوا؟ صاعقہ نے والد سے پوچھتے بال سمیٹ کر کان کے پیچھے اڑس دیے۔

پانی دو، ابرار صاحب نے ماں کا ہاتھ تھامے کہا-

ابرار میری بچی کہاں ہے؟ کچھ پتا چلا؟؟ دادو اُکھڑی سانسوں کے درمیان بولیں۔

اماں پانی پی لیں۔ابرار صاحب نے انکی بات سرے سے ہی نظرانداز کردی- صاعقہ نے گلاس باپ کو تھمایا اور خود بھی دادی کے بستر کی پائنتی کی جانب آ بیٹھی- ان کے پیر سہلانے لگی- دادو نے چند گھونٹ بھرنے کے بعد گلاس واپس تھما دیا-

کیا ہوا تھا آپ کو؟ ابرار صاحب نے گلاس صاعقہ کو دیتے دریافت کیا-

تہجد پڑھ کر لیٹی تھی- تھوڑی دیر آنکھ لگی۔خواب میں نیلم کو آگ کے دریا میں کودتے دیکھا- میرا دل بہت گھبرا رہا ہ کچھ کر ابرار- جو رپٹ (رپورٹ) لکھوانی تھی، تھانے میں لکھوائی؟ کچھ پتا چلا؟ وہ بےصبری سے پوچھ رہی تھیں۔

ایف آئی آر لکھوا چکا ہوں اماں دو دن ہوگئے- پولیس تلاش کررہی ہے۔وہ ماں کے سرہانے ہی بیٹھے تھے۔بات کرتے ان کی نظریں سامنے دیوار پر جمی تھیں-

پھر کیا؟ کچھ اندازہ؟ کوئی بات؟؟ کیا کہا پولیس نے؟؟؟ اب کی بار بھی بےصبری عیاں تھی- انہوں نے سرد آہ بھری پھر اپنے ہاتھوں کی جانب دیکھتے بولے، جو ایک دوسرے میں پیوست تھے-

پولیس کا شک ہے کہ وہ رُکے۔

کہ ؟؟؟ دادو نے انکے مضطرب چہرے کی جانب دیکھا۔

کہ شاید نیلم نکاح کی وجہ سے گھر چھوڑ--

نہیں بابا! گڑیا ایسا کر ہی نہیں سکتی۔میں نہیں مانتی۔نا ممکن، پولیس والے بکواس کرتے ہیں۔ آپ نے اُنکی بات سُن بھی کیسے لی- منہ کیوں نہیں توڑ دیا۔صاعقہ بپھر کر کھڑی ہوئی-

اعتبار ہے مجھے بھی اپنی بیٹی پر۔میری جان، میرے جسم کا ٹکڑا ہے وہ- تبھی اُنکی بات کو رد کردیا۔کہا ہے اُن سے کہ سو فیصد وہ کسی حادثے کا شکار ہوئی ہے- پولیس کل آئے گی، علاقے میں پوچھ گچھ کرنے۔ابرار صاحب کے کہنے پر صاعقہ گرنے کے انداز میں تخت پر بیٹھ گئی-

یااللہ میری بچی کی عزت و آبرو کی حفاظت کرنا۔"دادو نے ہاتھ دعا کیلیے بلند کرتے کہا"-

یہ معاشرہ، یہاں گلیاں، سڑکیں حیوانوں سے بھری پڑی تھیں- بھوکے کتوں کی مانند جسموں کی بو سونگھتے، یہ درندے تو کم صورت عورت کو نہیں بخشتے تھے۔وہ تو پھر حُسن و جمال میں اپنا ثانی نہیں رکھتی تھی-

کئی بار منفرد ہونا، غیر معمولی ہونا بھی ہمارے لیے عذاب سے کم نہیں ہوتا۔

****

وہ کمرے کا دوازہ کھولے باہر لاؤنج میں آیا- پیچھے ہی دروازہ بند کردیا- لاؤنج میں آتے ہی اس نے چاروں طرف نظر دوڑائی- وہ آئی ایس آئی جیسے حساس اور خفیہ ادارے میں اپنی خدمات سرانجام دے رہا تھا، تو یہ کیسے ممکن تھا کہ ہلکی ہلکی سسکیوں کی آواز اسکے کانوں کے پردے پر دستک نہ دیتی- اسے تھری سیٹر صوفے کے ساتھ ٹیک لگائے نیچے بیٹھی، گھٹنوں میں سر دیے سسکتی لڑکی نظر آگئ- وہ پرسکون سانس خارج کرتا، گاجری رنگ کے کرتے کے بازو رول کرنے لگا- اسکی چوڑی ہتھیلی اس عمل کے دوران مزید چوڑی دِکھائی دے رہی تھی- آہستہ آہستہ ننگے پیر چلتا، وہ اسکی جانب قدم بڑھا رہا تھا- صاف شفاف بادامی رنگ کی ٹائلز سے سجا فرش، اس وقت کچھ ٹھنڈا سا محسوس ہورہا تھا- ہر سو خاموشی کا راج تھا-

کیوں رو رہی ہو؟ اس سے چند قدم کے فاصلے پر کھڑے اسنے سوال داغا- نیلم نے تیزی سے سر اُٹھایا-

ہمیں گھر جانا ہے- ہمیں دادو، آپی، بابا سب بہت یاد آرہے ہیں- پلیز ہمیں گھر چھوڑ آئیں- ہم کسی کو کچھ نہیں بتائیں گے-جو چاہے قسم لے لیں، ہر وعدہ نبھائیں گے، ہم جھوٹ نہیں کہہ رہے-وہ روتے ہوئے بار بار ہاتھ کی پُشت سے بھیگے رخسار صاف کرتی بول رہی تھی- روتے ہوئے نچلے لب کو نروٹھے بچے کے انداز میں موڑتی، وہ میجر عاص پر اپنی ام مچیورٹی ظاہر کررہی تھی-

فی الحال اس بارے میں کچھ کہا نہیں جاسکتا- تم نہیں جانتی تم کس مسئلے میں پھنس گئی ہو- تمہارا فیصلہ اب ہیڈکوارٹر ہی کرے گا- تب تک کیلیے خاموشی سے یہاں رہ لو- پریشان

ہونے کی کوئی بات نہیں۔تم یہاں مکمل طور پر محفوظ ہو- ہاں باہر نکلتے ہی تمہارے ساتھ کیا کیا ہوسکتا ہے۔تمہیں اسکا اندازہ نہیں ہے۔ہمیشہ کی طرح سنجیدہ انداز پُر اعتماد لہجہ-ساکت آنکھیں، کوئی مجسمہ ہو جیسے۔جذبات و احساسات سے بے بہرا-

میجر عاص ہمارا دم گھٹ رہا ہے یہاں- ہم مر جائیں گے، اگر چند پل اور دور رہے اپنی آپی سے، بابا سے، دادو سے۔وہ کھڑے ہوتے بولی اور ایک بار پھر بہتے آنسو صاف کیے-

شٹ اپ! میرے اتنے ضروری کام پڑے ہیں اور میں یہاں تمھارے ساتھ مغز ماری کر رہا ہوں- تمہارے اندر عقل نام کی کوئی چیز ہے کہ نہیں؟ اردو زبان سمجھ نہیں آتی کیا؟؟ کل تک میڈم مزے سے بےفکری کی نیند سورہی تھیں، محبت کے دعوے کررہی تھیں، سب جاننے پر بضد تھیں اور اب گھر جانا ہے۔وہ ایگل کے گیٹ اپ میں تھا- اسے معلوم کرنا تھا کہ رات کے اندھیرے میں اسلحے سے بھرے کارٹن کس ملک کو سپلائی کیے جارہے ہیں؟ اور یہاں یہ لڑکی اسکا وقت برباد کررہی تھی۔جسکا ایک ایک منٹ قیمتی تھا-

تو جلدی سے ہمیں بتادیں نا کہ آپ کون ہیں اور یہ سب کیا ہے؟ آپ کے اتنے روپ کیوں ہیں؟؟ اور آپ اُس جلاد قسم انسان کو کیسے جانتے ہیں؟؟؟ اور ڈرگز سپلائی کیوں کرتے ہیں اسٹوڈنٹس کو؟؟؟ اب وہ رونا بھول چکی تھی- اسکے لہجے میں تجسس کا عنصر صاف نمایاں تھا-

انس اپنے کام سے باہر جائے گا- باہر سے لاک لگا کر جائے گا- شور وغیرہ مچانے کا کوئی فائدہ نہیں۔میں نے آس پاس کے لوگوں کو بتادیا ہے کہ دو دن پہلے ہی اپنی ایک رشتہ دار

لڑکی کو پنجاب سے علاج کیلیے لایا ہوں- پاگل پن کے دورے پڑتے ہیں اُسے۔اگر چلانے وغیرہ کی آوازیں آئیں تو پریشان یا فکرمند نہ ہوں۔اس نے پوچھا کیا تھا، وہ بتا کیا رہا تھا- مگر جو اس نے بتایا تھا نیلم کو یقین کرنے میں دقت کا سامنا کرنا پڑا- جب تک وہ ان الفاظ پر یقین کرپائی تھی۔تب تک وہ جاچکا تھا۔اسے مین گیٹ بند ہونے کی آواز نے چونکایا تھا-

وہ جو پہلے ٹائیگر کی قید سے خوفزدہ تھی اور پھر منہاج کی قید میں ڈر کا شکار رہی تھی- میجر عاص کی حقیقت جان لینے کے بعد کافی حد تک پُرسکون ہوچکی تھی اور وہ اسی بات کا طعنہ دے گیا تھا، بلکہ محبت کا بھی۔پہلا طعنہ کس کر مارا تھا-

ایک طرف گھر والوں کی یاد تھی تو دوسری طرف سب جان لینے کا تجسس، اس بندے کی حقیقت سے آشنائی کی تمنا بھی اُتنی ہی زورآور تھی۔جتنی اپنوں سے ملنے کی خواہش-

****

ایگل اس وقت؟ حبیب طلوعِ سحر کے وقت ایگل کو فارم ہاؤس میں داخل ہوتا دیکھ کر ٹھٹھک گیا- اسکی اجازت پر گارڈز نے ایگل کو اندر آنے کا حکم جاری کردیا تھا- حبیب بنگلے میں موجود لاؤنج کی گلاس ونڈو سے پردہ ہٹاتے، خود کلامی کے انداز میں کہہ رہا تھا- پھر کھڑکی کا پردہ چھوڑ کر واپس اپنی جگہ پر آبیٹھا- پوری رات اسکی جاگتے گزری تھی- صابر بھی یہیں موجود تھا-

ایجنٹ ونود کی موت۔"اس سے پہلے کہ صابر مزید کچھ کہتا حبیب نے اسے خاموش " ہوجانے کا اشارہ کیا اور پھر تیزی سے سامنے پڑی بوتل کا ڈھکن کھول کر اس میں موجود مشروب گلاس میں بھرنے لگا- شرٹ کے اوپری بٹن کھول کر گرنے کے انداز میں صوفے -پر بیٹھ گیا- اسکے ایک ہاتھ میں مشروب کا گلاس تھا

صابر نے بھی شیشے کا وائن گلاس اُچک لیا- وہ اپنے ساتھی کے اشارے سے ہی واقف تھا- ایگل کشادہ دروازے کے درمیان کھڑا نشے میں دھت حبیب کو دیکھنے لگا اور عید کے چاند -کی مانند نظر آنے والے صابر کو بھی یہاں پاکر ٹھٹھک گیا تھا

آؤ ایگل آؤ، حبیب بھاری آواز میں ہاتھ سے اشارہ کرتے بولا- ایگل چند قدم آگے بڑھا۔

سر ہم کو ہرب کی موت کا بڑا افسوس ہے- اب اُسکی ذمہ داری بھی ہم کو نبھانا ہے تو ہم سوچ رہا تھا کہ جامعہ جانے کا وقت نہیں ملے گا۔تبھی صبح صبح حاضر ہوا- ہوٹلز کی ڈیلیوری کا کام آج ہی ختم کردے گا ہم۔ایگل نے کھڑے کھڑے اپنے مخصوص لب و لہجے میں -کہا

ہرب مر گیا میرا دوست مرگیا- تمہیں پتا ہے اُسے کس نے مارا؟ حبیب بہکے بہکے قدم اُٹھاتا اسکے پاس آرکا۔پھر گرنے کے انداز میں اسکے سینے سے ٹکرایا- میجر عاص کیلیے بس اتنی نزدیکی بہت تھی- وہ جان گیا تھا کہ مقابل نشے میں ہے یا نشے میں ہونے کا ڈھونگ کررہا ہے۔

سر حوصلہ کرو- ہمیں لگتا ہے کہ یونیورسٹی کے تنظیمی جھگڑے کی بدولت مرا ہے۔ہم سب کا ہرب بھیا۔ایگل نے آنکھوں کے نم گوشے صاف کیے-

ہرب کو تو لگتا ہے، لوٹا ہے کسی نے۔اُسکا بٹوہ، اُسکا فون، سب غائب تھا۔حبیب اسکے کندھے پر سر رکھے آواز سے روتے بولا- صابر بھی غمگیں نظر آرہا تھا- میجر عاص کی ہر حِس چوکنا ہوگئی تھی-

سر کسی نے مارنے کے بعد وہاں پھینکا ہے۔ہم کو لگتا ہے کسی بچے نے مال کا پیسہ نہ دیا ہوگا اور جھگڑا ہوے گیا ہوگا۔وہ حبیب کا کندھا سہلاتا بول

لاش پر مٹی ڈال دی، یادوں پر نہیں ڈال پا رہا ایگل۔حبیب آنکھیں رگڑتا اس سے دور ہوگیا-

چلو تمہیں ٹرکوں کا بتادوں۔وہ اسے لیے باہر نکل گیا- ایگل نے ہلکا سا رُخ موڑ کر صابر کو دیکھا۔جو اسکے جاتے ہی تیزی سے موبائل نکال کر اس پر مصروف ہوگیا-

یہاں تو بہت سا ٹرک کھڑا ہوتا تھا- ابھی تو صرف تین ہے۔ایگل نے فارم ہاؤس کے وسیع لان میں کھڑے تین ٹرک دیکھ کر پوچھا-

میورک اسلحے والے ٹرک لے گیا۔حبیب نے سرسری لہجے میں کہا اور اسے ہدایات دینے لگا-

ہاں ہم کو سمجھ آگیا ایگل نے تابعداری سے کہا اور ٹرک لے کر نکل گیا- باہر نکلتے ہی اس نے سب سے پہلے ایک ای میل ہیڈکواٹر سینڈ کی جس میں میورک کے متعلق اطلاع دی -کہ وہ اسلحے سے لیس ٹرک لے کر نکل چکا ہے اور اسلحہ ڈبوں میں بند ہے

****

پورا دن اس کام میں لگ گیا- منشیات ہوٹلز پہنچانے کے بعد آفیسرز کو اطلاع دی- اب آگے آرمی اور پولیس کا کام تھا- کس طرح کرنا تھا کہ ایگل پر شک بھی نا ہو اور گرفتاریاں بھی -ہوجائیں۔یہ آرمی بہتر جانتی تھی- اسکا کام محض جاسوسی کر کے اطلاعات فراہم کرنا تھا کنفرم نیوز دینے تھی اور وہ کامیاب رہا تھا۔

پیمنٹ لے کر جب ایم آز پلازہ پہنچا تو شام ہوگئی- ایم آز نے اسے اپنے روم میں ہی بلوالیا۔سننے میں آیا تھا کہ اِسکی حالت کچھ خراب ہے- میجر عاص جانتا تھا محبت کا بخار ہے۔ شروع میں شدت سے ہی چڑھتا ہے- کمرے میں داخل ہوتے ہی اسکی نظروں نے جو دیکھا اسے یقین نہیں آیا- کمرہ بہت کشادہ اور وسیع تھا۔میجر عاص دروازے کے پاس ہی تو کھڑا تھا۔مگر وہ لارج پکچر میں اُداس چہرہ اسکی زیرک نظروں نے فوراً بھانپ لیا تھا- تبھی وہ غصے میں کھولتا فلیٹ پہنچا تھا- انس یقیناً پرانے محلے گیا تھا۔آج پولیس نے علاقے میں پوچھ گچھ کرنے آنا تھا- انس بس اسی کام سے گیا تھا- انس کا صبح کا سارا وقت تو گارڈ کی وردی

میں ایم آز کے فارم ہاؤس کے چکر کاٹتے گزرا تھا- ڈپلی کیٹ کیز کا استعمال کرتے لاک کھولا اور تیزی سے اندر داخل ہوتے ہی گیٹ لاک کرلیا-

اتنے دن ہوگئے تھے اسے۔ان ہی نیٹ کے کپڑوں کو زیب تن کیے ہوئے- تبھی وہ باتھ لے کر نکل رہی تھی- جب روم کا دروازہ دھڑ سے کھلا- میجر عاص عالم کے تیور کسی خیر کی خبر نہیں دے رہے تھے- اسکے جسم میں جلتے شراروں کو نیلم کے حلیے نے اور ہوا دے دی تھی۔وہ اسکے بلیک ٹراؤزر کے ساتھ آف وائٹ کلر کا کرتا پہنے کھڑی تھی- کرتے کے بازو اتنے لمبے تھے کہ اسکے ہاتھوں کی اُنگلیاں ایک انچ تک نظر آرہی تھیں- کرتا بے حد کھلا تھا۔اس جیسی دو اور سما جاتیں- ٹراؤزر کے پائنچے موڑ موڑ کر بے چارے کو بمشکل اپنے سائز کا بنایا تھا- ایک ہاتھ میں تولیہ تھا- دوسرے ہاتھ سے دائیں کندھے پر بکھرے شہد رنگ بھیگے بالوں کو جھٹک کر پیچھے کیا جارہا تھا۔مگر میجر عاص کے آتے ہی اسکا ہاتھ ہوا میں ہی معلق رہ گیا- چہرے پر موجود شبنمی قطرے ایسے محسوس ہورہے تھے، گویا کھلے گلاب پر شبنم پڑرہی ہو جیسے-

وہ، وہ میں اسے بات نہیں سوجھ رہی تھی- ٹاول کو مضبوطی سے تھامے اس نے خشک ہوتے گلے میں کانٹوں کی چبھن محسوس کی-

وہ غصے کے عالم میں آگے بڑھا- دماغ میں منہاج کے جملے گونج رہے تھے تو آنکھوں کے سامنے لارج پکچر تھی-

ڈونٹ سے کہ تمہیں محبت ہوگئی ہے۔"

ہوگئی ہے حبیب، یہ دیکھو میرا دل دھڑکنے لگا ہے۔"ویڈیو ریکارڈنگ میجر عاص کی آنکھوں کے سامنے چلنے لگی- کبھی وہ پکچر آجاتی- وہ اسکے پاس آکر رُک گیا- ریوالور پینٹ کی پچھلی پاکٹ سے نکال لیا- نیلم نا محسوس طریقے سے پیچھے ہٹی تھی-

" ایم آز تم سے محبت کرنے لگا ہے۔تم اُسے عزیز ہوگئی ہو۔تمہاری تلاش میں زمین آسمان ایک کرنے کو سرگرداں ہے وہ۔"اسکے چہرے پر بلا کی سنجیدگی تھی- وہ اسکی اگلی بات کی منتظر تھی- جب اس نے ہاتھ بڑھا کر اسے اپنی جانب کھینچ لیا-

آآآآآآ نیلم کے منہ سے بےاختیاری میں چیخ نکل گئی- اسکا بازو میجر عاص کے سخت شکنجے میں جکڑا ہوا تھا- اس نے اپنا خون رُکتا ہوا محسوس کیا- نظریں جھکی تھیں۔پلکیں بری طرح لرزنے لگیں- اس سے دور ہونا چاہا، تو اس نے ایک اور جھٹکے سے مزید فاصلہ سمٹ لیا- نیلم نے خوفزدہ ہوتے اسکے خطرناک تیور دیکھے-

" کتنی تکلیف ہوگی نا منہاج عز ضحاک کو، اگر میں تمہاری چلتی سانسیں روک دوں تو۔"اس نے ہاتھ میں تھاما ریوالور اسکی پسلی پر رکھا تھا- نیلم نے ایک نظر ریوالور کو دیکھا اور پھر اسکے خون چھلکاتے دلکش چہرے کو- اسکی آنکھوں میں بےیقینی تھی اور مقابل کی آنکھوں میں نفرت ہی نفرت۔

" کتنا درد پہنچے گا منہاج کو تمہاری موت سے- میں اتنا سنہری موقع کیسے جانے دے سکتا ہوں؟" پسٹل پر گرفت مضبوط کردی- نیلم کو پسٹل اپنی پسلی توڑتا محسوس ہونے لگا-

اگر ہماری موت سے آپکو سکون پہنچتا ہے تو مار دیں ہمیں۔ ہماری سانسیں ویسے ہی "
مقروض ہیں آپکی۔"نیلم نے خمار آلود لہجے میں کہا۔ بھیگا چہرہ، جذب کے عالم میں کیا اقرار، قیامت خیز حُسن، تنہائی، کوئی بھی چیز مقابل کو کمزور نہ کرسکی تھی۔ اس نے اس بری طرح سے اسے اپنے آپ سے دور کیا۔جیسے وہ کوئی اچھوت ہو۔

آہ! وہ بیڈ پر گری تھی-- لمبے بال بکھر بکھر گئے تھے۔ تم نے اگر اپنی یہ ڈائیلاگ بازیاں بند نہ کیں تو سچ میں جان سے مار دوں گا۔اس نے کہنی کے بل اُٹھتی نیلم کی صبیح پیشانی پر ریوالور رکھتے کہا۔

آخر آپ ہم سے اتنی نفرت کیوں کرتے ہیں؟ وہ زرا بھی خوفزدہ نہ ہوئی تھی۔ چلاتے ہوئے پوچھا۔

کیوں کہ منہاج تم سے محبت کرتا ہے۔ جتنی شدت اُسکی محبت میں آتی جائے گی اُس سے "
دوگنی شدت تم میری نفرت میں تم پاؤگی۔ منہاج عز ضحاک کے بعد اگر مجھے دنیا میں کسی سے شدید ترین نفرت محسوس ہوئی ہے تو وہ تم ہو نیلم ابرار، تم۔"اور نیلم ابرار نے اس لمحے زندگی میں پہلی بار قوتِ سماعت سے محروم ہوجانے کی دعا پوری شدت سے مانگی تھی۔ اسکی بے یقین آنکھیں کروفر سے کہتے میجر عاص پر جمی تھیں۔

کیا ہوا ہے؟ آپ، آپ اتنے غصے میں کیوں ہیں سر؟ انس ابھی ابھی روم میں داخل ہوا تھا۔ اسکی آواز پر میجر عاص نے پسٹل والا ہاتھ نیچے گرا لیا۔پھر ایک قہرآلود نظر اس حیرت زدہ حسین مجسمے پر ڈالتا باہر نکل گیا۔ انس نے بھی اسکی تقلید میں قدم بڑھادیے۔

ہوا کیا ہے؟ میجر عاص فریج سے بوتل نکالے، اسکو منہ لگائے غٹاغٹ پانی چڑھاتے، اپنا غصہ ٹھنڈا کرنے کی موہوم سی کوشش کررہا تھا-

انتہائی بے باک اور جذباتی لڑکی ہے۔میجر عاص ناگواری سے بولا-

تم بتاؤ پھر ہوا کام؟ میجر عاص نے اسکے جواب کا انتظار کیے بنا ہی اگلا سوال کردیا- ویسے بھی اُس نے رائے دی تھی۔ایسے میں جواب کا منتظر رہنا بےوقوفی تھی-

یہ دیکھو بہت پِٹ کر آیا ہوں۔ایجنٹ انس نے اپنی شرٹ کے اوپری بٹن کھول کر گردن دکھائی۔جہاں اُنگلیوں کے نشان تھے اور پھر آستینیں فولڈ کر کے زخم دِکھائے بہت خراشیں آئیں تھیں اسے- ہلکے ہلکے خون کے دھبے شرٹ پر بھی لگے تھے-

گھٹنوں پر بھی لگی ہے۔وہ ہنستے ہوئے بتارہا تھا- کامیابی کی خوشی میں چوٹ کا غم بھی ہنسی میں بدل گیا تھا-

پورا قصہ سناؤ اپنے زخموں کا۔"وہ بوتل کا ڈھکن لگاتا بولا"-

چار بجے کے قریب محلے کی ایک لڑکی صبا جو ہر چھوٹی چھوٹی بات پر واویلا کھڑی کردیتی " ہے یاد آیا؟" اس نے میجر عاص سے پوچھا

آگے بتاؤ، وہ بیزاری سے بولا۔

وہ سینٹر سے آرہی تھی۔میں نے اُس کو دیکھ کر گانا گایا۔پھر ہاتھ پکڑ لیا۔پھر کیا تھا میڈم نے زوردار چماٹ رسید کردی۔ساتھ والے گھر سے انکل رضوان نکل آئے اُن کے بھائی بھی اور لڑکی کو چھیڑنے پر خوب دھلائی کی۔آتے جاتے لوگوں نے بھی خیر کے اس کام میں ہاتھ بٹادیا۔ پھر انکل ابرار کے ہاں عدالت لگی کہ صرف لڑکوں کو مکان کیوں دیا ہے؟ اور نتیجہ یہ نکلا کہ دو دن بعد مکان خالی کردیا جائے۔ میں مکان کو تالا لگا کر آگیا ہوں۔ پولیس ابھی تک نہیں آئی تھی۔انس نے پوری تفصیل میجر عاص کے گوش گزار کی۔

گڈ اور فارم ہاؤس سے کوئی اطلاع ملی؟ اس نے دائیں طرف سنگل صوفے پر بیٹھے انس سے ایک اور سوال کیا۔

"ٹائیگر مجھے لگتا ہے فارم ہاؤس کے تہہ خانے میں کوئی ہے اور میں نے تہہ خانہ بھی تلاش کرلیا ہے۔"انس کی بات پر میجر عاص کی تمام حسیات بیدار ہوگئیں۔

تم میپنگ کر کے بیسمنٹ کا راستہ بتاؤ۔اندر تک جانا میرا کام ہے۔میجر عاص کے چہرے پر گہری سوچ کے سائے تھے۔

"پہلے مجھ گھائل کی مرمت تو کردو۔کچھ خدمت کردو یار، بھوک لگ رہی ہے۔اوہ، بھوک سے یاد آیا نیلم نے صبح سے کچھ نہیں کھایا۔ میں نے بریک فاسٹ کا پوچھا تھا اُس نے منع کردیا۔"انس اپنے دکھڑے روتے روتے نیلم کے بارے میں بھی بتا گیا۔

تُف ہے تم پر، میجر عاص اسے لتاڑ کر اُٹھ کھڑا ہوا۔

****

" سر ایجنٹ ونود کی موت کے پیچھے آئی ایس آئی ہی ہے۔مجھے پورا یقین ہے۔اُسے جس بےدردی سے مارا گیا ہے۔وہ کسی لٹیرے کا کام نہیں۔"کمرا کشادہ اور ویل ڈیکوریٹڈ تھا۔ چاروں اطراف میں موجود ہر کھڑکی بند تھی اور ان دریچوں پر پڑے گہرے دبیز پردے اسے علاقہِ ممنوعہ قرار دے رہے تھے۔ بیڈ پر سیاہ رنگ کا بیگ کھلا پڑا تھا۔اس میں سے لیپ ٹاپ نکال کر بیڈ پر رکھا گیا تھا۔جسکی اسکرین اوپن تھی۔ چند سی ڈیز بھی پڑی تھیں اور کچھ یو ایس بیز، مطلب ڈیٹا اتنا زیادہ تھا کہ ڈیوائسز کی تعداد بڑھ گئی تھی-

" اوہ نو اِٹس آ ویری بیڈ نیوز فار اس۔"دوسری جانب موجود آفیسر نے افسوس کا برملا اظہار کیا تھا۔

" ایجنٹ آکاش پاکستان کے پاس موجود، چند ملٹری ہارڈویئرز کی جی پی ایس لوکیشن حاصل کرنے میں تقریباً کامیاب ہوگیا ہے۔ تمہیں سارا ڈیٹا لے کر بذریعہ سعودیہ، بھارت پہنچنا ہے۔ایجنٹ آکاش سے ہمارا رابطہ بالکل منقطع ہے۔یہ انفارمیشن ایجنٹ ارجن کے تحت ہم تک پہنچی ہے۔"را کے سربراہ نے اسے آگے کا لائحہ عمل سمجھایا۔ پاکستان کے وجود کو آج تک تسلیم نہ کرنے والا سیکولر ملک بھارت، اپنے ناپاک عزائم کی کامیابی کیلیے سر توڑ کوشش کررہا تھا۔

سر ایجنٹ ارجن کہاں ہے؟ اس نے محتاط انداز میں پوچھا۔اٹس نن آف یور بزنس۔ سختی سے جواب دیا گیا تھا۔

سر میں اُس سے کانٹیکٹ میں رہنا چاہتا ہوں- ہمارا دہلی تباہ کر کے یہ سکون سے بیٹھے ہیں۔ منہاج (منہ بھر کر گالی نکالی) کو عشق کے دورے پڑ گئے ہیں۔پاگل ہوا پڑا ہے- کراچی میں امن و سکون قائم ہے، لاہور خوشحال ہے- اگلے بلاسٹ کا مشورہ دیا ایم آز کو، مگر وہ نجانے کن چکروں میں پڑ گیا ہے- ایجنٹ ارجن کے تحت میں ایک دھماکہ کرنا چاہتا ہوں۔ کراچی کو تباہ و برباد کرنا ہے۔جیسے 2008 میں ہمارا دہلی ہوا تھا۔اسکے سینے میں آگ بھڑک رہی تھی- وہ را کا جانا مانا ایجنٹ تھا۔تبھی تو اسکا کانٹیکٹ ڈائریکٹ ادراے کے سربراہ سے تھا-

اسکے کوئی شواہد ابھی تک سامنے نہیں آئے- فی الحال ہمیں ملٹری ہارڈویئرز کے متعلق " معلومات چاہئے۔"انہوں نے گویا بات ہی ختم کردی- وہ پیچ و تاب کھا کر رہ گیا-

میں سری لنکا نے پاکستان سے 50 ملین ڈالر کا اسلحہ خریدا اور 2009 میں اور 2007" اضافہ کر کہ 150 ملین ڈالر کا اسلحہ فراہم کیا۔تامل ٹائیگرز کا خاتمہ کر کے پاک فضائیہ کے پائلٹوں نے بہت بڑی دشمنی مول لی ہے- ان کے ہتھیار اب ان کے ہی خلاف استعمال کیے جائیں گے۔"میٹنگ کچھ وقت اور چلنی تھی۔

****

اب چونکہ میجر عاص عالم کا غصہ کافی حد تک اُڑن چھو ہوگیا تھا تو وہ دبے پیر کمرے میں داخل ہوا- اس نے چینج کرلیا تھا-اب وہ اپنے عام سے حلیے میں گھوم رہا تھا- ڈھیلی ڈھالی شرٹ اور ٹراؤزر میں ملبوس، نکھرا نکھرا سا وہ نیلم کے سامنے آکھڑا ہوا- جو وقت گزاری کو ایک کتاب کھولے عدم دلچسپی سے پڑھ رہی تھی۔

آپ نے صبح سے کچھ کھایا کیوں نہیں؟ اسنے اپنے مخصوص سنجیدہ انداز میں پوچھا- نیلم کا دل چاہا اسکا سر پھوڑ دے۔

-جواباً وہ خاموش رہی۔جیسے کسی اور سے سوال کیا گیا ہو

میں آپ سے کچھ پوچھ رہا ہوں۔ٹائیگر نے تحمل کا مظاہرہ کیا۔

ہمیں اپنے گھر جانا ہے اور کوئی دوسری بات نہیں کرنی آپ سے۔وہ ہر جذبے سے عاری لہجے میں کہہ رہی تھی- کتاب سے چہرہ بس پل بھر کو اُٹھایا تھا کہ کہیں نظر بےاختیار نہ ہوجائے،

اور میں کہہ چکا ہوں جب تک ہیڈکوارٹر سے آپ کے بارے میں فیصلہ نہیں آجاتا۔آپ یہیں رہیں گی۔وہ ناگواری سے بولا۔

کون سا ہیڈکوارٹر ؟ اور جب آپ ہم سے نفرت کرتے ہیں۔ہم آپکی نظروں میں کھٹکتے ہیں تو کیوں روک رکھا ہے ہمیں؟ وہ تڑخ کر اپنے ازلی لہجے میں سوال کرگئی۔

پہلی بات اس ٹون میں مجھ سے گفتگو کرنے سے پرہیز کریں اور دوسری بات میں آپکے کسی سوال کا جواب دینے کا پابند نہیں ہوں مائنڈ اٹ۔اس نے انگلی اٹھا کر وارن کیا- وہ بیڈ سے نیچے اُتر آئی-

اتنی عزت سے مت مخاطب ہوا کریں ہم سے- تم کہہ کر پکار لیا کریں۔آشنائی کی ہلکی سی رمق محسوس ہونے لگتی ہے۔وہ پھر بات کو اُسی موزع پر لے آئی تھی۔جس سے میجر عاص کو چڑ تھی-

ہم تو کچھ بھی کھا لیتے ہیں- تم بتا دو کیا کھانا ہے۔اتنی دیر بھوکا رہنا صحت کیلیے اچھا نہیں۔ میجر عاص نے بیڈ پر پڑی کتاب اُٹھاتے کہا- وہ بات بدل گیا تھا- نیلم نے گہری سانس لی۔

ہمیں میکرونیز بہت پسند ہیں۔وہ ابرو اُچکاتے بولی۔فرمائشی پروگرام چل رہا ہے؟ میجر عاص کتاب کمرے میں لگی شیلف پر رکھتے پلٹ کر بولا۔پھر آپ نے پوچھا کیوں تھا؟؟ اس نے دل جلاتی مسکراہٹ اُچھالی۔

بنانی آتی ہے آپ کو؟ کتنی آرام سے بات کررہا تھا وہ- بلاشبہ اسکے بےشمار چہرے اور انداز تھے-

نہیں، نیلم نے یک لفظی جواب دیا-

اوکے، وہ کمرے سے نکل گیا- تھوڑی دیر بعد اسے مین گیٹ بند ہونے کی آواز آئی تھی- شاید وہ باہر گیا تھا- وہ لانج میں آگئی۔جہاں صوفوں کے سامنے پڑے میز پر کچھ ورق پھیلے

تھے اور چند پنسلیں، مارکر اور انس ایک بڑے سے چارٹ پر جھکا پینسل چلا رہا تھا- نیلم -اسکی طرف بڑھ گئی- اس نے ابھی تک عاص کے کپڑے پہن رکھے تھے

****

ایم آز پلازہ میں ایس پی بلال کی آمد ہوئی تھی- وہ سجے سجائے ڈرائنگ روم میں موجود تھا اور ہر آنے والے کی طرح ایم آز کا انتظار کررہا تھا- مگر اسے زیادہ وقت انتظار نہیں کرنا پڑا۔وہ جلد ہی آگیا تھا۔ایس پی اپنی جگہ کھڑا ہوگیا- منہاج نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور -خود بھی سامنے والے صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھ گیا

ایس پی صاحب بہت کام آئے ہیں آپ میرے۔مگر اس بار کام کچھ اور نوعیت کا ہے۔اپنے اندر جلتے شعلوں کی بھنک صرف اس نے حبیب کو پتا چلنے دی تھی۔ابھی وہ مکمل اپنے اصلی روپ میں، مغرور انداز سے بول رہا تھا۔

آپ کیلیے جان بھی حاضر ہے سر، بس حکم کیجیے۔خوشامدی انداز۔"اس لڑکی کو تلاش کرنا ہے۔"منہاج نے ایک درمیانی سائز کی تصویر ایس پی بلال کو تھمائی۔

سر یہ، یہ تو کوئی انگریز لگ رہی ہے۔وہ کچھ لمحات ٹھٹک کر اس حُسن سے بھرپور چہرے کو دیکھنے کے بعد بولا- جسکا نقش نقش حسین تھا- خلیہ خلیہ تعریف کا حقدار تھا- چہرہ دیکھتے ہی اسکی یہ حالت تھی اگر وہ سامنے ہوتی تو شاید وہ حواس قابو نہ کرپاتا۔

-نہیں یہ انگریز نہیں۔منہاج نے اسکی بات کی تردید کی

سر کوئی مخصوص علاقہ جسکے بارے میں کچھ شک ہو کہ یہ لڑکی وہاں مل سکتی ہے۔اسکی بات پر منہاج سیدھا بیٹھ گیا اور تھوڑا آگے کو جھکتے بولا۔

کراچی کا کونہ کونہ، گوشہ گوشہ چھان مارو۔مجھے تمہاری طرف سے مایوسی کا سامنا نہ کرنا " پڑے اوکے؟" وہی سرد لہجہ جو مقابل کو سرتاپا خوف کی قید میں مقید کردے۔

جی جی، ایس پی نے زور زور سے سرہلا دیا۔

****

ٹھک کی آواز پر اس نے گردن موڑ کر دیکھا تھا- ٹائیگر چند شاپرز کے ساتھ اندر داخل ہورہا تھا- ریک کے پاس جوگرز اُتارے تھے- نیلم نے اسے جوگرز پہنتے ہی دیکھا تھا۔شوز کا استعمال شاید وہ کم ہی کرتا تھا- انس نے سر نہیں اُٹھایا تھا- نیلم اسکے پاس ہی نیچے بیٹھی -تھی- عاص سامان کچن میں رکھ کر واپس آیا

تم یہاں کیا کررہی ہو؟ انس! اس نے نیلم سے سوال کرتے انس کو پکارا اور اس پکار میں -کیا معنی پنہاں تھے وہ بخوبی سمجھ گیا

ٹائیگر اسے کیا پتا۔"وہ منمنایا۔"

واٹ ایور اٹس ناٹ سیو۔"وہ برہمی سے بولا تو انس نے نیلم کی جانب دیکھا۔"

نیلم! تم ٹائیگر کی کھانے میں مدد کرو جاؤ۔وہ پچکارنے والے انداز میں بولا- اسکے نرم لہجے پر میجر عاص تاؤ کھاتے کچن کی جانب بڑھ گیا- اسے نیلم کو برداشت کرنا تھا۔مطلب اپنی -برداشت کا امتحان لینا تھا

کیا لائے ہیں آپ؟ وہ اشتیاق سے پوچھتی سامان دیکھنے لگی- میکرونی کا سامان دیکھ کر اسکا -چہرہ چمک اٹھا

واؤ، آپ کو پتا ہے ہماری آپی اتنے مزے کا اور ٹیسٹی کھانا بناتی ہیں کہ، اسکی بات بیچ میں ہی تھی جب وہ شرٹ کے سلیوس کہنیوں تک فولڈ کرتے بولا۔

پتا ہے مجھے۔اس نے شاپر سے سامان نکال کر کاؤنٹر پر رکھا۔

اوہ ہم تو بھول گئے تھے کہ آپ میجر عاص کے ساتھ ساتھ ٹائیگر بھی ہیں۔وہ چھلانگ لگا -کر کاؤنٹر پر بیٹھ گئی- میجر عاص کا ہاتھ پل بھر کو رُکا تھا، پھر سے مصروف ہوگیا

آپ ہر وقت اتنے ہی سڑو۔میجر عاص نے گردن اُٹھا کر اسے جن نظروں سے دیکھا نیلم نے بات گھمانے میں سیکنڈ لگایا۔

مطلب سیریس رہتے ہیں؟ وہ واپس جالی کی ٹوکری میں ضرورت کی سبزیاں اکٹھی کرنے -لگا

جی، یک لفظی جواب بھی پتھر مار انداز میں آیا تھا- پھر وہ سینک کی جانب گیا اور سبزیاں دھونے لگا- نیلم اسکی چوڑی پُشت کو دیکھنے لگی- نل بند کر کے وہ ٹوکری کاؤنٹر پر رکھنے لگا۔ -پھر سبزی کاٹنے کو بورڈ نکالا

لے لوں؟ نیلم نے دھلی سبزیوں میں سے گاجر اُچکتے پوچھا- میجر عاص نے کوئی جواب نہ -دیا۔وہ گاجر دانتوں سے کترنے لگی- کاؤنٹر خاصا بڑا تھا۔وہ کھلے انداز میں کام کر رہا تھا

ہم آپکی ہیلپ کردیتے، مگر ہمیں چائے کے سوا اور کچھ نہیں بنانا آتا۔وہ منہ بنا کر بولی۔

انڈا بھی نہیں؟ میجر عاص کے منہ سے جلدی میں نکل گیا- شاکڈ ہوکر پوچھا تھا اس نے۔

-بوائل کرنا آتا ہے۔اس نے فخر سے بتایا

کچھ نہیں ہوسکتا آپ کا۔وہ افسوس کا اظہار کرتا پیاز کاٹ رہا تھا- ٹک ٹک کی آواز پیدا ہورہی تھی- آپ کو کیسے پتا؟ میں اچھی طرح جان گیا ہوں آپ کو- آپ کیا ہیں اور کیا -پوز کرتی ہیں؟ اسکے لہجے کی کاٹ کو وہ نظر انداز کرگئی

ہماری آپی سے زیادہ نہ ہمیں کوئی سمجھتا ہے نا ہی جانتا ہے۔اسنے پیر جھلاتے کہا- پھر گاجر -کو سفید موتیوں جیسے دانتوں میں دبا لیا

اچھا، وہ لمبی لمبی کٹی شملہ مرچ اب شیشے کے گول باؤل میں ڈال رہا تھا- نظر اُٹھا کر اس لاپراہ حسینہ کو دیکھنا گویا حرام تھا- نیلم نے اسکے مصروف انداز کو جل کر دیکھا تھ

وہ کہتی ہیں عشق انسان کو ذلیل کر کے رکھ دیتا ہے۔" عام سا لہجہ تھا اسکا۔ میجر عاص کے " یاقوتی ہونٹوں پر تمسخرانہ مسکراہٹ سمٹ آئی۔

ننانوے فیصد درست کہتی ہیں۔" وہ تیزی سے بورڈ پر پڑے ٹماٹر کو تیز دھار چاقو سے " ٹکڑے ٹکڑے کررہا تھا۔

"اگلی بات وہ سو فیصد درست کہتی ہیں۔"

کیا؟؟ اب بھی وہ اسکی جانب دیکھنے سے احتراز برت رہا تھا۔

نیلم ابرار ذلیل ہونے والوں میں سے نہیں، کرنے والوں میں سے ہے۔" وہ اسکی جانب " تھوڑا جھکتے ہوئے پُراعتماد انداز میں کہہ رہی تھی۔ میجر عاص عالم کی سیاہ رنگ آنکھیں بے اختیار اُٹھی تھیں۔

کتنا وقت مزید لگے گا۔ میرے پیٹ میں چوہے دوڑ رہے ہیں" انس نے کچن میں داخل ہوتے کہا۔ میجر عاص نے فوراً پلٹ کر اسے دیکھا۔

اگر تم اسے یہاں سے لے جاؤگے تو مزید بیس منٹ لگیں گے۔ اس نے نیلم کی جانب اشارہ کیا تھا۔

ہم آپ کو تنگ تھوڑی کررہے ہیں۔ آرام سے بیٹھے ہیں۔ وہ منہ بسورتے بولی۔ انس کو ہنسی آگئی۔ میجر عاص کے گھورنے پر وہ فوراً چلا گیا۔ باقی کا وقت وہ خاموشی سے گاجر کھاتی، اسے کام میں مصروف دیکھتی رہی۔ اتنا اچھا لگ رہا تھا نیلم کو یہ وقت کہ دنیا جہان کے الفاظ ہر زبان کے حرف اسکی کیفیت بیان کرنے سے قاصر تھے۔

ہائے کتنے اچھے لگ رہے ہیں آپ، اس طرح کام کرتے۔ٹائیگر میکرونی کو دم پر رکھ چکا
-تھا- کاؤنٹر سے پلیٹیں نکال رہا تھا۔جب اسکی آواز کانوں میں پڑی

کچھ کام آپ بھی کرلیں۔اس نے پلیٹیں کاؤنٹر پر بیٹھی نیلم کی گود میں رکھ دیں۔

کیا پتا اس طرح آپ بھی مجھے اچھی لگنے لگیں۔وہ طنز کررہا تھا یا سنجیدہ تھا نیلم سمجھ نہ سکی۔
مگر ذرا کی ذرا وہ مسکرایا تھا- پلیٹیں چھوڑ دیں- نیلم نے ہڑبڑا کر اسکے چہرے سے نظر
ہٹاتے نیچے دیکھا- پھر میجر عاص کے چہرے کی جانب نگاہ اُٹھائی۔جس پر صاف لکھا تھا کہ

تم سے نہ ہوپائے گا۔

-سوری، اس نے منمناتے ہوئے روہانسے لہجے میں کہا

میجر عاص نے تاسف سے سرہلایا تھا۔

****

کل میں سعودیہ کیلیے نکل رہا ہوں- وہاں بہت کام پھنسے پڑے ہیں- جان کے لالے پڑ رہے
ہیں میرے ساتھیوں کو اور تمہیں تو فرصت نہیں عشق فرمانے سے۔جب کوئی کام ہوگا تو
بلوا لینا۔حبیب نے اپنے جانے سے آگاہ کرتے ساتھ طنز بھی دے مارا- رات کے نو بجے
-دونوں ڈنر ٹیبل پر موجود تھے

تمھیں اچانک سعودیہ کی یاد کیوں ستانے لگی؟ منہاج نے اسکے طنز کو نظرانداز کرتے مطمئن لہجہ اپنایا۔

جب ساحل میں ہلچل ہی نہیں تو شور کس کا سنوں گا؟ حبیب نے سلاد میں سے کھیرا کانٹے میں پھنسایا۔

وہاٹ ڈو یو مین؟ وہ سمجھا نہیں تھا۔ اس نے کھانے سے ہاتھ روک لیا۔ دونوں کہنیاں میز پر ٹِکی تھیں۔ایک ہاتھ میں کانٹا دوسرے میں چھری تھام رکھی تھی۔ بیچ میں پلیٹ پڑی تھی اور نظریں رغبت سے سلاد کھاتے حبیب پر جمی تھیں جو شکل سے انگریز نظر آتا تھا۔ اسکی رنگت کافی صاف تھی اور نین نقش بھی مناسب تھے۔

مطلب یہ کہ جب تم نے ایک ہفتے بعد منعقد ہونے والے سیاسی اجلاس میں بلاسٹ کرنے سے ہی منع کردیا ہے تو فائدہ؟ کس کا شور سننے کو رُکوں؟؟ وہ اب بھی سکون کا مظاہرہ کررہا تھا۔

میرے اندر اتنا شور ہے کہ قوتِ سماعت سے محروم ہوجانے کا خدشہ لگتا ہے میں اور آواز " ابھی برداشت نہیں کرسکتا۔"منہاج نے پھر سے کھانا شروع کردیا۔

بہت ہی کم برداشت ہے تمھاری۔ تم تو وہ دریا نکلے جو کوزے میں بھی باآسانی سما جاتا ہے۔ حبیب نے شائستگی سے طعنہ دیا۔

چینج دی ٹاپک۔وہ بدمزگی سے بولا۔

ہاہاہاہا (کاٹ دار ہنسی) اپنی ویز میں آج رات باہر رہوں گا اور کل سعودیہ جاؤں گا- ہیروئن کی اسمگلنگ بھی جاری ہے اور میورک اسلحہ بھی ڈیلیور کررہا ہے- وہ کچھ زیادہ بتاتا نہیں ہے۔اُس سے تم خود رابطہ کرلینا۔اسکے رات باہر گزارنے کے مطلب سے ایم آز واقف تھا- حبیب نے چلتے بزنس کے حالات اسکے گوش گزار کیے جو دو دن سے دنیا و جہاں سے بے بہرہ پڑا رہا تھا- سوگ منا لیا تھا۔اس نے جوگ نہیں لیا تھا ابھی۔

کچھ ہاتھ بڑھ گیا ہے

کچھ تھامنا ابھی ہے باقی

کچھ وقت گزرگیا

کچھ گزارنا ابھی ہے باقی

کچھ پالیا ہے

کچھ کھونا ابھی ہے باقی

کچھ رات اندھیری ہے

کچھ اجالے ابھی ہیں باقی

کچھ چاہا ہے

کچھ چاہنا ابھی ہے باقی

****

میورک نے اسلحہ کہاں بھیجا ہے پتا چلا؟ وہ دونوں لاؤنج میں بیٹھے تھے- نیلم کمرے میں سو رہی تھی۔میجر عاص نے انس کے سوال پر نقشے سے نظر ہٹالی-

اسلحہ بحری سفر کے ذریعے پاکستان سے نکالا جاچکا ہے۔کوئی کاروائی ابھی اسی لیے نہیں کی " کہ پتا چل سکے کہ میورک اسلحہ کہاں بھیج رہا ہے؟" عاص نے بتایا۔

ٹائیگر تمہیں کیا لگتا ہے میورک کون ہے؟" انس نے پھر اسکے دمکتے بے نیاز چہرے کو " دیکھا جو دوبارہ سے سامنے پڑے نقشے کو دیکھنے لگا تھا۔ دونوں درمیان والے تھری سیٹر صوفے پر براجمان تھے۔

ایم ون ہنڈرڈ اینڈ ون پرسنٹ شیور،ہی از فرام سی آئی اے۔وہ پر یقین تھا۔

چلو ہمارے ساتھی اس پر نظر رکھے ہوئے ہیں۔پتا لگ جائے گا اور میں نے نیکسٹ رپورٹ بھی سینڈ کردی ہے۔ہیروں کے متعلق بھی لکھا ہے اور نیلم کے بارے میں بھی آگاہ کردیا کے بعد آرمی آفیسرز کو پریزنٹ کی جائے گی۔میری غلطی پر سب JIX ہے- اب رپورٹ کتنا برسیں گے۔وہ افسردہ ہوا-

تم نے نیلم کی تصویر بھی بھیجی ہے نا؟ میجر عاص نے سوال کیا۔

ہوں جو تم نے کہا تھا سب لکھ دیا- ایجنٹ شعیب نے جو امیلے اور ایوا کی ویڈیوز بھیجی تھیں وہ بھی ساتھ بھیج دیں- الماس بھی اور ہرب کا سیل فون بھی۔اس نے مزید بتایا-

اور حبیب کی جانب سے خدشہ بھی ظاہر کردیا ہے میں نے۔بس بارہ بجے تک انفارمیشن مل جائے گی۔ہرب کے سیل میں موجود ڈیٹا شاید ہمارے کوئی کام آجائے۔اگر ڈائریکٹ پاسورڈز کھولے تو ڈیٹا اُڑ جائے گا- اس سلسلے میں وہ ہیکرز کے ہاتھ میں دیا ہے۔میجر عاص نے اپنی انفارمیشن شیئر کی-

مجھے کیوں لگتا ہے انس کہ یہ کڑیوں سے کڑیاں مل رہی ہیں۔امریکہ، سعودیہ، افغانستان، بھارت ان سب کے خفیہ ایجنسیاں بذریعہ منہاج پاکستان میں گھس گئی ہیں- آخر کو بلوچستان میں تربیت دیے جانے والے دہشت گردوں کو افغانستان کیوں بھیجا گیا؟ سی آئی اے کے ایجنٹ افغانستان میں ڈیرہ ڈالے ہوئے ہیں۔افغان طالبان سے انکی ٹکر اب تو میڈیا کی بھی زینت بنی پڑی ہے اور ایک اطلاع کے مطابق سعودیہ نے افغانستان میں 15 ڈالر کا اسلحہ بھیجا ہے اور ہوسکتا ہے یہ افغان طالبان کے استعمال میں آئے۔چند دنوں پہلے ہی تو آئی ایس آئی کے ہیڈکواٹر میں اسکی میٹنگ پاک آرمی میں لیفٹیننٹ جنرل جو اب آئی ایس آئی کے ڈائریکٹر جنرل کے عہدے پر فائز ہوگئے تھے، سے ہوئی تھی-

اچھا یہ نقشہ سمجھ آگیا ہے؟ انس نے پوچھا۔

ہاں آگیا ہے- اس پر آج ہی کام کرلیتا، مگر مجھے انتظار ہے ہیڈکواٹر سے آنے والی کال کا۔ اسی وقت کال آئی تھی- میجر عاص نے فوراً بلیو ٹوتھ ایئر فون کان میں سیٹ کیا-

میجر عاص ایک بری خبر بھی ہے اور ایک اچھی بھی۔"ایک ایجنٹ ہی جانتا ہے جب بری " خبر کا لفظ استعمال کیا جائے تو اسکے دل پر کیا گزرتی ہے۔

ٹیل می کوئیکلی آفیسر۔"وہ فوراً کھڑا ہوگیا- اسکا پورا وجود کان بن گیا تھا۔ملنے والی اطلاع " کسی بلاسٹ سے کم نہ تھی۔

RAW ہرب"

(Reserach And Analysis)

کا ایجنٹ تھا۔اسکے سیل سے اسکی اور تین چار اور ایجنٹ آکاش، ارجن، پریم، راکیش، ابھے کی سفری معلومات ملی ہے۔ان تمام شخصیات کی آئی ڈیز اور پاسپورٹ کی تصاویر بھی مل گئی ہیں- ان کا ایک ساتھی کالی بھیڑ بن کر ہم مارخوروں میں گھس بیٹھا ہے۔اس کے پاس ہمارے ملٹری ہارڈویئرز کی جی پی ایس لوکیشن ہے۔جو اس نے آج ایجنٹ ابھے کو دینی ہے۔ میں نے ایک فائل تمہاری ای میل کے ساتھ اٹیچ کر کے سینڈ کی ہے۔سب کی تصاویریں چیک کرو اور معلوم کرو، کون آرہا ہے آج رات اس کالی بھیڑ سے ملنے اور ہاں تحمل کا مظاہرہ کرنا، میجر عاص۔وہ باحفاظت ہمارے تک آنے چاہییے ہیں۔"آرام آرام سے کہنے کے -بعد اس نے چند کوڈ ورڈز میں اسے کچھ اور بھی بتایا تھا۔پھر رابطہ منقطع کردیا

جلدی گیٹ اپ چینج کرو۔انس تمہیں فارم ہاؤس جانا ہے میں ایم آز پلازہ جا رہا ہوں۔دو " ایجنٹ

Counter intelligent bureau

سے بھی آرہے ہیں۔" وہ جلدی سے میپ بند کرتا ہدایات دے رہا تھا-

" مطلب را کے ایجنٹ کے خلاف محاذ پر جارہے ہیں ہم؟" کاؤنٹر انٹیلیجنٹ بیورو را کے خلاف کام کرتی ہے۔ تبھی اس ڈیپارٹمنٹ کا نام سنتے ہی انس سمجھ گیا تھا-

ہاں، وہ یک لفظی بولتا کمرے کی طرف بڑھ گیا- اس نے جلدی سے کمرے کا مقفل دروازہ کھولا تھا- جلدی میں وہ ٹھک کر کے پیچھے دیوار سے لگا تھا۔بیڈ پر بے خبر چادر میں لپٹا وجود ہڑبڑا کر اُٹھا تھا۔رات کا ایک بج رہا تھا- میجر عاص ایک لباس لے کر کمرے سے ملحق واش روم میں گھس گیا- جب وہ واپس آیا تو اس نے وائٹ کلر کی بغیر شکنوں کے شرٹ زیب تن کی ہوئی تھی۔ساتھ ڈارک براؤن ٹائیٹ جینز، بازؤوں کے بٹن کھلے تھے- بال کشادہ پیشانی پر بکھرے پڑے تھے- وہ غضب ڈھا رہا تھا اس حلیے میں- کبھی محسوس کیا ہے تیز دھاری آری کے نیچے کلیجی کے ٹکڑے کو کترتے، بالکل یہی حالت نیلم کی تھی۔وہ اسے نظرانداز کیے اب سلیوس فولڈ کررہا تھا۔بیڈ کے کنارے اس نے ڈارک کیریمل رنگ کا کوٹ نکال کررکھا تھا- پھر مرر کے سامنے جاکھڑا ہوا۔پاس ہی ایک چھوٹی سی الماری تھی۔ اسکو کھول کر اس نے جانے کیا نکالا تھا۔نیلم کی جانب اسکی پُشت تھی- تقریباً سات منٹ بعد وہ پلٹا- نیلم دنگ رہ گئی- اسکی آنکھیں سنہری رنگ پکڑ چکی تھیں اور بال بھی اسی رنگ کے تھے- اس نے ہیجر ویکس استعمال کی تھی۔شاید ایک کان میں چھوٹا سا ٹاپس تھا- برانڈڈ گھڑی- وہ کوٹ اُٹھانے کو جھکا تھا- جب نظر بےاختیار نیلم پر پڑی۔وہ اس کی نظروں سے انجان بن رہا تھا، پر تھا نہیں۔

آئی ایم ریڈی، انس اندر داخل ہوا- گارڈ کے حلیے میں تھا وہ-

-اوکے دیکھو کار آئی؟ اس نے انس کو آرڈر دیا

آ---آپ-- آپ دونوں کہاں جارہے ہیں؟ وہ بیڈ سے نیچے اُتری۔ٹائیگر کوٹ پہن رہا تھا۔
-جس کے دائیں طرف سفید رنگ کے دھاگے کی کڑھائی تھی- اس پر خوب جچ رہا تھا

ہاں ہم کام سے جارہے ہیں۔باہر سے لاک کر کے جائیں گے۔ڈرنے کی ضرورت نہیں۔اس
-نے عام سے لہجے میں مصروفیت سے جواب دیا

آپ، آپ کہیں نہیں جائیں گے سنا آپ نے؟ یکدم ہی وہ دروازہ زوردار انداز میں بند
کرتے اسکے ساتھ ٹیک لگاتے بولی- ڈریسنگ کے سامنے کھڑے عاص نے خونخوار نظروں سے
-اسے دیکھا

-پاگل تو نہیں ہوگئی تم؟ وہ غصے سے چلایا

پلیز مت جائیں- ہم اکیلے رات کو اس گھر میں، نہیں ہم نہیں رہ سکتے پلیز۔وہ رونا شروع
-ہوچکی تھی- اس کے رونے سے میجر عاص کو شدید چڑ تھی

-نیلم آپ ہٹ جائیں دروازے سے، میرا جانا بہت ضروری ہے۔وہ ٹھہرے لہجے میں بولا

آ آپ نہیں جائیں گے۔اس ٹائم کیا کام ہوسکتا ہے آپکو؟ اور آپ نے یہ ڈریسنگ کیوں کی
-ہے؟ اب کی بار اسکا فطری تجسس عود کر آیا تھا

تم جاننا چاہتی تھی نا میں کون ہوں تو آج سن لو۔"اسکے چہرے کے پتھریلے تاثرات نیلم "
-کو خوفزدہ کرنے لگے تھے

"I'm a Snake Eater"

"میں آئی ایس آئی ہوں۔"

"پاکستان کے دفاع کی آخری لکیر۔"

"میں ملکِ پاکستان کے ہر دشمن کی موت ہوں۔"

"میں وہ للکار ہوں، جس پر دشمن لرز جاتا ہے۔"

"میں سرحدوں کا محافظ ہوں۔"

"ہوں۔ Spy میں"

"ایک ایجنٹ"

"دنیا مجھے جاسوس کہتی ہے۔"

"میری کوئی پہچان نہیں میرا کوئی ایک روپ نہیں، میں ایک ہوں میرے چہرے سو۔"

میں اپنے ملک کی خاطر کشکول اُٹھا سکتا ہوں-بھارت کی سرحد کے گرد منڈلاتا فقیر بن "
"سکتا ہوں۔

میں کیمرہ اُٹھائے کبھی صحافی بنا ملوں گا تو کبھی کسی ادارے میں استاد کے روپ میں، کبھی "
"امریکہ کا کوئی رئیس بزنس مین تو کبھی کسی مسجد کا امام۔

کبھی آوارہ بن جاتا ہوں تو کبھی اپنے ملک کیلیے دیوانہ، خاکروب بن کر، پھیری والا بن کر "
"ہر روپ میں ملتا ہوں میں، میں گمنام ہوں۔

"کوئی مجھے نہیں جانتا۔"

"کوئی میری کھوج نہیں لگا سکتا۔"

"کوئی مجھ تک نہیں پہنچ سکتا۔"

"کوئی مجھے نہیں پہچان سکتا۔"

"میں دنیا کی نمبر ون خفیہ ایجنسی کا ٹائیگر ہوں۔"

My next target is to achieve the tittle of "BLACK TIGER."

وہ دم سادھے اسے سُن رہی تھی- جسکے جنون کی کوئی حد نہیں تھی۔جسے اپنا اگلا ہدف ہر قیمت پر حاصل کرنا تھا-

" آآ آپ آئی ایس آئی سے ہیں؟" اسکی آنکھیں حیرت سے پھٹنے کے قریب تھیں- اپنی اتنی لمبی تقریر کے جواب میں، ایسا بچگانہ سوال سن کر میجر عاص کا دل اسے ایک ہی گولی سے اُڑا دینے کا کیا تھا- گاڑی کے ہارن کی آواز آنے لگی۔اسکے جانے کا وقت ہوگیا تھا- سر

پر کفن باندھ کر نکل رہا تھا وہ- کیوں کہ یہ کھیل ایسا تھا، جہاں کھیل پر کھیل کھیلا جاتا ہے۔جہاں چالوں پر چالیں چلی جاتی ہیں۔جہاں پیچھا کرنے والے کا بھی پیچھا کیا جاتا ہے۔

دیکھنا یہ تھا کہ آج وہ

"Game Changer"

کہلائے گا کہ نہیں-

ہٹو، اسنے آگے بڑھ کر نیلم کو بازو سے تھاما اور راستے سے ہٹادیا۔

وہ ایسے ہی اپنے راستے صاف کرتا تھا- دروازہ کھول کر وہ باہر نکل چکا تھا-

میجر عاص، نیلم اسکے پیچھے لپکی- اسکی آواز میں کچھ ایسا تھا کہ ٹائیگر کے بڑھتے قدم تھم گئے- وہ مین گیٹ کھولنے لگا تھا۔ہاتھ چند ثانیے کو لاک پر ٹھہر سا گیا تھا- اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا وہ اس سے کافی دور کھڑی تھی- اسکے آنسو اب بھی بہہ رہے تھے-

"اللہ نگہبان"

(اللہ کی امان میں)

اسکے کپکپاتے لبوں سے ادا ہوا جملہ میجر عاص کے کانوں سے ٹکرایا۔اس نے گہرے سانس لیتے ہلکی سی مسکراہٹ سے اسے نوازا تھا اور یہ منظر نیلم کے دل کے نہاں خانوں میں قید ہوگیا تھا۔پھر وہ پلٹ گیا- چلا گیا اور وہ--- وہ وہیں کھڑی رہی-

اب کی بار اسے کالی رات کی گہری تنہائی سے خوف نہیں آرہا تھا- اب اسے صرف اُسے کھو دینے سے خوف آرہا تھا۔ جسے کبھی پایا ہی نہیں تھا-

نیچے شاندار کار کے پاس کھڑا انس اسکا منتظر تھا- میجر عاص کے آتے ہی اس نے کار ڈور اوپن کیا اور میجر عاص نے ڈرائیونگ سیٹ کے ساتھ والی سیٹ سنبھال لی- ایجنٹ انس دوسری جانب سے گھوم کر آیا اور کار اسٹارٹ کرنے لگا- عاص نے ڈیش بورڈ پر پڑا لیپ ٹاپ اُٹھایا- جو سائز میں کچھ چھوٹا تھا- ٹچ اسکرین لیپ ٹاپ پر میجر عاص کی اُنگلیاں اب تیزی سے چل رہی تھیں- بھیجی جانے والی بہت سی تصاویر میں سے اس نے بالا آخر یہ چہرہ پہچان ہی لیا تھا- وہ کوئی اور نہیں حبیب تھا- پاسپورٹ سائز تصویر میں وہ ایک عربی ہی دِکھ رہا تھا۔ جسکی پہچان کرنا مشکل تھا-

کار کی اسپیڈ عام رفتار سے بہت زیادہ تھی۔ کچھ ہی وقت میں یہ چمچماتی سیاہ رنگ کار ایم آز پلازہ کے سامنے رُک گئی-

لوہے کا مین گیٹ بہت بڑا تھا۔ سامنے کھڑے الرٹ گارڈز فوراً متوجہ ہوئے- میجر عاص ابھی تک باہر نہیں نکلا تھا- گارڈ کی وردی میں ملبوس انس اب گیٹ کیپر کے پاس کھڑا تھا- ایک منٹ کے گزرنے کے بعد وہ واپس کار کی طرف آیا اور کار ڈور اوپن کر کے میجر عاص کو باہر نکلنے کا اشارہ دیا-

سر تشریف رکھیے۔میجر عاص پُروقار انداز میں چلتا ہوا اندر داخل ہوا تھا- لفٹ کے ذریعے تھرڈ فلود پر پہنچنے کے بعد ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے۔تب ساتھ چلتے ملازم نے ادب سے کہا تھا- انس وہیں کھڑا ہوگیا اس کے صوفے کے عقب میں-

تین منٹ کے مزید انتظار کے بعد منہاج عز ضحاک نے ڈرائنگ روم میں قدم رکھا تھا- وہی مغرور چال چلتا- سراپاءِ گھمنڈ۔

ہائے، میجر عاص نے اپنی جگہ سے اُٹھتے کہا اور مصافحے کیلیے ہاتھ بھی بڑھا دیا- جسے ایم آز نے پل بھر کو تھامتے، اسے بیٹھنے کا اشارہ دیا اور خود بھی سامنے والے صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے بیٹھ گیا-

کس سلسلے میں ملنا تھا آپ کو حبیب سے؟ ایم آز نے بغیر تمہید باندھے بات شروع کی- وہ ایسا ہی تھا مختصر بولنے والا-

حبیب اپنی ڈیکنگ سے مکر گیا ہے- ہی از ناٹ آ سعودی گائے- ہی از فرام سیکرٹ ایجنسی آف پاکستان۔میجر عاص کا انداز ایسا تھا کہ اگر منہاج کی جگہ کوئی اور ہوتا تو اسکی بات کو سو فیصد درست جانتا- آخر کو اتنے پر اعتماد انداز تھا اُسکا-

ہاہاہاہا ایم آز کا طنزیہ قہقہہ ڈرائنگ روم کے در و دیوار سے ٹکرایا تھا-

وہاٹ آ جوک؟ ہاہاہا (پھر ضبط کرتا تھوڑا آگے کو جھکا) گُڈ ٹرائے، بٹ ٹرائے آگین۔اسکا انداز مذاق اُڑاتا تھا-

آئی نو اٹس ان بلیو ایبل فار یو۔بٹ آئی ہیو آ پروو۔"میجر عاص کا حلیہ ہی نہیں لہجہ بھی " انگریزوں والا تھا۔اتنی شائستگی سے انگریزی بول رہا تھا۔جیسے کبھی اُردو یا کوئی اور زبان کے الفاظ اسکے منہ سے ادا ہی نہیں ہوئے ہوں۔ میجر عاص نے کوٹ کی اندرونی پاکٹ سے کم چوڑائی والا جدید ماڈل کا سیل فون نکالتے، اس پر اُنگلیاں گھمانا شروع کردیں۔ مطلوبہ ویڈیو ملتے ہی اسکے یاقوتی لبوں پر پل بھر کو تمسخرانہ مسکراہٹ اُبھری تھی۔ انس آگے بڑھا اور سیل فون میجر کے ہاتھ سے لیکر منہاج کی جانب بڑھایا۔

ویڈیو میں حبیب رات کے اندھیرے میں ایک سنسان اور قدرے ویران علاقے میں کھڑا کسی کا منتظر ہے۔پھر ایک شخص کے آتے ہی وہ کالے رنگ کا چمڑے کا بیگ اس سے لے لیتا ہے اور ویڈیو ختم ہوجاتی ہے۔

یہ، یہ کیا؟ مطلب تم کیسے کہہ سکتے ہو اتنے وثوق سے کہ اس بیگ میں میرے خلاف ثبوت ہیں؟ منہاج کا انداز اب کچھ مضطرب سا تھا۔

میرا مقصد تمہیں آگاہ کرنا تھا۔کیونکہ حبیب اور میری ڈیلنگ ہوئی تھی۔ہیروئن کے کیس " میں چند لوگوں کو پھنسوانے کیلیے مجھے حبیب کی مدد درکار تھی۔مگر اس نے اُلٹا گیم کھیلا۔ میرے خلاف کیس کردیا کہ میں ہیروئن اسمگل کرتا ہوں۔اینی ویز میرا انتقام پورا ہوا۔ تمہیں کوئی تصدیق کرنی ہو تو شوق سے کرلینا۔"میجر عاص نے پولیس اسٹیشن کا ایڈریس بتایا اور اپنا سیل فون نمبر اور نام بھی۔

تھینکس فار یور پریشیئس ٹائم (آپکے قیمتی وقت کا شکریہ)۔وہ کھڑا ہوچکا تھا- سیل فون واپس لینے کو ہاتھ بڑھایا-

منہاج کی نظر اسکے چہرے کی جانب اُٹھی- اسکی رنگت ایسی تھی جیسے سورج کی روشنی میں سونا چمکتا ہے- ایم آز نے سیل فون سے بلیوٹوتھ کے ذریعے ویڈیو اپنے پاس محفوظ کرتے سیل فون اسے واپس لوٹا دیا-

میں تصدیق ضرور کروں گا- اگر تمھاری بات میں ذرا سا بھی جھول ہوا تو، تم ایم آز کے شکنجے سے بچ نہیں پاؤ گے۔ایم آز دھمکانا نہیں بھولا تھا- میجر عاص نے پینٹ کی پاکٹس میں ہاتھ ڈالتے نظریں نیچے کیں۔ سر بھی ہلکا سا جھک گیا تھا۔پھر جب اس نے سر اُٹھایا تو وہ مسکرا رہا تھا- ایم آز کو اسکی مسکراہٹ کچھ کہتی کچھ جتاتی محسوس ہوئی، مگر کیا؟

یہ وہ خود بھی نہیں جانتا تھا-

سون وی وِل میٹ اگین۔میجر عاص کا لہجہ بھی مسکراتا ہوا تھا۔جیسے وہ کسی بچے کی خوفزدہ صورت پر مسکرا رہا ہو- ایم آز خاموش اور اُلجھی نظروں سے اسے جاتا ہوا دیکھتا رہا-

اب اسکا رُخ حبیب کے کمرے کی جانب تھا-

میجر عاص اور انس لمبی سی راہداری سے گزرتے لفٹ کی جانب بڑھ رہے تھے- لفٹ کا دروازہ کھلا، اندر سے نکلنے والے دو سیکیورٹی گارڈز میجر عاص کو دیکھ کر ہلکا سا مسکرائے تھے- نظروں ہی نظروں میں جانے کن جملوں کا تبادلہ ہوا تھا اور پھر وہ لفٹ سے باہر نکل آئے جبکہ میجر عاص اور انس لفٹ میں سوار ہوکر واپس چل پڑے-

****

سیاہی مائل رات اپنے پنکھ پھیلائے تمام اُجالوں کو شکست دیے ہر شے پر چھائی تھی- یہ جگہ بہت قدیم کھنڈرات کی سی معلوم ہوتی تھی۔آس پاس موجود مکان اور بنگلے خالی ویران اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھے- دراڑیں پڑی دیواریں گویا ہوا کے ایک جھونکے پر ہی گرنے کو تیار تھیں- یہاں موجود قدیم حویلی نما مکان بھوتوں کا مسکن معلوم پڑرہا تھا۔جس کے سامنے کھڑے دو نفوس آپس میں سرگشیوں میں گفتگو کررہے تھے۔ان کا انداز چوکس تھا- اس حویلی کے آس پاس چھوٹے چھوٹے بوسیدہ مکان تھے اور تنگ گلیاں۔یہ علاقہ جیسے سالوں سے لوگوں کی رہائش سے محروم رہا تھا-

ایک بزرگ سفید داڑھی اور شلوار قمیض میں ملبوس تھا اور دوسرا بھی کچھ اسی طرح کا حلیہ اپنائے ہوئے تھا- جیسے کوئی غربت کا مارا ضعیف انسان ہو-

دونوں نفوس پانچ منٹ مزید باتوں میں مصروف رہے پھر ایک نے دوسرے کے ہاتھ سے سیاہ رنگ چمڑے کا بیگ تھام لیا اور چیل کی طرح آس پاس نظریں گھمائیں اور بیگ کندھے پر ڈالتا واپسی کو روانہ ہوگیا- جب کہ دوسرا کھنڈر نما حویلی میں گھس گیا-

میجر عاص ہی از گوئنگ۔وہ جو دیوار کی اوٹ میں سوکھی جھاڑیوں کے جھنڈ میں دبکا بیٹھا تھا۔اطلاع ملنے پر برق رفتاری سے بغیر آواز پیدا کیے اُس بیگ والے شخص کے پیچھے ہولیا-

اسکے نکلنے کے کچھ دیر بعد دوسرا شخص حویلی سے باہر نکلا۔ پینٹ شرٹ میں ملبوس سفید دمکتی رنگت پر سیاہ گاگلز لگائے، قیمتی ریسٹ واچ پہنے وہ بہت شاندار شخصیت کا مالک تھا- وہ بھی واپسی کو چل پڑا-

حبیب کا سیل فون پہلے ہی ایجنسی ٹریس کرچکی تھی۔ دو بار غلط فون نمبر ٹریس کیے گئے۔ جو وہ حبیب بن کر استعمال کرتا تھا۔ مگر ہرب (ایجنٹ ونود) کے سیل فون سے ملنے والی معلومات سے اسکا اصل نمبر بھی معلوم ہوچکا تھا۔ تبھی اسکی ملاقات کی فون کال بھی سُن لی گئی تھی اور ساتھ ہی لوکیشن بھی ٹریس کرلی گئی تھی- را کا ایجنٹ ابھے (حبیب) اس سے ملنے آنے والا تھا۔ کاؤنٹر انٹیلیجنس بیورو کے دونوں ایجنٹس ان کے پیچھے تھے- ایک ویڈیو بنا کر انہوں نے آرڈر کے مطابق میجر عاص کو سینڈ کردی تھی-

ایجنٹ آکاش اپنا روپ بدل کر نکل گیا تھا۔ اسکی ہر حِس الرٹ تھی- مگر وہ جان نہ سکا کہ ان بوسیدہ عمارتوں کی چھتوں پر کھڑے ملکِ پاکستان کے محافظ اس سے بھی زیادہ چوکنا تھے- اس سے دوقدم پیچھے ہی اسکی موت چل رہی تھی اور وہ--

وہ بے خبر تھا- بلکہ سرشار سا تھا- اب اسے پھر سے خود کو مارخور ظاہر کرنا تھا۔ جس میں وہ کافی ماہر ہوچکا تھا۔ آخر کو چھ سال ہوگئے تھے اسے بہروپیہ بنے-

وہ تیز تیز قدم اُٹھاتا اس گنجان و ویران علاقے سے نکل رہا تھا۔ ایک تنگ گلی مڑتے، کونے میں موجود مکان کے لکڑی کے لٹکتے دروازے سے اسے آواز آئی-

سر ایجنٹ ابھے جیسے ہی یہاں سے گزرے گا میں اُس پر حملہ کردوں گا۔ہم سب یہیں " چھپے بیٹھے ہیں۔" حبیب نے جیب میں ہاتھ ڈال کر پسٹل ٹٹولا۔ معاً اسے یاد آیا۔

ہم سب مطلب ایک سے زیادہ۔"ایسے میں وہ بے وقوفی کا مظاہرہ نہیں کرسکتا تھا۔وہ " خاموشی سے واپس پلٹ گیا۔ اسکی رفتار بہت تیز تھی۔وہ اُلٹا بھاگ رہا تھا تاکہ دیکھنے والا قدموں کے نشانات سے کسی کو آتا محسوس کرے نہ کہ جاتا۔ اُلٹے قدموں بھاگنے پر بھی ۔اسکی رفتار عام انسان کی رفتار سے کافی زیادہ تھا

وہ واپس اُسی مقام پر آگیا تھا۔ وہ تیزی سے حویلی کے اندر گُھس گیا۔ کھلا کشادہ صحن، گھپ اندھیرا ہر چیز سیاہ نظر آرہی تھی۔ اس نے اپنے کرتے کی جیب سے موبائل نکالا اور ساتھ ہی موزوں میں چھپایا۔تیز دھار چاقو نکال لیا۔ وہ دبے پیر بیگ پر ہاتھ کی گرفت مضبوط کرتے آگے بڑھنے لگا۔ اپنے دیس کیلیے آج وہ جان پر کھیل رہا تھا۔ غیر زمین پر کھڑا وہ ملک کیلیے لڑ رہا تھا۔ تن تنہا اتنی عوام کیلیے لڑنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ دونوں ممالک کی دشمنی سے پورا ایشیاء آگاہ تھا۔ کتنی خون کی ندیاں بہی تھیں برِصغیر کی تقسیم کے وقت بلکہ اُس سے قبل بھی خون کی ہولی آئے روز کھیلی جاتی تھی اور اسکی تقسیم کے بعد بھی سرحدوں پر کٹے سر ملتے ہیں تو جیلوں میں مخالف ملک کے باسیوں کی آہیں گونجتی ہیں۔ انسانیت دم توڑتی محسوس ہوتی ہے اس دشمنی میں۔ شاید دنیا میں اس سے بڑی انا کی جنگ کسی نے نہیں لڑی ہوگی۔جو پاکستان لڑ رہا ہے بھارت سے۔ اسکی انا سے۔ جو پاکستان کا وجود ۔آج بھی تسلیم نہیں کرتا

ایجنٹ ابھے آہستگی سے آگے بڑھنے لگا- اسکے پاس اس وقت اپنے ملک کی طاقت میں اضافے کو ایک قیمتی بیگ تھا اور یہ چمڑے کا سیاہ بیگ اسے کسی نہ کسی طرح بھارت پہنچانا تھا-

اسے لگا کوئی اسکے تعاقب میں ہے۔موبائل کی ٹارچ آن کرتے اسکی روشنی میں دیکھا تو کچھ بھی نہ تھا، سوائے سناٹے کے۔اب اسے دوسری طرف سے آواز آئی۔اس نے وہی عمل دُہرایا۔اب ہر جانب سے قدموں کی آواز آتی محسوس ہوئی تھی- اس نے اپنی جیب سے پسٹل نکالا۔مگر اسی دوران فائر کی آواز گونجی اور بلٹ اسکی ہتھیلی پر لگی۔سیل فون چھوٹ کر نیچے جا گرا تھا- تین چار افراد چھلانگیں مارتے صحن میں اُترے تھے- ایجنٹ ابھے کو معلوم ہو گیا تھا کہ اب وہ پھنس چکا ہے- اب واپسی ممکن نہیں۔اسے شدید غم نے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔منزل کے اتنے قریب آکر وہ ناکام ہوگئے تھے- ایجنٹ آکاش کی چھ سالہ محنت ڈوبنے کو تھی-

ایجنٹ ابھے کی آنکھیں اس سیاہ اندھیری رات میں بھیگی تھیں۔مگر کوئی محسوس نہ کرسکا- برآمد کرتے ہی اسے برق رفتاری سے اپنے منہ میں sucide pill کرتے کی جیب سے ڈالتے ہی چبانا شروع کردیا- یہ سب ساٹھ سیکنڈ سے بھی کم وقت میں ہوا تھا- میجر عاص اور اسکے ساتھی اسے گھیر چکے تھے- اسکی طرف سے وہ شاید کسی ردِ عمل کے انتظار میں تھے۔مگر ابھے کے سامنے اپنی محبوب بیوی، دو ننھے بچے اور ماں کا چہرہ لہرایا تھا۔اسکی فیملی، اسکا خاندان جن سے ملے، جانے اسے کتنا عرصہ ہوا تھا۔وہ نہیں جانتا تھا۔اسکے بچے کتنے

بڑے ہوگئے ہوں گے۔اسکی ماں اسے کتنا یاد کرتی ہوگی۔اسکی بیوی اسکی منتظر ہوگی۔اسکی واپسی کی راہ تکتی ہوگی۔ مگر وہ سب بے خبر تھے کہ وہ کہاں ہے؟ کیا کررہا ہے؟

دشمن کا تشدد برداشت کرنا بہت مشکل ہے، بلکہ ناممکن۔تم اپنے ملک کے حساس راز نہ " اُگل دو۔اسی لیے اپنے دیس کی مٹی سے وفا کرنا، اس کیپسول کو نگل لینا۔ یہ ملک تمہاری قربانی صدا یاد رکھے گا۔"اسکے دماغ نے یہی الفاظ آخری بار سنے تھے، دہرائے تھے۔ کیپسول ۔ختم ہوچکا تھا۔مگر اس میں چند سانسیں ابھی باقی تھیں

اپنے آپ کو ہمارے حوالے کردو ایجنٹ ابھے۔تم ناکام ہوچکے ہو۔میجر عاص نے پسٹل تانے ۔ہی اپنی مخصوص گرج دار آواز میں کہا

۔حبیب کے ہونٹ تلخی سے مسکرائے تھے اور پھر وہ بل کھاتا زمین پر لہرا کر گرا تھا

اوہ نو، میجر عاص نے اسکی نبض چیک کرتے بےاختیار افسوس کیا تھا۔ پتا نہیں قسمت کو کیا منظور تھا؟

۔نقصان ہونے سے وہ بچالیتا تھا۔مگر فائدہ ابھی تک نہ ہوسکا تھا

۔بیگ مل چکا تھا۔ میجر عاص نے بیگ اُچک لیا

****

وہ بےچینی سے اِدھر اُدھر پنڈولم کی طرح چکر کاٹ رہی تھی- گھڑی کی سوئی اب چار کا ہندسہ عبور کرنے کو بےتاب تھی-

گڑیا دادو کے ڈر سے نماز پڑھنے کا کیا فائدہ؟ نماز تو اللہ کے ڈر سے پڑھی جاتی ہے۔وہ فجر کے وقت کسلمندی سے پڑی رہتی تھی۔دادو کی جھڑکیاں سننے کے بعد ہی کہیں اُٹھتی تھی- اُن کی لمبی ڈانٹ سے ڈرتے وہ فجر ادا کرتی تھی-

اسکا دل یکدم بھر آیا۔اندر باہر ایک عجیب سا خالی پن محسوس ہوا- ویرانی سی ہو جیسے- سناٹا، خاموشی نیلم کو اپنا دل بند ہوتا محسوس ہورہا تھا- کتنی لاپرواہ تھی وہ۔اس نے جانے کتنے دنوں سے نماز نہیں ادا کی تھی۔حالانکہ اس نے دو تین بار میجر عاص اور انس کو گھر میں نماز پڑھتے بھی دیکھا تھا۔شاید وہ قضا ادا کررہے تھے- اس نے اپنا حلیہ دیکھا اور پھر روم میں آکر الماری کھولنے لگی۔مگر وہ مقفل تھی۔اس نے الماری کے ساتھ والی دیوار پر نظر ڈالی۔ایک اسٹینڈ پر کافی کپڑے لٹکے تھے۔اس میں ہی ایک موٹی سی چادر تھی۔خاکی رنگ کی اسے نکالنے کے بعد وہ وضو کرنے چل پڑی- جیسے جیسے وہ وضو کررہی تھی۔اسکے آنسو بہہ رہے تھے۔چار، پانچ دن کے بعد وہ اللہ کے حضور کھڑی ہونے جارہی تھی۔ اپنی غفلت اور لاپرواہی اسے آج سے پہلے کبھی اتنی بری نہیں لگی تھی- سر کا مسح کرتے اسکے ہاتھ کپکپانے لگے تھے-

"اور نماز قائم کرو اور زکوۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو"

(سورۃ بقرہ آیت نمبر 43)

نماز کو ادا نہیں، قائم کرو۔

نماز صرف سجدے کا نام نہیں۔بلکہ دل کی پوری رضامندی سے اپنے رب کے حضور جھکنے کا نام ہے- اپنی افضل ترین شے، پیشانی ٹیکنے کا نام ہے- نماز کے ادا کرنے اور اسے قائم کرنے میں بڑا فرق ہے اور وہ ہمیشہ اسے ادا کرتی آئی تھی۔صرف زبان سے پڑھتی آئی تھی- مگر آج

آج وہ دل سے نماز پڑھنے اُٹھی تھی۔آج اس نے اذان سے پہلے وضو کیا تھا- پہلے وہ لاپرواہ تھی، بے فکر تھی۔اسے کبھی اللہ تعالیٰ سے لمبی لمبی دعائیں نہیں مانگنی پڑی تھیں۔بلکہ اسے یاد نہیں پڑتا کہ کبھی وہ کسی چیز سے پریشان ہوئی ہو۔غمزدہ ہوئی ہو۔وہ شروع سے ہی بے فکر، لاپرواہ اور بے نیاز تھی۔مگر اب اسے اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگنا تھا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان بہت خود غرض ہے۔وہ ہمیشہ اولے پڑنے پر ہی اپنے رب کو یاد کرتا ہے۔وہ بھی انہی گناہگاروں میں سے تھی-

وضو سے فارغ ہوئی چادر لپیٹی، پانچ منٹ کے انتظار کے بعد مؤذن بلند آواز غفلت کے ماروں کو جگانے لگا- کامیابی کی طرف بلانے لگا-

اس نے اذان کا جواب دیا اور نماز کی نیت باندھ لی-

"اللہ اکبر"

(اللہ سب سے بڑا ہے)

دو سنت اور دو فرض کے بعد اس نے دونوں ہتھیلیاں دعا کے انداز میں جوڑ دیں- اپنے جُڑے ہاتھ جب اس نے کچھ بلند کیے تو پھوٹ پھوٹ کر رودی۔اسے محسوس ہوا وہ غفور و رحیم، وہ دو جہانوں کا مالک، ہمیں پیدا کرنے والا جیسے اسکی صدا سُن رہا ہے۔اسکی سسکیاں سُن رہا ہے اور وہ تو وہ بھی سُن رہا تھا۔جو اس نے کہا نہیں تھا-

فرشتے کہتے ہیں اگر انسان کو معلوم ہوجائے کہ وہ دورانِ نماز کس کے روبرو ہے تو کبھی سلام نہ پھیرے-

اسکی سسکیاں بلند ہوتی گئیں۔اسے شرمندگی محسوس ہورہی تھی۔اللہ تعالٰی کے روبرو اپنا مطالبہ پیش کرتے۔اسے اپنا آپ کمتر حقیر معلوم ہورہا تھا-

یااللہ" اس کے لب کپکپائے۔وہ کیسے باوضو ہوکر ایک نامحرم کا تذکرہ اپنی دعا میں کرے- " اس نے پھر کچھ نہیں مانگا اور روتے ہوئے اپنی نم آنکھیں اُٹھی ہوئی ہتھیلیوں میں چھپالیں- اسکا پورا وجود ہچکولے لے رہا تھا- وہ سسک رہی تھی- جب دروازہ کُھلنے کی آواز پر اس نے تڑپ کر سر اُٹھایا- وہی تھا اسکی دھڑکنوں کا مالک، اسکے دل کا مکین- اسکی بےتابیوں، بےقراریوں کا ذمہ دار- اسے لگا اللہ تعالٰی نے بن کہے بھی اسکی سُن لی ہو-

"ٹائیگر!!!"

****

وہ پچھلے دو گھنٹے سے اسکے کمرے کی تلاشی لے رہا تھا۔کتنے لاکس تُڑوائے تھے اس نے-سارا کمرہ اُلٹ پلٹ کرر کھا تھا- حبیب کے کپڑے سارے بیڈ پر بکھرے تھے- بہت ساری فائلز تھیں۔جو ایم آز کے بزنس سے متعلق تھیں- وہ اب الماری کا آخری خانہ کھلوانا چاہ رہا تھا۔مگر گارڈ سے اسکا تالا کھل کے ہی نہیں دے رہا تھا-

ایک لاک نہیں کھل رہا تم سے۔ایم آز دھاڑا-

سس سر وہ یہ۔۔گارڈ نے پسینہ صاف کرتے گڑبڑاتے ہوئے کہا-

منہ بند کرو اور ہاتھ چلاؤ۔وہ اسکے سر پر پہنچ کر چیخا- گارڈ جلدی سے پھر شروع ہوچکا تھا-

ٹک ٹک! بالآخر تالا کھل گیا-

ایم آز کارخانے پر پولیس کی ریڈ پڑ گئی ہے بی کوئیک۔میورک شب خوابی کے لباس میں ملبوس تیزی سے اندر آیا-

وہاٹ؟؟؟ منہاج عز ضحاک کو چار سو چالس والٹ کا کرنٹ لگا تھا-

بھلا ایس پی صاحب نے اسے اطلاع کیوں نہیں دی تھی؟؟ منہاج کو پے در پے جھٹکے دیے جارہے تھے-

گارڈ سے کہو کار نکالے۔وہ تیزی سے روم سے باہر نکلتے باآواز بلند بولا- اسکے جوتے کوریڈور میں ڈک ڈک کی آواز پیدا کررہے تھے- اسکے قدموں کی رفتار تیز تھی- آدھے سے زیادہ منشیات تو کارخانے میں پڑی تھیں۔سب سے بڑا خطرہ ہی یہی تھا- وہ دوسری بری خبر کے

ملتے ہی نکل گیا تھا۔ہاں گارڈز کو باہر نکلنے کا اشارہ کردیا تھا۔ مگر اسکے جاتے ہی باوردی گارڈ حبیب کے کمرے میں داخل ہوا اور دراز سے برآمد ہونے والی سی ڈیز، یو ایس بیز، پیپرز اور چھوٹے سائز کا لیپ ٹاپ نکال لیا۔ دراز کے اندر چند فائلز ڈال کر اس نے بند کردیا اور دبے پیر باہر نکل گیا۔جہاں اسکا ساتھی اسکا منتظر تھا۔ پوزیٹو سائن ملتے ہی دونوں پُرسکون ہوچکے تھے-

****

تقریباً پندرہ منٹ بعد وہ اپنے کارخانے کے سامنے کھڑا تھا-

آپ بغیر اجازت کے اس طرح کیسے میرے کارخانے کی تلاشی لے سکتے ہیں۔ پولیس نے کارخانے میں تباہی مچا رکھی تھی۔ پولیس حوالداروں نے ہر چیز تہس نہس کردی تھی۔ ڈبے جابجا بکھرے پڑے تھے۔ مشینری کو بھی چیک کیا جارہا تھا۔ واش رومز تک نہ چھوڑے تھے۔ ایم آز سخت غصے میں مٹھیاں بھینچے کھڑا تھا اور دل میں ایس پی بلال کی خبر لینے کا تہیہ کرچکا تھا۔ اسے ڈر تھا کہیں حبیب نے کارخانے میں موجود خفیہ تہہ خانے کا راز فاش نہ کردیا ہو۔بقول اُس انگریز اجنبی کے حبیب نے اسکے تمام راز اُگل دیے ہیں-

کارخانہ سیمنٹ کا بنا تھا۔کوئی رنگ و روغن نہ تھا اس پر، مگر چار فلورز پر مشتمل اس بڑے کارخانے کی تلاشی کوئی آسان کام نہ تھا-

پولیس آفیسر بڑے دھڑلے سے حکم دیتے کونہ کونہ، گوشہ گوشہ چھان رہے تھے- مزید ایک گھنٹہ ایم آز نے دل ہتھیلی پر رکھے گزارا تھا- اتنے عرصے میں پہلی بار اتنی بری طرح چیکنگ ہوئی تھی کہ منہاج عز ضحاک کو سب ختم ہوتا محسوس ہورہا تھا- ابھی تو وہ یہ یقین نہیں کر پارہا تھا کہ حبیب اسکا سعودی دوست آئی ایس آئی کا ایجنٹ ہے اور اسکی پیٹھ میں چھرا گھونپتا رہا ہے- پولیس آفیسر کڑک دار لہجے میں معذرت کرتا، سرد آنکھوں سے ایم آز کے تاثرات کا جائزہ لیتا چلا گیا- اسکے پیچھے ہی سب نکل گئے اور کارخانہ خالی ہوگیا۔اب وہاں صرف ان کے دو آدمی میورک اور ایم آز موجود تھے-

****

"آ---آپ---- آپ نے اتنی دیر لگادی آپ کو پتا ہے ہماری جان نکل جاتی۔اگر آپ ایک منٹ بھی اور دیری کرتے تو۔"وہ بےتابی سے اسکی جانب بڑھتی بےقرار سی بولی تھی- میجر عاص نے ٹھنڈی سانس بھرتے ایک سرسری نظر اس پر ڈالی اور جوگرز اُتارنے لگا- اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا- نیلم کو اسکا رویہ گراں گزرا تھا- اسکے ہاتھ میں ایک سیاہ رنگ بیگ تھا۔جسے تھامے وہ اندر کمرے میں چلا گیا- نیلم بھی اسکے پیچھے ہی چل دی-

آپ ٹھیک تو ہیں ہم آپ کیلیے ہی دعا- وہ کوٹ اُتار رہا تھا۔جب نیلم کی آواز پر اسکی بات بیچ میں ہی کاٹتے بولا-

شٹ اپ، میجر عاص نے کوٹ زور سے بیڈ پر پٹخا اور غصیلے تاثرات لیے اسکی جانب پلٹا- نیلم ڈر کر عادتاً دوقدم پیچھے ہٹی تھی- چادر میں لپٹا اسکا وجود آدھے سے زیادہ چھپا ہوا تھا- -چہرے پر آنسوؤں کے نشان صاف محسوس ہورہے تھے

وہ اسے یہ نہیں کہہ سکا کہ دس سال بعد کسی نے اسکے لیے دعا مانگی ہے، کسی نے اس کیلیے بےقرار ہوکر رات گزاری ہے، کسی نے اس کیلیے اپنا قیمتی خزانہ، آنسو لُٹائے ہیں- اُلٹا -وہ اس پر غصہ ہورہا تھا

آ---- آپ غصہ کیوں ہورہے ہیں؟ وہ اٹکتے ہوئے معصومیت سے سوال کررہی تھی- انس کمرے کے باہر ہی ٹھہر گیا۔پھر پلٹ کر لاؤنج میں پڑے صوفے پر ڈھے گیا اور سیل نکال -کر اپنے دوسرے ساتھیوں سے رابطہ کرنے لگا

نیلم آپ میرا پیچھا چھوڑ کیوں نہیں دیتی؟ کیا چاہتی ہیں مجھ سے؟؟ جب ہر بات واضح " آپ کو بتا چکا ہوں تو کیوں بار بار اپنے آپ کو گراتی ہیں- بےمول کردیتی ہیں میری نظروں میں۔"وہ بہت حقارت سے کہہ رہا تھا- سبز کانچ سے اشکوں کی دھاریں بہنے لگیں۔ -جیسے مہتاب پگھل رہا ہو ان عارضوں پر

میجر عاص! ہمیں وہ آئینہ بنادیں، جسمیں صرف آپکا عکس لہرائے۔ہمیں اُس دریا میں اُتار " دیں، جسکا کنارہ صرف آپ ہوں۔ہمیں ایسے راستے کا نقشہ کھینچ دیں، جو آپ تک آتا ہو۔ ہمیں جادوگری کے وہ گُر سکھادیں، جو آپ کو ہم اور ہمیں آپ کردے- ہم، ہم آپ کے

بغیر نہیں رہ سکتے۔لوگ کہتے ہیں ایسا مگر ہم، ہم سچ کہہ رہے ہیں۔"وہ بے تابی سے دو قدم آگے بڑھتی بولی تھی-

فار گاڈ سیک یہ ڈائیلاگز میرے ساتھ مت بولا کریں۔وہ ناگواری سے بولتا اپنا کوٹ ہینگ کرنے لگا-

"ہماری محبت کو اتنی حقارت سے مت دیکھیے ہمیں تکلیف ہوتی ہے۔"کتنی معصومیت سے بول رہی تھی وہ- اس بات سے انجان کے وہ اسے تکلیف ہی تو دینا چاہتا تھا- میجر عاص اسکی بات پر ذرا سا مسکرایا- اپنے زخمی لہجے پر نیلم کو اسکی مسکراہٹ نمک کا چھڑکاؤ لگی تھی- وہ لمحے بھر میں اپنے ازلی روپ میں واپس آئی تھی- اسکی شرٹ کو سینے سے مٹھیوں میں بھینچ لیا-

"ہماری تڑپ کا، ہماری بےقراری کا تماشا دیکھتے ہیں آپ؟ جیسے مچھیرے ساحل کے کنارے بےآب مچھلی کو زندگی کیلیے ایڑیاں رگڑتے دیکھتے ہیں۔

آپ کے اشاروں پر ناچتے ہیں ہم۔

جیسے مداری کی ڈگڈگی پر بندر ناچتا ہے۔"اسکی آواز کافی حد تک اونچی ہوچکی تھی- آنسو بھی تیز رفتاری سے ٹپ ٹپ کرتے تھوڑی سے لڑھکتے نیچے گر رہے تھے-

"نا ہی میں کوئی مچھیرا ہوں نا ہی مداری۔ہاں اگر آپ خود کو مچھلی یا بندر سمجھتی ہیں تو وہ الگ بات ہے۔"اس نے نیلم کی دونوں کلائیاں بےدردی سے جکڑلیں۔اسکی گرفت ڈھیلی پڑگئی تو میجر عاص فاصلے پر ہوگیا-

ٹائیگر! دروازہ کھلا ہونے کے باوجود انس نے دستک دی تھی۔

آؤ، وہ غصے سے بولا۔نجانے انس کیا سوچتا ہوگا؟ اس جذباتی لڑکی کی وجہ سے میجر عاص کو -اپنا امیج خراب ہوتا نظر آرہا تھا

-وہ، انس نے اشارہ دیا

-اچھا تم اسے بٹھاؤ میں آرہا ہوں۔میجر عاص نے اسے جانے کا کہا- انس باہر نکل گیا

آپ اب باہر نہیں آئیں گی۔اس نے ساکت کھڑی نیلم کو حکمیہ انداز میں کہا- وہ کسی ٹرانس کی کیفیت میں چلتی ہوئی بیڈ کے کنارے بیٹھ گئی- میجر عاص نے ایک نظر اسکے افسردہ و -حسین چہرے کو دیکھا اور بیگ اُٹھائے باہر نکل گیا

****

ایم آز پلازہ واپس آکر اس نے سب سے پہلے حبیب کو کالز کیں۔مگر کوئی جواب نہ پاکر اسے اُس اجنبی کی باتیں درست لگ رہی تھیں- مزید تصدیق حبیب کے دراز سے نکلنے والی -چند فائلز میں منشیات کی اسمگلنگ کے متعلق کچھ ڈیٹیلز دیکھ کر ہوگئی تھی

ایس پی بلال تم نے پہلا کام مکمل نہیں کیا تھا کہ ایک اور غلطی کر بیٹھے۔ میں تمہیں بخشنے والا نہیں ہوں۔منہاج گرجدار آواز میں مقابل پر دھاڑا- ایس پی بلال کو اپنے سیل فون کا اسپیکر پھٹتا محسوس ہوا تھا-

سر بلیو می میرا لاہور ٹرانسفر ہوئے ابھی ایک ہی دن ہوا ہے۔میں آپ کو بتانے والا تھا لیکن، وہ گھبراتے ہوئے صفائیاں پیش کرنے لگا-

اتنی جلدی؟؟ کچھ دن پہلے تک تو ایسا کچھ نہیں تھا۔ایم آز کو اسکی بات ہضم نہ ہوئی۔

سر اُس لڑکی کی تلاش جاری ہے۔آپ فکر مت کریں۔جیسے ہی کوئی اطلاع ملے گی۔میں آپکو بتا دوں گا۔اس بار ایس پی بلال کا انداز مکمل اعتماد لیے ہوئے تھا۔

مجھے وہ لڑکی تلاش کردو ایس پی! تم سوچ بھی نہیں سکتے کہ میں تمہیں اس کام کی کتنی اجرت دوں گا۔تمہاری اگلی سات نسلیں بھی بیٹھ کر کھائیں گی تو ختم نہیں ہوگا۔ایس پی بلال نے اس لڑکی کی اتنی بڑی قیمت پر بمشکل خود کو کس حیرت بھرے اظہار سے روکا تھا-

سر انشاءاللہ! یہ کام بہت جلد مکمل ہوجائے گا۔دوسری جانب سے ایم آز نے رابطہ منقطع کرتے سیل فون بیڈ پر اُچھال دیا- وہ ابھی فریش ہوکر نکلا تھا- آج کی پوری رات اسکی بھاگ دوڑ کی ہی نظر ہوگئی تھی اور اب اِسکے حواس مکمل طور پر پھر اُس اپسرا کے حوالے ہوچکے تھے- بیڈ کراؤن کے اوپر موجود لارج فوٹو دیکھتے، اسے اپنے زندہ ہونے اور دل کے دھڑکنے کا احساس شدت سے ہوا تھا- دو تین دن ہوگئے تھے۔اس نے نہ تو کوئی بلاسٹ کا

پلان کیا تھا اور نہ ہی کوئی قتل کیا تھا۔ورنہ آئے روز کوئی پولیس آفیسر تو کوئی گارڈ یا کوئی مخالف پارٹی کا بندہ اسکی درندگی کا نشانہ بنتا رہتا تھا-

وہ اسٹڈی روم میں گھُس گیا۔وہی اپنی من پسند ڈائری اُچکتے اس نے سنہری قلم مضبوط ہاتھوں میں تھام لیا، وہ لکھ رہا تھا- اپنی من پسند زبان میں اپنا من پسند جملہ اپنی من پسند ہستی کیلیے-

"أحب خيالي لأنه يختصر البعد ويجيبك"

(مجھے اپنے تصورات سے محبت ہے یہ مجھے تمہارے سنگ باندھ دیتے ہیں)

اتنے خوبصورت الفاظ کیا کوئی دہشت گرد لکھ سکتا تھا؟؟

وہ شخص دل کی دھڑکن محسوس کرسکتا تھا کیا؟ جو دلوں کو نکال کر رکھ دیتا ہو؟؟

-اس میں کوئی شک نہیں کے اوپر والا جب چاہے جسکے دل میں چاہے نرمی پیدا کردے

وہ چاہے تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہوجائے۔

وہ چاہے تو دریا میں راستہ پیدا ہوجائے۔

وہ چاہے تو کیا ہو نہیں سکتا؟؟

****

میجر عاص تھری سیٹر صوفے کے درمیان میں بیٹھا تھا۔اسکے برابر میں اسکا ایک اور ساتھی بھی موجود تھا۔جو کچھ وقت پہلے ہی حبیب کے دراز سے نکالی چیزیں لے کر حاضر ہوا تھا- اسکے دوسری جانب انس بیٹھا تھا- میجر عاص نے سیاہ رنگ کا چمڑے کا بیگ کھولا- تینوں دیکھنے کو تیار تھے کہ را کے ایجنٹ نے ملٹری ہارڈویئرز کی جی پی ایس لوکیشن کیسے حاصل کرلی؟؟

-مگر بیگ کے کُھلتے ہی اس میں اخبارات کے سوا کچھ نہ ملا- ردی کے ٹکڑے

-اور ایک کاغذ پر ایک تحریر تھی

"کھیل پر کھیل کھیلا جاتا ہے۔"

-میجر عاص کا چہرہ شدتِ جذبات سے سرخ انار ہوچکا تھا

میجر عاص نے حبیب کا لیپ ٹاپ کھولا- وہ آن ہی نہیں ہوا تھا- بلینک اسکرین ان کا منہ چڑا رہا تھی- میجر عاص نے تمام یو ایس بیز اور سی ڈیز اپنے لیپ ٹاپ میں بار بار لگا کر چیک کیں۔سب خالی تھیں کوئی فولڈر نہیں ملا۔بس ایک سی ڈی میں حبیب (ایجنٹ ابھے) -کی ریکارڈنگ تھی

مجھے پتا ہے کہ تم لوگ ہم تک پہنچ گئے ہو اور میں جانتا ہوں کہ کسی نہ کسی روز تم یہ " سب حاصل کرنے میں کامیاب ہوجاؤ گے۔اسی لیے میں نے فیصلہ کیا اپنے ملک کیلیے جان

دینے کا- میرے لیے یہ بڑے اعزاز کی بات ہے- میری موت تمہارے کچھ فائدے کی نہیں۔مگر میرے ملک میں بسنے والی عوام کیلیے بہت فائدہ مند ہے۔"

-اسکی آواز بہت صاف اور ہر قسم کی گھبراہٹ سے عاری تھی

"میجر عاص CIB کے آفیسرز سے رابطہ کریں۔آئی تھنک وہ ضرور جانتے ہوں گے کہ یہ سب کیا ہورہا ہے؟" اسکے ساتھی نے مشورے سے نوازا۔

ہوں، میجر عاص نے منہ پر ہاتھ پھیرتے جیسے اپنے تاثرات بہتر بنانے کی ناکام کوشش کی تھی- میجر عاص نے اپنا سیل فون اُٹھایا ہی تھا کہ اُس پر کال آنے لگی- اس نے یس کا بٹن پُش کیا- یہ سیل اسے دورانِ مشن اپنے ساتھیوں اور ادارے سے کانٹیکٹ کرنے کیلیے دیا گیا تھا۔اسی لیے کسی رانگ نمبر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

-یس سر اوکے وی وِل کم۔اس نے سنجیدگی سے کہتے رابطہ منقطع کردیا

تم واپس چلے جاؤ اور پلازہ اور فارم ہاؤس میں ہونے والی ایک ایک چیز پر نظر رکھنا۔میں اور انس آفس جارہے ہیں۔میجر عاص نے حکم دیا اور لیپ ٹاپ اور دوسری ڈیوائسز سمیٹ -کر سیاہ بیگ میں ڈالنے لگا

-اوکے سر! اسکا ساتھی اُٹھا اور ماتھے تک ہاتھ لے جاتے میجر عاص کو سلیوٹ کرتا نکل گیا

ٹائیگر اور انس بھی اسکے جاتے ہی نکل گئے۔باہر سے لاک لگاتے انہیں یہ نہیں یاد رہا کہ اندر ایک نازک وجود ان کے اس طرح سے غائب ہونے پر کتنا پریشان ہوگا- حقیقت تو یہ تھی کہ انہیں اس وقت صرف اپنی ذمہ داری اور ملک کا دفاع یاد تھا- انہیں یاد تھا تو صرف یہ کہ وہ اس ملک کے محافظ ہیں اور یہی انکی اولین ترجیح ہے۔ملک کی حفاظت اور بس۔

****

بلیک شرٹ اور مسٹرڈ کلر کی جینز پہنے آنکھوں پر گاگلز لگائے، کہنیوں کے بازو فولڈ کیے ایک ہاتھ میں سیاہ رنگ لیپ ٹاپ بیگ تھامے، وہ کاغذی کاروائی مکمل کرچکا تھا- سیاہ رنگ کے چمچماتے جوتے جناح انٹرنیشنل ایئرپورٹ کے فرش پر دھمک پیدا کررہے تھے اور وہ مغرور سا شخص باوقار چال چلتا، اب passenger boarding bridge (PBB) سے گزر رہا تھا۔جسکا مقصد ایئرپورٹ ٹرمینل گیٹ سے مسافروں کو جہاز تک پہنچانا تھا- وہ اپنی نشست سنبھال چکا تھا۔سیٹ نمبر تیرہ پر بیٹھا، وہ کافی مطمئن تھا- سرشار سا مگر بے نیاز بنا، وہ کسی بھی طرح کا ردِعمل یا اپنی خوشی کو اپنی باڈی لینگوئج سے ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا- وہ جو ظاہر کررہا تھا۔لوگ وہی سمجھ رہے تھے۔مگر وہ انجان تھے کہ بظاہر کوئی بزنس مین نظر آنے والا یہ ڈیشنگ پرسنیلٹی کا مالک شخص، ایک بہروپیہ ہے- جہاز نے ٹیکسی کی

اور رن وے پر آگیا- پانچ چالیس کے قریب کا وقت تھا ملگجا ملگجا اندھیرا، مگر فضا پُرسکون تھی- ٹیکسی وے کو ہلکے نیلے رنگ کی روشنیوں سے منور کیا ہوا تھا۔تاکہ رن وے اور ٹیکسی وے میں تفریق کی جاسکے- رن وے جسکی چوڑائی ڈھائی سو فٹ اور لمبائی تین ہزار Threshold, میٹر سے زائد تھی، کے کناروں پر بھی مختلف رنگوں کی لائٹنگ تھی۔جو designator, touch down zone, centerline, aiming point

کے مطابق لگائی گئیں تھیں۔جن سے رن وے پر طے کیا گیا راستہ معلوم کیا جاسکتا تھا- جناح ائیرپورٹ کے رن وے میں ایک گھنٹے میں پندرہ پروازوں کو ہینڈل کیا جاسکتا تھا۔

-جبکہ ٹیکسی وے پر بارہ پروازوں کو

تھی- جہاز رن وے پر تیار کھڑا تھا۔اُڑان بھرنے sq m پارکنگ ایریا کی پیمائش 266000 کو، آسمان سے باتیں کرنے کو، بلندیوں میں پہنچنے کو، آسمان کے سینے پر منڈلانے کو، ایک دم تیار۔پندرہ سو فٹ کا راستہ طے ہوچکا تھا- اب جہاز کی رفتار میں تیزی آنے والی تھی۔

-جب اچانک سے جہاز رُک گیا

"یہ پرواز کچھ خرابی کی بناء پر ایک گھنٹے کی تاخیر سے اُڑان بھرے گی۔"

****

کراچی میں موجود آئی ایس آئی کے آفس میں ایک میٹنگ جاری تھی۔جس میں ڈی آئی جی، ایس پی بلال، سی آئی بی کے آفیسرز اور میجر عاص کے مشن میں شامل دو ایجنٹس، آئی ایس آئی کے ڈائریکٹر جنرل اور اسکے علاوہ آرمی آفیسرز بھی شامل تھے-

ہرب کا سیل فون جب ہماری تحویل میں آگیا تھا۔را کو تبھی خبر ہوگئی تھی کہ ہم جان گئے ہیں کہ را کا ایجنٹ ابھے، ایجنٹ آکاش سے ملاقات کو آرہا ہے اور اس ملاقات میں آکاش ابھے کو وہ سارے راز فراہم کردے گا، جو اس نے چھ سال سے آئی ایس آئی میں داخل ہو کر حاصل کیے ہیں- تبھی انہوں نے پلان چینج کرلیا۔ایجنٹ آکاش نے ابھے سے پہلے ایک اور بندے سے بھی ملاقات کی تھی۔شام کے وقت اور وہ تھا ایجنٹ ارجن، جس کے پاس اب وہ سیاہ بیگ ہے۔ہمارے ملک کا قیمتی خزانہ ہے وہ- سی آئی بی کے ایجنٹس کو پتہ چل گیا تھا کہ "بابر حمید" نامی شخص دراصل را کا ایجنٹ "آکاش" ہے۔تبھی سے اسکی ہر کاروائی پر نظر رکھی جانے لگی اور اب سی آئی بی کی رپورٹ کے مطابق آکاش کا سیل فون ان کے قبضے میں آچکا ہے۔جس میں موجود فائل کو ہیکرز نے encrypted کردیا ہے۔(اسے cryptography کہا جاتا ہے جسکا مقصد اپنے خفیہ پیغامات decrypt کردیا جاتا decrypt یا encrypt کا تحفظ ہوتا ہے۔اس میں ڈیٹا کو ایک کی کے ذریعے ہے اور یہ کی صرف سینڈر اور رسیور کو ہی معلوم ہوتی ہے کوئی اور اس پیغام کو نہیں پڑھ سکتا) اور اس میں موجود مسیج کے متعلق ایجنٹ ارجن تقریباً ایک گھنٹے بعد پی آئی اے (پاکستان انٹرنیشنل ایئرلائنز) کی پرواز سے دبئی پہنچ جائے گا اور اسکے بعد بھارت-" وقت بہت کم ہے میجر عاص! میٹنگ کے بقیہ حصے میں میجر عاص کا کوئی کام نہیں تھا۔اُسے اُسکا

کام بتا دیا گیا تھا- وہ کھڑا ہوچکا تھا اسکے ساتھ دو سی آئی بی کے ایجنٹ بھی نکل گئے تھے اور انس بھی- ان کے جانے کے بعد اصل میٹنگ شروع ہوئی تھی-

انٹیلیجنس بیورو کے دو wings ہیں۔ internal اور external نام سے انٹرنل ونگ ہی پتا لگتا ہے کہ یہ اندرونی معاملات کو دیکھتا ہے جب کہ ایکسٹرنل ونگ کا کام بیرونی ممالک میں ملکی مفادات کی حفاظت کرنا ہے۔انٹیلی جنس بیورو کا ایک شعبہ کاؤنٹر انٹیلیجنس بیورو بھی ہے۔جسکا مقصد اپنی ہی انٹیلیجنس کے معاملات پر نظر رکھنا ہوتا ہے۔ تاکہ خفیہ سروس کے اہم ترین ادارے پر ایک چیک اینڈ بیلنس رہے اور کوئی ملک دشمن یا دوسری غیر ملکی ایجنسیاں حساس راز چوری کرنے میں کامیاب نہ ہوسکے-

بیرون ملک سے روز سینکڑوں کی تعداد میں لوگ ہوائی جہازوں یا بحری راستوں سے پاکستان آتے ہیں۔کوئی سعودیہ سے، تو کوئی بھارت، دبئ یا امریکہ سے۔انٹیلی جنس بیورو کا یہ فرئضہ ہے کہ وہ ان کی جاسوسی کرے اور جو مشکوک نظر آئے اسکے متعلق رپورٹ تیار کی جائے۔اسی لیے جیسے ہی ایجنٹ آکاش کی سرگرمیاں مشکوک نظر آنے لگیں۔اسکی جاسوسی شروع کردی گئی۔یہ حساس ادارے ہوتے ہی ایسے ہیں۔یہاں جاسوسی کرنے والوں کی بھی جاسوسی کی جاتی ہے اور پھر جب یہ معلوم ہوا کہ ایجنٹ آکاش دراصل آئی ایس آئی یعنی پاکستان کی ہی ایک خفیہ ایجنسی کا کارکن ہے تو معاملہ اور اُلجھ گیا اور مزید تحقیقات کی گئیں اور بات سامنے آگئی-

****

سفید بےداغ شرٹ اور براؤن ٹائٹ جینز اسکی سونے کی مانند دمکتی رنگت پر بہت جچ رہی تھی- سنجیدہ چہرہ، تیز رفتاری کے باعث کشادہ پیشانی پر ننھے ننھے موتی چمک رہے تھے- وہ پڑھتے آیا تھا اور اس میں اسے اپنے کام کا decrypted meassage پورے راستے نقطہ مل چکا تھا- ہر خفیہ ایجنسی کا جاسوس ایک چہرے میں سو روپ لیے ہوتا ہے۔اسے پہچاننا کئی بار ناممکنات میں سے ہوتا ہے۔ایجنٹ ارجن جس حلیے میں ایجنٹ آکاش سے ملنے آیا تھا۔وہ مختلف تھا اور اب کی بار جانے وہ کون سے روپ میں ہوگا؟؟؟

جو پیغام کے آخر میں لکھا تھا- یہ پانچ حرف کا کوڈ میجر عاص کیلیے کیا A2057 کوڈ نمبر -تھا۔اسکا اندازہ پوری دنیا میں صرف وہی لگا سکتا تھا

سے گزرتے میجر عاص نے یہ پیغام ٹائپ کیا تھا- چند A2057؟ PBB وئیر از یو" مسافر اس خوبرو نوجوان کی جانب متوجہ ہوچکے تھے۔جو اب تیزی سے بھاگ رہا تھا- اسکے قدموں سے دھپ دھپ کی آواز پیدا ہورہی تھی- اسکے تمام ساتھی ٹیکسی وے پر مختلف روپ دھارے کھڑے تھے۔کوئی مسافر تھا تو کوئی وہاں کا ورکر- اگر ایجنٹ ارجن کو فرار -ہونا تھا تو سب سے پہلے ٹیکسی وے پر آنا تھا۔جہاں اس کی سوچ کے برعکس جال بچھا تھا

وہ اب پارکنگ ایریا میں تھا۔جہاں مختلف وردیوں میں پائلٹس، ورکرز، ٹیکسی ڈرائیورز انجینئرز اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ ٹیکسی مسافروں کو لے جانے کیلیے تیار تھی۔میجر عاص بھی اسی میں سوار ہوگیا۔

اس نے سیل فون چیک کیا۔جس پر ایجنٹ ارجن نے اپنی کرنٹ لوکیشن سینڈ کی تھی۔ساتھ میں سیٹ نمبر بھی تحریر تھا۔

جہاز میں ایسی کیا خرابی ہوگئی ہے کہ ایک گھنٹہ ہونے کو آیا ہے اور یہ پرواز کرنے کا نام ہی نہیں لے رہا۔ایجنٹ ارجن کو پریشانی نے گھیر لیا تھا۔ آکاش کو رپلائی کرچکا تھا۔اب وہ اسکی جانب سے کسی قسم کے سیکیورٹی انتظام یا نئے حکم کا انتظار کررہا تھا۔ اسے کچھ گڑبڑ کا احساس ہورہا تھا۔ ایجنٹ آکاش مختلف نمبرز سے رابطے رکھتا تھا۔اسی لیے وہ شش و پنج میں گھرا تھا۔ پھر اس کے دماغ نے تیزی سے کام کیا۔ اس نے اپنے آگے والے مسافر کو دیکھا۔ اسکی آنکھیں چمک پڑیں۔

مطلوبہ طیارے پر سیڑھیاں پہلے سے لگی تھیں۔ میجر عاص سیدھا جاکے جہاز کی سیٹ نمبر 13 کے پاس کھڑا ہوگیا۔

جس پر ہلکے آسمانی رنگ کے لباس میں ملبوس ایک نوجوان نیم دراز انداز میں بیٹھا تھا۔

ایجنٹ ارجن تم دبئی نہیں جاسکتے۔"وہ لوڈڈ ریوالور اسکی پیشانی پر ٹکائے بولا"

کوئی مسافر اپنی جگہ سے نہیں ہلے گا۔"چار پانچ نوجوان بندوقیں تانے جانے کہاں سے " برآمد ہوئے تھے کہ ہر مسافر دنگ رہ گیا۔ ان سب کے چہرے پریشان تھے۔

آنے والے پانچ نوجوانوں میں سے دو نے عام لباس کے اوپر نارنجی رنگ کی جیکٹس پہنی تھیں جو کہ پارکنگ ایریا کے عملے نے پہن رکھی ہوتی ہیں۔باقی تین ویل ڈریسڈ تھے-

مم-- میں میں؟؟ جس مسافر کو میجر عاص ایجنٹ ارجن سمجھا تھا۔وہ گھبراتے ہوئے کچھ کہنے کی کوشش میں ہلکان ہورہا تھا۔اسکی نیند بھک سے اُڑ گئی تھی۔وہ صحیح معنوں میں ہوش میں آچکا تھا- سامنے کھڑے کرخت تاثرات والے دلکش چہرے کو اس نے بےبسی سے دیکھا-

ایجنٹ ارجن اگلی نشست پر اطمینان سے بیٹھا دل ہی دل میں اپنی قابلیت کو سراہ رہا تھا- جب اچانک اسے اپنی گردن کے پچھلے حصے پر چبھن کا احساس ہوا- پھر اسکے کانوں نے وہ سنا جسکی اِسے اُمید نہ تھی-

کم آن ایجنٹ ارجن تم کیا سمجھے تھے سیٹ بدلنے سے انسان بدل جاتا ہے؟؟" سرد آواز " بھاری لہجہ، ایجنٹ ارجن کا سانس اٹک گیا- اس پر کپکپی طاری ہوگئ- سامنے سے دو پولیس آفیسر آرہے تھے- چند منٹ بعد ہتھکڑیاں اسکی کلائیوں میں تھیں-

"Game Changer!!!"

****

اسکی آنکھ کب لگی تھی اسے پتا بھی نہ چلا- کب وہ غنودگی میں گئی اور کب وہ سب گھر سے گئے؟

ٹائیگر! ٹائیگر!! وہ پورے گھر میں اسے آہستگی سے آوازیں دے رہی تھی- دبے دبے پیر کچن میں، واش رومز میں دیکھا۔وہ اور انس دونوں غائب تھے- اس نے گہری سانس لیتے خود کو ریلکس کرنا چاہا- اس نے چاہا اسکا دماغ سمجھ جائے کہ وہ ان کیلیے ضروری یا اہم نہیں ہے۔وہ بس یہاں اسے پھینک کر اپنے اپنے کاموں میں لگے ہیں- یہاں تک کہ اسے اپنے پاس رکھنا بھی ان کی مجبوری تھی۔ورنہ انہوں نے کوئی مسافر خانہ نہیں کھول رکھا تھا- وہ کیوں میجر عاص سے اُمیدیں لگائے بیٹھی تھی؟ اور کب تک وہ اسکے طنز کے تیر سہے گی؟؟ وہ یہاں کیوں رُکی ہے؟؟؟ اگر میجر عاص کو اسکی کوئی پرواہ نہیں تھی۔اسکے دل کی فکر نہیں تھی تو وہ کیوں اسکے مشن کی خاطر اپنے گھر والوں سے دور رہتی؟؟ وہ کیوں اپنے دل کو قابو کیے اپنے گھر والوں کو، اپنے بابا کو اور آپی کو بھلائے بیٹھی تھی- اب وہ اسکی ایک نہیں سنے گی۔چلی جائے گی۔اس سے دور رہے گی تو شاید اسے بھول جائے گی۔شاید پھر اسکے قرب کی تمنا فنا ہوجائے گی۔شاید محبت کی اُڑتی اُڑتی چنگاری ساحل کی گہرائی میں اُتر جائے گی- شاید زرد موسم میں بہار کی اُمنگ آجائے۔۔شاید اُس بےرحم صنم کو رحم آجائے!

وہ صوفے پر ہارے ہوئے جواری کی طرح بیٹھی تھی۔اسکی آنکھیں سوج سوج کر سُرخ ہوچکی تھیں۔لال لال ڈورے ان میں تیر رہے تھے- ہر انسان کا مزاج، اسکی شخصیت، اسکا رنگ و روپ، اسکی سوچ سب منفرد ہوتا ہے دوسرے سے- ایک لفظ ہوتا ہے جذباتی، مگر وہ اس لفظ جذباتی کی عملی تفسیر تھی۔وہ اُن لوگوں میں سے تھی جو صبر کے "ص" سے

بھی واقف نہیں ہوتے۔جن کے اندر خواہش انگڑائی لے لے تو اندر کی ایک ایک نس بل کھانے لگتی ہے- جلنے لگتی ہے۔پھر یہ آتش ان کے سینے کی جانب بڑھتی ہے۔دل کا رُخ کرتی ہے اور جب کوئی چیز جل رہی ہو، دھواں اُٹھ رہا ہو تو اِسکا حل صرف ایک ہی ہوتا ہے "آب" پانی- آتش کو آب ہی ٹھنڈا کرسکتا ہے۔اسی طرح عشق کی آگ پر صنم کی توجہ ہی پھوار بن کر برس سکتی ہے۔نیلم ابرار کو بھی اسی پھوار، اسی برسات کی چاہ تھی اور اِس چاہ میں وہ پریوں سے حُسن کی ملکہ، وہ اپسرا کتنی بےمول ہوگئی تھی۔وہ جان نہیں سکی تھی اور اب تو جیسے لگتا تھا کہ یہ آگ اور تیزی سے بھڑک رہی ہے۔ جلے جارہی ہے، جلے جارہی ہے۔۔

تجھے ناز ہے تو حسین ہے

تیرے گلستان کی مثال کیا؟؟؟

مجھے فخر ہے، میں عشق ہوں

جلا نہ دوں تو کمال کیا؟؟؟

اس نے صوفے کی پشت سے ٹیک لگا رکھی تھی۔جب دروازہ کُھلنے کی آواز آئی- وہ تب بھی ایسے ہی بےحس بنی پڑی رہی- وہ جانتی تھی آنے والا کون ہے؟

نیلم ابرار اب میجر عاص کی خوشبو پہچاننے لگی تھی- جسکے روپ بڑے بڑے جاسوس، یہاں تک کہ ایم آز جیسا شاطر بندہ نہیں پہچان سکا تھا۔وہ پہچان گئی تھی۔وہ سمجھتا تھا، وہ اِسے اِسکی آواز سے پہچان پائی تھی، مگر وہ کیسے جانتا کہ وہ تو اِسے محبت کی عطا کردہ حِس سے

پہچان گئی تھی۔وہ اسے اسکی خوشبو سے اسکے انداز سے پہچانتی تھی۔ وہ کم عقل تھی۔اسکی نظر میں بےوقوف اور جذباتی تھی۔اب تو اس فہرست میں بے باکی بھی شامل ہوگئی تھی۔

مگر نیلم ابرار کیلیے وہ کیا تھا؟ شاید وہ کبھی نہیں جان سکتا تھا، اگر وہ جان لیتا تو؟؟ یا اگر وہ کبھی جان گیا تب؟؟؟ اگر وہ محسوس کرگیا اسکی محبت کو، دیوانگی کو، عشق کو تب؟؟؟ تب کیا ہوگا؟؟؟

وہ اسے دیکھ رہا تھا۔وہ جان گئی تھی۔مگر چشمِ تر کُھلنے کو تیار نہ تھی۔پلکیں رکوع نہیں کرنا چاہتی تھیں۔اِس شخص کے سامنے تو کم از کم ابھی وہ نہیں اُٹھنا چاہتی تھیں۔ اسکے کٹاؤ والے سرخی مائل ہونٹ ادھ کھلے تھے۔ میجر عاص نے اسکی ٹوٹی پھوٹی ذات کو سمیٹنا تو در کنار، ایک کے بعد دوسری نظر ڈالنا گوارا نہیں کیا تھا۔ اسکے پیچھے ہی ایجنٹ انس کے اندر آنے اور دروازہ بند کرنے کی آواز آئی تو وہ کمرے میں چلا گیا۔ انس بھی اسکے پیچھے ہی چل پڑا۔اس نے نیلم کو نہیں دیکھا تھا۔ میجر عاص نے تیزی سے الماری سے لیپ ٹاپ نکالا اور بیڈ کے کنارے ٹِکتے اسے آن کرنے لگا۔ انس بھی اسکے برابر ہی بیٹھ گیا۔ ایجنٹ کاشی اور شعیب سے رابطہ ہوئے انہیں کافی وقت ہوگیا تھا۔آج دونوں نے پیغامات اور آگے کا لائحہ عمل بھیجنا تھا۔ ابھی وہ بھیجے جانے والا پیغام کھول بھی نہ پایا تھا کہ نیلم اندر داخل ہوئی۔ اسی کے لباس میں ملبوس بکھرے شہد رنگ بالوں میں، وہ دکھ و غم کی عکاسی کررہی تھی۔ نماز والی چادر غائب تھی۔ مگر بکھرے بال اور ڈھیلا لباس اسکا پردہ رکھے ہوئے تھے۔

ہمیں گھر جانا ہے۔ہر جذبات سے عاری آواز تھی اسکی۔ وہ میجر عاص کو دیکھ رہی تھی۔جو لیپ ٹاپ پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔ اس آواز پر میجر عاص نے سر اُٹھایا۔ انس نے ایک

نظر اس پر ڈالنے کے بعد میجر عاص کے بھنچے لب دیکھے اور خاموشی سے باہر نکل گیا- میجر عاص نے کوئی بھی جواب دیے بغیر سیاہ رنگ ذہانت سے چمکتی آنکھیں دوبارہ لیپ ٹاپ کی اسکرین پر مرکوز کردیں- نیلم کو ایک لمحہ لگا تھا لہجہ بدلنے میں-

"آپ کو سنائی نہیں دے رہا- ہمیں گھر جانا ہے۔" وہ اپنی پوری قوت لگا کر چیخی تھی۔ ساتھ ہی آگے بڑھ کر لیپ ٹاپ کی اسکرین بند کردی- ٹھک، کی آواز پیدا ہوئی تھی- ٹائیگر نے ناگواری سے اسے دیکھا۔جو شعلہ جوالہ بنی کھڑی تھ

"گھر جانا ہے کہ اُس درندے کے پاس جانا ہے؟؟" اس نے بھی ہر لحاظ بالائے طاق رکھے پوچھا- قہر برساتی نظریں نیلم ابرار کے سرخ ہوتے چہرے پر جمی تھیں-

اگر وہاں جانا ہی ہوتا تو اتنے دن یہاں آپ جیسے پتھر کے ساتھ سر نہ پھوڑ رہے ہوتے۔ شدتِ جذبات سے اسکا گلا رُندھ گیا تھا- وہ شکوہ کررہی تھی- مگر مقابل پر کوئی اثر نہ ہوا- نہ گلوگیر آواز کا نہ ہی گلابی عارضوں پر بہتے شفاف موتیوں کا-

میں نے کہا تھا سر پھوڑنے کو؟؟ اس نے بھی گویا بھگو کر تیر مارنے کا قصد کررکھا تھا-

"ہم آپ سے محبت کرتے ہیں۔" وہ ٹوٹے ٹوٹے لہجے میں بولی- وہ اسکے سامنے پھر کاسہ لے کر کھڑی ہوگئی-

ہاتھ میں کاسہ، کلائی میں کڑا سجتا ہے

در بڑا ہو تو سوالی بھی کھڑا سجتا ہے

میں ترے کنجِ تغافل سے نکلتی کیسے؟؟؟

میرا سامان اسی کونے میں پڑا سجتا ہے

دل پہ سامانِ زمانہ کبھی رکھا ہی نہیں

اس گھڑونچی پر محبت کا گھڑا سجتا ہے

یہ الگ بات, وہ دیوار میں خود ہوں لیکن

عشق دیوار گرانے پر اڑا سجتا ہے

یہ صفِ دلزگاں ہے تجھے احساس رہے

توں یہاں صرف میرے ساتھ کھڑا سجتا ہے

جس چیز کا عہد وہ ابھی کچھ وقت پہلے خود سے کر کے ہٹی تھی کہ اس کے سامنے نہیں روئے گی، نہ گڑگڑائے گی، چلی جائے گی۔اسکی پرواہ نہیں کرے گی- وہ اب پھر اسکے سامنے محبت کا کشکول لیے چند سکوں کی منتظر تھی- لوگ محبت میں، عشق میں بھی خودداری نہیں بھولتے- انہیں جب محبت بھیک میں ملنے لگے تو ٹھکرا دیتے ہیں اور وہ--- وہ تو خود اسکے سامنے سوالی بن جاتی تھی- وہ بار بار دھتکارتا تھا اور وہ بار بار در کھٹکھٹاتی تھی اور وہ اسکی اسی حرکت سے عاجز آجاتا تھا-

میں نے کہا تھا محبت کرنے کو؟" وہی طنزیہ لہجہ، مگر اس بار حقارت بھی صاف نمایاں " تھی- اسکا بس نہیں چل رہا تھا کہ سامنے کھڑی لڑکی کو سنگسار کر کے رکھ دے۔جسے اپنی عزتِ نفس کی رتی برابر پرواہ نہیں تھے- کم از کم ان حرکتوں سے، وہ میجر عاص کا دل نہیں جیت سکتی تھی- آخر وہ مان کیوں نہیں لیتی تھی کہ وہ اسے تسخیر نہیں کرسکتی-

بالکل صحیح کہا آپ نے۔آنسو ٹپ ٹپ گررہے تھے۔جیسے ہموار سطح پر بارش کی بوندیں " گرتی ہیں۔آ--- وہ ہکلائی تھی--- شاید الفاظ درد کا سینہ چیرنے میں دقت محسوس کرنے لگے تھے۔آ---آپ نے تو نہیں کہا تھا۔ہمیں محبت کرنے کو- ہم مانتے ہیں آپ نے نہیں کہا تھا-مم--- مگر آج ایک بات آپ کو بھی ماننی پڑے گی۔اس نے اپنے نازک ہاتھ سے گلابی عارضوں پر بہتے سیال کو رگڑ کر صاف کیا۔ہم نے محبت کو نہیں چنا تھا۔محبت نے ہمیں چنا تھا اور ہماری بدقسمتی تو دیکھیے، ہم نے ابتدائے عشق کا آغاز بھی انتہائے عشق سے کرڈالا- یار پر سب وار دینا عشق ہے۔آپ ہمیں کاٹ ڈالیں، جلا ڈالیں، مار ڈالیں آپ کو حق ہے- ہم اُف نہیں کریں گے- "جس لمحے اِن لبوں سے حرفِ شکایت ادا ہوا۔اگلے حرف کی مہلت نہیں مانگے گی یہ زندگی!" درد سے چور لہجہ، سحر انگیز آواز، کوئی اس سے دامن چھڑا سکتا تھا تو وہ شاید اس پوری دنیا میں "میجر عاص عالم" ہی تھا-

اتنی محبت کرتی ہو تو چند دن اور رُک جاؤ۔ایس پی بلال کے مطابق دو دن میں، وہ یہ " رپورٹ دے دے گا کہ تم وہاں سے فرار ہونے کے بعد روڈ ایکسیڈنٹ میں ماری گئی ہو- پھر تم ہر خاطرے سے آزاد ہوجاؤ گی۔"وہ اطلاع دے رہا تھا اسے پروفیشنل لہجے میں-

کیا اسکا دل ایک بار بھی نہ کانپا نیلم ابرار کو مردہ کہتے ہوئے؟ اسکے دل میں سوئی چبھوئی تھی۔ چبھن کا احساس بہت زیادہ تھا۔ نمکین پانی کی دھاریں اور تیزی سے بہنے لگیں

"ہم مر جائیں گے تو آپ کو کوئی فرق نہیں پڑے گا؟" میجر عاص دوبارہ لیپ ٹاپ کے ساتھ مصروف ہوگیا تھا جب نیلم نے افسردہ آواز میں سوال کیا۔

فار گاڈ سیک لیو می الون (خدا کے واسطے مجھے تنہا چھوڑ دیں)۔وہ دانت پیس کر بولا۔

"ٹھیک ہے چلے جاتے ہیں۔جب آپ ہمیں یاد کریں گے نا تب ہم بھی واپس نہیں آئیں گے۔"اس نے آنسو پونچھتے نروٹھے انداز میں جواب دیا۔جیسے کوئی بچہ لڑائی ہونے پر بولتا ہے۔

آپکی نوازش ہوگی! وہ چڑ کر بولا تو نیلم مزید ایک لمحہ بھی رُکے بغیر کمرے سے نکل گئی۔

سراپا عشق ہوں میں، اب بکھر جاؤں تو بہتر ہے

جدھر جاتے ہیں یہ بادل اُدھر جاؤں تو بہتر ہے

ٹھہر جاؤں یہ دل کہتا ہے تیرے شہر میں کچھ دن

مگر حالات کہتے ہیں کہ گھر جاؤں تو بہتر ہے

دلوں میں فرق آئیں گے تعلق ٹوٹ جائیں گے

جو دیکھا جو سنا اُس سے منکر جاؤں تو بہتر ہے

یہاں ہے کون میرا جو مجھے سمجھے گا فراز

میں کوشش کر کے خود ہی سنور جاؤں تو بہتر ہے

****

بڑے سے ڈائنگ روم میں آج بھی ہمیشہ کی طرح پُر تکلف ناشتے کے لوازمات میز پر سجے تھے- سورج پورے پر تپاک انداز میں آسمان کے سینے میں اکڑا بیٹھا تھا۔اسکی شعائیں تند ہی سے نکلتی سنہری رنگ زمین کو منور کررہی تھیں۔گیارہ بجے کے وقت بھی دوپہر کا سا سماں تھا- حبیب کی اصلیت کُھلنے کے بعد منہاج عز ضحاک کیلیے آنکھ لگانا ناممکنات میں سے تھا- وہ چینی کی پلیٹ میں رکھے آملیٹ کو کانٹے کی مدد سے بس کاٹ رہا تھا- سوچیں کہیں دور نکل گئی تھیں- کھانا آج بھی وہ سادہ کھاتا تھا۔ناشتے میں چیز آملیٹ اسکا پسندیدہ ترین تھا-

اگر حبیب آئی ایس آئی کا بندہ تھا تو اسکا مطلب شاکر بھی آئی ایس آئی کا ہی ایجنٹ ہے۔" "مگر نہ ہی شاکر سے اسکا رابطہ تھا۔نہ ہی حبیب کل سے ایم آز پلازہ واپس آیا تھا۔

میورک ناشتے سے مکمل انصاف کرنے میں مصروف تھا۔فروٹس اور جوس ان دو چیزوں کا وہ کثرت سے استعمال کرتا تھا۔تبھی بڑھتی عمر کے باوجود وہ چست و توانا تھا-

سر دو گارڈز آپ کیلیے ایک اطلاع لے کر آئے ہیں۔بہت ضروری ہے۔کہتے ہیں آپ سے بات کر کے ہی جائیں گے- اسکے خاص ملازم نے کھانے کی میز کے کنارے کھڑے ہوتے

کہا- سفید رنگ کی وردی میں ملبوس نوکر کو ایم آز نے ہاتھ کا اشارہ کیا تو وہ فوراً کھسک گیا۔اسی طرح کا نوکر جو میورک کے پاس کھڑا تھا وہ بھی چلا گیا-

کیا بات کرنی ہے انہیں؟ منہاج نے پہلا لقمہ منہ ڈالتے سنجیدگی سے پوچھا۔

" سر کہہ رہے ہیں کہ کسی لڑکی کے متعلق اطلاع دینی ہے۔"وہ تابعداری سے سر جھکائے ہاتھ باندھے کھڑا تھا- منہاج کا چلتا منہ پل بھر کو رُک گیا تھا۔پھر اس نے پانی کا گلاس چڑھاتے نوالہ چبائے بغیر ہی نگل لیا اور نیپکن سے ہاتھ صاف کرتا کرسی کھسکا کر کھڑا ہوگیا-اسکا رُخ اب ڈرائنگ روم کی جانب تھا۔ایم آز نے کبھی کسی گارڈ سے تفصیلی بات نہیں کی تھی۔اسے ان کے چہرے بھی کم ہی یاد رہتے تھے۔گارڈز بدلتے رہتے تھے۔مرتے رہتے تھے۔کبھی اسکے ہاتھوں، کبھی مخالف پارٹی کے ہاتھوں۔

وہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوا جہاں گارڈ کی وردی میں ملبوس دو افراد پریشان سے کھڑے تھے- ایم آز آگے بڑھا اور اپنی مخصوص نشست سنبھال لی- ہمیشہ کی طرح چوڑے ہو کر ٹانگ پر ٹانگ جماتے بیٹھا تھا-

بولو، مختصراً بولتے اس نے اجازت دی- دونوں گارڈز نے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر ایک کچھ جھجھکتے ہوئے سر کو مزید جھکاتے ہوئے بولا-

" سر جو لڑکی غلطی سے ہماری کار میں سوار ہوگئی تھی وہ۔۔"اسکے بعد وہ اٹک گیا یا دانستہ رُک گیا تھا۔

"وہ کیا؟؟" منہاج مضطرب سا دھاڑا-

"سر اُس لڑکی کو ہم نے ایگل کے ساتھ دیکھا ہے۔"دوسرا گارڈ جلدی سے بولا-

کیا بکواس کررہے ہو؟؟ زخمی شیر کی سی دھاڑ تھی اسکی- وہ اپنی نشست چھوڑ کر کھڑا ہوچکا تھا- ایگل اسکی ناک کے نیچے اسکی محبت کو بھگا لے گیا تھا اور اسے پتا ہی نا چلا تھا۔وہ بےوقوف بن گیا- منہاج عز ضحاک کو بےوقوف بنادیا اُس نے- اسکے پورے جسم میں شرارے دوڑ گئے تھے۔اسکے تن بدن میں آگ لگ گئی- اس وقت اگر ایگل اسکے سامنے ہوتا تو وہ ایک منٹ کی بھی تاخیر کے بناء اسکے سینے سے دل نکال لیتا-

سس سر ہم سچ کہہ رہے ہیں۔بہت پیچھا کیا اُن کا۔مگر وہ بائیک پر تھے اور ہم گاڑی میں، تبھی ٹریفک میں پھنس گئے اور وہ لوگ نکل گئے- گارڈ نے شرمندہ ہوتے کہا-

منہاج نے زیرِ لب دو تین گالیوں سے اسے نوازنے کے بعد صوفے کے پاس پڑی شیشے کی میز سے صراحی اُٹھا کر اسے دے ماری- خون کا لاوا اُبل کر اسکے ماتھے سے بہنے لگا۔اسکا پورا منہ اس لال رنگ کے مادے سے سج گیا تھا- اسکے ساتھ کھڑا گارڈ کپکپانے لگا- ایم آز کی دہشت اتنی تھی کہ وہ بڑھ کر اپنے ساتھی کا خون بھی نہ صاف کرسکا- اسکا ساتھی لہرا کر زمین بوس ہوا تھا اور منہاج اسے ایک ٹھوکر رسید کرتا ڈرائنگ روم سے نکل گیا- وہ تیزی سے چلتا اپنے کوٹ کا بٹن لگاتا، لفٹ کی جانب بڑھ رہا تھا۔جب پیچھے سے اسکا خاص ملازم بھاگتا ہوا آیا-

سر یہ مین گیٹ کے پاس پڑا ملا ہے۔اس پر آپ کا نام لکھا ہے۔"اس نے خاکی رنگ کا " لفافہ اسکے سامنے کرتے کہا- ایم آز نے سرخ ہوتی نگاہوں سے اسکو گھورا اور جھپٹنے کے

انداز میں لفافہ تھام لیا- اسنے محسوس کیا لفافے میں کوئی تصویر یا فائل ہے۔اس نے لفافہ چاک کرنے کے بجائے اس کاغذی لفافے کو آگے سے پھاڑ دیا- اندر اُلٹی تصویر پڑی تھی جسکی بیک پر

"M AZ loser!!! "

تحریر تھا- ان چند الفاظ نے اسکی حالت بگاڑ کر رکھ دی- غصے کی شدت سے اسکے دماغ کی رگ پھڑپھڑانے لگی تھی اور رہی کسر تصویر کے پلٹنے اور اس میں موجود ہستیوں کے چہروں نے نکال دی تھی- اس نے دانتوں پر دانت اس انداز میں جما رکھے تھے کہ جبڑوں میں موجود باریک باریک نیلی نسیں اُبھر پڑی تھیں-

****

انس ناشتے کی ٹرے اُٹھائے کمرے میں داخل ہوا- نیلم شاید گھنٹہ پہلے ہی غسل لے کر نکلی تھی۔اس نے اپنا وہی عید والا لباس زیب تن کررکھا تھا- ہلکے نم بال شانوں کے اطراف میں بکھرے تھے۔وہ ٹانگیں دراز کیے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔اسکے بال اتنے دراز تھے کہ وہ اسکی کمر سے لٹکتے بیڈ پر بھی بکھرے پڑے تھے- نیٹ کا دوپٹہ دونوں شانوں پر ترتیب دے رکھا تھا-

نیلم ناشتہ کرلیں۔اس نے ٹرے میز پر رکھتے اسے مخاطب کیا- مگر جواب ندارد۔

نیلم!!! انس نے پھر پکارا- میجر عاص نے اسے بھیجا تھا- نہیں کھانا ہمیں لے جائیں اسے۔وہ سیدھی ہوتی گلا پھاڑ کر چلائی- انگلی سے ٹیبل پر پڑی ٹرے کی جانب اشارہ کیا- انس حیران سا اسکی بدتمیزی برداشت کرنے لگا-

سنائی نہیں دے رہا آپ کو۔وہ پھر اپنی پوری قوت لگا کر چیخی تو انس کو اسکا دماغی توازن بگڑا محسوس ہوا-

کیا ہوا؟ میجر عاص جلدی سے کمرے میں داخل ہوا۔جہاں بیڈ پر بیٹھی لڑکی غیض و غضب کی تصویر بنی ہوئی تھی۔جبکہ کچھ فاصلے پر پڑی میز کے پاس کھڑا انس حیران سا تھا-

نیلم ابرار مرگئی ہے اور کچھ نہیں ہوا۔"وہ سابقہ انداز میں ہی چلائی تھی- انس غصہ ضبط " کرتا باہر نکل گیا-

پاگل" وہ زیرِ لب بڑبڑایا تھا- میجر عاص نے رحم بھری نظروں سے روتی ہوئی لڑکی کو " دیکھا-

وہ ٹرے لے کر اسکے پاس بیڈ پر رکھتے کافی فاصلے پر بیٹھ گیا-

نیلم!!! اس نے اتنی نرمی سے اسکا نام لیا کہ نیلم ابرار کو آج سے پہلے کبھی اپنا نام اتنا پیارا نہ لگا ہوگا-

نیلم آپ نے اتنی مدد کی ہے میری۔تھوڑا سا صبر اور کرلیں۔"وہ کتنا میٹھا بول رہا تھا- نیلم " کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا- اسے لگا وہ خواب دیکھ رہی ہے۔یہ آواز میجر عاص کی نہیں ہوسکتی۔اس نے اپنے مقابل بیٹھے میجر عاص کو دیکھا اور دل نے صنم کو دیکھا!!!

"ہمیں گھر جانا ہے میجر عاص پلیز ہمیں جانے دیں۔"اس نے اپنے سفید نازک ہاتھ اسکے سامنے جوڑ دیے۔جسکے ناخن ابھی تک لمبے تھے- اسکا فریادی لہجہ اور برستی آنکھیں وہ بے بسی کی اُداس تصویر تھی-

"نیلم آپ میری ایک بات نہیں مان سکتیں؟" وہ کتنے مان سے پوچھ رہا تھا- اس کے ٹپ ٹپ بہتے آنسو پل بھر کو تھم گئے- نیلم ابرار اس سمے برف کی ہوگئ تھی-

"آئی ایم سوری میں بہت روڈ ہوجاتا ہوں- ایکچوئلی پرابلم بہت بڑی تھی۔ساری فرسٹریشن آپ پر نکال دی۔ریئلی سوری فار دیٹ پلیز رونا بند کریں اور اچھے بچوں کی طرح ناشتہ کریں ہری ایپ۔"وہ اسے صفائی پیش کررہا تھا۔اپنے رویے کی معافی مانگ رہا تھا۔نیلم بے ہوش ہوجانے کے قریب تھی-

"اب میں اپنے ہاتھوں سے نہیں کھلا سکتا۔"اسکو بے حس و حرکت سُن بیٹھے دیکھ کر میجر عاص ہلکے سے مسکراتے بولا- کیا تھا یہ شخص؟ کتنے روپ؟؟ کتنے انداز تھے اسکے؟؟؟ وہ چکرا کر رہ گئی تھی۔

چلیں کھائیں۔عاص نے ٹرے مزید اسکے قریب کھسکا دی- نیلم نے ایک نظر ٹرے میں موجود بریڈ کے پیسز، چائے اور آملیٹ کو دیکھا اور دوسری نظر میجر عاص پر ڈالی- اس نے ابرو کے اشارے سے کھانے کو کہا تو نیلم اسکے اس انداز پر نا چاہتے ہوئے بھی مسکرا دی-

ویسے تو ہمیں چیز آملیٹ پسند ہے۔مگر پیاز والا بھی کھالیتے ہیں۔اس نے بریڈ پر آملیٹ رکھتے کہا۔

سوری مجھے چیز آملیٹ بنانا نہیں آتا۔وہی ہلکی سی مسکراہٹ۔

اوہ! تو یہ ناشتہ آپ نے بنایا ہے؟ اس نے حیرت سے پوچھا۔ نوالہ ابھی تک ہاتھ میں تھا۔ میجر عاص نے سر ہلایا۔ ایک تو وہ ویسے ہی دل کے تار چھیڑتا رہتا تھا۔ابھی تو گویا ساز بجانے کا پورا قصد کررکھا تھا اس نے۔

آپ کو کوکنگ کس نے سِکھائی؟؟ وہ اب مزے سے کھاتے اس کو باتوں میں مصروف کرنے لگی۔ وہ بھی فرصت سے بیٹھا تھا شاید۔

زندگی نے۔"نیلم نے اسکے چہرے کی جانب دیکھا۔اس کا سر جھکا تھا۔بیڈ شیٹ کے ڈیزائن " پر اُنگلی پھیر رہا تھا وہ۔

-زندگی کب کچھ سکھاتی ہے؟؟" وہ اسکی بات کا مزاق اُڑاتے بولی"

زندگی سے بڑا کوئی استاد نہیں، یہ کیا کیا نہیں سکھاتی انسان کو؟" اسکی بات پر رغبت سے " -کھاتی نیلم نے سر اُٹھایا اور ناسمجھی سے اسے دیکھنے لگی

چھوڑو تم نہیں سمجھوگی۔"وہ کھڑا ہوگیا' پھر چلاگیا۔ نیلم نے کندھے اُچکاتے میجر عاص کے " -ہاتھوں کی بنی چائے کی چسکیاں لینی شروع کردیں

****

اسکے ہاتھ میں موجود تصویر میں نیلم اُسی عید کے لباس میں ملبوس تھی اور ایگل اسکو دیکھ رہا تھا۔دونوں کے چہرے تقریباً بالشت بھر کے فاصلے پر ہوں گے۔ پکچر بہت زوم کرکے لی گئی تھی۔

تم نے اچھا نہیں کیا ایگل۔"اس نے دانت پیستے خود کلامی کے انداز میں کہا۔"

تم بچ نہیں سکو گے۔اب دیکھو میں تمھارے ساتھ کرتا کیا ہوں۔"اس نے تصویر کو دو " ٹکڑے کردیا جس سے نیلم اور ایگل کے چہرے الگ الگ ہوگئے تھے۔ اس نے لفٹ میں قدم رکھا اسکا خاص ملازم بھی ساتھ ہولیا۔

اس نے سیل فون نکالتے اس پر تیزی سے مسیج ٹائپ کیا۔

میورک ایگل کو فارم ہاؤس پر بلاؤ اٹس ارجنٹ۔" پیغام پہنچ چکا تھا۔اس نے سیل فون کوٹ " کی پاکٹ میں رکھا اور دونوں ہاتھ پینٹ کی پاکٹس میں ڈال کر کھڑا ہوگیا۔ دونوں پیروں میں دو بالشت کا فاصلہ تھا اور چہرہ بالکل سیدھا گردن اکڑ سے تنی پڑی تھی۔

میں تمہیں بتاؤں گا کہ لوزر کون ہے؟" اسکے لب ہلے تھے۔"

****

پتانہیں ایسا کون سا کام پڑ گیا ہے۔جو میورک نے اتنی ایمرجنسی میں بلایا ہے۔اس نے رکشے سے اُترتے سوچا- وہ اپنے مخصوص حُلیے میں موجود وہ فارم ہاؤس کی جانب بڑھنے لگا- عجیب و غریب اندازے لگاتے، وہ فارم ہاؤس کے اندر داخل ہوچکا تھا- لان میں خاموشی ہی خاموشی تھی۔تمام گارڈز دروازے کے آگے چکر کاٹ رہے تھے- نا ہی کوئی اسلحے کا ٹرک وہاں کھڑا تھا اور نہ ہی کوئی منشیات کا- وسیع رقبے پر پھیلی ہری بھری گھاس کے سوا کچھ نظر نہ آرہا تھا۔دور سے پارکنگ میں کھڑی پراڈو اور جیپ نظر آئی تھی فقط۔

اسے کسی گڑبڑ کا احساس ہونے لگا- پسٹل اور چاقو اسکے پاس موجود تھے۔مگر وہ ان کا استعمال نہیں کرسکتا تھا-

"ہیئے ایگل مائی ڈیئر اینمی"

(ایگل میرے پیارے دشمن)

یہ آواز تو ایگل اچھے سے پہچانتا تھا- وہ جو مین گیٹ کی طرف منہ کر کے کھڑا تھا فوراً پلٹا-

ایم آز فارم ہاؤس کے دروازے سے کچھ آگے ماربل کی ٹائلز پر کھڑا تھا- دونوں ہاتھوں کو پینٹ کی پاکٹس میں ڈالے اور دونوں ٹانگیں چوڑی کرے چہرہ اوپر اُٹھائے کھڑا تھا- ایگل نے ناسمجھی سے اسے دیکھا- ساٹھ سیکنڈز مزید گزرے تھے۔جب پورا لان گارڈز سے بھر گیا- رائفلز تانے وہ سب بہت بڑے گول دائرے میں اسے گھیر چکے تھے- منہاج نے

دائیں ہاتھ کی تین اُنگلیاں بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر ماریں۔ایک آواز پیدا ہوئی تھی۔جب سامنے کھڑے گارڈ نے ریوالور اسکی جانب اُچھالا۔جسے اس نے سرعت سے کیچ کیا تھا۔

کیا سمجھا تھا تم نے تم اُس لڑکی کو غائب کروا کر مجھ سے بچ جاؤ گے؟؟ وہ دھیرے دھیرے قدم اُٹھاتا آگے بڑھ رہا تھا۔اس دائرے میں داخل ہورہا تھا۔جس نے ایگل کو گھیر رکھا تھا۔

کون سی لڑکی؟" وہ بغیر کسی لڑکھڑاہٹ اور خوف کے بولا۔"

میرے ساتھ گیم کھیل رہے ہو؟ منہاج نے ایک زوردار پنچ اسکے دائیں گال پر دے مارا۔ ایگل لڑکھڑا کر چند قدم دور ہوا تھا۔مگر گرا نہیں تھا۔ گارڈز اور پھیل کر کھڑے ہوگئے۔ ایگل کا ہونٹ پھٹ چکا تھا۔اس نے ہاتھ کی پُشت سے خون صاف کرتے ایم آز کو دیکھا۔ ساتھ ہی اسکے پہلو میں کھڑے گارڈ کو۔جو آگے بڑھنے لگا تھا۔مگر عاص نے آنکھ کے ہی اشارے سے اسے روک دیا۔

اُس لڑکی سے کیا رشتہ ہے تمھارا؟ ایم آز نے اسے کالر سے پکڑ کر اپنے برابر کھڑے کرتے کہا، ایگل خاموش رہا۔

کیا لگتی ہے وہ تمہاری؟؟ اس نے ایگل کے پیٹ میں گھٹنہ موڑ کر دے مارا۔ وہ دوہرا ہوگیا۔ پیٹ پر ہاتھ رکھے اس نے ایم آز کو دیکھا۔

مجھے بتاؤ وہ لڑکی کہاں ہے؟" اسے خاموش پاکر وہ دھاڑا۔ساتھ ہی اسے کالر سے پکڑ کر " جھنجھوڑ ڈالا۔

میں نہیں جانتا اُس لڑکی کو۔"وہ منہ سے بہتے خون کو کہنی سے رگڑتے بولا۔"

جھوٹ مت بولو۔ایم آز نے اسے زمین پر دھکا دے کر پیٹ پر بوٹ مارا- ایک نہیں دو نہیں بار بار- مگر وہ خاموش تھا- چہرے پر درد کے تاثرات تھے۔مگر منہ سے ایک آہ نہیں نکالی تھی۔

میں تمھاری جان نکال لوں گا بتادو لڑکی کہاں ہے؟" اس نے زمین پر اکڑوں بیٹھتے ایگل " -کو گردن سے دبوچ لیا

بتاؤ، وہ اسکی گردن کو پوری قوت سے دبوچ کر بولا- ایگل نے اسکا ہاتھ اپنی گردن سے ہٹانے کی کوشش کی مگر ناکام رہا- اسکی گرفت میں وحشیانہ پن آچکا تھا۔

مجھے وہ لڑکی چاہیے ہے ایگل۔"اس نے ریوالور اسکے سینے پر مارا۔پھر اسکی میگزین والی " -سائڈ اسکی گردن کے اُبھار میں تین چار بار ماری

مم مجھے نہیں پتا اُس لل۔۔لڑکی کا۔"وہ سانس لینے میں دشواری محسوس کررہا تھا۔سینے پر " بہت زخم آئے تھے پہلے ہی ہرب سے نبردآزمائی میں۔وہ بری طرح زخمی ہوا تھا اور پروپر ٹریٹمنٹ نہ لینے کی وجہ سے زخم تازہ تھے۔

تمہیں نہیں پتا تو کسے پتا ہوگا؟؟؟ منہاج نے ریوالور اسکی کنپٹی پر مارا- پھر بار بار مارنے لگا- اس نے ایگل کے منہ پر پنچ مارنے شروع کردیے، کبھی ریوالور مارتا۔

بتاؤ لڑکی کہاں ہے؟ اسکا ایک ہی سوال رہا۔وہ مار کھاتا رہا۔مگر نیلم کے بارے میں ایک لفظ نہیں بتایا۔ایسا نہیں تھا کہ وہ کمزور تھا یا وہ منہاج کے وار کا جواب نہیں دے سکتا تھا- وہ

چاہتا تو اسکے ایک ایک وار کا زبردست جواب دیتا۔مگر وہ ٹھہر گیا تھا اور یہ پہلی بار نہیں ہوا تھا۔ایسے کتنے ہی مواقع آئے تھے۔جب وہ اپنے ملک کیلیے اس میں بسنے والے باسیوں کیلیے چُپ چاپ زخم کھاتا تھا اور آہ بھی نہ کرتا تھا۔یہ کہانی صرف میجر عاص کی ہی نہیں بلکہ ہر اُس نوجوان کی تھی۔جو ایک وردی پہننے کے بعد اس ملک کا محافظ ہوجاتا ہے۔پھر اسکا اپنا کچھ نہیں رہتا سب دھرتی پر قربان ہوجاتا ہے۔

****

تم نے میرا کام کیا اور میں نے تم کو پیسہ دیا۔اب سے نہ تو مجھے جانتا ہے۔نہ میں تجھے " سمجھا۔"چاکلیٹ براؤن کلر کے شلوار سوٹ میں ہلکی ہلکی شیو کے ساتھ گندمی رنگت کا مالک وہ شخص کرخت لہجے میں بولا- سامنے کھڑا گارڈ مؤدب بنا سر ہلانے لگا۔اسکے سر پر پٹی بندھی تھی- اس نے پیسے تھام لیے۔

تصاویر کیلیے اپنے ساتھی کا شکریہ ادا کرنا اور یہ انعام بھی اُس کے حوالے کر دینا۔"اس " نے ایک اور خاکی رنگ کا لفافہ اسکے حوالے کرتے کہا-

شکریہ صاحب" وہ مشکور نظر آرہا تھا۔"

چلو اب اپنے راستے ہوجاؤ۔اس نے بے نیازی سے حکم دیا تو گارڈ سر ہلاتا شکریہ ادا کرتا مڑ گیا۔یہاں تک کہ وہ اس گلی کے کنارے سے مین روڈ کی جانب نکل گیا- گارڈ کے جانے

کے بعد اس نے ایک نمبر ملایا اور سیل فون کو کان سے لگاتے کال اٹینڈ ہونے کا انتظار کرنے لگا۔

ہاں دے دیے پیسے۔کام اچھا کیا دونوں نے ایم آز کو شک بھی نہیں گزرا۔

ہاں پکچر بھی بنوالی تھی میں نے۔کم آن تمہیں کیا لگتا تھا وہ بخش دے گا ایگل کو؟

ہاہاہا ایسی درگت بنائی ہے نا ایم آز نے ایگل کی کہ تم دیکھ لیتے تو دل میں ٹھنڈک اُتر جاتی۔

دوسری جانب سے بھی بلند و بانگ قہقہہ لگایا گیا تھا

****

رات ہونے کو آئی تھی انس اور میجر عاص دونوں ہی غائب تھے۔ میجر عاص نے تو جلدی آنا تھا۔مگر نجانے کیا ہوگیا تھا کہ وہ اب تک واپس نہیں آیا تھا۔ اسکا دل بہت گھبرا رہا تھا۔ یہاں آکر سب سے زیادہ تو وہ اپنی ڈائٹ کا خیال نہیں رکھ رہی تھی۔وہ پوچھتے کھانے کا تو کھا لیتی۔نخرے کر کر کے، نہیں تو رہنے دیتی۔ابھی بھی صبح کا ناشتہ کیا تھا بس۔ پورا دن یونہی کمرے سے لاؤنج، لاؤنج سے کمرے میں گزر جاتا۔

گھڑی کی سوئیاں اب رات کے بارہ بجنے کا اعلان کر رہی تھیں۔وہ عشاء پڑھ چکی تھی۔ بھوک پہلے بہت شدت سے محسوس ہورہی تھی۔مگر اب ٹینشن کے مارے جیسے کوئی احساس ہی باقی نہ رہا تھا۔ وہ اُنگلیاں مروڑتی اب لاؤنج میں یہاں سے وہاں چکر لگاتی بےچین سی تھی۔جب دروازے پر کسی کے ہونے کا احساس ہوا۔وہ دوازے کے تھوڑا قریب جاکر کھڑی ہوگئی۔ دروازہ کھلا اور ٹائیگر!!! اسکے منہ سے فلک شگاف چیخ برآمد ہوئی ل تھی۔اسکے بعد میجر عاص اور انس نے اسے زمین بوس ہوتے دیکھا تھا۔

اسکے سر پر بینڈیج ہوئی تھی اور گردن پر بہت سی خراشیں آئیں تھیں۔جن سے خون کے قطرے جمکتے نظر آرہے تھے۔ کندھے پر پہلے ہی گولی کا زخم تازہ تھا۔وہاں بھی اب بینڈیج کی ہوئی تھی۔ اسکے نچلے ہونٹ کا کنارہ بھی پھٹا ہوا تھا۔ میجر عاص نے انس کی طرف دیکھا تو وہ جلدی سے دروازہ بند کرتا کچن کی طرف بڑھ گیا۔

واپس آیا تو اسکے ہاتھ میں پانی کا گلاس تھا۔جس سے چند چھینٹے اس نے نیلم کے چہرے پر مارے تو وہ کچھ ہوش میں لوٹی۔ اس نے پہلے تو ناسمجھی سے انس کو دیکھا۔پھر سیدھی ہو بیٹھی۔ میجر عاص ریک میں شوز رکھ رہا تھا۔ اتنی تکلیف میں بھی گویا اسے بےترتیبی کا خوف تھا۔

ٹائیگر تم روم میں جاؤ۔میں دودھ لاتا ہوں۔پین کلر لے کر ریسٹ کرو۔انس وہیں سے واپس کچن میں جاتے بولا۔ اسکی آواز میں ہی اپنے سینیئر دوست کیلیے پریشانی اور فکرمندی جھلک رہی تھی۔ میجر عاص اب کمرے کی جانب بڑھ رہا تھا۔ نیلم کپڑے جھاڑتی کھڑی ہوگئی۔

اسکے بعد وہ انس کے پاس کچن میں چلی گئی۔اسکا نازک دل میجر عاص کو اس حالت میں نہیں دیکھ سکتا تھا-

ٹائیگر کو کیا ہوا ہے؟ اسکی آواز بہت دھیمی تھی۔کچن کی دہلیز پر کھڑے اس نے پوچھا تھا- چولھے پر پین رکھتے انس نے ایک لمحے کو اسے دیکھا۔اسکی سرد نظروں سے نیلم کو عجیب سی کاٹ محسوس ہوئی۔

انس آپ، وہ مصلحتاً آگے بڑھی۔

پلیز بخش دیں آپ، میجر عاص کی زندگی۔پہلے ہی کم مصیبتیں نہیں ہیں میرے دوست کی زندگی میں۔جو آپ بھی چلی آئی ہیں۔پہلی بار انس کا لہجہ کڑواہٹ سے پُر ہوا تھا- نیلم کے لب کپکپا کر رہ گئے۔وہ میجر عاص کی اس حالت کا ذمہ دار اسے ٹھہرا رہا تھا-

ہہ---ہم نے کیا کیا ہے؟ نا چاہتے ہوئے بھی اسکے تیار بیٹھے آنسو موقع پاتے ہی بہنے لگے- کیبنٹ سے کپ نکالتے انس نے اسے کاٹ دار نظروں سے دیکھا۔

برا مت مانیے گا۔مگر آپ کا سب سے بڑا قصور آپ کا خوبصورت، سوری حسین ہونا ہے۔" پھر حد سے زیادہ بےوقوف ہونا۔نا عید کے دن آپ بن سنور کر دھڑلے سے اکیلیے مرد کو دیکھ کر گھر میں داخل ہوتیں۔نہ آپ اس مصیبت میں پھنستی۔پھر دوسری بےوقوفی آپ نے زمرد کے پتھروں کی چاہ میں کی اور منہاج کو بھی اپنا دیوانہ بنادیا۔اب آپ میجر عاص کے سامنے پل پل اپنی محبت کا اظہار کرنے کھڑی ہوجاتی ہیں- آپ کیا چاہ رہی ہیں؟ جن دو مردوں کے درمیان پہلے ہی دشمنی کی آگ لگی ہوئی ہے۔اُن کے بیچ اپنے وجود کو لا کھڑا

کیا ہے آپ نے- جل جل کر راکھ ہوجائیں گے۔ہاتھ کچھ نہیں آئے گا۔صرف اذیت ملے گی۔دونوں جانب سے۔بولتے بولتے اسکا چہرہ سُرخ ہوچکا تھا۔ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ یہ سب کہنا نہیں چاہتا تھا۔مگر مجبوراً کہہ رہا ہے۔آپ ہر چیز کا الزام ہمیں کیوں دے رہے ہیں؟؟وہ آنسو پونچھتے بولی۔

تو کس کو دوں الزام؟ انس نے مگ کاؤنٹر پر مارا۔

"آج میجر عاص نے اُس کمینے سے صرف آپ کیلیے مار کھائی ہے نا نکالتے آپ کو اُس درندے کے جنگُل سے۔تب پتا چلتا کہ آپ نے وہ ہار اُٹھا کر کتنی بڑی بےوقوفی کی ہے- بھلا کوئی ایسے بھی کرتا ہے۔کسی کی چیز پسند آئی تو اپنی سمجھ کر رکھ لی۔"اسکی بات پر نیلم کی گردن جھک گئی تھی۔وہ اور سوں سوں کرتی رونے لگی- پتا نہیں وہ اتنی معصوم بنتی تھی یا حقیقتاً تھی۔انس اندازہ نہ کرسکا-

آئی ایم سوری، وہ روتے ہوئے بولی۔

انس اسے اب ہچکیوں سے روتا دیکھ کر پریشان ہوگیا تھا- فریج سے پانی کی بوتل نکال کر گلاس اُٹھایا اور اس میں پانی ڈالتے اسکی جانب بڑھایا-

اب آپ روئیں تو نہیں۔اس نے گلاس تھماتے کہا- نیلم نے گلاس تھام کر لبوں سے لگالیا-

انس دودھ مگ میں ڈال کر اب ایک ٹرے میں گلاس رکھنے لگا-

****

پوری رات اسکی آنکھوں میں کٹی تھی۔وہ بے چین رہا تھا۔ایگل کو اس نے صرف اس شرط پر چھوڑا تھا کہ وہ اُس لڑکی کا پتا جلد بتا دے۔اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو جان سے جائے گا- اس نے ایگل کو صرف اسی لیے چھوڑا تھا کہ اُس لڑکی کا پتا صرف اُسکو تھا۔اگر وہ جذبات میں آکر اسے مار دیتا تو وہ کبھی بھی اُس لڑکی تک نہیں پہنچ سکتا تھا-

صبح کے نو بج رہے تھے۔جب ایس پی بلال کی کال آئی- منہاج نے تیزی سے کال اٹینڈ کی تھی- وہ اپنے روم میں کھڑکیوں کے پردے برابر کیے نیچے لان کے نظارے کررہا تھا- شبِ خوابی کا لباس ابھی تک اسکے بدن کی زینت بنا ہوا تھا-

ہاں بولو ایس پی کیا خبر ہے؟؟ اس نے بےتابی سے پوچھا۔

سر وہ، ایس پی بلال کی گھبرائی آواز کسی اچھی خبر کی پیش گوئی نہیں تھی۔

کیا ہوا ہے ایس پی؟ سچ سچ بتاؤ مجھے۔وہ دانت پیس کر غصہ دبانے کی ناممکن کوشش کرتا ہوا بولا۔سر پلیز میری بات تحمل سے سنیے گا۔ایس پی بلال نے تمہید باندھنی شروع کی۔

تم بکواس کرو کیا ہوا ہے؟" وہ نہایت بدتمیزی سے مخاطب تھا۔"

سر وہ ایک ہسپتال سے معلومات ملی ہے۔جیسی تصویر آپ نے دی تھی۔ایسی لڑکی تین دن " پہلے روڈ ایکسیڈنٹ کے کیس میں ان کے پاس آئی تھی۔"پھر وہ خاموش ہوگیا۔

پھر؟؟ منہاج کی بےقراری دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔

"پتا چلا ہے کہ وہ لڑکی اب۔۔"

کوئی غلط بکواس مت کرنا ایس پی۔ایم آز دھاڑا۔

سر وہ شاید اب اس دنیا میں نہیں ہے۔"ایس پی بلال آرام آرام سے ایک ایک لفظ ادا " کررہا تھا اور دوسری جانب منہاج کے دل پر گویا آریاں چل پڑی تھیں۔ دل ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا تھا۔ پھر سے جینے کا احساس ایک دم مردہ ہوگیا تھا۔ وہ ساکت کھڑا تھا۔اسکی پتھرائی آنکھیں نیچے خالی لان پر جمی تھیں۔جسکی ہری بھری گھاس اب اسے لال اناری دِکھ رہی تھی۔

****

وہی ہے میجر عاص کی اس تکلیف کی ذمہ دار، وہ آج جس بھی پریشانی میں ہے۔وہ سب " اسکی مرہونِ منت ہے۔"یہ الفاظ بار بار اسکے دماغ کے دروازے پر دستک دینے چلے آتے۔ وہ پوری رات انس کی باتوں کے زیرِ اثر جاگتی رہی تھی۔اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ میجر عاص سے اسکی طبیعت معلوم کرلیتی۔

ابھی وہ سو کر بلکہ وہ سوئی تو تھی ہی نہیں، اُٹھ کر بیٹھ چکی تھی- وہ لان کے صوفے پر دراز تھی۔جبکہ ٹائیگر اور انس روم میں سوئے تھے- میجر عاص روم سے باہر آیا- اسے تو گویا زخموں کی کوئی پرواہ نہیں تھی- نہا کر نکلا تھا وہ۔اسکے گیلے بال پیشانی پر پڑے تھے اور بینڈیج اب غائب تھی۔اسکے ماتھے پر بڑی ضربیں آئیں تھی- لمبا چوڑا ورزشی جسم، وہ ان زخموں سے بھی جیسے بے نیاز گھوم رہا تھا۔شرٹ کے اوپر کے چند بٹن کھلے تھے- گردن پر پڑی خراشیں صاف واضح تھیں- ہونٹ کا کنارہ اب قدرے بہتر تھا- چہرے پر پانی کے قطرے اب بھی چمک رہے تھے- وہ نیلم کو ایک نظر دیکھ کر کچن کی جانب بڑھ گیا- نیلم بھی اسکے پیچھے چلی آئی- ڈائننگ ٹیبل کے پاس کھڑی ہوگئی۔میجر عاص نے کوئی خاص نوٹس نہیں لیا اور چپ چاپ لاؤنج میں اُسی صوفے پر جا کر بیٹھ گیا۔جس پر سے وہ اُٹھ کر آئی تھی-

میجر عاص! آپ کو ہمیں وہاں سے لانا ہی نہیں چاہیے تھا۔"وہ جو گھونٹ گھونٹ پانی پی " رہا تھا اسکی سنجیدہ آواز پر سر اُٹھا کر اسے دیکھنے لگا۔وہ کچھ فاصلے پر کھڑی بول رہی تھی- اسی وقت انس بھی آگیا اور پہلی بار ان دونوں کی گفتگو سننے کے لیے وہیں لاؤنج میں موجود سنگل صوفے پر بیٹھ گیا۔

اب اس بات کا مطلب؟" وہ اطمینان سے پوچھنے لگا- گلاس کو پھر لبوں سے لگا لیا-"

آپ ہمیں واپس اُس کے پاس چھوڑ آئیں۔ہماری وجہ سے آپ لوگوں کو کوئی تکلیف " اُٹھانے کی ضرورت نہیں ہے۔"وہ ہاتھ باندھے، منہ موڑے اکڑ سے بولی-

آپ اپنے چھوٹے سے دماغ کا استعمال کم از کم اتنے نازک موقع پر تو نا ہی کریں تو بہتر " ہے۔"وہ پانی ختم کرچکا تھا- نیلم کے آنسو پھر تیار ہونے لگے۔وہ اسے اتنا کم عقل کیوں سمجھتا تھا۔

ہم نے سوچ لیا ہے ہم چلے جائیں گے اُس کے پاس۔"وہ آنسو صاف کرتے مستحکم لہجے " میں بولی۔

تمہارا تو دماغ خراب ہوگیا ہے۔ایک ہی رٹ لگا رکھی ہے۔"ٹائیگر نے شیشے کا گلاس پوری " قوت سے فرش پر دے مارا- اسکی آواز نے گویا ہال کے درودیوار ہلا دیے تھے۔

ہاں ہوگیا ہے ہمارا دماغ خراب- نہیں دیکھ سکتے ہم آپ کو اتنی تکلیف میں۔"وہ بھی جواباً " چلائی۔"تو کون کہہ رہا ہے دیکھو؟" وہ غصے سے اسکی جانب بڑھا۔

مجبور ہیں ہم۔"وہ پھر رو دی۔"لیکن میجر عاص مجبور نہیں ہے نا ہی اتنی سی تکلیف سے " میجر عاص مر جائے گا۔تم نے ابھی دیکھا ہی کیا ہے؟" وہ اسکے آنسوؤں سے ذرا متاثر نہ ہوا۔

آپ ہماری فکر کیوں کررہے ہیں۔ہمارے جینے مرنے سے جب آپکو کوئی فرق نہیں پڑتا تو " "جانے دیں ہمیں۔

ایسے ہی جانے دوں۔منہاج گولیاں بھی چلادے تو بھی میں تمہیں اُس کے حوالے نہیں " کروں گا۔"وہ دھاڑا۔

آپ کو ہمارے لیے مرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"وہ زہرخندی سے بولی۔"

مر جاؤں گا تمہارے لیے، کیا کرلو گی؟ بولو،"

-انس سر پکڑے بیٹھا دونوں کو ایک دوسرے کیلیے لڑتے دیکھ رہا تھا

ایک لڑکی تھی جو محبت میں بھی لڑتی تھی۔

اور ایک لڑکا تھا جو نفرت میں بھی مرتا تھا۔

ہمارے لیے مریں گے؟" نیلم نے اپنی جانب شہادت کی اُنگلی کرتے بےیقینی سے پوچھا- "
میجر عاص نے انس کو دیکھا۔جو سر تھامے بیٹھا تھا اور عاجزی سے ان دونوں کو ہی دیکھ رہا
-تھا اور پھر نیلم کو

-میرا وہ مطلب نہیں تھا۔"اس نے سر جھٹکا- دھیمی آواز تھی اسکی"

پھر کیا مطلب تھا آپ کا؟؟؟" وہ آنکھیں سُکیڑ کر پوچھنے لگی۔"

دماغ خراب مت کرو میرا۔"اچانک وہ زور سے دھاڑتے بلاوجہ غصہ ہونے لگا- پھر ٹھک "
-کی آواز سے دروازہ بند کرتے کمرہ نشین ہوگیا

-انس نے نیلم کی جانب دیکھا تو وہ مسکرا رہی تھی

آپ اچھا نہیں کررہیں۔"وہ دبے دبے لہجے میں جانے اسے کیا کہنا چاہتا تھا۔نیلم نے اسکی "
-بات پر کان دھرنا ضروری نہیں سمجھا۔وہ تو خود کو ہواؤں میں اُڑتا محسوس کررہی تھی

دوپہر تین بجے کا وقت تھا۔وہ صبح سے بغیر ناشتے کے تقریباً پچھلے چار گھنٹوں سے پنچنگ بیگ پر اپنے اندر کی بھڑاس اور آگ نکالتا پاگل ہوئے جارہا تھا-

-وہ شاید اب اس دنیا میں نہیں ہے۔"اسکے کان میں صور پھونکا گیا تھا، وہ چلانے لگا"

شٹ اپ! جسٹ شٹ اپ!! وہ دونوں کانوں پر ہاتھ رکھے چلایا کہ شاید یہ آواز دب جائے۔شاید یہ جملہ پھر اسکے کان میں نہ گونجے-

جب اس نے نیلم کو دیکھا تھا تو وہ بہت حسین دِکھی تھی۔مگر وہ اس کے حُسن پر فدا نہیں ہوا تھا۔اس نے بہت حسین چہرے دیکھے تھے۔مخالف پارٹی کے لوگ عورتوں کا استعمال کرتے رہتے تھے۔جب جشن ہوتا رقص و مہ کشی کی محفلیں سجتیں۔تب بھی وہ دامن بچائے رکھتا۔اسکی زندگی میں صرف ایک ہی لڑکی آئی تھی۔جس نے اسکا سب کچھ تباہ و برباد کردیا تھا۔اُس کے بعد سے نہ کوئی چاہ رہی تھی۔نا کسی نے چاہا تھا۔زندگی تو تب ہی ختم ہوگئی تھی۔جب اُس نے اپنی اصلیت دِکھائی تھی-

ابھی تو وہ جینے کا سوچ رہا تھا۔ابھی تو اسکے دل نے دھڑکنا شروع کیا تھا۔ابھی تو اسکی سانسیں لوٹنے لگیں تھیں۔

ابھی تو شہزادی نے اس برف کے مجسمے کو آنچ پر رکھنا تھا۔پھر کیا ہوا؟ اِس مجسمے کو پھر چھوڑ دیا گیا۔کوئی تو اسے جذبوں کی آنچ پر پگھلاتا۔کوئی تو اسکی روح میں چبھی سوئیاں نکالتا۔ کیا کوئی اسکے لیے نہیں؟؟ کیوں نہیں؟؟؟

جب وہ یہ سوال کرتا تو مردہ ضمیر سے کوئی آواز نہ آتی۔اگر آواز آجاتی تو شاید اسے اپنا ہیبت ناک اور بدصورت چہرہ نظر آنے لگتا۔شاید وہ اگلی سانس نہ لے پاتا۔پھر وہ برف کا مجسمہ ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتا۔مگر ساری بات تو ضمیر کی تھی۔جو برسوں سے مردہ پڑا تھا-

ایم آز شاکر آیا ہے تم سے ملنا چاہتا ہے۔وہ جو دونوں ہاتھوں میں اپنے براؤن بال بھینچے بیٹھا تھا۔اس آواز پر شاید حال میں لوٹ آیا تھا۔اسکی آنکھیں سُرخ ہوچکی تھیں- اسکا چہرہ تر تھا۔وہ کب رویا اسے معلوم نہ ہوسکا- پہلے اسے لگتا تھا کہ وہ اسے تلاش کر لے گا- ڈھونڈ نکالے گا۔زمین آسمان ایک کردے گا۔بھلا کوئی کام ہے جو منہاج نہ کرسکے- مگر اب، اب بے بسی ہی بے بسی تھی۔کتنا پاگل تھا وہ؟ جب اللہ نہ چاہے تو کوئی کیا کرسکتا ہے؟؟

کچھ بھی تو نہیں۔آتا ہوں، کتنی دیر بعد اسکی مری مری آواز آئی تھی- شیشے کے سلائڈنگ ڈور کے پار کھڑا میورک کندھے اُچکاتا مڑ گیا-

وہ پندرہ منٹ بعد فریش ہوکر اپنے مخصوص صاف ستھرے حلیے میں نیچے آیا تھا۔اسکے مخصوص پرفیوم کی خوشبو ایم آز پلازہ کے ہر اُس گوشے میں محفوظ ہوجاتی تھی۔جہاں سے اسکا گزر ہوتا- اسکے قدموں کی دھمک سے ایم آز پلازہ گونجتا تھا۔اسکی آواز اس پلازہ کے درودیوار میں سمائی ہوئی تھی-

ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے، وہ وہی منہاج عزضحاک تھا۔جس کے سینے میں دل نہیں تھا۔جس سے رحم کی توقع کرنا نہایت حماقت تھی۔جسکی دہشت سے اسکے ساتھی بھی کپکپاتے تھے، کانپتے تھے- شاکر مکمل اعتماد کے ساتھ صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھا

تھا۔اسنے میز پر ایک بیگ رکھا تھا۔اسکے دائیں اور بائیں طرف دو گارڈز تھے۔ہاتھوں میں بندوقیں تھامے الرٹ کھڑے تھے۔ منہاج اپنی مخصوص مغرور چال چلتا آگے بڑھنے لگا۔ وہ ہر کام کی شروعات تحمل سے کرتا تھا۔پہلے مقابل کو سُن کرتا۔پھر وار کرتا۔ ایم آز نے آتے ساتھ اپنی نشست سنبھال لی۔ چوڑے ہوکر بیٹھا، یہ شخص اندر سے کتنی ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھا۔کوئی نفس نہیں جانتا تھا۔ وہ اپنا اندر مخفی رکھے ہوئے تھا۔وہ انڈر ورلڈ کی دنیا میں وہی تھا۔جو نظر آتا تھا۔ یہ کھیل عجب تھے۔ہر کوئی اپنے چہرے پر نیا چہرہ لگائے گھوم رہا تھا۔ انڈر ورلڈ کے لوگوں میں جانے کتنے سیاست دان شامل تھے، تو کتنے دہشت گرد، اسمگلر اور پھر ان سیاست دانوں کی جاسوسیاں کرتے۔انہیں ملکوں کے خفیہ اداروں کے کارکن بھی اس دلدل میں کود جاتے۔پھر راستہ مزید آگے جاتا اور اس طرح ملک در ملک، وطن در وطن، سڑک در سڑک یہ سلسلہ چلتا جارہا تھا۔ کسی کو نہیں معلوم تھا کہ مقابل کون ہے دوست یا دشمن؟

۔ہر کسی کو بس اپنے کام سے مطلب تھا

شاکر نے نظر اُٹھا کر سامنے بیٹھے ایم آز کو دیکھا اور ایک ٹانگ نیچے اُتارتے، دونوں کہنیاں ۔گھٹنوں سے اوپر ٹکاتے آگے کو جھک کر بیٹھ گیا

حبیب کہاں ہے؟ ہرب کون تھا اور میں یہاں کیوں آیا ہوں؟ یہ سارے سوال تمہارے دماغ میں گردش کررہے ہوں گے۔بس انہیں کو حل کرنے آج یہ ناچیز حاضر ہوا ہے۔وہ بلا کے اعتماد سے اسکی طرف دیکھتے بولا۔ ایم آز کو یاد نہیں پڑتا تھا کہ کبھی شاکر سے

تفصیلی گفتگو ہوئی ہو۔

تم تینوں ایک ہی ہو۔اب یہ بتاؤ کہ ہو کون؟ ایم آز نے بھی بغیر گھمائے پھیرائے پتے کی بات کی-

"میں، ہرب اور حبیب تینوں سعودیہ میں اسمگنگ کا کاروبار کرتے ہیں اور امن پسند تنظیموں کے کارکن ہیں۔"اس نے اطمینان سے کہتے پُشت صوفے سے ٹِکادی-

"کس قسم کی اسمگلنگ؟" ایم آز نے غلافی آنکھیں سُکیڑتے پوچھا- بیٹھا اب بھی وہ ایسے تھا۔جیسے سامنے موجود شخص سے اسے کوئی خطرہ نہ ہو۔

"سونے کی، ڈرگز اور گرلز کی اسمگلنگ۔"

حبیب اور ہرب کہاں ہیں؟ ایم آز اصل مدعے کی جانب آیا۔

زیرِ زمین دفن ہیں۔"شاکر نے اسکی توقع کے برخلاف جواب دیا تھا"-

وہاٹ؟؟؟ ایم آز نے بےیقینی کا اظہار کیا۔

"یس ہرب اور حبیب کو آئی ایس آئی نے مارا ہے اور اُسکا گھیرا اب تمہاری طرف آچکا ہے۔بلکہ یوں کہا جائے کہ دن بہ دن تمھارے گرد تنگ ہوتا جارہا ہے۔"اسکی آواز میں پختگی تھی-

اچھی تقریر کرتے ہو مگر میں ذرا خوفزدہ نہیں ہوا۔"ایم آز کے عنابی ہونٹوں پر تمسخرانہ " مسکراہٹ اُبھری۔

میں تمہیں خوفزدہ کرنا بھی نہیں چاہتا صرف الرٹ کررہا ہوں۔اس نے اپنے لہجے پر قابو پاتے کہا۔

حبیب، ہرب اور شاکر تینوں میرے ہی گینگ کا حصہ بن کر مجھے ہی دھوکہ دے رہے ہو؟ بات ختم کرتے ہی اس نے شاکر کے دائیں جانب بالکل ایک انچ کے فاصلے پر فائر کیا- منہاج نے کب پسٹل نکالی اسے پتا ہی نا چلا تھا۔وہ اُچھل کر کھڑا ہوا۔اسکے اس طرح دبکنے پر ایم آز کا قہقہہ بےساختہ تھا-

ڈر گئے حالانکہ حساس ادارے کے کارکن ہو اتنی بزدلی۔"اس نے مزاق اُڑایا"-

منہاج کے فائر کرنے پر اسکے گارڈز بھی آگے آگئے اور ان کے آتے ہی باہر دروازے پر موجود ایم آز کے گارڈز بھی اندر آگئے- دونوں طرف سے رائفلز تان لی گئیں تھیں- مگر ایم آز کے اشارے پر اسکے گارڈ پیچھے ہوگۓ

یہ--- یہ دیکھو، حقیقت تمہیں خود معلوم ہوجائے گی۔شاکر نے جلدی سے بیگ کھول کر اس میں سے ایک فائل برآمد کرتے کہا- منہاج اپنی نشست چھوڑ کر اُٹھ کھڑا ہوا۔عادتاً کوٹ کو دونوں ہاتھوں سے پیچھے کیا اور اسکے ہاتھ سے فائلز تھام لیں-

یہ حبیب کے فنگر پرنٹس ہیں۔جو اِن فائلز سے بالکل میچ نہیں کرتے۔جو تمہیں اُسکے دراز سے ملیں- اُس پر موجود فنگر پرنٹس مختلف ہیں- جن فائلز کو حبیب نے ہاتھ ہی نہیں لگایا۔

تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ وہ فائلز اس سے تعلق رکھتی ہیں؟ اس نے غور سے دونوں فائلز کو دیکھتے ایم آز کے سنجیدہ چہرے کی جانب دیکھتے کہا۔

تمہیں ان فائلز کا کیسے پتا چلا؟ منہاج نے شدید غصے کے زیرِ اثر فائل اسکے منہ پر دے ماریں۔

ایگل کے پیچھے لگائے مخبروں کی مدد سے پتا چلا کہ ایگل کیا پلان کرتا پھر رہا ہے۔وہ مجھے، " حبیب اور ہرب کو تمہاری نظروں میں دغاباز بنا کر ڈیک کی جگہ لینا چاہتا ہے۔مجھے پہلے شک تھا۔مگر اب یقین ہے کہ ایگل آئی ایس آئی کا بندہ ہے۔"شاکر نے جذباتی ہوتے تیز تیز لہجے میں کہتے بات مکمل کی۔ منہاج اُلجھن بھری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

تم خود سوچو جب ایگل اُس لڑکی کو جانتا ہی نہیں تو اُسکو کیوں نکالا ایم آز پلازہ سے؟ ایگل " جب منشیات کی اسمگلنگ کرتا ہے۔پیچھے سے پولیس کی ریڈ پڑ جاتی ہے، جب خودکش حملہ آووروں کی حقیقت اور انکی تربیت کے اسکولوں کا ایگل کو پتا چلا۔پولیس آرمی نے پھر وہاں آپریشن کرڈالا۔ یہ سب ایک ہی اشارہ دے رہے ہیں۔ جب ہرب نے اُس لڑکی کو ایگل کی پناہ میں دیکھا تو ایگل نے اُسے بھی مار ڈالا۔پھر حبیب کو بھی۔"ایم آز کو اُلجھتے دیکھ وہ آرام آرام سے ایک ایک پتہ پھینکنے لگا۔ منہاج کی اب وہ حالت تھی کہ اُڑ کر ایگل کے پاس پہنچ جائے اور قبر سے حبیب کو نکال کر سچ اُگلوا لے۔

تمہیں نہیں لگتا کہ اُس روز پولیس کی تمہارے کارخانے پر حاضری بھی اسی سلسلے کی کڑی " تھی۔ تمہیں ایگل کو زندہ نہیں چھوڑنا چاہیے تھا۔"وہ کڑیوں سے کڑیاں ملا رہا تھا۔ منہاج کا

دماغ جھنجھنا اُٹھا تھا- وہ ایک لڑکی کو حواسوں پر اتنا سوار کرچکا تھا کہ اِسکے آس پاس موت منڈلا رہی تھی اور اِسے خبر ہی نہ تھی-

****

انس دوپہر کا کھانا باہر سے لایا تھا- میز پر کھانا سجاتے اس نے سامنے صوفے پر ٹانگیں اوپر کیے بیٹھی نیلم کو دیکھا۔جو ٹی وی پر شاید کوئی ڈرامہ دیکھ رہی تھی- بالکل اندر گھس چکی تھی۔آس پاس کے ماحول سے بیگانہ -

آکر کھانا کھالیں۔انس نے چمچ پلیٹ میں بجاتے اسے متوجہ کیا۔لاؤنج کافی بڑا تھا اور کچن کے پاس چار کُرسیوں والا ڈائننگ ٹیبل تھا وہ اُٹھ کر یہیں چلی آئی-

ٹائیگر کو بھی بلا لائیں؟؟ اس نے کمرے کی جانب اشارہ کرتے پوچھا-

آپ کی مہربانی میں خود ہی بلا لاتا ہوں اُسے۔وہ بےزاری سے کہتا سالن کا ڈونگا رکھ کر پلٹنے لگا تھا۔جب نیلم نے پکارا-

جی، اس نے بادل نخواستہ کہا-

آپ تو جاتے ہوں گے نا اپنے پرانے گھر۔آپی، بابا سب کیسے ہیں؟ انس نے اسکی آنکھوں میں اپنوں کی جدائی کی نمی محسوس کی تھی-

-ہمیں وہاں سے نکال دیا گیا ہے۔ہمارا کام ختم ہوچکا تھا۔اس نے گہرا سانس لیتے کہا

ٹائیگر نے آہل بھائی کے ساتھ کیا کیا ہے؟ اس نے جھجھکتے ہوئے پوچھا۔

اے ایس پی آہل کو کسی نے اغواء کرلیا ہے۔وہ ابھی تک واپس نہیں آیا اور اسکے پیچھے ٹائیگر کا کوئی ہاتھ نہیں- مگر آپ کیوں کہہ رہی ہیں کہ ٹائیگر نے کیا؟؟ انس اُلجھا۔اُنہوں نے ہمیں دھمکاتے ہوئے کہا تھا کہ وہ ہمارے ساتھ بھی وہی کریں گے۔جو آہل کے ساتھ کیا۔اس نے اُنگلیاں مروڑتے کہا۔ڈونٹ وری پرانی بات ہے۔آپ کو خوفزدہ کرنے کیلیے کہا ہوگا۔انس نے اسے مطمئن کیا اور کمرے کی راہ لے لی- نیلم کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی- کچھ دیر بعد انس آیا اور کھانے کی ٹرے تیار کرنے لگا- کھانے میں مصروف نیلم نے سر اُٹھا کر اسے دیکھا۔

میجر نہیں آرہے؟ اسکے سوال پر انس نے نفی میں سر ہلایا۔ہمیں دیں ہم لے کر جاتے ہیں۔وہ کرسی چھوڑ کر کھڑی ہوگئی- نہیں اسکی ضرورت نہیں ہے۔انس ٹرے میں پانی کا گلاس رکھتے بولا-

او ایم جی آپ یہ کھانا دیں گے ٹائیگر کو؟ اتنے مصالحے والے؟ نیلم نے ٹرے کی جانب دیکھتے کہا۔ٹائیگر میٹھا نہیں کھاتا۔پرہیزی کھانے میں دلیہ، سویاں یا پھر بریڈ دودھ کے ساتھ یہی ہوتا ہے اور وہ ایسا کچھ نہیں کھاتا۔اس نے ٹرے اُٹھاتے کہا-

ادھر دیں ہمیں، دیں نا؟ اس نے ٹرے زبردستی انس کے ہاتھ سے تھام لی- پھر کچن کاؤنٹر پر لے جاکر رکھ دی اور فریج سے دودھ نکالنے لگی-

کیا کررہی ہیں آپ؟ انس کچن کے وسط میں کھڑا پوچھ رہا تھا۔

آپ کھانا کھائیں۔ٹائیگر کو کھانا ہم خود دیں آئیں گے۔اس نے دودھ کی پتیلی چولہے پر چڑھاتے کہا تو انس شدید بھوک کی وجہ سے چپ چاپ جا کر کھانے کے ساتھ انصاف کرنے لگا۔

****

چلو لیتے ہیں تمہارا بھی ایک امتحان۔ایم آز نے شاکر کی جانب دیکھا۔جو اِسکے اطمینان کو دیکھ کر چونکا تھا۔ مگر سنبھلتے ہوئے بولا۔

ہر امتحان منظور ہے۔میری بات غلط نکلے تو تمہاری بندوق میرا سینہ۔اسنے باآواز بلند کہا۔

اوکے لیٹس سی۔منہاج نے فائلز میز پر اُچھالیں۔

چلو، اس نے شاکر سے کہا اور خود آگے چل پڑا۔ کوٹ کا بٹن لگاتے، وہ ہارڈ ووڈ کے فرش پر دھم دھم کرتے قدم رکھ رہا تھا۔ شاکر بھی اسکے پیچھے ہی قدم اُٹھاتا نکل گیا۔

لفٹ میں داخل ہوتے بھی ایم آز خاموش رہا۔یہاں تک کہ ایم آز پلازہ کے ٹاپ فلورز میں سے ایک پر لفٹ جا رکی۔ لمبی راہداری سے گزرتے ایم آز کے پیچھے اسکے ہی دو گارڈز

چل رہے تھے۔جبکہ شاکر کے گارڈز نیچے ہی رہ گئے تھے۔ کوریڈور کے اختتام پر جو پہلا کمرہ آیا ایم آز نے اس پر موجود فنگر پرنٹ لاک اپنے انگوٹھے سے کھولا۔

آؤ، شاکر کو تذبذب کا شکار دیکھ کر اس نے مڑتے کہا۔ شاکر کمرے کا جائزہ لیتا اندر آچکا تھا۔ ڈارک لیمن اور لائٹ پیرٹ کلر کے خوبصورت کمبینیشن کا استعمال کرتے کمرے کو ڈیکوریٹ کررکھا تھا۔

بیٹھو، ایم آز کے حکم پر وہ ناسمجھی سے اسے دیکھنے لگا۔

کم آن شاکر ابھی تو اسٹارٹ ہے۔وہ ہنسا۔ کیا جتاتی ہنسی تھی اسکی۔ شاکر خاموشی سے کمرے میں موجود صوفے پر بیٹھ گیا۔

گُڈ، ایم آز نے پسٹل نکالی اور دروازہ بند کرنے چل پڑا گارڈز دروازے کے باہر ہی کھڑے تھے۔ شاکر نے اسے دروازہ بند کرتے دیکھ اپنے دائیں پیر کو بائیں ٹانگ پر رگڑتے وہاں موجود ہتھیار کا یقین چاہا تھا اور جب یقین ہوگیا تو وہ مطمئن سا بیٹھ گیا۔مگر ایم آز کی زیرک نظریں اسکا اطمینان بھانپ گئیں تھیں۔

سیل فون، پسٹل، نائف؟ سب نکال کر یہاں رکھ دو۔منہاج نے ریوالور لوڈ کرتے کہا۔ شاکر نے دانت پیسے اور دل ہی دل میں اسے چند گالیوں سے نوازا۔

ہری اپ، اس نے پسٹل کا رُخ اسکی جانب کرتے دھاڑنے کے انداز میں کہا تو اس نے سب کچھ نکال کر رکھ دیا۔ منہاج نے اپنا سیل فون نکالا اور کوئی نمبر تلاش کرنے لگا۔جب کہ نظریں سامنے بیٹھے شاکر پر مرکوز کررکھی تھیں۔

لعل شہباز قلندر پر بہت رش ہے۔یار اتنے لوگ جمع ہوگئے ہیں اور تمہیں پتا ہے نا کہ " لوگوں کے اس رش اور ہجوم سے مجھے کتنی اکتاہٹ ہوتی ہے۔"دوسری جانب پتا نہیں کون تھا۔منہاج نے یہ الفاظ اُسے کہے تھے-

ہاہاہا یار بہت سمجھدار ہو۔میرے چیتے، پھر اُمید رکھوں؟ تم میرا فیورٹ میوزک بجانے والے ہو؟؟ اس نے ایک بے ہنگم قہقہہ لگانے کے بعد کہا۔"دھماکہ ایسا ہو کہ سو سے کم کی تو بات ہی نہ ہو۔"اس نے ایک اور ہدایت دی-

ہاہاہا ہاں آج ہی رات تک۔اس نے مزید کوئی بات کیے بغیر کال کاٹ دی۔پھر حیران نظر آتے شاکر کے پاس گیا اور صوفے کی سیٹ پر بالکل اسکے قریب اپنا دایاں پیر رکھ دیا۔گھٹنے پر کہنی رکھے ہاتھ میں تھامے ریوالور کا ٹریگر انگلی میں گھماتے، اس نے شاکر کو سرد نگاہوں سے دیکھا۔

اگر تو تم ہوئے آئی ایس آئی تو آج میں دیکھوں گا تمہاری بے بسی- تمہاری باتوں میں کتنی حقیقت ہے اور کتنا فسانہ؟ یہ پانچ چھ گھنٹے بعد پتا لگ ہی جائے گا۔وہ اسے اپنے ارادوں سے آگاہ کررہا تھا--ل شاکر کے لب مسکرا دیے-

مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا تم پورے پاکستان کو آگ لگاؤ یا صرف ایک دربار کو۔"اسکے اس " قدر بشاش لہجے پر ایم آز سیدھا کھڑا ہوگیا۔پھر کچھ بھی کہے بنا پلٹا اور دروازہ کھولا- ایک گارڈ اندر آیا اور شاکر کی پسٹل اور دوسری اشیاء اُٹھانے لگا۔پھر باہر نکل گیا۔اسکے بعد ایم آز

بھی چلا گیا- دروازہ بند ہوچکا تھا- شاکر نے گہرا سانس لیتے خود کو پرسکون کیا اور صوفے کی پشت سے ٹیک لگاتے اسکے ہینڈل پر اُنگلیاں بجانے لگا-

کسی اور کے آنگن میں شعلہ پھینک آیا ہے

ناداں سمجھ رہا ہے کہ میرا چمن جلے گا

(از خود)

****

اس نے شیشے کے خوبصورت سے باؤل میں سویاں نکالیں۔ بھاپ کے اثر سے اسکی بائیں ہاتھ کی جلی اُنگلیوں کی جلن میں مزید اضافہ ہوگیا تھا- سویاں اُبال کر اس میں سے پانی نکالتے اسکی اُنگلیاں گرم پانی سے جل گئیں تھیں۔آنسو گالوں پر بہنے لگے تھے۔پہلی بار اس نے ایسا کوئی کام کیا تھا۔ورنہ چائے کے سوا کبھی اس نے کچھ نہیں بنایا تھا- ٹرے اُٹھا کر وہ باہر آئی۔انس غائب تھا۔شاید کسی کام سے گیا تھا۔ویسے بھی دونوں گھر پر کم ہی ٹکتے تھے۔ ان کا کام ہی ایسا تھا- وہ کمرے میں داخل ہوئی۔دروازہ بند تھا۔اس نے ناک کرنے کی

زحمت نہیں کی تھی- اس کا اندازہ تھا کہ وہ لیٹا ہوگا۔آرام کر رہا ہوگا۔مگر چین اسکی ہڈی کو کہاں تھا؟

آ آپ ریسٹ کیوں نہیں کرتے؟ نیلم نے فائل کی اسٹدی میں غرق ٹائیگر کو دیکھ کر جھنجھلاتے ہوئے کہا- اسکے بائیں جانب بھی دو فائلز اور لیپ ٹاپ پڑا تھا۔پاس ہی ایک ڈیوائس تھی۔جس سے نیلم ناواقف تھی- میجر عاص نے کوئی جواب نہیں دیا۔فقط منہ کے زاویے بگاڑنے پر ہی اکتفا کیا تھا-

اسے ہٹائیں ہمیں ٹرے رکھنی ہے۔نیلم اب تک ٹرے پکڑے کھڑی تھی-

آپ کو کس نے کہا تھا یہ سب کرنے کو؟ وہ ناگواری سے کہتا، فائلز ہٹا کر ٹرے رکھنے کی جگہ بنانے لگا۔

یہ کیا ہے؟ کس نے بنایا؟؟ میں یہ نہیں کھاؤں گا؟؟؟ اسکے تیور بگڑ چکے تھے-

یہ سویاں ہیں۔میں نے بنائی ہیں اور یہ آپ کو کھانی پڑیں گی۔نیلم نے بھی اسی کے انداز میں جواب دیا اور بیڈ کے کنارے پر ٹِک گئی-

لے جائیں اسے۔وہ لیپ ٹاپ اُٹھا کر گود میں رکھنے لگا-

میجر عاص پلیز کھالیں۔آپ صبح سے بھوکے ہیں اور میڈیسن بھی لینی ہے۔مصالحے والا کھانا " زخمی حالت میں نہیں کھاتے۔"وہ تیز تیز بول رہی تھی۔ہلکا ہلکا غصہ بھی اسکے لہجے میں نمایاں تھا- مگر میجر عاص اب فائل بھی تھام چکا تھا۔مطلب اپنے کام میں پھر سے غرق ہوگیا۔

چھوڑیں اسے، نیلم نے لیپ ٹاپ جھپٹنے کو ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ میجر عاص نے سختی سے اسکا بایاں ہاتھ تھام لیا- غصے سے اسکی جانب دیکھنے لگا-

آہ! نیلم کے منہ سے سسکی نکلی- وہ اپنے ہاتھ کو دیکھنے لگی جو میجر عاص کے مضبوط ہاتھ میں سختی سے جکڑا ہوا تھا۔اسکی جلی اُنگلیاں بری طرح مڑ چکی تھیں- میجر عاص نے بھی اسکی سرخ ہوتی نازک مخروطی اُنگلیاں دیکھیں۔

یہ کیا ہوا ہے؟ اسکی گرفت یکدم نرم پڑی تھی- اُنگلیوں کی لال لال پوروں پر میجر عاص نے ہلکے سے اپنی دائیں اُنگلی پھیرتے پوچھا- نیلم جو یک ٹک اسے دیکھ رہی تھی۔اسکے لمس پر کرنٹ کھا کر اپنا ہاتھ اسکی گرفت سے نکال لیا-

جل گیا تھا۔اسکی بڑبڑاہٹ بہت دھیمی تھی۔

کیسے جلا؟ میجر عاص کی نظریں اسکی جھکی پلکوں پر تھیں۔وہ بیڈ کے پاس کھڑی تھی۔جب کہ وہ سابقہ پوزیشن میں بیٹھا تھا۔

آج کل آپ ہماری بڑی فکر کرنے لگے ہیں۔"وہ واپس اپنی جون میں آچکی تھی- اٹھلا کر " بولی۔

خوش فہمی ہے تمہاری۔"وہ بھی کڑوے لہجے میں کہتا پہلے والا ہی میجر عاص بن چکا تھا۔"

آپ مان کیوں نہیں لیتے کہ آپ کو بھی ہم سے محبت ہے۔"وہ اپنے ازلی تیکھے لہجے میں " بول رہی تھی- عجیب تھی وہ۔بھی محبت کا اظہار بھی زبردستی کروا رہی تھی-

"why are you not accepting that you also love me???"

دس سال پہلے کا کہا، کسی کا جملہ میجر عاص کے کانوں میں گونجا تھا- اسکی رگ رگ میں زہریلا مادہ گردش کرنے لگا- اسے لگا "لیزا حسن" دس سال بعد پھر اسکے سامنے آکھڑی ہوئی ہے۔

-لیزا مت بنو نیلم۔"اس نے ہاتھ میں پکڑی فائل میز پر پٹخ دی"

کون لیزا؟" وہ نا سمجھی سے پوچھنے لگی- مگر ٹائیگر کے لبوں سے کسی لڑکی کا نام اسکے اندر " آگ لگا گیا تھا۔

نیلم! میجر عاص کے لب دھیرے سے ہِلے۔

-کیا؟؟ نیلم کو وہ کہیں اور ہی پہنچا محسوس ہوا

-کچھ نہیں، میجر عاص نے لیپ ٹاپ بند کیا اور بیڈ سے نیچے اُترنے لگا

-لیزا کون ہے؟" نیلم نے اسکا راستہ روکا"

"Be in your limits"

وہ اسے سائڈ پر کرتے باہر نکل گیا- سویاں ویسے ہی پڑی تھیں- اب اُنگلیوں سے زیادہ دل -جلتا محسوس ہورہا تھا نیلم ابرار کو

اس الاؤ میں صرف دل ہی کیوں جلتے ہیں؟؟؟

(از خود)

****

یہ منظر ہے اسلام آباد کے ایک بڑے اور مشہور کالج کا، جہاں امیر کبیر بزنس ٹائیکونز، سیاست دان، انڈسٹریلسٹ اور اونچے عہدوں پر موجود دیگر افراد کے بچے زیرِ تعلیم ہیں- سفیدے کے قدآور درختوں سے گھرا یہ وسیع و عریض رقبے پر پھیلا لان تھ جس میں فٹ بال میچ کھیلا جارہا تھا- وہ سلیولیس نیوی بلیو شرٹ کے ساتھ وائٹ شارٹس اور قیمتی جاگرز پہنے، اپنے اسٹیٹس کو صاف شو کررہا تھا- سرخ و سپید رنگت میں ہلکا ہلکا گلابی پن شاید سرد ہوا کے جھونکوں کے باعث پیدا ہوا تھا- اسکی کشادہ پیشانی پر ننھے ننھے پسینے کے قطرے گویا وائٹ للی پر شبنمی قطرے محسوس ہورہے تھے- مغرور ناک اسکی شخصیت کو چار چاند لگاتی تھی- ورزشی جسم کے ساتھ وہ ہر لحاظ سے پرفیکٹ تھا- پسینہ اب گردن تک آنے لگا تھا۔مگر وہ فٹ بال کو ہاتھ سے بار بار زمین کی سطح پر مارتا۔وہ اُچھل کر پھر اوپر آجاتا اور مخالف ٹیم کے تمام کھلاڑی آس پاس جمع، اس سے بال جھپٹنے کو بے تاب تھے۔جب وہ بڑی ہوشیاری سے اس جھنڈ سے نکلتا تیزی سے بال کو پیروں کی ٹھوکر پر (جیسے پوری دنیا کو

رکھتا تھا) رکھے آگے بڑھتا جارہا تھا۔یہاں تک کہ بال اسکی ایک زوردار ٹھوکر سے فٹ بال گول نیٹ میں جاگرا اور اوہ نو، کا شور مخالف ٹیم سے اُٹھنے لگا۔اسکے یاقوتی لب فتح مندی سے پھیل گئے۔پھر وہ میچ کے احاطے سے باہر نکلنے لگا- راستے میں آتے اسکے کلاس فیلوز انگوٹھے کے اشارے سے ویل ڈن کہہ رہے تھے- وہ باہر کھڑے سپورٹرز میں ہی آگیا۔ جہاں اسکا گروپ بےصبری سے اسکا انتظار کررہا تھا۔وہ بھی ان ہی میں شامل تھی- وائٹ جینز پر ڈارک پرپل کلر کی شارٹ شرٹ پہنے، بالوں کو جوڑے کی شکل دیے، وہ بھی یہاں موجود ہر دوسری لڑکی کی طرح اپنی خوبصورتی نمایاں کر رہی تھی- حالانکہ وہ کیا پورا کالج جانتا تھا کہ اسکے حُسن کا مقابلہ کوئی نہیں کرسکتا- وہ جہاں سے گزرتی تھی۔آنکھیں پتھر ہوجاتی تھیں- کئی بار تو شک گزرتا تھا کہ وہ کسی انگریز کی اولاد ہے یا پھر مصر کی ملکہ قلوپطرہ پھر سے زندہ ہوگئی ہے-

کانگریٹس عاص! سب نے ایک کورس میں کہا تھا-

ہئےعاص! میں کب سے تمہارا انتظار کررہی تھی- یو آر گورجیئس مین! اس نے عاص کا بازو تھامتے اسکے ساتھ کھڑے ہوتے تعریفی انداز میں کہا- عاص نے نامحسوس انداز میں اپنا بازو چھڑوایا تھا اور پاس پڑی کرسی پر بیٹھ کر ٹیبل سے پانی کی بوتل اُٹھا کر منہ سے لگالی-

عاص سب نے farewell پارٹی کیلیے اپنے اپنے ڈانس پارٹنر سیلیکٹ کرلیے ہیں- بس لیزا رہ گئی ہے۔جمی(جمشید) پاس پڑی کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے شرارت سے بولا۔

سو وہاٹ؟؟ وہ بوتل کا ڈھکن لگاتا بدتمیزی سے بولا۔

"Aas will you be my dance

partner???"

-لیزا نے مخمور لہجے میں کہتے اپنا نازک سفید ہاتھ اسکی جانب بڑھایا

سوری، وہ ترچھی مسکراہٹ کے ساتھ کہتے اپنا بیگ اُٹھا کر چل پڑا- سب کو اس سے یہی اُمید تھی۔لیزا ان کی جونیئر تھی۔اسکا تعلق ایک مشہور و معروف ہستی سے تھا۔جس کا باپ بزنس کی دنیا میں اپنا ایک نام و مقام حاصل کرچکا تھا- وہ تو پاکستان میں نہیں رہتا تھا۔مگر اسکی بیٹی امریکہ سے پاکستان آئی تھی اور اس کالج میں داخلہ لیتے ہی عاص کے پیچھے گویا ہاتھ منہ دھو کر پڑگئی تھی- جہاں وہ ہوتا اسکے گرد منڈلانے لگتی- وہ اسکی اس حرکت سے سخت چڑتا تھا- ان کی یہ سٹوری اب پورے کالج کی زینت بن گئی تھی- یہ فسانہ اب ہر کسی کی زبان پر تھا- مگر لیزا حسن کو تو گویا کوئی فرق ہی نہیں پڑتا تھا- اب بھی تمام اسٹوڈنٹس -لیزا حسن کو عاص عالم کے پیچھے جاتے دیکھ رہے تھے

کرنل انکل نے بیٹے کو کچھ زیادہ ہی نخرے وراثت میں دیے ہیں۔ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے " دیتا یہ لڑکا۔"جمی نے جلتے ہوئے کہا- یہاں پڑھنے والے اسٹوڈنٹس تقریباً سترہ اٹھارہ کے تھے۔مگر ان کی حرکتیں وہی تھیں۔جو ہائی سوسائٹی کے نوجوانوں کی ہوتی ہیں۔ان میں سے اگر کوئی مختلف تھا تو وہ تھا کرنل انکل کا بیٹا- اسے زیادہ تر اسٹوڈنٹس "کرنل کا بیٹا" بھی -کہتے تھے

****

نیلے اُفق پر پرندے چہچہاتے پھر رہے تھے۔کچھ ہی وقت رہتا تھا۔ دوبارہ اپنے غول میں سمٹنے کا۔لہٰذا من موجی بنے آزادی کی چند سانسیں اور بھرنے لگے تھے-

کراچی سے تقریباً ایک سو اسی میل کے فاصلے پر دریائے سندھ کے کنارے، یہ زمین سیہون شریف کی ہے۔اسی مقام پر صوفی بزرگ لعل شہباز قلندر کا مزار ہے۔تنگ تنگ گلیوں سے گزرتے ہیں تو گویا یہاں ہر وقت ایک ہنگامہ، ایک ہجوم برپا رہتا ہے- گلیوں کے کناروں پر چھوٹی چھوٹی دکانیں بنی، جن میں میوہ جات پڑے تھے تو کئی دکانیں تازہ پھولوں کی تھیں۔گلاب اور کلیوں سے پروئے گئے ہار۔یہاں حاضری دینے والے لوگوں کی توجہ کا خاص مرکز تھے- دربار پر چڑھائی کی چادریں بھی انہیں دکانوں میں سجی نظر آجاتی تھیں- ہر آنے والا اپنے ساتھ حاجات و تمناؤں کی ڈھیریاں لاتا تھا تو کسی کا ماننا تھا کہ یہاں جالی کی بنی دیوار پر رنگ برنگے دھاگے باندھنے سے حاجات پوری ہوجاتی ہیں تو کسی کو یہ اُمید نوافل ادا کرنے سے تھی-

لعل شہباز قلندر کا اصل نام دراصل "سید عثمان مروندی" تھا- ان کا خرقہ تابدار یاقوتی رنگ کا تھا۔مطلب سرخ مہرون اس لیے انہیں "لعل"، خدا پرستی کی وجہ سے "شہباز" اور قلندرانہ مزاج کی بناء پر "قلندر" کہا جانے لگا-

مزار کے باہر ڈھول کی تھاپ پر دھمال ڈالا جاتا ہے- آس پاس سے بیگانہ یہ دیوانے، ایک ہی روحانی گیت پر دھمال ڈالتے نظر آتے ہیں۔

دما دم مست قلندر" یہ گیت دراصل تیرہویں صدی عیسوی میں سب سے پہلے "امیر خسرو" نے لکھا۔بعد میں بلھے شاہ نے اس میں ترمیم کی- پھر یہ گیت بہت سے موسیقاروں نے گایا-

دربار کا اندرونی حصہ سو مربع گز کے قریب ہے۔جہاں بہت سے حاضرین جمع تھے۔جن میں بچے، بزرگ اور نوجوان شامل تھے-- دربار میں ایک طرف نوافل ادا کرنے کی جگہ تھی۔جہاں لوگوں کا ایک وسیع ہجوم عبادت میں مشغول تھا- یہاں کبوتر بہت منڈلاتے تھے۔ایک دیوار سے اُٹھتے دوسرے پر جا بیٹھتے- یہاں موجود ہر نفس، ہر پرندہ اس بات سے بےخبر تھا کہ کچھ ہی لمحوں میں یہاں کا منظر اُلٹ جانا ہے۔جہاں دھمال پر نوجوان محوِ رقص ہیں۔وہاں پھر نوحے گائے جائیں گے۔آہ و بکا ہوگی- وہ بےخبر تھے کہ ایک ظالم دہشت گرد نے اسلام دشمن عناصر کے ساتھ مل کر کیسا نشانہ لگایا ہے۔کیسا منصوبہ ترتیب دیا ہے۔اس ملک کے محافظوں کے دل جلانے کو وہ نجانے کتنے ملک دشمن اور دشمنِ اسلام کے راستے ہموار کیے جارہا تھا-

****

وہ لان میں پڑے صوفے پر یونہی پڑا تھا۔آنکھوں پر بازو رکھے ماضی کی جھلکیوں میں گُم تھا۔جب انس کی آواز نے اسے واپس حال میں پہنچا دیا۔

ٹائیگر یہ "زوئی شیر خان" کون ہے؟ انس کے ہاتھ میں وہی لیپ ٹاپ تھا جو عاص لیے بیٹھا تھا۔اس میں ایک لڑکی کی تصویر بھی تھی۔جس نے مختصر لباس زیب تن کررکھا تھا۔اسکے نین نقش ہو بہو نیلم کی کاپی تھے۔انیس بیس کا فرق ہو شاید-

لیزا حسن" میجر عاص اُٹھ کر بیٹھ گیا۔اسکی آواز مدھم اور شکستہ خوردہ تھی- انس کو کمرے " کی چھت اپنے اوپر گرتی محسوس ہوئی۔

وہاٹ؟؟ اسکا لیپ ٹاپ تھاما ہاتھ پل بھر کو ڈگمگایا تھا۔اس نے جلدی سے لیپ ٹاپ صوفے کے سامنے پڑی میز پر رکھا اور عاص کا سُرخ ہوتا چہرہ دیکھنے لگا-

تت--- تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟

اوہ میرے خدا، ہم جتنا اس لڑکی کو مشن سے دور رکھنا چاہتے ہیں۔قدرت اُسے اتنا ہی اس سب میں انولو کررہی ہے۔انس وہیں میز کے پاس نیچے چوکڑی مارے بیٹھ گیا-

میرے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ سات آٹھ سال پہلے کا ریکارڈ اتنی جلدی کھل " جائے گا۔بلکہ رپورٹ میں مینشن کردیا گیا ہے اور شاید اب نیلم کو بھی ہیڈکوارٹر جانا پڑے۔"عاص نے سر صوفے کی پشت سے ٹِکا رکھا تھا- اسکا چہرہ کافی اونچا ہوگیا تھا۔وہ چھت کو گھورنے لگا۔

میں بھی کہوں تم نیلم سے اتنا روڈ کیوں ہوجاتے ہو؟ اتنے دنوں سے یہ ٹینشن اکیلے جھیل " رہے تھے۔مجھے کیوں نہیں بتایا؟" انس اسکی کیفیت اب سمجھ رہا تھا- نیلم کو دیکھ کر میجر عاص کو کیا کیا یاد نہیں آیا ہوگا؟ کس کرب، کس اذیت سے گزرتا ہوگا؟ وہ یہ چہرہ دیکھ -کر، یہ صرف وہی جانتا تھا۔اسکی تکلیف کا اندازہ بھی نہیں لگایا جاسکتا تھا

انس میرا صبر جواب دیتا جارہا ہے- میں شاید اب مزید برداشت نہ کرسکوں- میں انسان ہوں، مجھے میری برداشت سے زیادہ کیوں آزما رہا ہے اوپر والا؟ اسکی آواز ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھی- اس نے شہادت کی اُنگلی اور انگوٹھے سے دونوں آنکھیں رگڑیں- باہر دروازے پر -دستک ہونے لگی تھی

کون ہوسکتا ہے؟ میجر عاص نے انس کی جانب سوالیہ نظروں سے دیکھا تو وہ اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتا خود دروازہ کھولنے چل پڑا- سیاہ چادر میں لپٹا ایک بزرگ تیزی سے اندر داخل ہوا اور میجر عاص کی جانب بڑھنے لگا۔

سر آئی ہیو آ بیڈ نیوز؟" اسکی اُڑی اُڑی رنگت کچھ اچھا ہونے کا تاثر دے بھی نہیں رہی " ۔تھی

-کیا ہوا ہے؟؟ میجر عاص بھی کھڑا ہوگیا

سر شاکر نے وہ فائلز حاصل کرلیں ہیں جو میں نے حبیب کی دراز میں رکھی تھیں اور " اُس پر سے میرے فنگر پرنٹس بھی مل گئے ہیں۔شاکر نے حبیب کو اور اپنے آپ کو بے قصور ثابت کرنے کی کوشش میں آپ کو گھسیٹ لیا ہے۔اس نے ہر نقصان کی کڑی کو

ایگل سے جوڑ دیا۔اب منہاج آپ کے خون کا پیاسا ہوگیا ہے- جانے اُس نے اور شاکر نے آپ کو ایم آز پلازہ بلوانے کیلیے کون سا پلان تیار کروایا ہے۔"وہ جلدی جلدی بول رہا تھا۔ چادر اس نے اُتار دی تھی۔وہ گارڈ کے حلیے میں تھا- میجر عاص نے ماتھے پر ہاتھ پھیرتے -خود کو کچھ سوچنے کے قابل کرنے کی کوشش کی

-دروازہ پھر بجنے لگا- انس دوبارہ گیا ان کے دو ساتھی اور آئے تھے۔ایسے ہی چادریں لپیٹے

سر شاکر کو منہاج نے قید کرر کھا ہے۔اوپر کے فلور میں اور--- وہ رُک گیا اپنے دوسرے -ساتھی کو دیکھنے لگا

-اور کیا؟؟؟ میجر عاص غصے سے چیخا

****

سیہون میں لعل شہباز قلندر کی درگاہ زائرین سے بھری پڑی تھی- روایتی دھمال جاری تھا " کہ اچانک زوردار دھماکے کی آواز آئی، دھماکہ درگاہ کے اندر ہوا- جی ناظرین خود کش حملہ دربار کے اندر ہوا۔موجودہ اطلاعات کے مطابق اسی سے زائد افراد شہید اور ڈھائی سو کے قریب زخمی بتائے جا رہے ہیں۔"اگر یہ خبر کسی کے کانوں کو اچھی لگ رہی تھی، مسرت و خوشی فراہم کررہی تھی تو وہ تھا منہاج عز ضحاک اور وہ اسلام دشمن تنظیم، جس کے اسکے ساتھ روابط تھے- پلازہ کے لاؤنج میں بڑی ایل ای ڈی پر چلتی یہ خبر، سامنے کافی کا مگ

تھامے شخص کے سینے میں ٹھنڈک اُتار رہی تھی۔اسکی رگ رگ میں ان مظلوم و بے گناہ لوگوں کی آہیں سرد خون بن کر سرایت کررہی تھیں۔ اس نے کافی کا مگ اپنے عنابی ہونٹوں سے لگاتے، اسکرین کی جانب دیکھا۔جہاں قیامتِ صغریٰ کا منظر تھا۔

"ریسکیو اور ایمبولینس کی کمی کے باعث لوگوں نے اپنی مدد آپ کے تحت زخمیوں کو قریبی ہسپتال منتقل کرنا شروع کردیا۔ درگاہ میں بھگدڑ مچ گئی۔دور دراز سے نیاز کرنے آنے والے افراد کی ایک بڑی تعداد زخمیوں اور شہداء میں شامل۔"نیوز اینکر کی دی گئی خبر پر اسکا قہقہہ فلک شگاف تھا۔ مسرت و شادابی سے اسکا چہرہ چمک رہا تھا۔

وہ قہقہے لگاتا اپنے اندر کی خوشی کو باہر کا راستہ دے رہا تھا۔ کافی کا مزہ دوبالا ہوگیا۔ ان مظلوم و بےقصور لوگوں کی آہ و بکا اسکا پسندیدہ ترین میوزک تھا اور یہی میوزک اسکی روح کی غذا تھی۔وہ پھر سے حیوانیت پر اُتر آیا تھا۔

"شاکر یا ایگل جو بھی گیم کھیل رہا ہے اب سامنے آئے گا۔ جب اپنی عوام کو روتا،بلکتا خون میں لتھڑا دیکھے گا، جب جلی لاشیں دیکھے گا۔ہاہاہا آنا تو پڑے گا ایگل! تمہیں اپنی اس بےبس مجبور عوام کیلیے۔آئی ایم ویٹنگ۔"وہ مسکراتے ہوئے جاکر قدآدم کھڑکی میں کھڑا ہوگیا۔ ایل ای ڈی کی آواز اسی کے والیم پر سیٹ تھی۔ مظلوم لوگوں کی آہوں سے لطف اندوز ہوتے، وہ آرام سے ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں کو اپنے سینے سے ٹکراتا محسوس کررہا تھا۔

****

میجر عاص نے مٹھیاں بھینچی ہوئی تھیں۔لب بھی ایک دوسرے میں مدغم تھے۔دماغ کی رگیں اُبھری پڑی تھیں۔ جتنی آہیں سسکیاں وہ سُن سکتا تھا۔وہ اسکی برداشت سے زیادہ تھیں۔

"بیس بچے شہید" ایک اسکی حالت، اس پر متضاد نیوز اینکر کی بار بار دل دہلا دینے والی خبر ٹی وی پر بے گناہ و مظلوم لوگوں کی آہ و بکا کی آوازیں سُن کر نیلم بھی باہر آگئی تھی۔مگر اپنی پریشانی میں وہ سب اسے نا دیکھ سکے تھے۔

"سر منہاج نے یہ کھیل اسی لیے کھیلا ہے کہ ہم منظرِ عام پر آجائیں۔" ایک ایجنٹ نے افسردہ آواز میں کہا۔ کسی کا بھی حال میجر عاص سے مختلف نہیں تھا۔خون کی جو ہولی درگاہ پر کھیلی گئی تھی۔اس نے ان سب کے دلوں کا خون خشک کر دیا تھا۔ درگاہ کے درودیوار لال رنگ پکڑ چکے تھے۔ لاشوں سے لپٹے اپنے پیاروں کو روتے لوگ، ان کے دلوں پر آریاں چلا رہے تھے۔

"ایم آز یہی چاہتا ہے نا کہ میں منظرِ عام پر آجاؤں تو ٹھیک ہے مجھے منظور ہے۔" اسکے فیصلے نے نیلم ابرار کے کانوں میں پگھلا سیسہ اُنڈیل دیا تھا۔ میجر عاص اپنی نشست چھوڑ کر اب کھڑا ہوچکا تھا۔ وہ چند قدم ہی آگے بڑھا تھا۔جب نیلم کے پتھر وجود میں حرکت ہوئی۔

"میجر آپ نہیں جائیں گے۔"وہ دونوں بازو پھیلائے اسکے راستے میں کھڑی ہوگئی۔ باقی تین افراد کے ساتھ انس نے بھی ابھی اسے دیکھا تھا۔ وہ تینوں اپنے سینیئر گروپ لیڈر میجر عاص کیلیے ایک کم عمر حسین لڑکی کی ایسی کاروائی دیکھ کر ساکت ہوگئے تھے۔

ہٹو راستے سے۔اس کا چہرہ ضبط سے سرخ پڑا ہوا تھا۔اس نے نیلم کو بےدردی سے بازو سے دبوچتے راستے سے ہٹایا۔ وہ آگے بڑھنے لگا۔نیلم نے اسکا بازو تھام لیا۔

"آپ مت جائیں میجر عاص وہ آپ کو مم--- مار دے گا۔"نیلم نے روتے ہوئے کہا۔اسکا ایک بازو اس نے دونوں ہاتھوں سے تھام رکھا تھا۔مگر پھر بھی اسکی گرفت کمزور تھی۔

اتنا پاگل نہیں ہوں میں۔تم اپنے مشورے اپنے پاس رکھو۔میجر عاص نے اسکی گرفت سے اپنا بازو چھڑوایا۔

"ہم کہہ رہے ہیں آپ نہیں جائیں گے۔"نیلم پھر اسکے سامنے آتی چلا کر بولی۔اسکا دوپٹہ اس کھینچا تانی میں زمین کو سجدہ کرچکا تھا۔ وہ سب بھی جانے کو تیار تھے۔مگر لیڈر کا حق پہلا تھا اور جب لیڈر کی ہی راہ میں وہ رکاوٹ بنی کھڑی تھی تو وہ سب کیسے ہِل پاتے۔

"آپ گئے تو--- تو ہم خود کو مار لیں گے۔"اسکی بات پر گویا وہاں موجود ہر شخص سُن ہوگیا تھا۔سوائے میجر عاص کے۔ وہ اسکے جلال کو اب صحیح معنوں میں دعوت دے چکی تھی۔

تت--- تم! میجر عاص شدید طیش کے عالم میں اسکی جانب بڑھا۔

سر!!! اس سے پہلے کہ میجر عاص کوئی ردِ عمل ظاہر کرتا۔ایک ساتھی کی بھاری آواز نے اسکے قدم جکڑ لیے۔

وہاٹ ہیپنڈ؟؟ وہ پتھریلے تاثرات لیے پلٹا۔

سر ایجنٹ 46 آرہا ہے۔"اس نے لیپ ٹاپ کی جانب دیکھتے اطلاع دی۔جس پر گھر کے " باہر کے مناظر کی فوٹیج صاف دِکھائی دے رہی تھیں-

مگر وہ کیسے آسکتا ہے؟؟" عاص نیلم کو مکمل فراموش کرچکا تھا۔جبکہ وہ ابھی تک دروازے " سے لگی کھڑی تھی۔جیسے نہ کسی کو اندر آنے دے گی نہ باہر جانے دے گی۔

سر آئی تھنک وی شڈ ٹو ریڈی فار اینی بیڈ نیوز۔(ہمیں ہر بری خبر کیلیے تیار رہنا چاہیے)۔وہ صوفے پر گود میں لیپ ٹاپ لیے جانے کیا کیا کرتا۔انہیں کچھ برے ہونے کے تاثرات دے رہا تھا۔جبکہ باقی سب اسکے آس پاس ہی جمع تھے۔ میجر عاص کچھ فاصلے پر کھڑا کسی سوچ میں غرق تھا۔جب دروازے پر دستک ہوئی سب سے پہلے وہ آگے بڑھا۔نیلم کو کلائی سے پکڑ کر کھینچتے، دروازے کے آگے سے ہٹایا اور مقفل دروازہ وا کردیا-

ٹائیگر بہت بڑی پرابلم ہوچکی ہے۔منہاج کے گارڈز نے 44 اور 42 کی لوکیشن فائنڈ کرلی " ہے۔منہاج کو پتا لگ چکا ہے کہ ایگل کے روپ میں کوئی آئی ایس آئی کا ہی بندہ تھا اور یہ بھی کہ وہ اسی جگہ ہے۔اُس نے کسی ایس ایچ او سے رابطہ کیا ہے۔وہ چند منٹ بعد ہی گھر پر دھاوا بول دیں گے۔جب پولیس وردی میں ملبوس افراد حملہ کریں گے تو کھلم کھلا گولیاں

چلے گیں۔ ہم جوابی کاروائی بھی نہیں کرسکے گے۔" وہ بلٹ پروف جیکٹ میں ملبوس تھا۔گویا جنگی میدان سے ہی آیا تھا۔

" اب کیا ہم ڈر کر بھاگ جائیں؟" ایجنٹ 42 بپھرتے ہوئے بولا۔اسے اپنے ساتھی سے اختلاف تھا۔

" کم آن ایجنٹ 42 یہ کوئی فلم کی شوٹنگ نہیں چل رہی۔خون خرابا کرنا ہمارا مقصد نہیں ہے۔اگر ہم سب منظرِ عام پر آگئے تو آدھے ہم مارے جائیں گے، آدھی پولیس۔ایم آز کا کچھ بھی نہیں جائے گا اور ٹائیگر کو ہیڈکواٹر سے آرڈر ہیں۔اس گرل کی سیفٹی کے اور ایسے میں یہ منہاج کے ہاتھ لگ گئی یا کسی بلٹ کی نذر ہوگئی تو ہم ادارے کو کیا جواب دیں گے؟" وہ ان سے سینیئر اور زیادہ قابل ہونے کی وجہ سے معاملے کی سنگینی بیان کررہا تھا۔ ان سب کو ایک دوسرے کے نام تک نہ معلوم تھے۔تبھی کوڈ نیم رکھے تھے کہ مبادا کوئی ایک دشمن کے ہتھے چڑ جائے تو تشدد برداشت نہ ہوپانے کی صورت میں اپنے دوسرے ساتھی کا راز نہ بتادے۔ میجر عاص آگے کا لائحہ عمل سوچ رہا تھا اور وہ سب آپس میں بحث میں مصروف، اپنے لیڈر کے اگلے اقدام کے منتظر تھے۔"ایجنٹ 46 آگاہ کرنے کا شکریہ اور سامان کا بھی۔اب تم جاؤ، میجر عاص نے اسے حکم دیا۔وہ اسے سلیوٹ کرتا نکل گیا اور سیاہ رنگ کا بیگ وہیں چھوڑ گیا۔جو اپنے ساتھ لایا تھا۔

" سب جیکٹس زیب تن کرو اور دھیرے دھیرے مختلف گیٹ اپس میں نکلنا شروع کرو۔ ایجنٹ 41 (انس) تم ہارڈ کاپی میٹریل بسٹ کردو اور ساری ڈیوائسز بھی غائب کردو اور جی

پی ایس ٹریکرز بھی لے جانا۔ مجھ سے مکمل رابطے میں رہنا۔میں اپنی لوکیشن بتا کر آگے کا پلان سمجھا دوں گا۔ نکلو تم بھی، وہ جلدی سے بولا- انس کمرے کی طرف بڑھ گیا-

" ایجنٹ 42 اینڈ 44 تم لوگ غائب ہوجاؤ- تم لوگوں کے تو فنگر پرنٹس بھی ایم آز کے ہاتھ لگ چکے ہیں۔"اسکے اگلے حکم پر وہ دونوں اپنی داڑھی مونچھیں اُتار کر گیٹ اپ بدلنے لگے-

" تم سب یہاں کی اطلاعات ایجنٹ 41 کو دوگے اوکے؟؟؟" اس نے ایک بار پھر سب کی جانب دیکھتے کہا اور ٹیبل پر پڑی واحد جیکٹ پہنے لگا۔اسکے بعد روم میں گیا اور سیاہ رنگ کا کوٹ پہن لیا۔اسکی جیکٹ چھپ چکی تھی- switchable knives اپنے جوگرز کے تلووں اور موزوں میں چھپا لیں- ریوالور بھی پینٹ کی پچھلی پاکٹ میں ڈال لیا- کچھ بلٹس اس نے اندرونی جیبوں میں چھپالیں- تقریباً سب ہی اپنی اپنی تیاریوں میں لگے تھے اور وہ پریشان اور حیران سی بُت بنی کھڑی تھی۔حالات ایسے تھے کہ اس سے اب کچھ بھی ڈھکا چھپا نہیں رہا تھا- اگر کمرے میں انس کے پاس بھیجتے تو سارا ڈیٹا اسکے ریکارڈ میں آجاتا۔ بہرحال اسکا لاؤنج میں ہی رہنا بہتر تھا- انس نے ایک لوہے کا بڑا سا تسلہ کچن شیڈز کے نیچے سے برآمد کیا اور اس میں فائلز، چارٹس، میپس رکھ کر پیٹرول چھڑکا اور اپنے ساتھیوں کو دیکھا جو سب نکلنے کو تیار تھے- ہر ایک میجر عاص کو سلیوٹ کرتا نکلتا گیا- ان کے پاس وقت بہت کم تھا۔میجر عاص نے سیاہ رنگ بیگ میں لیپ ٹاپ، جی پی ایس ٹریکر، سیل فون اور پاکستانی کرنسی بھری، دو چِٹ پیک رکھے اور زیپ بند کردی- وہ جو ابھی تک لاؤنج کے دروازے سے کچھ سائڈ پر کھڑی تھی۔حیرت سے اسے دیکھنے لگی-

یہ اوڑھ لو۔"میجر عاص نے سیاہ رنگ کی بڑی سی چادر اسکو تھمائی- چادر تھی یا کپڑے کا "
تھان؟ نیلم فیصلہ نہ کرپائی- چادر تھامے تذبذب کا شکار نظر آرہی تھی- وہ جو کبھی چادر
-اوڑھتی تھی۔وہ بھی دوپٹے کے جتنی ہوتی تھی۔جسے سنبھالنا کبھی اس نے سیکھا ہی نہیں تھا

-انس!! سب کے نکل جانے کے بعد میجر عاص نے اسے پکارا

ڈونٹ وری ٹائیگر میں ہینڈل کرلوں گا۔دس منٹ ہوچکے ہیں تم لوگ نکلو۔"وہ اب پیٹرول "
-پورے کچن پر چھڑک چکا تھا

-ٹیک کیئر، انس نے کچن سے ہی کھڑے، اسے سلیوٹ کیا تو وہ زبردستی مسکرا دیا

-چلو، نیلم نے چادر کو شانوں پر ڈالا ہوا تھا- میجر عاص کی تیوری چڑھ گئ

زبان چلتی ہے تمہاری دماغ نہیں۔"اس نے گلے میں لٹکا نیلم کا دوپٹہ کھینچ کر انس کی "
-طرف اُچھال دیا

اسے بھی جلادو۔"پھر سرخ چہرہ لیے نیلم کی جانب مڑا اور چادر سے اسکا سر ڈھانپ دیا "
اور ایک پلو اسے تھماتے بولا۔

چہرہ ڈھانپ لو اس سے--اب یہ چادر اُترنی نہیں چاہیے اور چہرہ بھی نظر نہ آئے۔"وہ "
درشتگی سے بولا تو نیلم نے اسکے ہاتھ سے چادر کا دوسرا پلو تھامتے ناک اور ہونٹ چھپالیے-
-سیاہ چادر میں سے اب بس ہرے رنگ کے نین کٹورے جھانک رہے تھے

آؤ، میجر عاص نے اسکا ہاتھ تھاما اور تیزی سے کمرے کی جانب بڑھ گیا- جہاں نیلم کے خیال میں اسکے دو ساتھی اور تھے مگر اندر داخل ہوتے ہی اسے کمرہ خالی اور بکھرا ملا- ساتھ ہی کمرے سے عجیب قسم کی گندی بو آرہی تھی- وہ اسی طرح اسے ساتھ گھسیٹتا واش روم میں گھس گیا- اسکا ہاتھ چھوڑ کر میجر عاص نے واش روم کا دوسرا دروازہ کھولا اور بیگ پر گرفت مضبوط کرتے نیچے چھلانگ لگادی- نیچے تقریباً آٹھ فٹ کے فاصلے کے بعد جنگلا لگا تھا۔لوہے کی گرل میں بڑے بڑے ڈبے تھے کہ اگر ذرا بھی بے احتیاطی ہوتی تو چھلانگ مارنے والے کی ٹانگ پھنس جاتی-

چھلانگ مارو جلدی۔"اس نے نیچے جھانکتی خوفزدہ نیلم سے کہا- جسکے ہاتھ سے چادر کا پلو " بھی چھوٹ چکا تھا۔

ہہ---ہم نہیں، اسکی زبان میں لڑکھڑاہٹ پیدا ہونے لگی-

گھر میں آگ پھیلنے والی ہے باہر پولیس آچکی ہے- جلدی کرو۔"وہ دھاڑا- نیلم کو " سیڑھیاں چڑھنے کی آوازیں آنے لگیں ٹھک ٹھک ہورہی تھی- انس کچن میں تیلی پھینک کر کب سے چھت پر جاچکا تھا۔وہاں سے آس پاس کی چھتیں پھلانگ کر کسی دور گلی میں اُترنا اسکے لیے بائیں ہاتھ کا کام تھا۔"چھلانگ مارو نیلم! بھروسہ کرو، تمہیں کچھ نہیں ہوگا۔میں ہوں نا۔اس نے نرمی سے کام لیا- اُسے بس کام لینا تھا۔وہ جس طرح چاہے اپنا کام نکلوانے میں ماہر تھا- نیلم نے اس پر بھروسہ کرتے چھلانگ ماردی- اس سے پہلے کہ اسکے پیر جنگلے کو چھوتے۔میجر عاص نے اسے کمر سے پکڑتے ہوا میں ہی معلق رہنے دیا- اس نے ڈرتے ڈرتے آنکھیں کھولیں- کوئی اور وقت ہوتا تو وہ اِس قربت پر بے ہوش ہوچکی ہوتی-

"میرے پیچھے پیچھے آتی جاؤ۔"اس نے اینٹ پر پیر رکھ کر اوپر والے دروازے کو بند کرتے کنڈی لگائی- وہ حیرت سے اسکی جمناسٹک دیکھ رہی تھی- اس نے پھر سے جنگلے پر چھلانگ ماری۔جہاں نیلم کھڑی تھی اور اسکی جانب دیکھے بغیر جنگلے پر بنی کھڑکی کا تالہ کھولنے لگا- اسکے ہاتھ میں چھوٹی چھوٹی چابیوں کا گچھا سا تھا- گرل کا چھوٹا سا حصہ کُھلنے کے بعد نیچے ایک اور ایسا ہی جنگلا تھا-

"میرے پیچھے تمہیں چھلانگ لگانی ہے۔ جلدی اوکے؟" وہ جنگلے پر گھٹنے ٹیکے بیٹھا، اسکی جانب مڑتے بولا- اسکے دونوں ساتھی بھی یہیں سے نکلے تھے۔باقی چھتوں سے- میجر عاص نے چھلانگ لگائی- اب اسکی باری تھی-

آؤ، اس نے دونوں بازو اوپر اُٹھاتے۔سرگوشی میں کہا- نیلم نے اس پر بھروسہ کرتے ایک اور چھلانگ ماری۔میجر عاص نے سابقہ طریقے سے ہی اسے تھامتے بچایا اور پھر دو تین چھلانگیں مارنے کے بعد اوپر والے جنگلے پر پہنچا- بیگ نیلم کے پیر کے پاس پڑا تھا- جنگلے پر لگی ایک لوہے کی راڈ پر گرفت کرتے، اس نے جنگلے کا کھلا حصہ پھر سے لاک کیا- وہ ہوا میں معلق تھا۔اسکے قدموں سے دو فٹ نیچے والے جنگلے پر نیلم کھڑی پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسکی ساری کاروائی دیکھ رہی تھی۔اس نے چھلانگ ماری۔نیلم کے پاس پڑا بیگ اُٹھایا اور پھر سے اُسی طرح جنگلا کھولا اور چھلانگ لگائی۔یہی عمل دو بار پھر دُہرانے کے بعد وہ لوگ کسی تہہ خانے میں اُترے تھے- مگر بعد میں نیلم کو اندازہ ہوا کہ یہ گراؤنڈ فلور پر موجود گھر کا اسٹور روم ہے۔میجر عاص نے کندھے سے دو ٹھوکریں مارتے جام دروازہ کھولا۔ایک چھوٹی سی راہداری میں نیلم کو ہاتھ سے پکڑتے گھسیٹتے نکلنے لگا- پھر جینز کی پچھلی پاکٹ سے

ریوالور نکالا اور لوڈ کرنے لگا- ٹریگر پر گرفت مضبوط کرتے، وہ سفید رنگ کا چھوٹا سا دروازہ کھولنے لگا- عقابی نگاہیں باہر گندی سی تنگ گلی پر دوڑانے کے بعد- پیچھے مڑے بغیر اسکا ہاتھ پھر سے تھامتے، باہر نکل گیا- سڑک ختم ہونے پر اس نے دور سے دِکھتے مین روڈ پر نظر ڈالی۔جہاں پولیس کے افراد کی ایک بڑی تعداد جمع تھی۔اس نے ایئر فون کان میں سیٹ کیا-

--ایس پی بلال پولیس یہاں کیا کررہی ہے؟" وہ دانت پیستے بولا"

سوری سر اوپر سے آرڈر آئے تھے۔پولیس بھیج دوں۔ایس ایچ او بِک گیا ہے۔ایم آز کو " شک ہوتا تو میں بھی جاتا اور مشن بھی- آپ اپنے عمل میں آزاد ہیں- یہ سارے رشوت خور ہیں۔"اسکی تقریر پر میجر عاص نے دو حرف بھیجتے رابطہ منقطع کیا-

چادر ٹھیک کرو۔"دبی دبی آواز میں غراتے، اس نے نیلم کو خونخوار نظروں سے گھورا"-

سس---سوری، اس نے جلدی سے چادر درست کرتے چہرہ چھپالیا۔اسکا پورا وجود ویسے ہی چادر نے ڈھانپ رکھا تھا- وہ احتیاط سے چلتے مخالف سمت کو بڑھنے لگا۔مگر وہاں رُکتے ہی ایم آز کے گارڈز کا پہرہ ملا تھا- نیلم کے ساتھ وہ چھتیں نہیں پھلانگ سکتا تھا۔ورنہ کب کا اپنے ساتھیوں کے ساتھ غائب ہوجاتا-

دیکھو بغیر کسی ہچکچاہٹ کے آرام سے میرے ساتھ چلنا۔ایسے پوز کرنا جیسے ہم یہاں سے گزر رہے ہیں بس اوکے؟؟ نیلم نے اسکی سرگوشی نما آواز پر زور سے سر ہلایا- وہ تو ویسے

ہی کانپ رہی تھی۔ کہاں اس نے کبھی گولی کی آواز نہیں سنی تھی اور کہاں جنگی میدان کا حصہ بن گئی تھی- جہاں ہر طرف بندوقیں، گولیاں اور موت کی سی دہشت تھی-

اس نے ہینڈ گن اندر رکھی اور بیگ سے ایک عربی رومال نکال کر پٹھانوں کی طرح سر پر باندھ لیا- نیلم کا ہاتھ تھامے گلی سے نکلنے لگا- وہ دونوں آرام سے چلتے جارہے تھے- ایک گارڈ نے ان کو دیکھ کر دوسرے کو آنکھیں گھمائیں اور پھر یہ سلسلہ شروع ہوگیا- میجر عاص نے بھانپ لیا کہ وہ ان کا پیچھا کرنا چاہ رہے ہیں۔ مگر قدموں کی رفتار نارمل رکھی-

اس نے ہاتھ میں پہنی رسٹ واچ پر کچھ نمبرز ڈائل کیے- دارصل یہ رسٹ واچ موبائل تھا۔ جو اس نے سلیوس میں چھپا رکھی تھی- وہ بغیر دیکھے ٹائپنگ کررہا تھا- اسے ہر فنکشن ازبر ہوچکا تھا- اتنی مہارت تھی اسکے انداز میں کہ ساتھ چلتی نیلم بھی جان نہ سکی کہ وہ کسی سے رابطے میں ہے۔

اسکے پیچھے چلتے گارڈ کی پیٹھ میں ہوا میں چھوڑا چاقو لگا اور وہ دھڑام کی آواز سے زمین بوس ہوچکا تھا- میجر عاص نے پیچھے مڑ کرنہیں دیکھا۔ اسے پتا تھا کہ یہ کس نے کیا ہے؟

چیخ کی آواز پر نیلم نے پیپچھے مڑنا چاہا تو میجر عاص نے اسکا نازک مومی ہاتھ بےدردی سے مروڑا-

ششش!!! خاموشی سے چلو۔ نیلم نے ڈبڈبائی آنکھیں سڑک پر گاڑھ دیں- اسے اپنے پیچھے دو اور مختلف آوازوں میں چیخیں سنائی دیں- دو تین گارڈز ڈھیر ہوچکے تھے-

سر آگے پولیس ہے۔" اسکے ایئر فون میں ایجنسی کے کارکن کی آواز اُبھری۔"

سر ٹرنڈ لیفٹ۔" اسکی ہدایت پر میجر عاص مڑ گیا اور اسی طرح چند گلیاں مڑنے اور اپنے " کارکنوں کی ہدایت پر وہ نیلم کو لیتا دور نکلتا گیا اور پیچھے وہ پولیس اور گارڈز کو اپنے ساتھ مصروف رکھنے میں کامیاب رہے- ایک کارکن کو گھٹنے میں گولی لگی تھی- مگر وہ انکے باحفاظت نکل جانے پر سکون میں تھے- یہ گولیاں تو جیسے اب ان کی خوراک ہوچکی تھیں- کھڑی تھی۔اسکے bullet proof toyota land cruiser سڑک کے کنارے ہی پاس ہی ایک آدمی عام شلوار سوٹ میں ملبوس نشے میں لگ رہا تھا۔اسکے ایک ہاتھ میں جلتا ہوا سِگریٹ تھا- گھُپ اندھیرا تھا گلی میں- مگر سڑک کے آخری سرے پر اسٹریٹ لائٹس کی روشنی کے ساتھ اِکا دُکا لوگ بھی موجود تھے- جب وہ پاس پہنچا تو نشے والا آدمی اُٹھا اور اسکے پاس آیا- ایسے پوز کرنے لگا جیسے اس سے بھیک مانگ رہا ہو۔مگر اس نے میجر عاص کو کیز تھمائی تھیں- ابھی وہ مڑنے ہی لگا تھا کہ کسی نے اسکی گردن میں پیچھے سے بازو ڈال دیا- میجر عاص نے فوری طور پر اپنا ریوالور نکلا- نیلم کار کے پاس ہی کھڑی کانپ رہی تھی- پولیس وردی میں ملبوس اُس بندے نے نشے والے آدمی کو دبوچ رکھا تھا۔اسکے پیچھے ہی دو -اور پولیس مین اور تین گارڈز بھی موجود تھے

اب فائر کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا- اس نے بلٹ پستول کی نالی سے آزاد کردی- فضا فائر کی آواز سے گونج اُٹھی تھی۔ایک نہیں دو نہیں لگاتار یہ میوزک بجتا رہا تھا- میجر عاص -نے تھر تھر کانپتے اسکے وجود کو دیکھا

شش!!! سامنے مت دیکھنا۔" اس سے پہلے کے نیلم سڑک کا ہولناک منظر دیکھ کر فلک " شگاف چیخ مارتے بے ہوش ہوتی۔میجر عاص نے اسکے پنکھڑی لبوں پر مضبوط ہاتھ رکھتے

ہدایت دی- اسکے بھرپور مردانہ وجود کے سامنے آتے ہی سڑک کا منظر چھپ گیا تھا۔مگر وہ اب تک خوف و دہشت کے حصار میں تھی- آنکھوں کی پتلیوں کے سائز میں بھی اضافہ ہوچکا تھا- اس نے دھیرے سے ہاتھ ہٹاتے اسکو بازو سے تھاما اور گھوم کر ڈرائیونگ سیٹ کے ساتھ والی طرف آیا۔اس گھومنے کے چکر میں نیلم نے سڑک پر پڑی چار لاشیں دیکھ لی تھیں- گارڈز کے سر مڑے پڑے تھے- وردیاں پھٹ چکی تھیں۔ایک حوالدار کے سر کے درمیان میں گولی لگی تھی وہاں سے سیاہی مائل خون کا دریا بہہ رہا تھا۔سارا روڈ اس مادے سے رنگ چکا تھا- نیلم کا دل آنکھوں میں دھڑکنے لگا تھا- اسکو لگا ابھی اسے اُبکائی آجائے گی- میجر عاص نے اسے ڈرائیونگ سیٹ کے ساتھ والی پیسنجر سیٹ پر دھکیلا اور دوسری جانب سے آتے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی- اسکے ساتھی جاچکے تھے- غداروں میں سے دو اپنی درد ناک موت تک جاپہنچے تھے- قانون کے رکھوالے ہی جب قانون کی دھجیاں بکھیرنے لگ جائیں، رشوت خور بن جائیں تو ان کا یہی انجام ہوتا ہے- ان کے گھر والے کہیں رشوت کے پیسوں سے اے سی کی ٹھنڈک میں سکون کی نیند سو رہے ہوں گے-

" ٹائیگر ہمارا دل گھبرا رہا ہے۔"ابھی اس نے گاڑی صاف روڈ پر ڈالی ہی تھی کہ وہ برا سا منہ بنا کر بولی۔

بی بریو، اس نے یک لفظی جواب دیا۔

ہمارا دل خراب ہورہا ہے ہمیں ووِمٹنگ۔اسکی بات ابھی ادھوری ہی تھی کہ میجر عاص نے فوراً بریک لگائی-

تمہیں اسی لیے منع کیا تھا کہ مت دیکھنا سڑک پر۔اس نے جھنجھلاتے ہوئے بولتے پچھلی سیٹ پر پڑی پانی کی ٹھنڈی بوتل اُٹھائی۔

-یہ لو پانی پیو، نیلم نے بوتل تھام کر پانی پیا

ہمارا دل بند ہوا جارہا ہے- کتنے گندے ہیں آپ لوگ- بے رحم پتھر دل، اسکا دل واقعی خراب ہوچکا تھا-

اگر ہم بھی تمہاری طرح چڑیا کا دل رکھنے لگے تو جی لی اس بیس کروڑ عوام نے آزادی " کی زندگی۔"وہ ڈیش بورڈ پر کچھ تلاشنے گا۔پھر ایک ٹیبلٹ کا پیکٹ اُٹھایا اور نیلم کی جانب بڑھاتے بولا۔

یہ کھالو، نیلم نے مشکوک نگاہوں سے اسے گھورا- پکڑو، نیلم نے خاموشی سے ٹیبلٹ پانی کے ساتھ نگل لی۔"گُڈ گرل" میجر عاص نے کار پھر سے اسٹارٹ کردی۔

اُف ٹائیگر اب ہمیں بھوک لگ رہی ہے- بہت زور کی بھوک لگ رہی ہے۔"اس نے " پیٹ پر ہاتھ رکھتے کہا- اسکے منہ کے زاویے ایسے تھے کہ میجر عاص کے یاقوتی لبوں پر مسکراہٹ مچل مچل گئی- یہاں سے ہمارا گھر آتا ہے۔اچانک بازار سے گزرتے اس نے کار ونڈو سے جھانکتے کہا۔جسکی بلیک کھڑکیوں سے بمشکل ہی باہر کا منظر دِکھ رہا تھا۔

ہمیں ہمارے گھر چھوڑ دیں۔آپی، بابا سے ملنا ہے ہمیں- ہمیں آپ کے ساتھ نہیں جانا۔" اچانک وہ اسکا بازو تھام کر کار رُکوانے لگی۔

شٹ اپ! اتنی ڈھیٹ ہو تم کہ میڈیسن بھی اثر نہیں دیکھا رہی۔وہ جھنجھلا کر اسکے ہاتھ جھٹکتا بولا۔

-کون سی میڈیسن دی ہے آپ نے ہمیں؟" اسکی صدمے سے بھرپور آواز آئی"

--اُف بھوک سے ہمارے پیٹ میں دد---درد"

-ہہ اسکی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانے لگا اور پھر وہ لڑکھڑا کر سیٹ پر گر سی گئی

اب کم از کم دو ڈھائی گھنٹے سکون رہے گا۔"میجر عاص کی ہلکی آواز نے اے سی کی "
-ٹھنڈک میں لو دی تھی

آج جسے چُپ کروایا ہے بےدردی سے

کبھی تمہیں اُسکا تکلم یاد آئے گا

(ازخود)

****

گھپ اندھیرے میں صرف قدموں کی چاپ آواز پیدا کررہی تھی اور یہ آواز اب فاصلہ سمیٹے قریب چلے آرہی تھی- ہر قسم کی زنجیروں سے آزاد۔مگر دیواروں میں قید، وہ قیدی اس آواز پر کان دھرے آنے والا کا منتظر تھا- گرد میں اٹے کپڑے بال، خون جمی ٹانگ، وہ بے بسی سے فرش پر پڑا اپنی زندگی کی چند سانسیں اور لے رہا تھا۔اسکی حالت بہت نازک تھی۔کمرے میں فقط ایک ٹب تھا۔جس میں ایک ہفتے سے پہلے کا پانی پڑا تھا۔اب تقریباً ایک گلاس رہ گیا ہوگا۔ان سات دنوں میں اس نے ایک نوالہ حلق سے نہیں اُتارا تھا- اسے تعجب ہورہا تھا کہ وہ اتنی تکلیف میں ابھی تک زندہ کیسے ہے؟ کتنے عرصے بعد تو وہ چلنے کے قابل ہوا تھا۔کتنا خوش تھا وہ۔اللہ سے کتنی معافیاں مانگی تھیں کہ اب رشوت نہیں لے گا۔کوئی غیر قانونی، درحقیقت غیر انسانی کام نہیں کرے گا۔شاید اسکی دعاؤں میں صداقت نہیں تھی۔وہ دل سے نہیں مانگی گئیں تھیں یا پھر اسکا رب اسے آزمانا چاہتا تھا۔

بیسمنٹ کا دروازہ کھلا اور درمیان میں لگی لائٹ آن ہوگئی۔

-ہیلو اے ایس پی آہل اسرار! بھاری آواز تہہ خانے کی دیواروں سے ٹکراتے واپس پلٹی

آہل نے گرے ہوئے سر کو تھوڑا سا اوپر کرتے، آنے والے کو دیکھا۔مگر اندھیرے کے باعث کچھ نظر نہیں آیا-

-آواز سے ہی پہچانا جاسکتا تھا کہ وہ کون ہے اور اس نے پہچان بھی لیا تھا

بھوک لگی ہے؟ اس نے آواز میں مصنوعی فکر بھرتے پوچھا- فرش پر تڑپتے وجود نے زور زور سے سرہلانا شروع کیا۔بات کرنے یا جواب دینے کی سکت نہیں تھی اس میں-

یہ لو کھاؤ، منہاج نے گارڈ سے پلیٹ تھام کر اسکے آگے کھسکائی۔ جسے للچائی نظروں سے دیکھتے آہل نے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ منہاج نے ریوالور کی میگزین سے ایک بولٹ کو کم کیا- فائر پلیٹ کی جانب بڑھتے اسکے ہاتھ کے پاس کیا گیا تھا- آہل نے ڈر کر ہاتھ ہٹایا-

ہاہاہاہا اسکا بے ہنگم قہقہہ تہہ خانے میں گونجا۔

کھاؤ، اس نے حکم دیا- آہل نے پلیٹ کی جانب ڈرتے ہوئے ہاتھ بڑھایا کہ اچانک ایک بھاری وجود کا کتا اسکی طرف بھونکتے ہوئے آیا- آہل کا جسم سرد پڑگیا۔اسکے حلق سے آواز نہ نکلی۔مگر منہاج نے کتے کی رسی تھام کر اسے مزید قریب جانے سے روک دیا-

چلو شاباش کھانا شروع کرو۔"ایم آز نے اُس پلیٹ کی جانب اشارہ کیا۔جس میں ابھی کتے " نے منہ مارا تھا- رشوت کا نوالہ تو اس سے بھی گندہ ہوتا ہے۔پھر وہ کیسے کھالیتے ہیں لوگ؟

حدیث مبارکہ کے الفاظ ہیں "الراشی و المرتشی کلا ھما فی النار" (رشوت لینے اور رشوت دینے والا دونوں جہنمی ہیں)۔

آہل نے ایک کنارے سے (جہاں اسکے خیال میں کتے نے منہ نہیں مارا تھا) چاول کھانے شروع کیے۔ابھی تین چار نوالے ہی لیے تھے کہ ایم آز نے کتے کی رسی ڈھیلی چھوڑ دی- اُس نے آگے بڑھ کر پلیٹ اُچک لی- وہ آہل کو بھی اسی طرح نگل لیتا۔مگر ایم آز نے اسکی رسی پھر سمیٹ لی۔"اے ایس پی آہل مجھے بتاؤ۔اپنے کارکنوں کے بارے میں اور ایگل کی

اصلیت کے بارے میں شاباش۔"وہ پچکارنے کے انداز میں بولا تو آہل کے رونگھٹے کھڑے ہوگئے۔

مم--- پانی دو اسے۔منہاج کی غراہٹ پر کوئی ہِلا تھا۔قدموں کی آواز آنے لگی۔پھر پانی کا ڈبہ اسکی جانب بڑھایا گیا-

"چلو شروع سے بتاؤ۔کیسے تم نے میرے راز خفیہ اداروں تک پہنچائے؟ اور ایگل کو جانتے ہو؟؟ جھوٹ سوچ سمجھ کر بولنا وہ کیا ہے نا اس نے، ایم آز نے کتے کی پیٹھ پر پیار سے ہاتھ پھیرا، کافی دنوں سے انسانی گوشت نہیں چکھا۔"سرد لہجہ تھا اسکا- آہل نے تھوک نگلا۔

"مم--- میں نہیں جانتا اااا---یگل کو۔"اسکی مردہ سی آواز کے نکلنے کی دیر تھی- کتے کی رسی بھی ایم آز کے ہاتھوں سے نکل گئی۔

کتے کے بھونکنے کی آواز بہت زیادہ تھی۔اسکے منہ کھولتے ہی گرم لو نکلنے لگتی- اس نے آہل کی زخمی ٹانگ دانتوں میں دبوچ لی- اسکی حلق پھاڑ چیخوں سے بھی مقابل کے پتھر دل پر شگاف نہ پڑا تھا- یہ درد ناک چیخ اسے سکون عطا کرگئی- پکڑو اسے، گارڈ نے حکم ملتے ہی آہل کی ٹانگ کتے سے چھڑوائی۔

سوچ لو، اسکے ایک لفظ میں جو معنی پنہاں تھے یہ آہل بخوبی جانتا تھا۔

کک---کوئی بھی قسم لے لو۔میں کسی ادارے کا کارکن نہیں ہوں نا ہی میں کسی ایگل کو جانتا ہوں۔درد کے مارے اسکے آنسو بھل بھل بہہ رہے تھے۔

ٹھیک ہے مرو یہاں۔ایم آز نے اسے ایک ٹھوکر رسید کی اور نکل گیا۔ جب تک یہ طے نہیں ہوجاتا کہ وہ اسکے خلاف کسی ایجنسی کا ساتھ دے رہا تھا۔وہ اسے نہیں مار سکتا تھا۔ اسکے نکلتے ہی گارڈ کتے کی رسی تھامے اسکے پیچھے ہی باہر نکل گیا اور لوہے کے بھاری دروازے پر تالے ڈال دیے-

منہاج اب کوریڈور سے گزرتے سوچ رہا تھا کہ اسکے خلاف کام کرنے والا پورا گروہ اچانک کہاں غائب ہوگیا۔آسمان کھا گیا اُنہیں یا زمین نگل گئی- شاکر کے دیے فنگر پرنٹس بھی کسی گارڈ کے فنگر پرنٹس سے میچ نہیں ہوئے تھے۔

****

کراچی سے اس نے گاڑی موٹر وے پر ڈالنے کیلیے پہلے پاس لیا۔بڑی گاڑی ہونے کے باعث پاس کے چارجز زیادہ لگے تھے- اب اسکی لینڈ کروزر موٹر وے پر دھول اُڑا رہی تھی- اسکی کنڈیشن اتنی اچھی نہ تھی۔مگر ہمت کرے انسان تو کیا نہیں ہو سکتا؟

اب گاڑی نوری آباد میں داخل ہوچکی تھی۔یہ علاقہ زیادہ تر فیکٹریوں کے گھیرے میں تھا- اسے انڈسٹریل ایریا بھی کہا جاتا ہے۔یہاں سے اب موٹر وے پر پاس کی ادائیگی کے بعد کار آگے بڑھالی۔اب تک تو نیلم کو ہوش آجانا چاہیے تھا۔مگر وہ بےسدھ پڑی تھی۔

اتنی نزاکت" اسکے سپید چہرے کی جانب دیکھتے وہ بڑبڑایا۔"

ٹائیگر فارم ہاؤس کے بیسمنٹ میں اے ایس پی آہل اسرار قید ہے۔منہاج کو لگتا ہے کہ "وہ ہمارے ادارے کا کارکن ہے یا ہم سے ملا ہوا ہے۔

تم میں سے کون گیا تھا وہاں؟؟ اس نے کار کی سپیڈ بڑھادی- یہ اسکے اندر اُٹھتے اُبال کا نتیجہ تھا۔

-میں خود گیا تھا۔انس نے بتایا

تمہیں نہیں جانا چاہیے تھا میری اجازت بناء۔

سوری سر! وہ اسکا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی معذرت کرگیا- اسکی یہی عادت تو میجر عاص کو مجبور کردیتی تھی۔اسکا گرویدہ ہوجاتا تھا وہ۔"ہیڈکوارٹر سے کیا آرڈر آئے ہیں؟ اور دوسری کار کہاں ہے؟" اس نے اگلا سوال کیا۔

سر آپ نیلم کو لے کر نواب شاہ پہنچ جائیں۔فی الحال یہی آرڈر ہیں۔"انس نے آگاہ کیا۔" ابھی ہیڈکوارٹر رابطہ کرنا میجر عاص کیلیے خطرناک ثابت ہوسکتا تھا۔منہاج سے کوئی بھی اُمید -کی جاسکتی تھی

"اور کار ہالہ پر ملے گی آپ لوگوں کو۔"

"تمہیں کیا لگتا ہے منہاج کو نیلم کی وہاں موجودگی کا پتا چل گیا ہے؟"

سوری ٹائیگر اس بارے میں کچھ کہا نہیں جاسکتا۔

باقی سب کیسے ہیں؟؟ اسکے لہجے میں اپنے ساتھیوں کیلیے فکرمندی تھی۔

سر ایجنٹ 42 کو ایک گولی لگی ہے۔بٹ ہی از فائن ناؤ۔"انس نے کہا۔"

اوکے مجھ سے رابطے میں رہنا اور ہوشیاری سے آہل کی پُشت پناہی کرتے رہنا۔منہاج اُسے کوئی نقصان نہ پہنچائے اور پتا لگاؤ کہ اُسے نیلم کی موت کا کتنا یقین ہے اور ہاں شاکر کا سیل فون نمبر حاصل کر کے ہیڈکوارٹر رپورٹ سینڈ کرو۔شاید اُسکے موبائل ڈیٹا تک رسائی ممکن ہوجائے۔ حیرت کی بات ہے اسکے پاس سعودیہ کا پاسپورٹ کیسے آیا۔ بہت تیز اور شاطر دماغ ہے وہ۔تم ہوشیار رہنا۔وہ تیز تیز بول رہا تھا۔جب اچانک نیلم کے وجود میں جنبش پیدا ہوئی تو اس نے رابطہ منقطع کردیا۔

کراچی سے اب حیدرآباد آچکا تھا۔اسے ڈرائیو کرتے ڈھائی گھنٹے گزر چکے تھے۔ موٹر وے M9 کے اختتام پر تقریباً پچیس کلو میٹر بعد ٹیاری آتا ہے۔

ہہ---ہم اتنی دیر سوتے رہے۔ ہم کہاں جارہے ہیں؟ اس نے میجر عاص سے سوال کیا۔

نواب شاہ" اسکا فوکس ڈرائیونگ پر تھا"۔

مگر کیوں؟ وہ سیدھی ہو بیٹھی۔نظریں میجر عاص کے چہرے کا طواف کررہی تھیں۔

تمہاری وجہ سے۔"پھر ٹکا سا جواب آیا۔"

آپ کبھی سیدھے منہ بھی بات کرلیا کریں۔وہ چڑ گئی۔تمہیں کس نے کہا ہے کہ مجھ سے بات کرو؟ میجر عاص نے ایک نظر اس پر ڈالتے پھر سے سامنے دیکھنا شروع کردیا۔

بھوک لگ رہی ہے ہمیں۔"اس نے میجر عاص کی بات یکسر نظرانداز کردی۔"

کچھ دیر صبر کرلیں۔ابھی ہم ہالہ پر رُکیں گے۔وہاں سے کچھ کھا لیجیے گا۔اسکا انداز پھر سے پروفیشنل ہوگیا۔

اس انداز میں ہم سے بات مت کیا کریں۔وہ سینے پر ہاتھ باندھتی ونڈ اسکرین کی طرف دیکھنے لگی۔ میجر عاص نے فقط کندھے اُچکانے پر ہی اکتفا کیا تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے کار روک دی۔ابھی تک وہ نیشنل ہائی وے پر تھے۔موٹر وے پولیس نے گاڑی کے کاغذات وغیرہ چیک کیے تھے۔مگر نیشنل ہائی وے پر یہ مسئلہ نہیں تھا-

آگیا نواب شاہ؟ میجر عاص کو باہر نکلتے دیکھ کر اس نے پوچھا۔

نہیں، وہ کار سے اُتر کر اسکی جانب آیا اور دروازہ کھولا۔آؤ، کار کی بیک سیٹ پر سے اپنا بیگ اُٹھایا اور کار لاک کردی-

کتنا ٹائم اور لگے گا؟ اس نے انس سے رابطہ کیا۔

تیس، چالیس منٹ۔اوکے، رابطہ ختم کرتے اس نے نیلم کو دیکھا۔جسکے بکھرے بال ہوا کے دوش پر لہرا رہے تھے۔میجر عاص کے چہرے پر ناگواری پھیل گئی-

بیٹھ جاؤ وہ پھر سے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال چکا تھا۔ گاڑی نیشنل ہائی وے سے اُتر کر اب کچی آبادی میں گھس رہی تھی۔دھول مٹی کا ایک جم غفیر تھا یہاں۔کچے راستے پر انکی لینڈ کروزر ہچکولے کھا رہی تھی۔بالا آخر ایک آبادی بھرا علاقہ آگیا۔یہ ضلع مٹیاری کا ایک چھوٹا سا شہر ہے۔ اسکے شروع اور آخر میں کچی آبادی اور دیہات ہی دیہات واقع ہے۔وہ ابھی

درمیانی علاقے میں تھے۔جسے ہالا اولڈ بھی کہا جاتا ہے اور شہری علاقہ ہالا نیو کہلاتا ہے۔
-جسکی بنیاد 1800 میں مخدوم میر محمد نے ڈالی

ہالا سندھ کا تاریخی، ثقافتی اور ادب و تہذیب کا ایک شاندار اور ناقابل بیان حصہ ہے- لوگ سوات کاغان ناران کی تعریف کرتے ہیں۔مگر ادب و تہذیب کے ساتھ ساتھ روحانیت کو -پسند کرنے والے لوگ اس شہر نما گاؤں کے دیوانے ہیں

نیو ہالا میں کار روکتے، انہوں نے ایک مناسب سے ہوٹل کا انتخاب کیا اور وہاں آرڈر دیتے بیٹھ گئے- ہوٹل کیا یہ ہالا اولڈ کی جانب لگتا حصہ تھا۔جہاں ڈھابے نما ہوٹل اور ایسے ہی -اسٹالز نما بازار تھے- رات کے گیارہ بج رہے تھے

اُف یہاں کتنے مچھر ہیں۔اوپر سے یہ بلیک چادر۔" بار بار بازو پر لمبے ناخن گھسیٹتی، وہ " -اب کی بار چلائی تھی

ذرا سا مچھر نے کاٹا ہے۔سانپ نے نہیں جو اتنا چلارہی ہیں آپ۔"میجر عاص جو اس کچے " سے علاقے میں گردش کرتی ہوا میں اپنے دیس کی مٹی کی خوشبو محسوس کررہا تھا۔بدمزہ -ہوکر بولا

اور چادر کی خوب کہی۔وہ جالی کا دوپٹہ لے کر نکلتیں تو اب تک ایم آز پلازہ میں اے سی " کی ٹھنڈک میں سورہی ہوتیں۔"اسکے طنز پر نیلم نے تخت پر درمیان میں پڑا شیشے کا گلاس اُٹھایا۔میجر عاص کے گھورنے پر زور سے واپس رکھ دیا۔ورنہ زمین بوس ہوچکا ہوتا- اس فرمانبرداری پر گول تکیے سے کمر لگائے بیٹھے میجر عاص کے لب ذرا کے ذرا مسکرائے۔

آپ کو ڈر نہیں لگا اگر میں آپ کو کہیں اور لے جاتا تو؟" ویٹر کھانا رکھ گیا- لکڑی کے "
تخت پر مہرون چادر بچھی تھی۔دو گول تکیے اور ٹھنڈی ہوا رات کی چاندی کتنا پُر لطف سماں
تھا- میجر عاص کیلیے۔مگر نیلم ابرار کو یہ مٹی سے اٹا علاقہ، مچھروں کی بھنبھناہٹ، لکڑی کا
تخت سب ناگوار گزر رہا تھا۔

ہم آپ سے محبت کرتے ہیں اور محبت کی پہلی شرط تو بھروسہ ہے۔جو ہمیں آپ پر ہے "
اور ہمیشہ رہے گا۔"اس چاندنی رات میں سامنے بیٹھی چاند کی سہیلی پتھر کے راجکمار سے
اظہار کررہی تھی- ہر شےء بالائے طاق رکھے، پسِ پُشت ڈالے۔

ہماری ہماری نوجوان نسل کا سب سے گھمبیر مسئلہ پتا ہے کیا ہے؟ محبت۔۔۔دنیا میں جیسے "
اور کوئی کام رہا ہی نہیں ہے کرنے کو اور تم بھی اُنہیں نوجوانوں میں شمار ہوتی ہو۔"میجر
-عاص نے مٹی کی مٹکی میں خوشبو اُڑاتے اچار گوشت کو اپنی پلیٹ میں نکالا

ہمیں سخت مچھر کاٹ رہے ہیں۔نہیں کھانا کھانا ہمیں۔" اسکی آواز تیز ہوگئی تھی۔جلدی "
-سے تخت سے نیچے اُتری اور جوتا پہنے لگی

اُف آپ صبح سے بھوکی ہیں۔ابھی مزید سفر کرنا ہے۔کیا پتا اور کچھ ملے کھانے کو کہ "
نہیں۔"پہلا نوالہ ہاتھ میں ہی ٹھہر گیا۔وہ منہ میں نہ ڈال سکا- صبح سے تو وہ بھی بھوکا تھا۔
مگر اسے یہ جملہ کسی نے نہیں بولا تھا- وہ جیسی خود لاپرواہ تھی۔اسکی محبت بھی ویسی ہی
-لاپرواہ سی تھی

" یہ کالی چادر مچھروں کو کھانے پر بلا چکی ہے میں کیسے کھاؤں؟" وہ چادر کا ایک پلو کھینچ کر بولی-

اچھا چلو، تمھاری چادر بدلواتے ہیں۔نوالہ وہیں چھوڑ کر ہوٹل کے مالک کو کچھ دیر انتظار کا بول کر، وہ اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتا چھوٹی چھوٹی تنگ گلیوں میں، جہاں کھمبوں کے ساتھ لال ٹین اور پیلی روشنی کے بلب لگے تھے گزرنے لگا- وہ بھی ناسمجھی سے ساتھ آگئی-

" کتنا گندہ علاقہ ہے یہ پاکستان کا۔"اسکے پیر مٹی سے اٹ گئے تھے- شدید جھنجھلاہٹ میں وہ بڑبڑائی-

" میرے پاکستان کا تاریخی حصہ ہے یہ۔ہماری ثقافت کا حصہ یہاں بھٹ شاہ ہے۔عبداللطیف بھٹائی کا مزار ہے۔ایک عظیم شخصیت، جن کے کلام کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔یہ اثاثہ ہے پاکستان کا- بتاؤ ہے یہ امریکہ کے پاس؟ روس کے پاس؟ پیرس کے پاس؟ تم لوگ اپنے ملک کے بارے میں جانتے ہی کیا ہو؟ یا جان کر بھی انجان بنتے ہو۔کبھی اسکی خوبصورتی دریافت تو کرو-" وہ شدید نالاں تھا اسکے رویے پر۔جسے اتنی تاریخی جگہ کا نہیں پتا تھا- نیلم سر جھکائے اسکی لعن طعن سنتے آگے بڑھ رہی تھی۔جب وہ رُکا- اسکا سر میجر عاص کی پُشت سے ٹکرایا۔

" میرے بابا پتا ہے پاکستان کو کیسے ڈیفائن کرتے تھے۔ایک نظم اُنہیں میں نے لکھ کر دی تھی۔الفاظ اُن کے تھے بس جمع کیا تھا میں نے۔جب میں پندرہ سال کا تھا۔میٹرک کے

امتحان دیے تھے میں نے۔پھر بابا کی سالگرہ پر اُنہیں یہ نظم لکھ کر دی تھی۔" وہ اسکے ٹکرانے کا نوٹس لیے بغیر بولا۔

نیلے اُفق کی چادر سنہری دھرتی ڈھانپے

لش لش کرتے کھیتوں میں دھان اور گندم کے گوشے

پہاڑوں سے بہتا جھرنا بھیگی سرد ہوا ناپے

!!!یہ دیس ہے میرا پاکستان

وادیِ کالام ہے یہاں اور نیلم ہے

کاغان، ناران، سوات اور جہلم ہے

کوئل کی کوک، پپیہے کی بولی ہے

محبت کی ست رنگی ہولی ہے

ہمسائے، مسافر سب کے حقوق ہیں

مہمان نوازی کے الگ شوق ہیں

!!!یہ دیس ہے میرا پاکستان

جہاں نہ فرقے ہوں نہ ذاتیں ہوں

پیار محبت کی سب باتیں ہوں

امن کا گیت ہو، فاختائیں ہوں

مل جو بیٹھے تو حسیں یادیں ہوں

جن کے بعد نکلے سویرا وہی راتیں ہوں

خزاں میں بہار کی سوغاتیں ہوں

!!!یہ دیس ہے میرا پاکستان

دشمن کا جو کبھی وار ہوتا ہے

اگلے دن بھی بستہ تیار ہوتا ہے

بھڑکتا ہوا جہاں آگ کا شعلہ ہوتا ہے

دھرتی کے محافظ کا وہیں پہرہ ہوتا ہے

جنت کے اس ٹکڑے پر ہر لمحے دشمن کا گھیرا ہوتا ہے

جیسے میٹھے رس پر مکھیوں کا بسیرا ہوتا ہے

!!!یہ دیس ہے میرا پاکستان

(از خود)

آج نیلم ابرار نے پاکستان کو میجر عاص کی نظروں سے دیکھا تھا اور پہلی بار اسے لگا تھا کہ دھرتی کا یہ ٹکڑا دنیا میں سب سے زیادہ حسین ہے- اسکے نزدیک وہ بس صوفی شاعر تھے۔ جبکہ عاص عالم کے نزدیک وہ اسکے پاکستان کا اثاثہ تھے- وہ پھر سے چلنے لگا۔ایک اجرک کے اسٹال پر رُک کر اس نے چادریں دیکھنا شروع کیں اور نیلم ابرار نے اس دھوپ چھاؤں، پتھر موم سے شخص کو۔

یہ کیسی ہے؟" میجر عاص نے یاقوتی اور سٹیل گرے رنگ کی ایک خوبصورت اجرک اسکی " طرف بڑھاتے پوچھا- وہ اتنی موٹی نہ تھی۔اسے اوڑھا جاسکتا تھا-

نواب اور رکھ رکھاؤ والے لوگ، جب کسی کو تحفہ دیتے ہیں تو عزت دیتے ہیں اور اس " سے پیارا تحفہ کیا ہوگا بیٹی آپ کیلیے؟" دکاندار نے اسے چادر کی ملائمت جانچتے دیکھا تو بولا۔ جبکہ اسکے تحفے والی بات پر دونوں نفوس کی آنکھوں کا زبردست ٹکراؤ ہوا تھا- یہ شہر کھڈی اور اجرک کی وجہ سے بہت مشہور ہے۔یہاں کی اجرک باہر ممالک تک بھی جاتی ہے۔ مشکل ہی اس بات کو کوئی تسلیم کرتا ہوگا- یہی نہیں یہاں کے چینی کے برتن بھی بہت مشہور ہیں-

اچھی لگی ہے ہمیں۔"نیلم نے چادر تھامتے کہا- یہ ایک منفرد اور خاص تحفہ تھا۔پہلا تحفہ، " ہالا کی ہوائیں نیلم ابرار کو اب گنگناتی محسوس ہورہی تھیں- بابا بلھے شاہ کا کلام میجر عاص کے ثقافتی شہر ہالا کی خوشبوؤں سے لبریز، ہوا کی لے پر رقص کرنے لگا تھا- اجرک ہاتھ میں تھامتی وہ چاندنی رات کے حُسن میں اضافہ کرتی، پرستان کی شہزادی اس مغرور اور منفرد مرد کے ہمراہ چل رہی تھی۔جس نے اسے پہلا تحفہ ہالا کی اجرک دی تھی۔یہ اجرک

نیلم ابرار کے وجود کا حصہ بنی ہالا کی ہواؤں میں محوِ رقص بابا بلھے شاہ کا کلام اپنے اندر جذب کررہی تھی اور یہ ہوا اِک ان دیکھا حصار کھینچنے لگی-

جس دل وچ سجن وس جایئے

اس دل تے ظلم کمائی دا نئی

جدوں پیار کسی نال پایئے

اوھنوں کلیاں چڑھ کے جائے دا نئ

تینوں کی وساں تو جان دا نئ

ایہہ پیار دی گل فریدہ

جیہڑہ زخم دلبر یار ڈیوے

اس زخم تے مرہم لائی دا نئ

-کون ہے صاعقہ؟ دادو نے عینک درست کرتے پنج پارہ بند کیا

دادو خالہ بشیرہ آئی ہیں۔صاعقہ نے باہر کا دروازہ بند کرتے ایک عورت کو اندر آنے کی اجازت دی۔

تو اندر لے آنا بچے، دادو پھر سے بولیں۔

-جی دادو! آئیں خالہ، وہ انھں ساتھ لیے راہداری گزرتے ڈرائنگ روم میں آگئی

جا اپنی خالہ کیلیے ایک کپ چائے بنا لا۔دادو کے اگلے حکم پر وہ فرمانبرداری سے سر ہلاتی جانے لگی۔

صاعقہ چینی نہ ڈالنا بیماریوں کی جڑ ہے میٹھا۔وہ بلند آواز بولیں۔جب تک صاعقہ کچن میں جاچکی تھی

ارے تمہیں کیا بیماری لگ گئی؟ دادو نے عینک اُتار کر سرہانے کے پاس رکھی۔

شوگر ہائی رہنے لگی ہے۔انہوں نے آہ بھری۔

تو ٹینشن کم لیا کرو نا۔مجھے دیکھ لو ستر کو جانے لگی ہوں۔مگر مجال ہے جو بیماری میرے بستر کے نزدیک پنکھ بھی مار جائے۔بزرگوں والا انداز تھا ان کا۔

ہاں بھئی آپ کی تو گل ہی وکھری ہے۔جوان جہان لڑکی کو گئے ہفتہ ہوگیا ہے، پر تھانو " تے نا فکر نہ فاقہ۔"خالہ بشیرہ عادت سے مجبور اپنے چٹخارے موضوع کی جانب آچکی تھیں۔

غائب کا کیا مطلب خالہ؟ پڑھنے گئی ہے دوسرے شہر۔صاعقہ پھر سے ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی۔

ہیں۔۔منہ پر ہاتھ رکھے حیرت کا اظہار کیا۔شہر پڑھنے گئ ہے تو تھانے میں رپٹ " (رپورٹ) کیوں لکھوائی تھی؟" دادو نے صاعقہ کو دیکھا- جو خالہ بشیرہ کے ساتھ والے صوفے پر بیٹھ رہی تھی۔

وہ ضد بہت کررہی تھی خالہ۔مگر ابا نہیں مان رہے تھے۔تبھی بغیر بتائے چلی گئی۔تین دن " پہلے ہی فون کھڑکا دیا کہ لاہور میں ہی ایڈمیشن لے گی اور ہاسٹل میں رہے گی- اب شوق تھا اُسکا تو ابا نے بھی کہا۔مت آئے واپس پڑھ لے، کر لے شوق پورا۔"صاعقہ نے تفصیلاً بتایا۔

عجیب کہانی سنائی ہے تم نے۔خالہ بشیرہ جی بھر کر بدمزہ ہوئیں۔

-خالہ کہانی ہوتی تو سناتی، جو سچ ہے وہی بتایا ہے۔اس نے بھی لحاظ نہ کیا

صاعقہ جا چائے لے آ۔جی دادو دم پر رکھی تھی۔وہ اُٹھ گئی۔

کراچی چھوڑ کر لاہور پڑھنے جانے والی بات سمجھ نہیں آئی مجھے۔وہ دادو سے مخاطب ہوئیں۔

مجھے بھی، دادو بیزاری سے بولیں- خالہ بشیرہ مزید دس منٹ بیٹھیں۔چائے چڑھائی اور یہ جا وہ جا۔

دادو اب آپ سب سے یہی کہیں گی کہ نیلم لاہور گئی ہے۔ میں نے یہی کہا ہے سب " سے۔ کالج جاتی ہوں تو بھی سب ایک ہی سوال کرتے ہیں۔"وہ بہت ڈسٹرب نظر آرہی تھی۔

-ہوں، دادو نے دوپٹے کے پلو سے آنکھیں رگڑیں

****

ہالا پر گاڑی تبدیل کر کے کھانا کھانے کے بعد، وہ فریش بھی ہوچکے تھے۔ کار ایک بار پھر نیشنل ہائی وے پر اُڑان بھرنے لگی۔ دونوں نفوس خاموش تھے۔ نیلم کے وجود پر اب سیاہ چادر کے بجائے یاقوتی رنگ کی خوبصورت سی اجرک تھی۔جسے اس نے اچھے سے لپیٹ رکھا تھا۔ نیم دراز انداز میں بیٹھی، وہ کھڑکی سے باہر جھانک رہی تھی۔جہاں صاف لمبی روڈ پر اِکا دُکا اور گاڑیاں بھی رفتار پکڑے ہوئے تھیں۔ سعدیہ آباد، صابو راہو، سکرنڈ پھر نیشنل ہائی وے سے سپر ہائی وے پر لنک کیا اور گاڑی نواب شاہ کو جاتی روڈ پر ڈال دی۔ تمام راستے وہ خاموشی سے ڈرائیو کرتا رہا۔نیلم نہ سو رہی تھی نا جاگ رہی تھی۔ عجیب سی، اُداس سی بیٹھی تھی-

کبھی جذباتی ہوجاتی کبھی نرم پڑ جاتی۔ کبھی بدتمیزی کا مظاہرہ کرتی کبھی بے باکی کا۔ میجر عاص اسکے رنگ و روپ ابھی تک سمجھ نہیں پایا تھا-

اس نے فرنٹ ونڈ اسکرین سے پل بھر کو نظر ہٹاتے، اپنی ساتھ والی سیٹ پر آنکھیں -موندے سیٹ کی پُشت سے ٹیک لگائے، وجود کو دیکھا- جسکی پلکیں بار بار لرز رہی تھیں

-کیوں؟؟ وہ دماغ میں اُبھرتے سوال کو زبان پر لا نہ سکا

-مگر اس چہرے سے جڑی اسکی ہر بری، بھیانک یاد زندہ ہونے لگی تھی

اسے نیلم ابرار سے نفرت تھی۔کیوں؟؟؟

اگر منہاج اُس سے محبت کرتا ہے۔وہ منہاج کی خوشی ہے تو اِس میں اُسکا کیا قصور ہے؟

اگر لیزا حسن نے اسے استعمال کیا تھا۔اسکے باپ تک رسائی حاصل کرنے کو تو اِس میں نیلم کا کیا قصور تھا؟

اگر وہ ایک بار یہ سب سوچ لیتا تو شاید اسے یہ لڑکی اُتنی بری نہ لگتی، جتنی اب لگتی تھی- - یا پھر وہ لیزا حسن کی طرح بے باک نہ ہوتی

اگر تمہاری حفاظت کا آرڈر نہ ہوتا تو شاید اب تک میں تمہارا قتل کرچکا ہوتا- مجھے جب " جب تم میں لیزا حسن دِیکھتی ہے۔میرا تب تب دل چاہتا ہے تمہیں اذیت دینے کو- تمہارا -چہرہ اتنا کیوں ملتا ہے اُس سے؟" وہ اپنے آپ سے مخاطب تھا

بابا کو لگتا تھا کہ میں ایک اچھا آفیسر، ایک اچھا محافظ نہیں بن سکوں گا- کاش بابا آج " آپ مجھے دیکھ لیتے۔دیکھ لیتے کہ آپ کا بیٹا کتنی اذیت میں، کتنی تکلیف میں ہے۔آج اُسی چہرے کی حفاظت کررہا ہے۔جس نے کبھی ہمارے ہنستے بستے آشیانے میں آگ لگائی تھی-

کاش آج آپ اپنے بیٹے کو اِس ملک کی حفاظت کیلیے خود سے لڑتے دیکھتے۔بابا آپ کو اب تو یقین آگیا ہوگیا نا کہ میں بھی، آپ کی ہی طرح پاکستان کی حفاظت کیلیے کچھ بھی کرسکتا ہوں- اپنی جان بھی دے سکتا ہوں- مسلسل دائرہِ آتش میں رہ سکتا ہوں۔ہاں یہ چہرہ آتش ہے۔میرے لیے، دنیا کیلیے یہ حسین ترین نقوش ہیں اور میرے لیے اُتنے ہی بھیانک۔"
فرنٹ ونڈ اسکرین پر اب میجر عاص کو ماضی کی جھلک دِکھائی دینے لگی-

عاص گڈ مارننگ مائی سن۔کمرے کی کھڑکیوں پر پڑے دبیز گہرے رنگ کے پردوں کو ہٹاتے، مسز عالم نے اپنے سترہ اٹھارہ سالہ بیٹے کو مخاطب کیا۔جو بیڈ پر اوندھے منہ پڑا سورہا تھا۔اسکے ایک ہاتھ میں کشن دبا تھا اور دوسرا ایک اور کشن پر دھرا تھا-

مام پلیز نو مارننگ۔اس نے ہاتھ میں دبا کشن کھڑکی سے آتی جبھتی سورج کی روشنی کی جانب پھینکا اور سر کے نیچے لیا۔تکیہ اب اوپر منہ پر دبا لیا-

عاص بابا ویٹ کررہے ہیں ٹیبل پر، ساڑھے دس ہورہے ہیں- بابا غصہ ہوں گے اتنی دیر سونے پر۔وہ اسکی کتابیں سمیٹتے بول رہی تھیں۔جو نیچے کارپٹ پر کھلی بند پڑی تھیں- صفحے بکھرے تھے- ساونڈ سسٹم بھی بہت ہلکی آواز پر چل رہا تھا۔اتنی مدھم آواز کہ بس نیند ہی آجائے-

اتنی بے ترتیب کہیں سے کرنل کے بیٹے نہیں لگتے۔وہ مسکراتے ہوئے بڑبڑائیں- کمرہ کشادہ ہونے کے ساتھ ساتھ ویل ڈیکوریٹڈ بھی تھا- اسٹڈی روم میں تو اسے پڑھنے کی عادت ہی نہیں تھی۔کرپٹ پر پھیلاوا ڈال کر پڑھنا اسکا پسندیدہ ترین مشغلہ تھا-

عاص اٹس انف، انہوں نے آگے بڑھتے اسکے چہرے سے پلو کھینچا۔مام! وہ چلایا- پھر ان کے گھورنے پر منہ بناتے بولا۔

اسلام و علیکم! سلامتی بھیج کر وہ پاؤں نیچے لٹکاتا واش روم کی سمت بڑھ گیا-

بس اب ڈسٹنگ کردو۔وہ واپس آیا تو مسز عالم اسکا کمرہ چمکا چکی تھی- ملازمہ کو حکم دے کر وہ عاص کی طرف دیکھنے لگیں۔جو بال رگڑنے کے بعد ٹاول صوفے پر پھینک چکا تھا اور اب ڈریسنگ کے سامنے کھڑا بال بنا رہا تھا-

بابا تین دن بعد کراچی سے آئے ہیں اور تم انہیں کتنا انتظار کروا رہے ہو۔

اوپس سوری مام! وہ برش رکھنے کے بعد ان کے شانوں کے گرد بازو پھیلاتے نیچے آگیا۔ جہاں کرنل شہیر عالم ڈائننگ ٹیبل پر براجمان اخبار کا مطالعہ کرنے میں مگن تھے۔

اسلام و علیکم بابا! گڈ مارننگ کے الفاظ کرنل صاحب کو سخت ناپسند تھے۔وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا- بڑا سا ڈائننگ ہال وائٹ ٹائلز سے جگمگا رہا تھا- ملازمہ ٹیبل لگارہی تھی۔

واہ آج تو بارہ بجے سے پہلے ہی مارننگ ہوگئی عاص عالم کی۔انہوں نے اخبار تہہ لگا کر ٹیبل پر رکھا

بابا! وہ چلایا-- مسز عالم مسکرا دیں- شادی کے پانچ سال بعد بہت منت و مرادوں کے بعد انہیں اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹے سے نوازا تھا۔اسکے بعد بس وہی انکی زندگی کا محور بن گیا تھا۔

-بابا میں صبح اُٹھا تھا۔جاگنگ کی، فجر پڑھی، قرآن پاک کی تلاوت کی

اور پھر سوگیا۔مسز عالم نے اسکی بات کاٹی تو کرنل صاحب کی مسکراہٹ گہری ہوگئی۔

اٹس ناٹ فیئر مام، میں رات بھر اسٹڈی کرتا رہا ہوں۔اس نے جوس کا گلاس خالی کیا- وہ اپنی ڈائٹ کا خاص خیال رکھتا تھا۔

تمہارے ایگزامز تو ابھی ختم ہوئے ہیں۔کرنل صاحب نے نوالہ منہ میں ڈالتے کہا۔

میں آرمی جوائن کرنا چاہتا ہوں- بس اُسی کی ابھی سے تیاری اسٹارٹ کردی ہے۔ٹیسٹ " -وِل بی کنڈکٹِڈ آفٹر فار منتھس مے بی۔"وہ بریڈ پر شوگر فری جیم لگانے لگا

ہاہا ہاہاہا کرنل صاحب نے نوالہ چھوڑ دیا۔انکی ہنسی تھم کر نہ دے رہی تھی۔اتنی بارعب شخصیت کا قہقہہ ملازموں کو بھی چونکا گیا۔

آئی ایم ناٹ جوکنگ ڈیڈ۔اسکا موڈ خراب ہوا۔

برخوردار یہ آپ کے بس کا کام نہیں ہے- جسکے روم میں، کالج میں، ایون کار میں بھی اے سی فٹ ہے۔جو دو قدم بھی اپنی بی ایم ڈبلیو کے بغیر نہیں چلتا۔جو بارہ بارہ بجے تک سویا رہتا ہے- جس سے اپنا ایک کمرہ نہیں سنبھالا جاتا۔وہ ملک کی حفاظت کا ذمہ سنبھالے گا؟

بابا آپ میری انسلٹ کررہے ہیں۔اسکے وجیہہ چہرے پر ناراضگی چھاگئی۔

اینی ویز آپ آرمی جوائن نہیں کررہے۔جو کام آپ مکمل ذمہ داری سے نہیں کرسکتے۔اس میں ہاتھ نہیں ڈالنا چاہیے۔ اٹس ناٹ آ پارٹ آف ایڈونچر مائے سن، حکمیہ لہجہ۔

-بابا میں آرمی جوائن کرنا چاہتا ہوں۔وہ ضدی لہجے میں بولا

کیوں؟ انکے نقوش پل بھر میں بدلے۔چہرے پر کرختگی چھاگئی۔

تاکہ فیوچر میں سب میرے بیٹے کو بھی کرنل کا بیٹا کہیں۔وہ انکا موڈ خوشگوار کرنے کو بولا اور حقیقتاً وہ ہنس پڑے۔مسز عالم کی بھی ہنسی ڈائننگ ہال میں گونجی۔ بالآخر اس نے باپ کو منا لیا تھا۔آرمی میں شمولیت اختیار کرنے کو-

وائے ناٹ میں اپنے بیٹے کو مکمل گائڈ کروں گا۔دونوں اب ناشتے سے انصاف کرتے فوج کی باتیں کررہے تھے۔جب ملازم آیا۔

چھوٹے صاحب آپ کی دوست آئی ہے۔

میری دوست؟ کون؟؟ اس نے ناشتے سے ہاتھ روک لیا۔لیزا حسن، کرنل صاحب نے بیٹے کا چہرہ دیکھا۔جسکی رنگت پہلے زرد اور پھر نیلی پڑگئی۔اسکے جسم پر کپکپی طاری ہونے لگی تھی- اسے لگا تھا وہ اپنا مقصد حاصل کرنے کے بعد اس سے ملنے کبھی نہیں آئے گی۔مگر وہ آچکی تھی- وہ اپنے بابا کو کیا بتاتا کہ وہ اپنے ضمیر کا بوجھ ہلکا کرنے کو فوج میں جانا چاہتا ہے۔وہ ان کو کیا بتاتا کہ وہ کیا کر چکا ہے؟ وہ کتنی بڑی سازش کا شکار ہوچکا ہے؟؟ وہ انہیں کیا بتاتا کہ آج سے تین ماہ پہلے اسکے ساتھ کیا ہوا تھا؟

اگر اسکا باپ جان لیتا تو تب اسے پتا چلتا کہ سب سے بڑا مجرم تو اسکا خود کا بیٹا تھا اور اس میں کوئی شک نہ تھا کہ اس حقیقت کو جان لینے کہ بعد وہ اپنے بیٹے کو کبھی معاف نہ کرتا-

" بابا اپنی ایک غلطی کی سزا میں آج تک جی رہا ہوں- مگر میں کیا کرتا؟ میں کتنا بےوقوف تھا۔جب موت لکھی ہو تب ہی آتی ہے۔بھلا میں کسی کو چند سانسیں کیسے دان کرسکتا ہوں۔میں اپنے بابا کی چند سانسیں اور نہیں حاصل کرسکا۔منہاج نے چھین لیں وہ سانسیں۔ وہ آپکی سانسیں لے رہا ہے- اگر اُس رات وہ دھماکہ نہ ہوتا تو دس سال پہلے ہی یہ مشن اپنے اختتام کو پہنچ چکا ہوتا۔" وہ اپنی سوچوں سے نکلا تو جھٹکے سے کار روکی-

نواب شاہ آگیا؟ جس چہرے سے ابھی وہ نفرت کا اظہار کررہا تھا۔وہی حقیقتاً اسکے سامنے تھا۔

****

منہاج تم نے کیا سوچا ہے پھر شاکر کے بارے میں؟ ایم آز پلازہ میں رات کا ڈیڑھ بج رہا تھا۔منہاج عز ضحاک لان میں ٹھنڈی ہوا میں چکر لگا رہا تھا۔جب میورک کی کار اندر داخل ہوئی اور خود وہ منہاج کے سر پر پہنچ گیا۔

تمہارا اس سے کیا کام؟ اس نے سگریٹ سلگا رکھا تھا- دھواں ہوا کے سپرد کرتے، وہ اسکے سفید چہرے کی جانب دیکھتے بولا۔

میں تو بس ویسے- میورک کو لگا وہ اس پر شک کر رہا ہے۔

تم اپنے دماغ اور نظروں کا استعمال، وہاں تک ہی رکھو۔جہاں تک میں نے اجازت دی ہے۔ اس سے آگے بڑھنے کی ضرورت نہیں۔وہ سرد لہجے میں بولا- اندھیرے میں بھی اسکی غلافی آنکھیں دہک رہی تھیں۔

تم مجھ پر شک کررہے ہو؟ میورک نے اپنے سینے پر اُنگلی رکھتے پوچھا- وہ جو رات کے اس پہر بھی سفید بے شکن شرٹ اور بلیک جینز میں ملبوس تھا۔ماتھے پر انگنت سلوٹیں ڈالے اسکی جانب دیکھنے لگا- عنابی ہونٹوں کا گول سا دائرہ بنا کر دھواں چھوڑا اور میورک کو دیکھنے لگا- پینٹ کی ایک پاکٹ میں ہاتھ ڈالے جوتے کی نوک سے اس نے گھاس کو اُکھاڑ دیا- پھر دھیرے سے چلتے ہوئے میورک کی جانب آیا اور جلتا سِگریٹ اسکی گال پر رگڑا- میورک کی چیخ بہت بلند تھی۔وہ بدک کر اس سے پیچھے ہٹا۔جب کہ وہ مطمئن سا دونوں ہاتھ اب پینٹ کی جیبوں میں ٹھونسے اسکی حالت سے حظ اُٹھا رہا تھا۔ہوا اسکے براؤن سلکی بالوں کو تھرتھرا رہی تھی- شرٹ کے اگلے دو کھلے بٹن اسکے چوڑے سینے کو واضح کررہے تھے-

یہ کیا کیا تم نے؟ تم ہوش میں تو ہو؟؟ میورک چلایا۔اسکا چہرہ اس سسکی پر سُرخ ہوچکا تھا۔

ہاہاہا ہاہاہا ہاہاہا بس اتنی سی تکلیف نہیں برداشت ہوئی؟ وہ اسکی آنکھوں میں جھانکنے لگا۔تت--- تم پاگل ہوچکے ہو۔میورک نے دانت پیستے گال سہلایا- پھر اسکو دیکھا۔جو پھر سے سگریٹ سلگا رہا تھا- میورک نے یہاں سے چلے جانا مناسب سمجھا۔

تم کہاں لائی ہو مجھے؟؟؟ وہ اسکے ساتھ نا سمجھی سے چلتا پوچھ رہا تھا۔یہ بنگلہ بہت وسیع و عریض رقبے پر پھیلا تھا۔شاندار عمارت، منہاج نے پہلی مرتبہ اپنی اٹھارہ سالہ زندگی میں اتنا خوبصورت گھر دیکھا تھا۔کرڑوں کی مالیت کا-

یہاں کون ہے؟ وہ اپنے سے آگے چلتی اپنی ہی ہم عمر لڑکی سے مخاطب تھا-

یہاں پارٹی ہے یار جشن" وہ آنکھ دبا کر بولی"

مگر کس چیز کا؟ وہ حیران ہوا-

تمہیں اپنی بہن کا بدلہ لینا ہے نا پاکستان سے؟ تو سمجھو آج سے تم ایک نئے راستے پر " قدم رکھنے لگے ہو- دنیا دیکھو گے اب تم۔"اچانک وہ اسکے ہم قدم ہوتی اسکا ہاتھ تھام گئی- وہ جو تین ماہ سے کمرہ نشین، اپنے ماں باپ، بہن کی چیخوں سنتا پاگل ہوئے جارہا تھا۔اسکی مدد لینے کو تیار ہوگیا- اب وہی تھی اس کا سب کچھ۔

صرف بہن کا ہی نہیں مجھے اپنے پیرنٹس کا بھی ریونج (بدلہ) لینا ہے۔کپکپاہٹ سے اسکے دانت بجنے لگے۔اسے وہی آتش نظر آنے لگی۔جس میں اسکا باپ اور بہن جل جل کر دم توڑ چکے تھے۔وائے ناٹ، وہ اسکے شانے پر سر دھرے اندر آگئی۔جہاں ایک بڑا سا ہال تھا۔ اندھیرے کو کم کرتی ہلکی ہلکی رنگ برنگی لائٹنگس اور بے ہنگم میوزک، قہقہے، ڈانس فلور پر ناچتے نیم برہنہ وجود- نشے میں دھت ڈگمگاتے نفوس، ان سب کے چہرے اور انداز اس بات کا ثبوت تھے کہ وہ سعودی نہیں تھے یا پھر اس ملک میں رہنے کے باوجود دوسری سرگرمیوں میں ملوث تھے-

یہ تم مجھے کہاں لائی ہو؟ اسکے قدم دہلیز نے جکڑ لیے- بےاختیار اس نے اللہ سے توبہ کی اتنی غلیظ جگہ پر نظر ڈالنے کی وجہ سے۔

تمہیں کسی سے ملوانے لائی ہوں۔"وہ اسے گھسیٹنے کے انداز میں لیے اندر چلی گئی۔"

ہئے گائز، ایک بڑے سے گروپ کی شکل میں موجود ٹولے کے پاس پہنچ کر اس نے نزاکت سے کہا اور پھر اسکا سب سے ملنے کا انداز خاص کر گروپ میں شامل چار لڑکوں کی بے باکی، منہاج کا چہرہ سُرخ کرگئی- بےحیائی کا یہ منظر اسے پانی پانی کرگیا۔

میٹ ہِم ایم آز، وہ اسے ایم آز ہی کہتی تھی- سب کی نظریں اسکا جائزہ لینے لگیں- بلیک شرٹ کے ساتھ براؤن جینز پہنے بالوں کو ماتھے پر سیٹ کیے۔وہ سادہ حلیے میں بھی غضب ڈھا رہا تھا۔اسکی مردانہ وجاہت کو اس گروپ کے لڑکے لڑکیوں سب نے للچائی نظروں سے دیکھا- اسکی غلافی آنکھوں میں ناگواری اُبھری-

مست ہے۔"ایک لڑکے نے ہونٹ گول کرتے چلا کر ہاتھ گھٹنے پر مار کر کہا تو وہاں سب " کا چھت پھاڑ قہقہہ گونجا۔

آؤ ایم آز، وہ ششدر کھڑے منہاج کے بازو میں اپنا بازو ڈالتے بولی۔

مجھے جانا ہے۔وہ اسکا بازو جھٹکنے لگا۔

جانا ہے؟ تمہارا دماغ خراب ہے۔میں تمہیں اتنے بڑے بندے سے منتیں کر کے ٹائم لے کر لائی ہوں۔صرف تمہارے لیے اور تمہیں جانا ہے۔وہ چلائی تو منہاج نرم پڑ گیا-

جاؤ اور دوبارہ مت آنا۔وہ ایسے ہی اسے ایموشنل بلیک میل کرتی تھی اور وہ ہوجاتا تھا۔ چپ چاپ جا کر ایک صوفے پر ٹِک گیا۔وہ سب بھی بیٹھ گئے۔ مگر اسے اب تک عجیب نظروں سے گھوررہے تھے۔

لو، وہ دو مشروب کے گلاس ٹرے میں رکھے اسے پیش کرتے بولی۔

جوس ہے، اسے گومگو کی کیفیت میں دیکھ کر وہ بولی تو منہاج نے ایک گلاس اُٹھالیا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ آج سے وہ کس راستے پر نکل پڑے گا۔ انتقام کی آگ میں جل جل کر وہ درندہ بن جائے گا۔اس نے سوچا بھی نہیں ہوگا۔ جوس کا گلاس ختم ہوچکا تھا۔ان سب میں سے بڑا لڑکا دونوں ٹانگیں میز پر رکھے اسے ہی گھور رہا تھا۔اسکے جوتوں کے تلوے منہاج کے منہ کی طرف تھے۔ اسے ان سب کے چہرے گُڈ مُڈ ہوتے نظر آنے لگے۔ اسکے بعد اسے ہوش نہ رہا کہ اس کے ساتھ کیا ہوا؟ درحقیقت اسکے بعد اسے کبھی ہوش آیا ہی نہیں۔ منہاج عز ضحاک تو اُسی دن مرگیا تھا۔اگر کوئی زندہ تھا تو ایم آز۔۔

لم أبک اطلالک لکنما"

"بکیت عیشي فیک أذ ولي

ماضی کی اس جھلکی پر منہاج عز ضحاک کے لب دھیرے سے ہِلے تھے۔

کون کسی بوسیدہ کھنڈر پر روتا ہے)

روتا ہے اپنے بیتے جیون پر

(اپنی کھوئی یادوں پر

****

کر سکتے ہیں نا؟ وہ کچے راستے پر چل رہے تھے- اونچی نیچی stay ہم شہر میں بھی تو
-پگڈنڈیوں پر چلتے نیلم کوفت سے بولی

آؤ، چلتے پانی کا نالہ تھا۔وہ جس پر سے میجر عاص نے چھلانگ لگاتے، اسے بھی آنے کا کہا۔

ہم نے تو مثال دی تھی بندر کی۔آپ نے تو چھلانگیں ہی لگوانا شروع کروادی ہیں۔وہ کنارے پر کھڑی بولی۔

ایک جمپ کرنا ہے۔درخت پر نہیں چڑھنا، وہ بگڑا۔

-ہم نہیں مار سکتے چھلانگ۔وہ نفی میں سر ہلانے لگی

آئیں، میجر عاص نے بادل نخواستہ ہاتھ بڑھایا- اندھیرے میں میجر عاص کے ہاتھ میں تھامی ٹارچ کی روشنی نیلم کے چہرے پر پڑ رہی تھی۔خود وہ تاریکی کا حصہ بنا ہوا تھا۔وہ اسکے
-تاثرات نہ دیکھ سکی- پھر اسکا بڑھا ہاتھ تھامے بغیر ہی چھلانگ لگادی

آآآآ اسے لگا تھا اسکی دوسری ٹانگ گئی نالے کے اندر۔مگر بروقت میجر عاص نے اسے بازو
-سے کھینچتے بچایا- اسکا سر میجر عاص کے مضبوط کشادہ سینے سے ٹکرا کر واپس گیا تھا

چند پل تو وہ کچھ بول نہ سکی۔جب کہ وہ آگے بڑھ گیا- وہ ہل بھی نہ پارہی تھی- رات کا سناٹا سائیں سائیں کررہا تھا- کتوں، گیدڑوں کے بھونکنے کی آوازیں اب دہشت قائم کرنے لگی تھیں۔جب نیلم گھبرا کر تیز تیز قدم اُٹھاتی اسکے پیچھے چلنے لگی- کھیتوں کو پانی لگایا گیا تھا شاید یا ہل چلایا تھا۔خیر نیلم نے پہلی بار ایسی جگہ دیکھی تھی۔کاش! یہ سب وہ صبح کے اُجالے میں دیکھتی۔وہ میجر عاص سے چند قدم پیچھے تھی-

آگے آجائیں، راستہ خطرناک ہے۔سناٹے میں اسکی بھاری آواز اُبھری تو وہ اسکے ہم قدم ہوگئی- آدھا گھنٹہ ہوگیا تھا انہیں چلتے ہوئے۔

اور کتنا چلنا ہے ہمارے پیر دُکھ رہے ہیں۔وہ رونے والی ہوگئی۔درخت کے پاس پڑے پتھر پر ٹِک گئی۔میجر عاص نے احتیاطً ریوالور لوڈ کرلیا-

ایک تو آپ کے نخرے، اس نے دانت کچکچائے۔

آپ کو یہ نخرے لگ رہے ہیں؟ ہر انسان زیادہ چلنے سے تھک جاتا ہے۔البتہ آپ انسانوں میں نہیں آتے۔وہ الگ بات ہے۔اس نے بھی حساب برابر کیا۔ category کی

آدھا گھنٹہ، صرف تیس منٹ چل کر تھک جانے والوں کو نخریلا ہی کہا جاتا ہے میڈم۔وہ آس پاس ٹارچ گھماتا الرٹ تھا۔

ہم سے اور نہیں چلا جارہا۔وہ پیر جوتی سے آزاد کرچکی تھی۔

یہ سرائے نہیں ہے اور اُٹھیں۔یہاں ٹھہرنا خطرے سے خالی نہیں۔اس نے ریوالور سے اشارہ کرتے نیلم کو اُٹھنے کا کہا۔

ٹائیگر ہم--- جوتا پہنو۔اسکی بات ابھی بیچ میں ہی تھی کہ میجر عاص نے اسے بازو سے پکڑ کر پتھر پر سے کھڑا کیا۔اسے پتا تھا کہ اگر وہ سختی نہیں کرے گا تو وہ اسی طرح نخرے کرتی رہے گی-

اچھا ایک بار پیر دھو لیں؟ تھوڑا فاصلے پر لگا ٹیوب ویل دیکھ کر اس نے پوچھا۔

نہیں پیر درد کریں گے۔چلنے سے خون گرم ہوگیا ہے۔ٹھنڈا پانی فوراً نہیں ڈالتے۔شاباش " اُٹھو تھوڑا سا راستہ ہے۔"اس نے نیلم کو ساتھ گھسیٹا تو وہ مجبوراً چل پڑی- آگے کماد تھا۔ گیدڑوں کی تعداد وہیں زیادہ ہوتی ہے۔میجر عاص نے اسکے ہاتھ سے ٹارچ لے لی-

شش!!! اسے کچھ بولنے کو پر تولتے دیکھ کر میجر عاص نے کہا- اس خطرناک راستے سے باحفاظت گزر کر وہ سامنے گیلی زمین پر آگئے۔جسکے آگے مٹی کے کچے مکان تھے۔یہ خالص دیہاتی علاقہ تھا- میجر عاص نے لمبی قطار میں بنے ایک گھر کا دروازہ کھٹکٹایا۔جس کے دروازے کو لوہے کی زنجیر میں تالا ڈال کر مقفل کیا گیا تھا-

آآآ سناٹے میں نیلم ابرار کی چیخ گونجی- ساتھ ہی اسکا بازو بھی دبوچ لیا۔

کیا ہوا؟ میجر عاص ریوالور اوپر کرتے آس پاس دیکھا۔

چچ---چھپکلی، نیلم نے دیوار کی جانب اشارہ کیا اور خود اسکے پیچھے چھپ گئی- میجر عاص کا دل چاہا اسے کھڑے کھڑے شوٹ کردے۔

حد ہے بزدلی کی۔اس نے اپنا بازو چھڑوالیا اور ایک بار پھر دستک دی۔

اسلام و علیکم! عاص نے اندر داخل ہوتے سلام کیا۔نیلم بھی اسکے پیچھے ہی اندر آچکی تھی۔ وہ ایک کمرے میں داخل ہوگئے۔لال اینٹوں کا بنا کمرہ جس میں چارپائیاں پڑی تھیں۔ ایک تیس بتیس سال کا شخص اندر آیا اور پانی پیش کیا۔

سر فریش ہوجائیں آپ۔اس نے میجر عاص کو پانی کا گلاس تھمایا۔جو سگنلز لانے کی کوشش کررہا تھا۔

ہوں، اس نے کوٹ اُتارتے سٹیل کا گلاس تھام لیا۔

آپ ریسٹ کرلیں۔میجر عاص نے نیلم سے کہا اور اپنا بیگ لے کر باہر نکل گیا۔ اسکا ساتھی بھی جاچکا تھا۔

سر ہیڈکوارٹر سے آرڈر آیا ہے کہ آپ لڑکی کو لے کر اسلام آباد ہیڈکوارٹر پر حاضری " دیں۔"میجر عاص کے شرٹ اُتارتے ہاتھ تھم گئے۔

کب؟ سر آپ کو جلد از جلد اسلام آباد پہنچنا ہے۔

لگتا ہے مجھے خود ہی رابطہ کرنا پڑے گا۔ہیڈکوارٹر۔میجر عاص نے اپنا بیگ خالی کرنا شروع کیا۔

****

سر آپ سمجھ نہیں رہے۔وہ لڑکی بہت ینگ اور امچیور ہے۔یہی نہیں وہ بہت بے وقوف " بھی ہے۔"پانچ بجے وہ جاگنگ کرنے نکلا تھا۔اب اتنی دور آچکا تھا کہ باآسانی کسی سے بھی رابطہ کیا جاسکتا تھا۔ تبھی وہ ہیڈکوارٹر رابطہ کرنے کی غلطی کر بیٹھا تھا۔

میجر عاص وہ لڑکی کتنی ینگ اور کتنی بے وقوف ہے۔اسکا فیصلہ ہم اُس سے مل کر ہی " کریں گے۔ ایجنٹ 42 شہید ہوچکا ہے۔اُسے بلوچستان میں پھیلی دہشت گردی کا کوئی سراغ مل گیا تھا یا تو را کے ایجنٹس وہاں ڈیرہ ڈالے ہوئے ہیں یا سی آئی اے کے اور دونوں کا "کنکشن منہاج سے ہی ہے۔ سات ماہ ہوگئے ہیں تمہیں۔مگر نفع کوئی نہیں ہوا۔

سر زیاں بھی تو نہیں ہوا۔وہ فوراً بولا۔

---کیوں نہیں ہوا؟ درگاہ پر دھماکہ

-سر انٹری ٹیسٹ کا دھماکہ

فضول بحث مت کرو عاص۔انہوں نے سختی سے ٹوک دیا تو میجر عاص نے غصے سے مکا پاس لگے درخت پر مارا۔

منہاج کو ہینڈل کرنے کا طریقہ آگیا ہے۔جو لیزا حسن نے منہاج کی مدد کیلیے کیا۔وہی " نیلم ہماری مدد کو کرے گی۔ وہ اپنے ملک کیلیے اتنا تو کر ہی سکتی ہے۔"وہ اصل بات کی جانب آیا۔

-سر آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ اسکی رگیں تن گئیں

نیلم کو مشن کیلیے سائن کرنا چاہتا ہوں۔اب بس وہی ہے جو کم وقت میں منہاج کا "
بھروسہ جیت کر ایم آز پلازہ میں رہ سکتی ہے۔ورنہ ہم اس مشن پر سالوں لگا دیں گے۔
"منہاج کے پاس ہر ساتھی کی کمزوری ہے۔کوئی بھی اُس کے خلاف منہ نہیں کھولتا۔

سر جب ہم ماضی میں انڈر ورلڈ کی بڑی بڑی شخصیات تک پہنچ گئے۔وہ آج انڈر گراؤنڈ "
ہیں تو منہاج کیا چیز ہے؟" اس نے تنفر سے کہا۔

یاد رہے منہاج اُن کی ہی پیداوار ہے۔اُسے اُنہیں لوگوں نے ٹرین کیا ہے۔اب اسکے اثر "
رسوخ بڑھتے جارہے ہیں اور اُن شخصیات تک رسائی میں ہمارے تین کارکن بھی شہید
"ہوئے تھے۔

پھر بھی سر گستاخی معاف آپ ایک ایسی لڑکی سے اُمیدیں باندھ رہے ہیں۔جو قومی ترانے "
کے ادب میں ٹانگوں کو زحمت دینا پسند نہیں کرتی، جسے ایک موقع ملے تو وہ اس دھرتی پر
دو حرف بھیج کر کسی اور ملک چلی جائے- سر جو لڑکی آدھا گھنٹہ چلنے پر تھک جاتی ہے، جو
کاکروچ چھپکلی کو دیکھ کر چیخیں مارنے لگتی ہے۔جو ہر چھوٹی چھوٹی بات پر آنسو بہانے بیٹھ
جاتی ہے۔جو غصے میں ہر بات کہہ جاتی ہے۔آپ اُسے اتنے حساس مسئلے میں انولو کرنا چاہ
رہے ہیں؟ وہ پاکستان کیلیے اپنا ایک ناخن نہیں مروڑ سکتی۔وہ کیا ہماری مدد کرے گی؟" اسکے
لہجے میں حقارت ہی حقارت تھی۔

وہ ضرور کرے گی۔ایک لڑکی ہے اور لڑکیوں کا دل بہت حساس ہوتا ہے۔وہ اتنے "
بے گناہوں کو مرتا کیسے دیکھ سکتی ہے؟" انہیں یقین تھا۔

مجھے اُس کی مدد نہیں چاہیے۔میں اِس مشن کیلیے کچھ اور لائحہ عمل سوچنا شروع کروں "
"گا۔

ہم نے خود عورتوں کو بزدل اور کم ہمت سمجھ رکھا ہے۔ گرلز بھی آرمی جوائن کرتی ہیں۔"
اس میں مضائقہ ہی کیا ہے؟ میں اُسے پراپر اسائن کروں گا تھرو آئی ایس ایس بی۔ تم اُسے ٹرین کروگے اور وہ تمہارا مشن مکمل کرے گی۔ڈیٹس اٹ۔رابطہ منقطع ہوچکا تھا۔ میجر
-عاص نے سیل فون سے سم نکال لی

ہونہہ نیلم ابرار کرے گی مدد؟" وہ غصے سے پھنکارا اور تیز تیز دوڑ لگانے لگا۔یہاں تک "
-کہ اسکا پورا جسم پسینے سے شرابور ہوگیا۔ حدِ نگاہ تک پھیلے کھیتوں میں وہ بھاگتا جارہا تھا

تو کیا ماضی کی کہانی پھر سے لکھی جانے والی تھی؟ منفرد کرداروں کے ساتھ؟؟

****

اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔تاریکی ہیں وہ رورہی تھی۔ٹپ ٹپ آنسو بہہ رہے تھے۔اسکے گلابی عارض بھیگ رہے تھے، نم تھے۔ وہ کسی اونچی مسند پر بیٹھی تھی پر کہاں؟ اسے کچھ نظر نہ آیا۔

"ولو خیرونی لکررت حبک للمرۃ الثانیہ"

(اگر مجھے ایک بار پھر موقع ملے تو میں تب بھی ایک بار پھر تمہیں ہی محبت کیلیے چنوں گا)

خمار آلود لہجے میں کوئی کہہ رہا تھا۔اسے اپنے ہاتھ پر مضبوط سفید جلد اور بھورے بالوں والا ہاتھ محسوس ہوا۔گھٹنوں کے پاس بیٹھے شخص نے سر اُٹھایا۔اس سے پہلے کہ وہ اسکا چہرہ دیکھتی، سب غائب ہوگیا اندھیرا تھا۔

"میں اندھی ہوں مجھے نظر نہیں آتا۔"

یہ اسکی اپنی آواز تھی۔

"ولو خیرونی لکررت حبک للمرۃ الثانیہ

یہ عربی زبان میں کیا اقرار تھا۔

الفاظ گونجنے لگے۔اندھیر نگری دونوں نفوس سے خالی ہوگئی۔

آآآ وہ چیخ مارتی اُٹھی تھی۔پچھلے دو سالوں سے آنے والے خواب اسے اب خوفزدہ کرنے لگے تھے۔حالانکہ وہ ڈراؤنے خواب نہ تھے۔

کیا ہوا؟ وہ ابھی ابھی جاگنگ سے آیا تھا۔چھ بجے کا وقت تھا۔

چھپکلی دیکھ لی؟ اس نے اپنی جانب سے اندازہ لگایا۔

نن---نہیں، پانی۔وہ اپنے چہرے سے پسینہ صاف کرنے لگی۔پوری رات کروٹیں لیتی گزری تھی۔دو گھنٹے پہلے ہی تو آنکھ لگی تھی۔ میجر عاص نے پانی کا گلاس اسے تھمایا۔

آپی! ہمیں آپی کے پاس جانا ہے۔وہ بچوں کی طرح رونے لگی- میجر عاص نے پانی کا گلاس اس سے پکڑ لیا۔

اب آپ کی آپی کو میں یہاں کیسے لاؤں؟ وہ تنک کر بولا۔

مت لائیں ہم خود چلے جائیں گے اُن کے پاس۔"وہ اپنے اوپر لی چادر ہٹا کر دروازے کی " جانب بھاگی- بکھرے بال، روئی روئی آنکھیں، وہ اپنے حواسوں میں نہیں لگ رہی تھی۔میجر عاص اسکے پیچھے لپکا۔وہ صحن تک پہنچ چکی تھی۔

نیلم! میجر عاص نے اسکا بازو دبوچتے روکا۔

چھوڑیں ہمیں، ہمیں جانا ہے- آپ کو سنائی نہیں دے رہا؟ چھوڑیں ہمیں کہیں نہیں جانا۔یہ آواز ہمارا پیچھا کررہی ہے۔یہ قریب آتی جارہی ہے۔ہمیں اندھا کردے گی- چھوڑیں، وہ ہذیانی انداز میں چلانے لگی۔میجر عاص کے بازوؤں کو اپنے لمبے ناخنوں سے نوچ ڈالا۔اسکا حصار توڑنے کی کوشش میں وہ بےدم سی ہوتی جارہی تھی- اسکے کانوں میں اب تک وہی جملہ گونج رہا تھا۔

"ولو خیرونی لکررت حبک للمرۃ الثانیہ"

بند کرو اس آواز کو چُپ ہوجاؤ- جانے دو ہمیں۔وہ جتنا تڑپ رہی تھی- اسکی گرفت اُتنی مضبوط ہوتی جارہی تھی- نیلم کا دم گھٹنے لگا- میجر عاص کیلیے اسکی یہ حالت، یہ انداز بالکل نیا -تھا

-نیلم کون سی آواز؟؟ وہ چلایا۔اسے دونوں بازوؤں سے تھام کر اپنے مقابل کیا

سنا نہیں آپ نے وہ وہ آرہا ہے۔آپ کو نہیں سنائی دے رہا۔سُنیں اس آواز کو سُنیں۔"وہ "
-چیخے جارہی تھی۔اسکی گرفت سے نکلنے کو پھڑک رہی تھی

آپ کو کیوں نہیں سُنائی دے رہی یہ آواز؟" وہ چلائی تو میجر عاص کا ہاتھ گھوم کر اسکے "
چہرے پر پڑا۔

پاگل ہوگئی ہو؟" نیلم کچے مٹی کے فرش پر گری تھی۔اسکی شال میجر عاص کے پیروں "
-میں پڑی تھی۔بال اسکے پورے وجود کا احاطہ کیے ہوئے تھے

کون سی آواز؟" میجر عاص اسکے پاس پنجوں کے بل بیٹھتے، اسے بازو سے پکڑ کر اپنے "
مقابل کرتے پوچھنے لگا- میجر عاص کی بڑی چار اُنگلیاں اسکے دائیں گال پر ثبت تھیں۔لال لال نشان پڑے ہوئے تھے- مگر اسکے آنسو تھم گئے تھے۔

اسکا تھپڑ اتنا بھاری تھا کہ نیلم کو اپنے منہ میں خون کا نمکین ذائقہ محسوس ہوا- جلن سے گال میں چیونٹیاں دوڑتی محسوس ہوئیں۔اس نے بے یقینی سے ٹائیگر کو دیکھا۔

آئیایم آسکنگ سم تھنگ (میں کچھ پوچھ رہا ہوں)۔وہ اسکے عجیب سے انداز سے دیکھنے پر اپنی
-بھاری مردانہ آواز میں بولا

ہمیں واپس جانا ہے اپنی آپی کے پاس۔وہ اٹل لہجے میں بولی۔

میجر عاص نے گہری سانس لیتے خود کو ریلکس کیا۔دیکھیں نیلم، ہمیں کچھ نہیں دیکھنا۔اسکے مصلحتی انداز پر وہ چیخ کر گویا ہوئی۔

ہمیں یہاں سے جانا ہے بس۔وہ ضدی پن سے بول نہیں بلکہ چیخ رہی تھی- میجر عاص نے محسوس کیا تھا۔وہ جتنے غصے سے اسے ہینڈل کرتا تھا۔وہ اُتنا بگڑ جاتی تھی اور جب نرمی سے مخاطب ہوتا تو وہ سب مان جاتی تھی- ابھی بھی اسکے تھپڑ کے جواب میں اس نے چلانا اور ضد کرنا بند نہیں کیا تھا۔

اچھا چلتے ہیں۔پہلے آپ فریش ہو کر چینج کرلیں۔اس نے نیچے پڑی اجرک نیلم کو اوڑھائی- اس نے سختی سے میجر عاص کے ہاتھ جھٹکے۔وہ ہونٹ بھینچ کر اُٹھ گیا۔

نیلم! اسے ویسے ہی بیٹھا دیکھ کر اس نے پھر پکارا- نیلم نے سخت غصیلی نظروں سے اسے دیکھا اور پیر پٹختی اندر چلی گئی- کچھ دیر بعد وہ نیلم کے کمرے میں آیا تو اسکے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا بیگ تھا-

اس میں لیڈیز ڈریسز ہیں۔آپ اپنے ناپ کے کپڑے نکال کر پہن لیں۔ٹائیگر نے بیگ اسکے سامنے والی چارپائی پر رکھ دیا- نیلم نے کوئی جواب نہ دیا- گھٹنوں میں سر دیے بیٹھی رہی- ٹائیگر کمرے سے نکل گیا-

****

دوپہر کا وقت تھا۔سورج کا راج، دھوپ آج جم کر نکلی تھی- ایم آز پلازہ کو اس دھوپ سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔لاتعداد اا سی ہر کمرے کی زینت تھے- حرام کی کمائی سے وہ اس گرمی سے تو بچ گئے تھے- مگر دوزخ کی گرمی سے تپش سے انہیں کون بچا سکے گا؟ جس نے انسانیت کا قتل کیا- ظلم کیے- لاکھوں کی تعداد میں گھر برباد کیے- جس نے آہیں سسکیاں کچھ نہ سنیں۔جس نے رحم نہیں کیا تو کیا وہ رحم کرے گا؟ جس کے بندوں کے ساتھ وہ شرمناک کھیل کھیلتا رہا ہے۔جنہیں زندہ جلاتا رہا ہے- موت تو اللہ تعالٰی کے ہاتھ میں ہے اور وہ خود خدا بنا لوگوں کی زندگیوں اور موت کے فیصلے کرتا پھرتا ہے-

حدیثِ مبارکہ ہے:

"اللہ تعالٰی اُس پر رحم نہیں کرتا، جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔"

بےشکن ٹی شرٹ اور بلیک ٹراؤزر میں وہ آج پورا دن ورزشی آلات کے ساتھ نبردآزمائی کرتا رہا تھا- مضبوط بازو اور کسرتی بدن اسکی محنت کا منہ بولتا ثبوت تھے- چھوٹا سا وائٹ ٹاول ہاتھ میں تھامے۔اس سے پسینہ پونچھتا اپنے کمرے میں آیا۔جہاں اسکے خاص ملازم نے اسکا کام مکمل کردیا تھا۔اب اپنا لیپ ٹاپ آن کرکے ایم آز کے سامنے رکھ رہا تھا۔جو قیمتی نرم صوفے پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گیا- اندر آتے ملازم نے اسے جوس پیش کیا- جو اس نے لیپ ٹاپ پر نظریں جماتے ٹرے سے اُٹھایا اور اسے باہر جانے کا اشارہ کیا-

اب کمرے میں صرف دو نفوس تھے۔ایک ایم آز اور دوسرا اسکا خاص بندہ جو کب سے ان کے ساتھ تھا۔مگر ایم آز نے اسے موقع نہ دیا تھا- لیپ ٹاپ پر ویڈیو پلے ہونے لگی- کرتا شلوار میں ملبوس شخص، ایک باوردی گارڈ سے مخاطب تھا۔دونوں سنسان سڑک پر کھڑے تھے۔

"میں نے ایگل اور اُس لڑکی کی جعلی تصویر بنوائی تھی۔تم سے بس اور کس چیز کے پیسے چاہیے ہیں تمہیں؟"

"تمہیں یاد نہیں میں نے ایم آز سے جھوٹ کہا کہ ایگل اور وہ لڑکی مجھے نظر آئے تھے اور اس پر ایم آز کا جو قہر برسا۔اُس نے مجھے نوکری سے بے دخل کردیا اور تم چند روپے دے کر چلتے بنے۔میں اب کون سی نوکری کروں۔میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں- بہنیں کنواری بیٹھی ہیں۔خرچے بڑھتے جارہے ہیں اور تمہاری وجہ سے اتنی اچھی نوکری بھی چلی گئی- مجھے نوکری لگواکر دو یا پیسہ دو۔کچھ بھی کرو نہیں تو میں ابھی جا کر تمہاری پول کھول دوں گا۔"گارڈ بولنے پر آیا تو دھمکی بھی دے ڈالی۔جس پر سامنے کھڑے نوجوان کے ہونٹ ہلکے سے مسکرائے- ڈل مہرون کرتا شلوار میں اسکی سفید رنگت نمایاں تھی-

تم مجھے دھمکی دے رہے ہو؟ اس نے بازوؤں کے کف چڑھانے شروع کیے۔

مجھے پیسہ چاہیے بس۔گارڈ ناگواری سے بولا۔

اوہ کتنا حرام کھاؤ گے؟

جتنا کھانے کو ملے گا۔گارڈ بھی ڈھٹائی سے بولا۔یہ لو ایک گولی کھا کر دیکھو۔گارڈ کو پتا بھی نہ چلا کب اس نے پسٹل لوڈ کیا اور نکالا- گارڈ کے گھبرائے چہرے کو دیکھتے اسکی سنجیدگی میں مزید اضافہ ہوگیا-

ٹھاہ! گولی سیدھی اسکے ماتھے میں لگی- سرخ رنگ مادہ اسکے چہرے پر تیرنے لگا۔آنکھوں سے ہوتا گالوں پر، ہونٹوں پر، پورا چہرہ اور قمیض خون سے بھرنے لگی اور وہ چند سیکنڈز بعد زمین بوس ہوگیا-

ویڈیو ختم ہوچکی تھی- منہاج کی نظریں اب بھی اسکرین کا طواف کررہی تھیں۔

مجھے اس بندے کی لوکیشن فائنڈ کرکے بتاؤ۔اسکرین پر ہی نظریں جمائے اس نے کہا۔

سر میں نے اپنے بندے اسکے پیچھے لگا دیے ہیں۔جیسے ہی کوئی اطلاع ملے گی۔فوراً حاضر ہوں گا۔منہاج نے اسے ہاتھ کے اشارے سے جانے کا کہا تو وہ لیپ ٹاپ اُٹھا کر چلتا بنا۔

بھلا کون ہے؟ جو ایگل اور اس لڑکی کو میری نظروں میں مشکوک کرنا چاہتا تھا؟؟ اسکے دماغ میں سوال اُبھرا۔

شاکر، دماغ نے فوراً کرسر گھماتے جواب تلاش کرتے ہی سینڈ کردیا-

ہیلو! ایس پی بلال مجھے اس بندے کی شناخت کروانی ہے۔جسکی پکچر تمہیں پانچ منٹ بعد میل کردی جائے گی۔

جو حکم سر! ایس پی بلال نے خوشامدی لہجے میں کہا۔

مجھے اُسکے پاسپورٹ، این آئی سی، رزیڈنشل ایڈریس، ایجوکیشن سب کی ڈیٹیلز چاہیے ہیں۔

اس نے حکم جاری کیا۔

سر اگر وہ شخص بیرونِ ملک مقیم ہوا تو اُس کا

NICOP (national identity card for overseas pakistani)

-ملے گا

National Database and Regastration Authority (NADRA)

--سے ڈیٹیلز ملتے کچھ وقت لگتا ہے میں دو دن تک

تمہارے ایس پی ہونے کا کیا فائدہ؟ اپنا عہدہ استعمال کرو۔اس سے پہلے کہ میں اپنا ریوالور استعمال کرنا شروع کروں۔وہ دھاڑا۔

سوری سر، وہ کھسیا کر بولا۔

****

سر میورک نے اسلحہ نے افغانستان بھیجا ہے۔اسامہ نے چائے کی پتیلی چولہے سے اُتارتے کہا- یہاں پر سلنڈر کی مدد سے وہ چولہے کا استعمال کرسکتے تھے- اسامہ کو ہیڈکوارٹر سے ان کی مدد کیلیے ارجنٹ بھیجا گیا تھا- وہی اس مشن کی فائلنگ کررہا تھا۔اسے تقریباً سب پتا تھا۔

ہمم تو ایف ٹی مشن پر تم کام کررہے ہو؟؟ میجر عاص نے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ رکھے تھے۔چار پلر پر کھڑے کچن کے ایک پلر سے ٹیک لگائے وہ نیچے مٹی کے فرش پر پرسکون بیٹھا تھا۔

بس رپورٹنگ کررہا ہوں۔اس نے چائے پیالیوں میں نکال لی تھی۔

میورک نے اسلحہ افغانستان کیوں پہنچایا؟ اس کی نظریں تیزی سے کام میں مصروف ایجنٹ اُسامہ پر تھیں۔

جہاں تک ڈیٹیلز جمع ہوئی ہیں۔مجھے اس میں افغان طالبان کا کوئی چکر لگتا ہے- سی آئی اے ہی تلاش کرے گا۔اسامہ نے ناشتے کی ٹرے JIM اب کیا کرنا چاہتی ہے۔اس کا سراغ تو تیار کر کے اسکی جانب دیکھا۔جسکی پُر سوچ نظریں سامنے والے پلر پر جمی تھیں۔

اینی پرابلم سر؟ عاص نے گرم سانسیں ٹھنڈی ہوا کے سپرد کیں- یہاں کا موسم کافی اچھا تھا- دوپہر کے وقت بھی سکون تھا۔

میں سوچ رہا تھا کہ کام کہاں سے شروع کیا تھا اور شاخیں کہاں کہاں سے نکل رہی ہیں ابھی تو JIM, JIX, JCIB اب- تقریباً ہر ڈیپارٹمنٹ اس مشن میں شامل ہوگیا ہے۔ منہاج کے آس پاس پہنچے تھے کہ اُسکی اتنی شاخیں دیکھ لیں۔جب اندر جھانکیں گے تو جانے کیا کیا راز افشاں ہوں گے- ابھی تو انڈر ورلڈ تک پہنچنا ہے اور ان سیاست دانوں تک بھی۔جو اپنے ہی ملک کو نگل رہے ہیں۔حرام خور ہیں سب کے سب۔اللہ کے عذاب

سے انہیں ڈر نہیں لگتا۔کیسے حکمران ہیں یہ؟؟؟ کیا انہیں اپنے ملک سے رتی بھر بھی ہمدردی نہیں؟؟ وہ پھر سے اپنے وطن کی بگڑتی حالت پر افسردہ ہوچکا تھا-

" ڈونٹ وری سر، جس ملک کو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ کبھی اُسے بکھرنے یا ڈوبنے نہیں دے گا۔ بھروسہ رکھیں۔اُس پاک ذات پر جس نے پاکستان کا حصول ہمارے لیے ممکن کردیا تھا۔وہ اسکی حفاظت میں بھی ہماری مدد کرے گا۔"ایجنٹ اُسامہ کے الفاظ میں اتنی تاثیر تھی کہ میجر عاص کی مایوسی پل بھر میں چھٹ گئی- بلاشبہ اُسامہ لفظوں کا کھلاڑی تھا-

"انشاءاللہ" میجر عاص کے لب ہلے۔

سر کام کمپلیٹ ہوگیا سارا؟ میجر عاص پچھلے پانچ گھنٹوں سے کمرے میں بند تھا۔اس نے اُسی متعلق پوچھا۔

ہوں، وہ کھڑا ہوگیا۔کوئی اُمید افزاء خبر؟ ایجنٹ اُسامہ نے اسکے نقوش کھوجے۔

" میری سعودیہ اور امریکا دونوں کی ٹیمز اپنے کام میں دن رات ایک کیے ہوئے ہیں۔مگر مسئلہ یہ ہے کہ ایک پزل حل ہوتا ہے تو دوسرا سوال آکھڑا ہوتا ہے۔ایک نقاب اُترتا ہے تو دوسرا چڑھ جاتا ہے- خیر تم نہیں سمجھوگے لمبی کہانی ہے۔فی الحال شکریہ۔"میجر عاص نے ٹرے اُٹھالی- جو بھی ہو وہ اسے اپنے مشن کے بارے میں کھل کر نہیں بتا سکتا تھا۔احتیاط لازم تھی- اس نے لکڑی کے مقفل دروازے کو پیر کی ٹھوکر سے کھولا اور اندر داخل ہوگیا-

وہ سرخ کرتی کے ساتھ سفید ٹراؤزر اور دوپٹہ لیے ہوئے تھی- کرتی اچھی خاصی کُھلی تھی- نیلم نے اسکے بازو فولڈ کررکھے تھے۔اسکی اوپل سٹون جیسی رنگت پر سرخ رنگ غضب ڈھارہا تھا-

جلدی سے اسے ختم کرلیں، پھر ہم چلیں گے۔اس نے ٹرے نیلم کے پاس چارپائی پر رکھی۔

ہمیں کچھ نہیں کھانا چلیں۔وہ اُٹھ گئی- وہ ہر بات پر ضد کیوں کرتی تھی-

پہلے کھا لیں پھر چلیں گے۔وہ قطعی لہجے میں بولا۔نیلم نے دانت پیسے۔

تھپڑ سے پیٹ بھر گیا ہے ہمارا۔"اسکے طنز پر میجر عاص کی نظر اسکے گال پر پڑی۔جہاں " ابھی تک اُنگلیوں کے نشان چسپاں تھے۔

سوری فار دیٹ۔وہ بے نیازی سے بولا- صرف لفظ تھے۔شرمندگی کا کوئی احساس نہیں تھا۔

جلدی سے اسے ختم کریں میں پانچ منٹ میں آرہا ہوں۔اسے مزید بولنے کا موقع دیے بغیر وہ باہر نکل گیا-

****

تمہاری موت کی خبر کان کے پردے پھاڑتی محسوس ہوئی تھی- میری زندگی میں چراغ " بھی عجب قسم کے ہیں۔جلتے ہیں تو روشنی مہیا کرنے کے ساتھ ساتھ مجھے بھی جلاتے ہیں۔

تمہیں دیکھ کر لگا تھا جیسے اندھیری غار میں کوئی دیپ جلا ہے- مگر یہ روشنی اتنے کم لمحوں تک رہی اور میرے بچے ہوئے وجود کو بھی جلا گئی- مجھے خوشی ایک لمحے کی اور دُکھ -صدیوں کے کیوں ملتے ہیں؟؟؟" وہ لارج پکچر کو دیکھتے پوچھ رہا تھا

کیا میں کبھی تمہیں مسکراتا دیکھ سکوں گا؟ وہ صوفے سے اُٹھ کر دھیرے دھیرے چلتا آگے بڑھنے لگا- بیڈ کے پاس جا کر ٹھہر گیا-

میں نہیں مانتا میرا دل تمہاری موت کو تسلیم نہیں کرتا- مجھے کیوں لگتا ہے کہ ان ہواؤں " میں اب بھی تمہاری سانسوں کی خوشبو موجود ہے- میرا دل اس خوشبو کو محسوس کرتا ہے-"اس وحشی انسان کا مردہ دل ایک بار پھر جاگ اُٹھا تھا-صرف اپنے لیے اپنے درد کیلیے- انسانیت کہیں دور کھڑی چیخ رہی تھی کہ تمہارا دل ان لوگوں کے درد کو محسوس کیوں نہیں کرتا؟ جن کے گھروں کو اُجاڑا دیا تم نے- جن کے چراغ گلؔ کر کے تاریکیاں پیدا کردیں- کیوں تمہیں ان ہواؤں میں اُن کے درد کی آنسوؤں کی نمی محسوس نہیں ہوتی؟

کیوں تمہیں اپنے کیے ظلم یاد نہیں ؟کیا تمہیں نظر نہیں آتا تم نے انسانیت کو زخم زخم کردیا ہے؟

کیا تم بہرے ہو، اندھے ہو تمہیں اُن مظلوموں کی آہیں، سسکیاں نہیں سنائی دیتیں جو اپنے پیاروں کی دردناک موت پر آج بھی دہل اُٹھتے ہیں؟

کیوں تم دل کا نام لیتے ہو؟ تمہارے پاس گوشت کا یہ ٹکڑا ہے ہی نہیں-مت لیا کرو اِسکا نام، انسانیت کو درد ہوتا ہے- دل بھی اپنی بے حرمتی پر خون کے آنسو بہاتا ہے-

کاش تم جان سکتے کہ دل کہتا ہے۔مجھے اس شخص کے سینے سے نکال دو۔ تم کیا جانو تمہارا دل کتنی بار ایک ہی آرزو کرتا ہے کہ میں پھٹ جاؤں میں فنا ہوجاؤں!!!

دل دے درد ہر کوئی سناوے

دل نوں درد ہوے تے کینوں سناوے

(ازخود)

****

گھپ اندھیرے میں اسکی چلتی نبض میں کسی نے بڑی بےرحمی سے سوئی چبھوئی تھی۔ اسکے منہ سے آآآ کی آواز ضرور نکلتی۔مگر منہ پر بندھے کپڑے کے باعث وہ اُف بھی نہ کرسکا۔ اسکو اپنے جسم میں آگ گردش کرتی محسوس ہوئی۔ ٹانگیں بےجان ہونے لگیں۔اسے لگا اب وہ مر جائے گا۔ایک پل بھی مزید زندہ نہ رہے گا۔ مگر زندگی اس پر بڑی مہربان تھی۔اسے عاص عالم سے ابھی بہت کچھ وصول کرنا تھا، بہت کچھ۔۔

اسکے وجود کو موٹی رسیوں میں اس مضبوطی سے جکڑا گیا تھا کہ وہ ہِل بھی نہ پارہا تھا۔اپنی سترہ اٹھارہ سالہ زندگی میں وہ پہلی بار ایسی صورتحال سے نبرد آزما ہورہا تھا- اسکے بابا نے اسے بہت سیکیورٹی میں رکھا تھا۔وہ فوج کے اعلیٰ عہدے پر فائز تھے۔یہی نہیں ان کا تعلق حساس اداروں سے بھی تھا- یہ سب انہوں نے کس محنت اور تگ ودو سے حاصل کیا تھا۔ یہ وہی جانتے تھے- کرنل کا بیٹا، ہونے کا اعزاز اسکے لیے جتنا فخریہ تھا۔اُتنا ہی خطرناک بھی۔کتنی بار ہی کرنل صاحب کے اکلوتے بیٹے کے خلاف سازشی جال بچھایا گیا تھا۔ہر مشن، ہر کیس میں کرنل صاحب کو یہ مصیبت جھیلنی پڑتی تھی۔مگر فوج کی اعلیٰ سیکیورٹی کے باعث وہ سترہ سال تک دشمنوں سے بچا رہا تھا۔البتہ فور کلاس میں اسکول سے واپسی پر اسکی کار پر جان لیوا حملہ ہوا تھا۔ڈرائیور موقع پر ہی جاں بحق ہوگیا تھا۔جب کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ایک بھی خراش نہ آنے دی۔ہاں خوف کے باعث وہ بےہوش ضرور ہوگیا تھا- ابھی بھی وہی واقعہ اسے یاد آیا تھا- اسکے منہ پر بندھا کپڑا اُتار دیا گیا۔

عاص عالم تمہیں پچھلے ایک ہفتے کی مہلت دی تھی۔سوفٹ ویئر ابھی تک نہیں دیا تم " نے۔"کسی کی سرد آواز اسکے کانوں میں پڑی، مردانہ آواز۔تو کیا لیزا حسن نے اسے ٹریپ کیا تھا؟

مم--- مجھے نہیں پتا، آ آ آپ کون سے سوفٹ ویئر کی بات کررہے ہیں؟ وہ بمشکل بول پارہا تھا۔اسکے اندر آگ جیسی جلن کا احساس انگڑائیاں لے رہا تھا۔

نہیں پتا؟ ایک اور نیڈل اسکے ورزشی بازو میں جارحانہ انداز میں گھسائی تھی۔اسکی چیخیں بلند ہوگئیں۔کبھی سرد ہوا نے نہیں چھوا تھا اسے۔"سچ کہہ رہا ہوں۔بابا کا ایک ہی لیپ ٹاپ

ہے۔جو وہ ہمیشہ سنبھال کر رکھتے ہیں۔مجھے اجازت نہیں ہے اُسے چھونے کی بلکہ کوئی بھی بابا کی اسٹڈی میں نہیں جاسکتا۔"وہ روبورٹ کی طرح بولا۔

ہاہا ہاہاہا منہاج عز ضحاک کا زبردست قہقہہ اسکے کانوں نے سنا تھا۔

" یہ تو اور بھی زبردست ہے۔اب تمہارا کام ہے کہ تم اُس لیپ ٹاپ کو اپنی بیسٹ فرینڈ کو دوگے- دوگے نا؟" اس نے ایک ٹانگ کرسی پر رکھ کر اسکے بال اپنی مٹھی میں قید کرلیے۔

نہیں دوں گا۔"درد کی شدت برداشت کرتے عاص چلایا۔"

" واہ واہ کیا محبت ہے؟؟؟ باپ کے نقش قدم پر چل رہے ہو-" اس نے عاص عالم کے خوبصورت چہرے کو نفرت سے دیکھا- سُرخ و سفید رنگت، دلکش نقوش اسکا لائف اسٹائل اسکے اندر آگ بھڑکا گیا-

جب اسکی بہن پاکستان کے دہشتگردوں کے ہاتھوں ماری گئی تھی۔بےرحم طریقے سے جلائی گئی تھی۔تب عاص عالم کا باپ اپنے عہدے کا فرض کیوں نہیں نبھا سکا؟ اسکا دل چاہا عاص عالم پر پٹرول چھڑک کر آگ لگا دے۔

اس نے کرسی پر بندھے کم عمر لڑکے پر مکوں اور گھونسوں کی برسات کردی۔

میرے بابا تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔"وہ اسکی ضربوں پر چیخا۔"

" میں تجھے چھوڑوں گا تو تیرا باپ مجھے چھوڑے گا نا۔"وہ اب اسکے منہ میں زبردستی ہیروئن کا پیکٹ کھول کر ڈال رہا تھا-

اسے یہ تشدد برداشت کرتے تیسرا دن تھا۔

****

کاش تم مجھے نا چھوڑتے۔بس میرے بابا کو چھوڑ دیتے منہاج۔"عاص عالم کے دل پر ماضی " کی یاد نے گھونسا مارا تھا- جلدی سے شرٹ کے بٹن بند کرتے، اس نے ماضی کی یادوں کا صندوق بھی بند کر ڈالا۔

سر ہیلی کاپٹر لینڈ کرنے والا ہے۔آپ لوگ جلدی نکلیں۔سٹیشن چیف کی طرف سے " میٹنگ ٹائمنگ الاٹ کردی گئی ہیں۔"اُسامہ کمرے میں داخل ہوتا بولا- میجر عاص نے ٹریولنگ بیگ سنبھالا۔پتا نہیں اب اسکا اگلا ٹھکانہ کیا تھا۔

نیلم آپ تیار ہیں تو نکلیں؟ اس نے کمرے میں جلے پیر کی بلی کی طرح چکر لگاتی نیلم سے پوچھا۔اسے دیکھ کر وہ رُک گئی۔

جانا ہم نے ہے۔آپ کیوں اپنا بیگ تیار کیے بیٹھے ہیں؟ اس نے بیگ دیکھ کر دریافت کیا۔

اپنی انویسٹیگیشن بعد میں کر لیجیے گا؟ اس نے ٹوک دیا- نیلم نے چارپائی سے اجرک اُٹھا کر شانوں پر ڈال لی اور اسکے ہم قدم ہوگئی- بیس منٹ کی مسافت طے کرلینے کے بعد وہ لوگ ایک کھلے سے میدان کے کنارے پہنچ گئے- ہیلی کاپٹر سیف لینڈنگ کے مراحل سے گزر رہا تھا- نیلم کو گھبراہٹ ہونے لگی- مٹی کے مرغولے اُڑ رہے تھے۔اس نے اجرک منہ پر لے لی- شور بھی بڑھ رہا تھا- میجر عاص پیچھے مڑا۔اسکے ہاتھ میں emergency

تھی۔جس سے وہ دوسری جانب کسی سے communication system device

-رابطہ کرتا، چیختے ہوئے بول رہا تھا

"یس سر میجر عاص عالم اسپیکنگ"

"اٹ واز ڈن سر"

"یاہ مائی ورکنگ آن تھرڈ ڈی اِز ڈن سر- ایجنٹ شعیب از کمنگ بیک"

نیلم ابرار سر" دوسری جانب سے جانے کیا کہا گیا تھا جب اس نے تیز آواز میں نیلم کا "

-نام لیا

"سوری سر"

وی آر کمنگ" رابطہ منقطع کرتے وہ نروس کھڑی نیلم کے پاس آیا۔"

ہم کہاں جارہے ہیں؟ وہ دانت پیستے پوچھ رہی تھی۔یہ وقت سوال جواب کا نہیں ہے- چلو، وہ آگے بڑھنے لگا۔ہم آپ کے ساتھ کہیں نہیں جائیں گے، وہ چلائی۔نیلم میرے ساتھ اور ممبرز بھی ہیں- پلیز تھوڑا سا کوآپریٹ کریں۔میری ڈیوٹی ہے یہ۔میں آپ کے ساتھ سختی نہیں کرنا چاہتا نا ہی مجھے اسکی اجازت ہے۔وہ دھیمے لہجے میں بولا۔

تھپڑ مارنے کی اجازت ہے؟ اس نے ابرو اُٹھاتے تیکھے لہجے میں کہا اور میجر عاص کا دل چاہا اپنا سر پھوڑ لے۔آپ مجھے مجبور کررہی ہیں۔

مجبور تو آپ نے ہمیں کرر کھا ہے۔وہ تھوڑا آگے بڑھا اور پھر اُسی ڈیوائس کا استعمال کرتے کسی سے رابطہ کیا۔

سر شی ڈزنٹ وانٹ ٹو کم(وہ آنا نہیں چاہتی)۔"

-اوکے، اس نے ڈیوائس نیلم کو تھمائی

نیلم میجر عاص آپ کو باحفاظت ہم تک پہنچائیں گے- آپ اُن پر بھروسہ رکھیں- مجھے " آپ سے چند ضروری باتیں کرنی ہیں۔اُمید ہے آپ میری درخواست رد نہیں کریں گی۔" دھیما مگر رعب دار انداز تھا۔نیلم کو پل بھر میں قائل کرگیا۔اس نے ڈیوائس واپس میجر عاص کو تھما دیا۔جسنے اس دوران سیاہ گاگلز لگا لیے تھے۔تیز ہوا سے اسکے سلکی بال اُڑ اُڑ کر پیشانی چوم رہے تھے۔دونوں جیبوں میں ہاتھ ٹھونسے، وہ اِسے ہی دیکھ رہا تھا شاید- پھر ڈیوائس تھام کر آگے بڑھ گیا۔اب نیلم ابرار اسکے پیچھے چل رہی تھی۔اسکے قدموں کے -نشان اپنے پیروں کے نشانات سے ماند کرتی

تیرے قدموں کے نشاں پر چل تو پڑا ہوں

میری چھاپ تیرے نشاں کہیں ماند نہ کردے

(ازخود)

****

کمرے کی گلاس وال میں

finger touch interactive white board

کے سامنے کھڑے پینٹ شرٹ میں ملبوس گریس فل پرسنیلٹی کا شخص سنجیدہ اور پُر سوچ انداز لیے اسکرین کی جانب دیکھ رہا تھا۔جہاں ایک یونیورسٹی کے کوریڈور میں ٹِک ٹِک کی آواز پیدا کرتا ایک شخص پروفیسر دکھ رہا تھا۔وائٹ گلاسز اور آسمانی رنگ کی شرٹ بے فکر چہرہ-

وائٹ بورڈ کے قریب ہاتھ لے جا کر ایک شخص نے اسے زوم کیا تو وہ پروفیسر کلوز نظر آنے لگا-

اس شخص نے سنجیدہ کھڑے "کرنل شیر عالم" کی جانب دیکھا۔

"سر آئی تھنک، وہ پروفیسر یہی ہے۔"

زوئی شیر خان" دِکھاؤ مجھے کرنل صاحب نے ایک اور حکم دیا۔"""

ساتھ موجود شخص نے سینسر پین وائٹ بورڈ پر لگایا۔اب منظر بدل چکا تھا۔

زوئی کلاس روم میں بیٹھی سیل فون پر ٹائپنگ کررہی تھی۔ اس لڑکی کی کار میں جی پی ایس ٹریکر تھا۔مجھے دو گھنٹے بعد اسکی ایک ہفتے کی تمام لوکیشنز چاہیے ہیں۔کرنل شہیر خان حکم دیتے نکل گئے۔

تو جس چیز کا ڈر تھا وہی ہوا۔ میرے بیٹے کا استعمال کر کے تم نے اچھا نہیں کیا۔ شیر کی کچھار میں ہاتھ ڈالا ہے۔میں اپنے بیٹے کے ساتھ کی گئی زیادتی برداشت نہیں کروں گا۔ بلیک سٹار، کرنل شہیر عالم انڈر ورلڈ کی ایک جانی مانی شخصیت کا مشہور نام لے رہا تھا۔

****

یہ اسلام آباد میں موجود آئی ایس آئی کا ہیڈکوارٹر تھا۔ چیف سٹیشن سے ملاقات کے بعد وہ نروس سی نیلم کو لے کر ایک کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ اِس نے مضبوطی سے میجر عاص کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔ بالکل اسکول گرل لگ رہی تھی وہ۔چہرے پر بلا کی معصومیت، جیسے بھری دنیا میں کوئی شہزادی بھٹک گئی ہو۔ ہیڈکوارٹر کو دیکھ کر اسے اندازہ تو ہوگیا تھا کہ یہ کوئی معمولی جگہ نہیں تھی۔

میٹنگ روم کے دروازے پر دستک دے کر اس نے اجازت چاہی۔ نیلم آس پاس نظریں گھما کر دیکھ رہی تھی۔

کم اِن، وہ اندر داخل ہوئے۔

میجر عاص کے اندر داخل ہوتے ہی پانچ چھ آفیسر کھڑے ہوگئے۔میجر عاص نے انہیں سلیوٹ کیا-

"ہیو آ سیٹ ٹائیگر" اسے سب اسی نام سے بلاتے تھے۔یہ نام کرنل شہیر عالم کی یاد تازہ رکھے ہوئے تھا- جنہوں نے اس ملک کیلیے جان کا نذرانہ پیش کیا تھا۔مگر غداری نہیں کی، بیٹے کی بھی پرواہ نہیں کی تھی- ان سب کی نظریں نیلم ابرار کے چہرے پر جمی تھیں-

"آئی ایم شاکڈ۔"ایک آفیسر بولا۔

"سر کیا آپ کو نہیں لگتا "زوئی شیر خان" سامنے کھڑی ہے؟" ایک اور آفیسر نے کہا- سب سے سینیئر آفیسر سربراہ کی کرسی پر بیٹھا۔ان سب کی باتیں سنتا اے سی کی ٹھنڈک میں بھی پسینے میں شرابور وجود کو دیکھ رہا تھا۔جسکی ٹانگیں کپکپا رہی تھیں۔

"نیلم بیٹھ جائیں۔"ٹائیگر نے گول میز کی ایک کرسی کھینچ کر اسے بیٹھنے کا کہا- مگر وہ جوں کی توں ہی کھڑی رہی-

"سر کیا یہ صرف اتفاق ہے یا کوئی سازش کوئی جال؟" ایک اور آفیسر بولا-

"سر شی از ویری ینگ۔لوکنگ لائک آ اسکول گرل۔"وہ پسینے میں نہاتی جا رہی تھی- ٹائیگر اسکے پاس گیا۔

"بی بریو نیلم کنفیوز کیوں ہورہی ہیں؟" وہ سرگوشی نما آواز میں بولا-

"پلیز چلیں یہاں سے۔"وہ اسکا بازو تھامتے بولی- تمام آفیسرز کی نظریں نیلم کی اس بے تکلفی پر جم گئیں۔میجر عاص نے نیلم کا ہاتھ ہٹاتے اسے گھورا-

"مس نیلم پلیز" سربراہ نے سیٹ کی جانب اشارہ کیا تو وہ خاموشی سے آبیٹھی- ٹائیگر اسکے سامنے والی کرسی پر بیٹھنے لگا تو وہ بےاختیار بولی۔

"آپ یہاں بیٹھ جائیں۔"اس نے اپنے ساتھ والی کرسی کی جانب اشارہ کیا تو سب آفیسرز کے چہروں پر نا چاہتے ہوئے بھی مسکراہٹ دوڑ گئی- جبکہ نیلم رو دینے والی صورت بنا کر دانت پیستے میجر عاص کو دیکھ رہی تھی- وہ اسے گھور کر رہ گیا-

"میجر عاص" سربراہ نے پکارا تو وہ سر ہلاتے نکل گیا۔

آآپ کہاں جارہے ہیں؟ جب تک وہ اسکے پاس پہنچتی۔وہ باہر جاچکا تھا۔کمرہ لاک ہوگیا تو نیلم کا چہرہ نیلا پڑ گیا-

وہ میجر عاص کے بتائے گئے سے زیادہ ڈرپوک تھی۔"مس نیلم ریلکس ہوجائیں آپ سے چند سوال کرنے ہیں بس۔"ان کے کہنے پر وہ کھڑی ہی رہی- آ---آپ--- جلدی سے پوچھ لیں۔اسکا بس چلتا تو فوراً بھاگ جاتی۔

ہر سوال کا تیزی سے جواب دینا ہے۔ورنہ آپ پر کیس کیا جاسکتا ہے۔دس سال سزا اور دس لاکھ جرمانہ۔ان کی سخت آواز پر وہ اور گھبرا گئی۔

کہاں رہتی ہیں آپ؟

کراچی میں۔

کتنی ایجوکیشن ہے؟ ایک اور آفیسر بولا۔

انٹر میڈیٹ، جلدی سے جواب آیا۔

فیملی ممبرز کتنے ہیں؟ دوسرا آفیسر بولا۔

چار۔

کون کون؟ ایک اور جانب سے سوال آیا۔

صاعقہ آپی، دادو، بابا اور میں۔

ٹائیگر کو کب سے جانتی ہیں؟

جب وہ ہمارے یہاں پےانگ گیسٹ کے طور پر رہنے آئے تھے تب سے۔

ایک سے دوسرا، دوسرے سے تیسرا بہت سارے ایسے ہی سوالات کیے گئے۔جب انکی تسلی ہوگئی تو انٹر کام اُٹھالیا۔ میجر عاص اندر داخل ہوا۔ نیلم نے اسکی جانب نہیں دیکھا۔

تھینکس، یو مے گو ناؤ آفیسرز۔"سب ایک ایک اُٹھ کر نیلم ابرار کو جانچتی نظروں سے " -دیکھتے باہر نکل گئے۔ نیلم اور عاص دونوں آخری کرسیوں پر براجمان ہوگئے

مس نیلم آپ منہاج عز ضحاک کو جانتی ہیں؟ اس نے سر ہلایا۔کیا جانتی ہیں؟

وہ ایک برا انسان ہے بم بلاسٹ کرواتا ہے۔"اب اسکے اعتماد بحال ہونے لگا۔"

کیا آپ پاکستان کیلیے کچھ کرسکتی ہیں؟ انہوں نے اسکے چہرے کی جانب دیکھتے پوچھا۔

نہیں، صاف جواب آیا تھا۔ایسے کورے جواب پر میجر عاص نے پہلو بدلا۔جب کہ آفیسر نے مٹھیاں بھینچ لیں۔

کیوں؟؟ ہم کوئی دہشت گرد نہیں ہیں نا ہی آج تک کوئی جرم کیا ہے۔جو آپ لوگ مسلسل ہمیں ٹارچر کررہے ہیں۔ہماری مرضی ہم کچھ کریں نا کریں۔ آپ لوگ ہمیں ہمارے گھر جانے کی اجازت دے دیں بس۔اسکا ضبط یہیں تک تھا-

جرم تو کررہی ہیں آپ۔آفیسر نے ٹھنڈے لہجے میں کہا۔آپ جھوٹ بول رہے ہیں پروو کریں۔وہ بھی دوبدو بولی۔ آفیسر حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ کہاں وہ ابھی اتنی خوفزدہ تھی اور اب یہ دیدہ دلیری-

ظلم ہوتے دیکھ کر خاموش رہنے والا بھی ظالم کے ساتھ شریک ہے تو کیا یہ جرم نہیں ہوا؟" نیلم نے ناسمجھی سے ان کی جانب دیکھا۔

ایم آز کے خلاف مشن میں آپ کی مدد درکار ہے اور اُمید ہے کہ آپ ظلم کے خلاف " اس کاروائی میں ہمارا ساتھ دیں گی اور اگر نہیں دیں گی اور خاموش رہیں گی تو مجرم کہلائیں گی۔" وہ ایسے ہی تو اتنے بڑے عہدے پر فائز نہ تھے۔

یہ پیپرز ہیں ان پر سائن کردیں۔اگر آپ اس مشن میں میجر عاص کی مدد کرنا چاہتی ہیں " تو-- ٹائیگر آپ کو ٹرین کرے گا۔آپ کے گھر والوں کو اس میں انوالو نہیں کیا جائے گا۔ آپ کو ہر قدم پر سپورٹ کیا جائے گا-مزید آپ کو میجر عاص ہی قائل کریں گے۔"وہ

ایک فائل اسکے سامنے رکھ کر میجر عاص کی جانب دیکھتے باہر نکل گئے- اب کمرے میں مکمل خاموشی چھا گئی-- صرف دو نفوس تھے وہاں- نیلم سوچ چکی تھی اسے کیا کرنا ہے؟

"چلیں قائل کر کے دکھائیں ہمیں۔"اس نے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر سیٹ کی پُشت سے ٹیک لگاتے کہا-

"قائل تو میں آپ کو تب کروں نا جب میں چاہوں کہ آپ یہ پیپرز سائن کریں۔"ٹائیگر نے اطمینان سے کہتے چیئر گھما کر اسکی جانب کرلی-

"پیپرز تو میں سائن کروں گی۔"اس نے ابرو اُچکاتے کہا-

"مجھے اُمید ہے تم میری بات نہیں ٹالو گی۔"اس نے دانہ ڈالا-

"اُمیدوں کا کیا ہے ٹوٹتی رہتی ہیں۔"وہ آگے کو ہوتی میز پر پڑے کاغذات کی جانب دیکھتی کاٹ دار لہجے میں بولی۔

"میجر عاص عالم کی بات سے انحراف کررہی ہو؟ مجھے، ٹائیگر کو انکار کررہی ہو؟" اسے یقین نہیں آیا کہ سامنے بیٹھی کم عمر لڑکی اس سے ٹکر لے رہے تھی- اسکی حکم عدولی کررہی تھی۔

"ہاں کررہے ہیں انکار۔"وہ اسکی جانب دیکھتے مکمل اعتماد سے بولی- پھر قلم اپنی ہتھیلی میں قید کرتے پیپرز پر جُھک گئی-

"پتا ہے تمہیں یہ کس چیز کے پیپرز ہیں؟" ٹائیگر نے کاغذات اسکے ہاتھ سے جھپٹ کر سیٹ گھماتے اسکا رُخ اپنی جانب کیا- دونوں ہینڈلز پر ہاتھ ٹِکا کر اپنی شعلے اُگلتی سیاہ آنکھیں اسکے ہرے سمندر میں گاڑھ دیں- جس جھٹکے سے اس نے سیٹ گھمائی تھی اور جتنا اسکا چہرہ غصے کی شدت سے تمتما رہا تھا۔نیلم ابرار کی جگہ کوئی اور لڑکی ہوتی تو خوف سے کپکپا جاتی۔

"موت کے۔"یک لفظی جواب آیا تھا- میجر عاص کے تنے اعصاب اسکے نڈر انداز پر ڈھیلے پڑ گئے۔

"ڈر نہیں لگتا موت سے؟" جانے وہ کیا پرکھنا چاہتا تھا- براہِ راست اسکی آنکھوں میں دیکھتے سوال کیا-

"موت تو آنی ہے میجر آج نہیں تو کل سہی- مرنا تو ہے ہی- آپ پر تو مر کر دیکھ لیا۔اب آپ کیلیے مر کر دیکھنا چاہتے ہیں۔"اسنے بھی پلکیں نا جھپکیںتھیں۔

"تاریخ گواہ ہے بڑے بڑے دعوے کرنے والے ہی ہمیشہ آزمائش کے وقت ڈگمگاتے ہیں۔"وہ ترچھی مسکراہٹ سے اسکو آگ ہی لگا گیا-

"دیکھتے ہیں کون ڈگمگاتا ہے۔آپ بھی یہیں ہیں اور ہم بھی۔"وہ کہاں کم تھی۔تیکھے لہجے میں بولی۔

"آج تک مجھ سے کسی لڑکی نے اس انداز میں بات نہیں کی۔"میجر عاص بہت برداشت والا بندہ تھا۔مگر مقابل کا چہرہ ماضی سے جڑا تھا۔جہاں اسکا ضبط پل بھر میں جواب دے جاتا- اسکی گرفت سیٹ کے ہینڈلز پر اور مضبوط ہوگئی۔آنکھیں انگارے برسا رہی تھیں۔

-مجھے پر بھی آج تک کسی لڑکے نے ہاتھ نہیں اُٹھایا۔"اس نے بھی بدلا پورا کیا"

تو تم اُس تھپڑ کا بدلا لے رہی ہو؟" اسکی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔"

جو آپ سمجھیں۔"اس نے کندھے اُچکاتے مزے سے کہا۔"

میں اُس کیلیے سوری کر چکا ہوں نیلم۔"میجر عاص کا لہجہ دھیما تھا۔"

-وہاٹ ایور۔"وہ پیپرز سائن کرنے لگی"

"ایک بار پھر سوچ لو- اس پر صاف صاف لکھا ہے کہ"

کہ اگر اس مشن کے دوران ہم مارے گئے تو ادارہ اور آپ اسکے ذمہ دار نہیں ہوں " گے۔"اس نے بات کاٹتے سر اُٹھا کر کہا۔

ٹھیک ہے پھر تم نے آگ میں خود چھلانگ لگائی ہے۔مجھ سے اب کوئی اُمید مت رکھنا۔"" وہ خفا نظر آرہا تھا۔

ہمیں آپ سے ویسے بھی کوئی اُمید نہیں تھی۔"وہ ہر پیپر پر سائن کرتی اسے جواب دے " رہی تھی۔

تم نے میری بات نہ مان کر اچھا نہیں کیا۔"وہ اسکے خوبصورت ہاتھوں کو دیکھ رہا تھا۔جو " دستخط کرنے میں تیزی سے مصروف تھے۔

ہم نے کہا تھا ہمیں گھر چھوڑ دیں۔آپ نہیں مانے- لے آئے ہمیں۔درحقیقت آپ بھی "
یہی چاہتے تھے تو اب یہ لڑائی کیوں؟ آپ جس مقصد کیلیے لائے تھے۔وہ پورا ہوگیا۔آپ
کو تو خوش ہونا چاہیے۔"وہ سائن کر چکی تھی۔عاص کی جانب دیکھتے بولی۔

تم مجھ پر شک کررہی ہو؟" وہ غرایا۔"

"ہمیں اپنے غصے سے خوفزدہ کرنے کی کوشش مت کریں۔"

تم انتہائی بدتمیز لڑکی ہو۔"وہ خوامخواہ ہی بھڑک رہا تھا۔"

آپ پہلے بھی بتا چکے ہیں۔"اسکے اطمینان میں ذرا فرق نہ آیا۔"

۔گو ٹو ہیل" اس نے میز پر مکا رسید کیا"

غصے کی وجہ جاننے کی گستاخی کر سکتا ہوں میجر عاص عالم؟" رعب دار مردانہ آواز پر "
دونوں نے مڑ کر دیکھا۔

وہ، جو بھی تھا وہ ان کے سامنے لحاظ و مروت کا پابند تھا- عزت و احترام سب سے پہلے۔

اگریمنٹ سائن ہوچکا ہے سر۔"جب اس سے کوئی بات نہ بن پائی تو بولا۔"

تو اس میں غصہ ہونے والی کیا بات ہے؟" عاص جانتا تھا۔اب اسکی کلاس ہونی ہے۔مگر " دل میں دعا کررہا تھا کہ نیلم کے سامنے وہ خاموش ہی رہیں۔وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس لڑکی کو اسکے ماضی کی ہلکی سی جھلک بھی دِکھائی جائے۔ جواباً وہ خاموش رہا۔

نیلم اپنی نشست چھوڑ کر ان تک گئی اور فائل تھما دی۔ جسے چیک کر کے اپنی تسلی کرتے وہ مطمئن ہوگئے۔

مس نیلم آپ کی ایج اندازاً بھی سیونٹی ایٹین ہوگی؟" وہ میز پر کہنیاں ٹِکائے بول رہے " تھے۔

ایٹین سر" وہ ان کی بات ٹوک گئی۔"

ہوں، جب کوئی آپ کا سینئر یا اونچے عہدے کا آفیسر مخاطب ہو تو بات نہیں کاٹتے۔ یہ " ادارے کے آداب میں شامل ہے۔میجر عاص سِکھا دیں گے آپ کو۔"انکی بات پر نیلم نے اُنگلیاں مروڑنا شروع کردیں۔

ہوں، تو مس نیلم اکورڈنگ ٹو اوور ریکوائرمنٹ آپکی کوالیفیکیشن ایٹ لیسٹ گریجویشن ہونی چاہیے تھی۔بٹ اینی ویز آپ کو اسپیشل ٹریٹ کیا جائے گا۔سکس منتھس کی ٹریننگ ٹو منتھس میں دی جائے گی۔ آپ کو میجر عاص کے ہر حکم کی تعمیل کرنے ہے۔ چالیس دن تک آپکی ٹریننگ میجر عاص کے انڈر ہوگی۔جس میں شوٹنگ، جمپنگ، فائٹنگ، سیلف سیکیورٹی، رائڈنگ، جوڈو کراٹے کی چند ٹرِکس۔اسکے بعد آپ کو ہیکنگ ڈیپارٹ میں paragliding

ٹو ویکس رہنا ہوگا۔اور پھر آپ کو مس بشرہ (اسسٹنٹ ڈائریکٹر) ایک ویک اٹینڈ کریں گی۔
اسکے بعد آپ کو آئی ایس ایس بی کا ٹیسٹ کلیئر کرنا ہے۔

Psychological tests, out door test, interviews, testing program

ان سب کی ڈیٹیلز میجر عاص آپ کو بتا دیں گے۔ آپکو ریجکٹ تو نہیں کیا جاسکتا۔مگر آپکی ٹریننگ عام آفیسرز اور اسپیشلی گرلز سے بہت زیادہ ہارڈ ہوگی۔سو بی بریو اوکے؟ انہوں نے بہت تفصیل سے اسے بتایا تھا۔عاص ان کے رویے پر کافی حد تک حیران تھا۔ نیلم کے ساتھ ان کا رویہ بہت نرم خو تھا۔ نیلم نے زور سے سر ہلانے کے سواء کچھ نہیں کہا تھا۔

ایک بات میں یہاں کلیئر کرتا چلوں۔اگر آپ کو یہ لگ رہا ہے کہ آپ کا یوز ہورہا ہے تو "اٹس ٹوٹلی رانگ۔اینڈ تھرڈ کلاس تھنکنگ، ادارے کے کام کی نوعیت ایسی ہے کہ گرلز کی ریشو بہت کم ہے اور پوسٹنگ بھی چھوٹے اسٹیشنز پر نہیں ہوتی۔ ایجوکیشن اور ایج بھی زیادہ ہونی چاہیے۔آئی مین ٹوٹلی میچور گرلز آپ سمجھ رہی ہیں نا؟

جی، درحقیقت اسے یہ تمہید سمجھ نہیں آئی تھی۔دیکھیں آپ، وہ کچھ سوچتے ہوئے بولے۔
ایسا لگ رہا تھا کہ وہ کچھ کہنے کیلیے تمہید باندھ رہے ہیں۔

آپ بہت ینگ ہو اور منہاج عز ضحاک کیلیے آپ کو کیوں چوز کیا ہے۔یہ تو آپ جانتی " ہیں نا؟" "بےفکر رہیں، ہمیں اپنی حفاظت کرنا خوب آتا ہے۔ جب ہم کمزور تھے۔تب بھی منہاج کی قید میں اُسکے ہاتھ دراز نہیں ہونے دیے تھے۔ اب تو میجر عاص ٹرین کریں گے۔

ہم حدود کا دائرہ ہمیشہ کھینچے رکھیں گے۔"جو بات وہ کب سے اسے سمجھانے کی کوشش کررہے تھے۔کتنی آسانی سے اور پردے میں وہ انہیں جواب دے چکی تھی۔

ایک بات جو آپ کیلیے بہت ضروری ہے۔اپنے دل میں ایک بات بٹھا لیں کہ منہاج " ہمارے ملک کا دشمن ہے۔بلکہ وہ، وہ پل ہے جو پاکستان کے ہر دشمن کو ہماری زمین پر اُترنے کیلیے اپنے آپ کو پیش کردیتا ہے- ہر دہشتگرد، ہر مجرم، قاتل کے پیچھے بہت دردناک کہانیاں چھپی ہوتی ہیں۔ان پر سے پردہ اُٹھ بھی جائے تو ہمدردی کو دل میں جگہ مت دیجیے گا- اس بات کا ہمیشہ خیال رکھیے گا- آپکی طرف سے اگر ہمارے مشن کو یا ادارے کو کوئی بھی خطرہ ہوا یا آپکی کارکردگی پر ہلکا سا بھی شک گزرا تو میجر عاص کو فُل اتھارٹی حاصل ہے کہ وہ آپ کو موقع پر ہی شوٹ کردیں۔اور مجھے مکمل بھروسہ ہے کہ ٹائیگر ایسا کرنے میں ایک لمحہ نہیں لگائے گا- ایم آئی رائٹ میجر عاص؟" انہوں نے عاص کو مخاطب کیا۔جو کہنی سیٹ کے ہینڈل پر ٹِکائے اور ہتھیلی پر چہرہ رکھے انکی گفتگو سُن رہا تھا۔

یس سر ہینڈرڈ پرسنٹ رائٹ۔"اسکے جواب میں نا کوئی لڑکھڑاہٹ تھی نا ہی کوئی کشمکش " کی جھلک۔صاف کھرا جواب بلکہ ایک عزم تھا- نیلم کو اپنی ریڑھ کی ہڈی میں ٹھنڈک محسوس ہوئی- وہ اسکے جواب پر جھرجھری لے کر رہ گئی۔

سو بیسٹ آف لک۔"وہ اپنی نشست چھوڑ کر کھڑے ہوئے تو وہ دونوں بھی اُٹھ گئے"۔

میجر عاص" نیلم باہر جا چکی تھی۔اسکو جاتا دیکھ کر وہ پکارے۔"یس سر" وہ ڈور لاک کرتا " واپس آیا۔

زوئی شیر خان کو بھول جاؤ۔میجر عاص وہ ماضی کا حصہ تھی۔یہ حال ہے۔ایک چہرہ جس "
نے دس سال پہلے بلیک سٹار کیلیے کام کرتے کرنل شہیر عالم تک پہنچنے کو تمھارا استعمال کیا
تھا۔آج وہی چہرہ بلیک سٹار کا نام و نشان مٹانے میں ہماری مدد کرے گا۔"میجر عاص کی
جانب ان کی پُشت تھی۔

عاص میں تمہارے درد کا اندازہ لگا سکتا ہوں اور مجھے تمہاری برداشت کا بھی بخوبی اندازہ "
"ہے۔ اس بار بھی تم اپنی برداشت کے وسیع دائرے کی پیمائش کم نہیں کروگے۔

سر کیا نیلم کو ٹریننگ کوئی اور---" یہ کرنل شہیر عالم کا ہی رتبہ تھا۔جسکی بناء پر وہ "
ادارے کے سربراہ سے ایسے کھلم کھلا ہر بات کرجاتا تھا۔

نہیں!!! نیلم کی تمہاری ساتھ اٹیچمنٹ کسی کی بھی نظر سے پوشیدہ نہیں رہی۔بہرحال تم "
اُسے بہتر طریقے سے ڈیل کرسکتے ہو اور مجھے لگتا ہے وہ تمہارے ساتھ کمفرٹیبل رہے گی۔
اُسے یہ محسوس نا ہو کہ اُس پر برڈن ڈالا جارہا ہے اور نا ہی اُس کو بیزاریت محسوس ہو۔
اُس کی برین واشنگ کرنی ہے۔اپنی مدر لینڈ کیلیے۔اُس کے دل میں احساس جگانا ہے۔وہی
جذبہ اُسکے اندر پیدا کرنا ہے جو ہم نے تم لوگوں میں پیدا کیا ہے۔ اُسے اتنا مضبوط کردو کہ
"خون کو بھی پانی سمجھے اور آگ کو برف۔

ساٹھ دن بعد مجھے نیلم ابرار نہیں۔ایجنٹ نیلم ابرار ملنی چاہیے اور تم جانتے ہو کہ اِن دو "
"ناموں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

" !!!یس سر"

تم اُسے زوئی شیر خان سے کمپییئر نہیں کروگے۔"وہ مڑ کر اسکی جانب دیکھتے بولے۔جو " سیدھا کھڑا تھا- ان کے کہنے سے کیا ہوتا وہ تو اُسے کبھی زوئی سمجھتا تھا تو کبھی منہاج کی محبت۔ کبھی بے باکی کبھی ضدی اور بدتمیز!!!

بیسٹ آف لک آگین" انہوں نے عاص سے مصافحے کیلیے ہاتھ بڑھایا۔"

تھینک یو سر" اس نے ہاتھ تھامتے کہا"-

****

اسلام آباد کی صاف شفاف سڑکوں پر اسکی جیپ اُڑان بھر رہی تھی- جیپ پر سرکاری ٹیگ بھی لگا تھا۔ستمبر کا مہینہ تھا اور موسم کافی خوشگوار تھا- سیاہ گاگلز لگائے اسکی نظریں ہری بھری گھاس کو بھی سیاہی مائل کیے دے رہی تھیں۔پتا نہیں اس کا دل کیوں نہیں چاہ رہا تھا۔قدرت کی اس خوبصورتی کو دیکھنے گا- نیلم نے بھی نا بولنے کی قسم کھا رکھی تھی۔اپنی دانست میں وہ اس سے خفا تھی-

موسم تو ویسے ہی خوشگوار تھا۔شام کا وقت ہلکی ہلکی کن من برسنے لگی تھی- کچھ سفر ایسے ہوتے ہیں کہ بےاختیار ان کے کبھی نا ختم ہونے کی دعا کرنے کا دل چاہتا ہے- ایسی ہی ایک خواہش سُرخ و سفید لباس والی شہزادی نے کی تھی- اس نے اُداسی سے سر سیٹ کی

پُشت سے لگا لیا۔آنکھیں موند لیں- پانی کے ننھے ننھے قطرے جو نا ہونے کے برابر تھے۔ اسکی گھنیری پلکوں پر نشست سنبھالنے کو بے تاب ہونے لگے۔

گڑیا کتنی بےوقوف ہو تم پتھروں سے سر پھوڑو گی تو زخمی تو ہوگی۔زخم لگے گا تو اُداسی تو ہوگی۔یہ پیکج تو ازل سے چلتا آرہا ہے۔بائے ون گیٹ ون فری۔اس نے پٹ سے آنکھیں کھولیں۔ایسا لگا کہ صاعقہ اسلام آباد کی اس طویل سڑک پر کھڑی اس سے مخاطب ہو- مگر -یہ بات تو صاعقہ نے کبھی ماضی میں پتھروں سے اسکی محبت اور جنون دیکھتے کہی تھی

-ایک منٹ پلیز یہاں روکیں۔"اس نے جیپ سے باہر جھانکتے خوشی کے مارے اُچھلتے کہا"

پلیز روکے نا پلیز!پلیز!! ابھی وہ منہ پھلائے بیٹھی تھی اور اب-- میجر عاص نے جیپ " سائڈ پر روکتے، گاگلز اُتارے۔

کیا ہوا؟ سنجیدگی سے پوچھا۔

کیا یہاں سے مارگلہ کی پہاڑیاں آتی ہیں؟ اس نے اُچھل کر کھڑکی سے باہر دیکھتے دریافت کیا۔جہاں دور روڈ کے دو حصے جارہے تھے۔آس پاس درختوں کا جھنڈ تھا۔بلاشبہ زمین کا یہ حصہ بےانتہا خوبصورت تھا۔

اسلام آباد سطح مرتفع پوٹھوہار میں مارگلہ پہاڑی کے دامنِ کوہ میں واقع ہے۔اسکی بلندی 540 میٹر اسکے ساتھ ہی راولپنڈی واقع ہے۔انہیں جڑواں شہر بھی کہا جاتا ہے۔اسکے شمالِ مشرق میں پہاڑی علاقہ واقع ہے اور جنوبِ مشرق میں ٹیکسلا کھوٹہ۔

ہاں یہاں سے پہاڑی سلسلہ شروع ہوگا۔ مگر ہم سیدھے جارہے ہیں۔اس نے گاگلز لگاتے
-جیپ اسٹارٹ کی

ٹائیگر ہم نے مارگلہ کی پہاڑیاں دیکھنی ہیں وادیِ کالام، راول لیک، قلعہ راوت، وہ دونوں "
ہتھیلیاں جوڑ کر انتہائی جوش سے کہہ رہی تھی۔

ہم ٹرپ پر نہیں آئے مس نیلم۔"اسکی سرد آواز پر نیلم کا سارا جوش و ولولہ جھاگ کی "
-طرح بیٹھ گیا

وہ خاموش ہوگئی- جیپ میں ایک بار پھر سناٹا چھا گیا- جیپ اب پہاڑوں کے ساتھ بنی روڈ پر چل رہی تھی۔گول دائرے میں بنا روڈ ختم ہوا اور سیدھی سڑک آئی۔جسکے کناروں پر بھی پہاڑی سلسلے کے شواہد موجود تھے- یہ جیپ اب monal ریسٹورینٹ کی جانب رواں تھی۔

کچھ دیر بعد جیپ چرر کی آواز سے رُکی تو منہ موڑے بیٹھی نیلم نے اسکی جانب دیکھا۔

آئیں، میجر عاص نے اسکی جانب کا دروازہ کھولا۔

نیلم نے قدم نیچے رکھا تو ٹھٹک گئی۔یہ لگژری ریسٹورینٹ تھا۔جس پر بڑے بڑے انگریزی حُروف میں اسکا نام لکھا تھا- اسکے سامنے پارکنگ جیسی جگہ تھی۔وہاں سے اگر دیکھا جائے تو پورا اسلام آباد نظر آتا تھا۔نیلم بھاگ کر وہاں تک پہنچی تھی اور گرل پر ہاتھ رکھے سامنے دیکھنے لگی- جہاں تک اسکی نظر جارہی تھی۔پہاڑ درخت ان کے درمیان موجود شاہراہیں، کیا منظر تھا۔تیز ہوا، ریسٹورینٹ کا آرکیٹیکچر ایسا تھا۔جیسے اسکے سر پر چھتری رکھی ہو اور نیچے

کا دھڑ موٹا تھا۔ جسکی بناء پر وہ چھتری بس اوپر کے فلور کو شیڈ دے رہی تھی۔ نیچے والے فلوز کُھلے آسمان تلے تھے۔ بلیک گرل سے انہیں کور کیا گیا تھا۔پنتالیس ڈگری کی سلوپ نما سیڑھیاں بھی نظر آتی تھیں۔

واؤ یہ منظر کتنا خوبصورت ہے۔"اس نے اپنے برابر کھڑے میجر عاص سے کہا۔جو دونوں " ہاتھ سینے پر باندھے سامنے ہی دیکھ رہا تھا۔اس نے گاگلز اُتار دیے۔

لیٹس گو، وہ آگے بڑھ گیا- نیلم اب تک یہ حسین و دلکش منظر دیکھ رہی تھی۔

نیلم! وہ پیچھے مڑ کر بولا تو وہ بھاگتی ہوئی اسکے ہم قدم ہوئی۔خوشی اسکے چہرے سے پھوٹ رہی تھی۔

آپ کو پتا ہے صاعقہ آپی کو دامنِ کوہ کی سیر کا کتنا شوق ہے۔اُنہیں کریز ہے اسلام آباد " گھومنے کا، مارگلہ جانے کا- اُف۔۔میں نے پتا ہے اُنہیں کیا مشورہ دیا تھا؟" وہ اتنی خوش کیوں ہورہی تھی۔وہ سمجھ نہ سکا۔مگر اسکی باتیں سُننے لگا۔"ہم نے اُنہیں کہا۔آپ حارث بھائی کے ساتھ ہنی مون پر چلی جایئے گا۔ہاہاہا اُس کے بعد وہ اپنا سفر نامہ چھوڑ کر ہمارے کان کھینچنے کو بھاگیں- حارث بھائی نے کہا تھا۔وہ مجھے بھی ساتھ لے کر جائیں گے۔مگر میں نے منع کردیا۔"وہ بولے جارہی تھی بغیر سوچے سمجھے۔دونوں سیڑھیاں چڑھتے اوپر جارہے تھے۔

آپ یہاں پہلی بار آئے ہیں؟ ویسے مجھے لگ نہں رہا آپ پاکستان سے باہر کبھی گئے ہیں؟ کہاں کہاں گھومے ہیں آپ؟ یہ آپ کا فیورٹ ریسٹورینٹ ہے؟ وہ اب ایک ٹیبل پر آکر بیٹھ چکے تھے۔مگر اسکی زبان کو بریک نہیں لگی۔

کیا آرڈر کروں؟ میجر عاص نے اس سے پوچھا۔

جو آپ کو پسند ہو۔

"coffee??? "

نہیں ہم کافی نہیں پیتے آئسکریم۔اس نے فرمائش کی۔

ڈن کردی- میجر عاص نے آرڈر پلیس کیا اور super sundae ice cream اس نے سیل فون نکال کے بیٹھ گیا۔وہ ادھر اُدھر دیکھنے لگی۔

آپ کیا کررہے ہیں؟ وہ کہنی ٹیبل پر ٹِکائے اسکی ہتھیلی تھوڑی کے نیچے رکھے ہوئے تھی۔

سیل فون یوز" اسکرین کی جانب دیکھتے بولا۔"

وہ تو ہمیں بھی پتا ہے، اچھا۔آپ نے میرے ایک بھی سوال کا جواب نہیں دیا تھا۔اس نے شکایت کی۔انٹرویو دینے کا موڑ نہیں تھا میرا۔وہ سیل فون آف کر چکا تھا۔

آپ کو آئسکریم نہیں پسند؟

مجھے میٹھا نہیں پسند۔"نیلم کو سویاں یاد آگئیں۔تبھی میں کہوں آپ اسمائل کیوں نہیں " کرتے۔شوگر یوز کریں گے تو ہیپی ہارمونز کری ایٹ ہوں گے نا۔"وہ منہ بگاڑ کر بولی۔

"آپ اب آئسکریم کھا کر پورے راستے مسکراتی رہیے گا اوکے؟"

-ہم پاگل نہیں ہیں۔"وہ برا مان گئی تھی"

****

"کیا اب ہم یہاں رہیں گے؟" رات نو بجے جیپ ایک علاقے میں رُکی۔جہاں اینٹوں کی بڑی بڑی دیواریں بنی تھیں۔گارڈز نے دروازہ کھولا۔لوہے کا بڑا سا گیٹ۔

اندر کا منظر بڑا ہی عجیب تھا- اینٹیں، پتھر دیواریں کھڑی کر کے مورچے بنائے گئے تھے- بوریاں پڑی تھیں۔اِکا دُکا آدمی چل رہے تھے۔

-آئیں، میجر عاص جیپ سے اُتر گیا

"ابھی آپ آرام کریں۔کل صبح سے ٹریننگ اسٹارٹ ہوگی۔"اندر کی جانب بڑھتے وہ بول رہا تھا۔اندر راہ داری سے گزرتے وہ ایک کمرے کے پاس رُک کر بولا۔

"یہ آپ کا کمرہ ہے۔"اس نے لاکڈ ڈور اوپن کیا- اندر سنگل پلنگ، رائٹنگ ٹیبل اور ایک چھوٹی سی الماری تھی۔کمرہ صاف ستھرا تھا۔

"یہاں اور لوگ نہیں ہیں؟"

ہیں، میجر عاص نے پنکھے کی اسپیڈ بڑھاتے بتایا۔یہاں کون لوگ رہتے ہیں؟

آپ اسے ایک ٹریننگ سینٹر ہی سمجھ لیں اور یہ ہاسٹل۔" وہ اسکی اُلجھتی نگاہوں میں دیکھتے " بولا۔گُڈ نائٹ، نیلم اجرک اُتار کر تہہ لگاتے بولی- مطلب جانے کا کہہ رہی تھی۔

تھک گئی ہیں؟ اس نے کچھ کھوجنا چاہا۔

کچھ پوچھا ہے میں نے۔اسکی جانب سے کوئی جواب نہ پا کر وہ بولا۔

میجر عاص ہمیں نیند آرہی ہے- آپ جائیں گے یا یوں ہی ہمارے سر پر سوار رہیں گے۔اس نے اجرک زور سے پلنگ پر پھینکتے جھنجھلاتے ہوئے کہا- میجر عاص نے ہونٹ بھینچ لیے۔

اس پر ایک قہر برساتی نظر ڈالتا لمبے لمبے ڈگ بھرتا نکل گیا- جاتے ہوئے دروازہ اتنی زور سے مارا کہ نیلم اپنی جگہ سے اُچھل گئی-

"کہیں ہم آپ کو حاصل کرنے کی چاہ میں اپنی فیملی تو نہیں گنوا بیٹھے؟"

"ہم کس کے لیے یہ سب کررہے ہیں؟"

"کہیں ہم کچھ غلط تو نہیں کر بیٹھے؟"

"کیا بابا نے ہمیں تلاش نہیں کیا؟"

"کیا ہمیں واپس چلے جانا چاہیے؟"

"میجر عاص سے دور رہ سکیں گے ہم؟"

تم نہیں رہ سکتی اُسکے بغیر۔کیا پتا تم اُسکا دل جیتنے میں کامیاب ہوجاؤ- مشن ختم ہوتے ہی " تمہیں واپس بھیج دیا جائے گا- بس چند مہینوں کی دوری برداشت کرلو۔پھر تمہارے ساتھ

میجر عاص بھی ہوگا اور تمہارے بابا، دادو بھی اور آپی بھی کتنی خوش ہوں گی۔جب اُنہیں پتا چلے گا کہ تم آرمی جوائن کرچکی ہو۔"کوئی آواز اسے بہلا رہی تھی۔اسکے وہم دور کررہی تھی یا پھر سبز باغ دیکھا رہی تھی۔جو بھی تھا۔اب وہ بہتر محسوس کررہی تھی- نئ جگہ ایک انجان راستے کی شروعات، وہ گھبرا رہی تھی-

راستے خوفزدہ کرنے لگے ہیں مجھے

میں انجانی منزلوں سے ڈر رہی ہوں

مجھے ضرورت ہے اِک ہمسفر کی

اگر وہ ہاتھ تھام لے تو کیا حسین خواب ہو

مجھے مسافتوں کی نہ تھکن ہو

اگر جو تیرا ساتھ ہو

تو جو ہمسفر ہو

****

اسکے سر پر لگا انٹرکام بجے جا رہا تھا۔بجے جارہا تھا۔نیلم کی ہڑبڑا کر آنکھ کھلی۔

کک کون؟ "میجر عاص اسپیکنگ۔"اوہ آپ، اس نے لمبی سانس خارج کی۔

جلدی سے باہر آؤ۔تمہیں جاگنگ پر جانا ہے۔جسٹ ان فائیو منٹس۔وہ ہدایت دے کر انٹر کام رکھ چکا تھا۔

اللہ ہمیں نیند آرہی ہے۔اس نے منہ پر ہاتھ رکھتے کہا اور پھر سے پلنگ پر ڈھیر ہوگئی۔ابھی وہ صحیح سے لیٹ بھی نہ پائی تھی کہ انٹرکام کی چنگھاڑتی آواز آئی-

کیا تکلیف ہو گئی ہے۔وہ جھنجھلاتی ہوئی اُٹھی۔

یو ہیو فائیو منٹس مس نیلم۔"وہی آواز تھی۔"

میجر ہمیں نہیںمیند" اس نے لمبی جمائی لی۔"

اوکے آئی ایم کمنگ" وہ غصے میں بولا"-

اوہ نو! اوہ نو بھاگو!!" اس نے الماری سے ٹریک سوٹ نکالا اور واش روم بھاگی۔دو منٹ " میں باہر نکلی۔گلے میں وائٹ اسٹولر ڈالا- کلائی میں پونی پہن رکھی تھی- وہ کمرہ لاک کرتی تیزی سے پلٹی تھی۔جب اسے سامنے کھڑے دیکھا-

دیکھیں ابھی تو تین منٹ ہی ہوئے ہوں گے" اس نے کھلی زلفوں کو پونی میں قید کرتے " بے چارگی سے کہا-

چار منٹ دس سیکنڈ۔"وہ اسے سرتا پیر دیکھتے بولا۔"

"تو کیا ہوا پچاس سیکنڈ ابھی بھی باقی ہیں۔"اسکی ڈھٹائی عروج پر تھی۔وہ اسے گھورتا واپس پلٹ گیا۔نیلم کو اسکے ہم قدم ہونے کو بھاگنا پڑ رہا تھا۔

"آپ تو بہت تیز چلتے ہیں میجر۔"وہ اسکے پیچھے چلتی بول رہی تھی- وہ خاموش رہا- ہاسٹل نما جگہ سے نکل کر وہ گراؤنڈ سے بھی آگے نکل گئے۔اس گراؤنڈ میں شوٹنگ کی ٹریننگ ہورہی تھی- وہ اب جہاں آئے تھے۔وہ ہری بھری گھاس والا پارک سا تھا۔جس میں chin up ٹیسٹ کی تیاری کررہی تھیں- (Rope)کیلیے چند اسٹینڈ لگے تھے تو کچھ روپ میجر عاص انکی ٹرینز کے پاس سے گزرا تو انہوں نے سلیوٹ کیا- نیلم اسکے پیچھے ہی چلی آرہی تھی- ٹراؤزر ٹی شرٹس میں ملبوس لڑکیاں ایک عزم سے رسیوں کو پکڑ کر چڑھ رہی تھیں۔

جب ہم سیلکٹ ہوجائیں گے تو کیا ہمیں بھی ایسے ہی سلیوٹ کیا جائے گا۔اس نے اشتیاق سے میجر عاص کے پیچھے بھاگتے پوچھا۔

"پہلے آپ سیلکٹ تو ہوجائیں۔اسکے ہاتھ میں ایک لیپ ٹاپ تھا۔"وہ تو ہم ہوچکے ہیں۔

میں ریجکٹ کرنے کی اتھارٹی رکھتا ہوں۔"وہ رُک گیا۔"

"ہم آپ کو موقع ہی نہیں دیں گے۔"وہ اسکی جانب دیکھتے ہوئے بولی- تیزی سے چلنے کے باعث اسکا سانس پھول چکا تھا- میجر عاص کے ہونٹوں پر تلخ مسکراہٹ دوڑ گئی۔

لیٹس سی، وہ آگے چل پڑا- ایک بینچ پر بیٹھتے اس نے نیلم کو مخاطب کیا۔

"ایک راؤنڈ لگا کر آئیں۔"

اکیلے؟

جی، وہ لیپ ٹاپ آن کر چکا تھا۔

اور ہاں یہ جو دیواریں نظر آرہی ہیں نا ان کے ساتھ ساتھ دوڑنا ہے۔لال اینٹوں کی دیواروں کی طرف اشارہ کیا-

نیلم نے دوڑ شروع کردی-

پورا ایک راؤنڈ لگا کر وہ چالیس منٹ میں واپس آئی تھی- دوڑ کیا تھی۔وہ تھک جاتی تو رُک جاتی اور پھر دوڑنے لگتی- بالآخر اس نے راؤنڈ مکمل کیا اور اسکے پاس آرُکی۔

" یو ہیو ٹو ڈن ٹو مور راؤنڈز ناؤ گو۔"اس کے ہانپ کر رُکنے پر وہ بینچ سے کھڑے ہوتے اسکا پسینے سے بھیگا ٹریک سوٹ اور چہرہ دیکھتے بولا۔

" یو ہیو جسٹ ون آر ہری اپ۔"اسے ایسے ہی گھٹنوں پر ہاتھ رکھے لمبے لمبے سانس کھینچتے دیکھ کر وہ بےنیازی سے حکم دے رہا تھا۔

" ہم تھک گئے ہیں ٹائیگر اور ایک گھنٹے میں دو چکر؟" اسکی آنکھیں پھیل گئیں- کہنی فولڈ کرتے پسینہ پونچھا۔

" کل تک کوئی بہت بڑے بڑے دعوے کررہا تھا۔"وہ ٹراؤزر کی جیبوں میں ہاتھ ٹھونسے آگے بڑھا- نیلم نے سُلگتی نظروں سے اسکی جانب دیکھا- جو سلگا دینے والی مسکراہٹ یاقوتی

ہونٹوں پر سجائے۔اس سے چار قدم کے فاصلے پر کھڑا تھا- نیلم اسکی سائیڈ سے نکلتی دور جا چکی تھی-

" اب میں تمھیں بتاؤں گا کہ زندگی کیا کیا سِکھاتی ہے؟ ابھی تو آگ کی تپش بھی نہیں تم تک پہنچی نیلم ابرار۔"اس نے نظروں سے اوجھل ہوتے بلور کی مانند نازک وجود کو دیکھا-

****

" یہی ڈیٹا جمع کرسکا ہوں میں ایک دن میں۔"ایس پی بلال نے فائلز کی ورق گردانی کرتے منہاج کو دیکھا۔

ہاؤز اٹ پوسیبل؟ منہاج نے فائلز میز پر اُچھالیں اور کھڑکی کے پاس پیٹھ کر کے کھڑا ہوگیا۔دونوں ہاتھ دیوار پر ٹکا دیے۔

اگر ایگل بھی سچا ہے اور شاکر بھی، تو جھوٹا کون ہے؟ اسکے دماغ نے سوال اُٹھایا۔

سر کین آئی گو؟

" وہ لڑکی مری نہیں ہے ایس پی بلال۔"وہ مڑے بغیر سرد آواز میں بولا- ایس پی بلال کا خون خشک ہوگیا۔

تمہاری خبریں پکی نہیں ہوتیں اور کچی اور ناپائیدار چیزیں مجھے پسند نہیں اور جو مجھے پسند "
نہیں اُسکا انجام تو تم جانتے ہو نا؟" وہ اب بھی نہیں پلٹا تھا۔ایس پی بلال اپنی جگہ سے
کھڑا ہوگیا۔اگر منہاج کو اسکی حقیقت پتا لگ گئی ہے تو یہ اسکی زندگی کا آخری لمحہ ہے

مم-- میں نے درست۔جھوٹ نہیں، وہ کوٹ کا بٹن لگاتے پلٹا۔سوری سر! لیکن مجھے یہی
-نیوز

اپنی نیوز کنفرم کرو۔اس سے پہلے میں تمہیں اوپر والے کے پاس ڈیلیور کروں۔اس نے بات
کاٹ ڈالی۔

جی سر میں ایک بار پھر کنفرم- آؤٹ، اس نے صوفے پر ٹانگ چڑھاتے بیٹھ کر
کہا- ایس پی بلال اپنا سا منہ لے کر چلا گیا۔

تم زندہ ہو مجھے یقین ہے۔"اس نے تصورات میں ہی نیلم ابرار کو مخاطب کیا تھا۔"

****

" 1.6 km

آٹھ منٹ میں دوڑنا ہے اور آپ نے بائیس منٹ لگائے ہیں۔"وہ گھڑی دیکھتے بولا- لیپ
ٹاپ پر اسکا کام ختم ہوچکا تھا اور نیلم کے راؤنڈز بھی۔

-ہم سیکھ جائیں گے۔پتانہیں کب؟ وہ لیپ ٹاپ اُٹھا کر چلتا بنا

آئیں، آگے چلتے بھی اسے پتا لگ چکا تھا کہ وہ اب تک وہیں کھڑی ہے۔

آپ کی چار آنکھیں ہیں کیا؟ اس نے جل کر پوچھا۔

نہیں چھ اور اُس میں سے دو تمہیں ڈونیٹ کرنی پڑیں گی۔طے ہوا وہ کبھی اسکا من پسند جواب نہیں دے سکتا تھا۔

آپ یہاں رُکیں ہم پانچ منٹ میں آئے۔وہ چلا گیا تو نیلم نے اس گراؤنڈ کو دیکھا۔جہاں ابھی شوٹنگ ٹیسٹ ہورہا تھا۔

آئیں، میجر عاص نے اسے ساتھ آنے کا بولا۔

وہاں جا کر کھڑی ہوجائیں۔اس نے جہاں اشارہ کیا تھا۔وہاں ٹارگٹ بورڈ لگا تھا۔جس پر درمیان میں گول سُرخ دائرہ تھا۔ایک بلٹ کے برابر۔

ڈونٹ موو" اسے ڈر کر فاصلے پر کھڑے ہوتا دیکھ۔وہ گن ٹیبل پر رکھے۔اس تک آیا اور " کاندھوں سے پکڑ کر بورڈ کے پاس کھڑا کیا-" میں فائر کروں گا۔آپ نے تب بھی موومنٹ نہیں کرنی۔ہاتھ سیدھے اوکے؟؟؟ اس نے سر ہلایا۔وہ واپس چلا گیا۔

آآآ فائر کی آواز پر وہ چلاتے ہوئے کئی فٹ دور بھاگی- میجر عاص نے رائفل ٹیبل پر پٹخی۔ -دستانے اُتارے اور اسکے پاس پہنچا

ادھر آؤ، آئی سیڈ کم ہیئر۔اسکی دھاڑ پر دوسرے گراؤنڈز میں ٹریننگ کرتے آرمی کیڈٹس بھی گھبرا گئے تھے۔اتنا تو پتا لگ گیا تھا کہ یہ کوئی آفیسر ہے۔جو کسی لڑکی کو ٹریننگ دے رہا ہے- نیلم اسکی دھاڑ پر اور سہم گئی-

یہاں سے اب ہِلنا نہیں۔اسکے برفیلے لہجے پر وہ اُمڈنے والے آنسو پی گئی- فائر کی آواز پر اس نے اب کی بار چیخ نہیں ماری تھی۔بس آنکھیں میچ لیں تھیں-

"ٹو انچ مور" وہ دو انچ اور قریب کھڑی ہوگئی- میجر عاص کی آواز اتنی تھی کہ اسے شاید ہی کبھی مائیک کی ضرورت پڑی ہو۔

"ٹو انچ مور" اسکے اگلے حکم پر وہ پتے کی مانند لرز کر رہ گئی۔

"کوئیکلی" اس نے ہاتھ سے آگے ہونے کا اشارہ دیا تو وہ اُس لال سوراخ سے ایک بالشت دور تھی- فائر کی آواز پر اب کی بار آنکھ میچنے کی بھی اجازت نہیں تھی- سات آٹھ مزید بلٹس ضائع کرنے کے بعد بالاآخر اسکا خوف کم ہوگیا-

"ویل ڈن" وہ گن ٹیبل پر رکھ کر اپنے بازو کو گول گول گھمانے لگا- نیلم کو اشارے سے اپنے پاس آنے کا کہا-

"اُٹھاؤ اسے" وہ ٹیبل پر بیٹھتے بولا۔پھر پانی کی بوتل منہ سے لگا لی- نیلم اس سے کافی خوفزدہ نظر آرہی تھی- رائفل اُٹھانے کو آگے بڑھی۔اسکا وزن اتنا زیادہ تھا کہ وہ ایک ہاتھ سے تو اُٹھا نہ پائی۔دونوں ہاتھ میں کسی بچے کی طرح اُٹھا لیا- میجر عاص نے بوتل کا ڈھکن لگاتے، گن پکڑے کھڑی گھبرائی ہوئی نیلم کو دیکھا تو اسکا قہقہہ بےاختیار گونجا تھا۔

-ہاہاہا ہاہاہا اسکا ہنس ہنس کر برا حال ہوگیا

اوکے اسٹاپ اٹ میجر عاص ہاہاہا۔وہ اپنے آپ سے ہی بول رہا تھا۔نیلم جو کب سے آنسو ضبط کیے کھڑی تھی۔اب اسکی برداشت جواب دے گئ- وہ ہنس رہا تھا اس پر۔نیلم نے رائفل بمشکل میز پر رکھی اور سفید ہاتھوں کی پُشت سے آنسو صاف کرتے تیز تیز قدم اُٹھاتی -واپس جانے لگی

نیلم! نیلم!! آخر کار اسکی ہنسی تھم گئی تو وہ اسکے پیچھے لپکا۔وہ اور تیز چلنے لگی- گراؤنڈ وسیع و عریض رقبے پر پھیلا تھا۔

نیلم آپ پھر رو رہی ہیں۔"وہ تھوڑا جھک کر اسکے ہرے سمندر میں دیکھنے لگا۔جہاں لہریں ساحل کی حدود بھی پار کرنے کو بےتاب تھیں- نیلم نے آنسو پونچھتے منہ موڑ لیا۔

اچھا بریک فاسٹ کا ٹائم ہوگیا ہے۔پہلے ناشتہ کرلیں پھر آپ کو گن چلانا سکھاؤں گا۔وہ سیدھا ہوتا بولا۔

نہیں سیکھنا ہمیں گن چلانا۔وہ نروٹھے پن سے بولی۔

یہ تو پیپرز سائن کرنے سے پہلے سوچنا تھا نا۔"اب وہ پھر سے اپنے اصلی روپ میں آچکا " تھا۔

غلطی ہوگئی۔"تو اب سزا بھگتیں۔"وہ سفاکی سے بولا۔

آپ ہم سے بدلے لے رہے ہیں؟" اس نے بھیگی پلکیں اُٹھائیں۔"

تو کیا تم نے نہیں لیا تھا؟" وہ بھی اسکی آنکھوں میں دیکھتا بولا۔"

میں نے وارن کیا تھا نا؟" اسنے نیلم کی شکایتی نظروں میں دیکھتے پوچھا۔"

"کیا تھا نا منع؟"

"مانی میری بات؟"

آپ بہت برے ہیں میجر عاص۔"اس نے گال پر آتے آنسو کو صاف کیا۔"

شکریہ!! وہ اپنے چوڑے سینے پر ہاتھ رکھتے ہلکے سے جھک کر بولا۔
نیلم پیر پٹختی چلی گئی۔

****

یہ کوٹھی شیشے کے گلاسز اور سنہری رنگ کے انٹریئر کے باعث حد سے زیادہ حسین نظر آتی تھی۔ ملازموں کی ریل پیل تھی یہاں۔ باوردی ملازم، گارڈز، عورتیں اور مرد سب شامل تھے۔ وسیع لاؤنج میں شاید ہی کوئی شے ہو۔جو کسی باہر ملک سے نا آئی ہو۔ منہاج نے لاؤنج میں پہنچتے اپنے گاگلز اُتارے۔ پیسہ پانی کی طرح اس محل نما کوٹھی پر بہایا گیا تھا اور یہی نہیں اس کے مالک کے بے شمار گھر، بنگلے دوسرے ممالک میں بھی تھے۔

بلیک سٹار تمہارا ہی ویٹ ہورہا تھا۔"بلیک جینز اور قیمتی شرٹ کے کھلے بٹن، بڑا سا نکلا " پیٹ، منتشر بال، یہ ایک مشہور سیاستدان تھا۔

کیا کمپلین ہے تمہیں مجھ سے؟ ایم آز نے اسکے خوشامدی لہجے پر سرد آواز میں پوچھا۔

-مجھے میرا مال پورا نہیں ملا۔وہ دبی دبی آواز میں بولا

اندر چل کر بات کرتے ہیں۔اس نے منہاج کو ساتھ چلنے کا کہا- ایک بڑے سے ڈرائنگ روم میں پہنچ کر منہاج نے نشست سنبھالی۔

مجھے پورے ہیرے چاہیے۔وہی امیر و کبیر سیاسی شخصیت والا رعب۔اگر میں نا دوں تو؟

ہاہاہاہا کیا کہہ رہے ہو بلیک سٹار۔وہ کھسیانا سا ہو کر بولا۔"مجھے لگتا ہے پاکستان کی عوام کو اپنے سیاست دانوں کا اصلی چہرہ دکھا دینا چاہیے۔"اس نے ٹانگ پر دوسری ٹانگ رکھے، پیر -جھلاتے ہوئے کہا

کک--کیا کہہ رہے ہو؟ اسے لینے کے دینے پڑنے لگے- منہاج اطمینان سے سگار پینے لگا- -دھواں چھوڑتے اس نے مقابل کا گھبرایا چہرہ دیکھا

گھبراؤ نہیں ایک ڈیل کرنے آیا ہوں تم سے۔"اس نے آگے کو جھکتے کہا۔"

مجھے "شیر خان" کا پتا بتادو۔وہ جب بولا تو اسکی آواز سرد تھی۔

"وہ قصہ بلیک سٹار کی موت پر ہی ختم ہوگیا تھا۔"

تو تم لوگوں نے میرا نام بلیک سٹار رکھ دیا۔مگر ایک بات تم بھول رہے ہو، اسد زبیر " لغاری کہ "منہاج عز ضحاک" اتنی آسانی سے مرنے والا نہیں ہے۔میں پورے پاکستان کو مار کر بھی نہیں مرنے والا۔"اس نے اپنے سامنے بیٹھے بےزار سی شکل بنائے۔اس مشہور و معروف سیاسی شخصیت کو دیکھا۔

دیکھو ایم آز ہماری ڈیل اب کی نہیں۔بہت پہلے کی ہے۔بلیک سٹار کے زمانے سے جانتا " ہوں تمہیں۔جب گندے نالے سے کھینچ کر وہ تمہیں انڈر ورلڈ کی دنیا میں لایا تھا۔اپنا دایاں بازو بنایا۔بھارت سے میرے تعلقات اس سے بھی پرانے ہیں۔خیر تب بھی ہیرے جواہرات کی اسمگلنگ میں بلیک سٹار میری مدد کرتا تھا۔اب تم کرتے ہو۔اگر تم اپنا کام مکمل نہیں کروگے تو شاؤٹ تو میں کروں گا- اسکا مطلب یہ نہیں کہ تم مجھے دھمکیاں لگانے بیٹھ جاؤ۔"وہ آخری جملے پر حلق کے بل دھاڑا۔

آواز نیچی، ایم آز نے ایک سیکنڈ لگایا تھا پسٹل نکالنے میں۔"تیرا گلا یہیں کاٹ کر چلا جاؤں گا۔دنیا کا کوئی قانون نہیں روک سکتا مجھے۔یہ تجھ سے زیادہ بہتر کون جانتا ہے۔چل اب شرافت سے بتا "شیر خان" کہاں ہے؟ اس نے اسد زبیر کے سر پر پسٹل رکھتے ایک ٹانگ -صوفے پر رکھے اسکا راستہ روک لیا

بلاؤ اپنے رکھوالوں کو ہے ہمت تو بچا لیں تجھے۔اس نے ریوالور اسکی کنپٹی پر زور سے مارا- اسد زبیر کو آج اپنے ہی اعتماد کے ہاتھوں موت کی سولی پر چڑھنا پڑ رہا تھا- منہاج کی موجودگی میں اسکے گارڈز اندر نہیں آتے تھے کہ اِن کے راز کسی اور کو نہ پتا لگ جائیں- اسی لیے ابھی بھی دونوں تنہا تھے۔

دد----دیکھو ایم آز مم--- میں شیر خان کا پتا بتا دیتا ہوں مگر میرا نام" ایم آز نے پسٹل نیچے کرلیا اور اسکے سامنے والی میز پر بیٹھ گیا۔

شیر خان نے ہی اپنی بیٹی کو کرنل شہیر عالم کے خلاف استعمال کیا تھا۔"وہ آہستہ سے بول رہا تھا۔

بیٹی؟ منہاج کو دھچکا لگا۔

وہ اسکی انگریز بیوی کی پہلی شادی سے تھی۔غضب کی حسین، مصر کی ملکہ قلوپطرہ جیسی، " جسکا حُسن دم بخود کردے۔بس اسی لیے اُس نے زوئی کو کرنل شہیر عالم کے بیٹے عاص عالم کے کالج میں بھیجا۔اسکے پیچھے اصل مقصد کرنل شہیر عالم کی لائبریری کا وہ ریکارڈ حاصل کرنا تھا۔جو اس نے بلیک سٹار کی سرگرمیوں کے ثبوت کے طور پر جمع کیا تھا۔اسکے پاس اتنے شواہد جمع ہوچکے تھے کہ اگر یہ حقیقت کھل جاتی تو پاکستان اور بھارت کے درمیان کشیدگی مزید بڑھ جاتی۔یہی نہیں بلکہ پاک آرمی "بلیک سٹار" کو بھارت کی زمین سے بھی کھینچ نکالتی۔پھر سارے راز فاش ہوجاتے۔شیر خان بھی بلیک سٹار کا خاص بندہ تھا۔اس نے اپنے اثر رسوخ استعمال کرکے زوئی کو کرنل کے گھر تک بھیج دیا۔"وہ روبورٹ کی طرح بول رہا تھا۔

تو وہ لڑکا عاص تھا۔جسے زوئی نے میرے پاس بھیجا تھا؟" منہاج نے تصدیق چاہی۔"

ہاں وہ کسی پارٹی میں کرنل کے بیٹے کو ساتھ لے گئی تھی۔پھر ڈرنک میں بےہوشی کی دوا " ملا کر اس نے شیر خان کو بتا دیا کہ اُسکا کام مکمل ہوگیا ہے۔پھر شیر خان کے بندے بلیک

ستار کے حکم پر عاص کو تمھارے حوالے کر گئے۔ مگر کرنل نے بیٹے کی جان کی بھی پرواہ نہیں کی اور marriot ہوٹل میں ایک میٹنگ ارینج کرلی۔اس میٹنگ میں کچھ سیاسی شخصیات بھی شریک ہوئیں۔حساس ادارے بھی اور فوج کے اعلٰی عہدے دار بھی۔"

"اور اس سے پہلے کہ میٹنگ سٹارٹ ہوتی بلیک سٹار کے کہنے پر میں نے وہاں بارود سے بھرے ٹرک کے ذریعے دھماکہ کروادیا۔"منہاج اسکی بات کاٹ کے بولا۔

ہاں، اسد زبیر نے سرہلایا۔

"اسکے بعد بلیک سٹار آرمی کے ہاتھ کیسے لگ گیا؟ زوئی کے بارے میں مجھے کیوں لاعلم رکھا گیا؟ شیر خان کہاں غائب ہے؟؟ ہو نا ہو اس سب کے پیچھے اُسکا ہی ہاتھ ہے۔بلیک سٹار تک پہنچنے میں اُس ہی نے مدد دی ہے اور اب میرے خلاف سازش کررہا ہے۔"وہ پھر سے دھاڑنے لگا۔

"زوئی نے یہ کام خالصتاً شیر خان کے کہنے پر کیا تھا۔اس لیے اُسکو ہمارے گینگ سے دور رکھا گیا تھا اور شیر خان کیوں ایسا کرے گا۔اگر اُس نے یہی کرنا ہوتا تو وہ زوئی کو استعمال ہی کیوں کرتا؟" اسد نے اسکو ٹھنڈا کرنا چاہا۔

"مجھے بہلاؤ مت اسد زبیر لغاری۔مجھے شیر خان کا پتا بتاؤ۔"اس نے ریوالور پھر اسکی کنپٹی پر رکھا۔

بولو، اسکی دھاڑ میں خون آشام درندے کی سی پھنکار تھی۔

مم--- میں نہیں جان---" اسکی بات ابھی منہ میں ہی تھی کہ منہاج کا ایک گھونسا اسکی " ناک پر اور تین چار پیٹ میں پڑے- اسکو کالر سے پکڑ کر وہ زمین پر پٹخ چکا تھا۔اس نے اسد زبیر کی گردن پر اپنے قیمتی جوتے رکھ دیے اور زور سے رگڑنے لگا۔

بولو، وہ پھر دھاڑا۔

وہ وہ پچھلے دس سالوں سے آئی ایس آئی کے قبضے میں ہے۔کوئی نہیں جانتا۔وہ مرگیا ہے " یا زندہ ہے اور زوئی ملتان سینٹرل جیل سے فرار ہوتے پولیس کے ہاتھوں ماری گئی۔"اس نے تیزی سے کہا-

اوہ ایڈیٹ مین! تم یہ سب مجھے اب بتا رہے ہو۔"منہاج نیچے اکڑوں بیٹھ کر اسے کالر " سے پکڑ کر اُٹھاتے بولا۔

بتانے کا کیا فائدہ ہوتا جو ہونا تھا وہ تو ہوگیا- بلیک سٹار کو علاقہِ غیر میں روپوش ہوئے دو " سال ہوئے تھے۔جب کرنل کے بعد ایک اور ایجنٹ کو یہ مشن دیا گیا تو وہ بذریعہ شیر خان بلیک سٹار تک پہنچ گیا۔مگر غلطی یہ ہوئی کہ بلیک سٹار اُسکے ہاتھوں مارا گیا اور ہمارا کاروبار چلتا رہا-" وہ اپنے ناک سے نکلنے والا خون اب ٹشو پیپرز سے صاف کررہا تھا۔

تو اب انہیں ہمارے راز چاہییں۔ہماری چین کا پتہ لگانا چاہتے ہیں یہ۔"منہاج پُرسوچ انداز " میں بولا۔

ہاں، کیا تم شاکر کو جانتے ہو؟ اس نے اسد زبیر لغاری کی جانب دیکھا۔

شاکر؟؟؟

****

آج آپ دو منٹ لیٹ ہوگئی ہیں۔مگر آئندہ یہ غلطی نہ ہو۔اس نے دور سے آتی نیلم کے قریب جا کر کہا۔

ناشتہ کرنے میں ٹائم تو لگتا ہے۔وہ منہ بنا کر بولی۔کتنا کھاتی ہیں آپ جو آدھا گھنٹہ لگ گیا؟ ---وہ بھی کہاں بخشنے والا تھا۔آ

اب بحث کرنے میں ٹائم ویسٹ مت کریں۔"اسے بولنے کو منہ کھولتا دیکھ کر وہ ٹوک " گیا۔

-ہونہہ نیلم سر جھٹکتی اسکے پیچھے چلنے لگی۔وہ پھر سے اُسی گراؤنڈ میں تھے

یہ پسٹل ہے میجر عاص نے بلیک کلر کا ریوالور اُٹھاتے کہا۔

نظر آرہا ہے ہمیں۔اس نے ناک سکیڑی۔

اب اگر آپ نے اپنی اس فضول گوئی سے پرہیز نہ کیا تو میں سزا دینے میں زیادہ ٹائم " نہیں لگاؤں گا۔"وہ سخت لہجے میں بولا۔

ہم تو۔۔ششش!! میجر عاص نے اسے چُپ رہنے کا اشارہ کرتے، ریوالور کا میگزین کھولا۔

اس میں بلٹس ڈلتی ہیں--دیکھیں اسے کیسے ڈالتے ہیں۔پھر اس نے میگزین بند کر کے ریوالور لوڈ کرنا سکھائی۔

یہ ٹریگر ہے-- آپ کا نشانہ کیسا ہے؟ اس نے نیلم کی جانب دیکھا۔

پتھر مارنے میں تو بہت اچھا ہے۔یاد ہے آپ کو بھی مارا تھا چھت پر، یاد آیا؟؟؟وہ جوش میں بول رہی تھی۔جب نظر میجر عاص کے سنجیدہ چہرے پڑی۔

سوری، اس نے سر جھکا لیا

یہ لاسٹ ٹائم تھا۔وہ بول کر پیچھے مڑا۔شلوار کرتا میں کھڑے ایک آدمی کو اشارہ کیا اور کچھ لانے کو کہا۔

یہاں کھڑی ہوں۔اس سے آگے نہیں بڑھنا۔میجر عاص نے اسے میز کی سیدھ میں کھڑا ہونے کا کہا۔یہ لیں، آدمی کے ہاتھ سے ایک چھوٹا سا باکس لے کر اسے پکڑایا۔جس میں چھوٹے چھوٹے تیر تھے۔فقط نشانہ پکا کرنے کو۔

ماریں، اس نے نیلم کو ہونق بنے کھڑے دیکھ کر کہا۔ایک، دو، تین اسکا نشانہ زبردست تھا۔ میجر عاص کو چھت کا وہ منظر یاد جب اس نے ایک چھوٹا سا کنکر اتنے فاصلے سے میجر عاص کو مارا تھا۔

گڈ، میجر عاص نے اس سے باکس تھامتے کہا- پھر ریوالور اسکے ہاتھ میں تھمائی اور خود اسکے پیچھے جا کر کھڑا ہوگیا۔

دونوں ہاتھ سیدھے رکھیں۔اس نے ہدایت دی- نیلم نے عمل کیا۔

سامنے دیکھیں۔وہ اسکے پیچھے کھڑا بول رہا تھا- اس نے آگے بڑھ کر دونوں ہاتھ نیلم کے کپکپاتے ہاتھوں پر رکھتے ریوالور کو ٹارگٹ پر سیٹ کیا۔

سامنے دیکھیں ریڈ ڈاٹ کو فوکس کریں۔اسکی آواز نیلم کے کان کے بہت قریب سنائی دے رہی تھی۔ٹریگر کو پریس کرنے سے پہلے ریوالور پر گرفت مضبوط رکھنی ہے۔وہ انگلش میں اسے گائڈ کررہا تھا۔بالکل پروفیشنل انداز میں۔جب کہ نیلم کا دم گھٹ رہا تھا اسکے حصار میں-

ریلیکس اسکے ماتھے پر پسینے کے قطرے دیکھتے وہ بولا۔

ٹریگر پریس کریں۔اس نے ڈرتے ڈرتے عمل کیا۔

ٹھاہ! آآآآ گولی کی آواز کے ساتھ نیلم ابرار کی چیخ بھی گونجی تھی۔

وہاٹ از یور پرابلم؟ وہ جو آنکھیں میچے حلق کے بل چیخ رہی تھی۔اسکی دھاڑ پر یک دم خاموش ہوگئی اور آہستگی سے آنکھیں کھول کر اسکے سخت غصیلے چہرے کی جانب دیکھنے لگی-

---ااا نیلم سے بات نہ بن پائی۔ابھی صبح میں ہی تو اِس نے اتنی پریکٹس کروائی تھی کہ وہ فائر کی آواز پر خوف زدہ نہ ہو۔

صبح کتنی پریکٹس کروائی تھی میں نے۔مگر افسوس آپ جیسی بزدل، کم ہمت اور ڈرپوک لڑکی سے میں اُمید لگا رہا تھا- آپ رونے کے سواء کچھ نہیں کرسکتیں۔ناؤ گیٹ لاسٹ فرام ہیئر۔اسکے اتنے سخت لہجے اور الفاظ پر اسکے بھل بھل آنسو بہنے لگے۔

سوری، وہ سوں سوں کرتی سر جھکا کر بولی۔

" آئی سیڈ گو" وہ اسکی جانب سے رُخ پھیر کر پینٹ کی پاکٹس میں ہاتھ ڈالے کھڑا ہوگیا- نیلم اسکی بے حسی پر اپنے آنسو صاف کرتی پلٹ گئی۔

" ہمیں کئی بار خود پر حیرت ہوتی ہے کہ ہماری محبت کا قد کاٹھ بھی عجب ہے۔ہمارے دل میں ہے تو قطرہِ خوں کے برابر۔اگر باہر نکل جائے تو آسماں کو قد اونچا کرنا پڑجائے اور زمین کو اپنی وسعت میں اور کشادگی پیدا کرنی پڑجائے۔آخر آپ میں ایسا کیا ہے میجر عاص؟ جو ہم ہر بار آپ کو ہاتھوں ذلیل ہوکر بھی آپ سے نفرت نہیں کرپاتے، بدگمان نہیں ہوتے- ایسا کیوں ہے کہ ہمارا دل ناراض نہیں ہوتا آپ سے؟ آپ نے ہم سے ہمارا ہر احساس چھین لیا ہے۔آپکی محبت نے ہمارے ہر جذبے کو جیسے paralyse کر کے رکھ دیا ہے۔"وہ گراؤنڈ سے نکلتے سوچ رہی تھی۔

****

میں نے یہ نام پہلی بار سنا ہے۔"اسد نے کہا۔"

یہ شکل پہلے کبھی دیکھی ہے؟" اس نے اپنے سیل فون سے شاکر کی تصویر اسے دِکھائی۔"

نہیں میں اسے نہیں جانتا۔اور اسے؟ منہاج نے ایگل کی تصویر دِکھائی۔

نہیں، منہاج نے گہری سانس لیتے بیک پر ٹچ کیا تو ہوم اسکرین سامنے آگئی اور اس پر لگا نیلم ابرار کا وال پیپر۔

یہ۔۔یہ۔۔۔یہ تمھارے پاس کیسے آئی؟ کون ہے یہ لڑکی؟ اوہ مائی گاڈ ہاؤز اٹ پوسیبل؟ یہ " دھوکہ ہے میں یقین نہیں کرسکتا۔"وہ ایم آز کے سیل فون پر ہاتھ لگاتے بول رہا تھا۔جیسے یہ تصویر ابھی باہر نکال لے گا۔

شٹ اپ کیا بول رہے ہو؟" منہاج کو اسکی یہ حرکت زہر لگی۔"

تت۔۔۔ تم تو کہہ رہے تھے کہ تم نے زوئی کو نہیں دیکھا۔تم نہیں جانتے کہ عاص کو " زوئی نے ٹریپ کیا تھا۔"وہ منہاج کی جانب دیکھ کر تیز تیز اور بےیقین لہجے میں بول رہا تھا۔

تو تمہیں کیا لگ رہا تھا میں جھوٹ بول رہا تھا؟ منہاج کی تیوری چڑھ گئی۔

نن۔۔۔نہیں تو۔وہ اسکا خراب موڈ دیکھ کر سنبھلا۔یہ۔۔یہ۔۔یہ؟؟

کیا یہ یہ؟ ٹیل می وہاٹ از ان یور مائنڈ ؟ منہاج اسکی جانب جھکتے صوفے پر ہاتھ رکھتے بولا۔

یہ لڑکی زوئی جیسی ہے۔بالکل وہی چہرہ ہے۔میں نے زوئی کو پکچرز میں دیکھا تھا اور ایک " بار حقیقت میں بھی۔کرنل کے گھر جب دعوت پر گیا تھا۔وہاں یہ آئی تھی۔عاص کی دوست کی حیثیت سے۔"حبیب بول رہا تھا اور منہاج کے کان سائیں سائیں کرنے لگے۔

کیا کہہ رہے ہو اسد زبیر لغاری؟ اسکی تمام حسیات جیسے اپاہج ہوگئیں تھیں۔

بلیو می بلیک سٹار یہ وہی چہرہ ہے بس معصومیت زیادہ ہے۔"اس نے اپنی بات پر اسٹامپ " لگاتے کہا۔

اینی ویز یہ لڑکی تمہارا مسئلہ نہیں ہے اور ہیرے کی اسمگلنگ کیلیے دو بندے اور ہائر کرو۔" بحری راستوں پر سیکیورٹی سخت ہوگئی ہے۔"منہاج نے اپنے تاثرات چھپا لیے تھے، ہمیشہ کی طرح۔

****

کل وہ ایک ٹریز سے ریکوسٹ کر کے گیا تھا۔جس نے بعد میں اور کیڈٹس کے ساتھ اسے chin up, roop up بھی

کی ٹریننگ دی تھی۔اسکے بعد رات کا کھانا کھایا اور وہ خود ہی ایک اسٹاپ واچ لے کر گراؤنڈ میں نکل گئی۔ میجر عاص اپنے مشن کے کام سے نکل گیا تھا۔وہ اسلام آباد میں ہوکر

بھی منہاج کے ہر کام پر نظر رکھے ہوئے تھا۔اسکی پوری ٹیم اسے ٹریس کررہی تھی۔مگر ایم آز پلازہ کے اندر دوبارہ جانے کی اجازت اس نے ابھی تک کسی کو نہیں دی تھی- اسلحے کی اسمگلنگ کیلیے ایک اور ٹیم تشکیل دے دی گئی تھی۔جسکے نتائج بہت مثبت اور حوصلہ افزاء تھے-

افسوس آپ جیسی بزدل کم ہمت اور ڈرپوک لڑکی سے میں اُمید لگا رہا تھا- آپ رونے " کے سواء کچھ نہیں کرسکتیں۔ناؤ گیٹ لاسٹ فرام ہیئر۔"وہ بھاگ رہی تھی۔جتنا تیز وہ بھاگ سکتی تھی۔وہ اپنی ہمت سے زیادہ خود کو آزمانے لگی تھی۔اگر میجر عاص کہتا تھا کہ وہ جذباتی ہے تو وہ سو فیصد درست تھا۔وہ حد سے زیادہ جذباتی لڑکی تھی۔اسکا پورا وجود پسینے سے تر تھا۔خون گردش کے مراحل سے گزر کر اب اُبلنے لگا تھا۔مگر اسے پرواہ کہاں تھی؟

افسوس آپ جیسی بزدل کم ہمت اور ڈرپوک لڑکی سے میں اُمید لگا رہا تھا- آپ رونے " کے سواء کچھ نہیں کرسکتیں ناؤ گیٹ لاسٹ فرام ہیئر۔"اس کے پیروں کو بریک لگا۔گھٹنوں پر ہاتھ رکھے وہ لمبے لمبے سانس بھرنے لگی۔

پندرہ منٹ" اسے افسوس ہونے لگا۔وہ سمجھ رہی تھی کہ وہ ایک ہی دن میں سیکھ لے " گی۔حالانکہ یہ پندرہ منٹ بھی بہت زیادہ تھے۔جو دوسرے کیڈٹس ہفتے میں سیکھتے تھے۔وہ اس نے ایک دن میں سیکھ لیا تھا۔مگر وہ افسردہ تھی-

میجر عاص صحیح کہتے ہیں ہم سے کچھ نہیں ہوسکتا۔"وہ بینچ پر بیٹھ گئی- آنکھیں بند کرلیں۔"

آپی ہم سے فزکس کے نمیریکلز نہیں حل ہوتے۔کہیں ہم اس میں رہ نہ جائیں۔"

ایسے ہی رہ نہ جائیں" Paulo Coelho کی Alchemist پڑھی میں نے اُس میں وہ
کہتا ہے:

"And when you want something All the Universe conspires in helping you to acheive it"

اگر تم یہ سوچو گی کہ تم نہیں کرسکتی تو واقعی تم کبھی نہیں کرسکتی اور اگر تم نے ٹھان لی کہ تم کر کے دکھاؤ گی تو دنیا کی کوئی طاقت، کوئی زنجیر، کوئی دیوار، کوئی سوچ، کوئی شخص، کوئی ریت رواج، کوئی بھی تمہیں اُس چیز کے حصول سے نہیں روک سکتا۔سوائے اللہ تعالیٰ کی پاک ذات کے۔"نیلم ابرار کی آنکھیں کھل گئیں۔اسے یاد آیا کہ پھر اس نے فرسٹ ایئر میں نوے فیصد مارکس لیے تھے۔فزکس میں اور اسے یہ سبجیکٹ اتنا اچھا لگنے لگا کہ اُس نے لیکچرر بننے کا سوچ لیا۔

" ہم کرسکتے ہیں اور ہم کر کے دیکھائیں گے۔" وہ اُٹھ کر دوسرے گراؤنڈ کی جانب چل پڑی۔

وہ جیپ میں سوار اندر داخل ہورہا تھا۔آج ہیڈکواٹر میں ایک میٹنگ بھی تھی۔مگر چونکہ جلد ہی برخاست ہوگئی تو وہ وقت سے پہلے اکیڈمی آگیا۔ابھی رات کے تین بج رہے تھے۔جبکہ اس کی واپسی فجر کے وقت تھی۔

یہ لڑکی کون ہے؟ وہ جیپ پارک کر کے اندر آچکا تھا۔ہاسٹل ایریا کی جانب جانے سے پہلے اس نے مڑ کر وارڈن انچارج سے پوچھا۔جو رات کے پہر راؤنڈ پر تھا۔

سر یہ وہی لڑکی ہے۔جو آپ کے ساتھ آئی ہے۔"وہ بتا رہا تھا۔"

وہاٹ؟؟ میجر عاص کے سلیوس چڑھاتے ہاتھ رُک گئے۔

اسکو پسٹل کس نے دی؟" وہ سختی سے پوچھ رہا تھا۔سر میں نے۔کس سے پوچھ کر؟ اسکی " سختی بتدریج قائم تھی۔

"وہ سر کیڈٹ گرل نے کہا کہ آپ نے۔۔"

اچھا، وہ گراؤنڈ کی جانب بڑھ گیا- نیلم ابرار کی اسکی جانب پُشت تھی اور فاصلہ اتنا زیادہ تھا کہ وہ اسکے پہنچنے تک ایک میگزین خالی کرچکی تھی۔

آپکو پتا ہے جھوٹ کا سہارا لینے سے انسان اکثر اپنوں کی نظروں میں گرجاتا ہے۔"وہ جو " ریوالور کو ٹھیک ٹارگٹ پر سیٹ کررہی تھی۔اسکی آواز پر ہلکے سے گردن موڑ کر دیکھا اور پھر ٹریگر دبا دیا۔

ٹھاہ!! کی آواز سے بلٹ ریڈ ڈاٹ کے کافی نزدیک لگی تھی۔مگر ٹھیک نشانے پر نہیں۔یہ نیلم ابرار کی تین گھنٹے کی محنت تھی۔میجر عاص نے ٹارگٹ بورڈ کے پاس گرے بہت سے تیر دیکھے۔جو شاید اس نے پریکٹس کیلیے استعمال کیے تھے۔

تو آپ ہمیں اپنا مانتے ہیں۔وہ ریوالور نیچے کر کے اسکی آنکھوں میں دیکھتے بولی- گراؤنڈ " "میں لگی پول لائٹس کی روشنی میں میجر عاص کا سایہ نیلم پر پڑ رہا تھا۔

آپ سے زیادہ ڈھیٹ بھی کوئی ہوگا اس دنیا میں؟ وہ بھی اسی کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"میں؟؟؟ Genius book of World record واؤ پھر کب آرہا ہے ہمارا نیم"

بحث کرنے کی عادت آپ کی مجھے بالکل پسند نہیں۔وہ عادتاً سینے پر ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔

آپ کو ہماری ایک بھی عادت نہیں پسند میجر عاص- آپ کو نیلم ابرار نہیں پسند۔بلکہ آپ " کو نیلم ابرار سے نفرت ہے۔"وہ پلٹ کر میز تک آئی اور ریوالور رکھ کر جانے لگی۔

میں تمہاری ایک بھی بات کو جھٹلا نہیں سکتا اور اسکے لیے میں تم سے معذرت خواہ " ہوں۔"اسے اپنی پُشت پر وہی دلفریب دھڑکنوں کو منتشر کرتی آواز سنائی دی۔

ہمیں آپ کی کوئی معذرت قبول نہیں میجر عاص" وہ پلٹے بغیر بولی تھی- میجر عاص کے " لب دھیرے سے مسکرائے تھے۔

تیری آہوں پر مسیحا کو ہنسی آتی ہے"

"اس سے زیادہ بھی تماشے کی تمنا ہے تجھے

****

اسے دو دن مزید گزر گئے تھے یہاں آئے۔میجر عاص اسے روز پریکٹس کروا رہا تھا۔اسکی ٹریننگ سخت سے سخت ترین ہوتی جارہی تھی- کل شام میجر عاص نے تین گھنٹے اسے پالتو

کتے کے ساتھ بند رکھا تھا۔جسکی شکل ہی کسی شیر کی طرح تھی- وہ اپنے آپ کو چیلنج کرچکی تھی کہ وہ اب بزدلی کا مظاہرہ نہیں کرے گی۔بہت زیادہ خوفزدہ ہونے کے باوجود اس نے یہ امتحان بھی پاس کرلیا تھا۔ریسنگ بھی ٹھیک جارہی تھی- اب paragliding, hiking کیلیے انہیں نتھیا گلی جانا تھا۔

نتھیا گلی اسلام آباد سے اسی کلو میٹر کے فاصلے پر ہے- یہ مری اور ایبٹ آباد کے درمیان میں آٹھ ہزار دوسو فٹ کی بلندی پر ہے۔

ہم کب تک پہنچیں گے۔نیلم نے جنرل نالج کی کتاب بند کرتے کہا۔جو اسکو آئی ایس ایس بی کے ٹیسٹ کیلیے رٹنی تھی۔

جب آپکا یہ چیپٹر مکمل ہوجائے گا۔وہ ونڈ اسکرین کی جانب دیکھتے بول رہا تھا۔

بس ہمارا دماغ پک گیا ہے اب۔وہ سیٹ کے ساتھ ٹیک لگاتے آنکھیں موندگئی تو میجر عاص کو بھی خاموش ہونا پڑا۔ویسے بھی آج کل نیلم ابرار کی خوش اخلاقیاں چھٹی پر تھیں- آخری بار جو اس نے ڈانٹا تھا۔اسکے بعد سے وہ اس سے کچھ کھنچی کھنچی سی تھی- اپنے مطلوبہ مقام پر پہنچ کر اس نے جیپ روک دی- اب یہاں سے اوپر ہمیں پیدل چلنا ہے-

چلیں آپ کو ہائیکنگ ٹریک پر چلنا بھی آجائے گا۔وہ جیپ کی پچھلی طرف چلا گیا۔

یہ کیا ہے؟

"trekking sticks "

اس نے جواب دیتے دو اسٹکس اسے پکڑائیں۔

برف باری کا موسم لگ رہا ہے۔"وہ ٹریک پر اسٹکس کی مدد سے چڑھ رہا تھا- جینز اور " شرٹ کے ساتھ نیوی بلیو اور وائٹ جیکٹ میں، اس خوبصورت منظر کا حصہ بنے وہ نظر -لگ جانے کی حد تک نیلم ابرار کو حسین لگ رہا تھا

چلیں، آپ آگے چلیں۔میں یا پھر ایسا کریں میرے ساتھ ساتھ چلیں اور دیکھیں ہائیکنگ ٹریکس پر کیسے چلتے ہیں؟ وہ اسکی جانب دیکھ کر بولا۔جس نے وائٹ لیلن کی شرٹ کے ساتھ جینز پہن رکھی تھی۔اس پر لمبا کوٹ تھا- کندھوں پر شال اور سر پر ہیٹ۔

کچھ رہ گیا تھا تو وہ بھی پہن لیتیں۔"اسکو ہنسی آئی بمشکل ضبط کی۔"

وہ بولی تو کچھ نہیں۔بس دانتوں کو آپس میں جوڑ لیا جو مسلسل بج رہے تھے- وہ اسکے ساتھ ساتھ ٹریک پر چلنے لگی- راستہ تنگ ہونے سے اسکی کہنی میجر عاص کے ہاتھ سے ٹکرا جاتی۔

اُف کتنا لمبا راستہ ہے۔نیلم نے سوچا۔مگر بولی نہیں۔

وہ لوگ اب ایک کھلے سے میدان میں آگئے تھے اور برف باری بھی شروع ہوچکی تھی- سردی بڑھنے لگی- سرد برفیلی ہواؤں کے تھپیڑوں نے نیلم ابرار کے گلابی گالوں کو سرخ قندھاری انار میں بدل دیا تھا- اس پر گھنیری پلکوں کی چھاؤں، وہ دل موہ لینے والا چہرہ رکھتی تھی۔آس پاس لوگ نہ ہونے کے برابر تھے- برف اور رفتار سے برسنے لگی، ٹھنڈ -مزید بڑھ گئی

وہ لوگ اب ایک اونچے مقام پر تھے۔جہاں سے آس پاس سے مارگلہ اور ایبٹ آباد دیکھائی دے رہا تھا۔نیلم اس حسین منظر کو دیکھ رہی تھی۔ٹریکنگ اسٹکس اب بھی ان کے ہاتھوں میں تھیں۔

" ہمیں یقین نہیں آرہا کہ یہ پاکستان ہے۔"اسکی بڑبڑاہٹ بہت دھیمی تھی۔مگر میجر عاص کے کان بہت تیز۔کیوں؟؟؟ "اتنا خوبصورت" وہ بول اس سے رہی تھی۔مگر اسکی ہری آنکھیں سر سبز و شاداب مناظر پر جمی تھیں اور میجر عاص کی اس پر۔

" پاکستان اس سے بھی زیادہ خوبصورت ہے۔سوات، ناران، کاغان، جہلم، مانسہرہ ابھی تو تم نے یہ سب نہیں دیکھا۔"وہ خاموش رہی۔

نیلم؟؟؟ کیا پرابلم ہے تمھارے ساتھ؟ میں تم سے بات کررہا ہوں۔ان پہاڑوں سے نہیں۔
وہ اب بھی چپ تھی۔

آپ میری ایک ڈانٹ نہیں برداشت کرسکتیں۔آپ کیا کریں گی؟ وہ اسے بولنے پر اُکسا رہا تھا۔

ہم آپ کیلیے کچھ بھی کرسکتے ہیں۔"وہ اسکی جانب دیکھتی بولی۔"

اچھا کیا؟؟ "نیلم ابرار آپ کیلیے کسی کی جان لے بھی سکتی ہے اور اپنی جان دے بھی سکتی ہے۔"اسکی آواز نتھیاگلی میں برستی برف باری کی سماعتوں سے ٹکرائی۔ برف کے گولے چشم دید گواہ بن گئے تھے۔اس لڑکی کے جنون کے، دیوانگی کے۔

کون جانتا تھا کہ انہوں نے یہ آواز محفوظ کرلی تھی۔اس سرد روئی کو انتظار تھا۔اُس وقت کا جب اس نے یہی الفاظ لوٹانے تھے۔

برف میں گاڑھ کر خود چار قدم آگے بڑھی۔ سردی کی tips کی trekking sticks وہ شدت سے اسکی چھوٹی سی ناک سرخ ٹماٹر ہوچکی تھی اور اس میں پہنی نوز پِن کی چمک مزید بڑھ گئی تھی۔

ہاہاہاہا ہاہاہاہا! ایسا محسوس ہورہا تھا۔جیسے میجر عاص عالم کے قہقہے میرانجانی کی چوٹی سے ٹکراتے واپس آرہے ہوں۔

غالباً یہ کسی مووی کا ڈائیلاگ ہے۔اینی ویز مِس نیلم ابرار مجھے آپکی جان نہیں چاہیے۔بلکہ " عاص عالم چاہتا ہے کہ نیلم ابرار اتنی سخت ہوجائے کہ اسکی جان اتنی آسانی سے نہ لی جاسکے اور سخت ہونے کیلیے سختیاں تو جھیلنی پڑتی ہیں نا؟؟" نیلم نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

برف باری تب شروع ہوتی ہے۔جب گراؤنڈ ٹمپریچر زیرو سینٹی گریڈ سے لیس ہو یا 32" بھی ہوا تو آپ چھ گھنٹے تک اسی -C-اگر ابھی نتھیا گلی کا درجہ حرارت Fahrenheit2 جگہ کھڑی باآسانی زندہ رہ سکتی ہیں۔"وہ اپنے اصل مقصد کی جانب آچکا تھا اور نیلم سمجھ رہی تھی۔اسے اسکی ناراضگی کی پرواہ ہے۔

اپنا کوٹ اور ہیٹ مجھے دے دیں ورنہ آپ کو سردی نہیں لگے گی۔"وہ ہاتھ اسکی جانب " بڑھاتے بولا۔ نیلم نے بےیقینی سے اسے دیکھا۔

جلدی کریں، پھر وہ اسکا کوٹ اور ہیٹ لے کر چلاگیا۔نیلم نے اسے بڑے بڑے سرسبز درختوں میں گم ہوتے دیکھا تھا۔

میں تمہارے نام لکھوں گی محبت کی کہانی

پتھروں سے سر پھوڑتے جذبوں کی کہانی

****

" کرنل شہیر عالم آپکی بہادری، آپکی دیدہ دلیری کے ہم سب قائل ہوچکے ہیں۔اپنے بیٹے کو دشمن کے حوالے کر دیا آپ نے۔مگر سر نہیں جھکایا۔ظلم کے خلاف اپنی عوام کو شرمندہ نہیں کیا۔کاش ہم ان کو حقیقت بتا سکتے۔آپ کا دل چیر کے دیکھا سکتے۔"لیفٹیننٹ جنرل نے انہیں سراہتے ہوئے کہا۔

" تین ماہ پہلے مجھے عاص نے کہا تھا کہ وہ آرمی جوائن کرنا چاہتا ہے۔میں نے تب اسے ٹائیگر کا نام دیا تھا۔میں نے اس کے اندر ایک بہادر اور نڈر انسان دیکھا تھا اور آج میرے بیٹے نے ثابت کردیا۔بلیک سٹار کی قید میں بھی اُس نے کہا۔

بابا میری فکر مت کریں۔میں نے غلط کیا آپکی فائل بیچ دی۔میں ڈر گیا تھا۔آپ کو کھونا " نہیں چاہتا تھا۔مجھے بلیک میل کیا جارہا تھا۔مگر آج اللہ تعالیٰ نے مجھے موقع دیا ہے۔اپنی غلطی کا کفارہ ادا کرنے کا اور میں پیچھے نہیں ہٹوں گا۔اگر ایک میری جان جانے سے "ہزاروں بےگناہ بچ جاتے ہیں تو میں خود کو خوش قسمت سمجھوں گا۔

میں نے کہا کہ میں اُسے شہید سمجھوں گا۔"ناچاہتے ہوئے بھی کرنل شہیر عالم کی آنکھیں " بھیگ گئیں تھیں۔

"marriot hotel

میں میٹنگ ارینج کی ہے عاص عالم کو کچھ نہیں ہوگا۔اللہ پر بھروسہ رکھیں کرنل شہیر عالم" -بریگڈیئر شاہ نواز نے انہیں حوصلہ دیا- وہ فقط نم آنکھوں سے مسکرا دیے

انہیں کیا پتا تھا کہ کل وہ اور ان کی اہلیہ اپنی زندگی کا آخری دن گزاریں گے؟

****

نیلم! وہ ٹھیک چھ گھنٹے بعد واپس آیا تھا۔مگر وہ وہاں نہیں تھی۔

نیلم!! اس نے پھر پکارا- ٹھنڈ تھی کہ اسکی پکار پر منہ سے سرد ہوا کے مرغولے نکلتے۔

-کہاں چلی گئی؟" نیلم! وہ اسے پکارتا میرانجانی کے قریب پہنچ گیا"

"نیلم یہ مزاق نہیں ہے۔"

"نیلم مجھے پریشان مت کرو۔"

نیلم! نیلم!! نیلم!!! وہ درختوں سے گھرے راستے سے اوپر چڑھتا صرف ایک ہی نام پکار رہا تھا۔میرانجانی کی چوٹی اسکی بےقراری پر قہقہے لگارہی تھی۔

"نیلم بس کرو مزاق مت کرو۔"

نیلم! نیلم!! آئی ایم سوری پلیز کم بیک۔

نیلم! نیلم!! وہ اوپر چڑھتا جارہا تھا اور ایک ہی نام پکاررہا تھا۔مغرب ہونے کو تھی۔اُسے تو یہاں کے راستوں کا بھی نہیں پتا تھا-

نیلم! اس نے میرانجانی کی چوٹی پر پہنچتے، دونوں ہاتھوں سے ہونٹوں کے کنارے بند کرتے آواز لگائی۔

اسکی پُشت پر کھڑی ملکہِ حُسن نے مارگلہ کی پہاڑیوں کو رقص کرتے محسوس کیا تھا- سرد ہوا پر میجر عاص کی گرم سانسوں پر اسکا نام محوِ رقص تھا۔برف کے سفید برستے گولے ناچ رہے تھے۔ہر شے گنگنا رہی تھی۔کیا اس سے حسین بھی کچھ ہوسکتا تھا؟؟ نیلم ابرار کیلیے یقیناً نہیں۔

"آپ کچھ پریشان دکھ رہے ہیں میجر عاص عالم۔"اس آواز پر وہ نینو سیکنڈ کی رفتار سے پلٹا تھا۔وہ یاقوتی شال شانوں پر ڈالے سفید قمیض میں گلابی رنگت اور سرخ ہوتی ناک لیے اسکے سامنے تھی۔دونوں ہاتھ سینے پر باندھے۔

"کہاں چلی گئی تھی تم؟" وہ بدحواسی میں اسکی جانب بڑھ کر اسے شانوں سے تھامتے پوچھنے لگا۔

"آپ کو کیا لگا تھا مرگئے ہم؟ اتنی آسانی سے آپکی جان نہیں چھوڑنے والے۔"وہ مسکرا رہی تھی- میجر عاص نے جھٹکے سے اسے چھوڑا۔

"نیلم یہ ایک بہت ہی واہیات مزاق تھا۔"وہ غصے میں تھا۔

"بہت مزا آیا ہمیں ایسے آپکو ایک گھنٹہ نیلم نیلم پکار کر میرانجانی چڑھتے دیکھ کر- کیا کہہ رہے تھے آپ؟" اس نے ماتھے پر اُنگلی رکھتے سوچنے کی اداکاری کی۔پھر چٹکی بجا کر بولی۔

"نیلم آئی ایم سوری پلیز کم بیک۔"وہ اسکی آنکھوں میں اپنی سردی کے باعث بند ہوتی آنکھیں گاڑھ کر بولی۔

"دماغ خراب ہوگیا تھا میرا جو تمھارے لیے پریشان ہورہا تھا۔"وہ دانت پیس کر بولتے نچلے راستے کی جانب چلنے لگا۔

"--کئی بار آپ کا رویہ بھی بہت نان پروفیشنل ہوتا ہے نہیں؟ آئی مین اتنی پریشانی اور پھر"

آپ میری ذمہداری ہیں اور اپنے فرض کیلیے میں اتنا ہی کریزی ہوں۔"وہ اسکی بات کاٹ " کر مڑتے ہوئے بولا۔

اوہ تو یہ پریشانی فرض کی تھی۔"وہ مصنوعی حیرت لہجے میں سموتے اسکے پیچھے اُتررہی تھی۔" بالکل، وہ دھاڑا۔

آپ غصہ کیوں ہورہے ہیں؟ اسکی بات پر میجر عاص پھر مڑا۔میں کب غصہ ہورہا ہوں۔ حالانکہ اسکی آواز اور چہرے پر غصہ صاف دیکھا جاسکتا تھا۔مگر آپ غصے میں لگ رہے ہیں -میجر۔وہ مسکراتے ہوئے بولی۔میری شکل ہی ایسی ہے۔وہ جل کر بولا تھا

ایک ہٹ پر پہنچ کر وہ رُکا۔ایک بزرگ آدمی اُسکے سامنے پڑی برف صاف کررہا تھا۔

شکریہ بابا آپ نے خوامخواہ زحمت کی۔میں خود کر لیتا۔وہ ان سے اتنے پیار سے مخاطب تھا کہ نیلم کو بابا جی اپنے رقیب محسوس ہوئے۔

اندر آکر اس نے لکڑیاں جلانی شروع کیں- ہٹ میں دو چھوڑے چھوٹے کمرے تھے- چھوٹی سی ایک الماری اور لکڑی کے پلنگ۔

جائیں کپڑے بدلیں نہیں تو بیمار پڑجائیں گی۔وہ اسکی جانب دیکھے بغیر بولا- لکڑیاں آتش دان میں جلنا شروع ہوچکی تھیں۔

یہ لیں، وہ کپڑے بدل کر گیلے بال کھلے چھوڑے۔شال اچھے سے لپیٹ کر آتش دان کے پاس پڑے پتھر پر بیٹھ گئی تھی۔جب میجر عاص نے اسے کافی کا مگ تھمایا۔

"یہ تو کافی ہے۔"وہ مگ تھام کر بولی-

"جی اتنی سردی میں یہ اسپیشل کافی ہڈیوں کو گرم رکھے گی۔"وہ حیران تھا کہ اتنی سردی میں بھی وہ باآسانی سروائیو کررہی تھی- پہلی بار اس نے میجر عاص کو حیرت میں ڈال دیا تھا۔جب کہ حقیقت نیلم ابرار ہی جانتی تھی کہ ٹھنڈ کے مارے اس نے وہ چھ گھنٹے کیسے میرانجانی کی چوٹی تک پہنچنے میں لگائے تھے۔

"کافی بہت مزے کی ہے۔"وہ میجر عاص کی جانب دیکھتے بولی۔جو آتش دان میں مزید لکڑیاں ڈال رہا تھا۔

"میری وائف نے بنانا سکھائی تھی۔"وہ عام سے لہجے میں بولا۔

"آپ کی شادی ہوچکی ہے؟" اسکے لیے بولنا محال ہوگیا۔

"کس نے کہا میں نے شادی نہیں کی؟" میجر عاص نے اسکے سوال کے بدلے سوال کیا۔

"تو کیا آ--- آپ میریڈ ہیں؟" نیلم ابرار کی سانس اٹک گئی۔اسے لگا مارگلہ کی پہاڑیاں اسکے سر پر آگری ہیں۔

"آ--- آپ کی وائف کہاں ہے؟" میجر عاص کی بےنیازی پر اس نے ایک اور سوال کیا۔

"مرگئی" ٹائیگر نے دو اور لکڑیاں آگ کی نذر کیں- آگ کے شعلے اور بلند ہوچکے تھے۔

"اچھا ہوا" اسکی آواز بہت مدھم تھی۔

"کیا کہا آپ نے؟"

"میں نے کہا اچھا ہوا مر گئی۔ ورنہ میں اُسے اپنے ہاتھوں سے مار دیتی۔" نیلم نے دانت کچکچائے۔

"ویٹ آ منٹ آپ مار دیتیں، لیکن کیوں؟"

"آپ اچھے سے جانتے ہیں۔"

"نہیں میں نہیں جانتا آپ بتائیں۔" اس نے نیلم کی جانب دیکھا۔ جو درمیان میں جلتی آگ کو دیکھ رہی تھی۔

"آپ جو سننا چاہتے ہیں ہم وہ نہیں بولیں گے۔" میجر عاص کے لبوں پر ذرا کی ذرا مسکراہٹ دوڑی۔

"کیا آپ کو واقعی ہی عقل آگئی ہے؟"

"نہیں ہم نے آپکی عقل ٹھکانے لگانے کا سوچ لیا ہے۔" وہ پتھر سے اُٹھ گئی تھی۔ میجر عاص کی نظریں اسکی پُشت پر بکھرے آبشار پر ٹھہر گئیں۔ "تمہارے دماغ میں کیا چل رہا ہے نیلم ابرار؟" وہ حساس ادارے کا ایک اہم رکن تھا۔ وہ ذرا ذرا سی بات کو محسوس کرنے والا انسان تھا۔ اسے نیلم سے خطرے کی بو اُٹھتی محسوس ہوئی تھی۔

****

"یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک ہی چہرہ، ایک ہی جیسے نین نقش اور پھر اُسکا مجھ سے ٹکراؤ۔ پھر غائب ہوجانا۔اسکے بعد ایگل کا فرار ہونا؟" اسکے دماغ میں سوال ہی سوال اُبھر رہے تھے۔

"تو کیا میرا انجام بھی بلیک سٹار کی طرح ہوگا؟" اس نے کھڑکی سے نظر آتے اندھیرے میں جھانکتے سوال کیا۔

"کیا مجھے موت سے ڈر لگ رہا ہے؟" وہ آج اپنے آپ سے ایک اذیت ناک سوال کر بیٹھا تھا۔

"اگر تم موت سے نہیں ڈرتے تو اتنے گارڈز، بندوقیں ہر وقت تمہارے ہمراہ کیوں ہوتی ہیں- تمہیں خوف ہے موت کا؟" اسکے ضمیر سے آواز آئی۔

"ہاں میں ڈرتا ہوں موت سے۔لیکن یہ ڈر تب تک ہے جب تک پاکستان کو برباد کرنے کی خواہش زندہ ہے۔جس دن یہ چاہ، یہ تمنا مرگئی اُس دن میں بھی مر جاؤں گا۔"اس نے خود کو باور کرایا۔

ابھی وہ مکمل طور پر اپنے آپ سے مخاطب تھا۔ایک دم خود میں گم- جب ڈرائنگ روم میں میورک نے قدم رکھا۔

ایم آز تم نے امریکہ کی پارٹی والا کانٹریکٹ کیوں سائن نہیں کیا؟ اتنا زبردست پیکج لایا تھا " میں۔تم نے ریجیکٹ کر کے اچھا نہیں کیا۔"میورک ابھی ابھی کلب سے آیا تھا۔

مجھے اس پارٹی میں کوئی دلچسپی نہیں۔وہ اپنے ذاتی مفاد کیلیے کام کررہی ہے اور دوسری پارٹی میرے اصل مقصد میں میری مدد کررہی ہے۔"وہ اسکی جانب دیکھے بغیر بولا- میورک اُلجھ گیا۔

میں سمجھ نہیں پایا تمھاری بات۔

"جیک کی پارٹی اسلحہ لے کر اُسے robbery (ڈکیتی) کیلیے یوز کرتی ہے۔جس سے یہ پتا چلتا ہے کہ پاکستان کا اسلحہ امریکہ میں غلط کاموں میں استعمال ہوتا ہے۔اس طرح کے incidents دونوں ملکوں میں کشیدگی بڑھا دیتے ہیں اور پھر پاکستان کا امن و سکون برباد ہوجاتا ہے اور مجھے چین آجاتا ہے۔"وہ اسکی جانب پلٹا جو حیرت سے اسے سُن رہا تھا۔

تمھاری پاکستان سے کیا دشمنی ہے؟" میورک نے ابرو اُچکاتے پوچھا۔"

آئی تھنک ٹائم کافی ہوچکا ہے اب تمہیں ریسٹ کرنا چاہیے۔ایم آز اپنی چوڑی کلائی پر بندھی قیمتی ریسٹ واچ کی جانب دیکھتا ہوا بولا۔

اوکے گُڈ نائٹ، میورک انگریزی لب و لہجے میں بولتا ہوا چلا گیا۔

میری پاکستان سے نفرت کی جنگ ہے اور یہ کوئی چھوٹی دشمنی نہیں ہے۔"ایم آز اپنے " آپ سے مخاطب تھا۔

****

اسکی ٹریننگ زبردست جارہی تھی۔وہ بہت غلطیاں کرتی- کبھی ڈر جاتی، رونے لگتی تو کبھی میجر عاص سے لڑ پڑتی۔مگر وہ بھی اپنے نام کا ایک تھا۔کبھی اپنے غصے سے تو کبھی بہلاوے سے اسے ٹرین کررہا تھا- وہ دس منٹ میں اب 1.6 کلو میٹر بھاگ سکتی تھی۔صرف دو منٹ اور کم کرنے تھے- نشانہ ابھی تک کچا تھا۔وہ ٹارگٹ سیٹ کرنے میں بہت ناکارہ تھی-

آج اسکو ایک ماہ ہوگیا تھا۔وقت نیلم ابرار کیلیے بہت آہستہ آہستہ گزر رہا تھا۔کیوں کہ زندگی اب دن رات جدوجہد کرتے گزرتی تھی۔پورا دن ٹریننگ اور رات ٹیسٹ کی تیاری میں گزر جاتا۔میجر عاص کے ساتھ اسکا رویہ اب بھی ویسا ہی تھا۔کبھی جذبات کی رو میں بہہ جاتی تو کبھی اسکے سخت رویے پر بدتمیزی پر اُتر آتی۔

تھری ٹو ون گو" میجر عاص کا اشارہ ملتے ہی وہ وائٹ باؤنڈری کراس کرگئی۔تیزی سے " بھاگتے اس نے سامنے لگی رسی چڑھی پھر اگلے راؤنڈ میں پہنچی تو وہاں ایک ہی رسی پر دو تین لکڑیاں لگی تھیں۔اُن پر چڑھ کر سب سے اوپر والی سے نیچے چھلانگ لگائی۔اسکے گھٹنے پر لگ گئی۔مگر اسے بھاگنا تھا۔وہ اُٹھ گئی ایک جنگلے پر چڑھ کر دوسری طرف سے اُتری۔تین چار دیواریں کودنا پڑیں۔پھر ایک رسی پر لٹک کر دوسری بلڈنگ تک جانا تھا۔یہ سب میجر

عاص کی ایک مہینے کی محنت تھی۔جو آج نیلم ابرار جیسی ڈرپوک اور بزدل لڑکی اتنی بہادری اور توانائی سے یہ ساری کاروائی کررہی تھی-

ریڈ لائن پر پہنچ کر وہ تقریباً گرنے والی ہوگئی تھی۔سورج سر پر چمک رہا تھا۔

ویل ڈن مِس نیلم! یو ڈِڈ یور بیسٹ۔"میجر عاص اسے سراہے بغیر نہ رہ سکا- اس نے پانی " کی ٹھنڈی بوتل ورکر کے ہاتھ سے تھام کر منہ کو لگانا چاہی۔جب میجر عاص نے بوتل اسکے ہاتھ سے لے لی۔

فوراً پانی نہیں پیتے۔"وہ پانی کی بوتل لے کر کیمپ کی طرف چل پڑا تو نیلم بھی اسکی " چوڑی پُشت کو گھورتی پیچھے پیچھے چلی آئی۔

کرلیں۔میں ٹیسٹ لوں گا۔پھر بھی revision رات کو آپ سے کیا کہا تھا میں نے کہ " آپ جا کر سوگئیں۔وارڈن کے بلانے پر بھی نہیں آئیں۔"اسکے کرسی سنبھالتے ہی وہ بھڑک اُٹھا تھا۔نیلم کو تو اس ایک مہینے میں روز اس سے ڈانٹ سننے کی عادت ہوگئی تھی۔

"I'm waiting for your answer."

اسکو خاموشی سے گراؤنڈ کی جانب دیکھتے وہ غصے سے بولا۔گراؤنڈ میں اب آرمی کیڈٹس کی ٹریننگ ہورہی تھی۔نیلم ان کا اور اپنا موازنہ کررہی تھی اور جس کو اپنے سے بہتر پاتی مایوس ہونے لگتی۔میجر عاص کو امپریس کرنے کیلیے اس نے دن رات ایک کررکھے تھے- عجیب سی دوڑ تھی۔وہ جتنا اسکے معیار پر پہنچنے کی کوشش کرتی۔وہ اپنا معیار اُتنا ہی بلند کرلیتا۔

"I'm feeling tired so please stop arguing."

وہ بےزاری سے بولی۔

"you should to do that what I say--- I'm your instructor ."

وہ بھی بحث کو طول دینے لگا۔ نیلم نے ایک ناراض نظر اس پر ڈالی اور اپنی کیپ اور اسٹالر اُٹھا کر چل پڑی۔ میجر عاص نے غصے سے میز کو ایک لات رسید کی۔ وہ اسکے مزاج سے سخت خائف نظر آتا تھا۔بات بات پر وہ منہ بنالیتی۔پھر جان بوجھ کر تمام کام اُلٹے کرتی۔ تاکہ اسے مزید غصہ آئے۔پھر وہی تحمل سے کام لیتے اسکا موڈ بحال کرنے کی کوشش کرتا۔

"اوکے لڑائی ختم کرتے ہیں۔آپ آج ٹیسٹ دے دیں ایک اور chapter شامل کرلیجیے گا۔"وہ اسکے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔نیلم ابرار کو بھی اب تیز تیز قدم اُٹھانے آگئے تھے۔

اب کیا مسئلہ ہے؟ میجر عاص نے اسکا راستہ روکتے عاجز آکر کہا۔

میرا مسئلہ یہ ہے کہ آپ کو مجھ سے مسئلہ ہے؟ وہ تنک کر بولی۔

مجھے کیا مسئلہ ہوگا آپ سے؟ وہ عادتاً سینے پر ہاتھ بندھے کھڑا تھا۔

یہ تو آپ کو پتا ہوگا۔وہ منہ موڑگئی۔

بس مل گیا پھر بحث کرنے کا موقع آپ کو۔

میں بحث کررہی ہوں؟؟ میں؟؟؟ وہ چیخی۔

تو اور کون کررہا ہے؟؟؟ وہ اطمینان سے پوچھ رہا تھا۔

آپ کبھی اپنی غلطی نہیں مانتے۔وہ تاسف سے بولی۔

میں غلطی پر ہوں ہی نہیں تو مانوں کیوں؟؟؟ اس نے کندھے اُچکاتے کہا۔

آپ بہت خود پرست ہیں۔اس نے ایک اور برائی گنوائی۔

آہستہ آہستہ آپ کو میری برائیاں نظر آنے لگی ہیں۔آپ میں اچھائی ہو تو نظر آئے۔وہ جلی پڑی تھی۔دیکھیں پھر شروع کردی بحث آپ نے اور ٹائم بھی ویسٹ کردیا میرا۔وہ رسٹ واچ کی سمت دیکھتا بولا۔

"ہمیں پی اے ایف بیس جانا ہے۔ابھی نکلیں گے تو ایک دو گھنٹے تک پہنچ جائیں گے۔"

-وہ بول رہا تھا۔نیلم اسکے متفکر چہرے کو دیکھ رہی تھی

کچھ دیر بعد وہ اکیڈمی پہنچ گئے۔نیلم نے چینج کیا ایک ٹریولنگ بیگ لیا اور ایک گھنٹے بعد وہ اور Tactical بائے روڈ نکلے تھے- یہ پاک فضائیہ کا ہوائی اڈا تھا۔جہاں نیلم ایک بار ٹریننگ کیلیے آئی تھی۔مگر وہ ایئر بیس دوسرے شہر کے تھے۔یہاں میجر عاص combat ٹیسٹ لینے کو لایا تھا- جونیئر کیڈٹس ایئر فورس کے یونیفارم میں paragliding اسکا اُڑاتے نظر آرہے تھے۔بیس کا رن وے دو ہزار سے بھی کئی زیادہ لمبائی پر مشتمل F_17 تھا۔یہاں موجود ہر جونیئر کا رویہ ان کا عزم، جوش و خروش ان کا انداز ہر چیز چونکا دینے والی تھی۔سب سے زیادہ متاثر کن ان کا ادب سے کھڑے ہو کر اپنے انسٹرکٹر کی ہدایات سننا تھا۔نیلم وہاں سے گزرتے ہوئے انہیں ایسے دیکھ رہی تھی۔جیسے ان سب کے سروں پر سینگھ اُگ آئے ہوں یا پھر وہ مریخ، مشتری، عطارد سے آئے ہوں۔دو تین جونیئرز ایجر

کرافٹ سے چھلانگے مارتے اُترے۔اپنے ہیلمٹس بازو میں دبائے وہ ایسے چل رہے تھے۔
-جیسے آسمان کے بعد اب دنیا فتح کرنی ہو

پاک فضائیہ کے یہ نوجوان آسمان کے سنگی ہی تو تھے- اس کے سینے میں اُڑان بھرتے شیر دل بہادر نوجوان لڑکے اور لڑکیاں۔

ہم ان جیسے کیوں نہیں ہیں؟ ہم اتنے بزدل کیوں ہیں؟" وہ خوامخواہ ایک پراعتماد لیڈی "
-کیڈٹ سے اپنا موازنہ کرنے لگی

کیا ہوا نیلم؟ وہ اسے کافی دیر سے اُس لیڈی کیڈٹ کو نوٹ کرتا دیکھ چکا تھا۔

-کچھ نہیں، وہ اپنی پونی ٹیل کو پیچھے سے کھینچتی ٹائٹ کرتے ہوئے بولی

اپنے ایریا پر پہنچ کر اس نے وہاں بہت سارے ہیلی کاپٹر دیکھے تھے۔

کیا یہ فائٹر ہیلی کاپٹرز ہیں؟ اس نے میجر عاص سے پوچھا۔

ڈونٹ وری آپ کو بس اپنا ٹیسٹ دینا ہے اور گھبرانا نہیں ہے اوکے؟ وہ اسے گلوز دیتے بول رہا تھا۔جسے چڑھاتے نیلم نے اسکی جانب اچنبھے سے دیکھا۔

کیا مطلب آپ ہمارے ساتھ نہیں ہوں گے؟

ٹیسٹ ہے، پریکٹس ٹائم اب ختم ہے اور پلیز سینیئرز کے سامنے میری انسلٹ مت کروائیے گا۔وہ منہ بگاڑ کر بولا- اسے پتا تھا وہ جذباتی ہے۔جب بھی وہ اسے چیلنج کے انداز میں کہتا تھا تو وہ جھٹ کر ڈالتی تھی۔

لآپ کو ایسا کیوں لگتا ہے کہ ہم بہت نالائق ہیں؟ اندر سے وہ گھبرا رہی تھی۔مگر اسکے " سامنے اپنی کمزوری اب ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔

آپ مجھے غلط ثابت کردیں۔اگر ہم نے کردیا تو؟

تو؟ میجر عاص سوچنے کے انداز میں بولا۔

تو آپ ہمیں بائیک چلانا سکھائیں گے؟" وہ ہیلمٹ پہنتے ہوئے بولی۔"

وہاٹ؟؟؟ میجر عاص کو شاک لگا۔

منظور ہے تو ٹھیک، ورنہ ہم سے شکایت مت کیجیے گا کہ آپ کی انسلٹ کروائی۔"اسکی " مسکراہٹ دل جلانے والی۔ paragliding کے ٹائم ہیلمٹ اُتار دیجیے گا۔تاکہ ہمارا سر پھٹ جائے ہے نا؟ وہ اسکی آنکھوں میں دیکھتے بولی- میجر عاص نے مسکراتے ہوئے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ لیے۔بیسٹ آف لک۔

ہیلی کاپٹر کا شور برداشت کرنا اور اتنی اونچائی سے چھلانگ لگانا کوئی بچوں کا کھیل نہیں تھا۔ سوچ کر ہی رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔مگر جنون جب سر چڑھتا ہے تو عقل و خرد کہیں دور جا سوتی ہے۔تب کسی چیز سے خوف نہیں آتا۔اسکا ڈر جو پہلے سر پر سوار تھا۔اب بس ایک جملے سے اُڑن چھو ہوگیا تھا۔

زیادہ سے زیادہ کیا ہوگا؟

یہ سوچ ایسی ہے۔جہاں انسان ہر داؤ کھیلنے کو تیار ہوجاتا ہے۔ اس نے کبھی زندگی میں نہ سوچا تھا کہ وہ کبھی یوں فلک سے محوِ گفتگو ہوگی۔ ان ہواؤں کو بہت اونچائی سے محسوس کرے گی۔ ان سے باتیں کریں گی۔درحقیقت اسے یہ سب ایک خواب لگ رہا تھا۔

"بابا، آپی کاش! آپ ہمیں ایسے دیکھ لیتے کاش!!" اسکے دل نے بےاختیار خواہش کی تھی۔ ہوائیں بھی اب نیلم ابرار کی افسردگی پر نم ہونے لگیں تھیں۔

میجر عاص کی نظریں نیلم ابرار کو آسمان پر ڈھونڈنے لگی تھیں۔ شاید وہ کافی دور نکل گئی تھی کہ اسکی دوربین میں بھی سما نہیں پارہی تھی۔

نہ ڈھونڈنا مجھے زمین و آسمان کی گردش میں

تیرے دل میں نہیں ہوں تو پھر کہیں بھی نہیں

****

یہ منظر ایک بار کلب کا ہے۔جہاں بہت سے رعب دار چہرے براجمان ہیں۔ہر شخص دوسرے سے قیمتی پینٹ کوٹ میں ملبوس ہے۔ہر کسی نے ہاتھوں میں مہنگے سے مہنگا پتھر پہن رکھا ہے۔ گلاس وال کلب تھا۔ہارڈ ووڈ کا فرش، غرض یہ کہ ایک نظر ڈالنے پر ہی عام انسان کی آنکھیں باہر آجائیں۔اتنا پیسہ لگا تھا اس جگہ پر۔ ویٹرز گھوم رہے تھے۔

کولڈرنکس سرو کررہے تھے- ایک وائٹ یونیفارم میں ملبوس ویٹر نے پاکٹ میں لگے پین کا پاور بٹن آن کرتے کسی کو مخاطب کیا۔

"سر بی ایس (بلیک سٹار) یہاں موجود ہے۔"

کیا تم ریکارڈنگ کرسکتے ہو؟ سر مجھے وہاں جانے کی اجازت نہیں۔کیا تم ان کی گفتگو سُن سکتے ہو؟ نہیں سر، اوہ کسی بھی بہانے ایک راؤنڈ لگا آؤ۔کم از کم یہ تو پتا چلے کہ اس ٹی "ایس ایم (ٹاپ سیکرٹ میٹنگ) میں کون کون شامل ہے۔

اوکے سر آئی ول ٹرائے۔وہ دونوں کوڈ ورڈز میں بات کررہے تھے- ویٹر نے ٹرے اُٹھائی اور گلاس وال سے اندر کا منظر دیکھا۔جہاں دس بارہ مشہور و معروف سیاست دان، بزنس مین اور اسمگلرز بیٹھے سنجیدگی سے گفتگو کررہے تھے- منہاج عزضحاک سربراہ کے طور پر درمیانی نشست پر غرور و تکبر سے براجمان تھا۔ایک ہاتھ میں سگار تھا تو دوسرے سے وہ دو منٹ بعد اپنے ماتھے پر آنے والے بال پیچھے کرتا۔

کیا یہ کوئی دہشت گرد ہوسکتا ہے؟ اسکی پُرکشش شخصیت ہر شخص کو یہ سوچنے پر مجبور کرسکتی تھی- اسکے بولنے کا انداز ایسا تھا۔جیسے کوئی اسے جھٹلا نہیں سکتا۔کوئی اسے ٹال نہیں سکتا- ٹانگ پر رکھی دوسری ٹانگ کا پیر جھلاتے وہ اپنے ساتھ بیٹھے ایک بزنس ٹائیکون سے محوِ گفتگو تھا۔جب ویٹر نے بغیر اجازت گلاس ڈور کھول دیا- اس سے پہلے وہ اپنی پاکٹ میں لگا کیمرہ پین کا پاور بٹن آن کرچکا تھا۔پین کے اندر

hidden camera, hidden microphone, hidden USB port, memory card socket

-بھی تھا

کو شک بھی نہیں گزرتا اور اسکی victim سے spy camera lens اس میں لگے ریکارڈنگ ہوجاتی ہے۔

لیکن وہاں پر ینگ--" منہاج کے ساتھ بیٹھا بزنس مین کچھ بول رہا تھا۔جب اس نے ہاتھ اُٹھا کر اسے روک دیا اور ویٹر کو خون خوار نظروں سے گھورنے لگا۔

-جس نے ڈش کافی اوپر کو اُٹھا رکھی تھی

کس کی اجازت سے اندر آئے ہو؟ بلیک سٹار کی رعب دار آواز پر ویٹر کپکپا گیا۔

سس--سر نے کہا۔سسس--سرو کرنے کو۔وہ بمشکل بولا۔

آؤٹ، اس نے اُنگلی سے اشارہ کیا۔

وہ کنفیوز ہوکر پورا گھوم کر گیا تھا۔مگر حقیقت میں اس نے کمال طریقے سے وہاں موجود -دس لوگوں کے چہرے اپنے کیمرے میں محفوظ کرلیے تھے

-ایم آز نے اسکی پشت کو گھور کر دیکھا تھا

اسکیوز می، وہ اُٹھ کر سائیڈ پر گیا اور سیل فون نکالتے کوئی نمبر ڈائل کیا۔

جو ویٹر ابھی باہر گیا ہے اُسکو فالو کرو۔

****

بارش برسنے پر آئی تو تھمنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی- رات ہونے کو آئی تھی۔مگر وہ لوگ ابھی تک ایبٹ آباد میں پھنسے تھے-

"بارش بہت زیادہ ہورہی ہے۔جیپ کا آگے جانا اب بہت مشکل ہے۔راستے خراب ہیں۔ پچھلے دنوں برف باری بھی ہوچکی ہے۔ہمارا یہاں سے جانا اب مشکل ہے- پھر ایسی کوئی ایمرجنسی بھی نہیں ہے- یہیں stay کرلیتے ہیں۔"وہ جیپ ریورس کرتے بول رہا تھا۔

اُف آپ نکال لیں نا یہاں سے جیپ۔وہ اُلجھتی ہوئی بولی۔

فائدہ کیا ہوگا۔دو دن بعد پھر آنا ہوگا۔اکیڈمی میں ٹیسٹ دینا ہے آپ نے۔تاکہ پریکٹس ہو جائے کچھ۔وہ اسکی طرف دیکھے بغیر بولا۔

ایک ماہ بعد وہ لوگ پھر سے نتھیا گلی آگئے تھے اُسی ہٹ میں-

بیگ دیکھیں اپنا۔گیلا تو نہیں ہوا۔آپ کی بُکس نہ خراب ہوگئی ہوں۔میجر عاص نے تولیے سے بال رگڑتے کہا۔بارش کی وجہ سے وہ مکمل بھیگ چکا تھا۔نیلم نے کوٹ پہن رکھا تھا۔تبھی کچھ بچت ہوگئی۔

نہیں ہمارا سامان ٹھیک ہے۔آپ چاہتے تو جیپ نکل سکتی تھی وہاں سے۔آپ کیلیے کون سا وہ مشکل کام تھا یا ہمیں کوشش کرنے دیتے۔وہ بلاوجہ غصہ ہوتے بیگ سے چیزیں نکال نکال کر پٹخ رہی تھی-

ایک ٹیم آرہی ہے اُس سے کچھ کام ہے مجھے۔اسی لیے رُکے ہیں ہم۔وہ تولیہ پلنگ کی لکڑی پر ڈال کر بالوں میں ہاتھ چلانے لگا۔

کام آپ کو تھا ہمیں تو نہیں۔اس نے اپنے پہننے کو ایک جوڑا نکال لیا۔

اب آپ کا اور میرا کام ایک ہی ہے مائنڈ اٹ اور بدتمیزی کی بھی ایک لمٹ ہوتی ہے۔اب کی بار وہ سخت غصیلے لہجے میں بولا۔

اگر آپ کو اتنی ہی پرابلم ہے تو ابھی ریجیکشن کروا لیں اور چلی جائیں۔مجھے کوئی شوق نہیں ہے آپ کو اپنے ساتھ ساتھ لے کر پھرنے کا- وہ زوردار آواز میں دروازہ بند کرتے دوسرے کمرے میں چلا گیا۔جب کہ نیلم ہقا بقا کھڑی رہ گئی- اس نے کپڑے بیڈ پر پھینکے اور دونوں ہاتھوں میں چہرہ ڈھانپے آنسو بہانے لگی- مہینے سے اوپر ہوگیا تھا اسے۔مگر پھر بھی وہ اسکے سرد گرم مزاج کو سمجھ نہ سکی تھی۔ہر بار کی تذلیل اسے پہلی بار ہی کی طرح محسوس ہوتی تھی-

اسلام و علیکم! وہ چینج کر کے نکلی تو ایک اٹھائیس سال کی لڑکی پوشاک اور کھلے پاجامے میں ملبوس لیپ ٹاپ کے ساتھ جانے کتنی ڈیٹا کیبلس جوائن کیے مصروف تھی۔نیلم چونکہ ابھی کمپیوٹر ڈیپارٹمنٹ نہیں گئی تھی تو اسے اس بارے میں کوئی خاص معلومات حاصل نہ

تھی۔کیپٹن نور آجائیں کھانا لگ گیا ہے۔اوہ آپ ہیں مِس نیلم! ایک خوش شکل نوجوان کیپٹن نور کی اجازت پر اندر آیا تھا۔

اوکے باس، لڑکی نے لیپ ٹاپ کے ٹچ پیڈ پر اُنگلی گھماتے مصروف سا جواب دیا تھا۔

وہ دونوں دوسرے کمرے میں آئیں۔جہاں ایک تھری سیٹر صوفہ اور اسکے سامنے میز تھا۔ نیچے قالین پر ہی چٹائی بچھا کر سادہ سا کھانا رکھا تھا- اسکے بعد کافی کا دور چلا تو نیلم خاموشی سے کمرے میں آکر اپنی کتاب لے کر مصروف ہوگئی۔

****

ہائے جونیئر آپ کو ٹائیگر سر بلا رہے ہیں۔کیپٹن نور نے اسکے برابر پلنگ پر بیٹھتے اپنا لیپ ٹاپ آن کرتے کہا۔

-اپنی بُکس لیتی جائیں۔اسکے خالی ہاتھ جانے پر وہ بولی

وہ جب کمرے میں پہنچی تو وہاں صرف میجر عاص تھا۔وہ بھی لیپ ٹاپ پر ہی مصروف تھا۔ اس نے سر اُٹھا کر نیلم کو نہیں دیکھا تھا۔

کیا منہاج نے تمہارا پیچھا کیا تھا؟ وہ بغیر فون کے کس سے بات کررہا تھا۔نیلم سمجھ نہ پائی

یس سر بٹ مجھے پتا لگ گیا تھا۔

ہوں گڈ، میجر عاص نے ایئر فون نکال کر ٹیبل پر رکھا۔بیٹھیں، اب بھی وہ لیپ ٹاپ پر مصروف بولا تھا- میجر عاص نے پین کو کھول کر اس کو ڈیٹا کیبل کے ذریعے لیپ ٹاپ سے اٹیچ کیا تھا۔پین کا پچھلا دھڑ ٹیبل پر پڑا تھا۔نیلم کو حیرت ہوئی تھی- وہ اس سے کچھ فاصلے پر ٹِک گئی۔

تیاری کیسی ہے آپ کی؟ اسکا انداز بالکل اجنبی تھا۔نیلم کی آنکھیں دھندلانے لگیں۔

کیا میجر عاص کو اپنے رویے کی بدصورتی کا احساس نہیں تھا؟

ایکسرسائز سولو کررہی تھی۔وہ بمشکل بولی۔

میجر عاص نے ایک ویڈیو پلے کی۔جس میں منہاج سامنے بیٹھا تھا۔اسکو دیکھ کر نیلم کو عجیب -سی وحشت ہوئی تھی یا پہلی بار اپنے فیصلے پر ڈگمگائی تھی

دکھائیں بُک، میجر عاص نے لیپ ٹاپ ایک طرف کر کے اس سے کتاب لی۔پھر کچھ سوالات سمجھائے۔نیلم غائب دماغی سے سمجھ رہی تھی۔

حل نہیں ہورہا آپ سے۔یہ سوالات کوئی کلکیولس کے تو ہے basic question اتنا" کا مطلب ہی عقل کا intelligence نہیں۔سمپل الجبرا ہے بس۔کچھ لوجک لگانی ہے۔ -کھیل ہے۔جو آپ کے پاس بالکل نہیں ہے۔"اس نے نوٹ بُک ٹیبل پر پٹختے کہا

نیلم کی آنکھیں برستے بادلوں کا مقابلہ کرنے لگیں۔میجر عاص نے اپنا سر تھام لیا- اسے ٹینشن منہاج کی کاروائیوں کی تھی۔ایسے میں نیلم کے مزاج کو برداشت کرنا ایک مشکل کام تھا۔

اب آپ رو کیوں رہی ہیں؟ اس نے نیلم کی جانب دیکھتے کہا۔جسکے آنسو تھمنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔یہ وہ نیلم نہیں تھی۔جو اس ایک مہینے میں میجر عاص کو حیران کرگئی تھی۔ یہ وہی پہلے والی جذباتی اور کمزور نیلم تھی۔

اچھا آپ--- میجر عاص کیلیے اب ایک نئ مصیبت کھڑی ہوگئی تھی۔

نیلم پلیز! اچھا آئی ایم سوری، پلیز رونا بند کریں۔بالکل بھی اچھی نہیں لگ رہیں آپ۔روتے ہوئے چڑیل لگ رہی ہیں۔"وہ اِسے ایسے ٹریٹ کررہا تھا۔جیسے کسی بچے کو کیا جاتا ہے۔

ہمیں پتا ہے ہم آپ کو اچھے نہیں لگتے۔آپ کو بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ہم چڑیل " "لگیں، بھوت لگیں، جن لگیں آپ کو کیا؟؟؟

وہ آنسو رگڑتے چیخی۔

اُففففف میجر عاص نے کانوں میں اُنگلی گھسائی اور اُٹھ کر دروازے تک گیا۔باہر جھانکنے کے بعد ہلکے سے دروازہ بند کرتے واپس آیا۔

آپ نے قسم کھا رکھی ہے میرے جونیئرز کے سامنے میرا امیج خراب کرنے کی۔کیپٹن نور " کیا سوچیں گی؟ میجر عاص، یعنی ٹائیگر سر پر ایک اٹھارہ سال کی لڑکی چیخ رہی ہے۔"وہ ٹشوز نکال کر اسکو تھماتے بولا۔

اور آپ جو ہم پر چیختے ہیں۔"اس نے ٹشو سے لال ہوتی ناک رگڑتے تیکھے انداز میں کہا۔" میجر عاص نے مسکراہٹ چھپائی۔

"کافی نہیں پی نا آپ نے تبھی زکام ہوگیا ہے۔"

یہ رونے کی وجہ سے ہوا ہے، آپ کی وجہ سے۔"وہ اور ٹشو اسکے ہاتھ سے جھپٹتے ہوئے " بولی۔اچھا کافی پینے کے بعد پڑھائی شروع کریں گے۔پھر وہ کافی بنانے چلاگیا تو نیلم نے کمرے میں موجود واحد دراز کھول کر اندر سے carrom board نکال لیا-

یہ کیا کررہی ہیں آپ؟ وہ دو مگ لیے اندر آیا۔

کیرم کھیلیں؟ اس نے اشتیاق سے پوچھا- میجر عاص کا دل چاہا اپنا سر دیوار میں دے مارے۔

اچھا، بادل نخواستہ وہ اسکے ساتھ کیرم کھیلنے بیٹھ گیا اور دل ہی دل میں سوچنے لگا۔اگر کیپٹن نور نے اسے نیلم کے ساتھ کیرم کھیلتے دیکھ لیا تو کہیں بےہوش ہی نا ہوجائیں۔

اب آپ یہ کپ کچن میں رکھ کر آئیں۔پھر اسٹڈی اسٹارٹ کرتے ہیں۔اس نے کیرم بورڈ اُٹھاتے کہا تو نیلم سر ہلاتی کپ اُٹھا کر کچن میں چلی گئی- وہ جیت گئی تھی تو اسکی خوشی ایسی تھی۔جیسے کشمیر فتح کر لیا ہو۔

میجر عاص صوفے پر دراز ٹیسٹ بک کے سوالات دیکھنے لگا۔تھکن کے باعث اسکی آنکھ لگ گئی تھی۔نیلم جانے کیا کرنے لگ گئی تھی- وہ واپس آئی تو میجر عاص کو کتاب سینے سے لگائے سوتے دیکھا۔

میز کے کنارے ٹِک کر اس نے آہستگی سے کتاب اُٹھاتے بند کر کے اپنی گود میں رکھ لی-

-پھر میجر عاص کے نقوش دیکھنے لگی

اسکی چوڑی پیشانی، یاقوتی لب، تیکھی مغرور ناک، گھنے ابرو، ہلکی بڑھی شیو اور اپنے سحر میں جکڑ لینے والی سیاہ آنکھیں، وہ اس سمے بند تھیں- نیلم ابرار کے دل نے ایک بیٹ مِس کی تھی- اسکا ہاتھ میکانکی انداز میں میجر عاص کی پیشانی چومتے منتشر بالوں کی جانب بڑھنے لگا- ان سیاہ بالوں کی نرماہٹ وہ اپنی اُنگلیوں کی پوروں پر محسوس کرنا چاہتی تھی۔

نیلم جاکر سوجائیں۔"میجر عاص کی سنجیدہ نیند میں ڈوبی بھاری آواز پر اسکا ہاتھ نینو سیکنڈ میں " واپس آیا تھا۔وہ میز سے ایسے اُچھلی۔جیسے کسی زہریلے بچھو نے ڈنگ مارا ہو۔گود میں پڑی ڈوگر برادرز کی کتاب بھی زمین بوس ہوگئی تھی۔

ہہ---ہم ہم سورہے ہیں۔مطلب ہہ-- ہم سوگئے ہیں۔اسکی گھبراہٹ ایسی تھی۔جیسے چوری کرتے رنگے ہاتھوں پکڑی گئی ہو- میجر عاص نے آنکھیں کھول کر اسکے سُرخ ہوتے چہرے کو دیکھا۔آپ کھڑے کھڑے سو رہی ہیں؟ اب تو آپ کا نام Genius book of world record میں لکھوانا پڑے گا۔وہ خود سنجیدہ تھا مگر اسکی آنکھیں مسکرا رہی تھیں- نیلم جھٹ سے کمرے سے نکلی تھی- پتا نہیں کیوں وہ اتنی نروس ہورہی تھی۔

اس نے کرلیا ٹیسٹ پاس۔"میجر عاص کتاب اُٹھاتے بڑبڑایا تھا۔"

****

ایک ہفتے بعد۔

اس نے بےزار سی نظر اپنے آس پاس موجود لوگوں پر ڈالی۔جہاں زیادہ کپل آئے تھے۔ ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے سرگوشیاں کرتے اپنے ارد گرد سے بیگانہ و بےخبر۔

اسے شک گزر گیا تھا کہ آئی ایس آئی نے پھر سے اسے گھیرنا شروع کردیا ہے۔تب سے " وہ بہت محتاط ہوگیا تھا۔اس نے اسد زبیر لغاری کے ساتھ اپنی میٹنگ اس اعلٰی و شاندار ریسٹورینٹ میں رکھی تھی- جہاں ہر سو خاموشی اور پُرسکون ماحول تھا- خوبصورت وائٹ ٹائلز -سے سجا فرش اور چھت پر لگے فانوس اس کی قیمت مزید بڑھا رہے تھے

اسد زبیر لغاری ابھی تک نہیں آیا تھا۔منہاج

عزضحاک کا غصہ سوا نیزے کو پہنچنے والا تھا۔

ہاتھ میں تھاما نازک شیشے کا گلاس جسمیں موجود مشروب اب آدھا بچ گیا تھا- اس نے ایسے ہی بےاختیار سی نگاہ اُٹھا کر سامنے دیکھا۔گلاس ڈور کھولتا ایک وجود باہر جارہا تھا- بلیک جینز کے ساتھ ڈارک ریڈ کرتی پہنے پُشت پر شہد رنگ بال بکھیرے۔وہ اسکے وجود میں ہلچل سی پیدا کرگئی تھی- منہاج کی جانب اسکی پُشت تھی۔وہ باہر نکل کر ہلکے سے پلٹی اور گلاس وال کو ہاتھ سے ٹٹولتی سیدھا چلنے لگی۔اسکا آدھا چہرہ اب ایم آز کو صاف نظر آرہا تھا اور اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ یہ وہی چہرہ تھا۔جس نے اسکی بےحس دنیا میں احساس کی آگ جلائی تھی- یہ وہی روشنی تھی، جسکا اسے انتظار تھا- اسے لگا وقت تیزی سے سرک رہا

ہے۔اگر وہ اپنی نشست پر یوں ہی جما رہا تو وہ ہوا میں تحلیل ہوجائے گی۔اس نے تیزی سے اپنی سیٹ چھوڑی تھی۔جس ہڑبڑاہٹ اور تیزی میں وہ ٹیبل سے اُٹھا تھا۔مشروب کا گلاس زمین بوس ہوتے زور دار آواز پیدا کرگیا تھا۔کتنے ہی لوگوں نے کچھ دیر قبل اطمینان سے بیٹھے اس شخص کو اب بجلی کی تیزی سے بھاگتے دیکھا تھا-

ریسٹورینٹ نے کافی وسیع رقبے کو گھیر رکھا تھا۔دروازے تک پہنچتے وہ دو تین افراد کو اپنے شانے سے ٹکر بھی مار چکا تھا۔مگر مڑ کر دیکھنے کی زحمت نہ کی- گلاس ڈور کے پاس پہنچ کر اس نے جھٹکے سے دروازہ کھولا اور تیزی سے باہر کی جانب لپکا- وہ دائیں طرف گئی تھی۔ مگر وہاں کوئی نہیں تھا۔باہر کھڑے اسکے گارڈز اپنی جیپ سے دھپ دھپ کرتے چھلانگیں مارنے لگے۔وہ ایم آز کے اگلے حکم کے منتظر تھے۔جب کہ وہ خود ہی بھاگ کر کبھی سڑک کے دائیں طرف جاتا کبھی بائیں۔بار بار ہاتھ بالوں میں پھنسا لیتا۔اسکی اضطرابی کیفیت چہرے سے ہی عیاں تھی۔وہ ریسٹورینٹ کے گیٹ کیپرز کے پاس آیا۔

وہ وہ لڑکی کس طرف گئی ہے۔ریڈ شرٹ میں تھی- اس نے لہجے کو نارمل رکھنے کی کوشش کی۔ورنہ اسکی سفید کشادہ پیشانی پر پسینہ چمک رہا تھا-

سر یہاں تو بہت سی لڑکیاں ریڈ کلر پہن کر آتی ہہیں- گیٹ کیپر اُلجھتے ہوئے بولا۔

ایڈیٹ جو ابھی ابھی باہر آئی تھی اور اِس طرف گئی تھی- اس نے ہاتھ سے ریسٹورینٹ کی دائیں سمت اشارہ کرتے کہا۔

سوری سر ابھی تو میں نے کسی لڑکی کو باہر آتے نہیں ددیکھا- اس نے سر ہلا کر افسوس سے کہا۔

بکواس کررہے ہو۔لڑکی ابھی باہر نکلی ہے اور تم نے اُسے دیکھا نہیں مجھے اُلو بنا رہے ہو؟ اس نے گیٹ کیپر کو گریبان سے دبوچتے ریسٹورینٹ کی دو تین سیڑھیوں سے نیچے سڑک پر پٹخ دیا- دوسرے گیٹ کیپر کے گن لوڈ کرنے سے پہلے ہی منہاج کے گارڈز نے اسے گھیر لیا۔

بتاؤ لڑکی کہاں ہے؟ اس نے گیٹ کیپر کو جوتے کی نوک پر رکھتے پوچھا۔

سس---سر یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟ کیا غلطی ہوگئی اس سے؟؟ پلیز سسر--ریسٹورینٹ کا مینجر آتے ساتھ حواس باختگی میں ہی بولنا شروع ہوگیا۔

مجھے بتاؤ وہ لڑکی کہاں ہے؟ تم نے دیکھا ہے اُسے جاتے ہوئے۔وہ ماننے کو تیار نہ تھا۔

سے نکلتے جھٹ اس BMW وہاٹ آر یو ڈوئنگ ہیئر اینگری مین- اسد زبیر لغاری اپنی تک پہنچا- ایک باأثر سیاسی شخصیت کو دیکھ کر مینجر کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے۔

****

کیسا رہا پھر ہمارا پہلا اٹیک؟ وہ اُچھل کر میجر عاص کے برابر آ بیٹھی۔جو جی پی ایس ٹریکر کھول کر اسکی بیٹری نکالے کارڈ ڈال رہا تھا۔

it's quite good. I'm expecting more than it

وہ بیٹری لگا کر اب ٹریکر بند کر رہا تھا- نیلم کی خوشی جھاگ کی مانند بیٹھ گئی۔

اس سے اچھا کیا ہوسکتا تھا؟ اس نے ٹریکر میجر عاص کے ہاتھ سے لیتے برہمی سے کہا۔

بہت اچھا تھا- کمال کردیا آپ نے- آسکر ملے گا اب تو آپ کو- وہ اسکے ہاتھ سے ٹریکر لے چکا تھا۔

آپ کی ساسوں کی طرح طعنے دینے والی عادت بھی بہت بری ہے میجر عاص- اس نے اُنگلی اُٹھاتے بھڑک کر کہا۔

کل آپ کو اسلام آباد جانا ہے کمپیوٹر ڈیپارٹمنٹ میں۔ٹو ویکس رہنا ہے۔پھر اسسٹنٹ ڈائریکٹر بشرہ آپ کو مختلف گیٹ اپ کی ٹریننگ دیں گی۔اُن کی ایک ایک بات نوٹ کرنی ہے۔ایک ایک اسٹیپ کہ آپ نے کیسے کسی کو اپنی طرف اٹریکٹ کرنا ہے۔کیسے کسی کو hypnotize کرنا سکھائیں گی۔یہ غصہ دِلانا ہے۔ایموشنل کرنا ہے۔چیلنج دینا ہے، مطلب سیکھنا بہت مشکل ہے۔مگر آپ پہلے ہی کسی کو غصہ دِلانے، ایموشنل کرنے میں ماہر ہیں۔ آپ کیلیے آسانی ہوگی- اسکا انداز پروفیشنل تھا۔

کیا آپ کو منہاج سے ڈر لگتا ہے؟ میجر عاص نے نیلم کی جانب دیکھتے پوچھا۔جو غور سے اسکی بات سُن رہی تھی۔

سچ بتائیں تو اُس سے موت کا ڈر نہیں لگتا۔مگر ایک عجیب سا خوف آتا ہے- وہ صوفہ چھوڑ کر کھڑکی کے پاس کھڑی ہوگئی۔اس وقت وہ لوگ کراچی میں تھے۔

عجیب سا خوف؟؟؟ نیلم کی پُشت پر میجر عاص کی سوالیہ آواز اُبھری۔

کیا آپ سکس سینس (چھٹی حِس) پر بلیو کرتے ہیں؟ اس نے مڑ کر کھڑکی سے ٹیک لگاتے میجر عاص کو دیکھا۔

Extrasensory perception

پر یقین کون نہیں رکھتا کہنے کو انسان کی پاس پانچ حسیں ہیں مگر

thermoception,properioception,

nociception,equilibrioception,mechanoreception

نہیں exist میں real ان کو بھی انسان محسوس کرتا ہے- ہوتا ہے کئی بار کہ جو چیز کرتی۔وہ آپ کی بصری قوت محسوس کرنے لگتی ہے- آپ کو لگتا ہے کہ ایسا ہونے والا ہے- میجر عاص نے اپنی رائے کا اظہار کیا۔

ہمیں لگتا ہے کہ وہ آواز اب بہت قریب آگئی ہے۔ہمیں جو وہم لگتا تھا۔ہم اب اُسکو حقیقت میں دیکھنے والے ہیں۔محسوس کرنے والے ہیں۔اگر ہم خوف زدہ ہیں تو بس اسی وجہ سے اور میجر عاص کو اسکی یہ وجہ سمجھ نہیں آئی تھی۔

کون سی آواز؟؟؟ پلیز اب پھر وہی ڈرامہ مت شروع کردیجیے گا- اس نے برا سا منہ بنا کر ٹریکر کو لیپ ٹاپ سے کنیکٹ کرنا شروع کردیا- نیلم نے گہری سانس لی وہ جانتی تھی کہ وہ یہ بات شاید کبھی کسی کو سمجھا نہیں سکے گی۔

پہلے تو مجھے شک تھا۔مگر اب لگتا ہے کہ واقعی ہ آپ کو sleep paralysis کی بیماری ہے۔اب یقین ہوگیا ہے مجھے- وہ لیپ ٹاپ پر مصروف جواب دے رہا تھا۔

ایسا نہیں ہے ہمیں خواب یاد رہتے ہیں اور ہم کوئی بھوت ووت نہیں دیکھتے۔خواب میں نا ہماری باڈی ہی paralyse ہوتی محسوس ہوتی ہے- وہ ناراضگی سے بولی۔

کوئی سیریس ڈسکشن ہورہی ہے کیا؟ انس آئسکریم کے کپ ٹرے میں رکھے لایا۔جو میجر عاص نے نیلم کی پہلی کامیابی پر منگوائی تھی-

تمہارا خوابوں کے متعلق کیا ماننا ہے؟ میجر عاص نے ایک آئسکریم کپ اُٹھایا اور اپنی جگہ سے اُٹھ کر نیلم کی سمت چل پڑا- آئسکریم کپ اسکی طرف بڑھایا۔

اگر سائنس دانوں کے تجربے کے حوالے سے بات کی جائے تو دماغ کے دو حصے ہوتے ہیں۔

personal mind (ذاتی شعور) and universal mind

کائناتی شعور)۔ میجر عاص بھی نیلم کی ہی طرح کھڑکی سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔دونوں ہاتھ (سینے پر باندھ رکھے تھے۔جبکہ نیلم کے ہاتھ میں آئسکریم کا کپ تھا۔ وہ دونوں بہت غور سے اسکی بات سُن رہے تھے۔جو اُسی صوفے پر بیٹھا تھا جہاں کچھ دیر پہلے وہ دونوں براجمان تھے۔

سے ہے۔اس حصے میں وہ چیزیں ہیں۔جن space اور time ہمارے ذاتی شعور کا تعلق" کو ہم حواسِ خمسہ (پانچ حسیں) سے سیکھتے ہیں۔جبکہ کائناتی شعور جو دماغ کا دایاں حصہ ہے۔اس میں ماضی حال مستقبل سب محفوظ ہوجاتا ہے۔ ہم گیارہویں حس کے ذریعے کائناتی شعور سے

معلومات حاصل کرسکتے ہیں۔ جہاں تک میری ناقص معلومات ہیں۔خواب کے دوران ہمارے دماغ کا دایاں حصہ یعنی کائناتی شعور جاگ جاتا ہے۔ خواب سوتے میں آتے ہیں اور نیند کے Eye ہیں۔نیند کے جس مرحلے میں انسان خواب دیکھتا ہے۔اسے parts مختلف نیند کا مرحلہ ایک رات کی REM کہتے ہیں۔ Rapid REM اور movement نیند میں چار مرتبہ آتا ہے۔چوتھے مرحلے کا دورانیہ سب سے زیادہ ہوتا ہے اور یہ جاگنے نیند کا یہ مرحلہ زیادہ طویل REM سے چالیس پچاس منٹ قبل کا وقت ہوتا ہے۔چونکہ ہوتا ہے۔تبھی ہمارے دماغ کا بایاں حصہ بھی جاگ جاتا ہے۔اس لیے وہ اسے اپنے شعور میں محفوظ کرلیتا ہے۔تبھی اگر کچھ ایسا ہوجائے۔جو ہم نے خواب میں دیکھا ہو تو ہمیں لگتا ہے یہ ہم نے حقیقت میں پہلے بھیکہیں دیکھ لیا ہے۔"اس نے کافی تفصیل سے اپنی بات

سمجھائی- نیلم کو یاد آیا کہ وہ جب بھی خواب دیکھتی تھی۔وہ وقت فجر سے قریب تر ہوتا نیند کا تیسرا یا چوتھا حصہ۔ تبھی اسے وہ آواز نہیں بھولتی تھی۔ REM تھا۔مطلب

یہ گیارہویں حس کیا ہے؟؟؟ نیلم اسکی بات کافی غور سے سُن رہی تھی۔

چھٹی حس در حقیقت گیاہوریں ہے۔مگر لوگ اسے سکس سینس ہی کہتے ہیں-میجر عاص نے جواب دیا تھا- نیلم کی آئسکریم ختم ہوچکی تھی۔

پڑھنا شروع کردی ہے- ٹائیگر واپس اپنی جگہ پر آگیا۔ psychology تم نے کیا

آپ بھول رہے ہیں ٹائیگر سر کہ میں پروفیسر رہ چکا ہوں- وہ ہنستے ہوئے بولا۔

پچھلے مشن میں اس نے ایک پروفیسر کا کردار ادا کیا تھا۔وہ اِسی کا حوالہ دے رہا تھا۔

آپ پروفیسر بھی رہ چکے ہیں؟ نیلم نے حیران ہوکر پوچھا۔

جی! انس نے ہنستے ہوئے کہا۔

اب آپ باتیں بند کریں اور اپنے ٹیسٹ کی تیاری فائنل کریں اسکے بعد ٹائم نہیں ہوگا- میجر عاص نے اسے چلتا کیا۔

****

منہاج عز ضحاک ریسٹورینٹ کے control room میں موجود تھا- اس ہنگامے کے بعد پولیس نے فار میلٹی کے طور پر بھی کاروائی نہیں کی تھی۔منیجر نے بھی اسد زبیر لغاری کو دیکھ کر معاملہ رفع دفع کروا دیا تھا۔ورنہ جس بے دردی سے اس نے گیٹ کیپر کو مارا تھا۔ وہ نہایت ہی بری حالت میں ایک سرکاری ہسپتال میں پڑا تھا۔

مانیٹرز پر اُسی چہرے کو فوکس کیا جارہا تھا۔ریسٹورینٹ کے باہر لگے سی سی ٹی وی کیمراز نے اسے ایک کار میں بیٹھ کر جاتے دیکھا تھا۔چھوٹی سی مہران تھی۔جسکی نمبر پلیٹ بھی غائب تھی۔

اسکا نمبر چیک کرو- منہاج نے کار کی جانب اشارہ کرتے کہا۔

سر نمبر پلیٹ غائب ہے- ورکر نے بتایا۔

اوہ شٹ! اس نے ایک ہاتھ کا مکا بنا کر دوسرے پر مارا۔

کیسی ٹریفک پولیس ہے۔یہاں ایک کار بغیر نمبر پلیٹ کے چلائی جارہی ہے۔مگر کوئی ایکشن نہیں لیا جارہا- وہ قانون کی بات کررہا تھا۔جس نے انسانیت کا قتل کرڈالا تھا۔

سوری سر ہم اس سے زیادہ آپ کی کوئی مدد نہیں کرسکتے۔وی رئیلی فیل بیڈ فار اِٹ- منیجر نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔

نیلم کار سے اُتری۔اندر ریسٹورینٹ میں آئی اور کاؤنٹر پر کام کرتے ویٹر سے کچھ پوچھ کر پانچ منٹ بعد ہی چلی گئی۔مگر اسکی آنکھوں کی حرکت عجیب سی تھی- وہ دیکھ کہیں رہی تھی چل کہیں رہی تھی۔بول کسی سے رہی تھی۔دیکھ کسی اور طرف رہی تھی۔

منہاج کنٹرول روم کا دروازہ زوردار انداز میں بند کرتا باہر نکل گیا۔

****

کہاں گئی یہ لڑکی؟ میجر عاص اسے تینوں کمروں میں دیکھنے کے بعد اب کچن میں بھی تلاش کرچکا تھا- انس ایک خاکہ تیار کرنے میں مصروف تھا۔یہ خاکہ بلوچستان میں بڑھتی دہشتگردی کے حوالے سے تھا کہ وہاں کتنے را کے ایجنٹ ڈیرہ ڈالے بیٹھے ہیں اور کتنے ادارے ان کم سن بچوں کو دہشتگردی کی ترغیب دے رہے ہیں- ایک اور کیپٹن بھی اس مشن کو دیکھ رہا تھا۔جبکہ انس اس کو منہاج سے لنک کررہا تھا۔اسے پورا شک تھا کہ بلوچستان میں ہونے والی تخریب کاریوں میں شاکر کا ہاتھ ہے- شاکر کہاں گم ہوگیا تھا؟ اسکا کسی کو ابھی تک علم نہ ہوسکا تھا- فارم ہاؤس میں بند پولیس آفیسر کو نکالنے کی ذمہ داری بھی ابھی ان کے کندھوں پر تھی۔مگر اب فارم ہاؤس تک رسائی بہت مشکل تھی۔

کہاں جاسکتی ہے؟ انس تم نے اُسے باہر جاتے دیکھا؟ انہیں آج پھر اسلام آباد کیلیے نکلنا تھا۔

میں بزی تھا اپنے کام میں۔مجھے پتا نہیں چلا وہ کب نکلی۔اینڈ ڈونٹ وری ٹائیگر شی از ناٹ آ نارمل گرل۔شی از اپائنٹڈ ایز آ کیپٹن ان پاک آرمی سون۔۔انشاءاللہ۔(وہ کوئی عام لڑکی نہیں ہے جلد ہی وہ پاک فوج میں کیپٹن کے عہدے پر فائز ہوجائے گی)

بٹ شی از آ کریزی گرل۔یو ڈونٹ نو اباؤٹ ہر۔شی از ٹوٹلی میڈ(مگر وہ ایک سرپھری لڑکی ہے تم نہیں جانتے وہ مکمل پاگل ہے)- اس نے لمبی سانس لیتے سر کو نفی میں جنبش دی۔اسی وقت میجر عاص کے سیل پر بیپ ہوئی وہاٹ؟

اوکے آئی ایم کمنگ۔

میں نے کہا تھا نا وہ بالکل پاگل ہے۔اب مجھے پاگل کر کے ہی دم لے گی- میجر عاص نے بڑبڑاتے ہوئے اپنا والٹ اُٹھایا اور کار کی چابیاں لیتے نکل گیا- انس نے کندھے اُچکائے۔اس وقت یہ کام اس کیلیے سب سے ضروری تھا۔

میجر عاص پولیس اسٹیشن میں داخل ہوا۔جہاں نیلم ایس ایچ او سے بحث میں مصروف تھی۔

میڈم آپ میری بھی تو سُن لیں- ایس ایچ او اتنی پیاری اور شکل سے معصوم دکھنے والی لڑکی کے ساتھ چاہ کر بھی سختی نہ برت پارہا تھا۔

آپ کی تو میں تب سنوں، جب آپ سچ بولیں۔میں نے کہا بھی کہ وہ ٹیبل پر ہاتھ جمائے تھوڑا آگے کو جھکی چلا رہی تھی۔جب میجر عاص نے اسکی بات کاٹتے ایس ایچ او کو سلام جھاڑا۔

میجر عاص آآ--- آپ، آپ اب آرہے ہیں؟ کب کی کال کی تھی ہم نے اور انہیں دیکھیں فضول میں ہمیں پکڑ لائے ہیں۔وہ تو آپ نے منع کیا تھا۔ورنہ اب تک دو، تین پنچ مار کر ان کا منہ توڑ دینا تھا ہم نے- میجر عاص کے گھورنے پر اس نے بمشکل اپنی چلتی زبان کو بریک لگائی۔

میجر؟ ایس ایچ او نے فوراً سلیوٹ ٹھوکا۔

نہیں میں میجر نہیں ہوں۔ٹائیگر نے کہا۔

لو بھئی یہ لڑکی کب سے دھمکیاں دے رہی ہے۔میجر عاص آئیں گے۔یہ کریں گے، وہ کریں گے اور اِسے دیکھ لو بھئی کہہ رہا ہے کہ میں میجر نہیں ہوں۔ہاہاہا ایس ایچ او خود ہی بول کر خود ہی ہنسنے لگا۔ نیلم نے گھور کر میجر عاص کو

دیکھا۔جو اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

سر تھوڑی پاگل ہے یہ۔آرمی کا اتنا کریز ہے کہ ہم سب کزنز کو میجر، کیپٹن کہہ کر بلاتی رہتی ہے۔ میجر عاص نے لہجے میں افسردگی سموتے کہا۔

تم صحیح کہتے ہو۔عجیب لڑکی ہے بھئی۔اس سے پوچھو تو سہی۔کیا کیا ہے اس نے؟ ایس ایچ او نے افسوس کرتے کہا۔

اب کیا کر ڈالا ہے تم نے؟ بائیک لے کر نکلنے کو کس نے کہا تھا؟ وہ برہمی سے بولا۔

دل نے کہا تھا تو ہم نکل پڑے۔ وہ پونی جھلاتے بولی۔

نیلم!!! ٹائیگر نے دانت پیسے۔

ایک تو ہم نے بلی کے بچے کی جان بچائی۔اوپر سے یہ ایس ایچ او ہمیں پکڑ لایا۔اب آپ غصہ کررہے ہیں۔

بلی کے بچے کی جان بچاتے بچاتے بی بی نے انسان کے بچے کو ٹھوک دی۔اس لیے پکڑ کر لایا ہوں میں۔ ایس ایچ او اپنی صفائی میں بولا تھا۔

کیاااااا؟؟؟ میجر عاص کا کیا کافی لمبا تھا۔

کیا بلی کے بچے کی جان، جان نہیں۔انسان کے بچے کی جان زیادہ قیمتی ہے۔ہم لوگ جانوروں کے ساتھ کب تک زیادتی کرتے رہیں گے۔ اسکی جذباتی تقریر پر تھانے میں موجود ہر شخص نے سر پکڑ لیا۔

سر وہ بچہ ٹھیک ہے؟

جی بچت ہوگئی۔وہ تو بی بی اپنی غلطی نہیں مان رہی تھیں، تبھی۔۔

اوہ! اچھا پلیز اب اسے جانے دیں۔اسکا دماغی توازن کچھ ٹھیک نہیں ہے۔آپ سمجھ رہے ہیں نا میری بات؟؟ میجر عاص کے کہنے پر ایس ایچ او نے سامنے کھڑی حسین، مگر پاگل لڑکی کو بہت افسوس سے دیکھتے، جانے کی اجازت دے دی تھی۔

آپ سے اسطرح کی بچکانہ حرکتوں کی اُمید نہیں تھی مجھے۔ میجر عاص کار میں بیٹھتے ساتھ پھٹ پڑا۔

اور کیوں بول رہی تھیں آپ مجھے میجر؟ آپ کو سمجھایا بھی تھا کہ دوران مشن ہم اپنی شناخت ظاہر نہیں کرسکتے۔ نیلم اسکی لعن طعن ٹیڑھے میڑھے منہ کرکے سُن رہی تھی۔جیسے کہہ رہی ہو میری بلا سے بولتے رہو۔ میجر عاص کا باقی غصہ تیز ڈرائیونگ کی نذر ہوا تھا۔

مگر وہ بغیر سیٹ بیلٹ باندھے اطمینان سے بیٹھی تھی- یہ اطمینان بھی تو میجر عاص کا ہی سونپا ہوا تھا۔

****

بیس دن بعد۔

آپ نے ہمیں مس کیا ان ٹوئنٹی ڈیز میں؟ ان کی جیپ آئی ایس آئی کے ہیڈکواٹر کی جانب بڑھ رہی تھی۔جب وہ بولی- ان بیس دنوں میں اس نے ہیکنگ ٹرکس سیکھیں تھیں اور اسسٹنٹ ڈائریکٹر بشرہ نے بھی اسکی ٹریننگ کو فنشنگ دے دی تھی۔اسکا ٹیسٹ بھی ہوچکا تھا۔ اُسکا ہی رزلٹ پتا کرنے وہ جارہے تھے۔ physical test کے دوران وہ پورے ساٹ منٹ چالیس سیکنڈ میں 1.6 کلو میٹر بھاگی تھی- ٹارگٹ اتنا پکا تھا کہ ٹیسٹ لیتے آفیسرز کو حیرت ہوئی تھی اور سب سے زیادہ متاثر کن اسکا جھٹ سے جواب دینا تھا۔وہ بہت پُراعتماد لگ رہی تھی۔اسکے چہرے پر کوئی ٹینشن نہیں تھی۔حقیقت میں وہ خود اپنی کاکردگی پر حیران تھی۔

ہم کچھ پوچھ رہے ہیں؟ آپ نے ہمیں مِس کیا تھا؟؟؟ اسکے جواب نہ دینے پر وہ پھر بولی۔

بالکل بھی نہیں- آپ کی غیر موجودگی میں جو سکون بھری پُر امن فضا میرے گرد گردش کررہی تھی۔میں اس میں بہت خوش تھا- وہ اسٹیئرنگ پر ایک ہاتھ مضبوطی سے جمائے اسکی جانب دیکھ کر بولا۔

ہم نے بھی آپ کو بالکل مِس نہیں کیا۔میم بشرہ بہت اچھی ہیں۔اُنھوں نے ہمارے ساتھ کیرم بھی کھیلی۔آئسکریم کھانے بھی گئیں۔غصہ بھی نہیں کیا۔بہت سویٹ نیچر کی ہیں وہ۔ ورنہ آرمی والے بالکل دل جلے ہوتے ہیں- وہ اپنی بھڑاس بھی نکال گئی۔

اووووووہ-- میجر عاص نے ہونٹوں کو گول کرتے مصنوعی حیرت کا اظہار کیا تھا۔

ہیڈکواٹر پہنچ کر ایک میٹنگ اٹینڈ کی۔جس میں اُن سب نے شمولیت اختیار کی۔جن کا اس مشن میں اہم کرداد تھا۔ان سب کے سامنے جب ہیڈ نے نیلم کا نام پکارا تو پہلی بار اسے اپنے عمل پر فخر ہوا تھا۔یہ میجر عاص کی برین واشنگ ہی تھی۔جو آج اسے فوج کے یہ نوجوان، ملک کے محافظ برے نہیں لگ رہے تھے۔وہ اپنی آنکھوں سے انہیں دن رات محنت کرتے اور اس دھرتی کیلیے جدوجہد کرتے دیکھ چکی تھی- آج خود کو آرمی کا حصہ محسوس کر کے، جانے کیوں؟ اسکو فخر سا ہوا تھا۔جب وہ ایجر بیس گئ تھی۔تب اس نے سوچا تھا کہ کاش وہ بھی اس لیڈی کیڈٹ کی طرح کانفیڈنٹ ہوتی اور آج وہاں بیٹھا ہر شخص اسکے اعتماد کو دیکھ کر سوچ رہا تھا کہ کیا یہ لڑکی واقعی ہی دو مہینے میں ٹرین کی گئ ہے؟ وہ بھی اتنے شاندار ریکارڈ کے ساتھ۔اسکے چہرے کی معصومیت اور خوبصورتی۔اسکا داد وصول کرنے والا انداز، اسکا مسکرا کر ہیڈ کو شکریہ ادا کرنا، کتنے ہی دل بےاختیار اسکی شخصیت سے متاثر ہو بیٹھے تھے۔اسکے اس انداز کے پیچھے بلاشبہ میم بشرہ کا ہاتھ تھا۔جنھوں

نے اسکی شخصیت کو نکھار کر رکھ دیا تھا۔پوری دنیا کیلیے اب وہ کیپٹن نیلم ابرار تھی۔مگر میجر عاص کیلیے وہ صرف نیلم تھی۔

اسے آرمی کیلیے سیلکٹ کرلیا گیا تھا۔مگر اسپیشل نیڈ بیس پر۔اسے یونٹ کے ہیڈ کے تھرو آئی ایس آئی کے بلیک سٹار مشن میں کام کرنے کو بھیج دیا گیا تھا۔ اسی لیے ان کیلیے وہ "ایجنٹ نیلم ابرار" تھی۔

ان کا مشن تو اب شروع ہونا تھا- درحقیقت وہ اتنی طاقت رکھتے تھے کہ نیلم کے بغیر ہی یہ مشن مکمل ہوجاتا۔مگر وقت زیادہ لگتا۔کیوں کہ منہاج کا بھروسہ جیتنا کوئی آسان کام نہ تھا۔مگر ایگل کے طور پر یہ کام عاص عالم کر چکا تھا اور یہاں ناکامی کی وجہ نیلم بنی تھی۔ اسکی ایک غلطی نے ان کا مشن تباہ کردیا یا یوں کہا جائے کہ منہاج کی قید سے اسے آزاد کرنے کو ان کا مشن ڈوبا تھا تو غلط نہیں ہوگا۔اس بات کا احساس اسے اسسٹنٹ ڈائریکٹر بشرہ دِلا چکی تھیں۔اب نیلم کو اپنی غلطی سدھارنی تھی۔اسے ثابت کرنا تھا کہ وہ احسان فراموش نہیں ہے۔

****

وہ اپنی پیکنگ کررہی تھی- جب میجر عاص دروازے پر دو اُنگلیاں بجاتا اندر آیا-

اُففففف یہ اتنے سارے باکس؟؟ یہ بھی ساتھ لے جانے ہیں؟؟؟ اس نے پلنگ پر پڑے چھوٹے بڑے کارٹنز دیکھ کر کہا- ایک فریم تھامے وہ کھڑی تھی۔جس میں فُل آرمی یونیفارم میں ریوالور پکڑے، وہ مسکرا رہی تھی- اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ وہ خود ہے۔ عجیب بات تھی۔

آپ نے تو ہمیں گفٹ نہیں دیا۔اب جو سینیئرز نے دیے ہیں۔وہ بھی آپ کو چبھ رہے ہیں- وہ تڑخ کر بولی۔

اتنی تمیز سے آپ بدتمیزی کرتی ہیں۔کہاں سے سیکھا ہے یہ سب؟؟؟ وہ ڈبے کھول کھول کر گفٹس دیکھتے پوچھ رہا تھا۔

آپ سے- اس نے باکس میجر عاص کے ہاتھ سے جھپٹ لیا۔

کیا ہے اس میں؟؟؟ میجر عاص نے خوبصورت ڈیزائن کا لکڑی کا ڈبہ اس سے واپس کھینچ لیا-

ہاہاہا یہ پتھر کس نے دیا ہے؟ اسکا انداز صاف مزاق اُڑاتا سا تھا۔

یہ معمولی پتھر نہیں ہے۔اوہ تو یہ ہرا کوہِ نور ہے؟ وہ نچلا لب دانتوں میں دبائے مسکراہٹ چھپا گیا۔

یہ مرکت ہے۔"نیلم کا مرکت" اس نے ہرے رنگ کا چمکیلا پتھر میجر عاص کے ہاتھ سے چھین کر واپس ڈبے میں ڈال دیا۔

میجر عاص نے ایک اور ڈبہ کھولا۔اس میں بہت خوبصورت رنگ برنگے مگر عام سجاوٹ کے پتھر تھے۔

یہ کہاں سے جمع کیے آپ نے؟؟؟ وہ حیران ہوا۔پتھروں کی یہ کلیکشن دیکھ کر۔

میرانجانی اور ایبٹ آباد سے۔اس نے پیکنگ کرتے جواب دیا۔

it's strange

آپ کو پتھروں سے اتنی محبت کیوں ہے؟ وہ انہیں ایک ایک کرکے دیکھ رہا تھا۔جنہیں صاف کر کے چمکایا گیا تھا۔یہ پہاڑی پتھر تھے اور میجر عاص کو فضول لگے۔ان میں کوئی کشش نہ تھی۔

پتا نہیں بس بچپن سے پسند ہیں۔ہماری آپی کو سخت چڑ تھی۔ہمارے سٹونز چارٹس سے۔مگر ہمیں تو جیسے پتھروں سے عشق ہے۔بہت بہت پسند ہیں ہمیں پتھر- اس نے ایک لال رنگ کا پہاڑی پتھر چومتے کہا۔میجر عاص کو وہ پاگل لگی تھی۔پاگل پن ہی تو تھا یہ- اسے ہیڈ کی جانب سے تحفے میں ایک چیک ملا تھا۔جس میں سے ہزاروں روپے وہ مرکت پر لگا آئی تھی- اسکا سائز بھی تو بڑا تھا۔اچھا راول جھیل دیکھنی ہے آپ نے؟؟ وہ پلنگ پر بیٹھتے پوچھنے لگا- نیلم نے جن نظروں سے اسے دیکھا۔میجر عاص کو سب سمجھ آگیا۔

میں زیادہ مہنگے گفٹس افورڈ نہیں کرسکتا۔جتنا بجٹ ہے۔اُسکے حساب سے ہی آفر کر رہا ہوں- وہ سنجیدہ تھا۔

سچی؟ وہ پیکنگ چھوڑ چھاڑ کر دونوں ہاتھ جوڑتے اُچھل کر بولی۔

میرا آپ سے کیا مزاق- اس نے کندھے اُچکائے۔

اوہ آپ کبھی نہیں بدل سکتے- وہ سر کو نفی میں جنبش دے کر رہ گئی۔

****

بلوچستان کے اس علاقے میں کچھ ناراض عناصر کو کس بری طرح ان کے ملک کے خلاف استعمال کیا جارہا تھا۔وہ نہیں جانتے تھے۔

ان کی مالی امداد کی جارہی تھی۔یہی نہیں، انہیں اسلحہ بھی فراہم کیا جارہا تھا- پاکستان دشمن عناصر اس شخص کو امداد بلوچ کے نام سے پکارتے تھے- وہ ان کے مسائل سنتا تھا اور دہشتگردی کی ہر رکاوٹ دور کرنے میں ان کی مدد کرتا تھا۔اسکا مقصد پورا ہوتا جارہا تھا۔اسکا حلقہ بڑھتا جارہا تھا۔اسکے چاہنے والے بڑھنے لگے تھے اور بھی پاکستان دشمن عناصر اسکی مدد لینا شروع ہوگئے تھے۔امداد بلوچ کا مقصد صرف دہشت گردی کو پھیلانا تھا۔وہ خود کوئی دہشتگرد نہیں تھا۔

بلوچستان کی ناراض تنظیمیں اسکی مدد سے، اسکی مالی امداد سے بہت خوش تھیں۔

ایک اور تنظیم کے ذریعے اسے پتا چلا تھا کہ پاکستان کا ایک بہت بڑا دشمن کراچی کے سینے میں ڈیرہ جمائے بیٹھا۔

اسکا مقصد اب اُس سے رابطے استوار کر کے، کراچی میں بھی دہشتگردی کے واقعات میں اضافہ کرنا تھا۔

****

راول جھیل اسلام آباد میں واقع ہے۔جب انہوں نے یہاں قدم رکھا تو آس پاس لوگوں کی تعداد قدرے کم تھی- اونچی جگہ تھی جسکے پلر پانی میں لگے تھے اور اسکے ایک طرف والے حصے کو ڈھکا تھا۔یہاں سے پتھروں کی روش پر چل کر نیچے جاتے۔جہاں قطار میں کشتیاں ہی کشتیاں لگی تھیں اور فیمیلیز ان میں سوار ہوتی جھیل کی سیر کو جارہی تھیں۔

میجر عاص نے بھی ایک کشتی میں قدم رکھا۔عام مردوں کی طرح اس نے نیلم کی جانب ہاتھ نہیں بڑھایا تھا۔وہ خود ہی اپنا توازن قائم کرتی، کشتی میں سوار ہوگئی۔زیادہ پیمنٹ کرنے کی وجہ سے کشتی میں اور کوئی نہیں تھا۔

واہ یہ جھیل کس قدر حسین ہے۔نیلم نے حدِ نگاہ تک نظر آتے پانی کو دیکھ کر کہا۔جہاں تک بصارت ساتھ دیتی صاف شفاف پانی نظر آتا- دونوں کشتی میں کھڑے تھے۔کشتی والا ان کا عجیب سا رویہ دیکھ رہا تھا۔

میجر عاص یہاں پتھر کہاں ہیں؟ اسنے اسٹوڈنٹ بیگ پہن رکھا تھا۔جس میں وہ لکڑی کا باکس لائی تھی۔جسکے اندر اسکے جمع کیے پتھروں کے ساتھ مرکت (زمرد) بھی تھا۔ میجر عاص کا کہنا تھا کہ وہ یہاں سے اور پتھر جمع کر کے اسے دے گا۔

آپ باکس تو نکالیں۔ اس نے نیلم سے کہا۔جس کی شہد رنگ زُلفیں بار بار اسکے رخساروں پر کھیلنے کی کوشش کررہی تھیں۔ وہ بالوں کو ہمیشہ اونچی پونی میں قید رکھتی تھی۔

نیلم نے باکس نکال کر اسے تھما دیا۔میجر عاص نے ڈبہ کھولا۔زمرد سب سے اوپر چمک رہا تھا۔

بہت پسند ہے آپ کو یہ پتھر؟ میجر عاص نے پتھر سے نظر ہٹا کر اسکی جانب دیکھتے پوچھا۔

بہت زیادہ، حد سے زیادہ۔بہت بار میں نے اپنی پاکٹ منی جمع کی تھی۔مگر فائیو تھاؤزنڈ سے زیادہ جمع ہی نہ ہوتے۔پھر میں چارٹس ہی خرید لیتی تھی۔اسی لیے جیسے ہی ہیڈ نے چیک دیا۔میں نے موقع ضائع نہیں کیا۔ وہ اسے مرکت سے اپنی دیوانگی کی داستان سنارہی تھی۔

ہر داستان محبت کی داستان ہوتی ہے۔بس فرق یہ ہے کہ ہمیشہ محبت انسان سے نہیں ہوتی۔ محبت تو کسی سے بھی ہوسکتی ہے۔جیسے نیلم کی مرکت سے محبت، عاص کی پاکستان سے محبت، منہاج کی کائنات سے محبت۔ نیلم کو اسکی محبت نے خاک کردیا تھا، عاص کو مضبوط اور منہاج کو ظالم۔۔۔

چلیں دیکھتے ہیں کیپٹن نیلم ابرار میں کتنی برداشت ہے؟؟ آپ کو پتا ہے انٹیلی جنس کا کام ہی برداشت کرنے کا ہے۔ نیلم ناسمجھی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ جو زمرد کو ہاتھ میں پکڑے اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر سیدھے کھڑے اس نے نیلم کے مرکت کو اپنے سر سے اُچھال کر پچھلی جانب پھینک دیا۔ پتھر جھیل کی گہرائی ماپنے لگا تھا اور نیلم اب تک بے یقین کھڑی تھی۔ میجر عاص نے پورا ڈبہ دور پانی میں اُچھال دیا۔ نیلم لپک کر ڈبہ تھامنا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ جھیل میں چھلانگ لگاتی۔ میجر عاص نے سرعت سے اسکی کلائی تھامی تھی۔

ہاتھ چھوڑیں ہمارا۔ اسکی غراہٹ بھوکی شیرنی کی سی تھی۔ شدتِ جذبات سے اسکی رنگت دہک رہی تھی۔ میجر عاص کی گرفت میں مزید سختی پیدا ہوگئی۔

نیلم نے اپنے دانت ٹائیگر کی چوڑی ہتھیلی میں گاڑھ دیے۔ اسکے گھٹنے پر پوری طاقت سے وار کیا تھا۔ وہ ہلکے سے لڑکھڑایا۔ کشتی کا بھی توازن بگڑ کر سنبھلا تھا۔ ٹائیگر نے اسے اپنی جانب کھینچتے بری طرح سے دبوچ لیا۔

میری بلی مجھے ہی میاؤں۔ نیلم ابرار میں نے تمہیں اتنی training دی تھی کہ تم منہاج کا مقابلہ کرسکو۔ اتنی نہیں کہ تم ٹائیگر کے منہ کو آسکو۔ اسکی آواز نیلم کے کان کے بہت قریب سنائی دے رہی تھی۔

چھوڑیں ہمیں۔ اسکی غراہٹ راول جھیل نے بھی سنی تھی۔ میجر عاص کے دونوں بازو اس نے اپنے لمبے ناخنوں سے چیر ڈالے تھے۔ خون کے اُبھرتے قطرے بھی میجر عاص کی گرفت کو ڈھیلا نہ کرسکے۔ نیلم کی پسلیاں ایک دوسری میں مدغم ہونے لگیں تھیں۔ جس

نے جانے کتنے کیڈٹس کو ٹیسٹ کے دوران شکست دی تھی۔اب ٹائیگر سے ہار گئی تھی۔ہر حربہ آزمانے کے بعد وہ رو پڑی تھی۔ کتنے دنوں بعد اسکے آنسو بہے تھے۔

اسے مکمل طور پر بےبس اور شکست سے دوچار ہوتے دیکھ کر میجر عاص نے اسے جھٹکے سے چھوڑ کر کشتی پر لگی لکڑی پر بٹھا دیا۔ وہ بلند آواز میں چیخ چیخ کر رو رہی تھی۔جیسے کوئی مرگیا ہو۔میجر عاص کو کم از کم اس سے اتنی اوور ایکٹنگ یا سنگین ردِ عمل کی توقع نہیں تھی۔

ایک آفیسر کو اتنا مضبوط ہونا چاہیے کہ اِسے کوئی چیز، سوائے وطن کی محبت کے رُلا نہ سکے۔ وہ اسکے سامنے اکڑوں بیٹھا سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

آپ تب تک بہادر نہیں بن سکتے، جب تک اپنی عزیز ترین چیز کو فنا ہوتے نا دیکھ لو۔ وہ بول رہا تھا۔مگر نیلم کے اندر گرم لاوا اُبل رہا تھا۔

نہیں بننا ہمیں آپ جیسا بہادر۔ہمیں انسان ہی رہنے دیں۔خدا کا واسطہ ہے (اس نے دونوں ہاتھ جوڑ دیے)۔ہمیں آپ جیسا بے حس نہیں بننا۔جس پر کوئی جذبہ کوئی رنگ اثر نہ کرتا ہو۔ جس کے اندر کوئی احساس نہ ہو۔جو کسی کے جذبات کا مذاق اُڑاتا ہو۔نہیں بننا ہمیں ایسا بہادر۔جس سے کسی کو تکلیف پہنچے۔جس سے ہمیں تکلیف پہنچے۔ہم عام سے ہیں میجر عاص، عام سے۔دیکھیں ہمیں، آپ کو کیوں نظر نہیں آتی ہمارے اندر سانس لیتی ایک لڑکی؟ کیوں آپ ہم سے یہ رنگ چھین لینا چاہتے ہیں؟؟ ہم کتنا کچھ آپ کیلیے داؤ پر لگائیں گے؟؟؟ پاگل ہیں ہم۔نفرت ہورہی ہے ہمیں اپنے آپ سے۔ہم اپنے بابا، آپی کو کس حال میں

چھوڑ کر یہاں دن رات جدوجہد کر رہے ہیں۔راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر ہم اپنی آپی کو یاد کرتے ہیں۔بابا کو مِس کرتے ہیں۔مگر صبح ایک مسکراتا چہرہ لیے آپ کے سامنے ہوتے ہیں۔

آپ کی محبت میں آپ کے وطن کیلیے کیا تھے ہم کیا ہوگئے ہیں؟ ہر سختی جھیل لی آپ کیلیے۔ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سب ہم نے اس عوام کیلیے کیا تو آپ غلط سمجھتے ہیں۔ بالکل غلط۔

اگر نیلم ابرار نے نتھیا گلی کی برف باری میں چھ گھنٹے گزارے تو آپ کیلیے۔

اگر نیلم ابرار نے پوری رات دوڑ دوڑ کر ٹانگیں شل کیں تو آپ کیلیے۔

اگر نیلم ابرار نے ہزاروں فٹ کی اونچائی سے بغیر خوف و خطر چھلانگیں لگائیں تو آپ کیلیے۔

اور کیا چاہتے ہیں آپ؟؟؟

آپ سے ہماری ایک خوشی برداشت نہیں ہوئی اور ہم نے آپ کو خوش کرنے کیلیے کتنے جتن کیے۔مگر آپ کا معیار ہے کہ برج خلیفہ سے بھی بلند ہوتا جارہا ہے۔

یہ صبر یہ برداشت آپ کو نظر نہیں آئی۔جو یہ امتحان لینے چل پڑے۔ اتنی سی تو خواہش تھی ہماری۔کسی نے پوری نہیں کی اور آج جب پوری ہوئی تو آپ نے چھین لی

اس نے اپنے بالوں میں اضطرابی انداز میں اُنگلیاں پھنسائیں۔ اس کا چہرہ رونے سے سرخ ہوچلا تھا۔ہری گہری جھیل میں آج میجر عاص نے درد ہی درد دیکھا تھا۔

نیلم وہ ایک پتھر تھا بس۔۔ایسے پتھر سوات کی کانوں میں بھرے پڑے ہیں، وہ معمولی سا تھا- اس نے کوشش کی تھی اسے سمجھانے کی-اسے خود ایک عام سے پتھر کیلیے اسکا یہ پاگل پن سمجھ نہیں آرہا تھا۔

نیلم!!! اس نے پکارا مگر وہ خاموش رہی- کشتی واپسی کا سفر طے کرنے لگی تھی- ماحول میں عجیب سی افسردگی چھاہ گئی تھی- ٹائیگر نے اسکے جھکے سر کو دیکھتے اپنے ہونٹ بھینچ لیے-

وہ نہیں جانتا تھا کہ آنے والا وقت اس لڑکی کے کتنے روپ کھولے گا- وہ عام سی چیزوں کو خاص کردینے والوں میں سے تھی۔وہ نیلم ابرار تھی۔جو مرکت کیلیے کوہِ نور کو ٹھکرا سکتی تھی۔وہ کچھ بھی کرسکتی تھی، کچھ بھی۔۔۔

تو یہ تھا میجر عاص آپ کی طرف سے ہماری کامیابی کا تحفہ--- اس نے بےحد آرزدگی سے سوچا تھا--- راول جھیل انہیں خدا حافظ کہتی نظر آرہی تھی--- جھیل کا پانی اب ہِل نہیں رہا تھا--- ایک سکوت سا چھا گیا تھا شہزادی رو رہی تھی جھیل نے ہنسنا بند کردیا---

****

آج ان کی ہیڈکواٹر میں طلبی ہوئی تھی--- ان کی ٹیم تین حصوں میں بٹ گئی تھی--- ایک ٹیم بلوچستان میں کام کرے گی اور دوسری میورک کے لیے--- میورک والی ٹیم میں سارے لڑکے تھے جبکہ بلوچستان کی ٹیم کو ایک لیڈی اسسٹنٹ ڈائریکٹر تھرو مونیٹرز اور

رپورٹنگ اٹینڈ کررہی تھی اور دو اور کیپٹن لڑکیاں تھیں اس کے علاوہ میجر عاص کے انڈر ٹیم میں اہم کردار نیلم کا تھا ان کی ٹیم میں نیلم کے علاوہ میم بشرہ تھیں باقی سب میل ایجنٹس تھے--- آفیشل میٹنگ کے بعد ان کے گروپ لیڈر نے میٹنگ رکھی تھی گروپ لیڈر تو میجر عاص ہی تھا---

تمام لائحہ عمل ان کے گوش گزار کر کے اس نے کراچی جانے کیلیے مختلف راستے اور روپ چنے تھے---

میم بشرہ, ایجنٹ انس اور کیپٹن حمزہ آپ تینوں کی پی آئی اے کی ٹکٹس ہیں آپ تین دن بعد آئیں گے, اپارٹمنٹ پرفیکٹ ریڈی ہے کراچی اور بلوچستان دونوں کا اور ایک بات ہم سب اس مشن میں ایک دوسرے کے ساتھی ہیں ایک دوسرے کی حفاظت بھی ہمارے اولین مقاصد میں سے ایک ہے دشمن کا وار جتنا مرضی سخت اور جان لیوا بھی کیوں نا ہو ہمارا جواب ایک ہی ہوگا کہ ؟؟؟

ہم کچھ نہیں جانتے--- ساری ٹیم ایک کورس میں بولی تھی سوائے نیلم کے یہ اسکا پہلا تجربہ تھا وہ ان کا طریقہ کار نہیں جانتی تھی

ہمارے نیوکلئیر ہتھیاروں کی جاسوسی کیلیے امریکہ ہر سال تئیس بلین ڈالر استعمال کرتا ہے--- اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان کی سرزمین پر سب سے زیادہ امریکی جاسوس اُترے ہیں--- اور جب یہ آئی ایس آئی کے ہاتھوں پکڑے جاتے ہیں تو امریکہ میڈیا پر یہ شور مچا دیتا ہے کہ ہمارے سیاح پاکستان سے غائب ہوچکے ہیں مجھے پورا یقین ہے میورک بھی اسی

سازش کی ایک کڑی ہے--- سب خاموشی سے اسے سُن رہے تھے--- نیلم کے رونگٹے کھڑے ہوگئے کہ وہ سب کیسے موت کے منہ میں ہاتھ ڈالنے کی تیاری کررہے تھے انہیں -نا ہی کوئی خوف محسوس ہورہا تھا نہ ہی کسی قسم کا ڈر بلکہ وہ سب پرجوش نظر آرہے تھے --

روانہ ہوتے ہی مجھے انفارم کرے گی میں اور کیپٹن نیلم کل نکلیں گےاس نے نیلم کی جانب ٹیمM2 نہیں دیکھا تھا وہ سب سے

مخاطب تھا جب میٹنگ روم میں نیلم کی ضدی آواز اُبھری

ہم آپ کے ساتھ نہیں جائیں گے" اسکا انداز ایسا تھا جیسے وہ ٹور پر جانے کو اسے پرپوز " کررہا ہو

ایکچوئلی سر نیلم چاہ رہی تھی کہ وہ ہمارے ساتھ آج ہی چلی جائے مگر جو آپ کو " مناسب لگے" میم بشرہ نے بروقت بات سنبھالی--- نیلم نے پہلو بدلہ--- سب کے چہروں پر کچھ اطمینان اُبھرا تھا

اینی ویز مِس نیلم مشن کے کسی موڑ پر تنہا نہیں رہیں گی ان کی ذمہ داری میری ہے اسی " لیے یہ میرے ساتھ ہی جائیں گے

If you have any other question ask freely

---اس نے تمام آفیسرز پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالتے پوچھا

سب اپنی نشستیں چھوڑ چکے تھے--- میٹنگ برخاست ہوچکی تھی کیپٹن نیلم نے بھی اپنی کرسی چھوڑ دی تھی

****

وہ اپنے روم میں غصے سے بھری پہلے کی گئی پیکنگ کو ہی کھول کر جانے کیا کرنے میں مگن تھی جب دروازے پر ہلکی سی دستک دیتے میم بشرہ اندر آئیں--- نیلم انہیں دیکھ کر قدرے حیران ہوئی--- وہ سب اپنے عہدے کے حساب سے اسکے لیے کچھ زیادہ ہی نرم اور خیال رکھنے والے ثابت ہورہے تھے--- شاید اسکی وجہ یہ تھی کہ وہ انکی طرح کیپٹن کا عہدہ تو استعمال کررہی تھی مگر اس کے فرائض سے انجان تھی--- اسے وہ محنت نہیں کرنا پڑی تھی جو ایک عام انسان کو فوج میں شمولیت اختیار کرنے کو کرنی پڑتی ہے--- اسکے ٹیسٹ مشن کے مطابق تھے اسکی ٹریننگ بھی اس سے آرمی کا کوئی بونڈ بھی سائن نہیں کروایا گیا تھا--- ایک ہی اگریمنٹ سائن ہوا تھا وہ بھی بطورِ سیولین--- اسے ادارے کا نام اس لیے دیا گیا تھا کہ انہیں ریکارڈ چاہیے تھا پریزنٹ کرنے کو اور ایک انجان لڑکی کی مدد کچھ مشکل بھی کھڑی کرسکتی تھی--- آپ؟؟؟ نیلم نے کپڑے سمیٹ کر سنگل بیڈ کو صاف کیا

دیکھنے آئی ہوں کہ آجکل ایک پیاری سی لڑکی کا مزاج بہت گرم رہنے لگا ہے--- انہوں نے اپنے شائستہ لہجے میں کہا--- اتنی میٹھی آواز تھی انکی کہ نیلم دیوانی ہوئے جاتی تھی ابھی بھی اسکا غصہ ہوا ہوچکا تھا

بیٹھ جائیں نا پلیز--- انہیں کھڑے کھڑے بات کرتے دیکھ کر وہ مسکان سجاتے بولی

باہر کا ایک راؤنڈ لگانا تھا سوچا کیپٹن نیلم کی کمپنی اچھی رہے گی-- نہیں؟؟؟

ضرور--- چلیں--- وہ پرجوش سی آگے بڑھنے لگی

اسے تو سمیٹ لیں--- میم بشرہ نے بکھرے کپڑوں کی طرف اشارہ کیا

اوہ--- وہ واپس پلٹی جلدی سے سب بیگ میں ٹھونس دیا--- میم بشرہ نے اسکے پھوہڑ پن پر ایک لمبی سانس لی

پانچ منٹ بعد وہ لوگ کالونی سے نکل کر گراؤنڈ کی طرف آگئے

کیپٹن نیلم آپ کو پتا ہے کہ جب انسان کسی مقصد کیلیے سالوں محنت کریے اور کوئی ایک ہی جھٹکے میں آپ کی ساری تگ ودو ساری محنت پر پانی پھیر دے تو کتنی تکلیف ہوتی ہے؟؟؟ میم بشرہ کی نظریں گھاس پر تھیں---نیلم نے ناسمجھی سے انہیں دیکھا

تقریباً ایک سال ہونے کو آیا ہے جب میجر عاص کو یہ مشن دیا گیا تھا سات ماہ کی انتھک محنت سے وہ چھوٹے موٹے اڈوں سے چھوٹے صاحب کے ذریعے ڈیک اور پھر ایم آز تک پہنچے وہ شخص اپنی ایک خاص ٹیم کے علاہ اپنے لیے کام کرنے والے کسی بندے کے سامنے

نہیں آتا تھا میجر عاص نے اُسکے پلازہ میں لنچ کیا اُس سے میٹنگ کی وہ اس شخص کا بھروسہ کافی حد تک جیت چکے تھے بلیک سٹار جسکے بارے میں ایجنسیوں میں مشہور ہے کہ وہ کتے سے بھی زیادہ جلدی دشمن کی بو سونگھ لیتا وہ میجر عاص کے جانے کتنے روپ دیکھ کر بھی پہچان نہ سکا میجر عاص کو لگا وقت قریب آگیا ہے وہ وقت جسکے لیے دس سال اُنہوں نے انتظار کیا دس سال کا ایک ایک سیکنڈ اپنے آپ کو یہ باور کراتے گزارا کہ میری زندگی کا مقصد کیا ہے؟؟؟ دہشتگردی کا خاتمہ

اور پھر کیا ہوا ایک دن ایک لڑکی کو ہمارے مشن کا پتا چل گیا اُسنے میجر عاص اور انس کے گھر میں منشیات دیکھ لی تھیں--- میجر عاص نے اس لڑکی کو خوفزدہ کر کے چُپ کرانے کا ارادہ کیا مگر وہ اپنی بےوقوفی کی وجہ سے بلیک سٹار کے ہاتھ چڑھ گئی--- اصل مسئلہ اب شروع ہوا تھا--- نیلم نے ان کا چہرہ دیکھا وہ رُک گئی تھی میم بشرہ بھی ٹھہر گئیں جیکٹ کی پاکٹس میں ہاتھ ڈالتے انہوں نے نیلم کے حیران کن چہرے کو دیکھا

تمہیں پتا ہے تب انہوں نے کیا فیصلہ کیا؟؟؟ رپورٹ پیش کی اور اس میں اپنی اور انس کی غلطی تسلیم کرلی--- اب میجر عاص نے اُس لڑکی کو بچانے کا فیصلہ کیا اس کیلیے انہیں اپنی ایک سال کی محنت داؤ پر لگانی پڑی--- وہ سب گنوانا پڑا جس کیلیے وہ دس سال سے لڑتے آرہے ہیں--- سب کچھ ہم سب کیلیے یہ ایک بڑی پریشانی تھی کہ ایک جان بچانے کو ہمارے لیڈر نے پورا مشن

تباہ) کردیا--- صرف ایک جان جبکہ بلیک سٹار ہزاروں جانیں لے چکا ہے بلکہ لاکھوں--- (DESTROY

وہ خاموش ہوگئیں

ہہ--ہم--- وہ گڑبڑا گئی

اگر آج ہم دوبارہ سے وہیں آکھڑے ہوئے ہیں جہاں سے چلنا شروع کیا تھا صرف آپ کی وجہ سے--- وہ ایک صاف گو اور پراعتماد خاتون تھیں

کیا میجر عاص عالم نے کبھی آپ کو یہ بات جتائی؟؟؟ نیلم کا سر جھکا ہوا تھا-- غلط تو نہیں کہہ رہی تھیں وہ

ہہ---ہمیں وہ ہار نہیں اُٹھانا چاہیے تھا--- اس نے گویا اعتراف کیا

آپ نے وہ ہار کیوں اُٹھایا تھا؟؟؟

ہمیں زمرد بہت پسند ہے--- وہ اُنگلیاں مروڑنے لگی--- شرمندگی اسکے جھکے سر سے واضح تھی

اور اگر کوئی آپکی یہ کمزوری ختم کرنا چاہے جسکی بناء پر ایک بڑا مشن تباہ ہوگیا, آپکی زندگی کیا سے کیا ہوگئی, آپ ایک دہشتگرد کی نظروں میں آگئیں تو آپ اُسکو دس سو باتیں سنا آئیں اُسے بےحس کہہ ڈالا جس نے آپکی جان بچانے کیلیے اپنی زندگی کے دس سال کی محنت ضائع کردی آپ کے لیے آرمی چیف آئی ایس آئی کے ڈائریکٹر تک سے درخواست کی اُسے بےحس کہتے آپ نے کچھ سوچا؟؟؟ نہیں سوچا ہوگا میجر عاص صحیح کہتے ہیں آپ بہت جذباتی ہیں آپ نارمل بےہیو نہیں کرسکتیں--- وہ اب فُل فارم میں آچکی تھیں

یہ سب آپکی ٹریننگ کا حصہ تھا اسی لیے پتا ہے مجھے میجر عاص نے آپکی شکایت نہیں کی---- ایک بات یاد رکھیے گا کیپٹن نیلم ابرار جیسے ایک ہی عمل پر بار بار خوش نہیں ہوا جاسکتا

ویسے ہی ایک ہی منظر پر بار بار دُکھی بھی نہیں ہوا جاسکتا ہم پہلی بار بہت ہرٹ ہوتے ہیں پھر اگلی بار تھوڑا کم پھر اور کم اور ایک وقت آتا ہے کہ ہماری آنکھ اس منظر کی عادی ہوجاتی ہے پھر دل وہ درد محسوس نہیں کرتا جو پہلی بار میں ہوا تھا--- یہی فارمولا آپ پر اپلائے کرنا چاہا تھا میجر عاص نے مگر افسوس--- وہ لمبی سانس لیتے خاموش ہوگئیں

نیلم انہیں کہہ نہیں سکے کہ کچھ منظر جتنی بار مرضی دہراؤ درد پہلی بار جیسا ہی ہوتا ہے اس میں کوئی کمی بیشی نہیں آتی

بہت رات ہوگئی ہے کل ہمیں نکلنا ہے--- وہ کہہ کر اُلٹا گھوم گئیں وہ واپس جارہی تھیں جب نیلم اپنی سوچوں سے نکلتی تیزی سے انکے پیچھے بھاگی

میم بشرہ

میم!!!

ایم سوری--- بالآخر وہ ان تک پہنچ ہی گئی

اس سوری کے حقدار میجر عاص ہیں--- وہ جملے کے اختتام میں مسکراتی آگے بڑھ گئیں کیپٹن نیلم ابرار وہیں رہ گئی تھی

ہم اتنے برے کیوں ہیں؟؟؟

ہماری وجہ سے سب ہرٹ ہوتے ہیں

وہ دل گرفتہ سی گراؤنڈ کی گھاس پر راستے میں ہی بیٹھ گئی--- چاند اسے دیکھ کر مسکرانے لگا

پتا نہیں ہم کہاں آگئے ہیں؟؟؟ یہ سب کیسے ممکن ہے؟؟؟ یااللہ اس خواب سے آنکھ کھل جائے

گڑیا!!!

کتنا وقت گزر گیا تھا کسی نے اس نام سے نہیں پکارا تھا وہ رو رہی تھی--- وہ رونا چاہتی تھی تبھی وہ رو رہی تھی اسکا جو دل چاہتا تھا وہ وہ کرتی تھی کبھی دل کی آواز کو دبایا نہیں تھا اس نے کبھی انجام کی پرواہ نہیں کی تھی

ہماری وجہ سے میجر عاص کا مشن خراب ہوگیا--- میم بشرہ صحیح کہتی ہیں کہ ہم بہت جذباتی ہیں

اسے ابھی اپنے آپ سے بہت سے شکوے کرنے تھے

****

میم بشرہ, انس اور حمزہ ایک ٹیم کی صورت کراچی میں داخل ہورہے تھے جن کے پاسپورٹ یہ شو کرتے تھے کہ وہ اندرونے اور بیرونے ملک آتے جاتے رہتے ہیں--- منصوبے کے تحت انہوں نے کراچی کے ایک کلب میں جہاں ینگسٹرز کی تعداد اکثریت میں

پائی جاتی تھی وہاں کی میمبر شپ حاصل کرنی تھی اورا سلحے کی اسمگلنگ کیلیے کام کرنا تھا--- اطلاعات کے مطابق اس کلب میں کوئی خفیہ تہہ خانہ ہے جہاں سے اسلحے کی اسمگلنگ بھی ہوتی ہے اور یہ کام میورک کا ہے جبکہ کیپٹن حمزہ اور ایجنٹ انس نے ایم آز کے بزنس کا حصہ بھی بننا تھا--- وہ لوگ جاچکے تھے--- کیپٹن نیلم اور میجر عاص ہیلی کاپٹر کے ذریعے کراچی پہنچے تھے--- اپارٹمنٹ کا راستہ گھنٹے تک کا تھا--- وہ خوشی سے ڈرائیو کررہا تھا جب نیلم نے اسکی توجہ اپنی جانب کھینچی

ٹائیگر!!! وہ تھوڑا سا گھوم کر رُخ اسکی جانب کرتے بولی--- اسکی خاموشی پر وہ لب کاٹنے لگی--- وہ اتنا سنجیدہ اور اُکھڑا ہوا تھا کہ نیلم کی ہمت جواب دینے لگی---دس منٹ کی مزید ڈرائیو کے بعد وہ ایک عام سے علاقے میں داخل ہوئے کار کو مین روڈ پر ہی پارک کر کے وہ تنگ گلیوں سے گزرتے ایک بوسیدہ سے دروازے پر آکھڑے ہوئے--- ان کو رُکے ایک سیکنڈ ہی ہوا ہوگا کہ دروازہ کھل گیا--- اندر داخل ہوئے جہاں ان کا ایک بندہ پہلے سے موجود تھا میجر عاص کو سلوٹ کیا

اتیج 57؟؟؟ میجر عاص نے گھڑی اُتارتے پوچھا وہ لوگ لمبی راہداری سے گزرتے اب بولٹ پروف وال کے سامنے کھڑے تھے میجر عاص نے کوڈ لگایا دروازہ کھل گیا

وہ دونوں اب بھی کوڈ ورڈز میں جملوں کا تبادلہ کررہے تھے نیلم کی موجودگی کو فراموش کردیا تھا

انکا ساتھی اندر چلاگیا جبکہ میجر عاص شرٹ کے اوپر کے دو بٹن کھول کر سلیوس فولڈ کرنے لگا ڈھیلے ڈھالے انداز میں صوفے پر گرتے اس نے کان میں لگے ائیر فون کے ذریعے کسی کو مخاطب کرتے اپنے پہنچ جانے کی اطلاع دی اور اُنہیں کوڈ ورڈز کو دہرایا جو کچھ دیر پہلے اسکا ساتھی بول رہا تھا--- کیپٹن نیلم اب ان باریکیوں کو نوٹ کرنے لگی تھی

میجر عاص!!! وہ آنکھوں پر بازو رکھے آدھا لیٹا ہوا تھا جب نیلم نے پکارا

پلیز کیپٹن نیلم آپ مجھ جیسے بے حس اور جذبات سے

عاری انسان سے مخاطب نہ ہوں تو بہتر ہے--- تلخ سا جواب آیا تھا

آپ کو پتا ہے نا کہ ہم کتنے بےوقوف ہیں اور جذباتی بھی---- اسکا جملہ مکمل ہونے کا انتظار نہیں کیا گیا

لیکن میں بےوقوف نہیں ہوں--- وہ اُٹھ کر بیٹھ گیا--- اسکے چہرے پر بلا کی سنجیدگی رقم تھی

آپ آج مجھے بتا ہی دیں کہ میرا کیا قصور ہے؟؟؟ کون سا ظلم کیا ہے میں نے آپ پر جسکی بناء پر مجھے ہر بار سنگدلی, بے حسی, بے مروتی کا طعنہ ملتا ہے؟؟؟ آج آپ جہاں بھی ہیں اپنی وجہ سے ہیں مس نیلم ابرار--- آپ کو کہا تھا چلی جائیں واپس اپنی دنیا میں--- نہیں چاہیے مجھے آپکی مدد, مت کریں یہ احسان--- مگر آپ نے کیا کیا؟؟؟ میرے لاکھ منع کرنے کے باوجود اگریمنٹ سائن کردیا خود کو جان بوجھ کر خاردار پتھریلے راستوں کا راہی بنا لیا اور جب کچھ نا بن پایا برداشت کم ہوگئی تو سارا الزام بہت ہی جذباتی انداز میں

میرے سر ڈال دیا--- آپ بتائیں میری غلطی کیا ہے؟؟؟ میں نے کہا تھا کہ میری مدد کریں؟؟؟ میں نے کہا تھا کہ منہاج کے ہیرے اُٹھائیں؟؟؟ میں نے کہا تھا کہ اس مشن میں میرا ساتھ دیں؟؟؟---- وہ تو جیسے پھٹ پڑا تھا

ہم مانتے ہیں ہم سب کچھ اپنی مرضی سے کررہے ہیں مگر آپ کیلیے کررہے ہیں--- لاکھوں ڈھیٹ مرے ہوں گے تو نیلم ابرار کا جنم ہوا ہوگا

آپ کا مسئلہ پتا ہے کیا ہے؟؟؟ خود کو بہت اعلیٰ چیز تصور کرتی ہیں--- آپ کو یہ گوارا نہیں کہ ہار تسلیم کرلیں مان لیں کہ میں آپ کو ریجکٹ کرچکا ہوں--- آپ کو کیا لگتا ہے کہ ہر انسان ظاہری حُسن پر جان دے بیٹھتا ہے؟؟؟ تو مجھ سے ملیں میجر عاص عالم سے پاک فوج کا حصہ بنے ان دس سالوں میں ہزاروں حسین چہرے دیکھے ہیں بہت قریب سے--- آپ سے بھی زیادہ حسین اور خوبصورت, راز اُگلوانے کیلیے دُشمن کتنے اوچھے ہتھکنڈے اپناتا اسکا اندازہ بھی نہیں کرسکتیں آپ--- جس طرح آپ مجھ پر فدا ہو بیٹھی تھیں مجھے تو یہی لگا کہ یقیناً کسی دشمن کی بھیجی گئی حسینہ ہے ورنہ ایک عام لڑکی کبھی اپنے وقار اور عزتِ نفس کو بالائے طاق رکھے اتنا بے باک اظہار نہیں کرتی میں نے آپ کی پوری انوسٹیگشن کی اور افسوس کا مقام تھا جب مجھے پتا چلا کہ آپ ایک عام پاکستانی شہری ہیں--- کوئی لڑکی اتنی لاپراوہ بھی ہوسکتی ہے کہ اپنے گھر والوں کی فکر کے بغیر صرف ایک شخص کی چاہ میں اپنی پوری زندگی داؤ پر لگارہی ہے اگر آپ یہ کہتیں کہ یہ سب آپ نے پاکستان کیلیے کیا--- اُس ملک کیلیے کیا جہاں دہشتگرد اپنے مطالبات کیلیے بچوں کو نشانہ بناتے ہیں--- اُن لوگوں کیلیے کیا جو آج بھی اپنوں کے جھلسے جسم یاد کر کے کپکپا جاتے ہیں---

تو میری نظر میں آپکی قدر کتنی ہوتی آپ سوچ بھی نہیں سکتیں مگر افسوس آپ سب اپنے ذاتی مفاد کیلیے کررہی ہیں--- آج اس نے کوئی لحاظ نہیں رکھا تھا وہ سب کہہ دیا تھا جو وہ اِس کیلیے محسوس کرتا تھا--- نیلم کا چہرہ نیلا پڑچکا تھا وہ خاموش کھڑی تھی--- آنسو روکنے کی تگ ودو میں اسکے جبڑے تک کپکپانے لگے تھے--- میجر عاص نے اسکا ردِ عمل نہیں ---دیکھنا تھا تبھی وہ مزید کچھ کہے بغیر اندر راہداری میں گُم ہوگیا

آآآ--- اسکے لب تھرتھرائے اگلے ہی لمحے وہ دونوں ہاتھ کی ہتھیلیاں ہونٹوں پر رکھے اپنی سسکیوں کا گلا گھونٹ رہی تھی--- اپنی چیخیں دبانے کے چکر میں وہ دُہری ہوتی جارہی تھی

جذبہ کوئی بھی ہو اگر شدت اختیار کرلے تو اسی طرح سسکاتا ہے رولاتا ہے

اسلام میں میانہ روی کا درس دیا گیا ہے مگر یہ میانہ روی محض گھریلو اخراجات کے بجائے جذبوں میں بھی اختیار کرنی چاہیے کوئی بھی جذبہ اگر کم ہو تو تشنگی رہ جاتی ہے زیادہ ہو تو پیاس اور بڑھ جاتی ہے پھر دنیا کہ سات سمندر بھی یہ پیاس نہیں بجھا پاتے

عشق نچاوے ناچ انوکھا

میں ہس ہس روندی جاواں

****

امداد بلوچ کی کاروائیاں مزید بڑھتی جارہی تھیں--- جن تنظیموں سے اس نے رابطے استوار کر رکھے تھے ایجنٹ انس کی ان پر خاص نظر تھی اسکی پوری ٹیم ایک ایک پل کی خبر اسے دے رہی تھی--- جسکے تحت امداد بلوچ ان کی نظروں میں آگیا تھا ایجنٹ انس چاہتا تھا کہ اب کوئی بہروپیہ بن کر اسکی گینگ کا حصہ بن جائے تاکہ اسکا مقصد سمجھ سکیں--- دہشتگرد کا تصور کرتے ہی ہمارے دماغ میں ایک خاکہ سا بن جاتا ہے جس میں ایک شخص شلوار سوٹ میں چہرے پر داڑھی سجائے ہاتھ میں بڑی سی گن پکڑے نظر آتا ہے مگر درحقیقت ہر دہشتگرد ایسا نہیں ہوتا---حقیقت میں کوئی ایم بی اے کا اسٹوڈنٹ دہشتگرد نکلتا ہے تو کوئی بزنس ٹائیکون کبھی کوئی معروف سیاسی شخصیت تو کبھی کوئی ایم بی بی ایس کی طلبہ--- اگر جاسوس روپ بدلتے ہیں تو یہ بھی ان سے کم نہیں ہوتے--- اگر کوئی شخص دہشتگرد تنظیموں کو پیسہ فراہم کر کے, اسلحہ دے کر, تربیتی اسکول بنوا کر دے رہا ہے تو وہ بھی دہشتگرد ہے اسکی مثال منہاج عز ضحاک اور امداد بلوچ ہیں جو یہ تخریبی کاروائیاں خود تو نہیں کرتے مگر ایک وسیع حلقے کو اس پر معمور کرر کھا ہے جو ان کے ایک اشارے پر تیار ہوجاتے ہیں

یہاں جو گیارہ ادارے بنائے تھے دہشتگردی کی ترغیب دینے کو وہ کہاں ہیں؟؟؟ امداد بلوچ نے حقے کے دھواں بلوچستان کی فضاؤں کے سپرد کردیا--- چھوٹے سے اڈے پر بیٹھا تھا وہ اسکے ساتھ بیٹھا شخص دشمنِ پاکستان کے ایک بڑے گروہ کا سربراہ تھا جسکی مدد ایک عرصے سے ڈیک کرتا آیا تھا اور کئی بار اپنی پسند کی جگہوں پر بلاسٹ بھی کروا چکا تھا ظاہر ہے ڈیک سے رابطہ مطلب منہاج سے رابطہ

کچھ مہینوں پہلے کراچی کی ایک جامع میں بلاسٹ کرنا تھا جسکے لیے ہمارے ترغیبی اسکول سے چند بچوں کو چُنا تھا پھر ہوا یوں کہ فوج کو اسکی خبر ہوگئی تبھی سب تباہ ہوگئے--- وہ بان کی چارپائی پر چت لیٹا بول رہا تھا--- آس پاس لوگ نشہ آور اشیاء کا استعمال کرتے خود سے ہی بیگانہ ہوئے پڑے تھے

تم کراچی میں بھی یہ کاروائیاں کرتے ہو؟؟؟ امداد بلوچ نے اسکی جانب دیکھا جو ڈھابے نما اس جگہ کی چھت کو گھور رہا تھا

نہیں یارا--- وہ تو ایک صاب ہے بڑا بندہ ہے بھئی اُسی کے ایک بندے کا ہم سے رابطہ تھا وہی آتا ہے بچے لینے--- عرصہ ہوگیا اب نہیں آیا--- اس نے امداد بلوچ کے پُر سوچ چہرے کی جانب دیکھا

اُس کا کوئی پتا وتا ملے گا ہاں؟؟؟ اس نے سوال کرتے ہی حقے کی نالی منہ میں اُڑیس لی

میں پتا کرتا ہوں کہ معاملہ کیا ہے جہاں تک مجھے لگتا ہے وہ اب اسلام دشمن عناصر کی مدد سے درسگاہوں کو نشانہ بنارہا ہے ابھی سیہون پر حملہ ہوچکا ہے اُسکے بعد تین اور

چھوٹے موٹے درسگاہیں دہشتگردی کا نشانا بنی ہیں بخدا اس میں ہمارا کوئی ہاتھ نہیں--- وہ دونوں ہاتھ اوپر کو اُٹھاتا بولا

ہوں--- تم اُس صاب کا نام بتا سکتے ہو؟؟؟ اسکی نگاہیں مقابل کے چہرے پر آئے تذبذب اور گھبراہٹ کو پہچان گئیں تھیں

ارے ارے ماڑا مروائے گا کیا؟؟؟ وہ جھٹکے سے اُٹھ بیٹھا آس پاس اس انداز میں نظر دوڑائی جیسے کوئی سُن نہ رہا ہو---- پھر کھسک کر امداد بلوچ کے قریب ہولیا

اُس صاب کا نام نہیں پتا بس ایم آز سنا ہے دو تین بار خبروں میں بھی آیا ہے کہ فوج کا بندے مارتا ہے جو بھی اُسکے خلاف کام کرتا ہے وہ بچتا نہیں--- بڑا خطرناک بندہ ہے امریکہ کی سیاسی تنظیموں کے بندے اسے اسپوٹ (سپورٹ) کرتے ہیں, پاکستان کے بھی کچھ سیاسی لوگ اسکے حق میں بولتے ہیں اور شاید سعودیہ میں رہتا ہے--- فوج اسکے خلاف ثبوت اکٹھا نہیں کرپارہی اور بغیر ثبوت کے اُسے مارا نہیں جاسکتا اُسکے خلاف بات کرتے ہیں تو سیاست میں ہلچل مچ جاتی ہے اور سیاسی لیڈرز عوام کو فوج کے خلاف بھڑکاتی ہے پھر یہ بندے آئی ایس آئی مردہ باد, فوج مردہ باد نعرہ لگاتا ہے--- وہ سرگوشیوں میں بول رہا تھا

تمہیں جب اتنا پتا ہے تو اُس سے کسی طرح رابطہ کروا دو--- وہ اندر سے ہچکولے کھا رہا تھا مگر مقابل سے مکمل اعتماد سے مخاطب تھا

تم کیوں کرتا ہے ہم سب کی مدد؟؟؟ تمہارا کیا دشمنی ہے اس ملک سے؟؟؟ امداد بلوچ نے دھواں چھوڑا جسکے چھلے دور دور تک اُڑ رہے تھے فضا میں آلودگی بڑھنے لگی

پاکستان کی پیدائش سے چلتی دشمنی نبھا رہا ہوں--- وہ بڑبڑایا--- نظریں سامنے ریتیلی زمین پر جمی تھیں ان نظروں سے لپکتے شعلے وہ نہ دیکھ سکا تھا

پتا نہیں کیا بولتا ہے تم!!! وہ اسکی بڑبڑاہٹ کو نظرانداز کرتا گنگناتا ہوا لیٹ گیا

جی با ترا

اڑئے! خطبی کھبڑی باوا کنا بش مبو

صاف, دے ٹک تسونے

!اڑئے

وہ فائل اسٹڈی کررہی تھی جو ایک آئی اسپیشلسٹ کی لکھی گئی تھی اِس میں وہ تمام ترکیبیں موجود تھیں جس سے آپ کسی کو بھی اپنے اندھے پن کا یقین دِلا سکتے ہو--- اِس کو پڑھنے کے بعد وہ کوشش کررہی تھی-- آئی بال کی موومنٹ ایک مشکل مرحلہ تھا جسکے لیے اسے

مسلسل دو گھنٹے لگے تھے پریکٹس کو اب تو گردن میں بل آنے لگا تھا وہ مرر کے آگے سے ہٹ گئی

کمرہ بہت کشادہ صاف ستھرا اور ویل فرنشڈ تھا--- اسے کل جانا تھا منصوبے کے تحت منہاج عز ضحاک سے ملنے--- جیسے جیسے وقت قریب آرہا تھا اسکی گھبراہٹ بڑھتی جارہی تھی--- دل عجیب سا خالی پن محسوس کررہا تھا--- اُداسی سی چھائی تھی جیسے کالی گھٹا چھا گئی ہو

آپ نے کچھ کھایا کیوں نہیں؟؟؟ وہ اور اسکا ساتھی رات کا کھانا بھی کھا چکے تھے مگر وہ جب سے آئی تھی میجر عاص کی تلخ کلامی کے بعد سے بس اپنی تیاری میں مگن تھی--- ٹائیگر اب تک تو اسکی عادت سے واقف ہوچکا تھا وہ ناراض ہو یا خفا وہ کھانا چھوڑ دیتی تھی

ایک دن کھانا نہ کھانے سے ہم مر نہیں جائیں گے--- وہ الماری میں چہرہ دیے کھڑی تھی

کیپٹن نیلم ہمیں ایک ساتھ کام کرنا ہے اسکے لیے ضروری ہے کہ ہم آپسی معاملات کو مشن کے ختم ہونے تک نہ چھیڑیں--- وہ سمجھانے کے انداز میں بولا--- عجیب شخص تھا دوپہر والی تلخی کا اسکے لہجے میں ہلکا سا بھی عنصر موجود نہ تھا

ہمارے درمیان تو کچھ بھی نہیں ہے ٹائیگر جو ہے میری طرف سے ہے--- وہ اسکی جانب مڑتی بولی

میں آپ کو جواب دے چکا ہوں--- اس نے ناگواری سے کہا

بہت اچھا جواب دیا ہے آپ نے--- الفاظ کا چناؤ اتنا زبردست تھا میرا دل تو عش عش کر اُٹھا--- کوئی کمی بیشی نہیں چھوڑی آپ نے--- یہ تو طے تھا کہ وہ میجر عاص کی بات کو

کبھی نہیں سمجھے گی--- ٹائیگر کچھ بھی کہے بغیر اسکے روم سے نکل گیا---وہ دو منٹ بعد پھر سے آیا تھا--- نیلم شرٹ ہاتھ میں تھامے بیڈ کے کنارے بیٹھی تھی

پہلے ڈنر کریں پھر جھگڑ لیجیے گا آپ--- وہ کھانے کی ٹرے بیڈ کے تقریباً درمیان میں رکھتے بولا

Feeling انسان سے لڑیں-- دماغ نہیں خراب ہمارا --- مطلب بات وہیں آٹھہری تھی آپ جیسے less

کیا چاہتی ہیں آپ؟؟؟ سوری کروں؟؟؟ وہ پنجوں کے بل نیچے کارپٹ پر بیٹھ کر اسکے ہاتھ سے شرٹ کھینچتا پوچھنے لگا--- وہ جانتا تھا نیلم ابرار کو کیسے ٹریٹ کرنا ہے اسکا یہ چہرہ بناوٹی تھا اصل تو وہ تھا جو دوپہر میں نیلم کی ذات کا خلاصہ کررہا تھا--- مگر کئی بار ہوتا ہے ہم اداکاری کرتے کرتے حقیقت میں اُس کردار کا رنگ اپنے اوپر چڑھا لیتے ہیں

ہمیں واپس جاناہے--- وہ اطمینان سے بولتی ٹائیگر کا دماغ گھما چکی تھی

تمہاری مرضی چل رہی ہے؟؟؟ ڈرامہ سمجھ رکھا ہے تم نے؟؟؟ تین مہینے تم پر دماغ خراب کرتا رہا ہوں میں تم کہہ رہی ہو واپس جانا ہے کہا تھا میں نے تم لائق ہی نہیں ہو اس کام کے اس مشن کے یہ کام اعلیٰ ظرف لوگ ہی کرسکتے ہیں تمھارے جیسے خودغرض نہیں--- آرمی چیف سے, بریگڈئیر عقتیق الدین سے, ڈائریکٹر جنرل سے سب سے کہا تھا کہ یہ لڑکی نہیں ہے بھروسے کے قابل

یک Expectations مت رکھیں مگر کوئی میری سنے تب نا--- وہ آئی ایس آئی سے امچیور ٹین ایجر گرل سے اتنی ا

تعلق رکھتا تھا برداشت اور صبر ان میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوتا ہے دوسری خفیہ ایجنسیوں کے ایجنٹس ان میں بیٹھ کر کھارہے ہوتے ہیں اور یہ برداشت سے کام لیتے ہیں اور صحیح موقع پر وار کرتے ہیں مگر یہ نیلم ابرار تھی جسکے بارے میں وہ خود کہتا تھا کہ اس میں

صلاحیت ہے لوگوں کوHypnotize کرنے کی اُن کے موڈ بدلنے کی

ہم یہ کام کرسکتے ہیں اور ہم کر کے دیکھائیں گے آپ کو--- آپ نے کہا تھا کہ ہم گن تک نہیں چلا سکتے کاکروچ سے ڈرنے والی لڑکی نے آپ کو کر کے دیکھایا اور ہم اس مشن کو بھی پورا کر کے دیکھائیں گے آپ اپنے آپ کو بہت سمجھتے کیا ہیں؟؟؟ بلاوجہ سب نے سر چڑھا رکھا ٹائیگر اصل میں تو گرگٹ ہیں آپ گرگٹ--- اب جو اول فول منہ میں آرہا تھا وہ بولے جارہی تھی--- میجر عاص کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا

پریکٹس کرلی ہے ہم نے--- وہ ٹیبل تک گئ اور فائل اُٹھا کر میجر عاص کو پکڑانے لگی--- اسنے فائل جھپٹنے کے انداز میں پکڑی تھی جبڑے بھینچے ایک غصیلی نگاہ اسکے مغرور چہرے پر ڈال کر دھپ دھپ کرتا نکل گیا--- دروازہ اتنی ہی زور سے مارا تھا جتنی نیلم کو اِس سے توقع تھی

بدتمیز انسان!!! وہ چھلانگ مار کر بیڈ پر چڑھی اور کھانے سے انصاف کرنے لگی

ایک عادت اس میں تھی اگر جواب نہ دیتی تو آنسو بہالیتی اگر جواب دے دیتی تو بے فکر ہوجاتی جیسے اگلے بندے نے کچھ کہا ہی نہ ہو

میں نے صحیح اندازہ لگایا تھا بلیک سٹار کے ہاتھ بہت لمبے ہیں ایسا کیسے ہوسکتا ہے کہ دہشتگردی کی کوئی منصوبہ بندی ہو اور بلیک سٹار اس میں حصہ نہ لے بلوچستان کی سب سے بڑی تنظیم کے کارکنوں سے رابطے استوار کیے ہیں میں نے ان کی رہنما تک نے یہی کہا ہے کہ بلیک سٹار انکی مدد کرتا ہے اور بدلے میں اپنی من پسند جگہ پر بم بلاسٹ کرواتا ہے--- کمرے میں تیرگی بڑھتی جارہی تھی--- سڈول جسم, طاقت ور بازوؤں کے ساتھ وہ کوئی پہلوان دیکھائی دیتا تھا کلین شیوڈ, گندمی رنگت پیٹ کے بل بیڈ پر لیٹا سامنے لیپ ٹاپ رکھے ہوئے تھا جسکی روشنی کمرے کی تاریکی کو کچھ کم کررہی تھی--- وہ صرف ٹراؤزر پہنے تھا--- اسکی کمر پر چند لمبے لمبے نشانات تھے

ہوں تو پھر آگے کا کیا سوچا تم نے؟؟؟ وائرلیس سے ایک بھاری مردانہ آواز اُبھری--- وہ کمر کے بل پلٹ گیا چہرہ اب چھت کی جانب اُٹھا ہوا تھا--- اسکے سینے اور گردن کے درمیان موجود اُبھار پر گولی کا نشان تھا جلا ہوا گول دائرہ

بلیک سٹار سے رابطہ اور کیا؟؟؟ اس نے بتایا

تو میں رپورٹ میں اس بات کی نشاندہی کردوں؟؟؟ دوسری جانب سے سوال کیا گیا

ہاں کردو--- مجھے لگتا ہے کہ انڈر ورلڈ میں موجود ہمارے بندے اب بلیک سٹار پر بھروسہ کرسکتے ہیں--- مجھے وہ پاکستان کا خیرخواہ نہیں لگتا

خیر اسکا فیصلہ تو ایجنسی کرے گی--- دوسری جانب سے جواب آیا

تم کیوں نے مل رہے بلیک سٹار سے؟؟؟ تمہیں نہیں لگتا یہ وقت بیسٹ ہے جب اُسکے ساتھی آہستہ آہستہ کم ہورہے ہیں--- وہ تجویز پیش کررہا تھا

ایگل کی وجہ سے میں اُسکی نظروں میں کھٹکنے لگا تھا بہت مشکل سے ثابت کیا کہ میں آئی ایس آئی کا بندہ نہیں ہوں اور اپنا بدلہ بھی خوب لیا ہے--- ایگل کو ذلیل کروا کے نکلوایا ہے ایم آز پلازہ سے--- آخری جملے پر اسکی آواز پُرجوش سی تھی

تمہیں کیا لگتا ہے ایگل آئی ایس آئی کا بندہ ہے؟؟؟

اسکے بارے میں تو کچھ کہا نہیں جاسکتا مگر ہرب کے قتل میں اسکا ہی ہاتھ ہے--- دوسری جانب موجود شخص کی آواز میں اب غصہ شامل تھا

کمینے پاکستانی ہماری زمین چھین کر ہم پر ہی ہتھیار چلاتے ہیں--- وہ دانت پیستا بولا

میں بھی بدلہ لیے بغیر خاموش نہیں بیٹھوں گا--- انہوں نے ہمارا ایک ساتھی مارا ہے ہم ان کا پورا خطہ تباہ کر ڈالیں گے--- مقابل پُر عزم تھا

ضرور!!! اس نے مٹھی دباتے اپنے ساتھ کا اعلان کیا

آپ تیار ہیں؟؟؟ ٹائیگر نے گھپ اندھیرے میں درخت کی اوٹ میں کھڑی نیلم سے پوچھا--- اس نے وائرلیس نما ڈیوائز کے تھرو

س میں پہلے سے سیٹ کردہ کوڈ پر رِنگ دی یہ کوڈ M2 گروپ کے میمبرز بھی اس کوڈ
اسکی نگرانی میں تھا اور اسکے گروپ کے سوا

رابطہ کرسکتے تھے--- اس ڈیوائز کی فریکوئنسی ایسی سیٹ کی گئیں تھیں کہ رابطے کے دوران آس پاس کی باقی تمام فریکوئنسیز ڈسٹرکٹ کردی جاتی تھیں تاکہ لوکیشن نہ ٹریس کی جاسکے- -- دراصل گلوبل ٹیلی کام نیٹ ورک کے سگنل سسٹم جسے "ایس ایس سیون" کہتے ہیں- -- اسکے ذریعے آپ کسی بھی نمبر پر بھیجی جانے والی ای میلز, ایس ایم ایس, کالز ریکارڈنگ, فوٹوز, کنٹیکٹس یہاں تک کہ پورا اسمارٹ فون کا ڈیٹا ہیک کرسکتے ہیں اسکے ساتھ ساتھ اُس شخص کے مقام کا بھی پتا لگایا جاسکتا ہے--- ایم آز سے تو اتنی توقع نہیں تھی کیونکہ وہ زورِ بازو پر کام کرنے والا تھا مخبر چھوڑنے والا مگر ٹائیگر کو خطرہ شاکر اور میورک سے تھا وہ جانتا تھا کہ یہ بندے را اور سی آئی اے سے تعلق رکھتے ہیں پتا نہیں یہ اسکا جنون تھا مشاہدہ یا تجربہ کہ وہ بندہ دیکھ کر ہی اسکے بارے میں اندازہ لگا لیتا تھا گو کہ میورک کے خلاف اسے کوئی ثبوت نہیں مِلا تھا مگر اسے اپنی اِس ذہانت پر پورا یقین تھا--- پچھلی بار وہ صرف ایم آز کیلیے میدان میں اُترا تھا کم وسائل اور کارکنوں کے ساتھ مگر اس بار مشن میں تین سو سے زائد ایجنٹس اور آرمی آفیسرز تھے جو بلوچستان, کراچی, امریکہ, سعودیہ, افغانستان میں بھیس بدلے اپنے اپنے کاموں پر پوری ہمت جوش اور جذبے سے جُٹے تھے--- پچھلی بار ان کے چار ساتھی شہادت حاصل کرچکے تھے اب ناجانے کتنوں کی باری تھی مگر وہ بےفکر تھے سر دھڑ کی بازی لگا کر بھی اس مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچانا تھا وہ بھی کم سے کم وقت میں!!!

یہ سڑک بہت سنسان تھی رات مغرب کا وقت آس پاس درختوں کا جُھنڈ منظر کچھ خوفناک بھی تھا وہ بس اس بات سے خوفزدہ تھی کہ کچھ غلط نہ ہوجائے--- جینز کے ساتھ ڈارک بلیو شرٹ پہنے گلے میں نیوی بلیو سٹولر ڈالے وہ ننگے پیر تھی بال بھی کچھ بکھرے اُلجھے تھے شرٹ پر مٹی لگی تھی اور شکن آلود بھی تھی

Captain Neelam be brave, you can do it

کیپٹن حمزہ نے اسے پانی کی بوتل پکڑاتے دلاسا دیا

Yes I can

اس نے بوتل تھامتے پانی کے چند گھونٹ بھرے اللہ کا نام لیا اور لمبی سانس لی--- ٹائیگر نے سگنل دیا---

سامنے سے آتی دیکھائی دے رہی تھی---

ڈرائیور مستعدی سے ڈرائیونگ میں مگن تھا

جب ایک لڑکی جنگل کی جانب سے بھاگتی ہوئی آئی اور کار بوُنٹ سے ٹکرائی تھی--- اسکے پیچھے بھاگتا لڑکا اسے بے سُدھ پڑا دیکھ کر واپس پیڑوں میں گُم ہوگیا

کار کے جھٹکے سے رکنے پر اسمارٹ فون میں گُم منہاج منظر میں واپس لوٹا--- اسکے پیچھے سکیورٹی کارز بھی بریک لگا چکی تھیں یہی نہیں بلکہ اسکے گارڈز بھی اپنے مخصوص حُلیے اور انداز میں نیچے اُتر آئے تھے

کیا ہوا؟؟؟ وہ کار ڈور کھولتا باہر نکلا

سر لڑکی کے ماتھے پر لگی ہے--- ایک گارڈ نے نیلم کو بازو سے پکڑ کر سیدھا کرتے کہا--- منہاج نے آگے آتے لڑکی کے چہرے پر نظر دوڑائی تو گویا پورا جسم آنکھ بن گیا--- یہ چہرہ کیوں اسکے آس پاس بھٹک کر بھی دائرہِ حصار سے دور رہتا تھا--- تسخیر سے دور--- وہ مکانکی انداز میں آگے بڑھا--- وہی بال وہی خدوخال اُنیس بیس کا بھی تو فرق نہیں تھا--- اسکی جان غلافی آنکھوں میں سمٹنے لگی

ہٹو--- دور دور کھڑے گارڈز کو بھی اس نے مزید دور کردیا کچھ تو پیٹھ کیے رائفلز جنگل کی جانب تانے کھڑے تھے

اُٹھو ملکہ--- اسکے منہ سے یہ خطاب بے اختیاری میں ہی ادا ہوا تھا

کار کا دروازہ کھولو--- اس نے نیلم کو اپنے بازوؤں میں اُٹھالیا--- آرمی کی سخت ٹریننگ انسان کا سٹیمنا بڑھا دیتی ہے--- سر پر لگے زخم کے باوجود وہ ہوش میں تھی--- منہاج نے موقع ہی نہیں دیا تھا ورنہ منصوبے کے تحت اسے کچھ دیر بعد اُٹھ جانا تھا--- اسکے لمس پر وہ جل اُٹھی تھی اور اپنی غلطی پر دل ہی دل میں خود کو لعنت ملامت بھی کی

جلدی چلاؤ--- اسے کار کی پچھلی سیٹ پر لٹا کر وہ فرنٹ سیٹ پر بیٹھتا بولا تھا

ٹائیگر سر کہیں نیلم کو زیادہ تو نہیں لگ گئی آئی مین وہ اُٹھی نہیں--- کیپٹن حمزہ نے پریشان کھڑے ٹائیگر سے کہا

میں بھی یہی سوچ رہا ہوں--- روکو کانٹیکٹ کرتا ہوں میں اُس سے--- وہ وائرلیس کو لے کر سائڈ پر چلا گیا--- جنگل میں اندھیرا بڑھنے لگا تھا--- میجر عاص کے چہرے پر پریشانی کے آثار تھے--- وہ نیلم کے لیے حد سے زیادہ پریشان تھا وہی نہیں بلکہ کیپٹن حمزہ اور ان کا ایک اور ساتھی جو ابھی موجود تھا وہ بھی پریشان صورت لیے آس پاس نظریں دوڑا رہا تھا

اس نے اپنی پینٹ کی جیب میں موجود وائرلیس کو وائیبریٹ ہوتا محسوس کیا تھا--- اسکے کان میں سپائے ائیر پیس لگا تھا بالکل مونگ کے دانے جتنا میگنٹ جو کہ اسکے ائیر ڈرم کے ساتھ چپکا تھا ڈریس اپ ہونے سے پہلے اس نے ٹرانسمیٹر, بیٹریز سیٹ کر لیں تھیں جیک کو وائرلیس میں بہت مشکل سے کنیکٹ کیا گیا تھا-- کیونکہ عام طور پر اسکے ساتھ سیل فونز استعمال ہوتے ہیں یہ وائرلیس نما ڈیوائس کا استعمال تھوڑا مشکل تھا--- میکرو فونس کو اس نے گردن کے گرد موجود لوپ کے ساتھ اٹیچ کرلیا تھا---اسکے ہاتھ میں

پہنی سٹیل واچ پر سپائے کیمرہ لگا تھا جسکی وجہ سے میجر عاص کار کا منظر باآسانی وہ اپنے ---پاکٹ مِنی لیپ ٹاپ پردیکھ رہا تھا

Captain Neelam are u ok??? If yes then move please!!!

ٹائیگر کی آواز Desible50 سے زیادہ نہ تھی

سوئی گرنے کی آواز Desible5 ہوتی ہے

نیلم کے جسم میں نمایاں جنبش ہوئی تھی

—جسے دیکھتے دوسری جانب حمزہ اور ٹائیگر نے سکون کا سانس لیا تھا

Ok take care of yourself!!!

---اسے خطروں کے سپرد کر کے خیال رکھنے کا کہا گیا تھا

تاریکی بڑھ رہی تھی وہ ہلکے ہلکے قدم اُٹھاتا بھوتوں کے اس مسکن میں داخل ہورہا تھا جہاں دن کی توشنی میں بھی جاتے لوگ خوفزدہ ہوجاتے ہیں اسنے جو جیکٹ پہن رکھا تھا اسکی ٹوپی سر پر ڈال رکھی تھی

اسے ٹائیگر کہتے تھے تو اِسکے دشمن کو بلیک سٹار وہ دونوں ایک دوسرے کے ٹکر کے تھے عاص عالم نے ایک غلطی کی تھی وہ اسے اپنے سابقہ دشمنوں کی طرح ہلکا لے رہا تھا مگر اب وہ ان تین ماہ میں اسکے بارے میں اتنا جان چکا تھا کہ اسکے ہر اگلے قدم کا رُخ پتا لگا لیتا--- اسکی تحقیقات کے مطابق وہ امریکہ اور بھارت کا وفادار ہے اسکے علاوہ سیاسی دہشتگردی میں بھی ملوث ہے سیاسی دہشتگردی سے مراد سیاسی گروہوں کی آپس میں چپقلش کی بناء پر ایک دوسرے کو قتل کروا دینا--- کئی بار حادثاتی طور پر تو کئی بار ٹارگٹ پر رکھ کر اس سے یہ ہوتا ہے کہ سیاست میں ہلچل پیدا ہوجاتی ہے دوسری پارٹی بھی وار کرنے کو میدان میں اُتر آتی ہے اور نتیجہ عوام کو بھگتنا پڑتا ہے--- سارا الزام فوج پر آتا ہے کہ ملکی

حالات خراب ہیں اور فوج سو رہی ہے اور یہاں پہنچ کر منہاج عز ضحاک کے سینے میں ٹھنڈ اُتر جاتی ہے---

Where is he???

اس نے اپنے ساتھ موجود ساتھی سے رابطہ کیا جو اسی علاقے کے آس پاس منڈلا رہا تھا--- وہ ٹائیگر سے پہلے پہنچ چکا تھا

Back to the door!!!

دو منٹ مزید لگے تھے جب وہ ایک ٹوٹے پھوٹے مکان کی گری دیواروں کی اوٹ سے دو لوگوں کو بات کرتے دیکھ رہا تھا

میورک اور اسکے ساتھ ایک فقیر نما انسان کھڑا تھا انہوں نے ایک چھوٹے سے پیکٹ کا تبادلہ کیا اسکے علاوہ ایک کوڈ لائن کہی اور مخالف سمتوں میں چل نکلے--- ٹائیگر نے بجلی کی رفتار کا ساتھ دیتے تیزی سے وائرلیس نما ڈیوائز نکالی

Member of M2 speaking

دوسری جانب سے اپنے ٹیم میمبر ہونے کا ثبوت دیا گیا تھا

Listen Ag_53!!!

وہ کھڑے کھڑے پلان ترتیب دے رہا تھا--- پورا منصوبہ بیان کرتے اس نے یہاں سے نکلنے کا سوچا وہ جیسے ہی دیوار سے الگ ہوا--- ایک آہٹ اسکے تیز کانوں سے ٹکرائی---

بغیر مڑے ہی اس نے ترچھی نگاہ سے ہیولے کو دیکھا اور اسکے قریب آنے پر قلابازی کھاتے اپنی ٹانگ میں اسکا گھٹنا دباتے گرادیا---

Tiger Sir it's me M2!!!

وہ اس سے اپنی ٹانگ چھڑاتا خفگی سے بولا تھا---

اوہ!!! تم یہاں کیا کررہے ہو؟؟؟ سر میں تو بس نکل ہی رہا تھا--- اس نے سرگوشی سے بھی کم آواز میں جواب دیا--- میجر عاص بھی کھڑا ہوچکا تھا اسکے گھٹنے کے نیچے شاید کوئی چھپکلی آکر پچک گئی تھی

آہ--- ہلکی سی کراہ پر منہاج عز ضحاک نے مڑ کر دیکھا ہسپتال یہاں سے دور تھا بیس منٹ گزرے تھے کہ وہ اُٹھ بیٹھی تھی

تم ٹھیک ہو؟؟؟ اس نے گردن موڑے پوچھا تھا--- پہلے کی نسبت اب اسکے چہرے پر تشویش کم تھی--- دوسرے جانب سے کوئی جواب نہیں آیا تھا بس وہ سر کو ہاتھوں میں تھامے ہوئے تھی پھر کار کی سیٹ پر ہاتھ مارنے لگی--- اسکا انداز ٹٹولنے جیسا تھا جیسے کسی چیز کی ساخت کو محسوس کر کے اُسے پہچان لینا

کک کون ہے؟؟؟ مجھے کہاں لے کر جارہے ہو؟؟؟ شاید اسے محسوس ہوچکا تھا کہ وہ کار میں ہے--- اسکی نظریں آس پاس گھوم رہی تھیں ایک بھی جگہ ٹِک نہیں رہی تھیں منہاج کو جو سمجھ آرہا تھا وہ ناقابلِ یقین تھا--- ایسا کیسے ممکن ہے تین ماہ پہلے تو وہ دیکھتی تھی ہر چیز کو اِسکے چہرے کو دنیا کا ہر رنگ اسکی آنکھوں میں جھلکتا تھا

ا--- ایسا نہیں ہوسکتا--- اسکے شنگرفی لب دھیرے سے ہِلے تھے-- اسکی بڑبڑاہٹ دھیمی سی تھی

کک کوئی بولے کون چلا رہا پے کار؟؟؟ کک کوئی سُن رہا ہے مجھے--- وہ رونے لگی تھی--- شاید ماتھے پر لگے زخم کی وجہ سے یا شاید خوف کی وجہ سے یا پھر آنکھوں کے آگے چھائے سیاہ پردے کی وجہ سے منہاج اندازہ نہ لگا پایا تھا

مم میں سُن رہا ہوں-- کون ہو تم؟؟؟

میں انسان ہوں--- وہ عجیب سے لہجے میں بولی--- ڈرائیور خاموشی سے کار چلا رہا تھامنہاج ابھی تک گردن موڑے بیٹھا تھا

کیا تمہیں دیکھائی نہیں دیتا؟؟؟ اس نے نیلم کو اِدھر اُدھر دیکھ کر بات کرتے پایا تھا

ہمیں پہلے ہی زخم آیا ہے اِس پر آپکا یہ تکلیف دہ سوال--- اسکی آنکھیں تیزی سے بھیگ رہی تھیں

آئی ایم سوری!!!

بس ہاسپٹل آنے ہی والا ہے--- وہ سیدھا ہوکر بیٹھ گیا اس نے اپنی کنپٹیاں سہلانی شروع کردی تھیں پتانہیں وہ یہ حقیقت کیوں نہیں مان پا رہا تھا

ہسپتال پہنچ کر اسکی مرہم پٹی کروائی گئی--- وہ اب ہسپتال کے گیٹ سے باہر آرہے تھے اس کے آس پاس سکیورٹی گارڈز منڈلا رہے تھے

شکریہ آپ کا ہم چلے جائیں گے--- وہ اس سے چند قد آگے نکلتی بولی--- اسکا لہجہ بالکل پہلے والا نہ تھا چیختی چلاتی منہ نوچتی وہ لڑکی تو بہت مختلف تھی

سنو نام کیا ہے تمہارا؟؟؟ وہ اسکے برابر آکھڑا ہوا جو مین روڈ کے کنارے آگئی تھی

ہم اجنبیوں کو اپنا نام نہیں بتاتے--- وہ ذرا رُکھائی سے بولی

چھوڑو ناموں میں کیا رکھا ہے--- تم چلو میں تمہیں ڈراپ کردیتا ہوں کہاں جانا ہے تمہیں؟؟؟ وہ سیدھی کھڑی تھی جبکہ وہ ترچھا سا کھڑا تھا اسکے لمبے بھاری وجود کے آگے وہ چُھپ سی گئی تھی

ہمیں لفٹ نہیں چاہیے تم جاؤ--- وہ سامنے دیکھ رہی تھی

رکشہ!!!

رکشہ!!! اس نے ہاتھ ہلاتے سامنے سے آتے رکشے کو روکا وہ ڈھیک اب بھی سامنے رہی تھی

کہاں جانا ہے بی بی؟؟؟ رکشے والے نے اسکو اوپر سے نیچے تک ایکسرے کرتی نظروں سے دیکھا--- آواز کے تعاقب میں آگے بڑھتے اس نے رکشہ ٹٹولا اور بیٹھنے لگی جب منہاج نے اسے بازو سے پکڑ کر واپس کھینچ لیا

دفع ہو یہاں سے--- وہ رکشے والے پر دھاڑا

سنو ملکہ میں تمہیں ڈراپ کردوں گا--- اب ضد مت کرو

کون ہو تم پاگل انسان--- نیلم نے اسکے پیٹ میں گھونسا مارا--- نازک سی حسینہ کا اتنا بھاری ہاتھ اور ٹارگٹ؟؟؟ منہاج چونکہ اسکی اُمید نہیں رکھتا تھا ناف پر ہاتھ رکھتے پیچھے کو لڑھکڑا کر سنبھلا--- گارڈز بھاگتے ہوئے اس تک پہنچے نیلم کے آس پاس دائرہ سا بنا دیا--- ایک نے پانی پیش کیا--- جسے ہاتھ کے اشارے سے منع کردیا گیا تھا

تت تم لوگ کون ہو؟؟؟ شاید وہ بہت سے لوگوں کہ موجودگی محسوس کرگئی تھی

---منہاج نے سب کو ہٹ جانے کا اشارہ کیا اور پلٹ کر کار میں جا بیٹھا

جب تک وہ ٹیکسی لے کر نکل نہیں گئی وہ انتظار کرتا رہا تھا

M2 کو جو لائحہ عمل بتایا تھا اُسکے مطابق وہ کار لے کر پہنچ گیا تھا انہوں نے ڈائریکشن بتائی تھی جیسے ہی وہ فقیر ٹائیگر نے

نمابندہ اس علاقے سے باہر نکلا اور مین روڈ کی طرف آیا تیز رفتار میں آتی کار سے پُرزور ٹکر ہوئی اس میں موجود میجر عاص کا بندہ فوراً باہر نکلا اور اسے دیکھنے کے بہانے ایک سرنج اسکے موٹے بازو میں گھونپ دی سارا سولیوشن ختم ہونے کا اطمینان کر کے سرنج نکال کر اسے کار میں ڈال دیا--- سامنے سے آتے ٹائیگر نے یہ سب دیکھا تھا مگر ایک عام راہ گزر کی طرح آگے بڑھ گیا--- جیکٹ کی ٹوپی سر پر رکھے ہونے کی وجہ سے اسکے صرف ہونٹ دیکھ رہے تھے--- سٹریٹ لائٹ کی روشنی کے سوا سڑک پر کچھ نہ تھا--- ٹائیگر نے انگوٹھا کھڑا کر کے اسکو پرفیکٹ کا سگنل دیا تھا

****

وہ ابھی راستے میں تھا جب اسکے پاس موجود وائرلیس نماڈیوائز وائبریٹ ہوئی

CN_01 Here!!!

نیلم نے اپنا کوڈ بتایا

ٹائیگر وہ مجھے فولو کر رہے ہیں

گُڈ تم اپارٹمنٹ کی طرف نکل جاؤ

بٹ میرے پاس کیز نہیں ہیں شاید ایکسیڈنٹ کے ٹائم پاکٹ سے نکل کر گر گئیں---اس نے اب اپنی پریشانی بتائی تھی

رکشے والے سے لے لو---اسکی توقع کے برعکس وہ دھاڑا نہیں تھا

He's our partner!!!

میجر عاص نے اسے تسلی دی---وہ اسکی احتیاط اور ذہانیت کی قائل ہو گئی تھی

رکشے والے نے نامحسوس انداز میں چابی اسے تھمائی اور زیادہ رش والی جانب گُھس گیا رکشے کی رفتار بھی بڑھا دی ان کی ممکن کوشش تھی کہ وہ اسکی رہائش تک نہ پہنچ سکے اور اگر پہنچ جائے تو اُسکے انتظامات بھی کر رکھے تھے

بی ایس کی کار بہت پیچھے رہ گئی ہے---رکشے والے نے نیلم کو اطلاع دی---بی ایس سے اسکی مراد بلیک سٹار کی تھی

نیلم نے سُکھ کا سانس لیا مگر احتیاطاً اسے پہلے اپارٹمنٹ ہی جانا تھا---اپارٹمنٹ کے سامنے رکشہ رُکنے پر اس نے ایک نابینا فرد کی طرح ہی پوز کیا تھا اور کرایہ دے کر اندر چلی گئی

منہاج آیا؟؟؟

نہیں سر---بلکہ وہ آرہا ہے نہیں اسکے گارڈز ہیں شاید وہ سی این (کیپٹن نیلم) کو فولو کرتے یہاں تک آئے ہیں

سنو تم ہوشیار رہنا جیسے ہی کسی گڑبڑ کا احساس ہو مجھ سے رابطہ کرنا کیپٹن نیلم پر کڑی نظر رکھو---دوسری جانب موجود ٹائیگر نے اپنے ماتحت کو مطلع کیا

جو حکم سر!!!وہ مؤدب بنا

تم لوگ یہاں کیا کر رہے ہو؟؟؟اوپر کیوں نہیں گئے---منہاج کی کار تقریباً دس منٹ لیٹ تھی---وہ عجلت میں باہر نکلا ان پر دھاڑا تھا

سر گارڈ نام پوچھ رہا ہے جس سے ملنا ہے اُسکا--ایک گارڈ نے جواب دیا

پھر کچھ منہاج کی شخصیت اور کچھ اسکی دہشت ایسی تھی کہ گارڈز نے انہیں اندر جانے کی اجازت دے دی---مگر چونکہ انہیں دیر ہو چکی تھی تو اتنے سارے فلیٹ میں سے نیلم کا فلیٹ ڈھونڈنا ناممکن سا تھا اب وہ ہر ایک کا دروازہ بجا کر خود کو مشکوک ظاہر نہیں کر سکتے تھے--منہاج ان سب کو خونخوار نظروں سے گھورتا نیچے آیا--گارڈ کو ڈرایا دھمکایا لالچ دی کہ بتائے کون سی لڑکی ابھی اوپر گئی ہے مگر دوسری جانب سے ایک ہی جواب آیا صاحب اتنے سارے فلیٹ ہیں مجھے سب کا تھوڑی پتا ہے اور ڈیوٹی بھی رات کی ہوتی ہے جس وقت کم ہی لوگ باہر آتے جاتے ہیں

بالا آخرا نہیں ناکام واپس جانا پڑا

نیلم نے فلیٹ کا دروازہ کھولا---اسکے پیچھے کوئی نہیں آیا تھا وہ مطمئن ہو چکی تھی اندر داخل ہو کر اس نے گویا تمام دورانیے میں پہلی بار سُکھ کا سانس لیا تھا اسے اپنا آپ بہے ہلکا محسوس ہونے لگا پورے فلیٹ میں خاموشی کا راج تھا اس نے لارج سائز فریج میں سے پانی کی بوتل نکالی ٹائیلز جگمگ کر رہی تھیں کشادہ, صاف ستھرا اپارٹمنٹ تھا

امریکن کچن میں کھڑی وہ شیلف کی جانب رخ کیے پانی چڑھا رہی تھی جب دھپ کی آواز آئی---اسکے کان فوراً متوجہ ہوئے---دل جیسے پھٹنے کو قریب تھا اسکے ہاتھ کی پوریں تک لرز رہی تھیں خوف تھا کہ اگر اُس دہشتگرد کو اسکی حقیقت معلوم ہو گئی تو؟؟؟ کچھ دیر پہلے پانی سے تر حلق خُشک ہو چکا تھا

بالکنی کی کھڑکی کا پردہ ہٹا کر اس نے جیسے ہی اندر جھانکنا چاہا کسی نے مضبوطی سے پیچھے سے ہی اسکے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا تھا

ایک پل کو وہ گھبرائی مگر اگلے ہی پل ٹانگ موڑ کر پیر پیچھے موجود شخص کی ناف پر مارنا چاہا تھا کہ اُس نے اسکا پیر تھام کر گھما ڈالا وہ صوفے پر گری تھی---

میں ہوں ٹائیگر---اس نے ٹوپی سر پر سے اُتاری

آ آ --- آپ یہاں کیوں آئے ہیں ؟؟؟ وہ دونوں سرگوشی سے بھی مدھم بول رہے تھے --- دونوں کے سانس پھولے ہوئے تھے نیلم کا چہرہ پسینے سے تر تھا پہلی مرتبہ اتنی گھمبیر صورتحال ہوئی تھی

میری بات غور سے سنو اپارٹمنٹ کی چابی وہاں نہیں ہے مطلب کسی گارڈ نے اُٹھائی ہے ہو سکتا ہے وہ گارڈ ابھی منہاج کے ساتھ نہ ہو مجھے لگتا ہے کہ چابی کے ملتے ہی وہ آئے گا --- صوفے کے پاس ہی کھڑا وہ تھوڑا جھک کر بول رہا تھا

نن --- نہیں ہمیں بہت ڈر لگ رہا ہے اگر وہ یہاں آگیا تو ؟؟؟ دیکھیں یہ اندھا ہونا بہت مشکل ہے جو چیز نظر آرہی ہے کیسے سمجھوں کہ نہیں آرہی -- وہ واقعی ہی خوفزدہ تھی --- ٹائیگر کے چہرے پر ناگواری پھیل گئی

تین مہینے کی ٹریننگ کا یہ نتیجہ دو گی مجھے صرف دعوے کرنے آتے ہیں تمہیں ڈرپوک بزدل --- وہ اسے لتاڑنے لگا --- نیلم کا سر جھک گیا -- ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی ٹیچر اپنے اسٹوڈنٹ کو ڈانٹ رہا ہو

سنو اب میری --- ہماری ایک اور پارٹنر آرہی ہیں وہ کافی ایجڈ ہیں وہ ایسے پریٹنڈ (ظاہر) کریں گی جیسے وہ تمہاری کیئر ٹیکر ہوں اوکے ؟؟؟ اور باقی سب یاد ہے نا ؟؟؟

جی --- وہ اسکی بات غور سے سنتی بولی

زیادہ لگی ہے ؟؟؟ وہ مزید جھک کر اسکے ماتھے پر لگے پٹی کو ہلکے سے چھو کر بولا

نہیں --- اسکا یہ فکری انداز نیلم کو بہت بھلا لگا تھا

وہ بلیک گاؤن میں آئیں گی دروازہ کھول دینا

میں جا رہا ہوں وہ کسی بھی وقت آسکتے ہیں

وہ اس پر ایک الوداعی نظر ڈالتا بولا اور پھر ویسے ہی بالکنی میں بنے جنگلے کا تالا کھول کر چھلانگ لگا چکا تھا یہ جگہ اسٹور رومز کی وجہ سے بچ جاتی ہے جسے وہ خفیہ راستوں کیلیے استعمال کرتا تھا--- یہاں سے وہ پارکنگ تک پہنچ گیا تھا

کچھ دیر بعد ایک سیاہ چادر اوڑھے چالیس سالہ عورت نے نیلم کے دروازے پر دستک دی تھی

کیا ملا تمہیں اُس شخص سے ؟؟؟ ٹائیگر نے سوال کیا

اُس کی جیب سے یہ پیکٹ مِلا ہے مجھے --- ایجنٹ 53 نے پیکٹ ٹائیگر کو دیا وہ لوگ اس وقت اپنے ٹھکانے پر تھے

ٹائیگر نے اس پیکٹ کو تھام لیا جس میں بے شمار

MEMORY CHIPS موجود تھیں

مجھے لگتا ہے یہ ڈیٹا بہت کام آنے والا ہے

ٹائیگر نے اسکی بات پر محظ سر ہلایا تھا

یہ سب اسے اپنے کمپیوٹر ایکسپرٹس کو بھیجنا تھیں

اس نے وہ پیکٹ سنبھالنے کے بعد اپنا لیپ ٹاپ کھولا اس پر نیلم کے اپارٹمنٹ کا سارا منظر صاف تھا وہ اور ان کی ایک اور ایکسپرٹ بیٹھی گفتگو میں مصروف تھیں ---ٹائیگر ان کی گفتگو سننے لگا جو کہ اگلی پیش آنے والی صورتحال پر مبنی تھی

ایجنٹ آکاش وہ ساری انفارمیشن آگے ڈیلور کر رہا ہے جو ہم اُس تک پہنچا رہے ہیں تو کیوں نا ہم کوئی ایسا منصوبہ تلاش کریں کہ ایجنٹ آکاش ایجنٹ ارجن کو ملنے کو بلا لے یا پھر شاکر کو کسی ایک تک تو ہماری رسائی ممکن ہو سکے ---کیپٹن حمزہ نے اسٹرانگ کافی کا مگ اسے تھمایا اور خود بھی لے کر بیٹھ گیا

جسٹ آمنٹ ---عاص فی الحال اپنے تمام گروپس کا کام چیک کر رہا تھا جب اسکی تسلی ہو گئی تب وہ حمزہ کی جانب رخ کرتا بولا

تمہارا آئیڈیا مجھے پسند آیا ہے کیوں نا ہم اسکی مدد سے شاکر تک پہنچ جائیں یقیناً وہ اب تک پاکستان میں ہی موجود ہے ---اس نے کیپٹن حمزہ کو سراہتے کہا

اور جو اے ایس پی منہاج کے انڈر رہے اُسکا کیا؟؟؟

وہاں تک جانے کی بے وقوفی اب ہم نہیں کر سکتے میں اس بار کوئی غلطی نہیں چاہتا اور وہ اے ایس پی خود رشوت خور تھا منہاج کا ساتھی پتا نہیں کونسی غلطی کر بیٹھا جو اُسکے عتاب کا نشانا بنا ہوا ہے ---بس اب یہاں تک کوئی پہنچ سکتا ہے تو وہ ہے کیپٹن نیلم تہہ خانہ لاکڈ ہے کیز ہیں نہیں توڑنے کی بے وقوفی کر نہیں سکتے سکیورٹی وہاں سخت ہے ---اس نے ہزار مسائل نکال ڈالے

اگر ہم کوشش ---

کوشش وہ بھی ایک غدار کیلیے میرا دل چاہتا ہے کہ خود ہی پیٹرول ڈال کر آگ لگادوں ان جیسوں کی وجہ سے ہمارا پولیس محکمہ بدنام ہے----ٹائیگر نے تپ کر اس کی بات کاٹی

کیپٹن حمزہ کی نظراب اسکرین پر تھی جہاں فلیٹس کے باہر لگائے گئے خفیہ کیمرے ایک نیا ہی منظر پیش کر رہے تھے

تمہیں یہ چابی وہیں سے ملی تھی؟؟؟ منہاج نے پراڈو سے اُترتے اپنے کوٹ کا بٹن لگاتے پوچھا

جی سر وہیں تھی---گارڈ نے ایک بار پھر اسے یقین دلایا

چوکیدار نے حیرت سے انہیں دیکھا

ملنے جارہے ہیں اندران کی پی اے ہے اُس سے کام ہے---گارڈ نے گیٹ کیپر کو اُلجھن کا شکار دیکھتے وضاحت دی جب کہ منہاج اور تین گارڈز اوپر جاچکے تھے

CN M AZ is coming!!!

نیلم کو مطلع کرنے کے بعد وہ کیپ ٹاپ کی اسکرین فولڈ کرتے منظر کو غور سے دیکھنے لگے ایک جگہ نیلم کے اپارٹمنٹ کا باہر والا حصہ نظر آرہا تھا جبکہ دوسری جگہ فلیٹس کے پارکنگ ائیریا کی اور اپارٹمنٹ کے اندر کی صورتحال نظر آرہی تھی

اس وقت ہر اپارٹمنٹ کے دروازے کو چابی لگا کر دیکھنا سراسر غیر قانونی ہے سر --- کوئی شور بھی مچا سکتا ہے اگر کسی کو شک گزر گیا تو مسئلہ بن جائے گا پلیز سر آپ کا یہ کام میں آج ہی کروادوں گا ٹرسٹ می --- اسکے پرسنل ورکر نے ملتجی انداز میں کہا اسے ڈیک کے بعد منہاج نے رکھا تھا پہلے یہ ڈیک کیلیے کام کرتا تھا اب ڈائریکٹ منہاج کیلیے کرتا ہے

یہ بھی ڈیک کا ساتھی تھا امریکہ میں چھوٹی موٹی کاروائیوں میں ملوث پایا جاتا تھا ایسے ہی ایک حادثے میں ڈیک نے اسے آفر دی تھی وہ بہت ذہانت سے ڈکیتیاں کرتا تھا اور تھوڑا سا بھی خطرہ محسوس کرنے پر مرڈر بھی کر دیتا تھا اسکے سرد و خون تھے

پیٹر یہ کام آج ہی ہو جانا چاہیے سنا تم نے آج ہی --- وہ لفٹ کی جانب واپس مڑ چکا تھا

مائی پرامس سر !!! پیٹر نے مضبوط لہجے میں کہا --- وہ ایک عرصے سے اسکا اسمگلنگ کا کام بھی کرتا رہا تھا اگر منہاج کے غدار بہت تھے تو اسکے وفادار بھی کم نہ تھے --- اب بھی ایک لمبی لسٹ اُن لوگوں کی تھی جو عرصے سے اسکے لیے کام کر رہے تھے مگر آج تک اس سے ملے نہ تھے

ٹائیگر وہ کہاں ہیں ؟؟؟ نیلم بیڈ پر کمفرٹر میں لیٹی تھی اس نے ڈیوائز سے رابطہ کیا

وہ واپس جا رہے ہیں آپ ریلیکس ہو جائیں --- ٹائیگر نے تسلی آمیز لہجے میں کہا

شکر !!! نیلم نے پر سکون سانس خارج کی

لیکن پیٹر واپس نہیں جائے شاید مجھے شک ہے خیر آپ بے فکر رہیں میں آتا ہوں --- ٹائیگر نے اپنا جانا بہتر سمجھا فی الحال شروعات تھی کیپٹن نیلم بھی گھبرائی ہوئی تھی

ٹائیگر بمشکل تمام نیچے والے فلیٹ کے پائپ کے ذریعے اوپر والے فلیٹ میں بالکنی میں اُترا تھا انہوں نے یہ دونوں فلیٹ لیے تھے نیچے والا بھی انہی کے استعمال میں تھا جس میں ایم ٹو کے میمبرز بھی رہتے تھے

بالکنی میں ہلکی سی دھپ کی آواز پیدا ہوئی تو چالیس سالہ عورت آگے بڑھی

ٹائیگر سر آپ؟؟؟اس نے ڈرائنگ روم کا دروازہ کھولا نیلم بھی وہیں آگئی

پیٹر مجھے یہیں گھومتا نظر آرہا ہے ہونا ہو وہ آپ لوگوں کا اپارٹمنٹ ڈھنڈ کرہی جائے گا---وہ دونوں ہاتھ بیلٹ پر ٹکائے کھڑا تھا

سر اگر وہ آگئے تو ہم کیا کریں گے؟؟؟

یہی تو سمجھانے آیا ہوں---وہ چڑ کر بولا

اول تو پیٹر اندر آنے کی حماقت نہیں کرے گا اگر کر بھی لے تو آپ دونوں سوتے بنیے گا---آپ لوگوں کی پسٹل کہاں ہے؟؟؟کچھ یاد آنے پر اس پوچھا

خاتون نے شلوار میں لگی زیپ کو کھول کر ریوالور نکالا

آپ کا؟؟؟اس نے نیلم سے پوچھا جسکے تاثرات ایسے تھے جیسے کوئی بورنگ گیم چل رہا ہو

پلِو کے نیچے بیڈ روم میں---اُسی انداز میں جواب آیا

ہوں---تو اگر وہ کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کرے تو حملہ کر دیجیے گا نہیں تو خاموشی بھلی ہے میں احتیاطً یہیں رُکا ہوا ہوں---کیپٹن نیلم آپ پریشان لگ رہی ہیں ایوری تھنگ از اوکے؟؟؟اس نے دونوں ہاتھوں کی اُنگلیاں ایک دوسرے میں پیوست کیے ناخنوں کو گھورتی نیلم سے ہوچھا وہ بنا جواب دیے اندر چلی گئی خاتون نے ٹائیگر کو دیکھا

آپ بیٹھیں میں آتا ہوں---وہ اپنا ریوالور اُٹھاتا ڈرائنگ روم سے نکل گیا

کیا ہوا ہے کوئی پرابلم ہے؟؟؟وہ دھیمے اور ملائم لہجے میں مخاطب تھا

نیند آرہی ہے ہمیں---وہ بالوں کو جوڑے کی شکل دیتی بیڈ پر ٹانگیں لٹکا کر بیٹھ گئی

پلیز ابھی سوئیں مت پیٹر کسی بھی وقت آتا ہوگا---اسکے ملتجی انداز نیلم کے اندر آگ لگا رہے تھے ویسے وہ اسے گھاس بھی نہیں ڈالتا تھا اور اب جب اسکی بناء پر مشن کھڑا ہے تو کتنا نرم لہجہ ہوگیا اُسکا حالانکہ یہی نرم لہجہ میجر عاص کا اپنے تمام ٹیم میمبرز کے ساتھ تھا مگر نیلم نے غور کب کیا تھا؟؟؟

اب آپ ہماری نیند پر بھی پہرے بیٹھا دیں---وہ ہلکی آواز میں غرائی

میری بات سمجھ---ٹائیگر کی بات منہ میں ہی تھی جب وہ کمفرٹر کے اندر گُھس گئی سردیاں بس شروع ہی ہونے والی تھیں

ٹائیگر نے لمبا سانس خارج کیا اور بیڈ سے کچھ فاصلے پر موجود سنگل صوفے پر بیٹھ گیا اپنی جیب سے ایک کاغذ کا نقشہ نکالا اور اس پر غور و غوض کرنے لگا دو منٹ بعد اپنے سیل پر بھی کچھ ٹائپ کرنے لگتا اسکی سرچنگ جاری تھی--ایک بجے کا وقت تھا جب وہ اپنا کام مکمل کر چکا تھا اس نے ایک نظر کمفرٹر پر ڈالی اور دوسری خاتون پر جو کچھ ہی دیر پہلے یہاں آئیں تھیں اپنے ریوالور کا میگزین نکالے بیٹھی تھیں

کافی پئیں گی آپ؟؟؟ میجر عاص اپنا کام چھوڑ کر اُٹھ گیا تھا بیڈ کے پاس رُکتے پوچھا

شکریہ سر میں بناتی ہوں---وہ اُٹھنے لگیں ایک کیپٹن نیلم کے سوا اسکی ٹیم کا ہر میمبر اسکی عزت بھی کرتا تھا اور ہر حکم بھی مانتا تھا ایک وہ تھی جو بس محبت کرتی تھی ایسی محبت جس میں محبوب کی بات ماننا محبت کی توہین تھی

نہیں میں آپ اس تکلف میں نہ پڑیں---میں خود بنالیتا ہوں---وہ چلا گیا---اس نے منع کر دیا وہ فوراً اسکا حکم مان کر چُپ ہو گئیں اگر ان کی جگہ نیلم ہوتی تو ایک لمبی بحث کے بعد چائے بھی پتا نہیں نصیب ہوتی کہ نہیں

ابھی وہ کچن میں گیا ہی تھا جب اسے کچھ کھٹ پٹ کی آواز آئی وہ تیزی سے اندر واپس گیا اپنا ریوالور اُٹھایا---اسی وقت اسکی وائرلیس نما ڈیوائز وائیبریٹ کی وہ یس کرتا خاتون کو اشارہ کرتا بالکنی کی جانب چل دیا

ٹائیگر سر پیٹر اپارٹمنٹ کے ڈور پر ہے---کیپٹن حمزہ نے اطلاع دی

سر کیز میچ کر گئیں ہیں---وہ دروازہ کھولنے کی کوشش کر رہا ہے

****

رات اندھیری میں لوگ بے فکری میں کل کی روشنی کے انتظار میں آنکھیں موندے تکیوں کے غلافوں سے خواب پروئے سو رہے تھے---جب پیٹر جیسے وفادار اور منہاج جیسے بے چین لوگ اپنی کاروائیوں کیلیے جاگ رہے تھے

پیٹر مسلسل فلیٹس میں ادھر اُدھر چکر لگاتا رہا تھا تقریباً ڈیڑھ بجے کے قریب اسنے اپنے کام کی ابتدا کی---باری باری ہر دروازے پر بہت محتاط انداز میں چابی لگا کر چیک کرتا چونکہ وہ ڈکیتی کرتا رہا تھا تو یہ کام اسکے لیے اتنا مشکل نہ تھا تقریباً پندرہ منٹ بعد وہ نیلم کے فلیٹ پر کھڑا تھا

چابی گھمائی لاک کھل گیا اسکی خوشی چہرے سے پتا چل رہی تھی---سفید چہرہ کھل اُٹھا تھا اندر جانے کی غلطی وہ نہیں کر سکتا تھا اس نے آس پاس نظر دوڑائی کوئی ذی روح نہ تھی دروازہ واپس لاک کر کے وہ نیچے اُتر گیا

سر وہ جا چکا ہے سکیورٹی گارڈ کے پاس کھڑا ہے---کیپٹن حمزہ اسکو سیکنڈ سیکنڈ کی خبر دے رہا تھا

ٹائیگر نے رابطہ منقطع کیا اور اندر چلا آیا جہاں نیلم جاگ رہی تھی

پیٹر جا چکا ہے خطرہ ٹل گیا ہے ہم ایک اسٹیپ آگے آ گئے ہیں ایم آز کو لوکیشن پتا چل گئی ہے وہ جلد ہی آپ سے رابطہ کرے گا---ٹائیگر اب تک ہونے والے ہر منصوبے کے تحت کام پر خاصا مطمئن تھا

ایم ایم ٹو کی ٹیم بھی ایک ریکارڈ حاصل کر چکی تھی یہ ایک بڑی کامیابی تھی بس انہیں رپورٹ کا انتظار تھا کہ اُن چپس سے کیا ڈیٹا مِلا ہے

سر آپ بہت تھک گئے ہیں آرام کر لیں---خاتون نے مشورہ دیا

مجھے اس وقت کافی کی اشد ضرورت ہے---وہ مروتاً مسکرایا

ہم بناتے ہیں---وہ بیڈ سے نیچے اُتر آئی

آپ کو کافی تو بنانا نہیں آتی---میجر عاص نے کہا

اتنا مشکل کام بھی نہیں ہے---وہی بحث کرنے کی عادت

اتنا آسان ہوتا تو آپ پہلے نہ سیکھ چکی ہوتی---وہ بھی کہاں پیچھے رہنے والا تھا

ہمارے گھر میں کوئی کافی نہیں پیتا--وہ برا سا منہ بناتے بولی

تو پھر سیکھنے کا فائدہ؟؟؟

کیا پتا مستقبل میں کوئی گھر والا پینے لگ جائے---اس نے تیکھے کمان جیسے آبرو اُٹھاتے کہا

خاتون ان کی نوک جھونک پر بس مسکرا ہی سکی تھیں

پھر وہ سلیپرز پہن کر کچن میں آگئی کاؤنٹر کے پاس کھڑی وہ کافی پھینٹ رہی تھی جبکہ میجر عاص ایک اسٹول چیئر کھینچ کر بیٹھ گیا اور سر ٹیبل پر رکھ کر اس پر بازو رکھا ہوا تھا

نیلم اس سے کافی فاصلے پر تھی کافی تیار ہو گئی تو وہ اسکے قریب چلی آئی---مضبوط گندمی رنگ کے بازوؤں پر موجود بال انہیں اور حسین بنا رہے تھا اُبھری ہوئی نسیں نیلم کو بے خود کر رہی تھیں وہ ساحر تھا اسے جکڑ لیتا وہ بے اختیار بے خود ہو جاتی تھی جو ہمیشہ لوگوں کو اپنے لیے بے خود ہوتے دیکھتی تھی انکی آنکھوں میں اپنے لیے ستائش دیکھتے تھی آج ایک ایسے شخص کے طلسم میں جکڑ گئی تھی جو اسکے حُسن کو اسکی بہادری کو اسکی محبت کو کسی کو بھی تو خاطر میں نہ لاتا تھا کئی بار اسے لگتا اسکی یہی بے نیازی اسے نیلم ابرار کیلیے اہم ترین بناتی ہے خاص بہت خاص!!!

ایک لمحے کو اسکا دل چاہا میجر عاص کو جھنجھوڑ کر رکھ دے پوچھے اُس سے اپنے رد کیے جانے کی وجہ اُس سے اُسکا معیار پوچھے کیا ہے ایسا جو اِسے نیلم ابرار کی محبت قبول نہیں کرنے دیتا وہ محبت نہ کرے مگر اسکی محبت تو قبول کر لے کیوں اسے دیوانہ بنا کر چھوڑ دیا ہے

وہ محبت کو میری روح سے نچوڑ کر لے گیا

چھوڑ گیا مجھے عشق کی گلیوں میں دیوانہ کر کے

اسکی نظریں میجر عاص کے بازو پر جمی تھیں ان کی تپش ہی اتنی تھی کہ وہ کسمسا کر جاگ گیا--- تھکن کی وجہ سے اسکی آنکھوں میں سُرخ ڈورے ناچ رہے تھے اور چہرہ بھی ستا پڑا تھا

چائے؟؟؟ نیلم نے کافی مگ بڑھایا

کافی اچانک اسے اپنی بے خودی کا احساس ہوا تو درستگی کرتی بولی

ہوں---اس نے آنکھیں رگڑیں

سوری!!!

وہ کافی کا مگ اُٹھائے بغیر ہی چلا گیا تھوڑی دیر بعد کمرے سے نکلا اور بالکنی کی جانب چل پڑا---اس نے نیلم ابرار کے ہاتھ کی کافی نہیں پی تھی

وہ اک شخص جو کم کم میسر ہے ہم کو

آرزو ہے کہ کسی روز وہ سارا مل جائے

اُسے کہنا کہ ملاقات ادھوری تھی وہ

اُسے کہنا کہ کبھی آ کے دوبارہ مل جائے

کراچی شہر کے ایک مشہور اور ہائی لیول کلب کا منظر صبح چار بجے بھی ویسا ہی تھا جیسے رات بارہ بجے کا--- بے شمار لائٹس کی روشنی میں پلیٹ فارم پر تھرکتے وجود آس پاس کی نشستوں پر براجمان لوگوں کی توجہ کا مرکز بنے تھے--- کچھ وقت مزید گزرا کہ فجر شروع ہو گئی مگر کلب کا بے ہنگم میوزک اور شور کم نہ ہوا--- پاکستان ملک جسے اسلام کی بنیاد پر حاصل کیا تھا یہ اُسی ملک کا ایک منظر تھا اس ملک کے حصول کیلیے جانے کتنے سر کٹے تھے کتنی عزتیں مٹی میں جا ملی تھیں کتنے مہاجرین بے گھر ہوئے تھے تو کتنے معصوم تلواروں کی نوک پر لٹکے تھے ظلم ہی ظلم تھا سننے میں آتا ہے کہ برِ صغیر میں آزادی کی جنگ کے وقت انسانیت پر سب سے زیادہ ظلم ہوا تھا

سفید ٹراؤزر پر بلیک فینسی شرٹ پہنے گلے میں سٹولر ڈالے شولڈر کٹ بالوں کے ساتھ ایک درمیانے عمر کی لیڈی کاؤنٹر پر موجود تھے اپنے لیے سوفٹ ڈرنک کا آرڈر دے کر وہ آس پاس کا جائزہ لے رہی تھی

میورک ابھی تک نہیں آیا---ان کے ایک ساتھی کی شفٹنگ ہو گئی تھی کیپٹن حمزہ آیا تو ان کے ساتھ تھا مگر بعد میں اسے میجر عاص کی ٹیم میں ڈال دیا اور ان کے ساتھ ایک اور ایجنٹ کو شامل کر دیا--اُسی نے یہ اطلاع اِس لیڈی کو دی تھی

وہ اندر ہی کہیں موجود ہے---اس نے ہاتھ میں پہنے ہینڈ واچ موبائل پر بہت احتیاط سے ٹائپنگ کی

جلدی تلاش کرو---ایک اور مسیج

مجھے لگتا ہے کہ وہ مختلف گیٹ اپ میں ہے---ایجنٹ 61 نے جواب دیا

ہو سکتا ہے---لیڈی نے رپلائی کیا

تم اندر جاؤ ایجنٹ 41(انس) اِدھر آئے گا---لیڈی نے حکم دیا

اوکے میم---اس نے پوزیشن بدلی

میورک اندر گیا ہے سیڑھیوں کی جانب---لیڈی کو 41 سے اطلاع ملی

تم اُسکا پیچھا کرو--میں آتی ہوں---وہ سوفٹ ڈرنک کو اِک ادا سے انکار کرتی چھوٹے چھوٹے قدم اُٹھاتے اندر کی جانب چل پڑی

کچھ دیر بعد انس کے مقابل آ گئی انہوں نے خود کو ایک کپل کا پوز دینا شروع کر دیا اور یونہی باتوں میں اوپر جانے لگے

یہاں کیمرے لگے ہیں 41---لیڈی نے سر گوشی میں کہا

آگے نہیں لگے ہوں گی آخر وہ اپنے خفیہ کام کیمرے میں کیسے ریکارڈ کر سکتے ہیں---انس بولا

ہم یہاں سے گزریں گے تو ریکارڈنگ میں آجائیں گے--لیڈی نے ناگواری سے کہا

میرے پاس ایک پلان ہے---انس نے پُر سوچ انداز میں کہا

کیا؟؟؟

چلیں---وہ واپسی کو مڑ گیا

ویٹر کا یونیفارم کہاں ہے؟؟؟انس نے پوچھا

61 کی کار میں---لیڈی نے کہا

ایجنٹ 41 نے کار میں ہی یونیفارم بدلا اور اسکے اوپر ڈارک براؤن کوٹ پہن لیا کہ شک نہ گزرے اندر آکر ایک خاموش گوشے میں اِسے بھی اُتار دیا اسکے یونیفارم پر کلب کا لوگو بھی لگا تھا

میں اکیلے اوپر جاؤں گا آپ یہاں کھڑی ہو جائیں کوئی آئے تو بتایئے گا اور ایجنٹ 61 آپ سی سی ٹی وی اوپریٹنگ روم میں چلے جائیں 61 نے فوراً عمل کیا---

وہ اوپر سیڑھیوں کی جانب چل پڑا---

41 گو!!!انس کو 61 کا مسیج مِلا

اسی وقت وہ اوپریٹنگ روم میں داخل ہوا---

میرا اسیل چوری ہوا ہے میں وہاں بیٹھا---------اسکا کام ہو چکا تھا ان سب کا دھیان بٹ گیا---

وہ نپے تلے قدم اُٹھاتا اوپر جا رہا تھا انہیں بیس منٹ کی دیری ہو چکی تھی

جب تک وہ اوپر پہنچا میورک اور ایک اور گریس فل پرسنیلٹی کا مالک شخص وہاں سے نکل رہے تھے کلب کی چھت پر موجود واحد اسٹور روم کو اِس شخص نے تالا لگایا اور میورک کے ساتھ سرگوشیوں میں بولتا نیچے چلا گیا--- بہر حال انہیں اسلحے کا ایک ٹھکانہ مل گیا تھا مگر انس کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ اتنا بڑا کام یہ لوگ اتنے کھلے عام کر رہے ہیں ان کے نیچے چلے جانے کے بعد وہ پِلرز کی اوٹ میں ہوتا کمرے تک پہنچ چھلانگیں مار مار کے بمشکل روشن دان کے جنگلے کو تھام کر لٹکتے ہوئے اندر جھانکا

خالی اسٹور روم اِسکو منہ چڑا رہا تھا

سر اپارٹمنٹ نمبر چوبیس ہے--- پیٹر نے لائبریری میں داخل ہوتے جھٹ سے کہا

وہ چیئر کی بیک سے ٹیک لگائے چہرے پر گلابی رنگ کی ڈائری رکھے نیم دراز تھا اس اطلاع پر بھی اسکے وجود میں ہلکی سی بھی جنبش نہ پیدا ہوئی

ہوں--- اس نے ہلکی سی آواز نکالی اور ہاتھ کے اشارے سے اسے واپس جانے کا کہا

اسکا رویہ عجیب سا تھی جس کے لیے چند لمحے بے تاب رہا تھا اب ایسے پُرسکون تھا جیسے بے چینی کبھی تھی ہی نہیں--- خاموشی ایسی ہی تھی جیسے ہمیشہ سے لائبریری میں ہوا کرتی تھی مگر جانے کیوں اسے آج ماضی نہیں

یاد آرہا تھا بس ایک ہی چہرہ آنکھوں کے سامنے لہراتا گلابی ڈائرے کے اوراق پر اُجاگر ہو جاتا---وہ حُسن پرست تھا؟؟؟ نہیں !!! پھر کیا سچ مچ میں محبت کا کوئی وجود ہوتا ہے ؟؟؟ کیا یہ افسانوں کے علاوہ بھی سانس لیتی ہے ہم انسانوں کی زندگی میں ؟؟؟ ہاں لیتی ہے انسانوں کی دنیا میں مگر بے حس جانور درندے کب سے محبت کرنے لگے ؟؟؟ کاش محبت کر سکتے وہ تو کہتے ہیں ہو جاتی ہے خود بخود بغیر کسی تردد کے ----اسکا ذہن اُلجھ رہا تھا اِسے اپنا آپ حقیر معلوم ہونے لگا کہ کہاں وہ اور کہاں ایک عام سی لڑکی وہ کیسے ایک جذبے پر اپنی پوری زندگی اپنا ماضی حال مستقبل وار دے کیسے سارے راز کھول دے ؟؟؟ کیسے ؟؟؟

مجھے اپنا اوپر کنٹرول رکھنا ہے میں منہاج عز ضحاک ہوں مجھے محبت راس نہیں آتی محبت میرے لیے بنی ہی نہیں !!!

وہ خود سے مخاطب تھا

ڈائری کے ورق پلٹنے لگے

أنت حبيب روحي

(تم میری روح کی محبت ہو)

طلوعِ سحر کا وقت تھا وہ کھڑکی پر ڈلے پردے ہٹاتی سورج کی کرنوں کو اپنے چہرے پر بکھرتے محسوس کرنے لگی---ہوا کا رُخ مخالف سمت تھا اور ماحول میں سکوت ہلکی ہلکی سرد ہوائیں سال کے آخری ایام کا ثبوت پیش کر رہی تھیں

صبح بخیر!!! کیپٹن حمزہ کی آواز پر وہ مروتاً بھی نہ مسکرائی

بریک فاسٹ لیا آپ نے؟؟؟ کیپٹن حمزہ نے کچن کی جانب جاتے پوچھا

جواب ندارد

کیا ہوا موڈ خراب ہے؟؟؟ وہ بیچ راستے سے ہی واپس مڑ آیا

لیو می الون---اس نے وہی جملہ کہا جو زیادہ تر لوگ بگڑے موڈ میں کہتے ہیں

اوکے ایز یو وِش---وہ کندھے اُچکاتا چلا گیا

نیلم اب بھی کھڑکی میں کھڑی سورج کو اُبھرتے دیکھ رہی تھی

ویسے ایک بات کہوں؟؟؟ وہ اُلٹے پیر واپس آیا

نیلم نے بے زاری سے اِسے دیکھا

سورج کو مت گھوریں بے چارہ شرما جائے گا---اسکی حسِ مزاح نے نیلم کو ذرا لطف نہ دیا---وہ اِسے گھورتی ہوئی اندر چلی گئی

ٹائیگر کہاں ہے؟؟؟ تھوڑی دیر بعد وہ کیپٹن حمزہ کے پاس کچن میں چلی آئی کھانا پکانا فوج سے تعلق رکھنے والے مردوں کے لیے عام سی بات ہے سو وہ بھی انڈے فرائی کر رہا تھا

پتا نہیں آدھے گھنٹے پہلے ہی باہر گئے ہیں---حمزہ نے کمالِ مہارت سے انڈہ پلٹتے مصروف سا جواب دیا

دو گھنٹے میں بھلا نیند پوری ہوتی ہے آپ نے اُنہیں جانے کیوں دیا؟؟؟وہ غصہ ہوئی کیپٹن حمزہ کے ارد گرد گھنٹیاں بجنے لگیں

جی؟؟؟اسکے منہ کا نقشہ ہی بگڑ گیا تھا

وہ---میرا مطلب تھا کہ---

میں ہیلپ کرواؤں---وہی خاتون کچن میں چلی آئیں نیلم کی بات بیچ میں ہی رہ چکی تھی

اسنے کچھ دیر اپنی پریکٹس کی کچھ کوڈ کریک کیے جو اس نے کمپیوٹر ماہرین سے سیکھے تھے دوبارہ دُہرائے

اپنے آگے کے منصوبے کو پھر سے ترتیب دیا اسکا جتنا کام بنتا تھا وہ کر رہی تھی

دوپہر ہوئی تو اِس نے ظہر ادا کی---اسکے ساتھ رہنے والی خاتون نے دو تین بار ناشتے کی بابت دریافت کیا مگر وہ انکار کر گئی

کیپٹن نیلم---میجر عاص تین بجے کے قریب عجلت میں اسکے کمرے میں داخل ہوا---وہ بیڈ پر بیٹھی ایک فائل اسٹڈی کر رہی تھی

آپ کو چار بجے تک ریسٹورینٹ پہنچنا ہے جلدی کریں---ہری اپ!!!وہ تیزی سے بول کر وائرلیس نما ڈیوائز پر کوڈ ڈالتا کمرے سے نکل گیا

بیس منٹ بعد وہ پھر سے آیا نیلم واچ پہن رہی تھی جس پر سپائے کیمرہ اٹیچ تھا---ائیر پیس وہ سیٹ کر چکی تھی

واچ اِدھر دیکھائیں اس نے نیلم کے ہاتھ سے واچ لی اور خود ٹائٹ کر کے باندھی---

اپنی ہینڈ موومنٹ صحیح رکھا کریں مجھے ویو میں پرابلم ہوتی ہے---وہ نارمل لہجے میں مخاطب تھا

کیپٹن نیلم آپ کو بریک فاسٹ کر لینا چاہیے تھا---کیپٹن حمزہ نے کہا نیلم کا نام تقریباً آرمی کے تمام اسٹاف کو پتا تھا---ایجنٹس بے خبر تھے---ٹائیگر کا چہرہ تپ گیا---کچن میں گیا اور تین چار منٹ بعد اِسے آواز دی

جلدی کھائیں---سیب کاٹ کر پلیٹ اسکے سامنے رکھی---پھر ایپل جوس کا ڈبہ اُٹھا لایا

ٹائیگر ہم---

چپ کر کے کھاؤ اور جلدی کرو ہم لیٹ ہو رہے ہیں وہ گھڑی دیکھتا سخت لہجے میں بولا

چلیں---وہ کھڑی ہو گئی

جوس ختم کریں---وہیں گری پڑی ہوں گی ایک نئ مصیبت نہیں چاہتا میں---وہ جوس کا گلاس اسے تھماتا بولا

کیپٹن نیلم کا اسٹیمنا اتنا کم نہیں ہے میجر عاص---اگر آپ بغیر بریک فاسٹ کے رہ سکتے ہیں تو ہم بھی رہ لے گیں اتنی جلدی نہیں مرنے لگے---وہ گلاس ٹیبل پر پٹخ چکی تھی

میرا دماغ خراب ہے جو آپ جیسے بندے کا خیال رکھ رہا ہوں---وہ جوس کا گلاس اُٹھا کر کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا

آپ اور ہمارا خیال؟؟؟وہ استہزئیہ ہنسی---ٹائیگر نے گلاس خالی کرتے اسے دیکھا

بحث کرنے کی بڑی بری عادت ہے آپکی---کرسی کھینچ کر کھڑا ہو گیا

آپ سے ہی بڑی ہے وہ اسکے پیچھے آتی بولی

غلط بیانی مت کریں---وہ مڑ کر بولا-- نیلم نے قدموں کو بریک لگائی

آپ بحث مت کریں---وہ شاہانہ انداز میں گویا ہوئی

دونوں کا بریک فاسٹ تو اِس لڑائی کی ہی نذر ہو گیا تھا

سر بی ایس نکل گیا ہے وہ ریستورینٹ کی ہی جانب جا رہے ہیں میں ٹاور پر ہوں---میجر عاص کے بلیوٹوتھ ائیر فون میں آواز اُبھری

وی آر کمنگ!!!

چلو اب---نیلم اپنے فلیٹ کے دروازے سے نکلی جبکہ میجر عاص بالکنی کی طرف بڑھ گیا نیچے والے اپارٹمنٹ میں آکر وہ دروازے سے باہر نکلا اپنی کار میں بیٹھ کر چل دیا اس سے آگے نیلم ایک چھوٹی سی کار میں تھی--- جسے ان کا ہی بندہ چلا رہا تھا کیونکہ نیلم کو نظر نہیں آتا تھا

امداد بلوچ نے اس شخص کے ذریعے پیٹر سے رابطے کا طریقہ نکال لیا تھا---وہ چنے کے سالن میں نان ڈبو کر کھا رہا تھا---اس کے ساتھ ہی وہ دشمن گروہ کا رہنما بیٹھا تھا

پہلے ڈیک ہماری مدد کرتا تھا اب یہ پیٹر نیا بندہ تو نہیں ہے مگر جگہ بدل گیا ہے پہلے یہ ہیرے کی اسمگلنگ کرتا تھا مگر اب ایم آز کا دایاں بازو بنا ہے سنا ہے ڈیک کو ایجنسی والوں نے مار دیا ہے اسکے بہت سارے ساتھی پچھلے تین ماہ میں مارے جا چکے ہیں دو اسکے سعودی ساتھی بھی تھے ایک کا نام ہرب تھا وہ بھی ہماری مدد کرتا تھا اُس نے ہم سے دو حملے کروائے تھے مگر ایم آز کو بے خبر رکھ کر وہ بلوچستان میں ہی حملے کرواتا تھا--- خیر ہم کو تو پیسے سے مطلب ہے---وہ ہاتھ اُٹھا کر بولا

تم اتنا سب جانتے ہو ان کے بارے میں؟؟؟ امداد بلوچ نے سرسری لہجہ اپنایا کھانے میں مکمل مشغول تھا

بھئی اپنا بغیر ان کا دھندا نہیں چلتا یہ دہشتگردی کے ترغیبی اسکول یہ کم سن بچے یہ حملہ آور خود کش بمبار ان کو ہم فراہم کرتے ہیں اور بدلے میں پیسہ لیتے ہیں یہ خود بم باندھ کر میدان میں اُتر ہی نہیں سکتا جگرا نہیں-- اس کے نزدیک بم دھماکوں کی موت ایک جگرے کی بات تھی

تم پیٹر کو یہاں بلا سکتے ہو؟؟؟ اس نے کندھے پر ڈالا رومال اُٹھا کر منہ پونچھا

نہیں وہ بندہ ایسے نہیں ملتا کسی سے بس فون پر رابطہ نہیں تو حملے کو بچہ لینے کو رابطہ بس!!! اِس نے آخری نوالہ منہ میں ڈالتے پلیٹ کے اندر ہی جگ سے پانی ڈال کر ہاتھ دھو ڈالے

پھر میں اُس سے کیسے رابطہ کروں؟؟؟ پیٹر کا فون نمبر؟؟؟ اس نے پوچھا

جب سے اُس کے بندے مرنے شروع ہوئے ہیں وہ ٹیلی فونک رابطہ نہیں رکھتے بس اب انتظار کرو کہ کب ایم آز اگلا حملہ کرواتا ہے---وہ تھوڑا آگے کو ہو تا رازداری سے بولا

اے کاکے دو پیالی چائے لا ملائی ڈال کے!!!

سی این اندر جائیں---ٹائیگر نے اپنی کار کا ونڈو مرر نیچے کرتے ریسٹورینٹ کے سامنے کھڑی اسکی کار کو دیکھا ٹائیگر کی آنکھوں پر سیاہ گاگلز چمک رہے تھے لہٰذا اُسکی نظروں کی سمت کا اندازہ لگانا مشکل تھا

نیلم کار سے نیچے اُتر آئی اس نے ڈرائیور کو پیسے تھمائے اور اندر بڑھ گئی---اسکی آنکھوں پر بھی گاگلز لگے تھے ڈارک براؤن شیڈ

اندر داخل ہو کر وہ پلرز اور روش کا اندازہ کرتی چلنے لگی اندھے پن کا مخصوص مظاہرہ جاری تھا جب سامنے ٹیبل پر بیٹھی ایک متاثر کن شخصیت نے اسکی جانب نگاہ اُٹھائی---وہ مختلف ٹیبلز کے درمیان سے گزر رہی تھی جب اس نے ان نظروں کو محسوس کیا

کرسی پر گرفت کر کے وہ آگے بڑھنا چاہتی تھی مگر کرسی پر ہاتھ پڑا نہ تھا کہ اِس نے دباؤ ڈال دیا اگلے ہی لمحے وہ زمین پر گھٹنوں کے بل گری تھی

منہاج کے سامنے بیٹھا شخص کیا بول رہا ہے کیا کہہ رہا ہے اِسے کچھ نہیں سمجھ آ رہی تھی وہ اِس منظر میں تھا ہی نہیں وہ تو سامنے والے منظر کا ان دیکھا ساتھی تھا---نیلم کو گرتے دیکھ کر وہ فوراً اپنی نشست چھوڑ کر آگے بڑھ آیا---وہ کچھ ٹٹول کر کھڑے ہونا چاہتی تھی جب اس نے اپنا ہاتھ پیش کیا

تھینک یو---ملائم لہجے میں کہتے وہ اسکا بازو تھام کر کھڑی ہونے لگی

شکریہ بہت بہت --- بہت شکریہ جناب آآپ سُن رہے ہیں --- کوئی جواب نہ پا کر اس نے اِدھر اُدھر دیکھتے پوچھا --- منہاج نے ٹھنڈی آہ بھری اور واپس اپنی نشست پر آبیٹھا

ہواز شی ؟؟؟ سامنے بیٹھے ڈیلر نے پوچھا

ڈونٹ نو --- وہ مختصر بولا

پھر میٹنگ وہیں سے شروع ہو گئی جہاں تھم گئی تھی --- منہاج جس جانب بیٹھا تھا وہاں ایک ہی اسپیشل ٹیبل تھا ساؤنڈ پروف گلاس وال تھی کوئی کیمرہ اس روم میں موجود نہیں تھا یہ ریسٹورینٹ ایک طرح سے اسکے انڈر تھا جسے ایک ماہ پہلے ہی میجر عاص اپنے کام کیلیے تیار کر چکا تھا اسکے مینجر اور مالک کے خلاف بہت سارے ثبوت اکٹھے کر لیے تھے کہ انکار کی صورت ایک بڑی سزا جرمانہ اور ساتھ مشہور ریسٹورینٹ بھی جائے گا

ابھی مجھے جلدی ہے تم اپنی ڈیمانڈ بتادو کام پورا ہو جائے گا اس ایڈریس پر کل آجانا ابھی میں جلدی میں ہوں --- منہاج نے کلائی پر موجود گھڑی پر وقت دیکھتے اپنے مغرور اندازِ تکلم کا استعمال کیا اور ایک ایڈریس ٹشو پیپر پر لکھ کر باہر نکل گیا

جلدی سے کاؤنٹر تک آیا جہاں سے نیلم ابھی ابھی نکلی تھی

کون تھی یہ لڑکی اور یہاں کیوں آتی ہے ؟؟؟ اس کے گارڈز ابھی بھی میٹنگ والی جگہ پر کھڑے تھے کاؤنٹر تک کوئی نہیں آیا تھا

اینی پرابلم سر ؟؟؟ مینجر نے اسے دور سے ہی دیکھ لیا تھا پاس آکر نہایت محتاط انداز میں پیش آیا

یہ لڑکی کون ہے اور یہاں کیوں آتی ہے ؟؟؟ اس نے اپنا سوال دُہرایا

سر یہ بلائینڈ ہے جاب کیلیے آتی ہے مگر ایک اندھی لڑکی سے ہمارا کیا کام --- مینجر نے افسوس بھری لہجے میں کہا --- منہاج کے دل پر لفظ اندھی نے گھونسا مارا

اسکو آج ہی جاب جوائننگ کا لیٹر سینڈ کرو --- وہ یہاں جو بھی کام کرے اُسے کوئی پریشان نہیں کرے گا اُسکی سیلری میں دوں گا --- وہ تو جیسے اس مہربانی کے انتظار میں تھا --- کاؤنٹر پر ٹیبل ریزرویشن کی ڈیٹیلس حاصل کرتے بندے نے ان کی تمام گفتگو سُنی تھی

منہاج عزضحاک کوٹ کا بٹن بند کرتا ریسٹورینٹ کی ایگزسٹنس کی جانب بڑھ گیا --- اسکے تمام گارڈز ساتھ ہولیا جیسے کسی وی آئی پی کی سکیورٹی رکھی جاتی ہے اسکا بھی ایسا ہی انتظام تھا وہ ایک مشہور بزنس مین بھی تو تھا جسکی آڑ میں وہ اپنے ہر غیر قانونی اور غیر انسانی عمل دھڑلے سے انجام دیتا تھا

نیلم ریسٹورینٹ سے اپارٹمنٹ بالکل ایسے ہی پہنچی تھی جیسے وہ حقیقت میں ایک نابینا لڑکی ہو --- تمام راستے اسکا رابطہ کسے سے نہ رہا تھا البتہ تمام راستے کسی نہ کسی کونے پر میجر عاص کے بندے کھڑے تھے ایک کی اطلاع کے مطابق ایم آزنے ایک شخص کو نیلم کے پیچھے بھیجا تھا وہ اپارٹمنٹ تک آیا تھا خود نیلم نے بھی اپنے پیچھے عام سے حلیے میں موجود ایک شخص کی موجودگی کو محسوس کیا تھا اس نے ڈور بیل بجائی اور خاتون نے دروازہ کھولا یہ منظر اُس شخص نے صاف دیکھا تھا

اندر پہنچ کر نیلم نے ایک طویل سانس لی ہر سیکنڈ ہر لمحہ ایک ہی ڈر رہتا کہیں وہ پکڑی نہ جائے ایک سراسیمگی کی کیفیت ہمہ وقت طاری رہتی

تقریباًایک گھنٹے تک اس سے کسی قسم کا کانٹیکٹ نہیں کیا گیا تھا ایک احتیاط تھی جو برقرار رکھنی تھی

میجر عاص نے اپارٹمنٹ پہنچتے ہی اندر سے لاک لگایا اور اپنے بنائے گئے خفیہ راستے سے نیلم کے اپارٹمنٹ پہنچا

بالکنی کا دروازہ بند تھا اس نے ہلکے سے دستک دی نیلم نے ہڑبڑا سی گئی---خاتون نے ایک نظر اسکے خوف سے نیلے پڑتے چہرے کو دیکھا اور دوسری نظر آس پاس دوڑائی کے دستک کس دروازے پر دی گئی ہے نیلم کے حواس اس وقت بہت کمزور پڑ چکے تھے ورنہ لمحہ لگتا اِسے آواز کی سمت سمجھنے کو

میں دیکھتی ہوں---وہ اُٹھیں اور دروازے تک گئیں ٹائیگر نے ایک اور بار دستک دی وہ اب بالکنی کے دروازے کے پاس رُک گئیں کھڑکی کھول کر بالکنی میں جھانکا ٹائیگر کو دیکھ کر پُرسکون سانس کھینچی

اتنی دیر لگادی اور دروازہ کیوں بند کیا تھا---وہ بولتا ہوا تیزی سے ڈرائنگ روم سے نکلا

ایم آز نے مینجر سے تمہاری جاب کی بات کی ہے---ان شاءاللہ آگے بھی سب بہتر ہوگا---وہ مطمئن سا بولا

ٹائیگر ہمیں بہت ڈر لگ رہا ہے اگر اُسے سچ پتا چل گیا تو؟؟؟اگر کوئی گڑبڑ ہوگئی تو؟؟؟وہ واقعی ہی خوفزدہ تھی

آپ اپنا یہ ڈر ختم کرلیں نہیں تو ہمارا پورا مشن ڈسٹرائے (تباہ) ہو جائے گا---اتنی ٹریننگ اتنے لیکچرز دینے کے باوجود آپکا یہی حال ہے---وہ نالاں نظر آنے لگا

آپ ہماری جگہ ہوں تب پتا چلے دل کتنا گھبرا رہا ہوتا ہے اُس وقت جب ہم اُسکے سامنے اندھے پن کی ایکٹنگ کررہے ہوتے ہیں---کسی دن دل ہی باہر آجائے گا---آخری جملہ وہ دھیمے سے بولی

چڑیا کا دل تھا تو پنگے کیوں لیے؟؟؟وہ کڑے تیوروں سے اسے گھورتا بولا

شروع ہوگئے آپ کے طعنے---وہ گود میں پڑا کُشن صوفے پر پٹختی بیڈروم میں چلی گئی

بھوک لگ رہی ہے؟؟؟ میجر عاص اسکے پیچھے ہی اندر چلا آیا

Obviously!!!

اس نے شوز اُتارتے کہا---انداز نے ناراضگی اب بھی ظاہر تھی

شوز ریک میں رکھ کر آئیں---اسے شوز وہیں چھوڑ کر ڈریسنگ تک جاتا دیکھ کر وہ بولا

نیلم کو صاعقہ کی یاد نے آگھیرا وہ بھی تو ایسے ہی بولا کرتی تھی

اس نے پلٹ کر میجر عاص کو دیکھا وہ سیل فون پر بزی تھا

ہیلو یس سر!!! وہ باہر نکل گیا

شوز ریک میں کیا رکھنے تھے اس نے وہ بے دلی سے ٹانگیں لٹکا کر بیڈ پر لیٹ گئی چھت کو گھورتے اسکے سبز سمندر کا ساحل نم ہونے لگا

گڑیا ناشتہ کر لو

میری بیٹی بھوکی رہے اور ہم کھانا کھالیں ناممکن

حارث بھائی کو کہیں گھر داماد بن جائیں ہم آپی کے بغیر نہیں رہ سکتے

اسے ایک گھنٹہ ہو چلا تھا یونہی لیٹے ان لفظوں کو ان جملوں کو سنتے

نیلم آجائیں آپکی فیورٹ میکرونی بنائی ہے ٹائیگر سر نے---وہ اندر آتے بولیں مگر نیلم کو چت لیٹے دیکھ کر واپس آگئیں اس نے ان کے کہے کو سنا ہی نہ تھا

میجر عاص کچھ دیر بعد دروازے کے فریم میں کھڑا تھا اس نے اُنگلیاں موڑ کر دستک دی --- دوسری جانب سے وہ تکیہ منہ پر رکھتے دبی دبی بھاری آواز میں بولی

ہمیں بھوک نہیں ہے میم !!!

کیوں بھوک نہیں ہے ؟؟؟ آپ کو پتا ہے پوری ٹیم میں سب سے زیادہ آپ کھانے میں نخرے کرتی ہیں سب اپنا خیال خود رکھتے ہیں کسی پر ڈیپنڈ نہیں کرتے اور کرنا بھی نہیں چاہیے --- آپ کا بے ہیویر مجھے پریشان کر رہا ہے کیپٹن نیلم --- وہ اس سے کافی فاصلے پر کھڑا بول رہا تھا

آپ بے فکر رہیں ہم آپ کو مزید تنگ نہیں کریں گے پلیز لائٹ آف کر دیں وہ تکیے کو اور زور سے دبوچتی بولی پوری کوشش کی تھی کہ وہ اِسکا چہرہ نہ دیکھے

(میجر عاص کیپٹن نیلم کی ذمہ داری آپکی ہے وہ ایک امچیور لڑکی ہے اگر وہ جذباتی ہو تو کنٹرول آپ کو کرنا ہے ---ابھی تو وہ اموشنل ہو کر ہمارے مشن کا پارٹ بن گئی ہے مگر ان خطروں اور مشکلوں سے اُسے خائف ہوتے وقت نہیں لگے گا ایک اچھے دوست اور ساتھی کی طرح آپ نے اُسے ڈیل کرنا ہے وہ ایک بہادر لڑکی ہے بس ذرا پولش کی ضرورت ہے) میجر عاص کے کانوں میں اپنے سینئرز کی ہدایات گونجیں

(تم کرنل شہیر عالم کا ریکارڈ میرے حوالے کر دو میں تمہارے بابا کی زندگی کی گرنٹی دیتی ہوں --- ہاہاہا دوست ؟؟؟ میں تو یہاں اپنے بابا کی ہیلپ کیلیے آئی ہوں تم ایک اچھے لڑکے ہو میں نہیں چاہتی اس جنگ میں تمہارا کوئی نقصان ہو بلیک سٹار کی فائل چاہیے مجھے بس) اس حسین و دلکش چہرے سے جڑی ماضی کی کربناک یادوں نے ذہن کے دریچے پر حملہ کیا میجر عاص کے جسم کا ریشہ ریشہ سنسنا اُٹھی سترہ اٹھارہ سال کے لڑکے پر ہونے والا وہ تھرڈ ڈگری ٹارچر اُنیتس سالہ میجر عاص کو آج بھی یاد تھا اُسکے نشان گئے کب تھی ؟؟؟ جسم آج

بھی بجلی کے وہ جھٹکے محسوس کرتا تھا جو منہاج نے اسے دیے تھے اسکے ناخنوں کی جلد میں آج بھی وہ نوکیلے تار گڑھے محسوس ہوتے تھے جسم کے نازک حصوں پر جو تشدد اس نے برداشت کیا تھا اُس نے کرنل شہیر عالم کے بھی رونگٹے کھڑے کر دیے تھے مگر وہ طے کر چکے تھے ان تمام کربناک تصاویر کے باوجود وہ اپنے موقف سے نہیں ہٹے تھے انکے بیٹے نے اِس زمین کے اتنے قرض اُتارے تھے جتنے شاید لیے بھی نہ ہوں جانے کس کس طرح اِس مٹی کی خوشبو کو بکھرنے سے روکا تھا اِس نے

اسکے آفیسرز کو لگتا تھا کہ منہاج جتنا ظلم اس پر اور اسکے ماں باپ پر کر چکا ہے وہ یقیناً منہاج کے سامنے آتے ہی اسے گولیوں سے چھلنی کر دے گا تبھی اِسکو یہ مشن نہ دیتے مگر اسکے

حوصلے دیکھنے والے تھے وہ ایک سال تک اُس کے سامنے رہا ہے اُسکی گینگ کا حصہ بنا اُسکے ساتھ میز پر بیٹھ کر کھایا صرف اِس لیے کہ جو درد جو تکلیف اُس نے برداشت کی کوئی اور اُس المناک دور سے نہ گزرے جس میں روح بھی بلبلا جائے اگر اِسے اپنا بدلہ لینا ہوتا تو منہاج تو نو سال پہلے ہی مر چکا ہوتا مگر اِسے اُن تمام درندوں کو گھیرنا تو جو ناحق ظلم کر رہے ہیں معصوم جانوں پر!!!

اپنے اندر کے اشتعال کو دبانا ایک مشکل کام تھا جسے میجر عاص نے بہت آسانی سے مکمل کیا---وہ اپنے گھر والوں سے دوری پر رو رہی تھی وہ کیوں نہیں روتا جسکا کوئی گھر نہیں تھا جسکا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا کوئی خوشی نہیں کوئی اپنا نہیں کوئی رشتہ نہیں تھا پھر وہ کیوں نہیں روتا تھا؟؟؟ ایسے ہی تو نیلم اسے سخت جان, پتھر, بے حس نہیں کہتی تھی وہ عادی ہو گیا تھا اس زندگی کا جس نے صرف وطن سے محبت سکھائی تھی اسکے باپ نے اسکے دادا نے سب نے اس وطن کیلیے شہادتیں حاصل کیں تھیں وہ بھی ان سب کے نقشِ قدم پر چل رہا تھا اتنی سختی آگئی تھی اب اِس میں کہ کوئی اسکے اندر جھانک نہیں سکتا تھا لوگوں کی ہمدردیاں سمیٹنا میجر عاص کا شیوہ نہیں تھا

وہ باہر نکل گیا---کیپٹن حمزہ, انس, میم بشرہ اور باقی تمام ساتھیوں سے ایک ایک کر کے انکی خیریت معلوم کی کوئی مسئلہ تو نہیں ہر جانب سے تسلی کر لینے کے بعد ہی اسکے حلق سے نوالہ اُترنا تھا ایسے ہی تو وہ سب اپنے لیڈر پر فخر نہیں کرتے تھے وہ تھا ہی قابل تبھی میم بشرہ کو نیلم کا لفظ بے حس بہت بری طرح سے چبھا تھا

****

یہاں کی طرف کچن آتا ہے اور یہ کاؤنٹر اور کچن کے ٹھیک اوپر ہی چھت والا کمرہ ہے مجھے تو بس یہی ایک راستہ سمجھ آرہا ہے----انس نے نقشے پر پینسل پھیرتے کہا پھر پینسل چھوڑ کر صوفے کی بیک سے ٹیک لگا کر چہرہ اوپر اُٹھالیا دن میں میورک کے پارٹنر بنے رہتے اور رات میں کلب کی مصروفیت ان کی نیند تو اب خواب بن کر رہ گئی تھی

میم پلیز ایک اسٹرانگ کافی---انس نے گزارش کی

وائے ناٹ!!!وہ مسکراتی ہوئی اپنی نشست چھوڑ کر اُٹھ گئیں

میورک کو ہم نے ٹریپ تو کر لیا ہے مگر مجھے نہیں لگتا کہ وہ اتنی جلدی ہم پر بھروسہ کرے گا اپنے کام نکلوائے گا بس مشکل ہے کہ وہ اپنے منہ سے کوئی راز بتائے اس کیلیے بھی ایک پلاننگ کرنی پڑے گی---ایجنٹ 61 نے اپنے خیالات کا اظہار کیا

بالکل ہینڈرڈ پرسنٹ وہ بہت شاطر انسان ہے عابد کے ذریعے اُس سے ملے ہیں تب بھی اتنا ریزروا گرڈائریکٹ ملتے تو تو مہینے لگ جاتے ---انس نے اسکے خیالات کی تصدیق کی

عابد بحری سفر کے ذریعے اسلحہ اسمگل کرنے میں میورک کی مدد کرتا تھا ایجنٹ 41 اور 61 نے عابد کے خلاف ثبوت اکٹھے کیے ان کا ریکارڈ اسے دیکھایا اور اسکی فیملی کو بھی اغواء کرلیا جسکی وجہ سے عابد کو ان کا ساتھ دینا پڑا زیادہ تر ملاقاتوں میں وہ اسے اپنے انڈر کرنے کو اسکے چھوٹے بیٹے کے ساتھ ٹائم بم باندھ دیتے جس کے خوف سے وہ انکی کوئی بات نہ ٹالتا تھا وہ اسکے خاندان پر کسی قسم کا تشدد نہیں کرتے تھے ناہی انہیں ہراساں کرتے بس ایک طرح سے عابد کو ٹریپ کرنے کے لیے استعمال کرتے تھے

یہ اپارٹمنٹ عام لوگوں کے استعمال میں نہیں تھا یہ خاص اس مشن کیلیے تھا اور ایم ایم ٹو ٹیم کیلیے جنہیں تہہ خانوں کی سب سے زیادہ ضرورت تھی --- یہاں تین کمرے تھے موجود تھے ایک کمرے کے ساتھ کچن تھا تو دوسرے کے ساتھ اسٹور روم اور اسٹور روم میں ایک لوہے کا ڈھکن تھا جو اس طرح ڈیزائن تھا کہ فرش کا ہی حصہ معلوم ہوتا اسے کھولنے سے تہہ خانے کا راستہ آتا تھا جہاں عابد کا خاندان قید تھا جس میں اسکی ایک بیوی اور تین بچے تھے ان کے لیے ہر سہولت موجود تھی

عابد نے ہمیں جتنی انفارمیشن دی ہے میں نے ٹائیگر کو بھیج دی ہے یہ ایک اچھی خبر تھی وہ خوش تھا ہمارے کارنامے پر--- انس ٹانگیں پسار کر آدھا لیٹا اور بیٹھا تھا

اس طرح ہمیں ویسے ڈبل فائدہ ہوا ایک طرح سے عابد کو جو معلومات تھی اسلحے اور میورک کے متعلق وہ بھی مل گئی اور میورک کی گینگ کا حصہ بننے کا موقع بھی---ایجنٹ 61 بھی

پُرجوش تھا

بس کسی طرح کلب کے اوپر والے کمرے کا راز کھل جائے--- میم بشرہ چائے کی ٹرے لے کر اندر آئیں

ان شاءاللہ یہ بھی ہو جائے گا---ایجنٹ انس نے مسکرا کر کہتے اپنا مگ اُٹھالیا

اس میں کافی زیادہ ہے---اسکی بات پر میم بشرہ اور ایجنٹ 61 ہنس پڑے تھے

کیپٹن نیلم اُٹھ جائیں اور ایک منٹ سے پہلے آپ باہر ہوں---کچھ دیر بعد میجر عاص پھر اسکے روم میں آیا تھا

جہاں اسکی واچ, ہئیر بینڈ, شوز سب ویسے ہی بکھرا پڑا تھا---اسکے بال پورے بیڈ پر پھیلے ہوئے تھے

ٹائیگر نے آگے بڑھ کر اسکے منہ سے تکیہ کھینچا--- نیلم نے خونخوار نظروں سے اسے گھورا

سنا نہیں آپ نے؟؟؟

نہیں--- ہم اندھے ہونے کے ساتھ ساتھ بہرے بھی ہو چکے ہیں---وہ چیخی اور دوسرا تکیہ منہ پر لے لیا---میجر عاص نے وہ بھی کھینچ لیا

مسئلہ کیا ہے آپ کے ساتھ؟؟؟اسے بلا کا غصہ آیا ہوا تھا چہرہ سُرخ ہو رہا تھا تو آنکھیں غضبناک

چیخیں مت گلا خراب ہو جائے گا وہ تکیے بیڈ پر درست کرنے لگا--- نیلم اسے گھورنے لگی

جائیں منہ دھو کر آئیں---اس نے نیلم کے شوز اُٹھا کر ریک میں رکھے واش روم گیا ہاتھ دھو کر واپس آیا

ابھی تک ویسے ہی بیٹھی ہیں اتنی ضدی کیوں ہیں آپ ؟؟؟ وہ اسکے سامنے کھڑا پوچھ رہا تھا سینے پر ہاتھ باندھ رکھے تھے

آپ اتنے اچھے بننے کی اداکاری مت کیا کریں زہر لگتے ہیں ہمیں --- وہ حقیقتاً اسکے ہر روپ سے خوف زدہ تھی کبھی اسے وہ اپنا خیر خواہ لگتا کبھی دشمن

جس سے محبت ہو وہ زہر لگ ہی نہیں سکتا -- وہ دل جلانے والی مسکراہٹ سے اسے تپانے لگا مگر اسکے برعکس اُس نے عجیب سا سوال کیا ایسا سوال جس نے میجر عاص کی ہستی ہلا دی اُسکے زخم کھرچ ڈالے

آپ سب اپنے اپنے گھر رابطہ کر سکتے ہیں اُن سے مل سکتے ہیں اُن کی تصاویر دیکھ سکتے ہیں آپ لوگ ہمارا درد نہیں محسوس کر سکتے میجر عاص --- گھر سے دور رہنے کی تکلیف آپ ہمارے احساسات نہیں سمجھ سکتے ---

آپی ہمارے بغیر کیسے رہ رہی ہیں ؟؟؟ کیا بابا اب ناشتہ کر لیتے ہیں ہمارے بغیر --- آلو کے پراٹھے بناتے کیا ہم کسی کو یاد نہیں آتے ؟؟؟ وہ سسکیوں سے رونے لگی --- اسکا ایڈونچر اور شاید محبت کا بھوت بھی اُترنے لگا تھا میجر عاص کو تو کم از کم ایسا ہی لگا تھا

آپ کو اپنی فیملی کی پکچرز چاہیے ہیں نا میں لادوں گا اب رونا بند کریں شاباش اُٹھیں

پرامس ؟؟؟ وہ انگلی اُٹھا کر بولی

وعدہ اس نے سنجیدگی سے کہا

نیلم چہرہ خوشی سے جگمگانے لگا

کچھ دیر بعد وہ اور میجر عاص ڈائننگ ٹیبل پر موجود تھے

نیلم رُغبت سے کھا رہی تھی کچھ دیر پہلے والی اُداسی کی ہلکی سی رمق بھی اسکے چہرے پر موجود نہ تھی

ویسے ایک غلط فہمی آپ کی دور کرنی تھی وہ یہ کہ ہم میں سے کوئی بھی دورانِ مشن اپنی فیملی سے رابطہ نہیں کرتا ہمیں اسکی اجازت نہیں یہ ہمارے لیے بھی اچھا ہے کیونکہ بصورتِ دیگر ہماری فیملی کو نقصان بھی پہنچایا جاسکتا ہے---وہ پلیٹ پر جھکا بول رہا تھا---نیلم کا منہ میں جاتا میکرونی سے بھرا کانٹا ٹہر گیا تھا

آپ کی فیملی میں کون کون ہے؟؟؟اس نے سرسری لہجے میں پوچھا

میں کسی بھی اجنبی کو اپنے پرسنلز میں گھسنے کی اجازت نہیں دیتا---دوٹوک جواب آیا تھا

اور دوسروں کی ذاتیات میں دھڑلے سے بغیر اجازت دخل دیتا ہوں---وہ اپنے ازلی تیکھے انداز میں بولی

بالکل کوئی روک سکتا ہے مجھے؟؟؟اس نے کرسی کی پُشت سے ٹیک لگاتے چیلنج کرتی نظروں سے نیلم کو دیکھا

ایک سپائے کسی کی بھی زندگی میں کسی بھی روپ میں کسی بھی وقت گُھس سکتا ہے

جیسے آپ ہم لوگوں کی زندگی میں گُھس آئے تھے بلیک بئیر بن کر---اس نے منہ بنایا

ہاہاہا بلیک بئیر,ٹائیگر,گرگٹ,ایگل اتنے سارے اینیمل نیم رکھ دیے ہیں میرے اب اپنا آپ انسان کم اور---

اور جانور زیادہ لگتا ہے---نیلم نے تیزی سے اسکی بات کاٹی

کوئی بھی جانور اتنی اچھی میکرونی نہیں بنا سکتا کہ آپ جیسا بندہ دو پلیٹیں کھا جائے

ہم دو پلیٹیں کھائیں یا دس ہماری مرضی---اس نے باؤل سے اور میکرونی پلیٹ میں نکالنا شروع کی

کہاں کھانا نہیں کھاتا تھا کہاں میکرونی کے ساتھ اتنا انصاف --- میجر عاص دیکھ کر رہ گیا

منہاج ہیرے کی اسمگلنگ کیلیے کچھ اور بندے ہائیر کرواتنے سے کام نہیں چلے گا دو تین مہینے بعد چار لوگ کتنے کے ہیرے لا سکتے ہیں ائیر پورٹ کی سکیورٹی بھی حکومت نے سخت کر دی ہے جب سے ایک شخص ایک ٹن ہیروئن کے ساتھ ائیر پورٹ پر پکڑا گیا ہے کیا وہ تمہارا ساتھی تھا --- ایم آز پلازہ کے ڈرائنگ روم میں آج اسد زبیر لغاری براجمان تھا شیشے کی بڑی سی میز پر انواع و اعلیٰ اقسام کے پکوان سجائے گئے تھے وہ بہت کم اسکا مہمان بنتا تھا کیوں کہ سیاسی لوگوں کی صبح کی واک سے رات کے کھانے کے مینیو تک پر میڈیا کی کڑی نظر ہوتی ہے وہ الگ بات ہے مسائل کی جانب توجہ کم سہی مگر وزیر اعظم , وزیرِ داخلہ کا ناشتہ نہ رہ جائے اُسکی کوریج لازمی ہے --- بس ایسا ہی کوئی ڈر اسد زبیر لغاری کے دماغ میں بھی بیٹھا تھا

تمہیں پکا یقین ہے کہ زوئی ملتان سینٹرل جیل سے فرار ہوتے پولیس مقابلے میں مر گئی تھی ؟؟؟ وہ ہیروں کی بات کر رہا تھا اور منہاج لڑکی کی

ارے اسٹیمپ پیپر لے آؤ تم --- وہ بیزار ہوا

میں نے زوئی کو دیکھا ہے --- وہ سگار جلائے بیٹھا تھا اسکا دھواں اُڑتا جا رہا تھا فضا میں ملگجا سا اندھیرا چھا رہا تھا اسکے چہرے پر پُر اسراریت تھی

کیا تم اُسی لڑکی کی بات کر رہے ہو ؟؟؟ شیر خان نے ٹانگ نیچے اُتاری اور تھوڑا آگے کو ہوتا بولا

وہ لڑکی اُسکی ہم شکل ہے بس وہ تو دیکھنے سے ہی کالج گرل لگتی ہے جبکہ زوئی اگر زندہ ہوتی تو کم از کم بھی اٹھائیس سال کی عورت دیکھتی!!!

کوئی کسی سے اتنا کیسے میچ کر سکتا ہے؟؟؟منہاج نے سنجیدگی سے کہتے سگار ایش ٹرے میں جھاڑا

کچھ تو فرق ہے ہی جیسے لمبے بال اور حد سے زیادہ معصومیت کمال لڑکی ہے زبردست---وہ ہلکی ہلکی داڑھی پر ہاتھ پھیرتا بولا

بکواس بند کرو---اپنے کام کی بات کرو---وہ ایسا ردِ عمل دینا نہیں چاہتا تھا مگر یہ سب قدرتی تھا بے اختیاری تھا

میں نے تو کام کی ہی---

اچھا چُپ کرو میرا دماغ مت خراب کرنا اِس وقت چائے پی کر جانا باقی میں خود دیکھ لوں گا---انتہا کی بیزاری اور بدتمیزی تھی اسکے انداز میں سُگار پھینک کر وہ اپنا کوٹ صوفے کے پُشت سے اُٹھاتا نکل گیا

سر مینجر نے اُس لڑکی کو جاب کیلیے کال کر دی ہے سر اور اُسکا ایڈریس وہی ہے جو ہم نے حاصل کیا تھا کیز ابھی تک میرے پاس ہیں---جو گارڈز اُسکے پیچھے چھوڑے ہیں اُن کی رپورٹ کے مطابق وہ لڑکی ایک عورت کے ساتھ رہتی ہے اور کبھی اُسے باہر نکلتے نہیں دیکھا دو تین بار وہ عورت ہی راشن لینے کے لیے نکلی ہے---اسکے ساتھ ساتھ چلتا پیٹر تیز تیز بول رہا تھا

گُڈ اُس لڑکی کے ایک ایک کام کی رپورٹ دینی ہے مجھے اور کیز مجھے دے دو--- منہاج نے کے کہنے پر اس نے پینٹ کی پاکٹ سے چابی نکالی اور اسکو تھما دی

منہاج عز ضحاک کی نظریں لوہے کی چابی سے چپک گئیں جو اسکی چوڑی ہتھیلی پر چمک رہی تھی

مبارک ہو بہت بہت آپ کو---آپ کی جاب لگ گئی---کیپٹن حمزہ نے شوخ ہوتے کہا

سے آپ ہمیں ٹریٹ دیں گی---پتا نہیں وہ کیوں ضرورت سے زیادہ فری ہوتا تھا اسکا کام بنتا ہی نہیں تھا

پہلی Pay

اوپر آنے کا اوپر والے اپارٹمنٹ میں صرف میجر عاص ہی آتا تھا اکثر وہ باہر مشن کے کسی پارٹ پر کام کر رہا ہوتا تو کیپٹن حمزہ کو اوپر جانے کا کہہ دیتا یا کبھی کوئی کام مگر اب وہ میجر عاص کے کہے بغیر بھی اسکی خیریت دریافت کرنے آجاتا

Sense of humor

اچھا ہے آپ کا مگر مجھے ہر جوک پر ہنسی نہیں آتی---وہ سپائے ائیر پیس کی لوپس جو آپس میں گُڈمڈ ہو گئیں تھیں کو صحیح کرتی بولی

جس جوک پر آپ کو ہنسی آتی ہے وہ سنا دیتے ہیں---وہ مسکرایا

Captain hamza Where are you???

اسکے سیل پر میسج آیا

Coming sir!!!

وہ نیلم کو دیکھتا نیچے والی اپارٹمنٹ میں آیا جہاں میجر عاص ٹہل رہا تھا اسکے علاوہ ان کے دس بارہ ساتھی تھے لگتا تھا کوئی میٹنگ ارینج کی گئی ہے

اسکے آتے ہی میجر عاص نے اپنی نشست سنبھالی

memory ملی ہیں اسکا زیادہ تر ڈیٹا سینٹرل جیلوں کا ہے جس میں لاہور، کراچی، حیدر آباد، ملتان

میورک کے بندے سے جو chips

پشاور ہے مجھے لگتا ہے وہ کوئی سی آئی اے کا ہی بندہ تھا وہ امریکن سپائے کو سینٹرل جیل سے نکلوانے کے چکروں میں ہے---میجر عاص رُکا

کتنے جاسوس ہیں؟؟؟ایک ساتھی نے پوچھا

دو امریکی جاسوس اس وقت ہمارے قیدی ہیں اور ان دونوں کے بارے میں میڈیا کو نہیں پتا دو سال پہلے امریکہ نے کہا تھا کہ ان کے دو سیاح پاکستان سے غائب ہو چکے ہیں یہ بات بہت اُچھالی گئی تھی مگر اس بار ہم ان جاسوسوں کو میڈیا پر لانا نہیں چاہتے تھے ورنہ دونوں ملکوں کے مابین حالات کشیادہ ہو جاتے---اس نے تفصیلاً بتایا

اور اسلحے کے متعلق کچھ پتا چلا؟؟؟ایک اور سوال آیا

ان کو جس سپائے کی تلاش ہے اسکا نام ڈیکوڈ کر لیا گیا ہے مگر Sensitive انفارمیشن ہے جسے شئیر کرنے کی یہ ایک

پرمیشن نہیں---اسکے علاوہ دو تین اور سی آئی اے کے سپائے لاہور ملتان کی سائیڈ پر کام کر رہے ہیں ان کا مقصد صرف اپنے ساتھیوں کو فرار کروانا ہے

سر اس انفارمیشن نے ہمارے مشن میں تو کوئی ہیلپ نہیں کی---ایک دل جلے نے منہ بگاڑا

کم آن جس کام میں ملک کا فائدہ ہو اُس پر کبھی منہ نہیں بگاڑنا چاہیے---ٹائیگر نے اسے سمجھایا

سوری سر---نیلم کا بھائی ہوتا تو اتنی جلدی شاید نہ سمجھتا

اوکے تم لوگ جا سکتے ہو اور تم دونوں پلیز اُس سی آئی اے کے ایجنٹ کی سیکنڈ سیکنڈ کی لوکیشن اپنے ریکارڈ میں رکھنا اس نے جاتے ہوئے ساتھیوں میں سے دو کو مخاطب کیا

سر کیپٹن نیلم کو مینجر کی کال آچکی ہے جاب کنفرم---ان سب کے جانے کے بعد کیپٹن حمزہ بولا

Such a good news!!!

اس نے دلکشی سے کہا

ٹائیگر سر اگر ہم اے ایس پی کو چھڑا لیں تو مجھے لگتا ہے وہ اسلحے کے مطابق ہمیں بہت کچھ بتا سکتا ہے یہ ہمارے فائدے کی بات ہے اور ایک انسانی جان کی بھی---کیپٹن حمزہ نے بہت مشکلوں سے یہ تجویز پیش کی تھی ٹائیگر کے غصے سے خائف بھی تھا

ہوں سوچتے ہیں اس پر کچھ میں بھی اسی نتیجے پر پہنچا ہوں ویسے بھی اے ایس پی اپنے گناہوں کی بڑی سخت سزا بھگتا لیا ہو گا

عالیشان محل نما عمارت جسے ایم آز پلازہ کہتے ہیں دنیا کی نظر میں ایک مشہور بزنس مین کی صدیوں کی ریاست جبکہ سی آئی اے, را اور آئی ایس آئی کی نظر میں ایک دہشتگرد کی حرام کی کمائی لال مادہ بہانے کی اُجرت

آسمانی کی سیاہی میں اضافہ کرتی رات کی دیوی نے وقت کی سوئیاں ذرا اور کھسکائیں اور ٹن کی آواز نے بارہ بجنے کا عندیہ سنایا

06_december_2015

اسکی آنکھوں کے سامنے قندیل جل رہی تھی جس میں کائنات کا چہرہ واضح تھا صاف شفاف معصوم شرارتی چہرہ کھکھلاتا ہوا

اسکی ہمراز اسکی ہم قدم, ہمدم اسکی دوست اسکا سب کچھ اسکی کائنات

ایک دوسرے میں جان بستی تھی ان کی --- جدۃ شہر کی سرزمین پر ان کے قدموں کی چھاپ ہمیشہ ساتھ پڑی تھی وہ دو کمروں کے اینٹوں سے کچے آنگن کے سرسبز درخت پر دونوں ساتھ چڑھے تھے --- آم بہت پسند تھے کائنات کو اور کوئی چیز کائنات کو پسند ہو اور منہاج کو نہیں یہ ممکن ہی کہاں تھا آج کائنات کی پیدائش کا دن تھا

منہاج کے جسم پر چیونٹیاں رینگنے لگیں یاد آنے لگیں تلخ یادیں تلخ زمانے کرب ناک سانحے

بھیا!!! آواز میں کتنی شیرینی تھی یہ صرف وہی جان سکتا تھا جسکے کان میں وہ آواز آج بھی گونج رہی تھی جسے دبے تیرہ چودہ برس گزر گئے تھے

وہ ایک لارج تصویر کے سامنے کھڑا تھا ایم آز پلازہ کا سب سے آخری فلور---اسے لگا وہ تصویر نہیں حقیقت ہے وہ مسکرا کر اسے دیکھ رہی تھی

کائنات!!!اسکے لب کپکپا رہے تھے آنکھیں بہہ رہی تھیں

کائنات تم سُن رہی ہو؟؟؟اس نے تصویر پر ہاتھ پھیرتے اس جملے کو ٹکڑوں ٹکڑوں میں ادا کیا

مم---میں تمہارا بدلہ لے رہا ہوں مرتے دم تک لوں گا---سب کو مار دوں گا---کوئی نہیں جیے گا تم نہیں رہی کوئی نہیں رہے گا--سنا تم لوگوں نے میں سب کو ماروں گا سب کو ختم کر دوں گا میرہ کائنات چھین لی تم لوگوں نے میرے امی ابو سب کو جلا دیا میں تم سب کو جلاؤں گا شہر کے شہر جلیں گے مرو گے تم سب مرو گے---اسکے چیخنے میں شدت آتی جا رہی تھی دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچے وہ چیخ چیخ کر دُہرا ہوئے جا رہا تھا اسے لگتا تھا غم صرف اسے ہے ہر دکھ صرف اسکے لیے ہے

دنیا میں ستر فیصد دہشت گرد صرف انہیں حادثات کی بناء پر دہشتگردی کا حصہ بن جاتے ہیں اور پھر جرائم کی دنیا میں اندھادُھند گھستے چلے جاتے ہیں---تاریخ میں نامی گرامی دہشتگردوں کا ماضی کھنگالنے سے یہی ملتا ہے کہ اُنھوں نے اس کام کی شروعات انتقامی کاروائی کیلیے کی تھی اور دیکھتے ہی دیکھتے کہاں سے کہاں پہنچ گئے

رات کی سیاہی پر آفتاب کی سُرخی غالب آنے لگی تو ستاروں نے بھی رُختِ سفر باندھ لیا---مہتاب کو روئی سے مشابہ رکھتی بدلیوں نے اپنے لپیٹ میں لے کر سحر کو پوری طرح سے اُجاگر ہونے کا موقع دیا--اپنے وقت کے پابند سرحدوں پر تعینات تو سمندروں کے رکھوالے فضا کے جانباز سپاہی تو زمین کے رکھوالے اپنی ذمہ داریاں خوش اسلوبی سے نبھانے نکل پڑے کیپٹن نیلم ابرار بھی قسمت کے دھاگوں سے بندھی انہیں

صف میں آ کھڑی ہوئی تھی ریسٹورینٹ کا وقت آٹھ بجے کا تھا اس نے سابقہ طریقے اپناتے اپنی سکیورٹی مکمل کی اور نکل گئی خطروں سے کھیلنے, کھلاڑیوں کو مات دینے---

Folded knife شوز کے اندر تھی اور کھلی شرٹ میں چھپا پسٹل اسکے حفاظتی اقدامات تھے

اسکا کام وہاں آنے والے کسٹمرز کا آرڈر پلیس کر کے کچن کاؤنٹر تک پہنچانا تھا بس اس کیلیے اسے پہلے ایک گھنٹے پورے ریسٹورینٹ کا نقشہ یاد کروایا اور ٹیبل نمبرز بھی ایک نابینا لڑکی کو نوکری پر رکھنا سراسر بے وقوفی تھی دوسرے ویٹرز اور ورکر کی نظر میں بعد میں اسکی انتہا کی خوبصورت اور مسحور کر دینے والے حُسن کو دیکھ کر ہر کوئی اپنے قیاس کے گھوڑے دوڑانے لگتا

انہیں پورا یقین تھا کہ آج منہاج آئے گا مگر تمام توقعات پر اُس وقت پانی پھر گیا جب انہیں ایجنٹ انس سے میورک کے ذریعے اطلاع ملی کہ منہاج آج کے دن بہت ڈسٹرب ہے اور یہ بھی کہ شاید اگلے چند گھنٹوں میں پاکستان کے مختلف شہروں میں شعلے بھڑکیں

شہرِ قائد, اسلام آباد اور لاہور کی بڑی اور مشہور مارکیٹیں بند کر دیں گئیں بازار بند کر دیے گئے اس کے ساتھ ساتھ چھوٹی بڑی تمام درسگاہوں اور درباروں پر پولیس کی بھاری نفری تعینات. جی ہاں آپ کو بتاتے چلیں کہ ملک بھر لے بڑے شہروں کی پُر رونق جگھوں پر پابندی عائد کر دی گئی مال روڈ پر لوگوں کا بہت رش ہے پولیس اہلکار کی گزارش ہے کہ جلد از جلد بھیڑ کم کر دی جائے ڈی آئی جی سندھ کے مطابق سکریٹ سروسز کے ذریعے اطلاعات موصول ہوئی ہیں کہ دہشتگردی کی کوئی سازش رچائی گئی ہے. جی ایک بار پھر آپ کو بتاتے چلیں

نیوز چینل پر اینکر فُل فارم میں آچکی تھی گلا پھاڑ پھاڑ کر ایک ہی نیوز دُہرائے جا رہی تھی آرڈر پلیس کرتی ویٹرس کا ہاتھ کپکپانے لگا

پیٹر نے رابطہ کیا ہے اُسے ایک درجن بچہ چاہیے خود کش حملے کروانے ہیں اس سے اچھا موقع نہیں تم اُس سے ملنا چاہتے ہو تو ہمارے اڈے پر آجاؤ---دوپہر کا وقت تھا سایہ چھوٹا ہوا جا رہا تھا جب ڈھابے پر کھانا کھاتے امداد بلوچ کے پاس ایک آدمی آیا اُسی بڑی تنظیم کا کارکن جو بلوچستان میں تخریب کاریاں کرتی تھی اور ضرورت پڑنے ہر دوسروں کی مدد بھی کرتی تھی

چلو---اے کاکے میرا کھانا نی بنائیں

تقریباً دو گھنٹے کی مسافت طے کر کے ان کی جیب بلوچستان کے ایک ریگستانی علاقے کے کنارے آرُکی چھوٹے چھوٹے ٹیلے بنے تھے جھونپڑیاں اور کچے مکان جن میں کم سن بچے بیمار دماغ کے ساتھ رہائش پذیر تھے جنہیں جنت کا خواب دیکھا کر اُن سے ہزاروں جانیں لی جاتیں اور شہادت کی لالچ دی جاتی

پیٹر جب اپنے گارڈز کے ساتھ یہاں پہنچا تو امداد بلوچ ساری صورتحال کا جائزہ لے چکا تھا

پیٹر نے طے کردہ رقم تنظیم کے سربراہ کو تھمانی چاہی جب امداد بلوچ بھیچ میں آگیا

پیسہ میں دے چکاہوں---اس نے نوٹوں کی گڈیاں واپس پیٹر کے کوٹ کی اندرونی جیب میں ڈالیں اسکے قریب آتے ہی گارڈز الرٹ ہو گئے

نہیں مارتا تم لوگوں کے صاب کو--امداد بلوچ دور ہوتے دونوں ہاتھ اُٹھا کر بولا

بہت عرصے سے یہاں ان کے ساتھ کام کر رہاہوں یقین مانوں بھروسے کا آدمی ہوں تمہاری مدد کر رہاہوں بدلے میں بس ایم ہی چیز چاہیے---امداد بلوچ نے پیٹر کی آنکھوں میں دیکھتے کہا

کیا؟؟؟

رابطہ!!!فٹ جواب آیا تھا

نیلم اپنے وقت پر اپارٹمنٹ پہنچی تھی اندر داخل ہوتے ہی اسے وہی سکون اور خاموشی ملی جو اتنے دنوں سے قائم تھی مگر آج کا دن یقیناً کوئی انہونی لانے والا تھا راستے میں بھی اسکی کار کو روکا گیا تھا پولیس نے سٹاپ سٹاپ پر چیکنگ آرڈر لگا رکھے تھے

وہ---وہ سب خیریت ہے نا؟؟؟اس نے خاکی رنگ کے دو تھیلے امریکن کچن میں جاتے شیلف پر رکھے

نہیں کچھ بھی خیریت نہیں ایجنٹ 41اور 61نے اطلاع دی ہے کہ منہاج نے آج بم بلاسٹ کروانا ہے اور اس خبر نے ہم سب کا چین سکون پچھلے آٹھ گھنٹوں سے برباد کر رکھا ہے---خاتون نے جواب دیا---وہ سات بجے وہاں سے نکلی تھی آتے آتے ساڑھے سات ہو گئے

اب کیا ہو گا؟؟؟ٹائیگر کہاں ہے اور کیپٹن حمزہ اور باقی سب ؟؟؟وہ گلے میں پڑا اسٹولر اُتارنے لگی بالوں کی پونی کو ہی لپیٹ کر جوڑا بنایا ریموٹ اُٹھا کر ایل ای ڈی آن کی---جہاں نیوز اینکر بہت کچھ کہے جا رہی تھی جسکا خلاصہ یہ تھا کہ ایک دو جگہ سے بارود بھرے ٹرک پکڑے گئے ہیں اور بھی دھماکہ خیز مواد پولیس کو ملا ہے مگر ابھی کچھ کہا نہیں جا سکتا ممکن ہے کہ یہ سب دشمن نے بھٹکانے کو کیا ہو اِسکا ٹارگٹ کوئی اور جگہ ہو

ٹائیگر کی ڈیوائز آف جا رہی تھی---نیلم کی پریشانی بڑھنے لگی

اب کیا کریں ہم ؟؟؟وہ سر تھام کر صوفے پر بیٹھ گئی

ٹینشن تو مجھے بھی ہو رہی ہے مگر ٹائیگر سر نے منع کیا ہے باہر نکلنے سے اور کسی سے بھی رابطہ کرنے سے کیوں کہ وہ سب آج کے حملے کے متعلق کھوج لگانے میں مصروف ہیں ممکن ہے کہ ایم آز کی اس میں کوئی چال بھی ہو---خاتون نے اسے سمجھانا چاہا---نیلم واش روم چل پڑی---واپس آئی تو کپڑے بدلے تھے اسکا چہرہ تر گردن بھی گیلی تھی سفید مورنی جیسی رنگت پر پانی شبنمی قطروں کی مانند چمک رہا تھا چادر لے کر وہ سورۃ یٰس کی تلاوت میں مشغول ہو گئی

میجر عاص, کیپٹن حمزہ, کیپٹن منزہ, کیپٹن اریج, سیکنڈ لیفٹیننٹ سمعان پورا دن ایک ٹیم کی صورت فوج کی مدد کر رہے تھے انہوں نے اپنی ہر ممکن کوشش کی تھی حملہ آووروں کو روکنے کی چونکہ کیپٹن منزہ اور اریج کے ساتھ سیکنڈ لیفٹیننٹ سمعان بلوچستان میں ہونے والی دہشتگردی کے مشن پر تھے اسی لیے وہ امداد بلوچ پر نظر رکھے ہوئے تھے اسی طرح انہیں پیٹر کی وہاں موجودگی کا بھی علم ہو چکا تھا اور یہ بھی کہ وہ درجن بھر کم سن

بچے لے کر جا رہا ہے انہوں نے اُسی وقت میجر عاص کو اطلاع کی اس نے آرمی آفیسرز کو انفارم کیا تو پولیس چوکیاں الرٹ ہو گئیں مگر پیٹر بہت چالاکی سے بچے لے کر نکل چکا تھا اسی لیے ان کو بہت مشکل کا سامنا کرنا پڑا لاہور کی ایک درگاہ پر حملہ ہوا تھا جس کے نتیجے میں بارہ افراد زخمی ہوئے تھے اور دو انسانی جانوں کا بھی نقصان ہو چکا تھا---ان کا کام محظ جاسوسی کرنے کا تھا وہ انہوں نے کی اور ساری لوکیشنس بتائیں کہ کہاں کہاں خودکش بمبار بھیجے گئے ہیں مگر پولیس کی غفلت کے باعث ایک حملے میں وہ کامیاب ہو چکے تھے---

رات نو بجے کراچی ہیڈ کوارٹر میں ہونے والی میٹنگ میں میجر عاص نے بلا جھجک پولیس کی لاپرواہی کو نشانہ بنایا اسکا کہنا تھا کہ پیٹر کی لوکیشن بتائی گئی مگر اُس کی گاڑی پر چوکی سے با آسانی نکل گئی کیسے؟؟؟

جب بتایا گیا کہ درگاہ میں ایک خودکش بمبار بھیجا گیا ہے تو اُسے وقت سے پہلے پکڑ کر بم ڈسپوزل اسکواڈ کے حوالے کیوں نہیں کیا گیا؟؟؟

رات گیارہ بجے کے قریب میجر عاص اور کیپٹن حمزہ اپارٹمنٹ پہنچے تھے یہاں ایک اور مسئلہ تھا ان کے چند ساتھی ہیروئن اور کوکین کی اسمگلنگ میں ایم آز کی گینگ کا حصہ بنے تھے تو وہ آج کی رات ان سارے پیکٹس کو خالی کر کے ان میں ٹیسٹ لیس پاؤڈر بھر رہے تھے پورے اپارٹمنٹ کا ستیاناس ہوا پڑا تھا وہ یہ کام یہاں نہیں کرتے تھے اس کے لیے انکا ایک خفیہ ٹھکانا تھا تبھی میجر عاص کو حیرت ہوئی

یہ سب یہاں کیوں لائے ہو؟؟؟اندر آتے ہی وہ دبے دبے لہجے میں غرایا

سر وہاں بالکل جگہ نہیں تھی اس مہینے منشیات کی اسمگلنگ بہت کھلے عام کی گئی ہے یونیورسٹی کے اسٹوڈنٹس کا بھی آنا جانا بڑھتے جا رہا ہے---کوئی گھر سے چوری کرتا ہے تو کوئی راہ چلتے ڈاکے ڈال کر پیمنٹ کرتا ہے بہت برا حال ہے سر---اس کے ماتحت نے دلی افسردگی سے کہا

تم لوگ ابھی تک جیسا چل رہا ہے چلنے دو جب تک یہ نا پتا چل جائے کہ ہیروئن اور کوکین آ کہاں سے رہی ہے کوئی بھی قدم مت اُٹھانا

سر کل دو اسٹوڈنٹس میری آنکھوں کے سامنے تڑپ تڑپ کر مر رہے تھے ان کو انجکشن لگائے تو سانس آئی ہمارے ملک کے معماروں کا یہ حال ہے سر ---میجر عاص سمجھ سکتا تھا کہ انہیں دن بھر کن کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہوگا

سر آپ بہت تھک گئے ہیں ریسٹ کر لیں اور چلے جائیں ---ٹائیگر کو صوفے پر لگے ڈھیر کو کھسکا کے بمشکل بیٹھا تھا اسکی بات سے اتفاق کرتے اُٹھ گیا

نیلم جلے پیر کی بلی کی طرح لانج میں چکر کاٹ رہی تھی اس کو دیکھتے ہی بیتابی و بے قراری سے آگے بڑھی

آ---آپ ٹھیک ہیں نیوز پر صرف ایک ہی حملے کا بتا رہے ہیں لاہور میں ---سب ٹھیک ہے کوئی خطرہ تو نہیں ؟؟؟ کیا یہ سب ایم آز نے کیا ہے ؟؟؟ آپ سے کانٹیکٹ بھی نہیں ہو رہا تھا کب سے ٹرائی کر رہے تھے ہم ---وہ جتنا تیز بول رہی تھی میجر عاص اُتنے ہی سکون سے اسے سُن رہا تھا

سب ٹھیک ہے ---وہ آگے بڑھ گیا--- نیلم اسکے پیچھے آئی ہمیشہ کی طرح

آآ---آپ بھی ٹھیک ہیں ؟؟؟ اس نے جھجک کر پوچھا کافی وقت ہو گیا تھا وہ پہلے والی بیتابی کا اظہار نہیں کرتی تھی

جی !!!

آپ صبح ٹائم سے نکل جایئے گا کیونکہ مجھے بھی کل پیٹر سے ملنا ہے اسی لیے میں کل آپ کے ساتھ نہیں ہوں گا ہاں ریکارڈنگ سنتا رہوں گا--- ٹھیک ہے میں جارہا ہوں ہوشیار رہیے گا کیز اب بھی منہاج کے پاس ہیں--- وہ بیڈروم پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالتے واپس بالکنی کی جانب چل پڑا--- اتنی عجلت میں تھا کہ نیلم کو موقع ہی نہ دیا

کیپٹن حمزہ آپ تھوڑا اُدھر کو ہو جائیں میرے بھی جگہ بنادیں--- اس نے میٹرس پر لیٹے حمزہ سے کہا تو وہ دیوار کے ساتھ لگ گیا میکر عاص اسکے برابر آکر لیٹ چکا تھا--- نیلم سے فرار کے لیے وہ اپنا آرام بھی داؤ پر لگانے کیلیے تیار تھا اور دوسری جانب اُس لڑکی کو آرام دہ بیڈ پر بھی نیند جیسی نعمت میسر نہیں تھی--- محبت میں صبر کرنا بہت مشکل ہے بہت زیادہ اور اُن لوگوں کے لیے اور بھی زیادہ جو چاہے جانے کے قابل ہوں جنکی چاہ ایک دنیا کو ہو اور ایک واحد شخص اُسے ٹھکرادے--- ریجکشن برداشت کرنا بہت مشکل ہے

ہجر والوں کے ہاں نہیں پہنچی

نیند راستے میں سو گئی شاید

ملگجے اندھیرے میں وہ سگار پر سگار پھونک رہا تھا ایم آز پلازہ کی چھت پر کھڑا وہ نیچے جھانک رہا تھا ایک ہاتھ دیوار کے سرے پر ٹکائے دوسرے سے کش لگا رہا تھا--- نیچے پارکنگ ایئریا کے علاوہ لان بھی لائٹس سے جگمگ کر رہا تھا اسکا چہرہ ہمیشہ کی طرح بے تاثر تھا پلازہ کا قد اتنا اونچا تھا کہ اگر کسی کو ہائٹ فوبیا ہو تو اُسکا تو اللہ ہی حافظ

دن بھر بے چارے کتوں کی طرح حملہ آوروں کی بو سونگھتے پھرے ہوں گی اب جا کر چین کی نیند کیلیے لیٹیں ہوں گے --- میں ان کو سکون سے کیسے رہنے دوں جب انہوں نے میرا سب کچھ چھین لیا عوام کے تحفظ کا بیڑا اُٹھاتے ہی کیوں ہیں جب پورا نہیں کر سکتے --- اس نے کالی گھٹا چھائے آسمان کو دیکھا

پیٹر !!! اپنے پیچھے کھڑے اپنے وفادار کو آواز لگائی

یس باس !!! وہ دونوں ہاتھ نیچے لٹکائے سیدھا کھڑا اسکے حکم کا منتظر تھا

آئی ایس آئی کے آفس پر اٹیک کرنا ہے !!! اس کے عنابی ہونٹ مسکرانے لگے

ان کو بتانا ضروری ہے

Don't mess with me!!!

ہاہاہاہاہا !!!

ہاہاہاہاہا !!!

پلازہ کی سب سے اونچی منزل پر کھڑا وہ کھوکھلے قہقہے لگا رہا تھا وحشت سے بھرپور زہریلی مسکراہٹ !!!

تم ہنستے ہو کہ

کوئی رونے والا ہے

جب آدھا فلک سو چکا

کوئی جاگنے والا ہے

اِک تارہ ہے جو ٹوٹ چکا

دیکھو کوئی اُس کو

اُٹھانے والا ہے

تم دل شاد بھی ہو

دلِ برباد بھی

اِک عالم ہے جو

بنا دل والا ہے

****

تین خود کش بمبار کا لاہور آئی ایس آئی کے آفس پر دھماکہ بارہ انٹیلیجنس آفیسرز شہید سترہ پولیس اہلکار سمیت دو سو افراد زخمی مزید معلومات کے لیے ہمارے ساتھ رہیے---میجر عاص کی آنکھ نیوز اینکر کے چیخ چیخ

کر ہیڈ لائینز پڑھنے پر کُھلی تھی اور جب سامنے چلتی لال پٹی پر نظر پڑی تو اسکی آنکھیں اُبل ہی پڑی تھیں---

تمام آفیسرز کو سانپ سونگھ گیا تھا کہ رات ایک بجے کے قریب خود کش بمبار وہاں پہنچے کیسے ؟؟؟ان کے بارہ ساتھی شہید ہو چکے تھے اور باقی عملہ بھی زخمی ہوا تھا دھماکہ اتنا پُر زور تھا کہ آفس کی عمارت کے علاوہ آس پاس کی عمارتیں بھی متاثر ہوئیں تھیں اور عام افراد زخمی

منہاج عزضحاک ایک بار بس ایک بار تم ہمارے ہاتھ چڑھ جاؤ تمہاری روح بھی پناہ مانگے گی ہم سے---ایک ایجنٹ نے دل ہلکا کیا

وہ سب ایک دوسرے سے نظریں چرا رہے تھے کوئی نمی چھپا رہا تھا تو کوئی افسردگی وہ سب ایک ہی فیلڈ کے تھے جانے والے ان کے ساتھی ان کے ہم راہ ان کے ہم قدم ہی تو تھے ایک خاندان کے فرد جیسے ایک دوسرے کی تکلیف پر تڑپتے ہیں ویسے ہی ایک ادارے کے افراد بھی ایک دوسرے کے زخموں پر سسک رہے تھے

مجھے لگتا ہے اس نے یہ سب انتظام صبح سے ہی کیا تھا ورنہ اتنی سخت سکیورٹی ہوتی ہے رات کے وقت---ایک اور بولا

ہمارا دھیان عوام کو پروٹیکٹ کرنے میں تھا---ہمیں کیا پتا تھا کہ اس بار وہ ساری آگ ہم پر اُگلے گا---کیپٹن حمزہ بولا

ایسی بات نہیں ہے پولیس سیکیورٹی وہاں بھی تھی اسی وجہ سے تو زخمیوں میں پولیس افراد بھی شامل ہیں---ایک ایجنٹ نے کیپٹن حمزہ سے اختلاف کیا

مجھے لگتا ہے وہ ہمیں کمزور کرنا چاہ رہا ہے اس حملے کا مطلب ہمیں وارن کرنا بھی تو ہو سکتا ہے---سب اپنی اپنی رائے دے رہے تھے

سب سے زیادہ خطرہ سی این (نیلم) کو ہو گا---ایک ایجنٹ کو کیپٹن نیلم کا خیال آیا زیادہ تر وہی اُسکے ساتھ ہوتا تھا کبھی رکشہ ڈرائیور تو کبھی ٹیکسی ڈرائیور

جو بھی ہے ہم میں سے کوئی پیچھے نہیں ہٹے گا ابھی تو شروعات ہے ہمیں ابھی بہت سی انفارمیشن حاصل کرنی ہے ابھی تک کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی آگے بھی نہیں ہو گی ان شاءاللہ اور ہم گھبرانے والوں میں سے نہیں ہیں جیتے تو غازی کہلائیں گے ہارے تو شہادت کے سینے میں سوئیں گے---نعرہِ تکبیر!!!

اللہ اکبر!!!

میجر عاص کے کہنے پر وہ سب باآواز بلند بولے تھے

وہ آج بہت خوش تھا اسکے جانی دشمن انٹیلیجنس والے آج افسردہ تھے نمناک لہجوں نے اسکے اندر کے وحشی انسانی کو بھرپور خوشی دی تھی ہاں ایک حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا تھا وہ یہ کہ شہداء کے گھر والوں کو ان پر فخر تھا انکی ہمت حوصلہ اور بلند آواز میں پُرجوش تقاریر اور نعرے ہر محبِ وطن کو فخر محسوس کرنے پر مجبور کر رہے تھے

ریسٹورینٹ پر اسکی BMW رکی رُکی تو وہ بڑی شان اور کروفر سے تنے سر کے ساتھ باہر نکلا تھا اسکے پیچھے

ناصرف مشہور پاکستان سیاسی شخصیات تھیں بلکہ افغانستان, بھارت اور امریکہ کی بھی پاور فُل شخصیات کی سپورٹ اسے حاصل تھی اسکے گریبان کو آرمی کا ہاتھ کب کا لگ چکا ہوتا اگر غدار اپنے نہ ہوتے

وہ ایک ٹیبل پر کھڑی آرڈر نوٹ کر رہی تھی بلیک جینز اور بے بی پنک شرٹ میں کھلے فُل سلیویس اس پر بہت جچ رہے تھے--- بالوں کی ٹیل پونی بنائے آنکھوں پر ڈارک براؤن شیڈز لگا رکھے تھے---وہ آرڈر لے چکی تھی شاید تبھی جانے کو مڑی جب سائیڈ والی کرسی پر بیٹھے شریر لڑکے نے شرارتاً پیر آگے کر دیا نیلم کو نظر تو آگیا تھا وہ اسے سچ مچ اندھا سمجھ رہا تھا پیر اور ٹخنے کے بیچ پیر رکھ کر نیلم گزری تو اس لڑکے کی چیخ نکل گئی

Ayeee Are you blind idiot???

غصے میں اسکے منہ سے وہی عام جملہ نکلا تھا جو عموماً ایسی صورتحال میں بولا جاتا ہے

Yes I'm

لڑکی نے اطمینان سے کہا ریسٹورینٹ میں دبے دبے قہقہے لگنے لگے---منہاج کا غصہ سوا نیزے پر پہنچ گیا---سفید رنگت سرخ ہونے لگی آنکھوں میں غضب کی سرخی نے جگہ بنالی

مینیجر کہاں ہے؟؟؟ کوئی بھی منہ اُٹھا کر اسٹاف کی انسلٹ کرتا ہے اور تم لوگ خاموش کھڑے رہتے ہو---
منہاج کی گرجدار آواز پر ریسٹورینٹ کے قہقہے بند ہو چکے تھے اسکے گارڈز بھی اندر ہی آچکے تھے مینیجر نے بھی فوراً حاضری دی

Sorry Sir!!!

We're really sorry

منیجر کی شامت تو آئی ہی رہتی تھی جب منہاج آتا تھا اب بھی وہ گھبراہٹ میں معافیاں تلافیاں کرنے لگا

اندھا اسٹاف رکھا ہوا ہے

idiot people !!!

لڑکا غصے سے بولتا جانے لگا جیسے ہی وہ اسکے پاس سے گزرنے لگا منہاج نے اسکا گریبان تھام کر اپنی جانب گھسیٹ لیا

دونوں ہاتھ اسکے گریبان پر جمائے وہ اسے اپنے مقابل کھڑا کر چکا تھا اسکی غلافی بھوری آنکھوں نے مقابل کو چندپل کے لیے لرزا دیا تھا--اس نے ایک زوردار پنچ لڑکے کے منہ پر دے مارا---وہ پیچھے پڑی میز پر لگا تھا برتن گرنے کی آواز نے ریسٹورینٹ کی خاموش فضا میں ارتعاش برپا کر دیا تھا---نیلم اُچھل کر دو قدم دور ہٹی تھی--کانوں پر ہاتھ رکھتے اس نے خوفزدہ ہونے کی کمال اداکاری کی

سر پلیز جانے دیں سر!!! منیجر کی منت سماجت پر منہاج نے قہر آلود نظروں سے نیچے گرے لڑکے کو دیکھا جسکی ناک سے خون نکل رہا تھا تو شرٹ کا گریبان بھی اُدھڑ چکا تھا

ادھر آؤ تم منہاج نے اسے بازو سے پکڑ کر کر اپنے ساتھ گھسیٹا

بیٹھو یہاں---اس نے قدرے کونے پر لگی میز کی کرسی کھینچتے اسے بٹھایا اور منیجر کی جانب مڑا

کچھ فاصلے پر گیا اور اسکو گھورتے بولا

میں نے کہا تھا اس سے یہ نوکروں والے کام مت کروانا---وہ درشتگی سے بولا

سر کوئی کام تو دینا تھا نا---منیجر منمنایا

کچھ بھی کراؤ یا مفت میں سیلری دو مگر آئندہ وہ میرے سوا کسی کا آرڈر نہیں لے گی مائنڈ اِٹ اور جب سارا اسٹاف لنچ کر رہا ہے تو اُسے کام پر لگایا ہے --- وہ بھڑک رہا تھا مینجر خاموش سُن رہا تھا

وہ پھر نیلم کے پاس آیا

سنو تم گھر جاؤ اب --- بلکہ پہلے ایک کپ چائے پی لو --- وہ بیٹھتے ہوئے بولا --- اس نے ویٹر کو چائے اور رفریشمنٹ کا آرڈر دیا

ہم نے چائے نہیں پینی تم کون ہو ؟؟؟ نیلم نے پوچھا

تم اپنا نام بتاؤ پھر میں بتاتا ہوں میں کون ہوں --- وہ کرسی کی بیک سے ٹیک لگاتا دلکشی سے مسکرایا وائٹ بغیر شکن کے شرٹ اور بلیک جینز پر اس نے بلیک کوٹ پہن رکھا تھا دلفریب پر تمکنت خدوخال, کلین شیوڈ غلافی آنکھوں میں نیلم کا عکس, ہلکی ہلکی اُبھرتی سرخی وہ کسی دیوتائی دیومالائی داستان کا کوئی دیوتا لگ رہا تھا مجسم روپ دھارے اسکے سامنے بیٹھا ہو --- نیلم ابرار کا دل شدت سے چاہا تھا کہ کوئی آکر گواہی دے ڈالے کہ نہیں یہ وہ نہیں ہے جو لوگوں کے دل نکال لیتا ہے --- کیا حُسن اتنا ظالم ہوتا ہے اتنا ؟؟؟

ہمیں کوئی دلچسپی نہیں ہے اس میں کہ تم کون ہو تمہیں آخری بار بتا رہیں ہیں ہمیں پریشان مت کرو نہیں تو بہت برا پیش آئیں گے تمھرے ساتھ --- اسکے چہرے پر غصہ جھلک رہا تھا رخسار بھی ناراضگی سے پھول گئے تھے

ہاہاہاہا ! ! ! وہ ہنسا اور آگے کو ہوتا بیٹھ گیا دونوں ہاتھ میز پر ٹِکائے تو نیلم کا دھیان غیر ارادی طور پر ان کی جانب گیا

ذہن کی اسکرین پر سال پہلے دیکھا کوئی خواب گردش کرنے لگا جس میں یہ مضبوط سفید ہاتھ واضح تھے ---

اسے جانے کیوں خوف آیا تھا ان ہاتھوں سے جنہوں نے لاکھوں گلے گھونٹے تھے

ملکہ تم غصہ غلط جگہ کرتی ہو مگر کرتی کمال کا ہو---وہ اسکے چہرے کو نظروں کی زد میں لیے بولا

شٹ اپ!!!وہ کرسی دھکیل کر کھڑی ہوئی اور ہاتھ سے دیوار ٹٹولنے لگی منہاج اُسکے سامنے آ کھڑا ہوا دیوار کو ٹٹولتا اسکا ہاتھ منہاج کے سینے سے ٹکرایا ایک برق سی اس سینے میں دوڑ گئی تھی

کیا بدتمیزی ہے؟؟؟وہ غصے سے پھنکاری

سنو تم میری آواز نہیں پہنچاتی کیا؟؟؟وہ اسکے کان کے قریب ہوتا پوچھ رہا تھا اسکے پرفیوم کی سحر انگیز مہک نیلم ابرار کے نتھنوں سے ٹکرائی

مم---مجھے تمھارا نام تک نہیں پتا--وہ دانت چبا کر بولتی ایک قدم پیچھے

اوکے نیلم ابرار تم اب اپنے اپارٹمنٹ جا سکتی ہو کل ملیں گے بلکہ لنچ اکٹھے کریں گے

SEE YOU SOON!!!

اس نے نیلم کی جانب دیکھتے ہوئے کہا کوٹ کی پاکٹ پر لگے بلیک گاگلز لگائے اور اسے بھرپور نظروں سے تکتا چلا گیا

اسکے نکلتے ہی گارڈز پیچھے چل دیے کار کا دروازہ کھولتے گارڈ کو بیٹھتے ہوئے اس نے حکم دیتے کہا

جب تک وہ صحیح سلامت گھر نہ پہنچ جائے تم اُس پر نظر رکھو گے گارڈ نے فرمانبرداری سے سر ہلایا

پیٹر یہ اپارٹمنٹ کب اور کس نے رینٹ پر لیا تھا اور یہ لڑکی کب سے یہاں رہ رہی ہے ساری انفارمیشن کل تک میری اسٹڈی میں ہونی

چاہیے---ڈرائیو کرتے پیٹر سے وہ حکمیہ لہجے میں مخاطب تھا

****

وہ جس وقت اپارٹمنٹ پہنچی دوپہر کے تین بج رہے تھے میجر عاص کے ساتھی نے بتایا تھا کہ منہاج کے گارڈز اسکا پیچھا کرتے آئے ہیں اور یہ بھی کہ ایک گارڈ ہر وقت اپارٹمنٹ کے آس پاس گردش کرتا نظر آتا ہے

میجر عاص نے پیٹر سے ایک کلب میں ملاقات کی تھی اور خود کو ایک گولڈ اسمگلر ظاہر کیا تھا منہاج کو چونکہ ہیرے کی اسمگلنگ کیلیے بھروسے والے بندے چاہیے تھے تبھی عاص نے یہ پلان ترتیب دیا تھا---پیٹر سے اسکی دو تین ملاقاتیں ہو چکی تھیں اور یہی نہیں ان کے مابین فون نمبرز کا بھی تبادلہ ہو گیا تھا جب عاص نے یہ نمبر اپنے سینئرز کو بھیجا تو اس سے یہی معلومات ملیں کہ اس نمبر سے تین چار لوگوں سے ہی کانٹیکٹ کیا گیا ہے اور کوئی ڈیٹا حاصل نہیں ہوا تھا

سر کیپٹن اریج نے جو رپورٹ بھیجی ہے اس میں اُن تمام اسکولز کی لوکیشن ہے جس میں کم سن بچوں کو دہشتگردی کی ترغیب دی جاتی ہے اس کے علاوہ ٹاپ لسٹڈ دس بندے اور تین گروہ کی بھی انفارمیشن ہے اور امداد بلوچ کا ایک خفیہ ٹھکانا بھی پتا لگ گیا ہے---کیپٹن حمزہ نے لیپ ٹاپ کی جانب دیکھتے کہا

میجر عاص اپنی ڈیوائس کے ساتھ نبرد آزما تھا جسے اس نے کل سیٹ کرنا تھا ائیر پیس کا ساتھ کیوں کہ کل اسکی پیٹر کے ساتھ ملاقات تھی

کیپٹن اریج کی صلاحیتوں پر مجھے کوئی شک نہیں

After all she's an intelligent girl!!!

میجر عاص کے لہجے میں رشک کی آمیزش تھی جسے اندر آتی نیلم نے بے حد ناگواری سے سنا تھا-- میجر عاص کے منہ سے کسی اور لڑکی کی تعریف اسکے اندر آگ بھڑکا گئی--- اس نے ہینڈ بیگ زور سے صوفے پر پٹخا--- میجر عاص نے سر اُٹھا کر اسے دیکھا اور دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گیا

کیپٹن اریج ایک ذہین لڑکی ہیں اگر یہاں کوئی کم عقل, احمق اور بے وقوف ہے تو وہ کیپٹن نیلم ہیں--- اس نے جلے دل سے کہا سبز کانچ میں ہلکی ہلکی نمی چمک رہی تھی--- کیپٹن حمزہ نے تعجب سے ایک نظر اس لڑکی کو دیکھا اور دوسری نظر بے نیازی سے وائرلیس کے وائرز سے چھیڑ خانیاں کرتے میجر عاص کو

آپ کی بات تو ہوئی ہی نہیں کیوں کیپٹن حمزہ؟؟؟ میجر عاص نے لاپرواہی سے کہتے کیپٹن حمزہ کو بھی گھسیٹ لیا؟

جی جی--- حمزہ جلدی سے بولا

آپ تو چُپ رہیں--- نیلم نے چیخ کر اسکی بات کاٹی

کیپٹن نیلم-- میجر عاص کی آواز میں سختی تھی--- وہ ایک قہر برساتی نظر اس پر ڈالتی اپنا ہینڈ بیگ اُٹھا کر چلی گئی

میجر عاص کو یونہی بیٹھے دیکھ کر حمزہ اسکے پیچھے گیا

کیپٹن نیلم آپ غلط سمجھ رہی ہیں میجر عاص نے آپ کی تو بات ہی نہیں کی--- حمزہ نے غصے سے بھری لان میں صوفے پر بیٹھی نیلم سے کہا

مجھے پتا ہے وہ ہماری بات کبھی نہیں کرتے اُنہیں ہم اس قابل ہی نہیں لگتے کہ ہماری بات کی جائے---آپ کے سامنے ٹائیگر نے

کبھی ہمیں Appreciate کیا؟؟؟ وہ اس سے شکایتی انداز میں بات کررہی تھی

ایسی بات نہیں ہے آپ بہت اچھے سے اپنا کام کررہی ہیں

Believe me I'm really impressed

کیپٹن حمزہ صوفے کے پاس ہی نیچے بیٹھ گیا

آپ اتنے اچھے سے نابینا ہونے کی اداکاری کرتی ہیں آپ کی آواز بھی ہم تک صاف آرہی ہوتی ہے آپ ہر بات کا جواب بھی پُراعتماد انداز میں دیتی ہیں

You are really good!!!

وہ اسکی تعریف کررہا تھا جو زور وشور سے مینا برسانے میں مصروف تھی اور بار بار نازک ہاتھوں کی پُشت سے سرخ عارضوں پر بہتے آبشار کو سمیٹ رہی تھی

یہ بھی بتاؤ کہ کیپٹن اریج اور کیپٹن منزہ یہاں تک کہ کسی بھی آرمی لیڈی کو روتے نہیں دیکھا آپ کو یہ ہنر بھی آتا ہے--- میجر عاص پیچھے ہی دروازے میں کھڑا تھا---اسکی سنجیدہ آواز پر دونوں نے مڑ کر دیکھا اور کیپٹن حمزہ کھڑا ہو گیا

اُن کو آپ ڈانٹتے بھی تو نہیں ہیں---وہ آنسوؤں کے درمیان بولی

وہ ایسا کام بھی نہیں کرتیں کہ ڈانٹا جائے---میجر عاص نے کندھے اُچکائے

آپ تو شروع دن سے ہمارے دشمن بنے ہوئے ہیں---کیپٹن حمزہ اسکو اتنی لاپرواہی سے گروپ لیڈر کے ساتھ لڑتا دیکھ کر نا محسوس طریقے سے کھسک گیا

تم ہی دوستی کرنا چاہ رہی ہو---اس نے مزید تپایا

تو آپ کرلیں نا دوستی---اسکی آواز میں رس گھلتا محسوس ہو رہا تھا ابھی چیخ رہی تھی غصہ کر رہی تھی اور اب

میں حسین لڑکیوں سے دوستی نہیں کرتا--وہ بول کر کچن کی جانب چل پڑا

کیوں؟؟؟وہ اسکے پیچھے ہی چلی آئی فریج سے بوتل نکال کر میجر عاص نے کچن کاؤنٹر پر رکھی

وہ دھوکے باز ہوتی ہیں--وہ گلاس میں پانی انڈیلتا بولا--- نیلم اسے ہی دیکھ رہی تھی

کتنی حسین لڑکیوں کو آزما چکے ہیں؟؟؟میجر عاص نے اسکے لہجے میں تیکھا پن محسوس کیا

صرف ایک کو---اس نے تمام دورانیے میں پہلی بار اسکی آنکھوں میں دیکھا

ایک بار ہمیں بھی آزما کر دیکھ لیں---اسکی آنکھوں میں التجا تھی

آزما ہی تو رہا ہوں مگر دل کہتا ہے تم دھوکہ دو گی---وہ اسکی التجائیہ نظروں میں دیکھتا کتنا پُریقین تھا نیلم کو اپنے حوصلے ٹوٹتے محسوس ہوئے

ہم ایسے نہیں ہیں میجر عاص---اسکے لب دھیرے سے ہِلے

ایسا مت کرنا نیلم یاد رکھنا میں غداری معاف نہیں کروں گا جان لے لوں گا تمھاری میں اپنے دشمنوں کے حق میں نرم دل واقع نہیں ہوا---میجر عاص عالم کے لہجے میں ایسا کچھ تھا جس نے کیپٹن نیلم ابرار کی ریڑھ کی ہٹی میں سنسناہٹ پیدا کردی

رات کے وقت کلب کی رونق اپنے عروج پر تھی وہی عریاں بدن پھولی سانسوں کے ساتھ تھرکتے وجود بے ہنگم میوزک آنکھوں میں چبھتی لائٹنگ ایجنٹ 61 اور ایجنٹ 41 آج ادھر موجود تھے جبکہ میم بشرہ انہیں تھرو مونیٹرنگ سسٹم ڈیل کررہی تھیں کلب میں جگہ جگہ سپائے کیمرے لگائے تھے

ایجنٹ 61 آج ویٹر کے یونیفارم میں پہلے سے ہی موجود تھا شراب کے گلاس ٹرے میں رکھے وہ سرو کررہا تھا جب اسکے ائیر پیس میں میم بشرہ کی آواز اُبھری

Maverick is coming!!!

وہ فوراََ متلاشی نظروں سے ادھر اُدھر دیکھنے لگا بالآخر اسے مینجر آتا نظر آہی گیا تھا جس کے ساتھ میورک کلب کی چھت پر جاتا تھا وہ تیزی سے فون پر گفتگو کرتے مینجر کے پاس سے گزرا اور جان بوجھ کر اس سے ٹکرا گیا

Ohhh God!!!

مینجر نے ہاتھ جھاڑتے خونخوار نظروں سے ویٹر کو گھورا

اندھے ہو تم کام نہیں کرنا آتا جاہل انسان--اپنی ساری فرسٹیشن اس پر نکال ڈالی

سوری سر لائیں میں صاف کرلاؤں بس دو منٹ ہی لگیں گے پلیز سر----وہ شرمندگی اور لجاحت سے درخواست کررہا تھا

جاؤ دفع ہو جلدی آؤ---مینجر نے کوٹ اُتار کر اسکے منہ پر مارا

ایجنٹ 61 تیزی سے اندر واش روم کی جانب چل پڑا

جلدی کرو میورک آ گیا ہے اُسکے اوپر جانے سے پہلے کوٹ دے کر آؤ--- میم بشرہ جلدی میں بولیں

یہ لگ کیوں نہیں رہا--ویٹر نے اپنی جیب سے چھوٹا سا سپائے کیمرہ نکالتے کوٹ کے کاندھے اور کالر کے درمیان سیٹ کرتے کہا

جلدی کرو---وہ سیڑھیاں چڑھ رہے ہیں--- میم بشرہ ایک بار پھر بولیں

ہو گیا ہو گیا ڈن---وہ کوٹ لے کر بجلی کی رفتار سے بھاگا---میورک اور مینجر آدھی سیڑھیاں چڑھ چکے تھے

سر سر آپ کا کوٹ---ویٹر کی آواز پر میورک کو کچھ تھماتا مینجر پلٹا

رکھو میں آتا ہوں---وہ مڑنے لگا

سر پہن لیں کہیں پھر کچھ ---

اچھا اچھا جلدی کرو

میورک اسے مسلسل گھور رہا تھا ویٹر نے آگے بڑھ کر اسے کوٹ پہنایا

جاؤ تم !!!

اوپر اندھیرا تھا چھت بھی مکمل اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی اگر وہاں روشنی ہوتی تو یہ ننھا سا سپائے کیمرہ میورک کی نظروں سے چھپا نہ رہتا

Welldone 61!!!

میم بشرہ نے اسے مبارک باد پیش کی اور اپنے دوسری مونیٹر پر سپائے کیمرہ سے نظر آنے والا منظر ملاحظہ کرنے لگیں

اندھیرے سے گزر کر تقریباً پانچ منٹ وہ روشنی میں آئے تھے یا کمرے کی لائٹ جلائی تھی

میورک گھٹنے کے بل زمین پر بیٹھا کارپٹ ہٹا کر اس نے اُنگلیاں موڑ کر فرش پر بجائیں اور ہلکے طسے دھکا لگا کر اسے کسی شیڈ کی طرح کھولا وہ اندر گُم ہو گیا-- مینجر بھی اسکے پیچھے ہی اُترا تھا--- کیمرے سے اب سارا منظر صاف نظر آرہا تھا اسلحے اور گولیوں سے بھرا کمرہ میم بشرہ نے اسے لارج کر کے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ سب ہتھیار امریکہ کے تھے نا کہ پاکستان کے یعنی میورک منہاج عزضحاک کو بھی دھوکہ دے رہا تھا

کمرے میں اتنا اسلحہ بھرا تھا کہ یقین کرنا ممکن نہیں تھا کہ یہ سب ایک سال کے اندر اندر یہاں بھرا گیا ہے بلکہ ایک سال سے بھی کم عرصے میں

یہ سب بیچنا کب ہے؟؟؟ جلدی جلدی خالی کرو-- مینجر نے کہا

ہیہیی--- چنا!!-- وہ بیچنا کو لمبا لمبا کھینچتا اسکے کوٹ کے کندھے اور کالر کے درمیان غور کرنے لگا اسکا بڑا سا چہرہ میم بشرہ کے مونیٹر پر چھا گیا

اووہ نو!!!

ایجنٹ 61 اور 41 جلدی نکلو کلب سے 61 تم بھاگو جلدی میورک کو پتا لگ گیا ہے کیمرے کا--- میم بشرہ نے بھرائی آواز میں جلدی جلدی کہا

نکلو پلیز---ان کے ہاتھ پیر ٹھنڈے پڑ گئے اگر ان کا کوئی ایجنٹ سی آئی اے کے ہاتھ چڑھ جاتا تو وہ نا جینا جوگا رہتا نہ مرنے جوگا

میں چینج کروں یا ایسے ہی نکل جاؤں؟؟؟وہ واش رومز کے پچھلی طرف آگیا

اوہ---مجھے اُس ویٹر پر پہلے ہی شک تھا اس نے کیمرہ کھینچا تو کوٹ بھی اُدھڑ گیا

کوئی ویٹر باہر آئے تو پکڑ لینا اُسے---یا پھر داڑھی اور گورے رنگ کا شخص بھاگنے لگے تو جانے مت دینا---مینجر نے گارڈز کو حکم دیا

میورک سیڑھیوں کے ذریعے اوپر آیا اور جلدی سے سب بند کیا روم کو لاک لگایا اور دونوں تیزے سے سیڑھیاں پھلانگتے نیچے پہنچے

سنو سب سے پہلے تم چینج کرو---یہاں کیمرے نہیں ہیں جلدی کرو---میم بشرہ نے کہا

مگر میرے کپڑے اندر ہیں---اس نے جواب دیا

میں ٹائیگر سر کو انفارم کرتی ہوں تم کہیں چھپ جاؤ یا کسی طرح چھت پر چلے جاؤ---وہاں روم کے ساتھ گیلری میں چھپ جاؤ

وہ بلوچستان بھیجی گئی ٹیم کی تمام کاروائیاں چیک کر رہا تھا جب اسکی وائر لیس نما ڈیوائز وائبریٹ کی---اس نے قدرے چونک کر دیکھا

Sir M2 Team, AS_B speaking!!!

تمام صورتحال نہایت مختصر الفاظ میں اس تک پہنچائے

میجر عاص نے فوراً لیفٹینینٹ جنرل سے رابطہ کیا اور تمام صورتحال سے آگاہ کیا--- میم بشرہ اور وہ فوراً بھیس بدل کر ڈی آئی جی سندھ سے رابطے کے بعد کلب پر ریڈ کرنے کا فاصلہ کیا میم بشرہ نے کلپ سینڈ کی اور پولیس گاڑیاں تیزی سے کلب کی جانب روانہ ہو گئیں--- اس وقت یہ ایک خوش قسمتی تھی کہ ان میں سے کوئی بھی پولیس اہلکار ایم آز کی گینگ کا حصہ نہ تھا

ایجنٹ 61 روم کی گیلری میں پچھلے ایک گھنٹے سے پِلر کے ساتھ لٹکا تھا اسکے پیر زمین سے اوپر اُٹھے تھے مگر اسکے لیے یہ کوئی خاص بات نہیں تھی بس وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح وہ اسلحہ نکالنے میں کامیاب ہو جائیں میورک کے ساتھ موجود دو گارڈز اور کلب گارڈز ایجنٹ 61 کی تلاش میں بھاگ رہے تھے مگر اسکا ملنا ممکن نہیں لگ رہا تھا--- پولیس گاڑیوں کا ساءرن سنائی دیا تو میورک نے ایک مکا بنا کر اپنی ہتھیلی پر مارا اور تین چار زبردست انگریزی گالیاں نکالیں

پولیس کی تعداد اتنی زیادہ تھا کہ پل بھر میں کلب کو گھیرے میں لے لیا گیا--- مشکوک افراد کو پکڑنے کے علاوہ--- تمام اسلحہ بھی برآمد کر لیا گیا-- ایجنٹ 61 کو اسی بھیڑ میں سے نہایت محتاط طریقے سے نکال لیا گیا تھا

کراچی کے مشہور کلب میں بڑے پیمانے پر اسلحے کی اسمگلنگ روک دی گئی--- تین مشکوک افراد گرفتار--- انہوں نے میورک کی گرفتاری نہیں لی تھی مشن کا ابھی یہی تقاضا تھا

****

وہ اپنی روٹین کے مطابق ریسٹورینٹ آئی خلافِ توقع اسے آج لنچ دیا گیا تھا---اسے اسکا میز نمبر بتایا وہ بمشکل اداکاری کرتی دو تین لوگوں سے ٹکراتی میز تک پہنچی ابھی اس نے صحیح طرح سے کھانے کی اشتہا انگیز خوشبو کو محسوس بھی نہ کیا تھا کہ اُسی کلون کی مہک نے اس پر غلبہ حاصل کر لیا

وہ کھانے کو ہاتھ بڑھانے لگی منہاج عزضحاک وہاں پہلے سے ہی موجود تھا اسکے ہر بڑھے ہاتھ پر کوئی نہ کوئی ڈش آگے کر دیتا

کون ہے یہاں ؟؟؟وہ آس پاس دیکھنے کی کوشش کرتی بولی

کیا تم میری موجودگی کو بھی محسوس کر لیتی ہو ؟؟؟وہ میز پر کہنیاں ٹِکائے اسکی گلاسز لگی آنکھوں پر نظریں جمائے پوچھ رہا تھا

اندھے ضرور ہیں مگر محسوسات رکھتے ہیں---وہ میز کا سہارا لے کر کھڑی ہو گئی---اس سے پہلے کہ منہاج اُسے کچھ کہتا وہ پلرز کو ٹٹولتی تیز تیز آگے بڑھ گئی---بہت مشکل تھا اُن چیزوں کی موجودگی کو فراموش کرنا جو نظر آ رہی ہوں---تقریباً بیس منٹ بعد مینجر نے اسے دوبارہ میز پر جانے کا کہا اور لنچ کرنے کا کہا تو وہ ناچار اُٹھ گئی

گیارہ سالوں میں پہلی بار نیلم کو سرو کیا آج ملکہ کو کر رہا ہوں---وہ میز پر پھر موجود تھا پلیٹ اسکے سامنے رکھتے اس میں سے ایگ نوڈلز نکالتے بولا

تت---تمہیں کس نے حق دیا ہمارا نام رکھنے کا؟؟؟ہم نیلم ہیں سنا تم نے---اور ہم تمھارا سرو کیا کھانا تمھارے منہ پر مارتے ہیں---اس نے پلیٹ کو ہاتھ سے پرے کھسکایا تو وہ میز سے نیچے جا گری

ہمارا پیچھا مت کرو--وہ غصے سے آگ بگولا ہو گئی---منہاج نے آس پاس لوگوں کو متوجہ دیکھا اور میز پر موجود فروٹ باسکٹ کو ہاتھ مارتا لمبے لمبے ڈگ بھرتا نکل گیا---باسکٹ گرنے پر وہ اُچھلی تھی

شام چار کا وقت تھا---جب اسکا بھوک سے برا حال ہونے لگا---چونکہ مینجر اسکی حقیقت جانتا تھا اُس نے اِسے کھانا کیلیے ایک میز پیش کی وہ ایگ نوڈلز کے ساتھ بھرپور انصاف کر رہی تھی جب منہاج پھر سے وہاں چلا آیا---اسے نظر تو آ گیا تھا وہ مگر فوراََ ردِ عمل ظاہر نہیں کر سکتی تھی---میجر عاص کو یہ سارا منظر اپنے لیپ ٹاپ کی اسکرین پر نظر آ رہا تھا

کیا جادو ہے جو شخص کسی کی ہلکی سی ناگواری نہیں برداشت کرتا کیپٹن نیلم کی اتنی انسلٹ کے باوجود بھی دو گھنٹے بعد پھر حاضر ہو گیا---کیپٹن حمزہ نے لقمہ دیا

کیپٹن نیلم جیسی لڑکی پر تو کوئی بھی فدا ہو سکتا ہے---حمزہ نے اسکرین پر نظر آتے اسکے حسین و دلکش چہرے کو دیکھتے سوچا

اسکی نظریں مسلسل کھانا کھاتی نیلم کے چہرے پر جمی تھیں---اسکا فطری غصہ عود کر آیا تھا---وہ حسین تھی تو اپنی حفاظت کرنا بھی جانتی تھی بچپن سے ایسے گھورنے والوں کو سیدھا کرتی آئی تھی اس نے را کے ایجنٹ کا منہ نوچ لیا تھا تو اس شخص کو کیسے بخش دیتی

نیلم نے ہاتھ میں تھاما کانٹا زور سے اسکی ناک پر مارا---وہ جو عنابی ہونٹوں پر ہلکا سا تبسم لیے اسے تیز تیز کھاتے دیکھ رہا تھا اس اچانک حملے پر سٹپٹا گیا---خون کی باریک سی لکیر اسکے ناک سے ہونٹوں تک بہہ گئی تھی

پہلے بغیر اجازت کے میری میز پر آبیٹھے اب مسلسل گھور رہے ہو---تمھارا مسئلہ کیا ہے کیوں ہمیں نوکری سے نکلوانے کے درپے ہو؟؟؟اب اگر تم ہمارے آس پاس بھی منڈلائے نا تو---تو ہم آنکھیں نکال دیں گے تمھاری---وہ دیکھ منہاج کے بائیں طرف رہی تھی مگر غصے سے اسے ہی مخاطب کیے بیٹھی تھی

اتناز بردست نشانا تو بینائی رکھنے والوں کا بھی نہیں ہوتا جتنا تمھارا ہے---وہ ٹشو پیپر سے خون صاف کرتا از حد سنجیدہ تھا

تت---تم ہمیں ا---اندھا کہہ رہے ہو؟؟؟وہ بے یقینی سے بولی

ایم سوری میرا وہ مطلب نہیں تھا ایکچوئلی---وہ وضاحت کرنے لگا

گو ٹو ہل!!!وہ کرسی دھکیل کر کھڑی ہو چکی تھی اسکی وجہ سے وہ تیسری بار بھی بھوکی جا رہی تھی ایم آز کو افسوس ہونے لگا

اب بہت کم ہی کوئی اوپر اپارٹمنٹ میں آتا تھا وہ لوگ احتیاط برتنے لگے تھے---اگر کوئی آتا بھی تو رات کے وقت---میجر عاص بھی رات ایک بجے اوپر آیا تھا

اسلام و علیکم!!!اس اندر داخل ہوتے سلام جھاڑا نیلم کے ساتھ والی خاتون ڈرائنگ روم میں سو رہی تھیں

وعلیکم اسلام آپ اس وقت کوئی کام تھا؟؟؟وہ شاور لے کر نکلی تھی سردی کی وجہ سے اسکے ہونٹ کپکپارہے تھے گیلے بال رُخساروں پر چپکے پڑے تھے پلکیں بھی تر تھیں---کوئی اور ہوتا اس وقت تو ایمان سے ڈگمگا جاتا مگر وہ اس دنیا کا واحد شخص تھا جسے اس چہرے کی خوبصورتی نہیں نظر آتی تھی کیوں کہ وہ اس چہرے کا ایک بھیانک روپ دیکھ چکا تھا

ہاں مجھے آپ کو آگے کی پلاننگ بتانی تھی آپ ہیئر ڈرائے کر کے آئیں میں کافی بناتا ہوں ویسے یہ کوئی وقت نہیں ہے باتھ لینے کا---اپنی کہہ کر وہ نکل گیا

جب تک اس نے کافی بنائی نیلم جیکٹ پہن کر گیلے بالوں کا ہی جوڑ کر کے باہر آگئی---وہ کافی مگ میز پر رکھ رہا تھا اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے اپنی کرسی بھی کھینچ لی

میجر عاص نے اسے آگے کی منصوبہ بندی بتانا شروع کی وہ خاموشی اور توجہ سے اسکی بات سننے لگی---پیٹر کو پتا ہے کہ منہاج کے خلاف ایک ایجنٹ مشن پر ہے اُسے ٹائیگر کہتے ہیں میں نہیں جانتا اُسے یہ کیسے پتا چلا مگر ایسے میں میرا منہاج کے سامنے جانا مشن

کیلیے خطرہ ثابت ہو سکتا ہے اسی Changings (تبدیلیاں) کی گئی ہیں---اس نے اپنی بات ختم کر کے لیے پلان میں

کافی کا گھونٹ بھرا نیلم نے بھی کافی مگ کو دونوں ہاتھوں سے تھام رکھا تھا جیکٹ کے بازو اسکے آدھے ہاتھ ڈھانپ رہے تھے یہ جیکٹ میجر عاص کی تھی---جو اس نے اسلام آباد میں اسے ٹھنڈ کے دوران دی تھی اور نیلم نے اب تک واپس نہیں کی تھی

آپ کو سب ٹائیگر کہتے ہیں آپ کے بابا نے یہی نام کیوں دیا آپ کو حالانکہ ایک تھا ٹائیگر دو ہزار بارہ میں تین سال پہلے ریلیز ہوئی ہے---وہ مسکرائی

ہاہاہا آپ کو کیا لگتا ہے میرے بابا ایسی فلموں سے امپریس ہوں گے تضاد پر مبنی جسکی حقیقت تلخ اور فکشن سحر انگیز محبت بھری--ہونہہ---اس نے منہ بگاڑا

آپ کو انڈین موویز نہیں پسند؟؟؟

موویز کی الگ بات ہے اور اِس مووی کی الگ--حقیقت تو یہ ہے یہ ایک تصوراتی کہانی پر مبنی فلم ہے جبکہ حقیقت میں ٹائیگر روندر کوشک تھا ایک محبِ وطن انسان جسے اپنے وطن سے بے انتہا محبت تھی وہ اس کے لیے کچھ کرنا چاہتا تھا مگر تھیڑ میں آگیا وہ ایک ہینڈ سم شخص تھا اسکی اداکاری بہت پسند کی جاتی تھی اکثر اسکے چاہنے والے اسے ونود کھنا بھی کہتے تھے لکھنؤ میں ایک تھیڑ پرفومنس میں وہ بھارت کی خفیہ ایجنسی را کی نظروں میں آگیا---اسے را کا ایجنٹ بننے کی آفر دی گئی اور دو سال ٹریننگ کے بعد پاکستان بھیجا گیا اس کو نبی احمد شاکر کا نام دیا گیا اِن شارٹ اُس نے یہاں آکر آئی ایس آئی میں شمولیت اختیار کی اور میجر کے رینک تک پہنچ گیا اس نے ہمارے ادارے کی بہت سی حساس معلومات بھارتی اداروں کی دی اور بلیک ٹائیگر کا خطاب حاصل کیا---وہ بہت شاطر انسان تھا اسکے سو روپ تھے ہر بار مختلف بھیس میں آتا اس نے کافی سال یہ کام کیا ایک بار را نے ایک ایجنٹ کو اس سے ملنے بھیجا جو آئی ایس آئی کے ہتھے چڑھ گیا اُس نے بلیک ٹائیگر کے بارے میں ساری حقیقت کھول دی---غور سی سنتی نیلم نے بے اختیار لمبا سا ہا کہا

پھر؟؟؟

پھر بھارت کی سنگدلی سامنے آئی جس نے ہمارے ادارے سمیت رونڈر کو بھی ہلا کر رکھ دیا بھارت نے رونڈر کی سالوں کی محنت اور قربانیوں کا صلہ یہ دیا کہ اُسے پہچاننے سے ہی انکار کر دیا اور کہا کہ پاکستان نے جاسوسی کا جھوٹا الزام لگایا ہے ہمارا اس شخص سے کوئی لین دین نہیں --- ہمارے ادارے نے اُس پر ہر قسم کا تشدد کیا جو دشمن پر کیا جاتا ہے مگر وہ بھارت کے خلاف کچھ نہ بولا اُسے سولہ سال قید میں رکھا گیا پھر اُسکی موت ہو گئی --- میجر عاص نے کافی کا گھونٹ بھرا

اصل میں بابا اُس سے بہت انسپائر تھے سولہ سال کی قید میں وہ ایک بار اپنے ملک کے خلاف نہیں بولا اصل بلیک ٹائیگر وہی تھا مگر بھارت نے اسکی لاش تک لینے سے انکار کر دیا اُسے آخری وقت میں اپنے وطن کی مٹی بھی نصیب نہیں ہوئی آہ یہ تھا بلیک ٹائیگر --- وہ کرسی کی پُشت سے ٹیک لگاتے بولا

کیا واقع ہی کسی کو اپنے ملک سے اتنی محبت ہو سکتی ہے ؟؟؟ نیلم حیران تھی اس نے شاکڈ ہوتے سوال کیا

کیوں نہیں ہو سکتی ؟؟؟ ہمارے فوجی ادارے ایسے لوگوں سے بھرے پڑے ہیں جنہوں نے سالوں غیر زمین پر گزارے ہیں وہاں کے ظلم و ستم سہے ہیں کسی کی زبان کاٹ دی گئی تو کسی کو لوہے کے گرم سلاخوں سے مارا گیا کسے کے ناخن کھینچ ڈالے تو کسی کی ٹانگ توڑ دی --- لاکھوں لوگ ہیں جن کے بل بوتے پر آج یہ زمین آباد ہے اگر یہ لوگ جان جائیں نا کہ ان کی پُر سکون راتوں کے پیچھے ہم وردی والوں کی کتنی دردناک چیخیں ہیں تو آپکی قسم یہ سو نہیں سکیں گے اگر یہ وہ کٹے سر دیکھ لیں جن کے عوض زمین کا یہ ٹکڑا (پاکستان) حاصل کیا تھا تو آنکھیں پتھرا جائیں گی انہیں کیا پتا کہ اس امن و سکون کے پیچھے کتنے یتیم ہوئے کتنی بیوہ ہوئیں انہیں کیا پتا کہ کتنوں کے جگر پھٹے کتنوں کے سہارے ٹوٹے, یہ کیا جانیں کہ زبان کاٹی جائے تو کتنا درد ہوتا ہے ؟؟؟

یہ کیا جانیں کہ لوہے کی گرم سلاخ جسم پر پڑے تو کیا اذیت ہوتی ہے ؟؟؟ بس انہیں یہ نظر آتا ہے کہ جی ڈی پی کا ایک خاص حصہ فوج پر خرچ ہوتا ہے بس !!! یہ نہیں نظر آتا کہ جب جب مارشل لاء نافذ ہوا تب تب پاکستان کی جی ڈی پی بڑھی

Democratic کے پاس شاید وہ جادو کی چھڑی نہیں ہے جس سے جی ڈی پی بڑھ جائے تاریخ گواہ ہے government

پاکستان کی عوام نے جب جب اپنے حکمران خود منتخب کیے ہیں تب تب گھاٹے میں رہے ہیں--- پاکستان کے وجود کے وقت ہمیں سات سو ملین ڈالر ہمارے حصے میں آئے جس میں سے صرف چار سو ملین ڈالر ہمیں دیے گئے جی ڈی پی کا ریٹ نہ ہونے کے برابر تھا پھر جنرل ایوب خان کے دور میں جی ڈی پی کا ریٹ تقریباً چھ تک آ گیا ضیاء الحق کے دور میں ہماری جی ڈی پی اور بڑھ گئی پھر جمہوری حکومت آئی اور جی ڈی پی گر گئی پھر جنرل مشرف کے دور میں پھر بڑھ گئی

اسی لیے تو جی ڈی پی ملیٹری گورنمنٹ بڑھاتی ہے کہ اسکا فوائدہ اُٹھائیں وہ--- نیلم نے طنزیہ کہا

ہونہہ یہی سُن منا چاہ رہا تھا میں --- شکر کریں کہ فوج مکمل طور پر جی ڈی پی پر انحصار نہیں کرتی ورنہ جو جی ڈی پی کے ریٹ جا رہے ہیں فوج کا تو اللہ حافظ ہو جاتا یہ آپ لوگ شور مچاتے ہیں بجٹ کھا گئی فوج, فوج بجٹ کھا گئی بجٹ پر نظر ڈالی ہے کبھی ؟؟؟ اس بجٹ میں سے ہم کیا کھائیں گے ؟؟؟ پاکستان کی فوج دنیا کی پانچویں پانچویں بڑی فوج اخراجات میں چھبیسویں نمبر پر ہے, آئٹمی میزائل بھی انہیں اخراجات میں آتے ہیں--- پاکستان کے دفاعی اخرجات ملکی کی مجموعی پیداوار کا صرف 2.8 پرسنٹ ہے جبکہ روس کا 3.9, اسرائیل کے

6.9,امریکہ کے 4.7 فیصد"میجر عاص نے تو اسکی بولتی ہی بند کر کے رکھ دی تھی وہ جو صاعقہ کے سامنے اتنی زبان چلاتی تھی حقائق اور دلائل کے ساتھ بات کرتے اس بندے کے سامنے چُپ تھی

ہمارے دفاعی اخراجات 6.8 ڈالر ہیں جبکہ بھارت جو ہم سے رقبے میں پانچ گنا بڑا ہے کہ پچاس ڈالر سے زیادہ ہیں پاکستان سے آٹھ گنا زیادہ مقابلہ بنتا ہے پھر ملٹری ہارڈ ویئر زکا؟؟؟ لیکن کر کے دیکھ لو بجٹ کے اتنے فرق کے باوجود ہارڈ ویئر زمیں معمولی سافرق ملے گا---روس کے اخراجات ستر ارب ڈالر, امریکہ کے چھ سو ڈالر سے زیادہ ہیں---میں نے جتنا آرمی کو جانا اُتنا آپ کو بتایا ایک اندازے کے مطابق یہی اخراجات ہیں باقی ہم کسی کی زبان نہیں پکڑ سکتے---لوگ معلومات رکھتے نہیں ہیں اور چڑھائی کر دیتے ہیں---آپ بھی انہیں لوگوں میں شمار ہیں---وہ تلخ ہوا

ایکچوئلی ہمیں مطالعہ پاکستان اتنی خاص پسند نہیں ہے---اس نے سنجیدگی کا تاثر زائل کرنے کو شرارتاً کہا

خیر یہ مطالعہ پاکستان سے نہیں رٹا میں نے---کافی بھی ٹھنڈی کر دی آپ نے میری---وہ جھنجھلایا

ہم نے تو نہیں کہا تھا بھاشن دیّ وہ بھی رات کے اس وقت---وہ بھی دوبدو بولی

کتنی بے مروت ہیں آپ---میں نے آپ کے لیے کافی بنائی کہ اس وقت شاور لینے پر آپ بیمار نہ ہو جائیں اور آپ نے کیا کیا بحث چھیڑ دی اور کافی ٹھنڈی کر دی---وہ شکایت کر رہا تھا

بالکل ایسے ہی ہیں ہم---یاد کریں چند دن پہلے بنائے کر دی تھی آپ کو مگر آپ بنا پیے چلے گئے اب ہماری توبہ جو آپ جیسے مغرور انسان کیلیے کچھ بنائیں---وہ ہاتھ سینے پر باندھے بیٹھی تھی---میجر عاص نے اسے بازو سے پکڑ کر کھینچا---وہ اس افتاد کیلیے قطعاً تیار نہ تھی اسکے سینے پر ہاتھ رکھتے سر ٹکرانے سے بچایا

آپ کے تو اچھے بھی بنائیں گے کافی---وہ اسے کچن میں گھسیٹ لایا تھا--- نیلم کو اب تک میجر عاص کا دل اپنی ہتھیلی میں دھڑکتا محسوس ہوا تھ اور وہ بے دل انسان شاید سچ مچ جذبوں سے عاری تھا

میں تین دن کیلیے مشن کے سلسلے میں کہیں جا رہا ہوں---وہ کافی بناتی نیلم کی طرف دیکھے بناء بولا کاؤنٹر سے کمر ٹکائے سینے پر ہاتھ باندھے سامنے والی دیوار کو دیکھ رہا تھا

آپ سنبھال لیں گی نا سب ؟؟؟اس نے نیلم کی جانب دیکھا جو مگ ایک ہاتھ میں تھامے دوسرے میں چمچ پکڑے اسے دیکھ رہی تھی

کیوں جا رہے ہیں آپ ؟؟؟

فارسی تو نہیں بول رہا مشن کیلیے ہی جا رہا ہوں

آپ نے پکچرز بھی لا کر نہیں دیں

آئی ایم سوری میں بزی تھا

آپ نے پرامس کیا تھا---وہ اسکا وعدہ یاد دلاتے مگ میں دیکھنے لگی

رہنے دیں کافی---وہ تیزی سے کچن سے نکل گیا

کیوں ؟؟؟وہ اسکے پیچھے آئی

دل نہیں چاہ رہا---وہ بغیر رُکے بغیر مڑے بولا--- نیلم لانج میں ہی کھڑی رہ گئی

عجب صوتحال ہوتی جا رہی ہے

رات کے بعد رات ہوتی جا رہی ہے

وہ تو آج بھی مکمل ہے پتھر کی طرح

ریزہ ریزہ تو میری ذات ہوتی جا رہی ہے

اگلے دن وہ پھر ریسٹورینٹ میں موجود تھی---منہاج عز ضحاک کل کی ہی طرح لنچ ٹائم پر پھر حاضر ہو گیا تھا--وہ مسلسل اسے نظروں کے حصار میں لیے ہوئے تھا نیلم کو کوفت ہونے لگی

سنو ملکہ میرے ساتھ لنچ کرو گی---وہ بل والی ڈائری لے کر واپس آ رہی تھی جب اس نے راستے میں آتے انتہائی دلنشین لہجے میں آفر کی

ہم لعنت بھیجتے ہیں تم پر اور تمہاری آفر پر ہمارے راستے مین مت آیا کرو کتنی بار کہیں تم سے؟؟؟وہ دبے دبے لہجے میں چلائی

جتنی بار تمھارا دل کرے ملکہ---وہ ہنسا اسکے دانت چمک اُٹھے

ہمیں تنگ مت کرو ہمارے لیے پرابلمز کھڑی مت کرو ہم پہلے ہی بہت مشکل میں ہیں---ہماری نوکری چلی جائے گی تمہاری وجہ سے---اب کی بار نیلم کے لہجے میں التجا تھی

تمہیں بالکل تنگ نہیں کروں گا بس ایک بات مان لو---وہ دو قدم آگے بڑھا

کیا؟؟؟ڈائری پر نیلم کی گرفت مضبوط ہو گئی

لنچ پر چلو میرے ساتھ ---اس نے نیلم کے ہاتھ سے ڈائری جھپٹ لی

یہ کیا بد تمیزی ہے ؟؟؟وہ اپنے اندازے کے مطابق ڈائری لینے کو لپکی

آں ہاں --- منہاج نے اسکا ہاتھ ہٹایا

تمہیں اپنی نوکری نہیں گنوانی تا مان جاؤ ورنہ میں یہ ڈائری بھی لے کر جا رہا ہوں ---وہ دھمکی دے رہا تھا

ہہ --- ہم چلتے ہیں تمہارے ساتھ ---وہ ہکلائی

مائی ملکہ !!!وہ مسکرایا

آدھے گھنٹے بعد منہاج عزضحاک کی پراڈو ایم آزپلازہ کے گیٹ پر رُکی --- نیلم ایسے ہی بیٹھی رہی جیسے یہ اونچا عالیشان محل سچ میں نہ نظر آیا ہو

کیپٹن نیلم آپ کو منہاج کے ساتھ نہیں جانا چاہیے تھا کم از کم میری غیر موجودگی میں تو بالکل نہیں ---وہ سخت غصے میں بپھرا بول رہا تھا ائیر پیس میں اسکی غراہٹ صاف سنائی دے رہی تھی

ابھی مجھے گئے ایک دن نہیں ہوا اپنی مرضی سے تفریح کرنے نکل پڑیں اُس درندے وحشی کے ساتھ --- میں بکواس کرتا ہوں میری بات تو آپ کو سمجھ میں نہیں آتی ---وہ مسلسل بول رہا تھا اسکے ساتھیوں میں سے ایک نے یہ خبر نیلم کو دی تھی تبھی اُس نے لیپ ٹاپ کھول کر اسکی لوکیشن دیکھی تھی

آؤ ملکہ !!!منہاج نے اسکی جانب کا دروازہ کھولتے کہا

جاؤاب اور واپس مت آنا!!!دوسری جانب وہ غصے سے بولا تو ضبط کرتی نیلم نے اپنے ہونٹ بھینچ لیے---

منہاج نے اسکا نرم ملائم ہاتھ پکڑ کر باہر آنے میں مدد دی

ہاتھ چھڑاؤ اپنا!!!وہ کیمرے میں سب دیکھ رہا تھا جو اسکی واچ پر لگا تھا درشتگی سے بولا

وہ ہمیں اندھا سمجھتا ہے---نیلم نے دل میں اسے جواب دیا

ہم چل لیں گے---وہ ہاتھ چھڑاتی بولی

کم آن مجھے اپنا انسٹرکٹر سمجھ لو---اس نے پھر نیلم کا ہاتھ پھر سے اپنی گرفت میں جکڑ لیا--نیلم شش وپنج میں پڑ گئی

اسے ڈائننگ ہال تک وہ ساتھ لایا تھا---ایک چیئر گھسیٹ کر اسے کندھوں سے تھامتے بٹھایا تو نیلم کو اسکے لمس نے کپکپانے پر مجبور کر دیا خوف کی ایک لہر اسکی روح تک میں سرائیت کر گئی اس لمس نے کیا کیا نہیں یاد کروادیا تھا کون کون سے خواب حقیقت ہونے جارہے تھے وہ اب سمجھ رہی تھی اس نے بے اختیار جھرجھری لی

منہاج خود بھی کرسی گھسیٹ کر اسکے سامنے بیٹھ گیا

سروکرو---اس نے سرد آواز میں ویٹر کو حکم دیا

کیا لیں گی میم آپ ؟؟؟

کک---کچھ نہیں---وہ گھبرائی آواز میں بولی

پاستا کھاؤ گی ملکہ ؟؟؟

پاستا دو---اسکے جواب کا انتظار کیے بغیر حکم دیا گیا

ریلیکس ہو کر کھالو چند باتیں کرنی ہیں تم سے پھر چھوڑ آؤں گا--- مجھ پر بھروسہ رکھو---آخری جملہ نیلم کو تیر کی مانند لگا تھا

تم پر بھروسہ کرنے سے اچھا بندہ زہر نگل لے---دل میں سوچا اور اللہ کا نام لے کر کھانا شروع کیا وہ خاموشی سے کھاتا رہا--اسے بھی گاہے بگاہے دیکھ لیتا--- نیپکن سے ہاتھ صاف کر کے اس نے نیلم کی پلیٹ میں جھانکا جس میں چند لقمے باقی تھے

میں انتظار کر رہا ہوں---اسکی سنجیدہ آواز پر اس نے مزید دو منٹ لگائے تھے پلیٹ ختم کرنے میں

تمہاری نظر کیسے گئی؟؟؟ مجھے بس یہ جاننا ہے---اسکے چہرے پر بلا کی سنجیدگی رقم تھی

یہ جان لینے کے بعد تمہیں ہمیں تنگ نہیں کرو گے---اس نے فیصلہ سنایا

بالکل---وہ متفق تھا اسکے فیصلے سے

ہم نے ایک آدمی کو یونیورسٹی میں منشیات بیچتے دیکھ لیا تھا اُس نے ہمیں اغواء کر لیا وہاں سے بھاگنے کے چکر میں ہم ایک غلط گاڑی میں بیٹھ گئے وہ گاڑی ایک بڑے سے پلازہ میں جا کر رُکی اور ہم ایک قید سے نکل کر دوسری میں پہنچ گئے ایک رات ہم وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے مگر گارڈز کو پتا لگ گیا تھا شاید ہم اندھا دُھند سڑک پر بھاگ رہے تھے کہ سامنے سے آتی گاڑی سے ٹکرا گئے اُس کار نے ہمیں جانے کتنے فٹ دور پھینکا تھا-- پھر جب ہم ہوش میں آئے تو پتا چلا کہ ہماری زندگی اندھیر ہو گئی ہے اب کبھی ہمیں رنگ نظر نہیں آئے دنیا اب نظر نہیں آتی بس محسوس ہوتی ہے اور کئی بار بہت بری محسوس ہوتی ہے بہت زیادہ بری---

اسکے جذباتی انداز پر منہاج کو بے حد شرمندگی اور ندامت محسوس ہوئی

اُسے لگتا تھاہم نے اُسکے ہیرے چوری کیے ہیں بہت قیمتی تھے وہ جسکا بدلہ اُس نے ہماری آنکھوں کی روشنی چھین کر لے لیا---اس کے آنسو بھل بھل بہہ رہے تھے

ایسا نہیں ہے---میرا مطلب اِس میں---

چپ ہو جاؤ اگر تم نے اُس شخص کی حمایت میں ایک لفظ بھی کہا تو جان لے لیں گے ہم تمھاری---وہی ذمہ دار ہے ہماری بے رنگ پھیکی اذیت ناک زندگی کا صرف وہی---وہ چلا رہی تھی آخر میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی

یہ لو پانی پیو--اس نے پانی نیلم کی جانب بڑھایا-- وہ ہچکیاں لیتی پانی پی رہی تھی

منہاج اسکے سر پر کھڑا تھا

تمھاری فیملی کدھر ہے؟؟؟اس نے سرسری انداز میں پوچھا

ہمارا ایک ہی بھائی تھا اُس نے شادی کرلی اور ہمیں کالج ہاسٹل میں ڈال دیا---اسکے بعد اُسے کبھی یاد نہیں آیا کہ اُسکی کوئی بہن بھی ہے جی رہی ہے کہ مر گئی---مگر تم ہم سے یہ سب کیوں پوچھ رہے ہو؟؟؟جذبات کی رو میں بہہ کر بولتی وہ آخر میں غصہ ہوئی

ہمارے ہمدرد بن رہے ہو--تم اگر یہ سوچ رہے ہو کہ ہمیں ٹریپ کرلو گے تو جان لو آنکھوں سے اندھے ضرور ہیں لیکن کمزور نہیں اچھے اچھوں کے دماغ ٹھکانے لگا دیتے ہیں سمجھے تم---وہ غصے میں بول رہی تھی ہلکا ہلکا خوف بھی اسکے لہجے میں تھا جو منہاج سے

چھپا نہ رہ سکا--اسکے عنابی ہونٹ مسکرا دیے

میں تمھاری بات سے مکمل اتفاق کرتا ہوں---وہ اسکی کرسی کی بیک پر ہاتھ رکھے ہلکے سے اسکی جانب جھکتا بولا

دور رہو ہم سے---وہ چلائی

جو حکم ملکہ---وہ ہنس رہا تھا

ہمیں جانا ہے اب---وہ میز پر ہاتھ رکھے ٹٹولتے ہوئے کھڑی ہو گئی تھی

****

پاکستان نیول فورسز کی ایک ٹیم بھی اب ان کے مشن کا پارٹ بن چکی تھی---آئی ایس آئی کا کام جاسوسی کرنا ہے صرف معلومات اکٹھی کر کے پہنچانا وہی M2 ٹیم کر رہی تھی انہوں نے رپورٹ آئی ایس آئی کے ہیڈکوارٹر بھیج دی تھی جہاں ایک بڑی میٹنگ میں تینوں فورسز کے سربراہ اور اونچے عہدیدران شامل تھے جسکے تحت یہ طے پایا کہ میورک نے چند بحری راستوں پر کام کرنے والے پاکستانی افراد کو ورغلایا ہے اور غیر قانونی طریقے سے اسلحہ لے جایا اور لے کر آیا جاتا ہے رپورٹ میں ان تمام راستوں کا حوالہ موجود تھا جسکی بناء پر نیوی کی مدد درکار تھی آگے کا کام نیول فورسز کا تھا کہ کن راستوں پر کیسے اسمگلنگ ہو رہی ہے اور اسے کیسے روکنا ہے

M2 ٹیم نے اپنی کارکردگی سے اپنا آپ منوالیا تھا میجر عاص بھی اس میٹنگ کا اہم کارکن تھا---

اب انہیں میورک کو ایک اسمگلر کے طور پر نہیں بلکہ ایک جاسوس کے طور پر پکڑنا تھا

ایڈمائیرل (چیف آف نیول سٹاف)، وائس ایڈمائیرل اور مشن میں مدد کیلیے دو لیفٹینینٹ کمانڈر اور مِڈ شپ مین تھے---سفید یونیفام کے کاندھوں پر ان کی پوسٹ کے مطابق بیجِز لگے تھے---میجر عاص عالم بھی مکمل یونیفارم میں موجود تھا جسکے بیج پر اسکے عہدے کے مطابق چاند ستارہ چمک رہا تھا---فوجی کٹ بال اور چہرے کی سنجیدگی نے اسکی شخصیت کو مزید پُرکشش بنادیا تھا شاید ہی ان میں سے کوئی ایسا ہو جو اسے ٹائیگر کے نام سے نہ جانتا ہو---وہ سب جانتے تھے کہ ماضی میں کرنل کا بیٹا ہونے کا کتنا بڑا قرض چکایا تھا اس نے---وہ تصاویریں آج بھی بری، بحری فوج کو یاد تھیں جس میں عاص عالم پر تشدد کی انتہا کردی تھی اُن تصاویر پر تو انسانیت بھی شرمسار تھی---بلیک سٹار کی گرفتاری میں سب سے بڑی قربانی میجر عاص اور کرنل شہیر عالم کی تھی

سر عابد کو آئی ایس آئی کے حوالے ہی کردیا جائے ہم اُس سے اپنے طریقے سے باقی معلومات حاصل کرلیں گے---میجر عاص نے ڈائریکٹر جنرل کے خاموش ہونے پر اپنا مدعا بیان کیا

کیوں نہیں جیسا تم مناسب سمجھو---انہوں نے اسے کھلی اجازت دی

شکریہ سر!!!

دوسری میٹنگ شام میں چار بجے ہوگی تب تک آپکی دوسری ٹیم آجائے گی میجر عاص؟؟؟

یس سر بس وہ سب پہنچنے والے ہیں---اس نے ہاتھ میں پہنی گھڑی دیکھے

ڈیٹس گڈ!!!

****

سے بیزاری ---لگا کرنے وائبریٹ سیل اسکا کہ تھی ہی ہوئی داخل میں اپارٹمنٹ وہ ابھی
تھا رہا جگمگا نمبر انجانا ایک جہاں دیکھی اسکرین کی سیل

پوچھا میں انداز محتاط نے اس کون؟؟؟ ہیلو

آیا جواب میں آواز گھمبیر سے جانب دوسری ---ضحاک عز منہاج

گیا پوچھا میں لہجے کھردرے تو؟؟؟

کیا بیان مدعا صاف---ہوں چاہتا کرنا بات سے تم میں کہ یہ تو

گئی چھوڑ جملہ ادھورا دانستاً وہ ---حرکتیں اور والا شریفوں اتنا نام ---ہو وہی تم تو اوہ

کو سننے جملہ پورا ہوا بےچین وہ حرکتیں؟؟؟ اور

بھڑکی وہ ---جیسی موالیوں غنڈوں ,بدمعاشوں حرکتیں اور

تھا ہورہا محظوظ سے باتوں اسکی وہ ---ملکہ ہے کب دیکھائی بدمعاشی نے میں ابھی ہاہاہاہا

دلایا یاد نے اس --گے کرو نہیں پیچھا ہمارا تم تھا کیا وعدہ نے تم

لگی میں فریم براجمان پر کرسی موجود پر ٹیبل اسٹڈی اپنی میں پلازہ آز ایم ---تھا کیا بالکل
تھا رہا بول دیکھتا جانب کی تصویر اسکی

ہو؟؟؟ پڑگئے پیچھے کیوں پھر تو

تھا کیا منع سے کرنے پیچھا نے تم ہے ہوتا فرق بڑا میں پڑنے پیچھے اور کرنے پیچھا دیکھو بولا لکھتے نام اپنا سے شہادت انگشت پر تصویر اسکی وہ ---نہیں سے پڑنے پیچھے

پیسے دانت نے نیلم ---تھا کیا منع بھی سے کرنے تنگ نے میں

تھیں ختم پر اس حدیں تمام کی ڈھٹائی ہوں؟؟؟ کررہا تنگ کب میں تو

ہے؟؟؟ کیا سب یہ تو

سب؟؟؟ کیا

---باتیں سیدھی اُلٹی یہ کال یہ

تھا کرتا دیا دبا میں موجودگی غیر اسکی وہ کو جذبوں جن ---آیا جواب لفظی یک !!!محبت شخص یہ میں تھامنے لگام کی جذبوں تھے لگے بہنے سے سری شوریدہ ہی آتے سامنے اسکے ثبوت اسکا ہوتی پُرزور ہی اُتنی بھی نفرت ہوتی افزا شدت جتنی محبت اسکی تھا رہا ناکام ہمیشہ انسان کیلیے انتقام اُسکے کہ اسے تھی محبت اتنی سے بہن اپنی تھا ملتا ہی سے شخصیت اسکی تو داخل میں حد کی جنون نفرت یا ہو محبت کہ ہیں کہتے لیے اسی ---تھا گیا بن درندہ سے ہوتا نہیں حاصل کچھ سوا کے بربادی اور تباہی تو ہوجائے

لگ کانپنے ٹانگیں اسکی کیوں پتانہیں کے سُن سے منہ کے منہاج لفظ یہ نگلا تھوک نے نیلم کیا تر سے زبان کو لبوں ہوتے خشک نے اس -- تھیں پڑی

آئی آواز بھاری بوجھل سے جذبوں سے اسپیکر !!!سنو

کردی ڈسکنیکٹ کال نے نیلم

---تھیں چکی بھیگ تک ہتھیلیاں کی صاف نمی آئی پر ماتھے اُچھالا پر بیڈ فون سیل آکر اندر

تھے رہے تپ رخسار

ہے؟؟؟ ہورہا کیا ہمیں یہ

"قصيدة لک فيني قلب دقة كل"

لگا چھانے پر حواسوں اسکے خواب آیا پہلے بہت کوئی

****

فوجی پر نشستوں اپنی سب تھی موجود ٹیم والی بلوچستان کی عاص میجر اب میں روم میٹنگ کرنے کو کام لگے ذمے اپنے شخص ہر موجود پر میز ---تھے بیٹھے کیے تن زیب وردیوں تھا بیٹھا کیے مجتمع ہمت اور حوصلہ بلند کیلیے

سے اس گے جائیں کیے شامل فوجی لاکھ ایک میں جس گا جائے کیا آپریشن میں بلوچستان بن بہروپیہ فوجی پچاس گی ہوجائے پیدا ہلچل میں ان ہیں بیٹھے لگائے اڈے جو کہ یہ ہوگا لیں جیت بھروسہ کا تنظیموں دشمن بڑی اور بلوچ امداد گے جائیں گھس میں اڈوں ان کر زیادہ سے زیادہ پر ان وہ تاکہ ہوگا کرنا کام خلاف کے ساتھیوں ہی اپنے میں اس گے کونسی سے پاکستان اور ہے؟؟؟ کون بلوچ امداد کہ ہے کرنا معلوم ہمیں کرسکیں بھروسہ لیڈر کے sub mission اس عالم عاص میجر اور شاہ زاکر کرنل ---ہے رہا نبھا دشمنی گزارا گوش کے سب ان منصوبہ نے آئی ایس آئی جنرل ڈائریکٹر ----گے ہوں

کی پروجیکٹر پر شیٹ وائٹ جہاں ہوگئے کھڑے کر جا پاس کے دیوار پیچھے اور اُٹھے پھر سمجھانے عمل لائحہ کا آگے انہیں وہ کر لے مارکر بلیک ایک میں ہاتھ تھیں رہی پڑ سلائڈز تھا دینا انجام میں دن دو کل انہیں سب یہ لگے

تمہارا ذکر کروں

تو میں رگ شہہ

کا خدا شکر کروں

تو میں نس نس

رہنا صدا

باد زندہ پاکستان

Good AfterNoon!!!

اُبھری آواز وہی قریب کے کان اسکے جب تھی کررہی ویٹ کا آرڈر شاید کھڑی پر کاؤنٹر وہ زبان عجیب بھی وہ تھی آرہی سنتی میں خوابوں اپنے صرف سے سالوں پانچ چار پچھلے وہ جسے اُدھر ادھر کر گھوم نے اس بھی پھر ہے کھڑا جانب دائیں وہ کہ تھا معلوم اسے ---میں ہے لڑکی نابینا ایک وہ کہ تھا دلانا تو بھی یقین اسے دیکھا

ہوا آکھڑا سامنے اسکے وہ --میں ہوں یہاں

لگائی آواز نے لڑکے والے کاؤنٹر سے پیچھے ---آرڈر

لیا تھام بازو اسکا نے منہاج جب لگی پلٹنے نیلم

گیا لے ساتھ گھسیٹتے ساتھ اسے وہ ---گا جائے لے اور کوئی

پڑی چیخ وہ ---ہو رہے اُٹھا مت فائدہ ناجائز کا کمزوری ہماری تم ----تت

ہوتے قریب اسکے وہ ---لے جاؤں کر اُٹھا بھی تمہیں کھڑے کھڑے ابھی تو نا چاہوں میں بولا کرتا چیلنج سے سنجیدگی کی بلا

نہیں کو پوچھنے پیچھے آگے ہمارا کوئی کہ تمہیں کہ ہے گیا لگ جو پتا کروگے یہی تم اب ہاں روتے تھا لیا سا مروڑ ہونٹ نچلا اسنے ---لگی رونے وہ ---ہے لیا سمجھ مال کا مفت ہے میں قوت ماروائی انجانی کسی آپ اپنا کو منہاج کہ وہ تھی رہی لگ پیاری قدر اس ---ہوئے وہ جیسے تھا رہا لگ ایسا یا ہے انسان سا عام ایک وہ کہ تھا رہا لگ اسے ---ہوا محسوس جکڑتا دیوانہ کا شاعری عربی وہی کھیلتا میں گلیوں کی سعودیہ کہیں وہیں ہے جاچکا پیچھے سال بہت لڑکا

جلدی تو جائے سنائی نہ موت سزائے کرکے عائد دو سو تین دفعہ پر تم کہ ہو چاہتی تم اگر میں ہاتھ اسکے کر نکال رومال سے جیب کی کوٹ نے منہاج ---لو یہ کرو صاف آنسو سے تھمایا

بولی بسورتی منہ کرتی صاف گال وہ لگی؟؟؟ ہونے موت سزائے کیوں ہمیں

ہارٹ بھی کو انسان جان سخت ایک کہ لگے حسین اتنی ہوئے روتے لڑکی کوئی ہے ظاہر کیا واضح نے اس ---نا ہے بنتی تو موت سزائے تو آجائے اٹیک

ٹھہرگئی بولتے بولتے کچھ وہ ---- کتنے اُف

جملے ادھورے ---پسند نہیں چیزیں ادھوری مجھے یار کرو چھوڑا مت ادھورے جملے یہ
بےبس کتنا تھا لگا کُھلنے پر اِس وہ ---ہیں دیتے تکلیف بڑی انسان ادھورے کہانیاں ادھوری
مکمل اسے کر جکڑ میں سحر اپنے اسے جو تھی رہی لگ ساحرہ وہ اسے بےخود کتنا تھا ہورہا
تھی کررہی بےبس پر طور

بھی کہانی کی انسان اُس اور انسان ایک تھا رہنا ادھورا ہمیشہ جملہ ایک کہ تھا پتا کیا اسے
تھا ہونا آغاز کا تکلیف تو ابھی تھی رہنی ادھوری

ہتھیار جنگ اور ہے جاتی لڑی سے جذبات محبت ہے حماقت نہایت لڑنا اکٹھے جنگ اور محبت
-ہے ہوجاتی حاوی پر نزاکت ہمیشہ سختی اور سخت ہتھیار اور ہیں ہوتے نازک جذبے ---سے
کہ تھا یہ دیکھنا ---تھا چکا دھر قدم طوفان کا جذبات اب میں میدان اس کے جنگ --
ہے؟؟؟ کون طاقتور

ہے مڑجاتا پر رُخ کے ہواؤں یا ہے لیتا میں لپیٹ اپنی کو میدان اس طوفان یہ

گلی گلی گھر گھر تھا پڑرہا چھاپہ کا فوج جگہ ہر تھا کردیا اسٹارٹ آپریشن نے فوج میں بلوچستان
بلوچستان چونکہ مگر تھا بھی حصہ کا مشن سے طرح ایک تو آپریشن یہ تھی ماری چھان
---تھا صوبہ بڑا سے سب کا پاکستان سے لحاظ کے رقبے مشتمل پر رقبے کلومیٹر 347190
بیٹھے لگائے گھات دشمن جگہ ہر ہے جارہا بڑھتا سلسلہ کا کاروائیوں تخریبی پر یہاں لیے اس

کامیابی بڑی بہت کو فوج میں نتیجے کے آپریشن اس ---بھڑکادیں شعلے اور ملے موقع کہ تھے افراد سے بہت ---ہو گیا کردیا پاک سے دشمنوں کو بلوچستان کہ تھا رہا لگ ایسا تھی ملی صرف مقصد کا ٹیم کی عاص میجر تھی لگی ہاتھ کے ان بھرمار کی اسلحے تھے گئے پکڑے تھے کررہے پورا سے اسلوبی خوش کو کام اپنے وہ اور تھا کرنا گائیڈ

ٹرکوں ---ہے رہا نکل بھی تنظیم پورا ہمارا نکلو لوگ تم ہے رہی مار چھاپے فوج ماڑا ارے آگاہ انہیں ملبوس میں قمیض شلوار اور مونچھ داڑھی ایک سے میں لوگوں پھندے لدے می دیکھنے سے حیرت کو ان گروہ بڑے ایک یہ والا پھیلانے بدامنی میں بلوچستان یہ بولا کرتا ---لگا

---لگی چھلکنے چائے سے پیالے کے مٹی ---دھاڑا بلوچ امداد ہو؟؟؟ کررہے بکواس کیا پڑے جل شعلے میں آنکھوں

اسلحہ اپنا ہم فوج کررہی آپریشن خلاف کے لوگ ہم کہ ہے رہا بتا تمہیں تو ہم تمہارا مرضی کو سب ہم تو گئے پکڑے تم---پڑو چل بھی لوگ تم پڑے نکل کر لے گولیاں ,بارود اور بولا کر جھنجھلا وہ ---گے (پھنساؤ) پھساؤ

ایک تھا ہوچکا کھڑا تھامے بندوقیں اپنی گروہ پورا کا بلوچ امداد کریں؟؟؟ کیسے یقین تمہارا ہم کے جن جائے کپکپا ہی کر دیکھ چہرے دہشتناک اتنے اور اسلحہ اتنا وقت اس انسان عام تھی رہی بچھا جال سے دھڑلے فوج سامنے

---کلک تو ہے کرنا کو تم ماڑا

ٹھاہ!!!

ٹھاہ!!!

ٹھاہ!!!

دی ہونے نہیں پوری بات اسکی نے آواز کی گولیوں

لگا کرنے تیاری کی بھاگنے بجائے کے کرنے مکمل جملہ اپنا وہ ---چلا ٹرک بابو اے نکلو

تھے ہوسکے سوار میں ٹرکوں ہی افراد پندرہ چودہ کے بلوچ امداد ---گے چلیں بھی ہم رکو

جارہی آتی قریب گاڑیاں کی فوج ---تھے سکے رکھ ہی بیلٹ بولٹ اور بندوقیں چند اور

ریگستانی تھا نہ چارہ کوئی اور سوا کے کرنے جنگ لیے کے ان تھے گئے رہ جو باقی تھیں

نے آگ ---تھے لگے بھڑکنے شعلے ---تھا اُٹھا گونج سے آواز کی گولیوں بھر پل علاقہ

لوگ کم کہ تھی ملی اطلاع کو ان تھا کیا شروع لینا میں لپیٹ کو چھتوں کی بورے سے تیزی

کیا نہیں انکار بھی سے طاقت کی ان اور تھے زیادہ سے افراد بیس یہاں مگر ہیں گئے رہ

پڑے کود میں میدان کو دینے انجام خدمات اپنی بھی حمزہ کیپٹن اور عاص میجر ---تھا جاسکتا

سے ٹاپ لیپ اور پیس ائیر اندر وہ اور تھے رہے لڑ میں میدان ساتھی کے اس تھے

تھا نہیں گوارہ کو غیرت اسکی کرتا کنڑول جنگ

ہلایا سر میں نفی کر دیکھ اسے نے زاکر کرنل تو اُترا نیچے سے جیپ کھڑی دور وہ جب

arm gun نے اس ---ہوگا جانا مجھے آجاتے نہیں فوجی اور تک جب سر سوری
اُٹھائی کلاشینکوف نے اس کر ڈال میں ان 9mm pistols دو تھا رکھا پہن hostler
تھا واضح بہت بدن کسرتی اسکا میں جینز ڈارک اور شرٹ وائٹ تھا میں ڈریسنگ سولین وہ

کیا رابطہ ذریعے کے وائرلیس نے شاہ زاکر کرنل ہیں؟؟؟ کہاں فوج باقی ہے جاچکا ٹائیگر

ہے گئی پڑ مشکل بھی کو عوام سے وجہ ہماری ہے کردیا اٹیک نے افرار آٹھ سات یہاں سر
-سر ہے رکھا بنا نشانہ کو بچوں اور خواتین نے انھوں ہیں کررہے کاروائی جوابی پوری ہم سر
کرتے منقطع رابطہ نے کرنل ---بتائی صورتحال نے سجاد میجر سے جانب دوسری --
کروایا انتظام کا سروس ایمبولینس

مارے مخالف سے بہت تھا شامل میں کاروائی جوابی ساتھ کے فوجیوں باقی بھی عاص میجر
مخالف ایک ---تھیں لگی بھی گولیاں کو چند تھی ہوئی زخمی بھی والے وردی کچھ تھے گئے
بچالیا سے گھسنے میں پیٹھ کو گولے کھاتے بازی قلا نے عاص میجر تو کیا وار سے پیچھے نے
مخالف نے اس کر نکال پسٹلز دونوں سے ہوسٹلر گن آرم ---تھی جاگری دور گن اسکی مگر
لیتا چلا ساتھ ایک سے ہاتھوں دونوں 9mm pistols وہ تھا دیا نہیں موقع کا سنبھلنے کو
بھی کو عاص میجر تھے آچکے تک تب بھی فوجی اور تھی چلی اور منٹ پندرہ جنگ یہ ---تھا
نہیں کردار کا مووی کسی تھا انسان وہ کیونکہ تھے آئے زخم چند

تھا ہوگیا مکمل بھی حصہ یہ کا مشن کے ان میں دن دو بالاآخر

مسیج وائز نے اس بیٹھے میں روم آفس ---کیا مِس بہت بھر رات تمہیں نے میں ملکہ
-- تھی بکھری خوشبو کی کلون اسکے سو ہر میں روم آفس فرنشڈ ویل کیا سینٹڈ

سکتی نہیں دیکھ وہ کیونکہ تھا آیا ہی مسیج وائز بھی اُسکا سے آگے ہو؟؟؟ کررہے بکواس کیا
تھی

تھی ملائی کال فوراً نے اس ---اُسکی لیتا کھینچ زبان تو کرتا استعمال لفظ ایسے اور کوئی

وہ ---رکھو سنبھال کیلیے اور کسی ڈراوے یہ اور رکھنا یاد بات یہ سے تم ہم ہیں نہیں ڈرتے
بولی کر اکڑ

تھا چکا لگا ٹیک سے بیک کی کرسی رکھتے ہاتھ پر دل وہ---لوگی لے جان میری تم دن کسی

بولی میں انداز پراسرار وہ ---گی لوں ہی لے میں تو وہ

کہ تھی سکتی نہیں بھی سوچ وہ ---نہیں کی کام کسی میرے اب جان یہ جاؤ لے آجاؤ پھر
پرسنیلٹی اسکی کام اسکے ہے ہوسکتا دلکش اور رومینٹک اتنا اسمگلر ,دہشتگرد سالہ بتیس اکتیس
پڑھے کردار فُل پاور اور ہینڈسم اتنے میں کہانیوں فلموں تک آج تھے دیتے نہیں ساتھ کا
,اریج کیپٹن ,بشرہ میم ,عاص میجر تھی عجب ہی دنیا وہ تھی کھڑی جہاں وہ آج مگر تھے

کردار کا منہاج ---چاہے دل کا بننے جیسا ان بےاختیار کہ کردار بہادر اور مضبوط ایسے منزہ
کے عمر وہ ورنہ تھی روکتی سے ہونے متاثر سے اِس کو نیلم چیز یہی تھا منفی نہیں مضبوط
بہت مرد مضبوط انہیں ہیں ہوجاتی متاثر جلد بہت لڑکیاں میں اِس تھی میں حصے جس

کی شخص کردار مضبوط ایک کی مرکت ہی پہلے جو لڑکی جیسے نیلم اور ہیں کرتے اٹریکٹ
اُسی صرف پر دل روح اپنی تھی چکی کر نام کے اُس آپ اپنا ہی پہلے بہت تو وہ تھی متلاشی
تھی مشکل پڑنا بھی پرچھائی کی شخص اور کسی پر اس اب تھی چکی ڈال چھاپ کی

بولا دوبارہ وہ پر خاموشی لمبی اتنی ہو؟؟؟ آرہی ہوا کیا

بولی کر جل وہ ---ہے نہیں خالی خانہ کا اوپر میرا

دھونس تھی گئی کی فرمائش سے وہاں ---ہو خالی خانہ کا دل بس دین لین کیا میرا سے اُس
خواہش بھری

---دی کاٹ کال نے نیلم

اس ---ہو کرتے بات کی خانے ایک تم اور ہے گیا بیٹھ کر جما قبضہ وہ میں دل پورے
رکھا ہاتھ پر مقام کے دل نے

نے کسی محبت اتنی میں دنیا ---زیادہ بہت ---سے عاص میجر ہم ہیں کرتے محبت بہت
آپ بس---عاص میجر ہے کرتی سے آپ ابرار نیلم جتنی سے محبوب اپنے ہوگی کی نہیں
ہیں چاہتے لے جانا میں دنیا اپنی ساتھ اپنے کو آپ ہم ---آپ صرف---ہمیں ہیں چاہیے
بھی امتحان یہ گے جائیں کر ----گے جائیں گزر سے دنیا بھری اذیت کی آپ لیے کے اس
پاس!!!

تم ہے چکھا گڑ کا محبت

ہوگا پینا بھی زہر اسکا اب

گا چاٹے دیمک کا محبت

ہوگا جینا بھی کر مرمر اب

گریبان میں عشق کرلیا چاک

ہوگا سینا اسکو مشکل اب

جو گا رہے یاد ابد تا ازل

ہوگا قرینہ وہ کا عشق

(ازخود)

****

اگر تھی معمولی بہت لیے کے اس کم از کم وہ تھے آئے اسے دوران کے آپریشن زخم جو کوئی میں بات اس "طاقت" ہوگا وہ تو جائے کیا میں لفظ ہی ایک خلاصہ کا شخصیت اسکی وہ کی جی ایس ایس یا ہو ٹریننگ کی آرمی تھا انسان ور طاقت ایک وہ کہ تھا نہیں شک اپنی کی انسان ہر ہیں دیتے بڑھا کو limit اور physical power کی انسان پہلے حد یہ جسکی ہے سکتا بڑھا تک حد ایک وہ کو اس ہے ہوتی physical strength یہ تو ٹریننگ کی فوج میں بعد اور آزمائیں strength یہ اسکی حالات پھر ہو زیادہ کافی ہی درد پر تکالیف چھوٹی چھوٹی وہ کہ ہے مشکل بہت یہ میں ایسے ہے جاتی بڑھ اور limit معمولی تو یہ تھا چکا کھا زخم بہت وہ تھا ہوتا نہیں محسوس اب درد وہ اسے کرے محسوس تھے سے

عابد رُخ اسکا تھا موجود میں سیل تفتیشی کے آئی ایس آئی وہ ---دیا بیان کیا نے عابد انس کی مدد میں اسلحے کی میورک بس نے اُس کہ ہے رہا کہہ یہی تھا جانب کی خانے تہہ کے انس ---تھا مقصد کیا پیچھے اسکے اور تھا لاتا سے کہاں اسلحہ وہ کے معلوم نہیں اسے ہے کہا چلتے ساتھ ساتھ اسکے نے

کہا نے عاص ---تھرو کے فیملی نا تھا کرنا میل بلیک اسے

بولتے کے انس ---جانتا نہیں کچھ اور وہ ہے رہا بول سچ وہ ہے رہا لگ تو مجھے کیا بہت سر کررہا کم کچھ کو اندھیرے گھپ کے کمرے بلب پیلا ایک ---گئے پہنچ تک سیل وہ بولتے تھا

اپنی کر پکڑ سے ٹھوڑی کو چہرے سانولے اس والے منہ سوجے نے عاص میجر !!!عابد پر چہرے اسکے --تھا کھڑا کر جھک وہ رکھے ہاتھ پر ہینڈل ایک کے کرسی ---موڑا جانب لگا کانپنے شخص متاثرہ کہ تھی سختی اتنی

نے مکے بھاری کے عاص میجر بات اسکی---کے کر گواہ کو خدا ہوں رہا کہہ سچ میں سر دی ہونے نہ مکمل

کھینچ کر جکڑ مٹھیوں اپنی بال اسکے نے عاص میجر گے؟؟؟ بولو جھوٹ کے کر گواہ کو خدا لگیں ٹکرانی سے دیواروں کی سیل چیخیں اسکی ڈالی

ہیں ہوجاتے وحشی اتنی وہ تو ہوں موجود چوہے جنگلی میں اِس اور ہو گرم اگر جنگلہ کا لوہے اور دہشت اتنی ہی میں آواز اسکی ---ہیں جاتے ٹکر کو گوشت کر اُدھیڑ کھال کی انسان کہ گئی بلبلا روح عابد کہ تھی سفاکی

رہی چل سے تیزی اب زبان اسکی ------وہ تھا لاتا نہیں اسلحہ ڈائریکٹ سے امریکہ وہ وہ اپنے فر فر مقابل تھا بہت وار ہی ایک کا عاص میجر بس ---تھا جارہا اُگلتا کچھ سب وہ تھی تھا رہا بتا جرم

میجر نکلتے باہر سے سیل ---دو بھیج کو ہیڈ کر کے تیار میں فارم کی رپورٹ ریکارڈنگ ساری دیا آرڈر کو انس نے عاص

تھا خوش انس ---گا ہوجائے مکمل جلدی اتنی کام یہ تھی نہیں اُمید مجھے ہوا اچھا بہت تو یہ

ہیں؟؟؟ کون کون کسٹمرز اسکے اور ہے آیا کیوں یہاں میورک کہ ہے باقی کام اصل تو ابھی تھا ہوتا خوش پر بات کسی کم بہت وہ تھا ہوتا چاہیے مکمل کام ہر کو ٹائیگر

ڈالی کر غارت بھی خوشی کی انس نے اس ----ہوں

سورج کی سرخی بڑھنے والی تھی اس سے پہلے کہ وہ اپنی سرخی میں ڈوب کر فلک پر سیاہ چادر چڑھا دیتا اور پرندے اپنے غولوں میں سمٹنے لگتے منہاج عزضحاک ریسٹورینٹ پہنچ گیا یہ ٹائم نیلم کے آف کرنے کا تھا وہ بہت تیزی میں آیا تھا ایک میٹنگ کی بناء پر وہ کافی لیٹ ہو چکا تھا ورنہ اسکا ارادہ چار بجے تک آنے کا تھا--- کال وہ کوئی اٹینڈ کر نہیں رہی تھی لہٰذا وہ اس سے ملنے چلا آیا نمبر اس نے مینجر سے لیا تھا اسکا نام پتا سارا ریکارڈ حاصل کر لیا تھا فلیٹ کے مالک سے بھی اور ریسٹورینٹ کے مینجر سے بھی

یہاں جو لڑکی ہوتی ہے نیلم --- کہاں ہے وہ؟؟؟ اس نے کاؤنٹر پر پوچھا

سر وہ مینجر کے آفس میں گئی ہیں---اس نے بتایا تو منہاج نے گھڑی دیکھی جو چھ بجا رہی تھی---وہ مینجر کا آفس تو جانتا ہی تھا تو اس جانب چل پڑا---

BS is coming!!!

کاؤنٹر پر موجود لڑکے نے بلیوٹوتھ ائیر فون میں کہا

گلاس ڈور پر بغیر دستک دیے وہ اندر داخل ہوا جہاں وہ منصوبے کے تحت کھڑی رو رہی تھی اور مینجر کچھ سخت سست بول رہا تھا

کیا ہو رہا ہے یہاں؟؟؟ منہاج کی سخت آواز اُبھری--- نیلم کی اسکی جانب پُشت تھی--- مگر روتی آواز وہ سُن چکا تھا

سر وہ اسے ایڈوانس ایک لاکھ روپے چاہیے ہیں دس ہزار تنخواہ میں یہ ایک لاکھ ایڈوانس مانگ رہی---ویسے بھی یہ یہاں کام نہ ہونے کے برابر کرتی ہے---مینجر بیزاری سے بولا تو نیلم پلٹی اور تیزی سے گزر کر جانے لگی جب منہاج کے پاس سے گزرتے اسکے شانے سے ٹکرائی

سنبھل کر---منہاج نے اسکا بازو پکڑ کر گرنے سے بچایا تھا--- نیلم اسکے ہاتھ ہٹاتی دروازہ ٹٹولتی چلی گئی

منہاج نے ایک تیز غصیلی نظر مینجر ہر ڈالی اور اسکے پیچھے لپکا

سنو ملکہ!!!

ملکہ!!!

وہ اسے پاگلوں کی طرح پکار رہا تھا---وہ جان بوجھ کر پلرز سے ٹکرائی اسے پتا تھا نتیجتاً اسے بہت زور کی لگے گی مگر مجبوری تھی اسکے منہ سے ہلکی سی چیخ نکلی تھی

زیادہ تو نہیں لگی؟؟؟اسکی جگہ اگر میجر عاص ہوتا تو اُسکا پوچھنے کا انداز ایسا ہوتا

روک بھی رہا تھا مگر نہیں اندھوں کی طرح چلی جا رہی ہو لگ گئی نا اب آئی عقل---

یہ کیا سوچ رہے ہیں ہم؟؟؟میجر عاص کو پچھلے چار دن سے وہ بے انتہا یاد کر رہی تھی ابھی بھی اُسکی یاد نے جکڑ لیا تھا

کیا ہوا دیکھاؤ اِدھر بہت زیادہ لگ گئی ہے---وہ خود کلامی کے انداز میں بولا

فرسٹ ایڈ باکس لے کر آؤ اس نے دور کھڑے اپنے گارڈ کو اونچی آواز میں حکم دیا تو آس پاس ٹیبل پر موجود لوگ بھی متوجہ ہو گئے

بیٹھو اِدھر ایک میز کی کرسی کھینچ کر اسے کاندھوں سے تھامتے بڑھایا

کوئی نرس نہیں ہے یہاں؟؟؟اس نے گارڈ سے پوچھا---اس نے تو ہمیشہ زخم ہی دیے تھے مرہم لگانا آتا ہی نہیں تھا

کین آئی ہیلپ یو؟؟؟ایک ماڈرن سی خاتون پاس آئیں

شیور---منہاج نے باکس انہیں تھما دیا

تم بیٹھو میں چھوڑ آتا ہوں اب مزید ضدمت کرو---وہ اسے کار تک لایا تھا---اب اسکی ضد پر خفا ہو رہا تھا--نیلم مزید ضد کیے بغیر بیٹھ گئی

کتنی بے مروت ہو تم اندر آنے کا نہیں کہو گی---اپارٹمنٹس کے سامنے کار روک کر وہ شوخ لہجے میں شکایت کرنے لگا

ہمارے غریب خانے میں آکر تمہیں کوئی خوشی محسوس نہیں ہو گی اسی لیے وقت مت ضائع کرو ہمارے پیچھے بھاگ کر---وہ وائنڈ اسکرین پر نظریں جمائے بول رہی تھی

اگر راہیں تمہاری جیسی خوبصورت اور سحر زدہ ہوں تو وقت ضائع کرنے کا مزہ آنے لگتا ہے---وہ بہت تیز پرفیوم استعمال کرتا تھا نیلم کے ناک میں اسکی خوشبو گھسنے لگی---اور ایک میجر عاص تھا جسے کسی خوشبو سے کوئی غرض نہیں تھی نہ منزل کے حُسن سے

ہم چلتے ہیں---وہ کنفیوز ہونے کی اداکاری کرتی دروازے پر ہاتھ مار کر کھولنے کی کوشش کرنے لگی

کبھی یہ بھی کہو میں آتی ہوں بلکہ---وہ اسکے قریب ہوتا اسکی جانب کا دروازہ کھولتے بولا

ہم آتے ہیں!!!

یہ ایک لمحہ تھا جب نیلم کو اِس شخص سے خوف آیا بلکہ اسکی قربت سے خوف آیا تھا وہ تیزی سے اُتری تھی---

منہاج تمہارے پیچھے آرہا ہے---اسکے ائیر پیس میں میجر عاص کی آواز پیدا ہوئی تھی

منہاج اپارٹمنٹ تک اسکے پیچھے دبے پیر آیا تھا اور اِسے واقع ہی لگا کہ وہ دیکھ نہیں سکتی اسکے کسی ردِ عمل سے زرا سی بھی اداکاری نہ جھلکتی تھی

****

وہ دو تین دن سے میجر عاص سے کانٹیکٹ کرنے کی کوشش کر رہی تھی مگر لگتا تھا اُس نے اسکا کوڈ دیکھ کر وائرلیس نہ اُٹھانے کی قسم کھا رکھی تھی---رات بارہ بجے کے قریب وہ سو کر اُٹھی تھی پورا دن اندھے پن کی اداکاری کرنا اور لوگوں کے سامنے اپنا تماشا بنوانا کوئی آسان کام نہیں تھا روز کوئی نا کوئی کسٹمر اسے بری طرح زچ کر دیتا تھا مگر اسکے اندر برداشت پیدا ہو چکی تھی اور دماغ میں ایک ہی چیز چل رہی تھی میجر عاص کو تسخیر کرنا ہے وہ اسکا مرکت تھا جسکی سطح بہت سخت تھی وہ تراشا ہوا خوبصورت مجسم روپ کا مالک شخص نیلم کو اپنے طلسم میں قید کر چکا تھا اسے بس اُسکے دل تک رسائی حاصل کرنی تھی اسکا خول توڑنا تھا جو بہت مضبوط تھا بہت زیادہ سخت تھا اسے جلد فدا ہو جانے والے مرد جیسا منہاج تھا بالکل نہیں پسند تھے جن کو ایک لمس سے ایک جملے سے تسخیر کر لیا جائے---اسے سخت چیزیں پسند تھیں وہ انسانوں میں بھی یہ سختی تلاش کرتی تھی مگر خود اندر سے وہ اُتنی ہی حساس دل رکھنے والی تھی اسے معلوم نہیں تھا کہ اسکے جذبے اس پتھر سے سر پھوڑ پھوڑ کر بری طرح زخمی ہو جائیں گے

یہ تتلیاں ہی ہوتی ہیں کہ کانٹوں کے آنگن میں سجے پھول چوم آتی ہیں اور پر چھلتے تک نہیں ہم انسان اگر اس خاردار نگر میں قدم دھر لیں تو زخم زخم ہو جائیں درد درد چلائیں گھائل ہو جائیں تڑپ کر مر جائیں ہمارے نصیب میں ایسے گلاب کہاں؟؟؟

وہ بکھرے بالوں کو جوڑے کی ناکام شکل دے کر باہر نکلی---اس نے ابھی کچن میں قدم ہی رکھا تھا کہ اندھیرے میں کِھٹ پٹ کی آواز آئی

کیزاب بھی منہاج کے پاس ہیں---میجر عاص کی بات یاد آئی--- تیزی سے روم میں گئی اور اپنا ریوالور اُٹھا لائی---کوئی کچن سے نکل رہا تھا اس نے اپنا پیر آگے رکھا اور آنے والے کی ٹانگ پر پیچھے گھٹنے کی نرم جگہ پر ایڑی ماری وہ منہ کے بل گرتا مگر آگے پڑے

ڈائننگ ٹیبل کی کرسی تھام کر خود کو گرنے سے بچایا--- نیلم نے اسکی گردن پر پسٹل رکھا اتنی زور سے کے نسوں میں گھستا محسوس ہوا---

اگر ہِلے تو شوٹ کر دیں گے---اندھیرے میں اسکی پھولی آواز سنائی دی

ہِلنا مت---وہ ہاتھ لمبا کر کے لائٹ آن کرنے لگی--- تیز روشنی نے فوراً اس کی آنکھیں کھول دیں---میجر عاص کرسی کو تھامے ٹیڑھا سا کھڑا تھا اور پسٹل اسکی گردن کی نالی پر گڑھا تھا-- چہرے پر بلا کی بیزاری تھی

اووووہ آپ تھے---اس نے ریلیکس ہوتے کہا

جی بد قسمتی سے---وہ پھنکارا

نیلم نے پسٹل اب تک نیچے نہیں کی تھی میجر عاص نے نظریں نیچے کرتے اسکے ہاتھ کی جانب دیکھا تو اسے احساس ہوا

سوری!!!

آپ اس وقت یہاں کیوں آئے ہیں اور واپس کب آئے؟؟؟ ہمیں بتایا کیوں نہیں؟؟؟ ہم سے رابطہ بھی نہیں کیا اتنا یاد کیا ہم نے آپ کو---وہ تیز بول رہی تھی

کس سوال کا جواب دوں؟؟؟ میجر عاص نے اسکے ہاتھ سے پسٹل لیتے پوچھا

آپ تو یہاں سے جاتے ہی ہمیں بھول گئے---ایک اور شکوہ

مجھے تنگ مت کیا کریں آپ جانتی ہیں میرے پاس ان شکووں کے کوئی جواب نہیں---میرا رویے بلاوجہ خراب ہو گا---وہ محتاط انداز میں بولا

جانتے ہیں ہم آپ کو تو یاد بھی نہیں ہو گا کہ کوئی نیلم ہے جو آپ کی غیر موجودگی کو بہت محسوس کرتی ہے---وہ سینے پر ہاتھ باندھ کر کچن اور بیڈ روم کی درمیانی دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی

آئیں بیٹھ کر بات کرتے ہیں وہ ڈرائنگ روم کی جانب چل پڑا---یہ رہا ایم آز کے نمبر کا سارا ڈیٹا---نیلم نے اسے ایک فائل لا کر دی----میجر عاص نے اس میں موجود صفحات پر ایک نظر ڈالی

اوہ تو مطلب اُس نے آپ کو اپنا پرسنل نمبر نہیں دیا---وہ دھپ سے صوفے پر بیٹھتا بولا

لگ تو یہی رہا ہے---وہ پریشان چہرے کے ساتھ اسکے سامنے پڑے صوفے پر گرنے کے انداز میں بیٹھی تھی

محبت کے ہزار دعوے اور اعتبار اتنا سا بھی نہیں---صوفے کی پُشت سے ٹیک لگاتے وہ ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھا تھا---نیلم نے اسکے طنزیہ انداز کو اندر تک محسوس کیا تھا

اب ہر کوئی نیلم ابرار جیسی محبت تو کرنے سے رہا---اس نے آبرو اُچکاتے تیکھے انداز میں کہا---ٹائیگر تھوڑا آگے کو جھکا دونوں ہاتھوں کی اُنگلیاں ایک دوسرے میں پھنسائے وہ اسکی سبز گہری آنکھوں میں دیکھتا بولا

خیر اب ہر کسی کا محبوب بھی میجر عاص عالم جیسا نہیں ہوتا

آپ کو محبوب بنانے والے سے پوچھیں محبت کی تڑپ---وہ بھی جواباً اسکی آنکھوں میں دیکھتے بولی

محبت کرنے والے اتنے ضدی تو نہیں ہوتے---وہ جانے کیا کہنا چاہ رہا تھا

ہم ایسے ہی ہیں--- ہم پر حکم چلانے والا ابھی پیدا نہیں ہوا جو ہمارا دل چاہتا ہے ہم وہی کرتے ہیں وہی کہتے ہیں---وہ ادائے بے نیازی سے بولی

پہلے میں سمجھتا تھا کہ نخرہ اور ضد صرف امیر لوگوں میں ہوتا ہے مگر تم سے ملنے کے بعد میرا خیال غلط ثابت ہو گیا---اس نے صوفے کی پشت سے ٹیک لگائی

ہم جانتے ہیں آپ کی نظر میں دنیا کی سب سے بری لڑکی نیلم ابرار ہے ہم جتنا خود کو بدل لیں آپ کی شکایات ختم نہیں کر سکتے---اس نے سرد آہ بھری

پلاسٹک سرجری کروالو---وہ کھڑے ہوتے بولا--- کیا کہتا کہ یہ چہرہ نفرت کرنے پر مجبور کرتا ہے---وہ شخص نفرت کرنے پر مجبور کرتا ہے جو تم سے محبت کرتا ہے---وہ اسکی بات کو مزاق سمجھی تھی یا جان چھڑانے کا طریقہ

خاک ڈالو میرے مقدر پر

میں نے پتھر سے دل لگایا ہے

Captain Neelam are you ready???

میجر عاص نے پوچھا وہ نیچے والے اپارٹمنٹ میں تھا اور نیلم کے اپارٹمنٹ میں سے اسکی کافی چیزیں نیچے شفٹ کردی گئیں تھیں انہیں اب ایک اسٹیپ آگے بڑھنا تھا

Yes!!!

وہ اپنا ٹریولنگ بیگ ایک اسکول بیگ اور ایک ہینڈ بیگ لیے اپارٹمنٹ کے باہر کھڑی تھی --- منہاج کے چھوڑے گئے مخبر نے فوراً پیٹر کو اطلاع کی

اُس نے کال ملائی ہے کسی کو آپ الرٹ رہیں --- میجر عاص پھر بولا --- کافی دن تک اسے اکیلے کام کرنا پڑا تھا اور آج اسکی آواز نیلم کے اندر ایک عجیب سی قوت پیدا کر رہی تھی --- تقریباً ایک گھنٹے بعد وہ اپنی پراڈو اور گارڈز کی فوج کی طرح شان سے اپارٹمنٹس کے مین روڈ پر آیا تھا کھڑکی سے دیکھتے میجر عاص کے چہرے پر نفرت ہی نفرت تھی

ملکہ یہاں کیوں کھڑی ہو؟؟؟ اس طرزِ تخاطب نے میجر عاص کے ہونٹوں پر تلخ مسکراہٹ دوڑا دی

تت --- تم یہاں کیسے؟؟؟ نیلم نے اسکی آواز کے تعاقب میں نظر دوڑاتے پوچھا

میں نے کیا پوچھا ہے؟؟؟ وہ اسکا سوال نظر انداز کر گیا

اپنے بندے چھوڑ رکھے ہیں تم نے میرے پیچھے؟؟؟ وہ چیخی --- منہاج آگے بڑھا اسکی کلائی تھامی اور پراڈو کی پچھلی سیٹ پر پھینکا خود بھی اسکے برابر بیٹھتے گارڈز سے بولا

یہ سامان لیتے آؤ --- پیٹر گاڑی چلاؤ --- وہ اسکے برابر بیٹھتے حکمیہ انداز میں گویا ہوا

کہاں لے کر جا رہے ہو تم ہمیں؟؟؟ وہ چلائی

اپنے گھر---اطمینان سے جواب دیا

میں تمہارے ساتھ کہیں نہیں جاؤں گی---وہ چیخ رہی تھی

اُف کتنی چیخ ہے تمھاری---منہاج نے کانوں میں اُنگلیاں ٹھونسیں---وہ مسلسل آنے سے انکار کرتی رہی تھی مگر بالاآخر وہ پلازہ پہنچ ہی گئے تھے

اسے اپنے ساتھ گھسیٹتے وہ اندر لارہا تھا نیلم مسلسل اسکے بازوؤں پر اپنے ناخن گاڑھتے کلائی چھڑانے کی اداکاری کررہی تھی

کریں وہ غصے میں بھی آسکتا ہے---آپ کیلیے کوئی پرابلم نہ بن جائے---میجر عاص نے resist تھوڑا کم منہاج کے بازو پر خون کی لکیریں دیکھ کر کہا

وہ اسے لفٹ کے ذریعے اوپر لایا اب وہ اپنے ناخنوں کا استعمال نہیں کررہی تھی

یہ رہا تمھارا روم آج سے تم یہیں رہو گی---وہ اسے ایک روم میں لے آیا جسکا انٹریئر وائٹ اور ڈارک براؤن کلر کا تھا جہازی سائز بیڈ گلاس سائیڈ ڈور, گلاس وارڈروب, ڈریسنگ ہر چیز شاندار تھی---کتنا حرام کمایا ہوگا اس شخص نے؟؟؟ کتنے لوگوں کے خون سے یہ محل سجایا ہے اس شخص نے---فرعون اپنی اولاد چھوڑ گیا---نیلم نے نفرت سے سوچا

ہمیں نہیں رہنا یہاں سنا تم نے---وہ پیچھے کو ہوتی بیڈ کی سائیڈ ڈرا سے ٹکرائی اس پر پڑا crystal vase نیلم کے ہاتھ لگ گیا

ہم لاسٹ ٹائم وارن کر رہے ہیں ہماری کمزوری کا فائدہ مت اُٹھاؤ--اسکے لال بھبھو کا چہرے کو دیکھتا وہ آگے بڑھا

مجھے تمھاری یہ بلی آنکھیں بہت پسند ہیں---وہ اسکے ہلکے

سبز کٹورے دیکھتے کہہ رہا تھا جو اسکی آواز کے تعاقب میں دیکھنے کی ناکام کوشش کر رہے تھے

اور یہ نوچنے والی ادا---آہ!!!اس نے اپنے مضبوط سرخ و سپید بازو پر ناخنوں کے نشان دیکھے

I just wanna call you

لینے کو آگے بڑھ رہا تھا---وہ نا سمجھی سے دیوار کو دیکھ رہی تھی جب crystal vase وہ اسکے ہاتھ سے ایم آز کی آواز اسکے کان کے قریب سرگوشی میں اُبھری تھی

my wild cat!!!

مخمور لہجے میں کہا گیا تھا

I'm not yours

گلاس ڈور پر دے مارا crystal vase اس نے چلاتے کے ساتھ

"ہاہاہاہاہاہا" منہاج عزضحاک کا محظوظ قہقہہ گونجا تھا

اگر نہیں بھی ہو تو ہو جاؤ گی اس میں کونسا زیادہ وقت لگتا ہے---ابھی تم ریسٹ کرو شام کی چائے پر ملاقات ہو گی---بائے!!!

وہ جاتے ہوئے دروازے کو لاک لگا گیا تھا

امداد بلوچ کو ایک جھٹکا لگا تھا یہ خبر ہی اتنی دھماکہ خیز تھی کہ اسکے آدھے ساتھی مارے جا چکے ہیں بہت سارا اسلحہ اور بارودی مواد بھی فوج کے ہاتھ لگ گیا بلوچستان کا امن اسکے اندر کھٹکنے لگا اب وقت آگیا تھا کہ منہاج سے مل کر سارے راستے صاف کر لیے جائیں---اب لبادہ اُتارنے لا وقت آگیا تھا

شاکر تم آج ایم آز پلازہ پہنچو میں بھی وہیں آؤں گا---امداد بلوچ نے حکم دیا

مگر کیوں؟؟؟وہ حیران ہوا

اب وقت آگیا ہے کہ ہم منہاج کی مدد لیں اور کھل کر سامنے آجائیں---اس نے اپنے مشورے سے نوازا

ٹھیک ہے میں کوئی ذمہ داری نہیں لیتا---شاکر بولا

ہاں ساری ذمہ داری میری بس تم آجاؤ---اس نے وائرلیس کان سے دور کرتے جھاڑیوں کی جانب دیکھا جہاں کسی کی موجودگی کا احساس ہو رہا تھا---وہ سب ٹرکوں والے افراد ایک جنگل میں بسیرہ ڈالے تھے---وہ اُٹھا اور جھاڑیوں کے قریب چلا آیا--- جھٹکے سے جھاڑیوں میں پیر مارا---وہاں کوئی نہیں تھا اس نے آس پاس نظر دوڑائی اور واپس اپنے ٹھکانے پر آگیا جہاں سب اِدھر اُدھر پڑے تھے رات بھر کی تھکان نے دن چڑھے تک سلائے رکھا تھا

****

وہ لاک لگا کر گیا ہے اب کیا کروں ؟؟؟اس نے میجر عاص سے سوال کیا

چیک کریں کہیں کیمرہ نہ لگا ہو---

ڈریسنگ مرر پر چیک کریں-- نیلم نے اسکی ہدایت پر فوراً عمل کیا

ساؤنڈ پرفیکٹ ہے ٹائیگر--وہ اب بھی ایسی حرکات کر رہی تھی کہ دیکھنے والا جان نہ سکے کہ وہ مرر کو ٹٹول رہی ہے کہ اس پر فنگرر فلیکشن ڈیڈکٹ کر رہی ہے

کیا--- کہیں کوئی کیمرہ نہیں تھا scanاس نے سیل فون نکال کر پورے کیمرے کو

اب کمرے کی تلاشی لیں---اسکے حکم پر نیلم نے فوراً عمل کیا

کچھ بھی نہیں ہے یہاں تو---پورے کمرے کی چیکنگ کے بعد بولی

چارٹ یاد ہے آپ کو ایم آز پلازہ کا؟؟؟

جی--- نیلم نے جواب دیا

اس کمرے کی بالکنی سے جھانکیں لان نظر آتا ہے؟؟؟

نیلم بالکنی تک گئی

جی آرہا--ٹائیگر یہ یہاں ابھی آنے والی گاڑی میں---

رکھی sucide pills کیا ہوا آپ الرٹ رہیں پسٹل کہاں ہے آپ کا؟؟؟نائف رکھی تھی؟؟؟ تھیں؟؟؟اسنے جلدی سے پوچھا--وہ اپنے اپارٹمنٹ میں ٹینشن سے چکر لگا رہا تھا

ہماری بات تو سُن لیں---جب آپ کیپٹن ارتیج کی رپورٹ دیکھ رہے تھے اُس میں موجود ایک داڑھی مونچھوں والا شخص یہاں آیا ہے ایک اور آدمی بھی ساتھ ہے اُس کا حلیہ بھی بدلا ہوا ہے----اس نے تیزی سے بتایا

کیا امداد بلوچ اتنی جلدی پہنچ گیا---وہ حیران ہوا

آپ کو پہلے کا ہی پتا تھا

جی---دوسری جانب سے مثبت جواب آیا

جب اتنے ذرائع ہیں تو ہمیں کیوں پھنسایا؟؟؟ تلخ لہجہ

آپ خود پھنسی ہیں مائنڈ اٹ---وہ اس سے بھی زیادہ زہر خندی سے بولا

میرے سر کوئی احسان نہیں کر رہیں آپ---اب بھی وقت ہے یہیں سے اپنے گھر چلی جائیں---میجر عاص نے اسکی طبیعت صاف کی

اُسکے ساتھ ایک اور بندہ بھی ہے---وہ اسکی کڑوی باتیں برداشت کر گئی وہ کہتا بھی تو سچ تھا

اپنی واچ ذرا گھمائیں اور نیچے کریں---اسکی واچ پر لگا سپائے کیمرہ مدد دے رہا تھا میجر عاص کو لانج کا منظر دیکھنے میں--منزل اتنی اونچی نہیں تھی وہ ابھی تک لان میں کھڑے پیٹر سے مصافحہ کر رہے تھے

یہ تو شاکر ہے را کا ایجنٹ---میجر عاص کی آواز میں حیرت کا عنصر شامل تھا

اب ؟؟؟ نیلم نے پوچھا

آپ کو ان کی گفتگو سننی ہے کیپٹن نیلم

It's your responsibility!!!

اس نے ساری ذمہ داری نیلم پر ڈال دی

میٹنگ کہاں ہو گی ؟؟؟ نیلم نے پوچھا

Most probably drawing room!!!

میجر عاص سے بات ختم کر کہ وہ سوچنے لگی نقشہ دماغ میں آنے لگا اور بالا آخر اسے ایک سرا مل ہی گیا --- اگر وہ بالکنی سے چھلانگ لگا کر نیچے والے فلور پر جاتی تو ممکن تھا گارڈز اسے دیکھ لیتے اور کوئی مسئلہ کھڑا ہو جاتا نیلم نے بالوں سے پِن نکالی اور ایک منٹ بعد ہی لاک کھول لیا --- آہستہ سے باہر راہداری میں جھانکا کوئی نہیں تھا --- وہ سیڑھیوں سے نیچے آئی کوئی گارڈ اوپر آ رہا تھا مگر اُس نے لفٹ استعمال کی تھی نیلم نے عقل کا دامن تھاما تھا اور سیڑھیوں سے اُتری تھی اس نے آس پاس نظر دوڑائی اور ڈرائنگ روم کی جانب بڑھنے لگی دیوار کی اوٹ میں ہو کر دیکھا تو وہاں گارڈز کھڑے تھے اور سامنے سے پیٹر اور اسکے ساتھ امداد بلوچ اور شا کر آ رہا تھا

اس نے ایک فینسی ٹوکری سامنے لمبے سے ڈیکوریشن میز پر پڑی دیکھی اور اُٹھالی وہ جالی دار تھی سوراخ اتنے بڑے تھے کہ اِسکی چھوٹی اُنگلی اندر باہر ہو سکتی تھی اس نے اوپر سے پھول اُٹھائے تو اس میں رنگ برنگے بڑے بڑے موتی تھی اس کے اندر جگہ بنا کر نیلم نے audio listening bug device اس میں چھپائی اور اوپر پھول رکھ دیے --- اپنا سیل فون نکال کر ڈیوائس کا کوڈ ملایا اور اس ایکٹیویٹ کر دیا --- اللہ کا نام لیا عادت کے مطابق اور سامنے سے آتے ایم آز کو دیکھ کر چلنے لگی

منہاج جو راہداری سے اپنی ہی دھن میں گزرتا ڈرائنگ روم میں جا رہا تھا سامنے سے آتی نیلم کو دیکھ کر ٹھٹک گیا

ملکہ تم یہاں کیا کر رہی ہو؟؟؟ اس سے پہلے کہ منہاج اس تک پہنچتا وہ ہاتھ سے ٹٹولتی دروازے تک آئی جہاں کھڑا گارڈ منہاج کے اشارے پر پیچھے ہٹ گیا

مم---مجھے قید میں رکھنے کو لائے ہو؟؟؟ تنگ آ گئی ہوں قیدی بن بن کر---اس کے ہاتھ میں پھولوں ٹوکری تھی

یہ کہاں سے لائی ہو؟؟؟ منہاج نے اس سے ٹوکری لیتے پوچھا

کر سکتی ہوں مجھے اچھے لگے تو میں نے اُٹھا لیے سوری---وہ نرمی سے بولی smell یہ پھول ہیں نا میں ان کو

تمہیں پسند آئے تو تم رکھ لو ہماری طرف سے---وہ ہنسی نظریں سامنے رکھے وہ منہاج سے مخاطب تھی

منہاج کا شدت سے دل چاہا کہ وہ اسکی آنکھوں میں دیکھ کر بات کرے

تھینکس!!! تمہیں کمرے سے نہیں نکلنا چاہیے تھا---وہ تذبذب کا شکار ہوا--اسکے پلازہ میں کوئی لیڈی نہیں تھی

اچھا تم یہاں بیٹھو میں آتا ہوں---اس نے نیلم کو ساتھ والے روم میں بھیج دیا جہاں صرف صوفے پڑے تھے چھوٹا مگر خوبصورت ڈرائنگ روم

یہ باسکٹ ہم تم سے واپس لیں گے---جب اسے احساس ہوا وہ کمرے سے نکل رہا ہے تب بولی

ٹھیک ہے---منہاج نے ٹوکری کو دیکھا اور ساتھ والے ڈرائنگ روم میں داخل ہو گیا باسکٹ اس نے میز

کے درمیان رکھ دی نیلم کے لیے یہ ایک بہت بڑی خوشی کی بات تھی کہ ہوا میں چھوڑا تیر عین نشانے پر لگا تھا

اس نے تمام ریکارڈنگ سیو کرنا شروع کر دی---پہلا بڑا ٹیکنکل کارنامہ اس نے انجام دیا تھا

****

میں را کا ایجنٹ ہوں---میں چاہتا ہوں کہ تم مجھ پر بھروسہ کرو ہم تمہارے لیے ایک پُرکشش آفر لائے ہیں---امداد بلوچ کی آواز تھی یہ

اور یہ؟؟؟منہاج کی آواز اُبھری

تم مجھے شاکر ہی سمجھ لو میں بھی اپنے دیش کیلیے کام کرتا ہوں---تمہارے ساتھ کام کرنا ہی ہمارے مشن کا خاص حصہ تھا---شاکر بولا---میجر عاص تمام ریکارڈنگ غور سے سُن رہا تھا ڈرائنگ روم میں لیپ ٹاپ سامنے رکھے تھری سیٹڈ صوفے پر بیٹھا تھا

تم لوگ اپنا مقصد بیان کرو---منہاج کی بے نیاز آواز گونجی

ہم چاہتے ہیں کہ تم انڈرورلڈ سے پھر سے تعلق قائم کر لو---بلیک سٹار کے ساتھ جو ہونا تھا وہ ہو چکا ہماری طرف سے تمہارا کوئی نقصان نہیں ہو گا ہم پر تمہاری حفاظت فرض ہے تمہیں بلیک سٹار والا ہی مقام و مرتبہ ملے گا آئی ایس آئی سے ہمارا پروٹیکشن ملے گا---امداد بلوچ بولا

اس میں میرا کیا فائدہ ہے ؟؟؟ منہاج نے لاپرواہی سے سوال کیا

انڈرورلڈ سے ہاتھ ملاؤ گے تو ہمیشہ تحفظ میں رہو گے ---- کوئی تمہارے گریبان تک ہاتھ لانے کی کوشش نہیں کرے گا --- امداد بلوچ نے کہا

وہ تو کوئی اب بھی نہیں کرتا --- اس شخص کا اطمینان قابلِ دید تھا

جب ثبوت مل گئے تو فوج تمہیں چھوڑے گی نہیں --- اس نے صاف گوئی سے کہا

تو آئی ایس آئی سے رہا چھڑوائے گی مجھے ؟؟؟

نہیں بس انڈرورلڈ کی پاور اُنہیں تم تک پہنچنے ہی نہیں دے گی --- امداد بلوچ اسے قائل کرنے کو سرگرداں تھا

کیوں چاہتے ہو میں انڈرورلڈ میں واپس آجاؤں ؟؟؟

ہمیں آرڈر دیے گئے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ کام کریں اور چیک کریں کہیں بلیک سٹار کی موت کے بعد سے تم بدل تو نہیں گئے شاید اس لیے تم نے انڈرورلڈ سے تعلق ختم کیا ہے مگر تمہارے ساتھ کام کر کے ایک چیز طے ہو گی کہ پاکستان کے خیر خواہ تم آج بھی نہیں ہو --- نرم دلی آج بھی تمہارے اندر ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتی --- ہر قسم کی اسمگلنگ کے گینگس ہیں تمہارے، بلوچستان میں دہشتگردی کے پلان ہیں تمہارے --- اب کی بار شاکر بولا تھا

تو تم میری پاور کی بناء پر چاہتے ہو کہ انڈرورلڈ میں پھر سے آجاؤں ؟؟؟ منہاج نے مزاق اُڑایا

تمہارے آس پاس آئی ایس آئی اپنے جال بچھا رہی ہے ہم سے ہاتھ مِلا لو فائدے میں رہو گے ہم تمھارے لیے لڑیں گے---امداد بلوچ نے تسلی دی

کیلیے نہیں Black Start جب تم لوگ ---- innocent boy کوئی کسی کے لیے نہیں لڑتا لڑ سکے تو میرے لیے کیا لڑو گے ؟؟؟اس نے سگار سُلگا یا ہوا تھا

سر بلیک سٹار پرانی کہانی تھی---اب ایسا کچھ نہیں ہو گا---امداد بلوچ نے پینترا بدلا

ہوں----منہاج نے پُر سوچ انداز میں اسے دیکھا

میں اتنے جلدی کوئی فیصلہ نہیں کروں گا---اپنا کانٹیکٹ چھوڑ جاؤ اینڈ انجوائے ٹی ٹائم !!!

ریکارڈنگ ختم ہو چکی تھی---کیپٹن حمزہ نے کہنی گھٹنے پر ٹِکا کر اس پر ٹھوڑی رکھے کسی سوچ میں ڈوبے میجر عاص کو دیکھا

توشا کر اور امداد بلوچ دونوں ہی را کے ایجنٹس ہیں---کیپٹن حمزہ بولا

گفتگو سے تو یہی اندازہ ہو رہا ہے---میجر عاص نے لیپ ٹاپ کی اسکرین تھوڑی فولڈ کر دی

اب آگے کیا کرنا ہے ؟؟؟کیپٹن حمزہ کی بے چینی بڑھنے لگی

وہی سوچ رہا ہوں----ٹائیگر نے کنپٹیاں سہلائیں

****

شکر ہے تم یہیں بیٹھی ہو ورنہ مجھے کہاں کہاں نہیں ڈھونڈنا پڑتا تمہیں---وہ پیٹر کو چند ہدایات دے کر اس کمرے میں آیا تھا جہاں اسے بٹھا کر گیا تھا

ملکہ--اس نے نیلم کو پھر بلایا

ہاں---وہ اِدھر اُدھر دیکھنے لگی---منہاج نے ایک کرسی کھینچی اور بالکل اسکے سامنے بیٹھ گیا اسکے نازک کومل ہاتھوں کو ایک نظر دیکھا اور اپنی دسترس میں لے لیا اتنے نرم لمس نے اسکو روح تک سرشار کر دیا تھا---
منہاج عزضحاک نے چودہ سال بعد صنفِ مخالف کا لمس محسوس کیا تھا یا یوں کہا جائے کہ پوری زندگی میں پہلی بار

یہاں دیکھو بالکل سامنے بیٹھا ہوں میں---وہ اسکی ہتھیلی پر دباؤ بڑھاتا بولا---نیلم نے سامنے دیکھا اور جھٹکے سے ہاتھ چھڑائے

ہمیں یہاں سے جانا ہے---ہم کیوں رُکے یہاں؟؟؟وہ واپس اپنے روپ میں آئی

ملکہ تم اب کہیں نہیں جاؤ گی---ایک گورنس آ رہی ہے تمہارا خیال رکھے گی میں تمہارا علاج کرواؤں گا---وہ پُر عزم لہجے میں بولا

تت----تم, تم حد سے بڑھ رہے ہو----وہ چلائی

منہاج عزضحاک کی کوئی حد نہیں---وہ ٹھنڈے لہجے میں بولا

ہم تمھارے ساتھ نہیں رہنا چاہتے تمہیں یہ بات سمجھ نہیں آتی ؟؟؟ وہ ہذیانی کیفیت میں چیخ رہی تھی ---وہ خاموشی سے اسے چلاتا سنتا رہا

تم پاگل تو نہیں ہو ہم تم سے کچھ پوچھ رہے ہیں ---جب کافی دیر بعد بھی اسکی جانب سے کوئی جواب نہ آیا تو وہ چیخ پڑی

أنا مجنون عشان بحبّک

(میں پاگل ہوں کیونکہ میں تم سے محبت کرتا ہوں)

وہ گھمبیر آواز میں جذبوں کی آنچ پر بول رہا تھا نیلم کو یہ الفاظ تو سمجھ نہیں آئے مگر اپنے خوابوں کی تصدیق کا یقین ہو گیا تھا یہی زبان یہی لہجہ وہ کیسے بھول سکتی تھی

چلو اُٹھو ---اپنے روم میں جاؤ اور میری پرمیشن کے بغیر باہر مت نکلا کرو اور تم باہر کیسے آئی میں نے لاک لگایا تھا ---وہ اب سنجیدہ تھا اُٹھ کر کھڑا ہو گیا

لاک نہیں تھا میں نے کھولا تو کھل گیا ---وہ اب تک بیٹھی ہوئی تھی سامنے دیکھتی بول رہی تھی

آؤ ---منہاج نے اسے بازو سے پکڑا

شام تک کوئی لیڈی آجائے گی تمہیں زیادہ مشکل نہیں ہو گی ---وہ بولا

شکریہ اسکی ضرورت نہیں اندھے لوگ لنگڑے نہیں ہوتے چل سکتے ہیں وہ ---نیلم نے بازو نکلوایا اسکی گرفت سے پھر کرسی پکڑ کر کھڑی ہوئی اور باہر چل دی

منہاج نے اسکی پُشت پر نظریں جمادیں جہاں گولڈن بالوں کا آبشار بکھرا تھا

میرے عشق دے وچ مشوک نہ ہو

نیں اج تک غلط نگاہ کیتی

تیری ہر ملاقات میں انج کیتی

جیویں موسیٰ نال خدا کیتی

نیں فرق کیتا تیری پوجا وچ

نیں خطراں دی پرواہ کیتی

اک تینوں رب نیں کہہ سکدا

باقی ساری رسم ادا کیتی

کیا ہوا ہے ؟؟؟ بڑے سے لانج میں ایکسٹرا لارج ایل ای ڈی پر نیوز اینکر نامعلوم افراد کی فائرنگ سے ہلاک ہونے والے دو افراد کے اہلِ خانہ کی غم سے نڈھال صورتحال کا تذکرہ کر رہی تھی --- منہاج کچھ دیر پہلے یہاں آکر بیٹھ تھا اس نے ہی ایل ای ڈی آن کی تھی تبھی وہ اس سے پوچھ رہی تھی

اسے یہاں آئے آج تیسرا دن تھا

چند نامعلوم افراد کی فائرنگ کے نتیجے میں دو افراد مر چکے ہیں--- منہاج بولا

یا اللہ غرق کر ایسے لوگوں کو---اس نے بد دعا دی--- ہیڈ لائنز سنتے منہاج کے کان اسکی بات پر کھڑے ہو چکے تھے

کیا کہا تم نے؟؟؟اسے شک گزرا کہ شاید اُس نے کچھ غلط سنا ہے

یہی کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر عذاب نازل کرے دردناک موت دے جو بے وجہ معصوم جانوں پر بے گناہوں پر ظلم کر رہے ہیں--- نیلم نے گلوگیر لہجے میں کہا

کوئی کسی کو ایسے ہی نہیں مارتا کوئی بے قصور نہیں ہوتا ضرور انہوں نے کچھ کیا ہو گا تبھی مارا ہے--- منہاج نے نفی کی اور پُر زور نفی کی

گناہ تو گناہ ہے کسی ذاتی جھگڑے یا ناراضگی کی صورت کسی کا خون کر دینا یہ کہاں کا انصاف ہے؟؟؟ نیلم نے بحث شروع کی

خیر یہ کوئی گناہ نہیں ہے اپنی پاور کا استعمال کرنا ہر کسی کا حق ہے----اس نے آبرو اُچکاتے یوں کہا جیسے کوئی کچھ بھی کہے میں اپنے خیالات نہیں بدلوں گا

اچھا یہ گناہ نہیں ہے تو گناہ کیا ہے؟؟؟ وہ تنکی

میرے نزدیک میرا ہر وہ عمل جو میں اپنے مزاج اور ضمیر کے خلاف سر انجام دوں گناہ ہے---وہ مطمئن تھا نیلم کو اسکے اطمینان پر حیرت ہوئی

غلط بالکل غلط, ہر وہ عمل جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے گناہ ہے اور ناحق جان لینا تو گناہِ کبیرہ ہے---- نیلم نے اسکی ڈیفینیشن رد کی

تمہیں نہیں پتا یہ سب ؟؟؟ تم مسلمان تو ہو نا ؟؟؟ نیلم پوچھ رہی تھی

ہم نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ اتنے بے بس ہو جائیں گے کہ اپنے سامنے بیٹھا ایک شخص نظر نہیں آئے گا--- کسی کے در پر بیٹھنا پڑے گا--- ہم کبھی اتنی کمزور نہیں رہے--- خیر ایک غیر مسلم کے ساتھ تو ہم بالکل نہیں رہیں گے--- وہ صوفے کے ہینڈ سپورٹ پر ہاتھ رکھے کھڑی ہونے لگی

کیا عجیب سی بحث کر رہی ہو ملکہ--- بیٹھ جاؤ خاموشی سے--- منہاج بیزاری سے بولا

بس کر جاؤ بہت ہو گئی تمھاری من مانی اب اگر تم نے ہمیں فورس کیا تو ہم پولیس میں کمپلین کریں گے--- وہ بول کر جانے لگی ویسے ہی ہاتھوں کو اُٹھائے ٹٹولتے ہوئے--- منہاج اسکے آگے آیا تو نیلم کے بڑے ناخن اسکے کوٹ سے مِس ہوئے

پولیس میں کمپلین کرو گی میری ؟؟؟ اس نے نیلم کو بازو سے پکڑے درشتگی سے پوچھا

مجھے ایک سیکنڈ لگے گا ایف آئی آر کٹواتے کہ اس لڑکی نے میرے کروڑوں کے ہیرے چوری کیے ہیں--- اسکی آواز میں دھمکی اور شعلے تھے مگر مقابل بھی کیپٹن نیلم تھی

تو تم وہی ہو جس نے ہماری زندگی برباد کر دی ہماری آنکھیں چھین لیں ہم سے--- وہ بے یقینی سے بولی--- وہ جو اسکے روز روز کے احتجاج سے تنگ آیا ہوا تھا غصے میں غلط بول گیا

دیکھو ملکہ میں--- اس نے نیلم کا بازو آزاد کرتے ماتھے پر ہاتھ مارتے خود کو ریلیکس کیا

مجھے اس نام سے مت پکارو ہٹ جاؤ---ہم یہاں ایک منٹ---وہ بولتی ہوئی لانج سے نکل رہی تھی جب منہاج اسکے پیچھے آیا سامنے کوریڈور سے پیٹر اور شاکر گزر رہے تھے قریب آتے پیٹر اور شاکر کی جانب ایک لڑکی کی پُشت تھی جسکا بازو منہاج نے تھام رکھا تھا اور وہ اونچی آواز میں چلا رہی تھی---بازو چھڑوانے کی کوشش میں وہ ترچھی ہو گئی تھی شاکر کو اسکا چہرہ دیکھائی دینے لگا

It's unbelievable!!!

شاکر کے منہ سے بے اختیاری میں یہ الفاظ نکلے---پیٹر نے گہری نظروں سے اسکے تاثرات جانچے

سر!!! پیٹر کے مخاطب کرنے پر منہاج سنبھلا

جسٹ آ منٹ---پیٹر سے کہہ کر وہ اسے بازو سے گھسیٹتا لفٹ کی جانب بڑھ گیا

وہ مسلسل لمبے ناخنوں سے اسکے ہاتھ کی پُشت نوچ رہی تھی

منہاج نے اسے روم میں لاک کر دیا اور خود نیچے آ گیا

جہاں شاکر پینڈولم کی طرح ٹہل رہا تھا---اور پیٹر آرام سے صوفے پر براجمان تھا

میں نے ہاں میں جواب کیا دیا تم دوسرے دن اپنا منحوس منہ لے کر آ گئے---منہاج نے شاکر کو ذلیل کرنا چاہا

یہ لڑکی وہی ہے جس کو ایگل نے اغواء کیا تھا؟؟؟ شاکر نے اسکی بات نظر انداز کرتے اپنا سوال جھاڑا

بلیک سٹار کسی کو جواب دہ نہیں ہے---وہ کروفر سے بولا ایک ہاتھ پینٹ کی جیب میں ڈالے دوسرے سے کوٹ کو پیچھے کیے کمر پر ہاتھ رکھے کھڑا تھا

تم اِس لڑکی پر بھروسہ کر رہے ہو جان لے لے گی تمہاری--- شاکر چند قدم آگے بڑھتا اسکی آنکھوں میں دیکھ کر بولا

لے لے مجھے کوئی پرواہ نہیں---وہ لاپرواہی سے بولتا صوفے پر بیٹھ گیا---ٹانگ پر ٹانگ جمائے ایک ہاتھ کی اُنگلیاں گھٹنے پر بجاتے وہ مکمل بے نیاز بنا تھا

میرے بات کو ہلکا مت لو---شاکر نے اپنی بات کا اثر نہ ہوتے دیکھ کر پیچ و تاب کھا کر کہا

تم ملکہ کو بھیچ میں مت گھسیٹو---اپنے کام سے کام رکھو---منہاج نے سگار سُلگایا

ہاہاہاہا ملکہ ؟؟؟ تمہیں گدا بنا دے گی وہ---شاکر نے مزاق اُڑایا

بکواس بند کرو اپنی---منہاج دھاڑا

تمہاری سیکیورٹی کی ذمہ داری لی ہے میں نے تین دن بعد تم نے انڈیا جانا ہے---پیچھے یہ یہاں اکیلی ہو گی عقل سے کام لو وہ بھروسے کے قابل لڑکی نہیں ہے میں تمہیں پروو کر دوں گا---شاکر ریسرچ اینالیسز سے تعلق رکھتا تھا نیلم اسے شروع دن سے کھٹک رہی تھی

وہ مجھے کیا نقصان پہنچائے گی ؟؟؟ ایک ٹین ایجر, بلائینڈ گرل--- منہاج نے کش لگاتے دھواں چھوڑا

وہ بلائینڈ نہیں ہے جھوٹ بول رہی ہے میں مان ہی نہیں سکتا---شاکر نے نفی میں سر ہلایا

دو بار ٹکرا کر خود کو بری طرح زخمی کر چکی ہے میرے سامنے---اس سے زیادہ کیا ثبوت ہو گا؟؟؟ منہاج ماننے سے انکاری تھا

ہونہہ---(طنزیہ مسکرایا) وہ کوئی معمولی لڑکی نہیں ہے ٹرین کر کے بھیجی گئی ہے وہ دس بار بھی خود کو زخمی کر لے تب بھی اُسکی سٹرینتھ کم نہیں ہو گی---یہ بات اُس کے لیے عام سی ہے---اُس نے سوچا بھی نہیں ہو گا کہ اُس کا پالا کس سے پڑنے جا رہا ہے---شاکر کی آنکھوں میں وہی چمک تھی جو ایک صیاد کی آنکھوں میں سفید بے داغ نرم و ملائم کبوتر کو دیکھ کر آ جاتی ہے

نیلم نے کافی جگہوں پر وہی اوڈیو لسننگ بگ ڈیوائس چھپا دی تھی اسے چار پانچ دن بعد چارج کرنا پڑتا ہے مگر چونکہ وہ اسے پورا دن اور رات ایکٹیو رکھتی تھی تو اسے یہ تین دن بعد ہی چارج کرنی پڑتی تھیں اس ڈیوائس کا فائدہ یہ تھا کہ فورٹی ڈیسیبل (سرگوشی کی آواز پچیس ڈیسیبل ہوتی ہے) سے زیادہ ساؤنڈ یہ ڈیڈکٹ کر لیتی ہے اور جس نمبر پر یہ ایکٹیو ہو اُسکا یوزر با آسانی اسے دس بارہ میٹر کے اندر اندر سُن سکتا ہے---اس نے spy hidden cameras کا بھی خوب استعمال کیا تھا میجر عاص کو بہت سہولت محسوس ہو رہی تھی--- امداد بلوچ، شاکر، پیٹر اور ایم آز کی میٹنگ کی ساری گفتگو وہ سُن چکا تھا ان کی ریکارڈنگ اپنے ایکسپرٹس کو بھیج چکا تھا اسکے پچاس ساتھیوں کے گروہ نے بھی امداد بلوچ کا بھروسہ جیتنا شروع کر دیا تھا اور اسکی مدد کرنے کو تیار تھے

میجر عاص اور نیلم شاکر کی ساری گفتگو سُن چکے تھے

کیپٹن نیلم شاکر سے ہوشیار رہیے گا---سب سے پہلے تو سارے کیمرے اُتار دیں اور ریکارڈر بھی اُٹھا لیں ورنہ آپ کا نمبر شاکر کے ہاتھ لگ جائے گا---اس نے نیلم کو خبردار کیا وہ اپنے کمرے میں لاک تھی

تین دن بعد منہاج انڈیا جارہاہے وہ انڈر ورلڈ کا بندہ ہے یہ بات آپ کو پتا تھی ؟؟؟ نیلم نے پوچھا

ہاں مگر یہ نہیں پتا تھا کہ اسد زبیر لغاری بھی اسکا پارٹنر ہے اور یہی نہیں وہ ---وہ کچھ کہتے کہتے رُک گیا

کیا؟؟؟ نیلم نے اُکسایا

کچھ نہیں ---عاص بولا

یہ شاکر اسے انڈر ورلڈ میں پھر سے آنے کی دعوت دے رہا ہے یہ تو ایجنٹ ہے نا؟؟؟ نیلم نے اپنی حیرت کو زبان دی

خفیہ اداروں کا ایک ڈیپارٹمنٹ سیاست کیلیے بھی کام کرتا ہے ان کا اس سے کوئی تعلق نہیں کہ وہ صحیح کر رہے ہیں یا غلط بس اپنی سیاست کو برقرار رکھنے کو اپنے سیاست دانوں کو سپورٹ کرتے ہیں اور چند غدار سیاست دان انڈر ورلڈ کا ہی پارٹ ہوتے ہیں جیسے اسد زبیر لغاری پاکستان کا مشہور اور سیاست میں ایک اعلیٰ عہدے پر براجمان دشمنوں کا ساتھی نکلا---ایسے غداروں کو موت بھی جلد نہیں آتی ---میجر عاص نے اسے گویا سیاست خفیہ ادارے اور انڈورلڈ کے مابین چلتے کھیل سمجھائے

آپ خوفزدہ نہ-----

ہونہہ ---ہم ڈرتے نہیں ہیں ان سب سے کیپٹن نیلم کی ایک گولی کی مار ہیں یہ سب ---وہ اسکی بات کاٹ کر فخریہ بولی ---آخر کو اتنا اچھا نشانہ ہو گیا تھا اسکا ساتھ دماغ بھی کام کرنے لگا تھا

ہاہاہاہاہا--کانفیڈنٹ ہونا اچھی بات ہے بٹ اوور کانفیڈنٹ ہونا بالکل نہیں --آپ اس فیلڈ میں ابھی نئی ہیں وہ آپ جیسی جانے کتنی بھگتا چکے ہوں گے میں آپ کو کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا پوئزن پِلس اپنے

ساتھ رکھیے گا موت کبھی بھی آپ کے دروازے پر دستک دے سکتی ہے خود کو بے جا ٹارچر کروا کر اذیت کا سامان مت کیجیے گا---وہ اسے ہراساں کر رہا تھا یا سمجھا رہا تھا؟؟؟

اپنے ملک کیلیے کسے نے ناخن بھی نا دینے کا دعوت کیا تھا ایک سال پہلے اور آج اسکا وطن اس سے پوری کی پوری جان مانگ رہا تھا

یاد رکھیے گا میدان چھوڑ کر جانے والے بزدل, کم ہمت اور ڈرپوک ہوتے ہیں بغیر جنگ لڑے پیٹھ کر کے جانے سے بہتر ہے جنگ لڑ کر خود کو شہداء میں شمار کر لو اُس فہرست میں جگہ بنالو جس ہر تمہارا وطن تمہارا ملک اور اسکے باسی فخر کرتے ہیں خود کو اُس نغمے کے بول میں ڈھال لو جو ہر چودہ اگست, چھ ستمبر کو خراجِ تحسین پیش کرنے کیلیے گائے جاتے ہیں---مرنا تو سب نے ہے آج نہیں تو کل, کل نہیں تو پرسوں کسی نے رہتی دنیا تک نہیں جینا تو کیوں نہ مر کر بھی رہتی دنیا تک جینے والوں میں شمار ہو جائیں کیوں نا شہید ہو جائیں؟؟؟اگر کسی ایک کے مرنے سے لاکھوں لوگ جی لیں تو کیا یہ سودا برا ہے؟؟؟

میجر عاص کے الفاظ تھے؟؟؟نہیں وہ صرف الفاظ نہیں تھے وہی سحر تھا جس نے اسے اپنی مٹی سے باندھ رکھا تھا وہ اسے بھی اسی دھرتی سے باندھنا چاہتا تھا---وہ اسکے ساتھ حسین مستقبل کا خواب سجائے بیٹھی تھی اور وہ کہہ رہا تھا کہ اگر تمہارے مرنے سے لاکھوں لوگ بچ جاتے ہیں تو یہ سودا برا نہیں ہے

نہیں عشق کا درد لذت سے خالی

جسے ذوق ہے وہ مزا جانتا ہے

****

شاکر کی باتیں منہاج عزضحاک کے کانوں میں گونجتیں بار بار اسکی نیند خراب کر رہی تھیں وہ کروٹوں پر کروٹیں بدل رہا تھا--- قیمتی بستر اور نرم ملائم تکیے ہیٹر کی گرمائش کے باوجود نیند اسکی آنکھوں سے کوسوں دور تھی اس پر وہ مہربان ہونے کو تیار ہی نہیں تھی

وہ اُٹھا دریچوں پر پڑے گہرے رنگ کے پردے سمیٹے اور اچانک کسی خیال کے تحت اپنے سلیپنگ گاؤن کی ڈوریاں بند کرتے سلیپرز پہن کر باہر نکل گیا

یہی درست وقت تھا جب ایم آز پلازہ میں خاموشی چھائی ہوئی تھی کیپٹن نیلم نے اپنی کاروائیاں جاری رکھیں اوڈیو ریکارڈر تو وہ سمیٹ چکی تھی اب باری کیمروں کی تھی چند کیمرے بھی اس نے اُتار لیے تھے اب اسکا رُخ ہال کی جانب تھا جہاں اس نے تین کیمرے لگائے تھے ہِڈن کیمرے کہ عام انسان اُنہیں محسوس بھی نہ کر سکے--- منہاج اپنے روم سے نکل کر لفٹ کے ذریعے اسکے کمرے تک پہنچا ہلکے سے دروازے کا لاک گھمایا تو وہ کُھلتا چلا گیا

بیڈ کی حالت صاف بتا رہی تھی جیسے ابھی کوئی بستر چھوڑ کر گیا ہو--- منہاج نے ٹھوڑی پر اُنگلیاں پھیریں--- کوئی خطرہ اسکے سر پر منڈلانے لگا---وہ تیزی سے نیچے جانے لگا

نیلم ابھی لانج میں تھی جب اسکے کانوں نے ہلکے ہلکے قدموں کی آواز محسوس کی--- کبھی وہ میجر عاص کو کہتی تھی کہ آپ اتنی ہلکی آواز کو کیسے محسوس کر لیتے ہیں اور اب؟؟؟

وہ دروازے کی اوٹ میں ہو گئی---لان اور پارکنگ ابھی تک روشن تھیں جہاں چوبیس گھنٹے گارڈز کا پہرہ رہتا تھا---اوپر کے فلورز پر وہ گئی نہیں تھی مگر میجر عاص نے بتایا تھا کہ جہاں ہیرے پڑے ہیں اُس فلور کی بھی حفاظت بہت سختی سے کی جاتی ہے---

منہاج ہال کے دروازے کے پاس رُک گیا---اندر داخل ہوا سارا ہال دیکھا راہداری دیکھی اور واپس لفٹ کی جانب چل پڑا اسے واپس لفٹ میں داخل ہوتا دیکھ کر وہ باہر نکلی کالا سوٹ پہنے وہ اندھیرے کی ساتھی لگ رہی تھی---اپنے کاروائی مکمل کر کے وہ جب اوپر کے فلور پر پہنچی تو منہاج اسکے کمرے کے

سامنے کھڑا تھا کیپٹن نیلم کیلیے وہاں سے گزرنا ممکن نہیں تھا آخری روم کو کھولنے کی کوشش کی بے سود---

اب؟؟؟

کیپٹن نیلم اب اپنی جمناسٹک آزماؤ---وہ خود سے مخاطب تھی---آخری کمرے کی گلاس ونڈو کھولی ہلکی سی آواز پیدا ہوئی اس نے ڈرتے ڈرتے کوریڈور کے آخری سرے پر کھڑے منہاج کو دیکھا وہ متوجہ نہ تھا---کمرے میں کھڑکی سے داخل ہو کر بالکنی میں گئی ساتھ والی بالکنی کی منڈیر پر ہاتھ رکھتے نیچے بندوقیں لے کر گردش کرتے گارڈز کو دیکھا اور ٹانگیں اوپر کر کے دوسری بالکنی کی سطح پر رکھیں ایک اور چھلانگ یہی لگائی دو اور پھر وہ اپنے کمرے میں پہنچی تھی اس تمام دورانیے میں اسے بیس منٹ لگ چکے تھے

کمرے میں کچھ گرنے کی آواز آئی تو منہاج فوراً اندر گیا وہ چیزیں ٹٹولتی چل رہی تھی تبھی میز سے ٹکرائی اور کرسٹل کی صراحی گرادی

منہاج اسے یہ محسوس نہیں کروانا چاہتا تھا کہ وہ یہاں موجود ہے تبھی خوشی سے اسکی کاروائی دیکھتا رہا وہ میز کا سہارا لے کر کھڑی ہوئی اور اسی طرح چلتے چلتے بیڈ پر پہنچی اور چادر تان کر سو گئی---منہاج واش روم میں گیا-

--واش بیسن گیلا تھا---نل بھی ٹھیک طرح سے بند نہیں تھا---اس نے گہری سانس لی اور کمرے سے خاموشی سے نکل گیا

Tiger work have done!!!

کیپٹن نیلم کی آواز سرگوشی سے بھی کم تھی

****

میں نے کہا تھا نا میجر عاص کیپٹن نیلم ہمیں مایوس نہیں کرے گی---وہ بہت قابل ہے بس اسے نکھار کی ضرورت تھی جو تم نے اسے بخشا مجھے اب بھی لگ رہا ہے کہ یہ ریارڈنگ ایک خواب ہے مگر نہیں ہمارے پاس مکمل ثبوت ہے کہ منہاج انڈرورلڈ کا بندہ ہے بلیک سٹار کا ذکر ہمارا پلڑا اور بھاری کر رہا ہے---منہاج تین دن بعد انڈیا جائے گا میں نے دو ایجنٹس پہلے ہی بھیج دیے ہیں---وہ منہاج کی پوری رپورٹ دیں گے تمہیں یہ اُن کے کانٹیکٹ کوڈز ہیں---آئی ایس آئی کے سربراہ نے آج اپنے فیصلے پر خود کو ہی داد دے ڈالی---وہ ایک تجربے کار اعلیٰ عہدے اور دنیا میں ایک نام رکھنے والی اعلیٰ خفیہ ایجنسی کے سربراہ تھے بھلا کھوٹے کھرے کی پہچان کیسے نہ ہوتی

سر کیپٹن نیلم نے اپنی دوسری رپورٹ بھی بھیجی ہے---میجر عاص نے ایک اور فائل انہیں پیش کی

یہ پیٹر ہے ڈیک کا دوست بھی رہ چکا ہے بہت پہلے سے منہاج کے ساتھ کام کرتا آرہا ہے اسکی پاکستان سے کوئی دشمنی نہیں ہے بس پیسے کا لالچی اور جرائم کا عادی ہو چکا ہے--- منہاج کا پرسنل ورکر آجکل یہی ہے اسکے زیرِ استعمال دونوں گاڑیوں میں ریکارڈر اور کیمرہ فکس ہے جسکی بناء پر یہ چند چہرے سامنے آئے ہیں جو ہیرے کی اسمگلنگ میں پیٹر کی مدد کرتے ہیں ان کے پاسپورٹ جعلی بنائے جاتے ہیں پیٹر چند دن تک وہ تیار کر لے گا کیپٹن نیلم کا کہنا ہے کہ وہ پاسپورٹس کی فوٹو گرافس سینڈ کر دیں گی باقی کا کام ہم انٹر نیشنل ائیر پورٹ کے حکام کو اعتماد میں لے کر باآسانی کر سکتے ہیں--- وہ انہیں رپورٹ کا خلاصہ سنا رہا تھا

Welldone Tiger your teams are really hard working and your student captain neelam, she made me wonder!!!

(شاباش ٹائیگر تمھارا عملہ بہت محنتی ہے اور تمھاری شاگرد کیپٹن نیلم, اس نے مجھے حیرت زدہ کر دیا)

****

منہاج کا دماغ خراب ہو گیا اپنے سے تیرہ سال چھوٹی لڑکی پر عاشق ہو اپڑا ہے--- مجنوں رومیو کے سارے ریکارڈ توڑے گا اُس کے لیے جان دے گا دہشتگردی, اسمگلنگ چھوڑ دے گا ہونہہ--- فلم کی شوٹنگ چل رہی ہے نا یہاں--- شاکر اپنی بھڑاس نکال رہا تھا

اوہ تو وہی لڑکی واپس آگئی ہے امداد بلوچ نے چائے کی چسکی بھری---شاکر اسکے اطمینان پر مزید سیخ پا ہو گیا

جب دیکھو چائے, جب دیکھو چائے---اس نے چائے کی پیالی امداد بلوچ کے ہاتھ سے جھپٹ کر دور اُچھال دی---سیمنٹ کا فرش آلودہ ہو گیا

تمہیں میری چائے سے کیا تکلیف ہے ؟؟؟ وہ چلایا

یہاں تلوار سر پر لٹکی ہے اور تجھے چائے کی پڑی ہے---شاکر دھاڑا

کون سی تلوار وہ لڑکی ؟؟؟ چالیس کلو وزن ہوگا بمشکل بیچاری کا ایک دن سانپ چھوڑ دیا اُس پر اگلے دن خود بھاگ جائے گی یا پھر اُسکے سامنے تین چار بندے مار دے دل حلق سے باہر آجانا ہے اُس بچی سے ڈر رہا ہے تو ؟؟؟ اس نے صاف نیلم کا مزاق بنایا

تم اُسے ہلکا مت لو مکمل ٹرینڈ لڑکی ہے اُسے منہاج کا دل بہلانے کو نہیں بھیجا گیا اُسے وہاں منہاج کے خلاف ثبوت اکٹھے کرنے کو بھیجا ہے---ورنہ کوئی لڑلی اتنی لاوارث ہے کہ اسے کسی اور کے گھر رہنا پڑ رہا ہے---شاکر نے چند نقطے سامنے رکھی

چلو دیکھتے ہیں پاکستان کی آرمی گرلز میں کتنا دم ہے----امداد بلوچ اسے کسی طور سیریس نہیں لے رہا تھا

****

جان لے لے گی تمہاری---شاکر کی باتیں مسلسل اسکے دماغ میں گونج رہیں تھیں اور اُس تصویر کو بھی وہ جھٹلا نہیں سکتا تھا اور رات کو نیلم کا غائب ہونا ایک اور پُر اسراریت قائم کر چکا تھا

نیلم کی محبت اپنی جگہ وہ اِسکی چاہ میں اپنی جان نہیں گنوا سکتا تھا نا ہی اپنا مقصد بھول سکتا تھا---اس سے دور رہ کر ایسی ہی سوچیں دماغ میں آتی تھیں اور جب وہ سامنے آتی تو لگتا کہ ٹیلی پیتھی کے علم کے ذریعے اسے قابو کر رہی ہے اسے جکڑ رہی ہے قید کر رہی ہے

مجھے منظور ہے تم آزمالو اُسے---یہ ایک جملہ کہنے کے بعد منہاج نے سیل فون آف کر دیا

اگر تم نے مجھے دھوکہ دیا ملکہ تو تم مجھے اس دنیا کا سب سے بڑا وحشی پاؤ گی میں معاف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں---وہ قد آدم گلاس ونڈو کھول کر کھڑا تھا اور نظریں نیچے لان کی گھاس پر بیٹھی وہ ٹھنڈی ہوا محسوس کر رہی تھی---اتنی معصومیت تھی اسکے چہرے پر کہ دل اسے دھوکے باز ماننے پر تیار ہی نہیں تھا

سر شاکر آگیا ہے---پیٹر نے ناک کر کے اندر داخل ہوتے کہا

ہوں---چلو---وہ اپنا سیل فون میز سے اُٹھاتا بولا

اگلے پانچ منٹ میں وہ نیچے ہال میں تھا جہاں شاکر پہلے سے موجود تھا

ملکہ اُٹھو اندر چلو شام ہونے والی ہے----منہاج نے اسکے قریب ٹھہرتے کہا---شاکر نے اپنے ساتھ موجود بندے کو اشارہ کیا تو اس نے ایک بڑی سی چادر میں لپٹا سانپ دروازے اور لان کی درمیانی راہ پر ڈال دیا جہاں سے نیلم کو گزرنا تھا---چادر

سے آزاد ہوتے ہی سانپ پنکھ پھیلائے کھڑا ہو چکا تھا سیاہ رنگ کا سانپ جسکے اوپر پیلے رنگ کے دھبے تھے چمکتا جسم سانپ جیسے شکار کیلیے تیار تھا

اب پتا چلے گا کہ اندھا کون ہے--- کس کی دنیا بے رنگ ہے--- یہ سانپ سارے رنگ واپس لے آئے گا--- شاکر دل ہی دل میں ہنس دیا

نیلم اپنی جگہ چھوڑ کر کھڑی ہو چکی تھی اسکی واچ میں لگا کیمرہ راہداری کو کور کر رہا تھا--- میجر عاص کے لیپ ٹاپ کی اسکرین پر وہ سانپ صاف نظر آ رہا تھا

کیپٹن نیلم!!! وہ منہ پر ہاتھ پھیرتا اضطرابی انداز میں کھڑا ہو چکا تھا

یہ سب شاکر کی چال ہے--- آپ گھبرائیں مت--- وہ بول رہا تھا جبکہ یہ سب نیلم کے ساتھ ہو رہا تھا--- میجر عاص ان سب سے گزر چکا تھا وہ اسکا خوف اپنے اندر محسوس کر رہا تھا

ٹائیگر سر اب کیا ہو گا؟؟؟ اگر سانپ نے--- کیپٹن حمزہ اسکرین پر دیکھ رہا تھا

کین یو پلیز شٹ اپ فار آمنٹ؟؟؟ میجر عاص غرایا اسکی آنکھیں سُرخ ہو رہی تھیں

میجر عاص کو لگتا ہے کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے--- اسکا جنونی انداز ایک بار پھر لوٹ آیا تھا

زیادہ سے زیادہ کیا ہو گا؟؟؟

مر جائیں گے--- اگر نہ گزرے تو یہ مار دیں گے--- مرنا تو ہے ہی--- میجر عاص صحیح کہتے ہیں یہ بچوں کا کھیل نہیں ہے--- میجر عاص سے ایک تھپڑ کا بدلہ لینے کو اُنہیں زچ کرنے کو ہم نے وہ پیپرز سائن کر دیے تھے اور آج سارا نقصان کس کا ہو رہا ہے صرف ہمارا--- کیا آخری وقت میں ہم بابا آپی کو بھی نہیں مل سکیں

گے کاش کہیں سے دادو آجائیں اور کہیں نیلم اُٹھ جا فجر ادا کرلے --- کاش یہ خواب ہو !!! اس نے سوچا تھا مگر حقیقت سامنے تھی

جو جو قرآنی آیات یاد تھیں انکا ورد کرتی وہ ہاتھ سے ٹٹولتی راہداری سے گزرنے لگی

دھیان سے سیدھے جاؤ --- پیچھے سے منہاج کی آواز آئی

وہ قدم اُٹھا رہی تھی سانپ اُچھل رہا تھا ستم تو یہ تھا کہ وہ آنکھ بھی نہیں میچ سکتی تھی نا چہرے کا رنگ بدلنے دینا تھا --- دوسری جانب میجر عاص اور کیپٹن حمزہ کی بھی سانسیں رُک چکی تھیں

بالکل بالشت بھر کا فیصلہ تھا --- سانپ اگر رینگنا شروع کر دیتا تو نیلم کا پیر سب سے پہلے اسکی زمین بنتا --- شاکر نے کہا تھا سانپ کا زہریلا نہیں ہے تبھی منہاج خوش کھڑا تھا مگر شاکر کے چہرے کی شیطانی چمک اسے کھٹک رہی تھی اس سے پہلے کہ یہ بالشت بھر کا فیصلہ بھی سمٹتا ایم آز نے اسے بازو سے پکڑ اکر اپنی جانب کھینچ لیا --- شاکر کی مسکراہٹ سمٹ گئی تھی

کیا ہوا ؟؟؟ وہ ہاتھ سے اسکا کوٹ اور پھر گردن محسوس کرتی پوچھ رہی تھی

کچھ نہیں سامنے دیوار تھی --- منہاج کی آواز بہت کوشش کے باوجود بھی کانپ گئی تھی

تم نے کہا تھا تم ہمارے لیے کسی گورنس کا انتظام کرو گے تم نے نہیں کیا اتنے دروازے ہیں تمہارے گھر میں ہم ان سے ٹکرا ٹکرا کر ہی مر جائیں گے --- وہ عام سے لہجے میں ہی کہتی شکوے کر رہی تھی

میں تمہیں مرنے نہیں دوں گا --- وہ کہہ اس سے رہا تھا مگر دیکھ شاکر کو رہا تھا

چلو !!! وہ اسے لے کر جا چکا تھا

شاکر نے سانپ کو زہر بھری نظروں سے دیکھا تھا

میجر عاص اور کیپٹن حمزہ نے سکون کی سانس بھری اور اپنے پسینے سے تر چہرے صاف کیے---دونوں نے شکرانے کے نوافل پڑھنے کا خود سے عہد باندھ لیا تھا

****

میورک نے ایم آز پلازہ میں ایک ہفتے بعد انٹری دی تھی---اُفق پر سیاہی پھیلی تھی جب وہ ڈارک گرے شرٹ اور خاکی پینٹ میں ہاتھ میں چابی لہراتا اور دوسرے ّمیں بیگ تھامے اندر آیا---اس نے اپنے پینٹ کی پچھلی جیب سے اپنے روم کی کیز برآمد کیں اور لفٹ سے اوپر چلا آیا وہ ابھی اپنے کمرے میں داخل ہو رہا تھا جب اسے اندر کسی ڈرا کو کھولنے بند کرنے کی آواز آتی محسوس ہوئی

اس نے اپنی پسٹل نکالے اور چیل کی طرح نگاہ پورے کمرے میں دوڑائی--- نیلم الماری کے ساتھ چپکی کھڑی تھی اسکا دل دھک دھک کر رہا تھا آدھے گھنٹے کی لگاتار کوشش کے بعد وہ اس روم کو پیٹر کا کمرہ سمجھ کر آگئی تھی جب پتا چلا میورک کا ہے تو لگے ہاتھوں اسکی بھی تلاشی لے ڈالی--- حفاظتی طور پر اس نے جو بے ہوشی کا انجیکشن اپنی پینٹ کی جیب میں رکھا تھا اُسے نکالا اور سرنج کے ذریعے محلول بھرنا شروع کیا

میورک اسکی جانب پُشت کیے بیڈ کے نیچے جھانک رہا تھا جب نیلم نے بغیر کسی لحاظ یا ہمدردی کو دل میں لائے سرنج اسکے ریڈھ کی ہڈی کے بائیں طرف گُھسادی---اسی تیزی سے بیڈ کی چادر کھینچ کر اسکے منہ پر دے دی تاکہ بے ہوشی میں بھی وہ اسکا چہرہ نہ دیکھ سکے--- نیلم کا چہرہ پسینے سے تر تھا اس نے پہلے دروازے کو لاک لگایا اور پھر میورک کے پاس پہنچی آج وہ اپنے دروازے کا لاک خراب کر کے اندر سے کنڈی لگا کر آئی تھی--- کھڑکیاں بھی اندر سے لاک کیں تھیں

کیپٹن نیلم نے دس منٹ کے انتظار کے بعد میورک کی تلاشی لی---اسکا سیل فون اور ایک وائرلیس نکالا--- اسکے ہاتھ میں موجود بیگ بیڈ پر تھا اسکو کھولا اندر لیپ ٹاپ تھا جس پر کوڈ لگا تھا

اس نے سیل فون چیک کیا دو سم کارڈ--- یہ سب کام یہاں نہیں ہو سکتا تھا---وہ واپس اپنے روم میں آئی بہت ہی مشکلوں سے ایک گھنٹے بعد وہ سات منٹ کا راستہ طے کر کے پہنچی تھی---دو تین جگہ اب منہاج نے گارڈز بھی کھڑے کر دیے تھے

اس نے ایک بار پھر اپنے کمرے کے تمام شیشے اور ڈریسنگ چیک کی کہیں کیمرہ نہیں لگا تھا شکر ادا کرتی وہ اپنے ٹریولنگ بیگ کا خفیہ حصہ کھولنے لگی اپنا لیپ ٹاپ اور سیل فون نکالا---اگلے تین گھنٹے میں وہ سیل فون اور لیپ ٹاپ کا تمام ڈیٹا اپنے لیپ ٹاپ اور سیل فون میں شئیر کر چکی تھی اِسی دن کیلیے اسے کمپیوٹر ڈیپارٹ بھیجا گیا تھا---وہ سب واپس رکھ کر آنے میں اسے مزید ایک گھنٹہ لگا ایک اور گارڈ کو بھی اس نے پریشر پوائنٹ کی ٹِرک لگا کر بے ہوش کر دیا تھا---اسکی جبڑوں کے پاس ایک مخصوص نس پر پریشر ڈالنے سے انسان بے ہوش ہو جاتا ہے اور بے ہوش ہونے کا دورانیہ لگائے گئے پریشر پر منحصر ہے

منہاج اسے تو نابینا سمجھ کر ایم آز پلازہ میں رکھ رہا تھا مگر اسکے لیے کسی اور عورت کو پلازہ میں نہیں لا سکتا تھا

گیارہ بج گئے تھے وہ بریک فاسٹ کرنے کیلیے نیچے ڈائننگ ہال میں آیا تھا جہاں ناشتے کے تمام لوازمات میز پر سجے تھے ملازم ویسے ہی روٹین کے

مطابق کھڑے تھے جبکہ پیٹر فون پر مصروف تھا---شاکر منہاج کے ساتھ پھر سے کام کرنے لگا تھا جب کہ امداد بلوچ اپنے ساتھیوں کے ساتھ روپوش ہو چکا تھا ایک مہینے بعد اسکا پھر سے بلوچستان جانے کا ارادہ تھا جبکہ کراچی میں اسے مزید نہیں رُکنا تھا

ملکہ ابھی تک سو رہی ہے؟؟؟ میز پر اسکی غیر موجودگی نے منہاج کو احساس دلایا

پیٹر کہاں مصروف ہو---اسے فون میں مسلسل بزی دیکھ کر منہاج نے کہا

سر آپ نے جو ہیرے کی اسمگلنگ کیلیے لڑکا تلاش کرنے کا کہا تھا اس سے ہی رابطہ کر رہا ہوں پتا نہیں کہاں پھنس گیا ہے اسے آج میٹنگ کیلیے بلایا تھا کیا اسے پلازہ میں ہی ٹھہرا لیں؟؟؟ میں اُسے اپنا پی اے رکھنا کا سوچ رہا ہوں---اسمگلنگ کا سارا کام وہ سنبھال لے گا---پیٹر نے اپنی پریشانی بتائی

میں نے کہا تھا کہ ہمارے پرانے گینگ میں سے ہی کسی قابل بندے کو رکھ لو---منہاج کھڑے کھڑے بولا اسے ابھی نیلم کو ناشتے کیلیے لینے بھی جانا تھا

سر پچھلے تین چار مہینے سے مجھ سے رابطے میں ہے اور اِس سے پہلے ہیروئن کی اسمگلنگ بھی کر چکا ہے---پیٹر نے کہا

جیسا تم ٹھیک سمجھو اگر بندہ مشکوک ہوا تو میری نظروں سے بچ نہیں سکے گا---منہاج نے پینٹ کی جیب سے ہاتھ نکالے جو وہ عادتاً کھڑے ہوتے ڈال لیتا تھا اور نیلم کو ناشتے کیلیے خود بلانے چل پڑا

****

اسکی رات کی کاروائی سے میجر عاص اور باقی سب بے خبر تھے کیونکہ شاکر کو شک گزر گیا تھا تبھی وہ ان سے مکمل طور پر رابطہ ختم کر چکی تھی

ہیلو پیٹر!!! ڈرائنگ روم میں ایک خوش شکل چھبیس ستائیس سال کا نوجوان داخل ہوا اس نے آتے ساتھ پیٹر سے ہاتھ ملایا

سوری مجھے دیر ہو گئی میری فلائٹ لیٹ لینڈ کی ائیر پورٹ سے ڈائریکٹ یہاں آرہا ہوں---وہ ہنستے ہوئے بولا ان کی بے تکلفی اچھی تھی

اوہ تو تمھارا ٹریولنگ بیگ؟؟؟ پیٹر نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود بھی بیٹھ گیا

یار اب وہ تو لانے سے رہا ہاہاہا---وہ ہنسا

راستے میں ہوٹل میں چھوڑ کر آیا ہوں---وہ مزید بولا

تم یہیں ٹھہر جاتے آخر کو تم ہمارا کام کرتے ہو----پیٹر نے شرمندہ ہوتے کہا

ہاہاہا تمھارا باس ایک کِک مار کر مجھے اپنے محل سے سڑک پر پھینک دے گا---ہم اپنے ایک کمرے میں ہی خوش ہیں بھئی---وہ ضرورت سے زیادہ خوش مزاج تھا

ہاہاہا---ایسا نہیں ہے ایم آز نے فائنل کیا ہے تبھی بلایا ہے تمہیں---پیٹر نے اسے حقیقت بتائی

ہاہاہا---نوازش بھئی مجھ ناچیز پر بھروسہ کیا آپ بڑے لوگوں نے---اب کوئی چائے پانی بھی پوچھ لو---

****

میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ وہ لڑکی ہے ہی دھوکے باز---بھلا میورک کے کمرے میں آدھی رات کو کون گُھس سکتا ہے---شاکر کو آج پھر موقع مل گیا تھا

میں نے کمرے میں کسی کی پریزنس کو محسوس کیا تھا جب میں اندر گیا تو کوئی نہیں تھا پھر کسی نے میرے اوپر چادر ڈالی اور کیا ہوا مجھے کچھ یاد نہیں رہا---میورک سر تھامے بیٹھا تھا منہاج اور شاکر اسکے کمرے میں کھڑے تھے اور میورک بیڈ پر ٹانگے لٹکائے غصے میں بھرا بیٹھا تھا منہاج بے تاثر چہرہ لیے اِدھر اُدھر کمرے میں نگاہیں دوڑا رہا تھا

ایم آز آخر تم ایک لڑکی پر بلائینڈ ٹرسٹ (اندھا اعتماد) کیوں کر رہے ہو؟؟؟ میورک بھی جھنجھلایا

منہاج عز ضحاک کچھ بھی کہے بغیر لمبے لمبے ڈگ بھرتا اسکے روم سے نکل گیا اسکے قدموں کی دھک دھک ایم آز پلازہ کے فرش میں جذب ہو رہی تھی

اس نے نیلم کو ٹی وی لانج میں ایل ای ڈی پر کوئی پروگرام سنتے دیکھا اسکی بے تاثر نگاہیں ایل ای ڈی کی دیوار پر تھیں نا کہ اسکرین پر---

ہیلو!!!

امداد بلوچ ایک پرائمری اسکول ہے----اس نے اسکول کا نام لیا اور ایڈریس بتایا وہاں حملہ کرنا ہے----وہ ڈرائنگ روم کے دروازے میں کھڑا بول رہا تھا تاکہ اسے صاف سنائی دے سکے اور دوسری جانب نیلم کا سانس اٹک گیا تھا وہ کیا کہہ رہا تھا وہ اوپر گیا اور ایک سی ڈی لے کر واپس آیا

کوئی ہے یہاں؟؟؟ نیلم باآواز بلند بولی

منہاج خاموش رہا--کچھ دیر بعد اسکرین پر ایک سال پہلے ایک اسکول میں ہونے والے بلاسٹ کا منظر چلنے لگا بچوں کی آہیں سسکیاں گونجنے لگیں ایمبولینس کا بے تحاشا شور ماؤں کی التجا کرتی آوازیں خون میں لت پت لاشیں قیامتِ صغری کا منظر تھا نیلم نے بہت کوشش کی تھی کہ وہ اسکرین کی جانب نہ دیکھے

یہ کس کی آوازیں ہیں؟؟؟ کیا ہوا ہے؟؟؟ کوئی کچھ بولتا کیوں نہیں ہے؟؟؟ وہ رو دینے کو تھی---حقیقتاً بھی یہ منظر اسے رُلا رہا تھا---پانچ چھ سال کا بچہ ٹوٹی ٹانگ کے ساتھ لال رنگ سے داغدار سفید یونیفارم میں کلاس کے دروازے میں مرا پڑا تھا---کتابیں کہیں گری تھیں تو بستہ کہیں پڑا تھا روح کو ہلا دینے والا منظر تھا یہ ان بچوں کی آخری تحریریں تھیں جن پر خون جما تھا

منہاج جا چکا تھا نیلم کوئی ہے؟؟؟ کوئی ہے؟؟؟ چیختی رہی آدھے گھنٹے بعد وہ اندھے پن کا مظاہرہ کرتی اپنے کمرے میں پہنچی واش روم میں گھس گئی

CN Speaking Tiger!!!

کیپٹن نیلم کیا خیر خبر ہے؟؟؟ شاکر ابھی تک گیا نہیں؟؟؟ آپ ٹھیک تو ہیں؟؟؟ آج ڈھیر سارے سوال میجر عاص کی جانب سے ہوئے تھے

ٹائیگر ہماری بات غور سے سنیں--- ہمیں اور کچھ نہیں معلوم کہ کیسے بلاسٹ کرنا ہے؟؟؟خود کش حملہ آور بھیجنے ہیں یا بارود بھرا ٹرک یا پھر فائرنگ ہم کچھ نہیں جانتے---وہ بہت گھبرائی اور بھرائی آواز میں بول رہی تھی

پلیز اُن معصوم بچوں کو بچالیں مدد کریں اُن کی وہ وہ---اسکی ہچکی بندھنے لگی وہ بیک وقت حساس بھی تھی اور بہادر بھی

کیپٹن نیلم پلیز آپ رونا تو بند کریں اس سے مشکلات میں اضافہ ہونے کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا---

ملکہ!!!آواز بہت اونچی تھی دروازے پر دستک ہو رہی تھی---اس نے وائرلیس پینٹ کی جیب میں ٹھونس دیا اور کرتی سے اچھے سے ڈھانپ لیا چہرہ دھویا آنکھوں میں پانی کے چھپاکے مارے

تم روئی ہو؟؟؟اس نے نیلم سے پوچھا

وہ وہ بب---بب باہر بہت عجیب آوازیں---وہ ہراساں نظر آ رہی تھی

اوہ تم ڈر گئی ہو شاید اور بور بھی ہو گئی ہو یہاں بند رہ کر---ریڈی ہو کر آؤ ہم آؤٹنگ پر جاتے ہیں---منہاج نے چاہت بھرے لہجے میں کہا---اس کے اندر کے وحشی شخص کو اب سامنے کھڑی لڑکی کی معصومیت سے کوئی سروکار نہیں تھا اگر وہ سچ مچ اسے دھوکہ دے رہی ہے تو وہ موت کی سب سے بھیانک صورت دیکھے گی اس دنیا میں

اا---ابھی؟؟؟اس نے تر چہرہ دوپٹے کے پلو سے پونچھا

بالکل ابھی---دس منٹ ہیں تمھارے پاس---ریڈی ہونے کو---وہ جا چکا تھا

اس نے گاجری رنگ کی کھلی بند چاک کی قمیض اور جینز کے ساتھ بڑی سی سیاہ رنگ کی شال اوڑھ لی---وہ جب باہر آئی تو اسکی چند لٹیں ٹیل پونی سے نکل رہی تھیں یہ اسکی بے دھیانی ہی تھی

چلیں ؟؟؟ نیلم کو دنیا میں سب سے زیادہ خوف اس آواز سے آتا تھا جو کتنے سالوں سے اسکا پیچھا نہیں چھوڑ رہی تھی نا آنے والے سالوں میں اس نے چھوڑنا تھا

****

اس پرائمری اسکول کے سامنے میجر عاص کے بندے گھوم رہے تھے---کوئی وین لے کر انتظار کر رہا تھا تو کوئی چنے بیچ رہا تھا تو کوئی قلفی والے کا روپ دھارے ہوئے تھا

ٹائیگر ابھی تک کوئی مشکوک فرد نہیں نظر آیا نا کوئی ٹرک اب کیا کریں؟؟؟ انس جو قلفی بیچ رہا تھا اپنے ائیر پیس میں بولا

مجھے لگ رہا ہے منہاج نے صرف نیلم کو خوفزدہ کیا ہے----میجر عاص نے کہا

مجھے بھی ایسا ہی شک پڑ رہا ہے---انس بولا

IB_40 Speaking!!!

انس سے رابطہ منقطع ہوا تو امداد بلوچ کی ٹیم کے ایک رُکن نے رنگ کی

سر امداد بلوچ یہیں ہے اُسے کسی قسم کے اٹیک کا حکم نہیں آیا---اطلاع تھی کہ خوشی کا عندیہ

شکر!!! میجر عاص نے کہا

وہ گاڑی کے پاس کھڑی تھی جب سامنے سے ایک کالے رنگ کے لباس میں مرد آیا اسکے ہاتھ میں ٹائم بم تھا

اس گاڑی میں لگانا ہے---منہاج نے کار کی جانب اشارہ کرتے نیلم کے چہرے کو دیکھا جو بے تاثر نگاہوں سے سامنے دیکھ رہی تھی وہ لان میں پارکنگ ایئریا میں کھڑے تھے منہاج کار سے ٹیک لگائے مسلسل اسکے چہرے کو دیکھ رہا تھا---جو ایک دم پُر نور اور صاف شفاف تھا بے داغ مگر اسکے دماغ میں ابھی صرف ایک ہی بات چل رہج تھی کہ وہ اسے دھوکہ دے رہی ہے جیسے تیرہ چودہ سال پہلے ایک لڑکی نے دیا تھا

ہم جا کیوں نہیں رہے؟؟؟ نیلم نے حیرانگی سے پوچھا

کار خراب ہوگئی ہے ملکہ---اس نے نیلم کے چہرے پر جھولتی ایک لٹ پیچھے کی---وہ اسکے قریب کھڑا تھا ہو کر بھی میلوں کے فاصلے پر تھا---اور ایک شخص میلوں کے فاصلے پر بھی سینے میں دل بنا دھڑک رہا تھا

خلامنک طرفي وامتلامنک خاطري

کأنک من عیني نقلت الی قلبي"

وہی سحر انگیز لہجہ گھمبیر آواز اسے گھبراہٹ ہونے لگی

"کیاہوا سمجھ نہیں آئی ؟؟؟"وہی جملے تھے وہی دلفریب مسکراہٹ جان لیوا انداز ----اسکو اپنے چہرے پر دو اُنگلیوں کا لمس سرسراتا ہوا محسوس ہوا کتنی تپش تھی اس لمس میں ---

"جب بھی نظر سے دور ہوئے

دھیان میں میرے آن آبسے

آنکھ سے چل کر دھیرے دھیرے

منزلِ دل تک آپہنچے"

اس نے عربی شعر کا اردو ترجمہ کیا

سر آپ کا کام ہو گیا---آدمی کی آواز نے دونوں کو حال میں پہنچا دیا

جاؤ تم---اس نے آدمی کو جانے کا اشارہ کیا

آؤ بیٹھو!!!وہ نیلم سے بولا

اسے بازو سے پکڑ کر اندر بٹھایا--اور ڈرائیور کو اشارہ کیا

سنو تم جاؤ میں کچھ دیر میں آتا ہوں ڈرائیور تمہیں باحفاظت پہنچا دے گا--- نیلم کو اسکی ساری چال سمجھ آگئی تھی

کک--- کہاں پہنچائے گا؟؟؟اس نے غیر ارادی طور پر پوچھا

جنت میں!!!کار چل پڑی تھی

****

کیپٹن نیلم یہاں کوئی بم نہیں ہے ناہی کوئی مشکوک بیگ کوئی برودی مواد ملا ہے ائیر یا از سکیور---اس کے سپائے ائیر پیس میں میجر عاص کی آواز آرہی تھی مگر وہ ڈرائیور کی وجہ سے جواب نہیں دے سکتی تھی

Captain Neelam are you listening me???

جواب ندار

ڈرائیور ایک پلین سڑک پر کار سے چھلانگ لگا چکا تھا--- نیلم نے اسے مڑ کر نہیں دیکھا ممکن تھا کہ گاڑی میں کیمرہ لگا ہو-- تبھی وہ ہچکولے کھاتے نیچے گر گئی--- یہ ظاہر کیا کہ گاڑی کسی اونچی نیچی سطح پر چل رہی ہے

ٹائیگر ہہ--- ہم جس کار میں ہیں اس میں ٹائم بم لگا ہے--- یہ ایک جملہ تھا کہ قیامت میجر عاص کے ہاتھ پیر پھول گئے

منہاج سے کوئی اُمید نہیں لگا سکتی اُس جیسا مُردہ دل وحشی کوئی نہیں کو سکتا---میجر عاص کا بس نہیں چل رہا تھا کہ منہاج کا قتل کر ڈالے---اسکا چہرہ غصے کی زیادتی سے سُرخ انار ہو رہا تھا

اا---اور ہمیں لگتا ہے کہ اسکول میں بھی ٹائم بم لگا یا ہے---آ آ---پ اسکول خالی کروا دیں کچھ کریں--اسکی آواز سر گوشی سے زیادہ نہیں تھی کہ کوئی ساونڈ ڈیڈ کٹر نہ لگا ہو

اسے اس وقت اپنے سے زیادہ معصوم بچوں کی فکر تھی وہ ایک حساس دل لڑکی تھی اس بات کا میجر عاص کو آج شدت سے احساس ہوا تھا--نیلم فرنٹ سیٹ کا سہارا لے کر اُٹھی اپنے آپ کو بد حواس ظاہر کیا ڈش بورڈ پر پڑے شو پیس میں سپائے کیمرہ اسے محسوس ہو رہا تھا اس نے وہ ہاتھ مار کر نیچے گرا دیا ظاہر یہی کیا کہ سہارا ٹٹولتے گرا ہے---گاڑی کا دروازہ کھولا اس سے پہلے کہ وہ چھلانگ لگاتی اس نے ڈش بورڈ پر پڑا ایک پرچہ دیکھا

جہاں ایک چیلڈ ہوم کا نیم اور ایک تین نمبر لکھا تھا--- 035

اس نے یہ حفظ کرتے چھلانگ لگا دی---چلتی گاڑی سے نیچے گرنے پر اسے بے شمار چوٹیں آئیں تھیں

بابا!!!اسکے منہ سے آہ کی صورت یہ نام نکلا تھا---اسکول کے اندر داخل ہوتے میجر عاص کے قدم تھم گئے تھے---کوچنگ سینٹر میں بارہویں جماعت کے طلباء کو پڑھاتے ابرار صاحب کا مارکر ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر گیا تھا---انہوں نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھا

بیٹا ذرا ایک گلاس پانی لانا---انہوں نے ایک شاگرد سے درخواست کی تھی

کیپٹن نیلم آپ ٹھیک ہیں؟؟؟

آہ---اس نے اپنی چھلی کہنی سہلائی

جی ہم ٹھیک ہیں میجر عاص اسکول سیف ہے آپ اس نے چیلڈ ہوم کا نام اور کوڈ بتایا

میجر عاص نے کوڈ کو ٹائم کے طور پر لیا تھا ابھی پانچ پندرہ ہو رہے تھے اور کوڈ کو اُلٹا کرنے سے 5:35 بنتے تھے اس نے فوج کو اطلاع کر دی اور بم ڈسپوزل اسکواڈ کو بھی مطلع کر دیا تھا خود بھی ممکنہ جگہ پر پہنچ گیا تھا---کیپٹن نیلم نے شال سے منہ چھپایا ایک رکشہ روکا اور چیلڈ ہوم پہنچ گئی جہاں فوج پہلے سے موجود تھی---بم ڈسپوزل اسکواڈ اور ایمبولینس بھی نیلم ایک کنارے پر کھڑی سب دیکھ رہی

تھی جب اس کے ائیر پیس میں میجر عاص کی آواز گونجی

کیپٹن نیلم آپ یہاں سے جائیں ہو سکتا ہے منہاج نے اپنے بندے اس جگہ پر چھوڑے ہوں یہ اُسکی سازش ہے آپ نکلیں یہاں سے---وہ اسکی بات پر فوراً حرکت میں آئی تھی جب اسکی نظر سامنے ایک گاڑی کی اوٹ میں ایک بچے ہر پڑی جو سڑک پر پڑے بھالو کو اُٹھانے کی کوشش کر رہا تھا

بھالو اور سڑک پر؟؟؟اُنیس سالہ اِس انٹیلیجنس سروسز سے تعلق رکھنے والی لڑکی کیلیے یہ ایک مشکوک بات تھی---وہ بجلی کی سرعت سے ایک بھی منٹ ضائع کیے بغیر بچے تک پہنچی اسکا مقصد بچے کو بھالو سے دور کرنا تھا---بچے کو اُٹھا کر وہ ابھی سات میٹر دور گئی تھی کہ بلاسٹ کی سٹرینتھ نے اس سمیت بچے کو دور پھینکا---آس پاس موجود ایمبولینس آگ پکڑ چکی تھی عمارت بھی متاثر ہوئی تھی چند فوجی افراد اور دو عورتیں, چار پانچ بچے بھی زخمی ہو چکے تھے---ایک بم وہ ڈسپوز کر چکے تھے مگر یہ بھالو دو تین منٹ قبل ہی کوئی رکھ کر گیا تھا---نیلم نے چونکہ چادر سے منہ ڈھانپ رکھا تھا اسی لیے بچے کے پاس گئی عورت کون تھی کوئی نہ جان سکا---اس سے پہلے کہ دھواں جھٹتا اور ماحول پہلے جیسا ہوتا اس پر نظر رکھتا ٹائیگر دوڑ کر اس تک آیا جسکے سینے سے

لگا بچہ خوف سے بے ہوش ہو چکا تھا اور نیلم اسپر اوندھی گری تھی اسکی چادر پیچھے سے جل چکی تھی مٹی اور دھواں اور آگ کے شعلوں نے مزید کچھ نہ دیکھا یا میجر عاص نے بچے کو دوڑ کر ایک فوجی کے حوالے کیا اور نیم بے ہوش نیلم کو اُٹھا کر اپنی کار میں ڈالا جسکی حالت دھماکے کی وجہ سے پہلے سے ہی بیت خستہ حال تھی ممکن تھا کہ وہ ایک دو کلومیٹر ہی چل پاتی اور یہی ہوا تھا---سنسان سڑک پر گاڑی کے رُکنے پر میجر عاص نے اسٹیر نگ پر اپنا زوردار مکا برسا کر غصہ نکالا

****

اُف یہ لڑکی کتنی چالاک ہے اس نے جان بوجھ کر شوپیس گرایا تا کہ کیمرہ نیچے گر جائے----شاکر لیپ ٹاپ کی اسکرین کی جانب دیکھتا دھاڑا

سر میں نے چھلانگ لگادی ہے لڑکی اندر ہی ہے وہ کچھ بھی نہیں بولی جیسے اُسے کچھ نظر ہی نہ آتا ہو---ڈرائیور نے پٹر کو کال کی

اگر وہ واقع ہی ایجنسی کی بھیجی گئی ہوتی تو اب تک اطلاع دے چکی ہوتی اپنے آفیسر ز کو اور اسکول خالی ہو چکا ہوتا---پیٹر نے بھی اپنا حصہ ڈالا

اور چیلڈ ہوم کی جو چِٹ میں نے رکھی تھی اُس پر تو اُس لڑکی کی نظر پڑی ہو گی تبھی چیلڈ ہوم پر فوج وقت سے پہلے پہنچ گئی---شاکر نے ثابت کر دیا تھا وہ را کا بندہ ہے

تم کہا تھا بم بلاسٹ نہیں ہو گا اگر اُسے کچھ ہوا تو میں تمہاری جان لے لوں گا---منہاج جو کب سے لانج میں ان دونوں کی گفتگو ضبط سے سُن رہا تھا آخر پھٹ پڑا--شاکر کو کالر سے پکڑ کر دور پھینکا پَرا سکا لیپ ٹاپ ٹیبلل

پر پڑی ہر سجاوٹ کی چیز---جدۃ سے لائی صراحیاں سب پھینک دیا---کرچی کرچی کر دیا---پیٹر سہم کر دور کھڑا تھا تو شاکر شاکڈ ہتھیلیوں کے بل پڑا اسکی ہذیانی کیفیت کو دیکھ رہا تھا

پاگل تھا میں جو تم لوگوں کی باتوں میں آگیا---اس نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں گرا لیا

اگر وہ مر گئی تو؟؟؟ایک ہی سوال اسے پاگل کیے دے رہا تھا

ابھی وہ محبت میں اس اسٹیج سے گزر رہا تھا جہاں محبوب اور اپنے آپ میں سے کسی ایک کو چننا پڑتا ہے اس نے اپنے آپ کو چُن لیا تھا اور اب پچھتا رہا تھا

****

بابا---آآآ---پی--وہ زور زور سے سیٹچیر سر پٹخ رہی تھی اسکی یہ حالت میجر عاص کے منہ پر طمانچے مار رہی تھی بھاڑ میں گئی انا, بھاڑ میں گیا ماضی سامنے درد سے تڑپتا زخموں سے چور وجود صرف ایک محبِ وطن کا تھا ایک ایسے انسان کا جس نے انسانیت پر اپنا آپ قربان کر دیا تھا---وہ کار سے اُترا اور پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا---وہ بار بار بابا کہہ رہی تھی تکلیف میں ہم ہمیشہ ماں باپ کو ہی پکارتے ہیں اُن سے زیادہ محبت ہم کسی سے نہیں کر سکتے کسی سے بھی نہیں انسانی رشتوں میں وہ سب سے بڑھ کر ہوتے ہیں

نیلم کو پیر سے پکڑ کر باہر کھینچا اور کندھے پر اُٹھالیا---ساڑھے چھ کا وقت تھا مغرب بھی ہو چکی تھی اندھیرا بڑھ رہا تھا اس نے اپنا وائرلیس بچہ پکڑاتے وقت فوجی کو ہی تھما دیا تھا عجلت میں اور واپس بھی نہیں لیا تھا---ممکن تھا کوئی ان کا پیچھا کر رہا ہو----وہ اسے اُٹھائے جنگل کی طرف نکل گیا--سفیدے کے لمبے لمبے درخت عجیب ہولناک منظر پیدا کر رہے تھے---گیدڑوں کی آواز بھی قریب آ رہی تھی میجر عاص نے بہت مشکل سے اپنا پیڑ ایک درخت پر رکھتی نیلم کو تھامے ہی بائیں شوز کے موزے سے ریوالور نکالا

کک---کون ہے؟؟؟ وہ شاہد ہوش میں آچکی تھی اسکے ناخن میجر عاص کے کان کے پیچھے چبھے تھے

میں ہوں ٹائیگر---وہ سرگوشی میں بولا

نیچے اُتاریں ہمیں---وہ سختی سے بولی---میجر عاص نے رُک کر اسے نیچے اُتارا

اسکی چادر جل چکی تھی ایک ٹکڑا جو بچے کے اوپر ہی رہ گیا تھا اس نے پونی کھینچ کر بال کُھلے چھوڑ دیے اسکی کمر سے شرٹ بھی جل گئی تھی---پوری کمر خون سے لت پت ہوئی تھی سفید جلد جھلس کر عجیب بدنما ہو گئی تھی جو اندھیرے میں نظر نہیں آ رہی تھی وہ اب بھی درد و تکلیف کی انتہا پر تھی مگر میجر عاص کی نظر میں بے باک لڑکی کو آج اپنے حلیے کی بہت پرواہ تھی

کیپٹن نیلم!!! اس نے گھٹنوں کے بل بیٹھتے اسے پکارا

ہوں--جی وہ اب بھی سنبھل نہیں پائی تھی

کانٹیکٹ ڈیوائز ہے ابھی آپ کے پاس---اندھیرے میں دونوں کو بمشکل ایک دوسرے کا چہرہ دیکھائی دے رہا تھا---نیلم نے رُخ موڑ کر جیک سے وائرلیس کو آزاد کرتے اسکو تھمایا

بہت دیر کوشش کرنے کے باوجود فریکوئنسیز ایشو آرہا تھا--- سیل فون ہے آپ کے پاس؟؟؟اس نے پوچھا

وہ دوسرے والا ہے---اس سے مراد وہ سیل تھا جسے وہ صرف منہاج کے سامنے استعمال کرتی تھی اس میں صرف اُسکا ہی کانٹیکٹ تھا

اوہ نو جلدی دیں-- نیلم نے سیل فون نکال کر اسے دیا ٹائیگر نے اس میں سے سیم نکالی اور توڑ کے کچرا کر دیا

آہ---جب سیم کا حشر نشر ہو گیا تب اس نے سانس لیا--- منہاج تو نہیں مگر شاکر اسکے نمبر سے لوکیشن چیک کر سکتا تھا تبھی یہ احتیاط ضروری تھی---اس نے موبائل کی ٹارچ آن کی--- پھر یہ سوچ کر کے کوئی پیچھا نہ کر

رہا ہو بند کر دی

نیلم---وہ اسکے پاس پنجوں کے بل بیٹھ گیا جو درخت سے ٹیک لگائے نڈھال سی تھی---میجر عاص کے لڑکیوں کے معاملے میں پتھر دل نے آج اس لڑکی پر بڑا ترس کھایا تھا

نیلم!!! اس نے پھر پکارا---وہ اسکا گال تھپکنا چاہتا تھا مگر اُٹھتا ہاتھ بار بار پہلو میں گر جاتا

آپ یہیں رُکیں میں آس پاس پانی دیکھ لوں---وہ سیل کی ٹارچ اکر آگے بڑھ گیا---جنگل ہی جنگل میں پیر رکھنے سے فقط پتوں کی آوازیں آرہی تھیں---چالیس منٹ بھاگ بھاگ کر تلاشنے کے بعد اسے ایک نلکا نظر آگیا شاید یہاں سے آگے کم ہی فاصلہ ہو جنگل ختم ہونے میں---وہ راستہ یاد کرتا واپس آیا

کیپٹن نیلم---پانی مل گیا ہے آئیں---اس نے نیلم کو سہارا دیا---کمر جھلسی الگ تھی گاڑی سے گرنے پر ماتھے کی چوٹ چھلی کہنیوں سے ٹپکتا خون اسکا سٹیمنا تھا کہ وہ اب بھی تھوڑے ہوش میں تھی---ٹائیگر جھکا

اور اسے بازوؤں میں اُٹھالیا---انٹری ٹیسٹ کے دوران جب اسکا بے ہوش وجود اُٹھایا تھا اس لڑکی سے اسے نفرت محسوس ہوئی تھی اسے اور آج ہمدردی صرف ایک انسانی ہمدردی!!!

ہم چل سکتے ہیں میجر عاص---وہ نیچے اُترنے کی کوشش کرنے لگی

مجبوری نہ ہوتی تو میں کبھی یہ زحمت نہ کرتا---اسکے لہجے کی ناگواری نے کیپٹن نیلم کی رہی سہی ہمت بھی توڑ دی وہ خاموشی سے اسکی شرٹ کو کندھوں دبوچے ہوئے تھے---میجر عاص نے شرٹ کی سختی کو پوری توجہ سے محسوس کیا تھا

بابا---وہ درد کو برداشت کرتی نڈھال ہوتے بولی

فوج میں جانے کیلیے بہت تکلیفیں اُٹھانے پڑتی ہیں عاص---اسکے بابا کا کہا جملہ اسے آج بھی یاد تھا---یہی بات اس نے نیلم کو سمجھائی تھی مگر وہ نہیں مانی تھی وہ اسکی ضد میں اس فیلڈ میں آئی تھی اور آج میجر عاص اِسے اُسی درد سے گزرتا دیکھ رہا تھا جس سے سالوں پہلے وہ گزرا تھا تب وہ بھی صرف ایک ہی نام پکارتا تھا بابا---
اندھیرے میں کوئی اسکی نم آنکھیں نہیں دیکھ سکا تھا کہ یہ لفظ بابا نے اسے کیا کیا یاد نہیں کروایا تھا

نلکے کے پاس پہنچ کر اس نے نیلم کو نیچے اُتارا اور نلکا چلانا شروع کیا جلتے زخموں پر جب سرد ٹھٹھرتی دسمبر کی سرد رات میں پانی گرا تو اسکے منہ سے سسکیاں نکلنے لگیں---تکلیف نا قابل برداشت تھی---وہ جس نے کبھی چولہے کی تپش نہیں برداشت کی تھی آج اُسکا حُسن کتنا بے مول ہو گیا تھا

کافی دیر بعد جب اسے لگا اسکے زخموں سے خون رسنے بند ہو گیا ہے اس نے بس کہہ کر ٹائیگر کو روکا---اور نلکے کا سہارا لے کر کھڑی ہو گئی---اندھیرا اب اتنا بڑھ چکا تھا کہ وہ اسے دیکھ تک نہیں پا رہا تھا اور نیلم جس حال میں تھی اس نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ اُس نے دن کے بعد رات بھی بنائی ہے---اس نے اپنے بال نچوڑے اپنی

شرٹ بھی جو کمر پر تھی ہی نہیں پوری جل چکی تھی---میجر عاص نے سردی کے باعث جو جیکٹ پہنی تھی اُتار کر اسے دی

پہن لیں اسے---نیلم نے مشکور نظروں سے اسکے ہیولے کو دیکھا

بھاؤ بھاؤ!!!

شاید کوئی جنگلی کتا تھا--آواز قریب سے آرہی تھی ٹائیگر نے ٹارچ آن کی اور کتے نے اسی وقت حملہ کیا ٹائیگر نے قلابازی کھاتے کتے کو دور پھینکا اور فائر کر دیا----آواز بند ہو گئی تھی

جنگلی!!! وہ اپنے منہ پر اسکا پنجہ محسوس کرتا نخوت سے بولا

کہیں پنجہ تو نہیں مار دیا؟؟؟ نیلم فکرمندی سے بولی

نہیں بس لگتے لگتے رہ گیا---اس نے پسٹل پینٹ کی پچھلی جیب میں ڈالی

پانی پی لیں آپ---یہ صاف پانی ہے---وہ نلکہ چلانے لگا تو نیلم نے جی بھر کر خود کو سیراب کر لیا

آپ بھی پی لیں ہم چلاتے ہیں---وہ اس سے موبائل پکڑتی بولی

چلائیں---وہ ہاتھوں کی مٹھی بنا کر اسے دیکھتے بولا جس نے سیل نلکے کے ارد گرد بنے دیواروں میں سے ایک پر رکھ دیا تھا جسکی وجہ سے سامنے دیکھنے پر ساری روشنی اسکی آنکھوں میں پڑ رہی تھی---نیلم نے اسکی ہلکی بڑھی شیو کی چمک کو محسوس کیا تھا---سلیوس چڑھائے وہ ہلکے سے جھکا ہاتھوں کی مٹھی بنائے اسے دیکھ رہا تھا بالوں کا آبشار ماتھے پر بکھرا پڑا تھا

چلا کیوں نہیں رہیں؟؟؟ وہ اندھیرے کی بناء پر اسکی محویت نہیں محسوس کر سکا تھا

وہ اسکو چلائیں گے کیسے ؟؟؟ یہ بھی ایک مسئلہ تھا

اُف ہٹیں -- یہ پکڑیں اس نے موبائل نیلم کو پکڑایا کہ اس پر روشنی کرے

اس میں کیا مشکل ہے اوپر کریں اسے پھر نیچے ,اوپر نیچے وہ دیکھیں پانی آنا شروع ہو گیا --- وہ اپنی ہی جون میں بول رہا تھا جب کہ اسکی کھلکھلاہٹ بند نہیں ہو رہی تھی

ہاہاہاہاہا --- وہ بے تحاشا ہنس رہی تھی

اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے ؟؟؟ وہ برا سا منہ بناتا بولا

ہاہاہا --- کک کچھ نہیں --- وہ ہنسی کے درمیان بولی

چلیں نہیں پینا مجھے پانی --- وہ جانے لگا

اچھا اب لڑکیوں کی طرح نخرے مت دکھائیں --- آئیں واپس --- اسنے نلکا چلانا شروع کیا تو وہ ایک نظر اسے گھورتا نلکے کے پاس آ گیا اور سابقہ پوزیشن میں کھڑا پانی پینے لگا --- ٹارچ سے نکلتی روشنی کی شعاعوں میں اسکی ہتھیلیوں سے گرتا پانی بہت چمک رہا تھا ہتھیلیوں کو لبوں تک لے جاتے وہ آنکھیں بند کر کے پانی پی رہا تھا اتنا معصوم اور دل چرا لینا والا انداز تھا اسکا کہ وہ دم بخود ہو کر رہ گئی تھی

اور --- اس نے پھر ہتھیلیوں کا پیالہ نلکے کے منہ کے آگے کیا تو وہ چونکی

جی !!! اس نے نلکا پھر چلانا شروع کر دیا

پانی آنکھ میں بھر کر لایا جا سکتا ہے
اب بھی جلتا شہر بچایا جا سکتا ہے

ایک محبت اور وہ بھی ناکام محبت
لیکن اس سے کام چلایا جا سکتا ہے

دل پر پانی پینے آتی ہیں امیدیں
اس چشمے میں زہر ملایا جا سکتا ہے

یہ مہتاب یہ رات کی پیشانی کا گھاؤ
ایسا زخم تو دل پر کھایا جا سکتا ہے

پھٹا پرانا خواب ہے میرا پھر بھی تابشؔ
اس میں اپنا آپ چھپایا جا سکتا ہے

****

اس نے راہداری میں جھانکا کوئی نہیں تھا وہ تھوڑا اور آگے کو جھکا دیوار کی اوٹ سے مگر حدِ نگاہ تک کوئی نظر نہیں آیا یہ ایم آر پلازہ کے اپر فلور میں سے ایک تھا جہاں کیپٹن نیلم ابرار کا کمرہ بھی موجود تھا--- براؤن کلر اسکیم تھی شاید ہر پردے کا رنگ ایک جیسے گھر تھا یا محل---وہ اب نکل کر کمروں کی طرف بڑھ گیا اس سے پہلے کہ کوئی آتا اور اسکا کام خراب ہوتا وہ تیزی

سے ہر کمرے کے دروازے کے پاس رُک کر عقابی نظروں سے آس پاس کا جائزہ لیتا اور آگے بڑھ جاتا آخری روم کے پاس آکر اس نے پھر کسی کے نا ہونے کا یقین کیا اور کمرے میں گھس کر اندر سے کنڈی چڑھا دی--- سب سے پہلے الماری کی طرف گیا جس کے ایک حصے میں کپڑے لٹکے تھے جبکہ دوسرے میں ٹریولنگ بیگ تھا اس نے پھرتی سے ہاتھ چلاتے ٹریولنگ بیگ کی خفیہ زیپ کھولی اور اندر سے چھوٹی چھوٹی تمام ڈیوائزز، میموری اسٹک، چارجرز، سیل فون اور لیپ ٹاپ نکال کر اپنی پاکٹ سے ایک سیاہ کپڑے کا بیگ نکال کر اُس میں ڈال دیا

اسکے بعد وہ اُٹھا اور باہر نکل گیا اسی طرح اس نے بہت چالاکی سے دوبارہ آس پاس کا جائزہ لیا اور جہاں سے آیا تھا وہیں چلا گیا--- آخر ایم آر پلازہ کے اندر کوئی کیسے گھس سکتا تھا جو بھی تھا وہ پہلے سے ہی اندر آچکا تھا

****

ٹائیگر اور کتنا راستہ ہے؟؟؟ وہ اس سے کافی پیچھے تھی---اندھیرا بدستور قائم تھا ہر چیز اسی گھپ سیاہی میں گم ہو چکی تھی درختوں کے قد لگتا تھا آسمان تک پہنچ چکے ہیں---میجر عاص اور وہ بہت احتیاط سے چل رہے تھے جنگل میں جانوروں کی آوازیں اس بات کا ثبوت تھیں کہ شکاری یہاں جال بچھانے آتے ہیں انہیں ڈر بھی تھا کہ کسی گڑھے میں ہی نہ گر جائیں

دھیان سے آیئے گا---پتوں پر پیر مت رکھیے گا ان کے نیچے جال بچھائے ہوتے ہیں شکاریوں نے---اور میں نہس چاہتا کوئی آپ کا شکار کرے---وہ محتاط قدم اُٹھاتا بول رہا تھا وہ آگے تھا ٹارچ اسکے ہاتھ میں تھی--سوائے پتوں کی اور غوں غوں کے سوا اسکی آواز جنگل میں گونج رہی تھی

آپ کانٹیکٹ کرنے کی----آآآ---وہ جو اسکے پیچھے چلتی بول رہی تھی یکدم چیخی اور دھپ کی آواز سے ایک گڑھے میں گری---وہ تیزی سے مڑا پنجوں کے بل گڑھے کے کنارے بیٹھ کر ٹرچ کی مگر بے تحاشا دھول کی بناء پر اسے کچھ نظر نہ آیا

ٹائیگر؟؟؟ نیلم چیخی

آ جاؤ مجھے کھا جاؤ---میجر عاص تپ کر اونچی آواز میں بولا

بکواس کر رہا تھا میں کہ دیکھ کر چلو دیکھ کر چلو--- تم نے آج کوئی ٹانگ بازو تڑوا کر ہی دم لینا ہے--- وہ غصے میں آپ سے تم پر آ جاتا تھا--- نیلم کے کھانسنے کی آواز آنے لگی

روشنی تو کر دیں--- وہ بے چارگی سے بولی تو میجر عاص نے موبائل کی ٹارچ اندر گڑھے میں کی--- گڑھا سات فٹ تک گہرا تھا

نکلیں اب ؟؟؟ وہ بیزاری سے بولا تو نیلم نے گڑھے کی دیوار پر پیر رکھا اور چڑھنے لگی

ہاتھ دیں--- میجر عاص نے جھک کر ہاتھ بڑھایا جسے دیوار پر ایک چھلانگ لگاتے نیلم نے تھام لیا اور اسکے بازو کو کسی رسی کی طرح استعمال کرتی اوپر چڑھی--- اس تمام کشمکش میں اسکی سانس بے تحاشا پھول چکی تھی--- میجر عاص نے اسکے یخ ٹھنڈے ہاتھوں کا لمس اپنے بازو پر پوری شدت سے محسوس کیا تھا

کیپٹن نیلم ؟؟؟ اسے یوں ہی بازو تھامے گہرے سانس لیتے دیکھ کر وہ ہلکے سے پکارا

اُف--- سی کی آواز اسکے لبوں سے آزاد ہوئی کمر پہلے ہی زخمی تھی اور وہ گری بھی کمر کے بل تھی

آپ, آپ یہاں آکر بیٹھ جائیں اس نے ایک درخت کے پاس اشارہ کیا تو وہ اُٹھے بغیر پنجوں کے بل وہاں تک جاتے درخت سے ٹیک لگائے چہرہ اوپر اُٹھا کر بیٹھ گئی

آپ رُکیں میں اکیلے ہی جاتا ہوں--- پسٹل ہے آپکے پاس ؟؟؟ اسکے پوچھنے پر نیلم نے سر ہلایا وہ وائرلیس نما ڈیوائز اپنی پینٹ کی جیب سے نکالتا جنگل کے آخری سرے کی جانب بڑھنے لگا--- جیسے ہی فریکوئنسی سیٹ ہوئیں ڈیوائز وائبریٹ کرنے لگی

CN, 41 Speaking!!!

ٹائیگر ہوں---انس ہم یہاں جنگل میں پھنس گئے ہیں نکل تو جائیں گے مگر گاڑی خراب ہو چکی ہے نیلم بہت زخمی ہو چکی ہے جلدی کسی کار اور ڈاکٹر کا انتظام کرو میں اُسے ہاسپٹل لے جانے کا رسک نہیں لے سکتا---وہ آس پاس سیل کی ٹارچ پھینکتا کسی کے نہ ہونے کا یقین کر رہا تھا

صرف پندرہ منٹ میں پہنچ رہا ہوں تم نیلم کا خیال رکھنا---وہ تیزی سے بولا اور رابطہ منقطع کرتا اپنے ساتھی کو ڈاکٹر کا انتظام کرنے کا کہہ کر خود کار لے کر نکل گیا

جب کہ میجر عاص پھر سے واپس چل پڑے جہاں نیلم درد کو گھونٹ گھونٹ کرتی پی رہی تھی

****

پیٹر تم تو میری بات سمجھنے کی کوشش کرو اور منہاج کو سمجھاؤ وہ لڑکی دھوکہ دے رہی ہے اسے جھوٹ بول رہی ہے کیوں وہ پاگل ہوئے جا رہا ہے----وہ اور پیٹر ڈرائنگ روم میں بیٹھے تھے ایم آز گارڈز کی ایک فوج لے کر نکل پڑا تھا نیلم کی تلاش میں----شاکر تب سے جلا پڑا تھا اسکا دل چاہ رہا تھا کہ منہاج کا سر پھاڑ دے جسے اسکی بات نہیں سمجھ آ رہی تھی---پہلے اِس نے خود نیلم کو آزمانے کیلئے پلان بنایا تھا اور اب خود ہی ان سب کو وارن کرتا دیوانوں کی طرح کراچی کی ایک ایک سڑک چھان رہا تھا

میں ایک ورکر سے زیادہ اُسکا کچھ نہیں ہوں اگر ڈیک ہوتا تو شاید وہ سمجھ چکا ہوتا مگر میں کچھ نہیں کہہ سکتا وہ شخص اپنی مرضی کا مالک ہے تم اُسکے اصل روپ سے ابھی واقف نہیں ہوا گر اپنی زندگی پیاری ہے تو اُسکے معاملات سے دور رہو---جب اُسکا دماغ گھومتا ہے وہ. کچھ نہیں دیکھتا کہ سامنے والا انسان کون ہے اُسکا کیا لگتا

ہے ---اسکا اندازہ تم آج کے واقعے سے ہی لگا سکتے ہو ---اپنے ملک کیلیے کام کرو نا کہ سیاست کیلیے ---آج یہ سیاسی لوگ تم سے اپنا کام نکلوائیں گے اور کل جب تم پکڑے جاؤ گے تو تمہیں پہچاننے سے ہی انکار کر دیں گے ---پیٹر نے اسکو سمجھانے کی کوشش کی

مجھے جس کام کیلیے بھیجا ہے وہ تو مجھے ہر حال میں کرنا ہے ہمیں ایم آز کی ضرورت ہے اور وہ لڑکی اُسکی تمام صلاحیتیں چھین لے گی ---وہ کھڑا ہو چکا تھا ---اسکا انداز بے لچک تھا

مجھے اُس لڑکی کے کمرے کی تلاشی لینی ہے تم مجھے اُسکا روم بتا دو پلیز ---شاکر نے التجا کی

سوری ----پیٹر نے بے نیازی سے کہتے سوفٹ ڈرنک کا گلاس اُٹھا لیا

پیٹر, پیٹر مائی برادر ٹرائے ٹو انڈرسٹینڈ وہ لڑکی منہاج کے ساتھ ساتھ ہم سب کو لے ڈوبے گی ---تم مرنا چاہتے ہو یا آئی ایس آئی کے ہاتھوں ٹارچر ہونا چاہتے ہو؟؟؟ شاکر پنجوں کے بل اسکے سامنے بیٹھ کر اسکی آنکھوں میں دیکھتا بولا

چلو!!! پیٹر خود اُٹھ گیا تھا اسے بھی ساتھ چلنے کا کہا

****

لیڈی ڈاکٹر اسے ٹریٹمنٹ دے کر جا چکی تھی ٹائیگر مزید نہیں رُک سکتا تھا اسے بلوچستان میں بھیجے گئے اپنے پچاس ساتھیوں کے گروہ کا بھی ساتھ دینا تھا وہ سب صورتحال بھی چیک کرنا تھیں اُنہیں پچاس میں سے ایک

نے اس سے ملنے آنا تھا---وہ کسی ڈیوائز یا ائیر پیس ٹیکنولجی کی کوئی مدد لے کر را کے ایجنٹ کو الرٹ نہیں کرنا چاہتے تھے اگر وہ ان سب کا استعمال کرتے تھے تو وہ بھی اس سب کے بارے میں جانتا ہو گا

وہ نکلنے لگا تھا جب اسکی وائرلیس نما ڈیوائز (فوجی واپس دے گیا تھا) پر کوڈ رن ہوا

Tiger P2 Speaking!!!

ہاں بولو کیا خبر ہے؟؟؟---وہ کرتے کے بٹن لگاتا بولا

سر ایوری تھنگ از سیو ناؤ (ہر چیز محفوظ ہے)

گُڈ!!!

وہ جانے سے پہلے نیلم کے پاس اندر روم میں آیا وہ لوگ اُسی گھر میں آئے تھے جہاں کراچی آتے ہی نیلم اور ٹائیگر آئے تھے---یہ ہی ان کا اصل ٹھکانہ تھا مکمل محفوظ

میم بشرہ آپ کیپٹن نیلم کا خیال رکھیے گا اور کوئی بھی پرابلم ہو فوراً مجھے انفارم کیجیے گا---یہ کھانے کے معاملے میں بہت ضدی ہیں ان کی کوئی بات نہیں ماننی---وہ میم بشرہ سے کہہ رہا تھا جو کیپٹن نیلم کے سرہانے بیٹھی تھیں---وہ پوری کمبل میں لپٹی تھی

ٹمپریچر بہت زیادہ ہے---ابھی تک غنودگی میں ہے---میم بشرہ بولیں---میجر عاص نے کمفرٹر میں دبکے وجود پر ایک نظر ڈالی جسکی اسکی جانب پُشت تھی بس بال ہی میجر عاص کی نظروں میں آئے تھے

اچھا میں چلتا ہوں---اللہ حافظ!!!

وہ دیوار گیر گھڑی کی جانب دیکھ کر بولتا باہر نکل گیا--- میم بشرہ نے اسکے اوپر کمبل درست کیا اور سوپ بنانے چلیں گئیں ویسے بھی سردیوں میں اسکی زیادہ ضرورت ہوتی ہے

****

یہ شطرنج کا کھیل تم نے شروع کیا سفید مہرے ہتھیا کر چال میں پہل تم نے کی اب انتظار کرو میری چال کا تمہارا وزیر مارنا ہوگا منہاج عز ضحاک تمہارا ضمیر جگانے کو!!!

یہ ایک خوبصورت اور ویل فرنشڈ ہوٹل کا کمرہ تھا جہاں وہ قد آدم شیشے کی کھڑکی کھولے اسکے کنارے پر ہاتھ رکھے

نارنجی سورج کی نرم گرم شعاعیں اپنی کشادہ کندنی رنگت کی پیشانی پر محسوس کر رہا تھا اسکی یہ خود کلامی میں کہی گئیں باتیں ان شعاعوں میں جذب ہونے لگی تھیں سامنے کا منظر بہت حسین تھا سرسبز و شاداب درخت پھول اس باغ کے مالی کو داد دینے کا دل چاہتا تھا

اس نے ایک ہاتھ یونہی دیوار پر ٹکائے دوسرے سے سیل فون نکالا

ایک خبر شائع کرنی ہے

کل رات ایک کار بریک فیل ہونے کی وجہ سے ہزاروں فُٹ کی اونچائی سے کھائی میں گر گئی کار میں موجود خاتون اس افسوس ناک حادثے میں دم توڑ گئیں!!!

آج جو خبر کو من گھڑت چھپوا رہا تھا کل حقیقت کا روپ لینے والی تھی

****

JIX وہ ایک روز بعد واپس آیا تھَا--- کمرے میں موجود بلوچستان کی ٹیم کی رپورٹ مکمل کر رہا تھا جو اسے بھجوانی تھی--- دماغ ایک دو نقطوں پر سوچ سوچ کر پک چکا تھا جب وہ کافی کا شیدائی باہر چلا آیا مگر یہاں آتے ہی اسکا سارا موڈ کیپٹن نیلم کی بات نے غرق کر دیا وہ کھلے کشادہ کچن میں چار کرسیوں والے پلاسٹک کے چیئر سیٹ میں سے ایک کرسی گھسیٹے بیٹھی تھی ہاتھ میں ہلدی ملے دو ملے کا گرم مگ تھا جسکے ٹھنڈے ہونے کے انتظار میں وہ کافی بناتی میم بشرہ سے محوِ گفتگو تھی

ہو نہ ہو آپ کے ٹائیگر سر کا تو بس نہ چلے کہ ہمیں سچ مچ مار دیں کبھی کسی طرح ہمارے مرنے کی خبر ایم آز تک پہنچاتے ہیں تو کبھی کسی طرح---اگر ہم نے منہاج کو سچ بتا دیا نہ تو وہ آپ کے ٹائیگر سر کو ہی کھائی سے نیچے پھینک دے گا---وہ بول رہی تھی جب ٹائیگر ایک ہی جست میں اس تک پہنچا چونکہ اسکی دروازے کی جانب پُشت تھی تو اسے دیکھ نہ سکی اسکی کُرسی وہ اپنی جانب گھما کر اسے ٹھوڑی سے پکڑ چکا تھا

دنیا اُسے ایم آز کے نام سے جانتی ہے منہاج عز ضحاک شیر کے سینے پر ہاتھ رکھ کہ وہ دل نکال لیتا ہے تم تو اُسکی ایک سخت نظر کی مار ہو جس لمحے اُسے تمہاری حقیقیت معلوم ہوئی وہی لمحہ تمہاری موت ہو گا ٹائیگر نے ایک جھٹکے سے اسکی ٹھوڑی کو چھوڑا

اگر مروں گا میں تو بچو گی تم بھی نہیں مائنڈاٹ!!!

اسکی چیئر کو ایک ٹھوکر رسید کرتا وہ نکل گیا تھا نیلم نے میز پکڑ کر خود کو گرنے سے بچایا تھا وہ تو اخبار میں اپنی موت کی خبر پڑھ کر مزاق میں میم بشرہ لے ساتھ لگی تھی ورنہ ایسی بات وہ ان کے سامنے کیوں کرتی مگر ٹائیگر نے اسکے چہرے پر مزاق کے تاثرات نہیں دیکھے تھے صرف جملے سنے تھے---میم بشرہ ابھی تک شیلف سے لگی حیران کھڑی تھیں---ذلت اور آہانت کے احساس کے تحت نیلم کا چہرہ سُرخ ہو چکا تھا آنکھیں برسنے کے قریب تھیں مگ سے چھلکا دودھ اسکے ہاتھ کی جلد میں جلن پیدا کر گیا تھا

کیپٹن نیلم!!!میم بشرہ نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا مگر وہ ان کا ہاتھ جھٹک کر ایک جھٹکے سے اُٹھی اس کا رخ میجر عاص کے روم کی طرف تھا اُسی وقت سامنے سے انس آیا تھا اس نے جارحانہ انداز میں نیلم کو ٹائیگر کے کمرے میں گھستے دیکھ کر میم بشرہ سے آنکھوں کے اشارے سے پوچھا تھا کہ کیا ماجرا ہے؟؟؟

ٹھک کی آواز سے دروازہ کھلا تو کمرے کے بیچ میں کھڑا غصہ کنڑول کرتے عاص نے خونخوار نظروں سے شعلہ جوالہ بنی نیلم کو دیکھا

ہم ہم اُسکی ایک سخت نظر کی مارا ہیں؟؟؟ غصے کی زیادتی سے اسکا لہجہ کپکپا رہا تھا ہونٹ بھی اسکا بس نہیں چل رہا تھا کہ ہر شے کو آگ لگا دے

آپ اپنے آپ کو بہت قابل سمجھتے ہیں بڑے طرم خان ہیں؟؟؟ آپ کے سوا کوئی کچھ نہیں کر سکتا؟؟؟ کس چیز کا غرور ہو آپ کو؟؟؟ کون سے سرخاب کے پر لگے ہیں آپ کو؟؟؟ اس نے میجر عاص کو نیچے سے لے کر اوپر تک جلتی نظروں سے دیکھا---اسکی آواز بہت اونچی تھی---اسے لگا تھا کہ دو بار جان کی قربانی دینے پر میجر عاص کے دل میں اسکے لیے کوئی نرم گوشہ پیدا ہوا ہو گا---یا پھر یوں سوچ لیا جائے کہ جنگل کی رات میں اسکی ہمدردی کو وہ سر پر لے گئی تھی

آواز نیچی رکھیں---میں آپ کی بدتمیزی ہرگز برداشت نہیں کروں گا---وہ بھی جوابا دھاڑا---انس نے دروازے کی جانب جانا چاہا تو میم بشرہ نے روک دیا

نہیں رکھیں گے ہم اپنی آواز نیچی سنا آپ نے---آپ کے حکم کے پابند نہیں

ہیں ہم----وہ اُنگلی اُٹھائے حد درجے بدتمیزی سے مخاطب تھی

ہو تم---تم پابند ہو اور تم نے خود اپنے آپ کو پابند کیا ہے ورنہ میں نے تو کہا تھا دفع ہو جاؤ مت سوار ہو میرے سر پر---اس نے بھی لحاظ نہیں کیا حقیقتاً اسکا دل چاہ رہا تھا اسے دو لگائے کب میجر عاص نے کسی لڑکی کی اتنی بدتمیزی برداشت کی تھی

آپ ہماری محبت کے لائق ہی نہیں ہیں آپ جیسا بے حس, خود غرض, پتھر دل انسان ہمارے نرم جذبات کی قدر ہی نہیں کر سکتا--- ہم صرف آپ کا نام چاہتے ہیں آپ کا ساتھ اس سے زیادہ کیا مانگا ہے آپ سے ؟؟؟ ہم نے بارہا آپ سے کہا خود کو ذلیل کرتے رہے آپ کے سامنے گڑگڑاتے رہے مگر----وہ اسکے کالر کو پکڑ کر چیخ رہی تھی رو بھی رہی تھی---انس اور میم بشرہ منہ پر ہاتھ رکھے اپنی حیرت کو دبا رہے تھے--- دونوں ایک دوسرے سے نظریں چرانے لگے---انہوں نے کہا ایسی دیوانگی, ایسی بے باکی ایسی عجیب محبت دیکھی تھی

انہیں وہ سچ مچ ابنارمل لگ رہی تھی

میجر عاص نے ایک جھٹکے سے اپنے شرٹ اسکے شکنجے سے چھڑائی

میں نے کہا تھا آپ سے یہ سو کالڈ گھٹیا محبت کرنے کو؟؟؟ گڑگڑانے کو؟؟؟ آپ کو یہ بات سمجھ ہی نہیں آتی کہ مجھے آپ سے نفرت محسوس ہوتی ہے بس صرف نفرت---آپ جیسی لڑکی کو میں اپنی زندگی کا ایک لمحہ بھی نہ دوں--- عمر بھر کا ساتھ تو دور کی بات ہے اور آپ کی یہ بے شرمی مجھے آپ سے گھن آنے لگتی ہے-- اسکے لہجے میں حقارت ہی حقارت تھی---اسکے منہ سے نکلتے شعلوں نے نیلم کے غصے کو بھی مات دے دی تھی اسے جلا کر بھسم کر ڈالا تھا---وہ چند پل ساکت اسکی آنکھوں میں اپنے لیے نفرت, بے گانگی, حقارت دیکھتی رہی پھر جس آندھی طوفان کی طرح آئی تھی چلی گئی---میجر عاص سر تھامے بیڈ پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گیا--- میم بشرہ نیلم کے پیچھے لپکی تھیں جبکہ انس اندر داخل ہوا تھا

کیپٹن نیلم !!!

نیلم !!!

وہ اسکے پیچھے آرہی تھیں جو الماری سے ایک چادر نکال کر اسے شانوں پر ڈالتی اپنا ہینڈ بیگ شولڈر پر ڈال رہی تھی اسکے نہ تھمنے والے آنسو بہے جا رہے تھے بہے جا رہے تھے آنکھیں سُرخ ڈوروں سے سجی تھیں چہرے پر زمانے پر کے دکھ نظر آرہے تھے---بخار اب بھی مکمل نہ اُترا تھا نہ اسکے زخم بھرے تھے---اسٹنٹ ڈائریکٹر بشرہ کو اس پر بے انتہا ترس آیا

کیپٹن نیلم میری بات سنیں---وہ اسکے پاس آئیں جو الماری زور سے بند کرتی ان سے نظریں ملائے بغیر باہر نکل چکی تھی--- میم بشرہ میجر عاص کے روم کی طرف بھاگیں

سر کیپٹن نیلم غصے میں جا رہی ہیں---پلیز روکیں اُنہیں---وہ از حد پریشان تھیں

جا لینے دیں اُسے---وہ دھاڑا

انس باہر کی جانب بڑھ گیا

آپ دونوں میں سے کوئی ایک تو جُھک جائے---سارا مشن ایک بار پھر تباہ ہو جائے گا ہم سب کی محنت برباد ہو گی---آپ کیا جواب دیں گے اپنے بابا کو؟؟؟ میم بشرہ نے اسکی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا چند پل اسی طرح سر جھکائے لال بھبھوکا چہرے اور تنے نقوش کے ساتھ وہ بیٹھا رہا پھر اُٹھ کر باہر آگیا جہاں لانج میں انس سر پکڑے بیٹھا تھا

کہاں گئی ہے وہ؟؟؟ٹائیگر نے پوچھا

انس نے سر اُٹھا کر بس شکایتی نظروں سے اسے دیکھا

ہر کوئی مجھ پر چڑھتا ہے سب کو میں ہی زہر لگتا ہوں---وہ بڑبڑاتا ہوا باہر نکلا راہداری کے آخر میں وہ مین گیٹ کھولتی نظر آ گئی---میجر عاص دوڑ کر اس تک پہنچا اس سے پہلے کہ وہ باہر نکلتی اسے بازو سے پکڑ کر اندر گھسیٹتے دروازہ لاک کیا---اتنے سے لمحے میں وہ دس بار اپنے بازو پر جمے اسکے ہاتھ کو کاٹ چکی تھی---بہت مشکلوں سے اس نے دروازے پر لگے ڈیجیٹل لاک کا کوڈ ملایا تھا

ہم بتا رہے ہیں ہم آپ کو جان سے مار دیں گے چھوڑیں ہمیں---وہ چلاتے ہوئی اسکی گردن کھرچ چکی تھی---تین چار نوچنے کے لمبے لمبے نشان اسکی صاف شفاف گردن پر داغ ڈال چکے تھے---ٹانگوں کا بھی بھرپور استعمال کر رہی تھی کہ ٹائیگر سے سنبھالنا مشکل ہو گیا اور ابھی وہ کہہ رہا تھا کہ وہ منہاج کی ایک سخت نظر کی مار ہے

اِسے بہت مشکلوں سے کھینچتے وہ اندر لانج کے دروازے میں داخل ہوا تھا---اسکا ہینڈ بیگ باہر ہی گر چکا تھا چادر ڈھلک کر بازوؤں میں جھول گئی تھی---میجر عاص نے اسکی دونوں کلائیاں جکڑے اسے دروازے سے لگا رکھا تھا وہ غصے سے اسے ٹانگیں مار رہی تھی اور وہ اپنے بچاؤ کو کبھی دائیں ٹانگ اُٹھاتا اسکے وار ضائع کرتا کبھی بائیں---کچھ بخار اور کچھ کمر کے زخم نے اسے مزید لڑنے سے باز رکھا جب میجر عاص نے اسے تھکتے محسوس کیا تو گہری سانس لیتے چھوڑ دیا وہ اسے دور دھکا دیتی انس اور میم بشرہ کی جانب دیکھے بغیر ہی اپنے کمرے میں بھاگ گئی---اندر داخل ہوتے ہی اس نے چادر دور اُچھالی اور بیڈ پر اوندھے منہ گر کر رونے لگی---میجر عاص کے غصے میں کہے گئے لفظ اسے اپنی محبت کی توہین لگے تھے---اِسے نیلم ابرار سے گھن آتی ہے---وہ اسکے ساتھ ایک لمحہ بھی نہیں گزارنا چاہتا تھا

ہم اپنی یہ انسلٹ نہیں بھولیں گے میجر عاص--- ہم نے کہا تھا کہ نیلم ابرار ذلیل ہونے والوں میں سے نہیں کرنے والوں میں سے ہے--- آپ نے ہماری محبت دیکھی ہے اب آپ ہماری ضد دیکھیں گے آپ دیکھیں گے نیلم ابرار کیا کیا کر سکتی ہے!!!

اسکے اندر کا جانے کون سالا وا پک رہا تھا مگر اسکا انداز اسکا چہرہ بتا رہا تھا کہ اسکے اندر کی خود سر نیلم نے سر اُٹھا لیا ہے---- اس نے ہمیشہ توجہ سمیٹی, محبتیں اپنے دامن میں بھریں, ہر کسی کو اپنا اسیر دیکھا ہمیشہ اپنی تعریف سنی میجر عاص کی ناپسندیدگی اِسکی نفرت نیلم نے فاصلہ کر لیا تھا وہ اِس مرکت کو توڑ کر رہے گی--- اسکے اندر سوراخ کر کے اس نفرت کی وجہ جانے گی

اگر درد محبت سے نا انسان آشنا ہوتا

نہ کچھ مرنے کا غم ہوتا نہ جینے کا مزا ہوتا

****

کمرے میں صبح کی روشنی دستک دیتی دریچوں سے جھانکنے کو بیتاب تھی مگر ان کی راہ میں حائل دبیز گہرے رنگ کے پردے انہیں اُجالا کرنے سے روک رہے تھے --- کمرے میں ہر شے ٹوٹی بکھری پڑی تھی --- بہت سی شوپیس کرسٹل کے گلدان, شیشے بیڈ کی چادر نیچے ہر چیز تہس نہس ہوئی پڑی تھی

اگر وہ مر گئی تو میں پوری دنیا میں آگ لگادوں گا سُن رہے ہو تم لوگ ---- سب

کچھ جلادوں گا --- سب ختم کر دوں گا --- جان سے مار دوں گا تم سب کو --- وہ پاگلوں کی طرح پیٹ کے بل دھرا ہوئے مٹھیا بھینچے چیخ رہا تھا اسکے چہرے کی ایک ایک نس واضح ہو رہی تھی سفید چہرہ لال ہوا تھا بھوری آنکھوں میں وحشت ہی وحشت تھی

ایک بار پھر اس نے نیلم کی موت پر ماتم کیا تھا اور خوب ماتم کیا تھا ---- خوب چلایا تھا ---- بہت سی چیزیں دوڑ ڈالی تھیں --- ان دو دن میں اس نے دس قتل کیے تھے --- تیسرے دن وہ اپنے ایک میٹنگ روم میں موجود تھا ---- جس میں پیٹر کا پی اے جو ایک دن سٹے کرنے کے بعد جا چکا تھا پھر حاضر ہو چکا تھا ---- منہاج نے اسے ایک ایکسرے کرتی نظر سے دیکھ کر ہاتھ کے اشارے سے میٹنگ روم سے جانے کا کہہ دیا تھا ---- وہ پریشان نظروں سے پیٹر کو دیکھنے لگا جس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں یہی اشارہ کیا تھا ---- ویسے بھی پی اے کو جس کام کیلیے بھیجا گیا تھا وہ ہو چکا تھا ---- ریکارڈرز اور کیمرے وہ میٹنگ روم میں پہلے ہی نسب کر چکا تھا

Tiger P2 Speaking!!!

ہاں بولو؟؟؟

شام والی میٹنگ صبح میں رکھی گئی ہے ---- مگر میں اپنا کام رات میں ہی پیٹر سے ملاقات کے بہانے کر چکا تھا- --ڈیوائز ایکٹو کر چکا ہوں میں کوڈ سینڈ کرتا ہوں --- اس نے تفصیل بتائی

ابھی کہاں ہو تم؟؟؟ٹائیگر نے پوچھا

بس میں---جواب آیا

کیپٹن نیلم کی چیزیں لے کر گھر پہنچو---اس نے رابطہ منقطع کر دیا

منہاج شام میں تمہاری فلائٹ ہے تمہیں انڈیا جانا ہے---شاکر نے میٹنگ کے آخر میں یہ جملے کہے تو میجر عاص, اسسٹنٹ ڈائریکٹر بشرہ, ایجنٹ انس اور کیپٹن نیلم سب نے ایک دوسرے کے چہرے دیکھے

ٹھک ٹھک کی آواز پر انس اُٹھ کر باہر گیا جب وہ واپس آیا تو اسکے ساتھ کیپٹن حمزہ تھا

پیٹر کا دوست آ گیا---انس نے مزاق اُڑایا

اللہ نہ کرے اُس عجیب سی لٹکتی مخلوق سے کبھی میری دوستی ہو----کیپٹن حمزہ نے کندھے پر رکھ بیگ اُتار کر کیپٹن نیلم کے پاس صوفے پر رکھا اور خود سنگل صوفے پر بیٹھ گیا---انس صوفے کے ہینڈ سپورٹ پر بے تکلف سا بیٹھا تھا

یار پانی تو پلاؤ---کیپٹن حمزہ نے جھنجھلاتے ہوئے اسے دھکا دیا

کیا ہے جل ککڑے کیوں بنے ہو؟؟؟انس گرتے گرتے بچا تھا

عجیب مخلوق ہیں یہ پاکستانی لڑکیاں بھی بس میں میرے آگے بیٹھی لڑکی کو میرا بیگ لگ گیا باجی نے شور مچا دیا---اتنا بولا بہن بیگ تھا بیگ تھا لیکن نہیں وہ بیگ کو میرا ہاتھ ثابت کرنے پر تُلی ہوئی تھی---کیپٹن حمزہ کی دُکھ بھری داستان پر وہ سب مسکرائے البتہ انس ضرورت سے زیادہ ہنس رہا تھا

مطلب آج کیپٹن حمزہ پِٹ کر آئے ہیں---ہاہاہا---اپنی بات پر انس نے خود ہی قہقہہ لگایا

ہاہاہا--- بہت ہنسایا آپ نے --- ایک اور چُٹکلا پلیز --- عجیب مخلوق ہو تم بھی --- کیپٹن حمزہ نے اسے بے عزت کرنا چاہا تھا مگر جو بے عزتی محسوس کرلے وہ انس کہاں ؟؟؟

سب عجیب مخلوق ہیں ایک آپ ہی حسین مخلوق ہیں --- دو ناک اور ایک آنکھ والے --- ہونہہ --- انس کی ابت پر کیپٹن حمزہ نے اسے ایسے دیکھا جیسے کہہ رہا ہو بیٹا بخار وخار تو نہیں چڑھ گیا

میرا لیپ ٹاپ سیل فون سب لائے ہیں نا؟؟؟ اس نے کیپٹن حمزہ کا بیگ کھولتے پوچھا

جی --- وہ مسکرا کر اسے دیکھتا بولا --- اسکے مسکرانے پر وہ سب قہقہے لگانے لگے --- یہاں تک کہ میجر عاص جیسا بندہ بھی ہنس رہا تھا --- نیلم کی کھلکھلاہٹ ایسے تھے جیسے جھرنا بہہ رہا ہو ---- انس تو دہرا ہوا جا رہا تھا

کیا ہو گیا بھئی laughing gas کا اثر تو نہیں ہو گیا؟؟؟ کیپٹن حمزہ نے کنفیوز ہوتے پوچھا --- نیلم نے آگے بڑھ کر اسکی لٹکتی وِیگ کھینچ لی --- جو اس نے ایک بزرگ کا روپ چڑھانے کو لگائی تھی سر پر رومال لپیٹا تو اُسکو اُتارتے ہی شاید وہ بھی اُتر گئی تھی

ہاہاہا --- یہ تو جوک ہو گیا --- وہ خود ہنس رہا تھا

اُف ہمارا تو پیٹ درد کرنے لگ گیا --- کیا کیا بنتے رہتے ہیں آپ لوگ ؟؟؟ وہ اپنی ہنسی پر قابو پا کر بولی

ہاہاہا ہم تو کچھ بھی نہیں کبھی آپ ٹائیگر کو میک اپ میں دیکھ لیں دل آجائے گا آپکا --- کیپٹن حمزہ ہنستے ہوئے بولا اسکے برعکس وہ سب سنجیدہ اپنی اپنی جگہ پہلو بدل کر رہ گئے تھے --- میجر عاص اور کیپٹن نیلم میں آپ تک بات چیت بند تھی

عجیب مخلوق ہیں آپ سب میں چُپ ہوتا ہوں آپ لوگ ہنسنے لگ جاتے ہیں میں ہنستا ہوں آپ سب چُپ ہو جاتے ہیں---کیپٹن حمزہ برا مانتے بولا

کسی نے بابا جی بننا ہو تو ٹائیگر جیسا بنے ہاہاہا---انس نے ماحول کی گھمبیرتا کم کرنے کو بات بدلی

کیپٹن نیلم ٹائیگر نے آپ سے پہلا جملہ کیا کہا تھا پہلی ملاقات میں یاد کریں---انس نے اسے گھسیٹا

پتا نہیں---وہ ٹالنے لگی

اوہو یاد تو کریں---انس بضد تھا

اینی پرابلم ؟؟؟ یہ تھے میجر عاص کے الفاظ جب ہماری ان سے پہلی ٹکر ہوئی تھی---اسکے بولنے پر انس نے نفی میں سر ہلایا--- باقی سب ان دونوں کی گفتگو سُن رہے تھے عاص بھی صوفے کے ہینڈ سپورٹ پر کہنی کھڑی کیے اور ہتھیلی پر چہرہ ٹکائے انہیں ہی دیکھ رہا تھا

پھر؟؟؟ نیلم نے پوچھا

بیٹا کوئی بزرگ گھر پر ہے ؟؟؟ انس نے کہا تو نیلم کی آنکھیں حیرت سے کھل گئیں

باباجلال ؟؟؟ دونوں ہاتھ منہ پر رکھے وہ چیخی تو سب ہنس دیے

کتنے بڑے دھوکے باز ہیں آپ---اس نے صوفے پر پڑا کُشن بے تکلفی سے میجر عاص کو مارا تو چندپل تو وہ حیرت زدہ ہی رہ گیا--- نیلم بھی اپنی حرکت پر جذبز نظر آئی

یار انس کافی پلیز ؟؟؟ کیپٹن حمزہ نے فرمائش کی تو سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے

****

اسلحے کی اسمگلنگ میں اب نیوی انوالو ہو چکی تھی اس جانب سے انہیں مکمل سکون مل چکا تھا ایک طرح سے یہ مسئلہ ہی حل ہو چکا تھا۔۔۔بس انہیں انتظار تھا کہ میورک کا یہاں آنے کا مقصد معلوم ہو جائے پھر ہی اسکی گرفتاری کی جا سکی

امداد بلوچ نے بلوچستان میں اپنی کاروائیاں پھر سے جاری کر دی تھیں مگر اس بار اس کے ساتھ موجود ساٹھ لوگوں کے گروہ میں پچاس فوج کے افراد تھے امداد بلوچ نے انہیں ناراض بلوچ تنظیموں کے کارکن ہی سمجھا تھا۔۔وہ اس کا بھروسہ جیتنے کیلیے ادارے سے ہر طرح کا رابطہ ختم کر چکے تھے وہ تھے اور امدا بلوچ تھا۔۔۔ خفیہ ایجنسیاں ایک لفظ استعمال کرتی ہیں counter intelligence اس کا مطلب دشمن کو

اُسکی چال میں ہی پھنسا دینا اور اسکی Information کو Disinformation کے طور پر آگے بھیجنا اور اس تمام کھیل کا ایک خاص حصہ اور حصار ہوتا ہے جسے Safe Zone کہتے ہیں اس کے اندر رہتے رہتے یہ کھیل کھیلنا ہوتا اس میں اپنی عوام اور ملک کی حفاظت پہلی شرط ہے۔۔۔۔جان سے بھی پہلے وطن!!!دیس!!!

ہیرے کی اسمگلنگ میں میجر عاص اور کیپٹن حمزہ کام کر رہے تھے۔۔۔کیپٹن حمزہ نیلم کی ٹریننگ سے بھی پہلے پیٹر کے ساتھ کام کر کے اس کا بھروسہ جیتنے میں کامیاب ہو چکا تھا۔۔۔جسے اب وہ اپنی پوسٹ پر رکھ رہا تھا اور خود ڈیک کی پوسٹ پر براجمان ہو گیا تھا۔۔۔انکے چند ساتھی افغانستان اور دبئی کے ذریعے بھارت پہنچ گئے تھے تاکہ وہاں منہاج عزضحاک کی کاروائیوں پر نظر رکھ سکیں

وہ ابھی ائیر پورٹ سے آیا تھا --- کیپٹن حمزہ نے اُن سب کے پاسپورٹس کی فوٹو گرافس بھیج دیں تھیں جو ہیرے کی اسمگلنگ میں ملوث تھے جانے کیسے کیسے طریقوں سے وہ یہ کام سرانجام دیتے تھے --- میجر عاص نے ائیر پورٹ کے سارے عملے کو اعتماد میں لے کر ان تک ساری بات پہنچائی پولیس کو بھی گھسیٹ لیا --- نتیجتاً سات افراد چار دنوں میں ہیرے کی اسمگلنگ میں پکڑے گئے تھے --- اتنے ہیرے تھے ان کے پاس کہ سیکیورٹی کا عملہ ششدر رہ گیا اور حیرت کی بات جب ایک انگریز عورت کے پاس سے چیکنگ کے دوران دو ملین ڈالر کے ہیرے برآمد ہوئے --- ایک شخص نے سفید پٹی کے اندر ہیروں کی تھیلی چھپائی تھی تو چند نے نہایت شرمناک طریقے اپنائے تھے کہ انہیں چیکنگ کیلیے ایکسریز کی ضرورت پڑی تھی

کیپٹن نیلم کہاں ہیں ؟؟؟ ٹائیگر ابھی آیا تھا اندر لانج میں انس بیٹھا تھا اور میم بشرہ اُن کا زیادہ کام ختم ہو چکا تھا وہ دونوں ہی کچھ فرصت سے تھے --- اس نے ان پورے دو ہفتوں میں پہلی بار نیلم کے متعلق پوچھا تھا --- ویسے بھی وہ اپنے مشن کی مصروفیت میں اس جھگڑے کو بھول چکا تھا --- مگر نیلم ابرار بہت ضدی تھی

میم بشرہ پلیز آپ اسے بلا دیں گی ؟؟؟ اس نے جیکٹ اُتاری ٹوپی اُتار کر مڑے بال سیدھے کیے --- گلوز اُتارے -- موزے اُتارے پسٹل نکالا --- شوزوں میں سے تیز دھاری چاقو, بندوق کی گولیاں --- گلے میں پہنی چین اُتاری جس میں بولٹ فولڈنگ نائف تھی

انس اسے غور سے دیکھ رہا تھا

کیا ہے کیوں گھور رہے ہو ؟؟؟ ٹائیگر نے شوز اُٹھا کر صوفے کے سائیڈ پر رکھے --- اور تھری سیٹڈ صوفے پر گرنے کے انداز میں ڈھے گیا انس سنگل صوفے پر بیٹھا تھا

میں سوچتا ہوں تم لوگ جنگلیوں کی طرح لڑتے ہو ٹریننگ کیسے دے دی تم نے اس لڑکی کو؟؟؟ انس دونوں کہنیاں صوفے کے آرم سپورٹس پر رکھے ہاتھوں کو جوڑے ان کے ٹرائینگلس میں سے ٹائیگر کو جھانکتا بولا

مجھے کہیں سے نہیں لگا کہ میں نے اٹھارہ سال کی لڑکی کو ٹریننگ دی ہے ایسا لگ رہا تھا کہ دو سال کی بچی کو گود لے لیا ہے اُسے آئسکریم کھلاؤ, ہر چھوٹی چھوٹی بات پر شاباش دو, اُس کے ساتھ کیرم کھیلو, اُسکی اُلٹی سیدھی باتیں خاموشی سے سنو, اُس کی ہر بچوں والی ضد پوری کرو, کھانے میں نخرے اُٹھاؤ, میکرونی بنا کر دو, غلطی وہ کرے مگر سوری بھی آپ کرو---اور پھر سننے کو ملتا ہے کہ ہم آپ سے محبت کرتے ہیں---ایسے کرتے ہیں محبت؟؟؟ وہ شاید بے دھیانی میں مزید بول دیتا---جب انس کے قہقہے نے اسے اپنے جملے پر غور کرنے پر مجبور کیا

اُففففف کیا مصیبت ہے---اس نے جھلاتے ہوئے کُشن انس کے سر پر مارا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا---جب دروازے کی اوٹ میں نیلم نظر آئی

چھپ چھپ کر کسی کی باتیں سننا نہایت ہی غیر اخلاقی حرکت ہے---اس نے رُک کر کہا--- نظریں سامنے تھیں---نیلم سیدھی دیوار سے لگی تھی اسکا آدھا چہرہ بھاری بازو پر موجود اُبھری نسیں نیلم کی نظروں میں تھیں---وہ اس سے تین چار قدموں کے فاصلے پر تھا اسکے پسینے کی مہک نیلم تک پہنچ رہی تھی---منہاج عز ضحاک کا قیمتی پرفیوم بھی اس مہک کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا

میں فرش ہو کر آتا ہوں تب تک آپ اوپر پریکٹس روم میں آجائیں اپنا ریوالور لیتی آئیے گا---وہ اسی انداز میں کھڑا اپنی بات مکمل کر کے چلا گیا---اسکی چوڑی پُشت نیلم کی نظروں میں تھی

تین چار دن کی مسلسل محنت نے اسکی آنکھیں دُکھا دیں تھیں مگر اِس بار وہ اپنی تذلیل نہیں بھولنے والی تھی اس نے خود سے عہد باندھ لیا تھا کہ میجر عاص کے الفاظ اُس کے منہ پر مارے گی---اسکی محبت کی بہت توہین کردی اُس نے ایک لمحہ وہ اسے پوری زندگی کیلیے اپنے ساتھ باندھ لے گی---وہ سمجھتی محبت مطلب ایک دوسرے کا ساتھ!!!!

****

ایک ہفتہ بھارت اور دوسرا امریکہ گزار کر وہ آج پاکستان پہنچا تھا نیلم کی موجودگی نے اسے اتنا بے خود کر دیا تھا کہ وہ اتنے سارے کام پینڈنگ پر ڈالتا رہا تھا اس نے اپنی کتنی غیر ملکی پارٹیاں ختم کر دیں تھیں مگر اب وہ پھر سے سارے کام شروع کر چکا تھا اسکے پیچھے لگے ایجنٹس اسکی تمام خبریں میجر عاص تک پہنچا رہے تھے اور میجر عاص آفیشلز تک وہاں سے دوسرے ملک کی فوج کو مطلع کیا جاتا کہ یہ یہ گینگ آپ کے غیر قانونی کام کر رہے ہیں,اسمگلنگ کر رہے ہیں ایک بڑے درجے پر ان کا مشن پہنچ چکا تھا دوسری افواج بھی اس میں شامل ہو چکی تھیں جب فوج شامل ہوئی تو سیاسی لیڈرز الرٹ ہو گئے اور منہاج کے پُشت پناہی کرتے ایک سیاست دان نے اسے مطلع کیا کہ کیسے پاکستان کی بری فوج اسکے خلاف دوسری افواج کو بھی استعمال کر رہی ہیں اور غیر ملکی تمام گینگس اب بِک چکے ہیں ان کے تمام راز پاک فوج اور اُس ملک کی فوج کے پاس جا چکے ہیں جس میں منہاج کی انوالومنٹ کی بھی نشاندہی کی جا رہی ہے---دبائی,افریقہ اور سعودیہ انٹرنیشنل ائیرپورٹ پر ایک ٹائیگر نامی

شخص نے بہت سے پاسپورٹس بھیجے جن کا باڈی ایکسرے کیا گیا اور ایک بڑے پیمانے پر ہیرے کی اسمگلنگ روک دی گئی ہر جگہ سے پیٹر کا نام سامنے آرہا ہے---اور فوج جانتی ہے کہ پیٹر کس کیلیے کام کرتا ہے

ایس پی بلال میں نے تمہیں کوئی کام کہا تھا---وہ سن باتھ لینے کیلیے لان میں سوئمنگ پول کے پاس آرام دہ انداز میں لیٹا تھا

سر میں اُس لڑکی کو کہاں سے ڈھونڈوں سر وہ ہمیشہ گُم ہو جاتی ہے---سر میری مانیں تو مان لیں کہ ——وہ خاموش ہوا تو منہاج نے کی نرم آواز اُبھری

اپنی بیوی پیاری ہے؟؟؟ سنا ہے بڑے پیارے بچے ہیں تمھارے---اس نرمی میں پوشیدہ پیغام ایس پی بلال اچھے سے جانتا تھا

سوری سر میں ٹرائی کر رہا ہوں---وہ منمنایا

مجھے کوشش نہیں نتیجہ چاہیے سنا تم نے---کال کینسل کر دی

پیٹر تیز تیز قدم اُٹھاتا لان کی طرف آیا

سر!!!

سر وہ آئی ایس آئی کا ایجنٹ ہی ہے اس نے ہمارے بندے کو بے ہوش کر کے ایک ٹھکانے پر رکھا ہوا---اُس بندے کے پاس ہیروں کی اسمگلنگ کے بہت سے راز ہیں---پیٹر نے اطلاع دی تھی کہ شکار کا پتہ بتایا تھا---وہ فوراً اُٹھ کھڑا ہوا---

گاڑیاں نکالو میں چینج کر کے آتا ہوں!!! وہ بلند آواز میں کہتا نکل گیا

****

وہ کب کی روم میں کھڑی اسکا انتظار کر رہی تھی پھر پریکٹس کرنے لگی---رائفل اُٹھا کر وہ سامنے ٹارگٹ کو دیکھنے لگی

ٹھاہ!!!

(تم پابند ہو اور تم نے خود اپنے آپ کو پابند کیا ہے ورنہ میں نے تو کہا تھا دفع ہو جاؤ مت سوار ہو میرے سر پر)

ٹھاہ!!!

(تم تو اُسکی ایک سخت نظر کی مار ہو جس لمحے اُسے تمہاری حقیقیت معلوم ہوئی وہی لمحہ تمہاری موت ہو گا)

ٹھاہ!!!

(میں نے کہا تھا آپ سے یہ گھٹیا سو کالڈ محبت کرنے کو؟؟؟)

ٹھاہ!!!

(آپ جیسی لڑکی کو میں اپنی زندگی کا ایک لمحہ نہ دوں)

ٹھاہ!!!

ٹھاہ!!!

ٹھاہ!!!

اسکا دماغ میجر عاص کے غصے میں کہے جملوں میں جکڑا تھا سامنے لگے ٹرگٹ بوائے کے سینے میں اس نے بے تحاشا سوراخ کر دیے تھے

صبر صبر---مانا آپ کا نشانا اب پکا ہو گیا ہے مگر اتنی بولٹس تو ضائع نہ کریں---وہ اسکے پیچھے موجود دروازے سے اندر آتا بولا---ابھی ابھی باتھ لے کر نکلا تھا---بالوں کا گیلا پن ہنوز برقرار تھا

میں مشین گن چیک کر رہی تھی---پتا نہیں اسے کیا ہوا ہے چل نہیں رہی---وہ اسکی بات کو نظرانداز کرتے سنجیدہ انداز میں گویا ہوئی تو اسکا یہ نارمل رویہ میجر عاص کو حیرت میں ڈال گیا

میں چیک کرتا ہوں---وہ مشین گن ٹیبل سے اُٹھاتا بولا

میورک نے جو دو جاسوس آزاد کروانے ہیں وہ کہاں قید ہیں؟؟؟وہ ایک آنکھ دباتے ٹارگٹ پر رائفل سیٹ کرتے پوچھ رہی تھی---اسکا چہرہ رائفل کی بناء پر چھپا ہوا تھا---میجر عاص اس سوال کا مقصد نہ جان سکا

آپ کا اس سے کیا تعلق؟؟؟اس نے گلوز پہنتے پوچھا مشین گن بہت بھاری ہوتی ہے اس کے لیے یہ ضروری تھا---مگر اسکا زخمی ہاتھ اسے یہ پہننے پر مجبور کر رہا تھا ورنہ وہ ایسے ہی چلا لیتا

M240B machine gun

نہیں ہے یہ جو آپ اتنے حفاظتی اقدامات کر رہے ہیں---وہ تپانے والی مسکراہٹ سجائے بولی

آپ اپنی بات کریں---وہ گن اُٹھا چکا تھا

مجھے یہ سمجھ نہیں آرہا کہ ہم دوسری ایجنسیوں کے لوگوں کو گرفتار کیوں کیے رکھے ہیں؟؟؟

دیکھیں ایک سپائے اپنے ملک کا اپنی قوم کا محافظ ہوتا ہے دیارِ غیر میں ان کیلے اپنی جان ہتھیلی پر لیے گھوم رہا ہوتا ہے وہ تو اپنا فرض پورا کر رہا ہے نا یہ تو اسکی حب الوطنی ہے تت---تو ہم یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ اُس کو سزائے موت سنانا یا دورانِ مشن مار دینا سہی عمل ہے؟؟؟"سوال تو وہ کر بیٹھی تھی مگر ڈر بھی تھا کہ کہیں وہ اس ہمدردی پر بھڑک ہی نہ اُٹھے

"ٹھاہ!!!"میجر عاص نے مشین گن نیچے کرتے اسکے چہرے کی جانب دیکھا جو میز سے ٹیک لگائے اِسے ہی دیکھ رہی تھی

تو دیکھ کر نہیں آئیں؟؟؟اسکا اطمینان قبلِ دید تھا Bridge Of Spies کیا آپ

جی؟؟؟وہ حیرت زدہ تھی

کچھ ایسے ہی ہمدردانہ ڈائیلا گز ٹام ہینکس کے بھی تھی اپنی ویز وہ ایک افسانوی دنیا ہے آپ حقیقت میں واپس تشریف لائیں اور اپنی ہمدردیاں فقیروں اور بلی کے بچوں تک ہی محدود رکھیں آئندہ کسی ملک دشمن عناصر یا دہشتگرد سے ہمدردی جتائی تو سب سے پہلی آپ کے سینے میں میجر عاص کی گولی اُترے گی---وہ سفاکی سے بولا

یہ ٹھیک ہے؟؟؟نیلم نے خود کو نارمل ظاہر کرنا چاہا

ہوں---وہ گن اسے پکڑا رہا تھا ساتھ اسکے چہرے کے اُتار چڑھاؤ پڑھنے کی کوشش بھی جاری تھی

ویسے آپ نے یہ سوال کیوں کیا؟؟؟

وہ--- نیلم بھول گئی تھی کہ میجر عاص کوئی نارمل انسان نہیں ہے وہ ایک سپائے ہے ایک ایجنٹ, وہ بال کی کھال اُدھیڑ کے رکھ دینے والوں میں سے تھا-- اتنی آسانی سے وہ اسکی جان بخشنے والا نہیں تھا--- نیلم کو اپنا پلان خطرے میں نظر آنے لگا

وہ کیا؟؟؟

ویسے ہی مطلب ہمارے ایجنٹس بھی تو انڈیا گئے ہیں امداد بلوچ نے اُنہیں اپنے ساتھی بتایا ہے اور بھارت میں را کے اعلٰی حکام نے ان کا استقبال کیا ہے ان کے ساتھ اپنے آئندہ منصوبے شئیر کیے ہیں--- اگر انہیں ذرا سا بھی شک گزر گیا تو وہ اُن کا کیا حشر کریں گے اسی لیے ہم نے سوچا اس سے اچھا ہے کہ ہم اُن کے جاسوس چھوڑ دیا کریں اور وہ ہمارے--- اس نے بہانہ تلاشا اس وقت سر پر صرف میجر عاص کو تسخیر کرنے کا بھوت سوار تھا

آپ اتنی معصوم تو نہیں ہیں جتنی معصومانہ آپ کی باتیں ہیں--- وہ ایک ٹانگ آگے دوسری کو پیچھے رکھے ایک اور نشانا لگاتے بولا

ٹھاہ!!!

اگر ہم اُنہیں چھوڑ دیں گے تو یہاں (اس نے قریب جاتے نیلم کے ماتھے پر اُنگلی رکھی) سٹور ہمارے ادارے کی حساس انفایشن لیک ہو جائے گی جو کہ ملکی خطرے کا سبب بن سکتی ہے اسی لیے ہم ایسا کچھ نہیں کر سکتے--- جان کے بدلے جان اصول ہے--- اگر وہ ہماری زمین کو بری نگاہ سے چھوئیں گے تو ہم آنکھیں نکال دیں گے اُن کی بھلا اس میں ہماری اپنی جان کیوں نہ داؤ پر لگ جائے--- بھارتی جاسوس بلوچستان میں تخریبی کاروائیاں کر رہا ہے ہم اُسے معاف کر دیں؟؟؟ وہ بھی منہاج جتنا ہی قصوروار ہے---- میجر عاص نے اسے تفصیلاً بتایا تھا

****

وہ اور اسکے گارڈز اندر راہداری سے گزر رہے تھے رات کا اندھیرا بڑھ رہا تھا جب ایک پُر سکون مگر کھنڈر نما اس جگہ میں روشنی پیدا ہوئی تھی---وہ کیپٹن حمزہ تھا جس نے پیٹر کا ساتھی ہو کر ایم آز پلازہ میں قیام کے دوران ڈھیروں منافع بخش انفارمیشنز اکٹھی کر کے میجر عاص کو دیں تھیں اب اس بندے سے اس نے ہیرے نکلوانے تھے مگر اسے پیٹر کی کال آگئی تبھی وہ اسے یہیں پھینک کر چلا گیا تھا اسے معلوم تھا کہ جو انجکشن اسے لگا ہے وہ بارہ گھنٹے سے پہلے ہوش میں نہیں آئے گا

سر!!!

پیٹر نے سر کے اشارے سے اسے اندر جانے کا کہا تو وہ تیزی سے دروازے کو ٹھوکر مارتا اندر گھسا---کیپٹن حمزہ نے اس سے بھی برق رفتاری سے فائر کیا مگر اندھیری کی وجہ سے ضائع گیا----اسکے گارڈز نے کیپٹن حمزہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا اسکا پسٹل چھین لیا---کیپٹن حمزہ نے ایک گارڈ سے بازو آزاد کرتے ٹوٹی کرسی اسے ماری دوسرے کو بھی مارنے لگا تھا جب اطمینان سے کھڑے منہاج عز ضحاک نے گہری سانس لی

I'm sorry my dear enemy!!!

ٹھاہ!!!

ٹھاہ!!!

ٹھاہ!!!

ٹھاہ!!!

اس نے اپنے ریوالور کا میگزین خالی کر کے اپنے گارڈ سے رائفل لے کر کیپٹن حمزہ کے جسم کا ریشہ ریشہ کر ڈالا--گارڈز ٹارچ جلائے کھڑے تھے ان سب کی روشنی میں سُرخ خون اور دہشت ناک لگ رہا تھا---کیپٹن حمزہ کی شرٹ اسکا چہرہ اسکا پورا دھڑ رنگ چکا تھا اس نے اتنی احتیاط کی تھی کتنی بسیں بدل بدل کر چادر سے ڈھانپ کر خود کو آیا تھا مگر آج شہادت اسکے نصیب میں تھی وہ زمین پر کسی اُدھڑے ہوئے کپڑے کے گُڈے کی طرح پڑا ہوا تھا---جب منہاج نے اسکے خون سے اُنگلیاں رنگتے سیمنٹ کے ٹھنڈے فرش پر بیٹھ کر کچھ فاصلے پر وہی الفاظ لکھے

M AZ!!!

وہ جس آندھی طوفان کی طرح قیامت لے کر آئے تھے اپنا بندہ لے کر جا چکے تھے-- دھپ دھپ کی آواز ان بوسیدہ پرانی عمارتوں کے سینوں سے ٹکرا رہی تھی ان عمارتوں سے زیادہ وحشت ناک وہ شخص تھا جس نے اتنی بے رحمی سفاکی سے ایک وطن کے رکھوالے حق کے راہی کو شہید کر دیا تھا---اس کی ماں اب ہر دستک پر اسکا انتظار کرے گی اور جب جب وہ دروازہ کھولے گی اور سامنے خالی سڑک پائے گی تب تب اسکے دل سے اسکے سینے سے آہ نکلے گی ایک ہوک نکلے گی اور صرف اس ایک ماں کی نہیں ہزاروں کی آہیں لیں تھیں اس

نے اللہ تعالیٰ نے اسکی رسی ڈھیلی چھوڑ رکھی تھی وہ خدا بن بیٹھا تھا اسکا دل ہوتا تو ضرور اس ظلم پر کپکپا جاتا یا مر جاتا

کیپٹن حمزہ کی پاکٹ میں موجود وائرلیس مسلسل وائبریٹ کر رہا تھا میجر عاص ابھی لاعلم تھا کہ یہ کوڈ اب زندگی بھر نہیں کوئی استعمال کر سکے گا

اے راہِ حق کے شہیدوں، وفا کی تصویروں

تمہیں وطن کی ہوائیں سلام کہتی ہیں

اے راہِ حق کے شہیدوں

لگانے آگ جو آئے تھے آشیانے کو

وہ شعلے اپنے لہو سے بجھا لیے تم نے

بچا لیا ہے یتیمی سے کتنے پھولوں کو

سہاگ کتنی بہاروں کے رکھ لیے تم نے

تمہیں چمن کی فضائیں سلام کہتی ہیں

اے راہِ حق کے شہیدو

چلے جو ہو گے شہادت کا جام پی کر تم

رسولِ پاک نے بانہوں میں لے لیا ہو گا

علی تمہاری شجاعت پہ جھومتے ہوں گے

حسین پاک نے ارشاد یہ کیا ہو گا

تمہیں خدا کی رضائیں سلام کہتی ہیں

اے راہِ حق کے شہیدوں

****

ٹھیک ہے پھر ایس پی بلال آپ یہ اطلاع منہاج کو دے دیں---ٹائیگر نے فون بند کر دیا

پتا نہیں یہ کیپٹن حمزہ کہاں رہ گیا ہے مجھے پریشانی ہو رہی ہے---انس تم اسکی لوکیشن چیک کرو وہ کوڈ پر کوئی ریپلائی نہیں آرہا---وہ صوفے پر بیٹھا لیپ ٹاپ کے ساتھ بہت سی ڈیوائیزز لگائے بیٹھے انس سے بولا

ہاں وہی دیکھ رہا ہوں اور مل بھی گئی ہے اور لوکیشن بھی کچھ ڈھنگ کی نہیں ہے---انس نے کہا

چلو!!! میجر عاص نے اپنی جیکٹ اُٹھائی اور پسٹل دوسری ضروری چیزیں لیتا ریڈی ہو گیا--- جبکہ نیلم اپنی پریکٹس میں لگی تھی اسے کل سے پھر منہاج کا سامنا کرنا تھا

ٹائیگر ہو سکتا ہے یہ منہاج کی کوئی چال ہو یا پیٹر نے کیپٹن حمزہ کو آپکے خلاف استعمال کرنا چاہا ہو اُنہیں پتا چل گیا ہے کہ اسمگلنگ کے تمام گینگس کی انفارمیشن آپ نے دی ہے--- وہ آپ کا سُراغ لگانے کو کر رہے ہیں یہ سب--- نیلم نے اِسے روکنا چاہا--- تو میجر عاص نے جبڑے بھینچتے ایک کڑی نظر اس پر ڈال لی اور پوری قوت سے گلاس ڈور بند کرتا چلا گیا

کیپٹن نیلم جو خود زہریلے سانپ کے قریب چلی گئی جس نے بم لگی کار میں سفر کیا آج وہ خوف زدہ تھی تو اس جانے والے شخص کیلیے--- جو اسے کبھی نہیں سمجھ سکتا تھا کیوں کہ وہ اُسے نہیں سمجھتی تھی

****

لوگ اپنے کیے کو کور کرتے ہیں اور وہ اپنا نام چھوڑ جاتا تھا

آج پورے ایک سال تین ماہ بعد انہوں نے سیمنٹ کے فرش پر خون سے لکھے وہی حُرف دیکھے تھے

ایم آز

منہاج عز ضحاک صرف اپنی طاقت کا استعمال کرتا تھا طاقت اور روپے کے نشے میں اندھا اُسے نہیں معلوم تھا کہ برائی کے اس میدان میں جن پلرز کے ذریعے وہ کھڑا تھا آہستہ آہستہ وہ سب گر رہے تھے---وہ اگر عقل کا استعمال کرتا تو ٹھہر جاتا اور دیکھتا یہاں کون آتا ہے مگر نہیں اس نے اپنا کام کیا اور اپنا نام چھوڑ دیا

اسے ان وقتی سہاروں پر بہت یقین تھا جو کل آئی ایس آئی نے ایک جھٹکے میں ڈھیر کر دینے تھے وہ آدھے سے زیادہ کام کر چکے تھے بس ایک چیز چاہیے تھی منہاج کا ریکارڈ جسکی بھنک اسکے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو بھی نہیں لگتی تھی

میجر عاص اور انس نے آگے بڑھ کر اس لاش کو دیکھا جس کی حالت دیکھنے لائق نہ تھی کلیجہ منہ کو آرہا تھا ان کے لیے---آنکھیں پتھر سرد ہو گئیں تھیں---

کیپٹن حمزہ؟؟؟میجر عاص نے اسکا گولیوں سے سوراخوں سے بھرا سر ہاتھ میں اُٹھایا تو خون کی پلپلاہٹ سے پھل گیا

کیپٹن حمزہ---وہ چیخا

یار عجیب مخلوق ہے تو کہہ رہا تھا شام کو آؤں گا ہم چائے پر انتظار کر رہے تھے اور تم یہاں ہو----اُٹھو یار

اُٹھو کیپٹن حمزہ

اُٹھو---انس چلا رہا تھا

ان کے دو ساتھی پہلے بھی شہید ہو چکے تھے غم سب کا تھا مگر کیپٹن حمزہ کے ساتھ ایک طویل عرصے کام کرنا اس جولی انسان کی باتیں سننا ہنسنا---انہیں لگ رہا تھا کہ وہ اس کے بغیر نہیں رہ سکیں گے---ان سے یہ لاش نہیں دیکھی جا رہی تھی---میجر عاص اور انس رو رہے تھے وہ بہت رو رہے تھے وہ بے تحاشا رو رہے تھے

اتنی دردناک موت کیوں؟؟؟

اُس نے مارنا تھا نا مار دیتا

فو گولیاں سینے میں اُتار دیتا کم از کم آخری وقت اسکی ماں اس چہرے کو دیکھ تو سکتی پہچان تو سکتی---

****

کیپٹن حمزہ کی موت نے ان سب کو ایک بڑا دھچکا پہنچایا تھا---عجیب سی سوگواری چھائی ہوئی تھی---کیپٹن نیلم نے آج

جانا تھا مگر اُسکی ہمت نہیں ہو رہی تھی وہ سب جنازے سے واپس آ چکے تھے مگر وہ اب تک تیار نہیں ہوئی تھی---پھر میم بشرہ نے اسے بہت سمجھایا تو وہ جانے کو تیار ہوئی---ایک دوسرے انسان کا ماسک اپنے اوپر چڑھانا کتنا مشکل ہے یہ آج کیپٹن نیلم کو پتا چلا تھا کہ جو آپ حقیقت میں نہیں ہو اُسکی اداکاری کرنا کتنا مشکل ہے وہ میجر عاص سے بہت مختلف تھی اُس کے سو چہرے تھے اور وہ ایک کے اوپر دوسرا نہیں چڑھا پا رہی تھی

منہاج شیشے کے سامنے کھڑا اپنے کوٹ کا واحد بٹن بند کر رہا تھا جب اسکے دوسرے سیل فون پر ایس پی بلال کالنگ جگمگایا

سر وہ لڑکی مل گئی ہے---میں ایڈریس سینڈ کر رہا ہوں یہاں پہنچ جائیں---ایس پی بلال نے اسے خوش کر دیا تھا خوش تو وہ پہلے بھی بہت تھا اب تو وہ حد سے زیادہ ہی خوش تھا

وہ سیل فون کوٹ کی پاکٹ میں ڈالتا تیزی سے نیچے اُترا ایم آز پلازہ کی ایک ایک چیز اسے خوش آمدید کہتی محسوس ہو رہی تھی

****

وہ ایس پی بلال کی بتائی گئی لوکیشن پر پہنچ گیا تھا پیٹر اور اسکے چار گارڈز ساتھ تھے---یہ ایک سیمینار تھا جس میں لگے ایک اسٹال پر وہ ابروڈ اسٹڈ نگ کے پروسپیکٹس دے رہی تھی---جانے والا ہر شخص اسکے اسٹ پر رُک کر وہ لے لیتا تھا---کچھ اسے ترحم بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے تو کچھ اسکے حُسن کو سراہ رہے تھے مڑ مڑ کر اس شاہکار مجسمے کو دیکھتے جو کسی ماہر سنگ تراش کے ہاتھوں کا جادو محسوس ہوتا تھا---اسے دیکھ کر چند ثانیے کو ایم آز کی سانسیں تک رُک گئیں تھیں---پتا نہیں اس میں کیسی کشش تھی کیسا مقناطیسی سلسلہ تھا کہ وہ سامنے آتی تھی اور وہ بے بس پتلا بن جاتا تھا---دل ایک دم چاہتا تھا کہ عام لوگوں میں شمار ہو جائے ایک الگ دنیا بسا لے

وہ اسٹال پر رُکا اور اُنگلیاں لکڑی کی سطح پر بچھے سفید سلکی کپڑے پر بجائیں---اس نے پروسپیکٹس آگے بڑھایا جسے تھامنے کے چکر میں وہ اسکے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتا اپنے مخصوص گھمبیر اور جان لیوا انداز میں گویا ہوا

ہیلو ملکہ!!!

کیپٹن حمزہ کے حادثے کے بعد اسے اس شخص سے دنیا میں سب سے زیادہ نفرت محسوس ہو رہی تھی

تت---تم؟؟؟اس نے خوفزدہ پتھرائی نظروں سے آس پاس دیکھا

کاش تم مجھے دیکھ سکتی کہ آج میں تمہیں دیکھ کر کتنا خوش ہوں---وہ سرگوشیوں میں بول رہا تھا---نیلم نے اپنا ہاتھ کھینچا---پروسپیکٹس میز پر گر گیا

پلیز ایک بار میری بات سُن لو---پلیز ملکہ---اسے خوفزدہ دیکھ کر وہ لجاحت بھرے انداز میں بولا---انس بھی ایک اٹینڈر کی طرح وہاں موجود تھا--گاہے بگاہے نیلم کے پاس کھڑے منہاج کو بھی دیکھ لیتا

کیا چاہتے ہو تم ہم سے؟؟؟وہ پلان کے مطابق فوراً رونے لگی

صرف کچھ وقت!!!

چلو نہیں تو میرے گارڈز یہاں فائرنگ شروع کر دیں گے تم مجھے جانتی نہیں ہو----اسے ہلتے نہ دیکھ کر وہ دھمکیوں پر اُتر آیا

نہیں--ا---ایسا نہیں کرنا ہم چلتے ہیں---وہ گھبراہٹ میں اٹک اٹک کر بول رہی تھی---منہاج کے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ اُبھری تھی---وہ میز کو ٹٹولتی دوسری میز تک گئی وہاں پر موجود لڑکی سے کچھ کہا اور واپس آگئی---اگلے ہی لمحے منہاج کی پراڈو دھول اُڑاتی ایگزیبیشن کی پارکنگ سے نکل گئی

****

کیا بات کرنی ہے تم نے ہم سے ----ایم آر پلازہ کے ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر وہ اُنگلیاں چٹخاتے بولی جبکہ اس کے سامنے والے تھری سیٹڈ صوفے پر وہ ٹانگ پر ٹانگ جمائے ایک ہاتھ صوفے کی پشت پر پھیلائے دوسرے سے سُگار سُلگاتا اسے دیکھ رہا تھا---وہ اپنے اندھے پن کا مظاہرہ کرتی ساکت نظروں سے سامنے دیکھ رہی تھی یہ ایک بہت مشکل کام تھا منہاج عزضحاک جیسے بندے کے سامنے بیٹھ کر اسے نظرانداز کرنا

اگر تم دیکھ سکتی تو کبھی مجھے تم کہہ کر مخاطب نہیں کرتی---وہ سگار جھاڑنے کو میز پر پڑی ایش ٹرے پر جھکا نظریں ہنوز اسی پر تھیں

تم بھول رہے ہو ہم تمہیں پہلے دیکھ چکے ہیں اور آج جس حال میں ہیں تمہاری وجہ سے ہیں--- ہم تمہیں کبھی معاف نہیں کریں گے--وہ بھڑکی

ہاہاہاہا---میں معافی مانگوں گا تو معاف کروگے نا---اس نے ایک اور قہقہہ لگایا

میں چاہتا ہوں کہ اب ہم کھل کر ایک دوسرے کے سامنے آہی جائیں---وہ کھڑا ہوا اور اسکے سامنے میز پر بیٹھ کر براہِ راست اسکی آنکھوں دیکھنے لگا

اگر تمہیں کسی نے مجھے ٹریپ کرنے کو بھیجا ہے تو بتادو مجھے کائنات (منہاج کی بہن) کی قسم کچھ نہیں کہوں گا تمہیں یہ ہاتھ ٹوٹ جائیں اگر تمہارا بال بھی چھیڑا میں نے---وہ ٹھہر ٹھہر کر گویا تھا معاذ کا ان کی گفتگو سنتے کافی کے گھونٹ بھرتا میجر عاص بھی رُک چکا

اور اگر تم نے آج جھوٹ بولا تو جس دن مجھے تمھاری حقیقت معلوم ہوئی قسم ہے کائنات کی تمہارا خون بہائے بغیر تمہیں نہیں بخشوں گا---دھوکہ دینے والوں کا خون بہانا قرض ہے مجھ پر اور منہاج عزضحاک قرض نہیں رکھتا نیلم ابرار!!! اسکے لہجے میں چٹانوں کی سی سختی در آئی تھی---سرد بھوری نگاہیں اپنے ہر بات کے سچ ہونے کا حلف اُٹھا رہی تھیں

پہلی بات ہمیں یہاں کسی نے نہیں بھیجا بلکہ تم خود لائے ہو پہلے بھی تم ہی لائے تھے---دوسری بات نیلم ابرار کی اجازت کے بغیر اس دنیا کا کوئی شخص اُس کا بال بھی نہیں چھیڑ سکتا---اس نے بھی سود سمیت جواب اسکے منہ پر مارا---منہاج کے عنابی ہونٹ مسکرائے تھے---نیلم کے ہونٹ کے پاس بیٹھا سیاہ تِل اچانک ہی اسکی نظروں میں آیا تھا--یہی ایک فرق تھا اس میں اور زوئی میں

تم جیسی لڑکی میں نے اپنی پوری زندگی میں نہیں دیکھی---سچ سچ بتاؤ اسی دنیا کی ہو؟؟؟ کہاں سے چراتی ہو اتنے بہادر الفاظ اور کہاں سے لاتی ہو چہرے پر اتنی معصومیت؟؟؟ وہ اسکے تپے تپے چہرے کو دیکھ رہا تھا

فضول بولتے ہو تم بہت زیادہ فضول---وہ پھنکاری

تم اعتراف کر چکی ہو کہ تم جو ہو وہی حقیقت ہو تو میں بھی اعتراف کرنا چاہتا ہوں کہ میں تمہیں ہر وقت ہر لمحہ اپنے سامنے رکھنا چاہتا ہوں---اپنے پاس---وہ میز پر بیٹھا آگے کو جھکا دونوں ہاتھوں کو ایک دوسرے میں پیوست کیے اسے دیکھ رہا تھا

اور ہم تم سے دور جانا چاہتے ہیں بہت دور---وہ ناگواری سے بولی

پھر تم اپنے مقصد میں کیسے کامیاب ہو گی ملکہ ؟؟

اس نے نیلم کو پھر سلگایا

تم ہمیں اپنے پاس بھی رکھنا چاہتے ہو شک بھی کرتے ہو---کیا گیم کھیل رہے ہو---وہ تلخی سے پوچھ رہی تھی---منہاج سیدھا ہو بیٹھا گہرا سانس لیا---اور اسکا ہاتھ کھینچ کر اپنی چوڑی ہتھیلی میں قید کر لیا---نیلم اس لمحے کیلیے تیار نہیں تھی حیرت سے منہ کھل گیا

دیکھو ملکہ (گھمبیر آواز پُر فسوں لہجہ) تم چھوڑ دو یہ سب کچھ نہیں رکھا اس میں---اگر میرے خلاف کوئی ثبوت تمہیں مل بھی گیا تو بھی فوج میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی---میری جڑیں بہت مضبوط ہیں---تم بھی خوامخواہ اپنی جان پر ظلم نہ کرو---آج جن کیلیے یہ کر رہی ہو کل یہی لوگ تمہیں گھر سے باہر رہنے والی, بد کردار لڑکی کہیں گے یہ دنیا بہت ظالم ہے بہت زیادہ تم بہت معصوم ہو بہت پیاری ہو مت کرو اپنے اوپر یہ ستم, میں تمہیں بچاؤں گا کوئی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا---تم میرے پاس بہت محفوظ رہو گی ہر چیز ہے میرے پاس حُسن, دولت, طاقت, محبت سب کچھ ہے تمہارے لیے---وہ اسے اپنے جملوں کے حصار میں باندھ رہا تھا---اسے غداری پر اُکسا رہا تھا---لالچ دے رہا تھا---سب کچھ تو تھا اسکے پاس دولت, حسن, طاقت, محبت پھر بھی سامنے بیٹھی لڑکی اس سے مرعوب نہیں ہو رہی تھی

ایک ہی بات بار بار اگر تمہیں اتنی ہی ان سیکیورٹی ہے ہم سے تو دور رہو ہم سے ---- ہم خود چل کر نہیں آئے کبھی بھی تمہارے پاس --- ہم خود تنگ ہیں بیزار ہیں تم سے --- اتنے ہی خطرے ہیں تو فاصلے پر رہو ہماری راہ میں مت آیا کرو --- وہ اسکی گرفت سے اپنا ہاتھ نکالتی کھڑی ہو کر چلائی

تم سے دور ہی تو نہیں رہ سکتا نہیں رہ سکتا تم سے دور ---- یہی بات تمہیں سمجھ نہیں آرہی --- مجھے اپنا قیدی بنا کر بول رہی ہو ہماری راہ میں مت آئیں --- اس نے نیلم کو کاندھوں سے پکڑ کر جھنجھوڑ ڈالا

مت کھیلو میرے ساتھ یہ کھیل --- میں تمہیں مار دوں گا میں بہت وحشی ہوں دھوکہ برداشت نہیں ہوتا مجھ سے --- میری بات سمجھو ملکہ --- دیکھو!!! اس نے نیلم کا چہرہ تھام لیا --- وہ اب بھی اسکی جانب نہیں دیکھ رہی تھی

مجھے غور سے سنو --- میں تم سے کہہ رہا ہوں سچ بتادو کائنات کی قسم اس دنیا میں میری سب سے عزیز ہستی کی قسم کھا رہا ہوں تمہیں جانے دوں گا --- ہلکی سی خراش بھی نہیں ڈالوں گا --- وہ اسے جذباتی انداز میں ٹریپ کر رہا تھا مگر مقابل بھی کیپٹن نیلم ابرار تھی جس نے طے کر لیا تھا کہ میدان میں اُتری ہے تو میدان مار کر ہی جائے گی

ہم جا رہے ہیں تم اپنے راستے رہو ہم اپنے --- وہ اسکے ہاتھ جھٹکتی صوفے ٹٹولتی مڑنے لگی --- جب منہاج اسکی راہ میں حائل ہو گیا

ایک مہینہ تم یہاں رہو گی --- اگر یہاں کوئی گڑبڑ نہ ہوئی اور مجھے یقین ہو گیا تم وہ نہیں ہو جو میں سمجھ رہا ہوں تو میں تمہیں جانے دوں گا --- اس ایک مہینے میں میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا --- اس نے فیصلہ سنایا

ہم یہاں نہیں رہیں گے تم ہمیں جو سمجھتے ہو سمجھتے رہو---وہ دھاڑی

تم یہیں رہو گی---اس نے گویا بات ہی ختم کر دی

اس میں ہی کیپٹن نیلم کا فائدہ تھا کہ وہ مزید بحث نہ کرتی اتنی بحث اسے سچا ثابت کرنے کو بہت تھی

****

کیپٹن نیلم آپ کا کام اب صرف منہاج کی لائبریری اور لیپ ٹاپ کا ریکارڈ حاصل کرنا ہے---بس!!!

بلوچستان کا مشن بھی مکمل ہو جائے گا ایک دو مہینے میں---ہمارے سارے ایجنٹس را کے آفیشلز کا بھروسہ جیت چکے ہیں انہوں نے امداد بلوچ کو ساری غلط انفارمیشنز دیں ہیں جسکی بناء پر وہ یہاں ہر کام اُلٹا کر رہا ہے---کل رات بھی میں نے اس پر حملہ کر کے اسے زخمی کر دیا---اور امداد بلوچ کی تمام انفارمیشن ہمارے ایجنٹ را کو غلط بتاتے ہییں جسکی بناء پر وہ امداد بلوچ سے بہت نالاں نظر آرہے ہیں اور امداد بلوچ اب اتنا لاچار اور اکیلا ہو چکا ہے کہ اس کا انڈیا واپس جانا ناممکن ہو گیا ہے---جلد ہی میں اسے گرفتار کر لوں گا بس ایجنٹ آکاش کو اسکے ذریعے باہر نکلوانا ہے---آج تین دن بعد ان کا رابطہ ہو رہا تھا وہ اسے سارے صورتحال بتا رہا تھا

اور میورک؟؟؟ کیپٹن نیلم نے پوچھا

ہیروں کی اسمگلنگ کے سارے گینگ پکڑے جا چکے ہیں جو رہتے ہی وہ ریکارڈ میں اویڈنس سمیت شامل ہو چکے ہیں---اب رہ گیا تو میورک اور پیٹر, میورک کو اس لیے گرفتار نہیں کر رہے کہ اُسکا اصل پلان پتا لگ سکے اور پیٹر کو منہاج کے ساتھ ہی پکڑیں گے--"اس نے بتایا

آپ سب نے تو اپنے اپنے حصے کا کام ختم کرلیا--- اسکے لہجے میں مایوسی تھی صرف وہی تھی جس پر ان کے مشن کی آخری کڑی لگی جہاں آکر چین بند ہونی تھی اور وہی اب تک سست تھی---مگر یہ بھی حقیقت تھی کہ سب سے خطرناک دشمن سے سب سے نازک کارکن کا سامنا ہوا تھا

آپ نے بلیک سٹار کی لائبریری تک رسائی حاصل کرنی ہے اُسکا لائبریری کا ڈیٹا چاہیے سارا--- اُسکے لیپ ٹاپ اور پرسنل سیل فون کا بھی اور یہ کام صرف آپ کرسکتی ہیں کیپٹن نیلم--- اس نے سمجھایا

ہمیں وہ ڈیٹا ہر حال میں چاہیے---آپ کا بس یہی کام ہے میورک کیلیے میں کسی نئے بندے کو استعمال کرتا ہوں اُسکو آپ چھوڑ دیں--- بس منہاج کی لائبریری تک پہنچ جائیں

ڈیٹا تو ہم حاصل کرہی لیں گے میجر عاص مگر اس ڈیٹا کو ہم سے حاصل کرنے کیلیے آپ کو ایڑیاں رگڑنی پڑیں گی--- اپنی محبت کی اپنے جذبوں کی توہین ہم نہیں بھولیں گے !!!

اسکے دماغ میں ایک بار پھر میجر عاص کے الفاظ گھومنے لگے اسکا نفرت و حقارت سے پُر چہرے نے آج بھی نیلم کو تکلیف میں مبتلا کردیا تھا

****

!!!ہیلو آکاش

میں لکی--- مجھے تم سے ملنا ہے---- ایجنٹ آکاش اُٹھا اور اپنے روم کا دروازہ کھول کر آس پاس دیکھنے لگا---- پھر واپس آیا

تم نے مجھ سے رابطہ کیوں کیا ہے؟؟؟ اس نے جھنجھلاتے ہوئے پوچھا

تمہیں منع بھی کیا تھا کہ تم اپنے مشن پر ہو اور میں اپنے پھر بھی----وہ غصہ ہورہا تھا

پی---یار میری بات تو سُن لو---امداد بلوچ نے پھولی سانسوں کے مابین کہتے درخواست کی

جلدی بولو--- اس نے احسان کیا

مجھے انڈیا واپس جانا ہے--- وہ بہت مشکلوں سے بول رہا تھا

تو میں کیا کروں؟؟؟ سابقہ لہجہ ہنوز برقرار تھا

میری مدد کرو---مم--- میرے سارے بندے بھارت جاچکے ہیں--- میری رہائش گاہ پر حملہ ہوگیا ہے---- میں بہت زخمی حالت میں ایک ویران جگہ پر پڑا پانی کو ترس رہا ہوں--- ناراض بلوچ تنظیمیں فوج گرفتار کرچکی ہے---- را کہہ رہی ہے کہ میرے بھیجے بندے ایک ایک کر کے غائب ہوچکے ہیں--- اور بھیجی گئی کوئی انفارمیشن اُن بندوں نے ہیڈکوارٹر

تک نہیں پہنچائی بلکہ چند اعلیٰ حکام کی میزیں صاف کرچکے ہیں--- ہمارے ادارے کی چند حساس انفارمیشن رکھنے والی فائلز گم ہوچکی ہیں---غائب کردیں گئیں ہیں--- میری غلطی کی سزا میں مجھ سے ہر رابطہ قطع کردیا ہے--- تم ہی میری یہاں سے نکلنے میں مدد کرو--- شاکر بھی غائب ہوچکا تھا مجھے لگتا ہے وہ آئی ایس آئی کے ہاتھ چڑھ چکا ہے---- اس نے ٹھہر ٹھہر کر لمبے لمبے سانس لے کر بات مکمل کی تھی

اگر یہ سب ہوا ہے تو تم نے مجھ سے رابطہ کرکے مجھے بھی خطرے میں ڈال دیا ہے--- میں کل آتا ہوں پھر مل کر ہیڈکوارٹر سے مدد مانگتے ہیں--- ایجنٹ آکاش نے اسے تسلی دی

سر ایجنٹ آکاش کا اور امداد بلوچ جو خود کو لکی کہہ رہا تھا کا رابطہ ہوچکا ہے--- کل ملنے کا پلان ہے--- میجر عاص کے منصوبے کے تحت وہ لوگ آپس میں رابطہ کرنے والے تھے اور انہوں نے کر بھی لیا تھا--- میجر عاص کو کامیابی صاف نظر آرہی تھی

****

سردی بڑھ چکی تھی نیا سال چڑھ چکا تھا--- منہاج نے اسکا سامان ہوسٹل سے منگوالیا تھا وہ ابھی شال لپیٹے ایم آز پلازہ کے لان میں آتش دان کے آگے بیٹھی تھی آتش دان اسے ایک گارڈ نے جلا کردیا تھا--- آگ کی تپش اسکے چہرے پر پڑھ رہی تھی رات کے

اندھیرے میں آتش کی نارنجی شعاعیں اسکے چہرے کی حُسن میں اضافے کا سبب تھیں---- ٹیل پونی اسکی کمر پر جھول رہی تھی--- وہ بہت دور پلازہ کے داخلی دروازے سے ٹیک لگائے ہاتھ میں سگار لیے ایک ہاتھ پینٹ کی پاکٹ میں ڈالے کھڑا اسے دیکھ رہا تھا--- وہ چلتا ہوا آگے بڑھنے لگا اور دوسرے پتھر پر بیٹھ گیا--- نیلم اسکی موجودگی محسوس کرتی کڑھ کر رہ گئی--- ستم تو یہ تھا کہ وہ میجر عاص کی طرح اپنی ناگواری ظاہر نہیں کرسکتی تھی--- ورنہ اسکا بس چلتا اس شخص کے چہرے پر تھوک دیتی بھیچ چوراہے پر اُلٹا لٹکا دیتی اور ہر اُس شخص کو بلاتی جس کے عزیز اسکی درندگی کا نشانہ بنے اور کہتی کہ اسے سنگ مار مار کر ہلاک کرو--- ہر پتھر سے کہتی کہ اتنی زور سے اس پر برسو کہ اِسے تم ایک پہاڑ جتنے محسوس ہو

اتنی خاموش کیوں رہتی ہو تم؟؟؟ میرا دل چاہتا ہے تمہاری آواز سننے کو تم سے باتیں کرنے کو---وہ اپنے شوز کی نوک سے گھاس اُکھاڑتا کچھ ڈسٹرب نظر آرہا تھا--- نیلم بے یہاں آتے ساتھ اس سے بات چیت تقریباً بند رکھی تھی

تم میرے لیے دو لفظ نہیں بول سکتی؟؟؟ میجر عاص نے اپنے سیل فون میں منہاج کی آواز سُنی--- وہ اسکرین پر دیکھنے

لگا

تمہیں یاد ہے تم غلطی سے میرے گارڈز کی کار میں بیٹھ کر آگئی تھی--- میں نے تمہیں اپنا قیدی بنا لیا تھا مجھے اپنے قیمتی ہیرے تم سے وصول کرنے تھے مگر تم تو میرا دل بھی لے

کر فرار ہوگئی--- میں ایک نقصان کی بھرپائی نہیں کروا پایا تھا کہ تم میرا سب سے قیمتی نقصان کرگئی--- وہ اب بھی کھوئے ہوئے لہجے میں بول رہا تھا

ہم نے کبھی تمہارا نقصان نہیں کیا نقصان تو تم نے ہمارا کیا ہے ہمیشہ---ہم سے ہماری آنکھیں چھین لیں تم نے---- سارے اندھیرے اور ویرانیاں سونپ دیں----وہ نم لہجے میں بولی

کل ہم ایک آئی اسپیشلسٹ کے پاس جارہے ہیں--- منہاج نے کہا

کیوں؟؟؟ وہ جذبز ہوئی

تمہاری آئیز چیک کروانے--- وہ اطمینان سے سگار شعلوں کی نذر کرتا اسکی آنکھوں میں دیکھتا بولا

ہہ---ہم نے نہیں جانا---وہ نفی میں سرہلانے لگی

تمہیں تمہاری آنکھوں کی خوبصورتی اُن کا حُسن ویسے ہی واپس دلانا چاہتا ہوں--- اب اُٹھو سردی بڑھ رہی ہے---- اس نے نیلم کو بازو سے پکڑ کر کھڑا کیا تو اس نے غصے اور نفرت سے اپنا بازو کھینچ لیا---منہاج نے چھوڑ کر دونوں ہاتھ اوپر اُٹھائے

سوری!!! وہ اسکی بات سننے کو رُکی نہیں تھی--- ہاتھ اُٹھا کر راستے کا اندازہ کرتی چلنے لگی--- منہاج بھی اسکے ساتھ چلنے لگا---جب وہ اپنے روم میں پہنچ گئی تو وہ واپس آگیا

پیٹر کسی آئی اسپیشلسٹ سے اپائمنٹ لو--- اس نے کمرے میں آتے پیٹر کو طلب کیا--- پیٹر کھڑا تھا اور وہ کوٹ اُتار کر جہازی سائز بیڈ پر پھینکتا بول رہا تھا--- واچ کف لنکس سب نکالنے لگا

بٹ کیوں سر؟؟

پیٹر حیران کوا--- کیوں کہ میں کہہ رہا ہوں--- وہ اپنا شب خوابی کا لباس گلاس وارڈراب سے نکال کر ڈھک کرتا بند کر چکا تھا--- پیٹر کی مزید کوئی بات سنے بغیر اٹیچڈ واش روم میں داخل ہوگیا

****

سر شاکر پاکستان سے دبئ جارہا تھا وہاں سے اسکا انڈیا جانے کا ارارده تھا میں نے دبئ انٹرنیشنل ائیرپورٹ پر رابطہ کیا اور وہاں کی پولیس سے مدد طلب کی--- انہوں نے شاکر کو گرفتار کرلیا ہے---- شاکر کی جو رپورٹ میں نے وہاں بھیجی ہے اُس میں اُسکا سارا ریکارڈ شو کرنا ضروری تھا یہ بھی کہ وہ ایک جاسوس ہے--- اب آپ کو وہاں کی پولیس سے رابطہ کرکے میری اطلاعات کی تصدیق کرنی ہے تاکہ عہ جلد از جلد شاکر کو ہمارے حوالے کردیں--- اس نے آئی ایس آئی کے سربراہ کے روبرو بیٹھتے اپنا مدعا بیان کیا

ٹھیک ہے--- شاکر کل ہی دبئی سے ہماری سینٹرل جیل میں ٹرانسفر ہوجائے گا--- تم امداد بلوچ اور ایجنٹ آکاش کی گرفتاری آج کی ملاقات میں ہی کرلو--- ہمارا ایک بندہ را کے ایجنٹ کے ہاتھ چڑھ چکا تھا--- اُسے بہت بری طرح تشدد کا نشانا بنایا ہے ٹوٹی ٹانگ کے ساتھ وہ دہلی سینٹرل جیل سے فرار کروایا ہمارے دوسرے اہجنٹس نے دعا کرو وہ تینوں کل تک صحیح سلامت وطن واپس آجائیں--- وہ ٹھنڈی سانس بھرتے بولے

ان شاء اللہ سر!!! اجازت دیں میں چلتا ہوں--- میجر عاص کھڑا ہوگیا--وہ بھی مصافحے کیلیے کھڑے ہوئے

ٹائیگر اُس لڑکی کا خیال رکھنا--- منہاج کو شک بھی گزرا تو وہ اُسکے ساتھ جانے کیا سلوک کرے---وہ اپنا سیل فون اور کار کی چابیاں میز سے اُٹھا رہا تھا جب وہ بولے--- اس نے محظ سر ہلادیا

****

میورک کے لیپ ٹاپ ڈیٹا کو ڈیکوڈ کرنے, پاسورڈز کریک کرنے, سکرپٹ کے تھرو ہیک کرنے میں اسے کافی دن لگے تھے--- یہ کام وہ ایم آز پلازہ میں رات کے وقت واش روم میں گھس کر کررہی ہوتی تھی تو میجر عاص لوگوں کے پاس اپنے کمرے میں بند ہوکر--- اتنا قیمتی اور حساس ڈیٹا تھا اس نے بہت مشکل سے اسے ڈیکوڈ کیا تھا اسکی کوڈنگ کرنے والے شخص کی صلاحیت کو تسلیم نہ کرنا اُسکے ساتھ سراسر ظلم ہوگا--- اس ڈیٹا میں وہ سارا منصوبہ موجود تھا جس کے تحت اس نے اپنے دو ساتھی لاہور سینٹرل جیل سے آزاد کروانے تھے---وہ اسکا پورا پلان پڑنے لگی---- وہ باقاعدہ ایک سُرنگ بنا رہے تھے ان کو نکالنے کیلیے---- جسکے مکمل ہونے میں ہفتہ رہ گیا تھا--- میورک کی اور بھی بہت حساس اور قیمتی انفارمیشن اس می موجود تھی جس نے نیلم کی ٹانگیں کپکپانے پر مجبور کردیں---سردی سے اسکا جسم اکڑ رہا تھا--- ٹائلز سے سجا فرش یخ ٹھنڈا ہورہا تھا

میجر عاص سمجھتے ہیں کہ ہم کچھ کر نہیں سکتے اب دیکھیں ہم نے کیا کیا کرڈالا ہے---- وہ ان فائلز کو اپنی میموری اسٹک میں سٹور کررہی تھی--- خوشی اسکے چہرے کو گلنار کیے دے رہی تھی--- اس نے اپنا کام مکمل کیا--- رات کے ڈھائی بج رہے تھے--- تین چار دن میں اسکی طرف سے کوئی گڑبڑ نہ پاکر وہ سب کچھ مطمئن تھے جب چوتھے دن اس نے پھر ایم آز پلازہ کو ریکارڈر اور کیمروں سے سجا ڈالا

کیپٹن نیلم ان سب کو اُتار دیں---ایم آز کو پہلے ہی شک ہے آپ پر اس سے ہم مصیبت میں نہ پھنس جائیں--- وہ کوریڈور میں لگی ایک پینٹنگ میں سپائے کیمرہ اٹیچ کررہی تھی--- جب اسکے ائیر پیس میں میجر عاص کی آواز اُبھری

اوکے--- بغیر کسی بحث کے اس نے تمام لگائے گئے کیمرے اُتار دیئے اور میجر عاص سے رابطہ بھی منقطع کردیا--- اب اسے اپنے پلان کا ایک خاص حصہ مکمل کرنا تھا--- اس نے میورک کے کمرے میں جھانکا وہ آج کلب گیا تھا تو اس کا کمرہ کیپٹن نیلم کو خالی ملا تھا-- اسے پہلے ہی پتا تھا کہ روم فری ہے---- اندر داخل ہوکر اس نے اوڈیو لسننگ بگ ڈیوائز ایک بیڈ کے ڈرا کے شیشے پر پڑے شو پیس میں چھپا دی تو دوسری صوفوں کے درمیان--- ایک الماری کے پاس کمرہ بہت بڑا تھا اسی لیے تین ڈیوائزز استعمال کرنی پڑیں--- سپائے کیمرے بھی اس نے لگا دیے تھے اور اب اپنے کمرے کی جانب جارہی تھی جب آگے چلتا ایک گارڈ دیکھائی دیا-- نیلم پلر کی اوٹ میں ہوگئی--- وہ چونکتا ہوا مڑا اور پلرز کے قریب آیا--- اس نے نیلم کو دیکھا تو نیلم نے ایک مکا اسکی آنکھ پر اتنے زور سے مارا کے وہ بلبلا کر گرپڑا اس سے پہلے کہ اس کے منہ سے کوئی آواز نکلتی نیلم نے اسکی گردن اور سینے کے درمیان پریشر پوائنٹ کو دبایا

ہونہہ--- آیا بڑا ہماری چاکری کرنے--- ٹائیگر نے ٹرین کیا ہے ہمیں اتنی آسانی سے تمہارے ہاتھ نہیں آنے لگے--- وہ اسکے بےہوش وجود سے مخاطب تھی

میں نے کبھی کسی کی جان نہیں لی لیکن جو کسی اور کی جان لے کسی نا کسی نے تو پھر اسکی جان لینی ہے نا دیکھو تمہیں ہم چھوڑ دیں گے تو فوج پکڑ لے گی--- جیل میں ڈالے گی اور پھر سزائے موت--- آخر کو اُس درندے کے کہنے پر تم نے بھی تو بہت سے لوگوں کو مارا ہوگا--- نیلم اسکے پاس پنجوں کے بل بیٹھی تھی---اس نے ماسک پہن رکھا تھا---بلیک پینٹ اور بلیک ہی ٹی شرٹ تاکہ دیکھنے والا اسے لڑکا ہی سمجھے

سوری میں کوئی رسک نہیں لے سکتی---اس نے انجیکشن بھرنا شروع کیا اسکی سرنج کی ---جانب دیکھا اور گارڈ کے بازو میں لگا دیا

پھر اسے اپنے روم میں گھسیٹتے لائی اور بالکنی کے پاس رُک گئی

تم لوگوں نے ہزاروں لاکھوں لوگوں کے گھر برباد کیے ہیں, ہمارے وطن کے خلاف دوسرے ملکوں میں افواہیں پھیلائی ہیں, ہمارے محافظوں پر ظلم ڈھائیں ہیں, قاتل ہو تم لوگ ہزاروں کیپٹن حمزہ کے, لاکھوں ننھی معصوم بے گناہ جانوں کے---- وہ نفرت سے بول رہی تھی--- نیچے کھڑے ایک گارڈ کی نظر نیلم لے کمرے کی بالکنی میں کھڑے ایک گارڈ پر پڑی--- جو کبھی دائیں جانب لڑھکتا کبھی بائیں جانب اور یک دم اسے دھکا دیا اور وہ اونچائی سے زمین پر آگرا---بدحواس بکھرے بالوں والی نیلم اب گارڈ کو نظر آئی تھی --- - اگلے ہی لمحے ایم آز پلازہ میں بھگدڑ مچ گئی تھی---نیلم بھی چیخ چلا رہی تھی--- چینج وہ پہلے ہی کرچکی تھی--- اب پُرشکن لباس میں موجود تھی--- دونوں ٹانگیں جوڑے ان کے گرد ہاتھ باندھ ان میں سر دیے وہ بلک بلک کر رو رہی تھی--- پورے کمرے کا حلیہ بگڑا ---ہوا تھا

منہاج عز ضحاک جب اسکے کمرے میں پہنچا تو ویل فرنشڈ خوبصورت ڈیکوریٹڈ روم کا یہ حشر دیکھ کر وہ دنگ رہ گیا--- اس نے نیلم کو گٹھڑی بنے دیکھا--- سلیپنگ گاؤن میں ننگے پیر منتشر بھورے بالوں اور نیند کے نشے میں ڈولتی آنکھوں سمیت وہ اسکی جانب بڑھ گیا

ملکہ--- رو کیوں رہی ہو؟؟؟

ملکہ اس نے نیلم کے کاندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ کرنٹ کھا کر ہتھیلیاں قالین پر جماتی پیچھے ہوئی--- ہراساں نظروں سے ادھر اُدھر دیکھنے لگی

جاؤ یہاں سے--- پاس مت آنا میرے--- جاؤ!!! وہ ہذیانی انداز میں چیخ رہی تھی اپنے بالوں میں اُنگلیاں پھنسا کر رونے لگی وہ اُٹھا بالکنی سے نیچے جھانکا پھر پیچھے کھڑے گارڈز کی فوج کو خونخوار نظروں سے دیکھا

کون آیا تھا یہاں؟؟؟

مرے ہوئے تھے تم سب؟؟؟

اُسکی ہمت کیسے ہوئی اندر آنے کی؟؟؟ وہ ان سب کے جھکے سر دیکھ کر چلا رہا تھا

اس نے ایک گارڈ کے ہاتھ سے رائفل جھپٹی

یہ کھلونا ہے؟؟؟ دیکھنے کے لیے دیا ہے تم لوگوں کو؟؟؟ اس نے رائفل غصے سے اسکے سر پر ماری---وہ پیچھے کی جانب گرا

دفع ہوجاؤ تم سب یہاں سے---- وہ دھاڑا

اور تم, تمہیں میں بعد میں پوچھتا ہوں--- وہ پیٹر کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھتا بولا جو ابھی اندر داخل ہوا تھا--- سب چلے گئے کمرہ خالی ہوگیا وہ اس کے پاس آیا--- اور دونوں بازوؤں سے پکڑ کر بیڈ پر بٹھایا وہ ہچکیوں سے رو رہی تھی

ملکہ ریلیکس میں ہوں یہاں اب کوئی نہیں آئے گا---- اس نے نیلم کو پانی کا گلاس تھمایا وہ غٹاغٹ پی گئی-- اس وقت میجر عاص ہوتا تو اسکی اداکاری دیکھ کر عش عش کر اُٹھتا

وہ کمفرٹر لے کر لیٹ گئی---منہاج ایک کرسی کھینچ کر اس کے بیڈ سے فاصلے پر بیٹھ گیا--- نیلم کی حالت اسے کہیں سے اداکاری نہیں لگ رہی تھی--- وہ سوچکی تھی منہاج کرسی کی پُشت سے ٹیک لگائے چھت کا انٹرئیر دیکھ رہا تھا مگر سوچیں کہیں دور اُلجھی تھیں---- بھوری بھوری آنکھوں میں نیند کا خمار پورے طمطراق سے براجمان تھا

اس نے پُرسکون انداز میں لیٹی نیلم کو دیکھا جو اسکی جانب پُشت کیے ہوئے تھے اس کے بال اور بایاں کان اسے نظر آرہا تھا--- کان میں ننھی سی بالی پڑی تھی---وہ کرسی گھسیٹ کر آگے ہوا-- اسکے چھوٹے سے کان میں موجود چمکتی بالی کو ہلکے سے اپنی اُنگلی کی پوروں سے چھوا

وكل دقة قلب فيني لك قصيدة

(میرے لیے کی ہر دھڑکن تمہارے لیے غزل لکھتی ہے)

اس آواز نے آنکھیں موندے لیٹی نیلم کے پورے جسم میں برق سی پیدا کردی پتا نہیں ان الفاظ سے وہ کیوں گھبرا جاتی تھی اس نے بیڈ کی چادر کو مضبوطی سے اپنی مٹھی میں بھینچ لیا

وہ ہاتھ بھی ہٹا چکا تھا لائٹ آف کر کے جا بھی چکا تھا مگر اسکی آواز یہاں رہ گئی تھی--- نیلم نے کمرے کے اندھیرے کو ایک نظر دیکھا اور اُٹھ کر بیٹھ گئی--- ایک گلاس پانی بھر کر پیا--- پسینہ پونچھا--- دل کی گھبراہٹ کم نہ ہوئی--- اس نے اپنا وائرلیس اُٹھایا اور ہونٹ کمبل کے اندر کر کے آنکھیں باہر نکالیں--- ہونٹوں کے قریب وائرلیس لے جاکر اس نے میجر عاص کو رِنگ دی--- مگر دوسری جانب سے جواب نہیں آرہا تھا--- ایک بار پھر ٹرائی کیا مگر بے سدھ!!!

ہمیں جب جب آپ کی ضرورت پڑی ہے تب تب آپ نے ہماری آواز پر دھیان نہیں دیا--- آپ کو ہم نے آج رات بہت یاد کیا میجر عاص!!! وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی--- کسی غیر کے گھر غیر بستر پر اسے نیند کہاں آنی تھی--- وہ میجر عاص اور انس کے ساتھ رہی تھی سکون سے سوتی تھی مگر یہاں اسکی راتیں جاگ جاگ کر کٹتی تھیں وہ بس اُسی ڈش کو کھاتی جس سے منہاج لقمہ لے چکا ہوتا-- اِسکی نیند اسکی بھوک کتنے دنوں سے پوری نہیں ہوئی تھی--- دل بھرا رہا تھا---- پوری رات پھر وہ اپنے گھر کو اپنی آپی کو اپنے بابا کو دادو کی ڈانٹ کو میجر عاص کی بے گانگی کو یاد کرتی رہی تھی--- بھوک سے پیٹ میں بل پڑ رہے تھے چونکہ منہاج دن کا کھانا نہیں کھاتا تھا اور رات میں میٹنگ سے کھا کر آیا تھا تو اس نے بھی نہیں کھایا تھا کیا بھروسہ زہر ڈال کر دے دیتے یا بے ہوش کرنے کو کچھ ڈال دیتے

اس نے پانی پی پی کر رات گزاری

****

امداد بلوچ اور آکاش نے کل شام یہاں آنا تھا مگر وہ نہیں آئے تھے میجر عاص پوری رات زیارت کے اس سنسان علاقے میں پھنسا رہا تھا ہوسکتا تھا کہ ان کو پھنسانے کیلیے انہوں نے کاؤنٹر گیم کھیلا ہو--- شاکر کی گرفتاری کے بعد بس ان دو را کے ایجنٹس کی گرفتاری ضروری تھی بہت ضروری ان دونوں کے خلاف تمام ثبوت بھارت بھیجے جانے والے جاسوس اکٹھے کر چکے تھے اسی لیے کوئی شکوک و شبہات نہیں بچتے تھے جن کی بناء پر انہیں چھوڑا جاتا

41, Tiger Speaking!!!

Where are you???

اس سے پہلے کہ انس جواب میں کچھ کہتا جھاڑیوں میں چھپے میجر عاص کی سرگوشی پر کسی نے اندھیرے میں ہی فائر کیا تھا تاہم گولی نشانے پر تو نہیں مگر میجر عاص کے دائیں شانے پر تھوڑی نیچے کر کے ضرور لگی تھی--- وہ اس حملے کے لیے تیار نہیں تھا اس لیے درد کے مارے زور سے اپنے شانے کو تھاما اور پلٹ کر وار کیا--- جواباً ایک اور گولی آئی اور اسکی پسلی کے پاس لگی--- میجر عاص نے بولٹ پروف جیکٹ پہن رکھی تھی تبھی اُس گولی کے اور سے بچ گیا مگر کندھے کی جگہ کوئی حفاظتی رکاوٹ نہ ہونے کی بناء پر بچ نہ سکا---

اس کا وائرلیس گرگیا تھا--- دشمن نے اسے دو گولیاں کھا کر مرنے والا جان لیا تھا تبھی اطمینان سے پاس آیا میجر عاص نے پیر پکڑ کر اسکی ٹانگ کھینچی بندوق جھپٹی اسکے اوپر چڑھا ہوا تھا وہ جواباً دشمن بھی اس پر جھپٹ پڑا تھا--- دونوں ایک دوسرے کا وار ضائع کرتے رہے تھے جب میجر عاص نے اسکے بال مٹھی میں جکڑ کر اسکا چہرہ اونچا کیا ٹھوڑی اور گردن کے درمیان موجود نرم جگہ پر ایک زوردار مکا جڑا--- اسکے ہاتھ دشمن کی زبان کھول دیتے تھے---ایجنٹ آکاش تو نیم مردہ سا ہوگیا--- میجر عاص نے انس سے کہا تھا کہ وہ فوج کی گاڑیاں اور بندے لے کر آئے تاکہ اسے پروپر طریقے سے گرفتار کیا جائے--- اچانک ٹارچ کی روشنی اس پر پڑی اور دیکھتے دیکھتے فوجی وردیوں میں ملبوس آدمیوں نے انہیں گھیرے میں لے لیا--- ایجنٹ آکاش گرفتار ہوچکا تھا

امداد بلوچ فرار ہوچکا تھا

ٹائیگر--- انس نے اسکا کاندھا تھاما جہاں سے فوارے کی مانند خون بہہ رہا تھا مگر جیکٹ کی وجہ سے جذب بھی ہوے جارہا تھا

میں ٹھیک ہوں--- کرنل زاکر شاہ سے کانٹیکٹ کرو اس سے تفتیش--- (لمبا سانس لیا) کریں کہ امداد بلوچ کہاں ہے---- وہ اسکے ساتھ چلتا جیپ میں آبیٹھا جس پر سرکاری ٹیگ لگا تھا--- انس نے اسکے کہے کے مطابق کرنل زاکر شاہ کو صورت حال کا بتایا--- جب کہ ٹائیگر پچھلے زخموں کے بھرنے سے پہلے ایک بار پھر زخمی ہوچکی تھا

میں نے کہا تھا کہ میں ساتھ چلتا ہوں لیکن نہیں ہیرو بننے کی پڑی ہوتی ہے---- پہلے بلوچستان کے آپریشن والے زخم بھرے نہیں ہیں کہ گولی لگوالی--- یہ سر پر بھی رائفل ماری ہے---- اس نے ٹائیگر کے ماتھے پر ہاتھ رکھا

اگر میں آئی ایس آئی کا ہیرو ہوں تو وہ را کا ہیرو ہے--- بولی ووڈ کی مووی تو چل نہیں رہی تھی جو ہاتھ سے گولی روک دیتا اوبوئیسلی اندھیرے میں نظر نہیں آیا میری بے خبری کا فائدہ اُٹھالیا اُس نے--- وہ جیپ میں پچھلی سیٹ پر ترچھا سا لیٹا تھا

چپ کر جاؤ--- زخمی ہوکر بھی بحث کرنا بند نہیں کرنا--- انس پریشان تھا اور غصہ بھی کیپٹن حمزہ کی درد ناک موت کے بعد وہ کوئی اور نقصان افورڈ نہیں کرسکتا تھا

****

سر ---- اپائمنٹ لے لیا ہے میں نے آئی ڈاکٹر سے آج چلنا ہے--- صبح بارہ بجے کا وقت تھا--- منہاج ایک میٹنگ اٹینڈ کرنے جارہا تھا جو اس کی بزنس میٹنگ تھی کیوں کہ اسمگلنگ اور دہشتگردی کو وہ فی الحال اسٹاپ لگا چکا تھا اس کے ذرائع سے پتا چلا تھا کہ اس کے خلاف ایک بار پھر مشن پورے عروج پر ہے تبھی اس نے نیلم سے کہا تھا کہ اگر وہ اسی سلسلے سے جڑی ہے تو چلی جائے نہیں تو وہ اسے مار دے گا--- کچھ اتنے دنوں کا اسکا

اطمینان، کچھ سانپ اور بے کار کا واقعہ اور رہی کسر کل رات کے واقعے نے پوری کردی تھی اسے نیلم پر بھروسہ ہونے لگا تھا بلکہ وہ شرمندہ ہوتا اور اسکی نابینا آنکھوں کا ذمہ دار بھی خود کو ٹھہرانے لگتا

نہیں اُسکی طبیعت نہیں ٹھیک منٹلی بہت ڈسٹرب ہے وہ--- اسی لیے میں اُس کو مزید کسی کے سامنے لے جا کر اپنا مزاق نہیں بنوانا چاہتا--- منہاج نے پرفیوم اسپرے کرتے کہا-- خوب سارا اسپرے کر کے اس نے پرفیوم کی بوتل ڈریسنگ پر رکھی سامنے کی پوری دیوار شیشے کی تھی جس میں اسکا پورا بیڈ اس کے سائیڈ ڈرا اسکا آدھا کمرہ نظر آتا تھا

وہ میٹنگ پر جانے کیلیے نکل گیا تھا ایک گارڈ کی بیوی کو اس نے نیلم کی رکھوالی پر معمور کردیا تھا--- نیلم نے جب منہاج کو جاتے دیکھا تو اس عورت سے پلازہ کا چکر لگانے کی ضد کرنے لگی----جب وہ منہاج کے روم کے پاس سے گزری تو وہاں دو گارڈز رائفلز لیے تن کر کھڑے تھے

کمرے میں آئی تو اسکا سیل فون بجنے لگا--- اس عورت نے اُٹھا کر دیا وہ بیڈ پر بیٹھی تھی

کیسی ہو ملکہ؟؟؟ گورنس تمہارا خیال رکھتی ہے؟؟؟ تنگ تو نہیں ہو اُس سے؟؟؟ وہ کتنی محبت سے پوچھ رہا تھا نیلم کو اسکے دہشگرد ہونے پر شک گزرا

ہم بور ہورہے ہیں--- تم تو مجھے قید کیے جارہے ہو---- یہ مہینہ کب ختم ہوگا ہم واپس جانا چاہتے ہیں---وہ بیزاری سے بول رہی تھی

میں تمہیں واپس نہیں بھیجنا چاہتا تب تک تو بالکل نہیں جب تک تمہاری آنکھوں کا آپریشن نہیں ہوجاتا--- وہ تو جانے مستقبل کے کیا کیا منصوبے بنائے بیٹھا تھا

ہمیں کوئی آپریشن نہیں کرانا-- وہ چلائی

اوکے اوکے ریلیکس ملکہ--- تم باہر چلی جاؤ یہ تمہیں لے جائے گی--- اس نے نرم لہجے میں کہا

وہ اپنی کامیابی پر خوش ہوئی

تھینک یو تھینک یو سو مچ--- وہ کھلکھلائی

میں بھی آجاؤں؟؟؟ مسکراتا ہوا چاہت سے لبریز لہجہ

ہہ---ہم---وہ بری پھنسی

میری پیاری ملکہ تم جاؤ انجوائے کرو--- کسی دن ہم بھی ساتھ چلیں گے--- وہ ہنس کر اسکی مشکل آسان کرگیا تھا

****

کیپٹن نیلم نے دو دن سے ان لوگوں سے رابطہ نہیں کیا تھا مگر اسکی لوکیشن سے اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ ایم آز پلازہ میں ہے اب بھی وہ باہر آئی تو اس نے وائرلیس پلازہ میں ایک خفیہ جگہ پر چھپا دیا تھا

پہلے وہ پارک گئی پھر شاپنگ کرنے کا سوچا اور منہاج کو کال کی--- (اندھے پن کی اداکاری (کرنے کو دو تین بار غلط جگہ ٹچ کیا تھا تاکہ ساتھ موجود عورت کو شک نہ ہو

واہ لگتا ہے تمھارا بھی دل نہیں لگتا اب میرے بغیر--- کتنے پیار سے بات کرتا تھا وہ مگر نیلم کو اسکا لہجہ نہیں صرف لفظ سنائی دیتے تھے--- کتنے عجیب ہوتے ہیں انسان کوئی آپ کے پیچھے بھاگ رہا ہے تو آپ کسی کے پیچھے--- محبت پانا چاہتا ہے ہر کوئی کوئی محبت کی قدر نہیں جانتا تھا

وہ ہم نے شاپنگ کرنی تھی--- اس نے نروس ہوتے کہا

بے فکر ہو کر کرو میں ایک گھنٹے تک آتا ہوں--- پےمنٹ میں کروں گا اور پھر اچھا سا لنچ بھی--- اس نے پلان ترتیب دیا

تم آرہے ہو؟؟؟ وہ چہکی

اُف ایسے پوچھو گی تو ہیلی کاپٹر سے آنا پڑے گا--- وہ دل پر ہاتھ رکھتا بولا

وہ مدھر ہنسی ہنسی--- منہاج کے دل نے ایک بیٹ مِس کی

جب تک وہ شاپنگ کرکے فارغ ہوئی وہ بھی وقت سے پہلے پہنچ گیا

بہت مِس کررہی تھی مجھے؟؟؟ وہ سیل میں لگی شرٹس کو ہاتھوں سے چھو چھو کر دیکھ رہی تھی جب کوئی پیچھے سے اس کے کان میں بولا ----

کاش کاش یہ آواز میجر عاص کی ہوتی--- اسکے دل نے عجب خواہش کی--- بہت شدت سے اور اس خواہش میں اس جملے کی محبت کو وہ نہیں سمجھ پائی--- اسے منہاج سے کوئی غرض تھی نہ واسطہ وہ جو کررہی تھی میجر عاص اور معصوم بچوں کیلیے ہاں اب اس کا نظریہ بدلنے لگا تھا--- جب سے میجر عاص نے اسکے سامنے فوج کی حقیقت رکھی تھی جب سے اِس نے اُن کو دن رات لڑتے محنت کرتے اپنی جان کی پراہ نہ کرتے دیکھا تھا تب سے اسے فوج سے محبت ہوگئی تھی محافظوں کی قدر ہونے لگی تھی مگر میجر عاص اب بھی اسکی اولین خواہش تھا پہلی چاہت, کم عمری کی پہلی محبت, پہلا نشہ تھا وہ اسکے لیے

یہ کلر بہت اچھا ہے--- یہ بھی--- تم پر تو دنیا کا ہر رنگ کھلے گا--- بلکہ ان رنگوں کی دلکشی میں اضافہ ہوگا اگر تم انہیں پہنوگی تو--- وہ ایک کریم کلر کی لونگ شرٹ فُل سلیویس والی کو نکالتا بولا اس پر مہرون دھاگے کے پھول بنے تھے--- اتنی سادہ اور مشرقی پسند نیلم ٹھٹکی

کیا فرق پڑتا ہے ہم کالا پہنے یا نیلا؟؟؟ ہمیں پتا ہی نہیں چلتا ہم نے کون سا رنگ پہنا ہے--- وہ افسردہ ہوئی

مجھے تو فرق پڑتا ہے نا---یہ کلر میرا فیورٹ ہے مہرون اور کریم کا کومبو کائنات کو اتنا پسند تھا نا یہ کلر میں جب بھی اُس کیلیے گفٹ---وہ بولتا بولتا کاؤنٹر کی جانب بڑھ رہا تھا جب

اپنی بے ساختگی پر یکدم چُپ ہوگیا--- اسکے پیچھے آتی نیلم نے ایک عام انسان جیسے رنگ اسکے چہرے پر دیکھے تھے

کائنات کون ہے؟؟؟ تم اُسکی قسم بھی کھارہے تھے--- وہ دیکھ کاؤنٹر کی جانب رہی تھی اور پوچھ اس سے رہی تھی

---کوئی نہیں

اسے پیک کردو---وہ اسکو جواب دینے کے بعد سیلز مین سے بولا

****

کیا ہوگیا ہے کیپٹن نیلم کو کوئی رابطہ کیوں نہیں کررہیں؟؟؟ وہ سب پریشان تھے بہت زیادہ پریشان--- میجر عاص شانے اور سینے کے گرد بندھی پٹی سے چھیڑخانیاں کررہا تھا جب میم بشرہ اسکا لیے ہلدی ملا دودھ لائیں اور نیلم کے بابت دریافت کیا میرا کنیکٹر (وائرلیس نما ڈیوائز) کہاں ہے؟؟؟ شاید اُنہوں نے کوئی کانٹیکٹ کیا ہو مجھ سے--- جب نیلم نے اس سے کانٹیکٹ کیا تھا تب وہ اور ایجنٹ آکاش ہاتھا پائی میں مصروف تھے اور اس سے دلبرداشتہ ہوکر نیلم نے پھر ان میں سے کسی سے رابطہ نہیں کیا تھا ویسے بھی اپنے پلان کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کیلیے اسے یہ کرنا ہی تھا

میں دیکھتا ہوں شاید کوئی دے گیا ہو--- جائے حادثہ پر موجود تمام چیزیں فوجیوں کی کار میں ہی تھیں--- انس سنگل صوفے سے اُٹھ کر اپنے کمرے کی جانب چل پڑا جب واپس آیا تو اسکے ہاتھ میں کنیکٹر تھا

اوہ نو اتنی بار رنگ دی ہے کیپٹن نیلم نے--- کوئی پرابلم نہ ہو---ٹائیگر نے پریشانی سے کہا

پھر ایک دو تین بار بار ٹرائی کیا مگر نیلم کی جانب سے کوئی جواب نہ پاکر وہ مزید پریشان ہوگئے تھے

****

وہ اسٹڈی میں بیٹھا تھا جب اسکے کمرے کے دروازے پر ناک ہوا--- وہ حیران ہوا رات کے نو بج رہے تھے یہ وقت منہاج عز ضحاک کا اپنا وقت تھا صرف اپنا!!!

وہ اسٹڈی سے نکل کر کمرے میں آیا اور گلاس ڈور اوپن کردیا جہاں نیلم کھڑی تھی اور اسکے ساتھ رہنے والی عورت کے ہاتھ میں ٹرے تھی

ہم نے کافی بنائی ہے--- آپ کیلیے بھی لائے ہیں--- اس نے اتنی خوشی سے بتایا کہ منہاج کا دماغ کسی دوسری طرف گیا ہی نہیں

اندر آؤ--- اس نے نیلم کو راستہ دیا

تمھارا آف نو بجے ہوجاتا ہے نا جاؤ---وہ گورنس سے بولا--- اسکے کمرے کے باہر پہرہ دیتے ایک گارڈ نے ٹرے عورت کے ہاتھ سے تھام لی

یہاں رکھ دو--- منہاج نے گارڈ سے کہا--- نیلم خاموش کھڑی تھی جیسے اسے کچھ نظر نہ آرہا ہو--- گلابی لب مسکرا رہے تھے

جاؤ--- وہ گارڈ سے بولا

بہت یاد آتی ہے آج کل تمہیں میری نہیں؟؟؟ وہ اسے صوفے پر بیٹھاتا بولا

میں تمھارا شکریہ ادا کرنے آئے تھی اور یہ---- اس نے اپنے دوپٹے سے ایک خوبصورت ریپنگ والا باکس نکالا

یہ تم میرے لیے لائی ہو ملکہ؟؟؟ اس نے خوش ہوتے پوچھا

ہاں مگر یہ اتنا قیمتی نہیں ہے--- یہ میں نے اپنے پیسوں سے لیا ہے---- وہ اُنگلیاں مروڑتی بولی--- اسکے سامنے صوفے پر بیٹھے منہاج نے اسکے حسین و دلکش چہرے کو دیکھا

تم نے دیا ہے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ قیمتی ہے یہ---- وہ اسکی پیکنگ کھولنے لگا

ہیروں سے بھی زیادہ قیمتی؟؟؟ وہ سنجیدگی سے پوچھ رہی تھی

ہاں--- اس نے نیلم کی جانب دیکھتے کہا اور باکس سے گھڑی نکالی وہ بالکل قیمتی نہیں تھی کم از کم اس شخص کے اسٹیٹس کے حساب سے تو کچرا تھی

تمہیں پسند آئی؟؟؟

بہت---

جھوٹ---

کائنات کی قسم--- وہ مسکرایا

کائنات کون ہے؟؟؟ منہاج گھڑی پہن رہا تھا

میری دوست, میری بہن, میری ہم راز, میری سب کچھ, میری دنیا, میری کائنات---- وہ جذب کے عالم میں بول رہا تھا

تمہاری بہن ہے؟؟؟ اس نے منہ اونچا اُٹھا رکھا تھا کہ آواز اونچائی پر لگ رہی تھی

ہوں--- منہاج نے اسکے سر پر ہاتھ رکھتے چہرہ نیچا کیا

تم کیا کام کرتے ہو؟؟؟

تم جانتی ہو--- وہ مسلسل اسے دیکھ رہا تھا اسکے جواب نے نیلم کا دل پھڑکا دیا تھا--- اس وقت وہ بالکل غیر محفوظ اپنی بہادری کی بناء پر اس کے سامنے بیٹھی تھی نہ کوئی ریکارڈر لگا تھا نہ اس نے کیمرہ واچ پہنی تھی

ہہ---ہمیں تو نہیں پتا--- وہ خود کو نروس شو نہیں کرنا چاہتی تھی

اسمگلنگ--- وہ ایسے بات کررہا تھا جیسے کوئی بچی اسکے سامنے بیٹھی ہو

ہیرے کی؟؟؟ نیلم نے پوچھا

ہاں---اس نے ہاتھ میں پہنی گھڑی کو دیکھا

وہ ہار بھی ہیرے کا تھا؟؟؟ نیلم نے پوچھا

ہاں!!!

تم یہ کام کیوں کرتے ہو؟؟؟ اسکی ہمت بڑھی

پیسے کیلیے---- مختصر جواب

اتنا پیسہ کما کر کہاں کرتے ہو؟؟؟

ایمان, ضمیر اور انسان خریدتا ہوں--- وہ انٹرویو دے رہا تھا شاید--- نیلم اسکی ریکارڈنگ کررہی تھی--- مزید بولی

ان سے تمہیں کیا فائدہ ہوتا ہے؟؟؟ پوچھو کتنا فائدہ ہوتا ہے--- وہ اسکے دوپٹہ کا کونا جو صوفے سے نیچے لٹک رہا تھا اوپر کرتا بولا---جب کہ نیلم نے شرٹ میں چھپے پسٹل پر گرفت مضبوط کرلی تھی--- پھر سکون کا سانس لیا

کتنا فائدہ ہوتا ہے؟؟؟ بےتاثر لہجہ

بہت زیادہ!!!

اسے کچھ کہنے کو منہ کھولتا دیکھ کر وہ اسکا ہاتھ تھام کر اسی کے ہونٹوں پر رکھتا بولا

ششش!!! نو مور کوئسچنس

---تم نے کافی ٹھنڈی کر دی

وہ کافی کا مگ اُٹھا کر اسے دیتا خود بھی پکڑ چکا تھا

اور گھونٹ بھر بھر کر پیتا اسکا چہرہ تکے جارہا تھا---- نیلم کی مخروطی اُنگلیاں بڑے سے مگ کو تھامی بہت پیاری لگ رہی تھیں

کوئی پھول چنتا ہے کس طرح کوئی دھول ہوتا ہے کس طرح

یہ وقت وقت کی بات ہے

تجھے زندگی بتائے گی

****

میجر عاص نے دوپہر سے رات کردی تھی اسکا کوڈ ڈائل کرتے کرتے اب ان سب کو تشویش ہونے لگی تھی--- کیپٹن حمزہ کی موت نے انہیں پہلے ہی ایک دھچکہ دیا تھا ایک وارننگ دی تھی کہ ہم باخبر ہیں

اُس لڑکی کا خیال رکھنا میجر عاص

----وہ میری ذمہ داری ہے

اس نے پیٹر کو ملنے بلایا تھا---ایک کلب میں وہ رات دو بجے تک بیٹھے رہے تھے--- پیٹر نے اس کو بتایا تھا کہ اسمگلنگ کا کام ایک دو مہینے کیلیے روک دیا ہے اُس نے غیر ملکی تمام ساتھیوں نے پولیس کے ڈر سے ہاتھ کھڑے کر

لیے تھے--- میجر عاص نے تاسف کا اظہار کیا تھا--- پیٹر ڈرنک لرنے بیٹھ گیا--- میجر عاص نے اسکے گارڈ سے کہا کہ وہ اسے اندر بلارہا ہے اور خود ڈگی کھولنے کی کوشش ---کرنے لگ گیا اور گارڈ کی واپسی تک اندر بیٹھ گیا

میجر عاص نے ایم آز پلازہ میں کار کو رُکتے محسوس کیا اور پھر گارڈز کی چہل قدمی بھی--- وہ اندر دبکا رہا آدھے گھنٹے بعد باہر آیا اندھیرے میں ابھی تک وہ کسی کو نظر نہیں آیا تھا-- - بہت احتیاط سے پارکنگ ائیریا کی دیوار سے سب گارڈز کو جھانکا اور پلازہ کی پچھلی طرف چلاگیا سارے خفیہ راستے اسے پتا تھے پچھلے راستے پر کھڑے گارڈ کی پُشت ٹائیگر کی جانب تھی اس نے ریوالور بہت زور سے اس کے سر کے درمیان میں مارا تو وہ لہرا کر گرگیا--- ٹائیگر پائپ پر چڑھنے لگا دوسرے فلور کی بالکنی سے تیسرے فلور کی بالکنی اور پھر چوتھے

اور پانچویں فلور پر نیلم کی بالکنی میں چھلانگ لگائی--- دبے پیر اندر گیا--- پسٹل اوپر کو کیے اس نے واش روم,ڈریسنگ روم اور کمرہ بھی دیکھ لیا مگر کوئی نہیں تھا

تمہیں پتا ہے میں نے اپنی بہن سے بہت کہا تھا کہ پاکستان مت جائے ڈاکٹر بننا ہے نا سعودیہھہ---ہہ اس پر غنودگی چھانے لگی--- اور تین منٹ بعد وہ غافل ہوچکا تھا نیلم نے گلاس ڈور کے آگے پردے کیے اور تیزی سے اُٹھی--- کمرے کی تلاشی لیتے لیتے اسے بارہ سے دو بج گئے مگر کوئی لیپ ٹاپ کوئی ڈیوائز اسے نہ ملی---

وہ دھیرے سے چلتی منہاج کے پاس رُکی-- صوفے کی بیک سے ٹیک لگائے وہ سو رہا تھا---- اسکے بال ماتھے پر گرے تھے نیلم نے اسکے ناک کے آگے دو اُنگلیاں کیں

مرنے والی بلا تو ہے نہیں یہ--- وہ بڑبڑائی

اسکے کوٹ کی پاکٹس چیک کیں اسکے بال منہاج کی گردن پر گر رہے تھے--- آج اسے یہ لمبے بال بہت تنگ کررہے تھے انہیں جوڑے کی شکل دی اور اسکے کوٹ کو اُٹھا کر اُسکی وائٹ شرٹ پر سینے پر موجود جیب دیکھی--- وہ کشمکش میں دانت تلے نرم ہونٹ دبا گئی---اسکی جیب میں ہاتھ ڈالتے اسکا دل اُچھل اُچھل کر حلق میں آرہا تھا اور جان پوری دائیں ہاتھ میں آچکی تھی--- ماتھے پر پسینے اس شخص سے پہلی بار اسے خوف محسوس ہورہا تھا--- جسکا دلکش چہرہ اس وقت سکون کی حالت میں تھا--- اسکے ہاتھ سیل فون اور دو تین کارڈز لگے تھے--- جلدی سے ان کی پکچرز لیں اور سیل فون دیکھا اس پر کوڈ لگا تھا---اس نے موبائل اپنی جینز کی پاکٹ میں ڈالا اور لائبریری میں گھس گئی--- وہاں کی چابیاں ڈھونڈتے

اسے آدھا گھنٹہ مزید لگا--- مگر چابیاں مل کے نہیں دے رہی تھیں وہ واپس منہاج کے پاس آئی اور اس کو دل میں کوستی پینٹ کی پاکٹ چیک کرنے لگی چھوٹی چھوٹی چابیوں کا گچھا خزانے سے کم نہ تھا اسے لے کر بھاگتی ہوئی روم سے ملحق لائبریری (اسٹڈی) میں گھس گئی--- بہت ساری فائلز اسے امپورٹنٹ لگ رہی تھیں--- جس میں اس نے بلوچستان کے گروہوں سے بھی بم بلاسٹ کی ڈیلینگ کی تھی بچے خریدے تھے اس کام کے لیے یہ سارا ڈیٹا جو اس نے انہیں پھنسانے کیلیے رکھا تھا آج اسکے ہی نقصان میں آگیا تھا--- ان چار پانچ فائلز کی کلئیر پکچرز لے کر وہ باہر آئی--- ایک گارڈ وہاں موجود تھا--- وہ خاموشی سے نکل کر ہاتھ سے ٹٹولتی راہداری سے گزرنے لگی--- گارڈ نے اسے عجیب سی نظروں سے دیکھا تھا پھر کاندھے اُچکا کر ویسے ہی کھڑا ہوگیا

اس نے اندر جانے کا سوچا گارڈ مڑا جب نیلم نے پیچھے سے ریوالور اسکے سر میں مارا--- اور گھسیٹ کر دروازے کے پاس سونے کے انداز میں بٹھادیا

****

وہ مسلسل اسکے انتظار میں الماری کے پاس کھڑا تھا جب اسے کسی کے اندر آنے کا احساس ہوا--- وہ دبے پیر باہر نکلا جب دروازہ بند کر کے مڑتی نیلم ٹائیگر کے چوڑے پتھر سینے ---ٹکرائی

آ--- اسکے منہ سے چیخ نکلنے سے پہلے وہ اسکے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر دروازے کے ساتھ دیوار سے لگادیا---اسکے کان کے پاس سرگوشی سے بھی مدھم آواز میں بولا

میں ہوں ٹائیگر--- اندھیرے میں وہ اسکے کان کے قریب ہونٹ لےجاتے بولا تو اسکے جوڑے کی شکل میں موجود بال کھل کر میجر عاص کے منہ پر گرے تھے---عجیب حالت تھی نیلم خوفزدہ تھی تو وہ اِسکی قربت کو محسوس کرتا عجب دوراہے پر کھڑا تھا جب نیلم نے اسکا ہاتھ زور سے اپنے ہاتھ سے ہٹایا اور دروازے کی جانب دیکھنے لگی---اسکی کنڈی ایک بار پھر چیک کی بالکنی کا دروازہ بند کیا--- ٹائیگر نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ریشمی سے لمس کا احساس زائل کرنا چاہا تھا اور وہ بےخبر سے واپس آئی

آ--- آپ یہاں کیوں آئے ہیں--- وہ دبی دبی آواز میں غرائی

ہم سب اتنے پریشان تھے آپ نے کوئی کانٹیکٹ نہیں کیا ہم سے دو دن ہوگئے ہیں---وہ آہستگی سے بولا

احتیاطً نہیں کیا تھا---وہ بولی

کوئی انفارمیشن ملی؟؟؟ نیلم نے نفی میں سر ہلایا (دل میں ٹائیگر سے جھوٹ بولنے پر خود کو داد دی)

اور ابھی کیا کر کے آرہی ہیں؟؟؟ اسکے اگلے چبھتے سوال نے نیلم کو گڑبڑا دیا

وہ وہ--- بس ایسے ہی اُس سے باتیں کک---کرتے ---- وہ اٹکی

اوہ--- باتیں کرتے(دانت پیسے) آپ اُسکی کمپنی انجوائے کررہی تھیں اور ہم یہاں فضول پریشان ہورہے تھے---وہ غصے سے بولا دونوں ابھی تک کھڑے تھے نیلم آگے بڑھ کر بیڈ پر بیٹھ گئی--- میجر عاص اسکے پیچھے آیا

آپ کو یہاں آئے تقریباً ہفتہ ہوگیا ہے اور آپ نے کوئی انفارمیشن نہیں دی--- وہ دانت پیس کر بول رہا تھا اسکی لاپرواہی اسکا مِیٹر گھمارہی تھی

اب کیا جا کر اُس سے کہوں پلیز مجھے بتاؤ تم نے کہاں کہاں کتنے حملے کیے کون کون تمہارا ساتھی ہے؟؟؟ وہ بھی جواباً غصے میں مگر ہلکی آواز میں بولی

اتنی رات کو اُسکے کمرے سے آرہی ہو---- کیا کررہی تھی وہاں سچ سچ بتاؤ--- اس نے نیلم کو بازو سے پکڑ کر اپنے مقابل کھڑا کیا تھا --- اسکا نقش نقش تنا ہوا تھا نیلم کے بازو پر اسکی گرفت بہت مضبوط تھی--- اسکا انداز بے حد جارحانہ تھا

بب---بتا تو رہی--- اسکی آواز دبنے لگی--- دل کی دھڑکن تیز ہوگئی--- وہ اسکا جھوٹ پکڑرہا تھا---اسکے غصے نے نیلم کے ہاتھ پیر پھلا دیئے

جھوٹ, جھوٹ بتارہی ہو تم--- اس نے بازو سے کھینچتے اسے ہلا ڈالا تھا نیلم کا شانہ اسکے سینے سے لگا تھا

وو--- وہ--- اس نے تھوک

نگلا---ٹائیگر نے نیلم کی گردن میں ہاتھ ڈالتے اسکا چہرہ اوپر کیا ٹھوڑی کے نیچے پسٹل رکھ دیا--- اسکی سانسوں کی تپش نیلم کے چہرے کو جھلسانے لگی--- میجر عاص پہلی مرتبہ اسکے اتنا قریب تھا غصے میں اُسے بھی احساس تک نہ ہوا تھا اور خوف میں نیلم کو نہ ہورہا تھا

میں نے کہا تھا میں غداری معاف نہیں کرتا تم بتارہی ہو کہ میں خود تمہاری چیکنگ کروں؟؟؟ اسکی سرد آواز اور پتھریلے تاثرات نے نیلم کی جان ہوا کردی--- وہ اس سے جتنی مرضی بدتمیزی کرلیتی مگر اِس وقت جو میجر عاص کا غصہ تھا اُس نے کیپٹن نیلم کو ہراساں کردیا تھا

ہہ---ہم دیکھاتے ہیں--- اسکے شکستہ لہجے پر میجر عاص کی گرفت اسکی گردن کے گرد ڈھیلی ہوگئی--- وہ اسکے سینے پر ہاتھ رکھتی اس سے دور ہوئی اور رُخ پھیرتے اپنا سیل فون نکالا

یہ تصویریں لیں ہیں جن فائلز کی ہمیں مناسب لگیں---اس نے پکچرز میجر عاص کو دیکھائیں تو اس نے بلیوٹوتھ کر کے موبائل اسکو تھمادیا

چھپا کیوں رہی تھی مجھ سے؟؟؟ وہ اسکا چہرہ کھوج رہا تھا جو اندھیرے میں بھی چمک رہا تھا

ہم نے سوچا پتا نہیں یہ کام کی ہیں یا نہیں پھر آپ انسلٹ کرتے کہ فضول--- وہ جملہ ادھورا چھوڑ گئی

منہاج نے بہت پر کشش آفرز دیں تھیں قبول کیوں نہیں کیں؟؟؟ وہ سیل فون پینٹ کی جیب میں ڈالتا سوال کررہا تھا

نیلم نے جواباً اسے بہت کاٹ دار نظروں سے دیکھا تو میجر عاص ہونٹ دانتوں تلے دبا کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا

ان پانچ دنوں میں تم نے مجھے یاد نہیں کیا؟؟؟ وہ اسکے جھکے سر کو دیکھ رہا تھا--میجر عاص ---سے اسے ایسے سوال کی توقع نہیں تھی

بالکل نہیں---وہ آنکھیں نکال کر خفگی سے بولی

اچھی بات ہے---- اب جلدی سے اپنا کام ختم کرلو بہت مزے کرلیے اس محل میں رہ کر---- وہ واپس اپنے کھردرے لہجے میں بولا تو نہیں سرد آہ بھری اور سر ہلا کر بیڈ پر چلی گئی--- مطلب تھا کہ میجر عاص جاسکتا ہے

میجر عاص کو وہ اس ملاقات میں بہت بدلی بدلی لگ رہی تھی---- جسکا دل پہلے ہی اسکی ---جانب سے صاف نہ تھا ایک اور وہم و اندیشے نے اسے گھیر لیا

واپسی پر نیلم کے بےہوش کردہ گارڈ نے اسے جاتے دیکھا تھا-- وہ منہاج کے فلور سے گزر رہا تھا وہ اسے ہی اپنا حملہ آور سمجھا تھا

****

میجر عاص نے اُن فائلز کو چیک کیا وہ بہت پرانا ریکارڈ تھا مگر کام کا تھا--- انہیں منہاج کے خلاف پہلا ثبوت مل چکا تھا--- مگر وہ بے خبر تھا کہ نیلم کے ہاتھ کیا خزانہ لگا ہے--- - اس نے منہاج کے موبائل کا پاسورڈ توڑ کر اس کے اندر کی ساری ڈیٹا اپنے موبائل میں شئیر کرلیا تھا اور کمال مہارت سے چھ بجے موبائل واپس رکھ آئی تھی جس وقت گارڈز ناشتہ کرنے گئے تھے

اسے یہ اندازہ تو ہوگیا تھا کہ لائبریری میں کوئی خفیہ جگہ منہاج کا ریکارڈ پڑا ہے نا کہ کسی ڈرا میں--- اس نے منہاج کو جو گھڑی گفٹ کی تھی اس پر کیمرہ لگا تھا جسکی وجہ سے اسنے آج رات منہاج کی اسٹڈی کا راز پالیا تھا

وہ اسٹڈی میں داخل ہوتے دروازہ لاک کر کہ آگے بڑھا ایک بک شیلف کھسکایا اور اس کے پیچھے موجود دیوار کو ہتھیلی سے دبایا تو وہ کھلتا چلاگیا--- اسکے اندر بہت ساری فائلز اور سی ڈیز پڑی تھیں-- ایک اور لاکر موجود تھا جس پر فنگر پرنٹ لاک تھا اس میں ایک لیپ ٹاپ موجود تھا

ہاں تو تمھارا راز پتا لگ ہی گیا منہاج عز ضحاک!!! نیلم نے خودکلامی کے انداز میں کہا

وہ اپنا پاکٹ لیپ ٹاپ بند کر کے لیٹ چکی تھی اور آگے کی پلاننگ کرنے لگی--- اس کے پاس ایک ہی کل کا دن تھا کیوں کہ سی آئی اے دونوں جاسوس بھاگنے والے تھے

ٹائیگر مشن وائنڈ اپ کرو منہاج کی لائبریری تک پہنچو بس اور کتنا ٹائم لگے گا سب ہوگیا کیپٹن نیلم کتنا وقت لے گی؟؟؟ اب ایجنٹ آکاش نے کرنل زاکر کو امدا بلوچ کا بتا دیا ہے۔ -- کچھ دن تک وہ بھی پکڑا جائے گا--- کیپٹن نیلم سے کہیں میورک اور منہاج کا ریکارڈ دے--- آئی ایس آئی کے ڈائریکٹر جنرل نے میجر عاص کو کہا

---سر وہ کوشش کررہی ہیں جیسے ہی کوئی انفارمیشن ملتی ہے وہ دے دیں گی--- چند فائلز چار فائلز--- انہوں نے سختی سے میجر عاص کی بات کاٹی تو وہ پہلو بدل کر رہ گیا

****

تم سے باتیں کرنے کی اتنی عادت ہوگئی ہے اب ڈر لگتا ہے اگر تم واحد بھی چلی گئی تو کس سے اتنی ڈھیروں باتیں کیا کروں گا--- تم میری کہانیاں سُن کر بور تو نہیں ہوتی--- وہ پوچھ رہا تھا

تم ایک ہی بات روز کرتے ہو کہ تمہاری اپنی بہن سے بہت دوستی تھی وہ بہت اچھی تھی تمہارا اور کوئی دوست نہیں تھا کوئی کزن نہیں تھا پھر وہ ڈاکٹر بننے کیلیے پاکستان آگئی بس آگے بھی تو بتاؤ--- اب کہاں ہے وہ ؟؟؟ وہ آج پھر اسے باتوں میں لگارہی تھی

تم آگے جاننا چاہتی ہو کہ کیا ہوا؟؟؟ اس نے نیلم سے پوچھا

ہاں--- وہ اسکے سامنے کافی کا مگ لیے بیٹھی تھی--- وہ اسے اندھا تصور کرتا تھا اسی لیے اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ اس کافی میں کچھ ملا بھی سکتی ہے

مجھ سے نکاح کرلو---اس نے اتنی آسانی سے بم پھوڑا تھا اسکے کان میں ائیر پیس لگا تھا میجر عاص کافی پھینٹتا ان کی گفتگو سن رہا تھا اسکے ہاتھ سے مگ چھوٹ گیا---- میم بشرہ جو رپورٹ کو فائنل ٹچ دے رہی تھیں ساکت نظروں سے میجر عاص کو دیکھنے لگیں--- پانی پیتے انس کو کھانسی آنا شروع ہوچکی تھی

اوہ مائی گاڈ

اوہ مائی گاڈ یہ یہ کیا کہہ رہا ہے؟؟؟ یہ انسان ہے؟؟؟ کیا بلا ہے؟؟؟ وحشی جانور کیا بکواس کررہا ہے---- میم بشرہ ایک عورت تھیں وہی اس وقت نیلم کی جذبات سمجھ سکتی تھیں-- وہ غصے سے بول رہی تھیں--- میجر عاص نے ہاتھ میں تھاما چمچ زور سے سنک میں پھینکا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا اندر اپنے کمرے کی جانب مڑگیا-- میم بشرہ اور انس بھی کچن میں اسے کمپنی دے رہے تھے

کک---کیا کہہ رہے ہو تم؟؟؟ نیلم نے گھبرا رہی تھی اسکی آواز میں لڑکھڑاہٹ تھی--- منہاج صوفے سے اُٹھ کر اس کے پاس آیا اور اسکے پیروں کے پاس گھٹنے ٹیک کر اسکی گود میں پڑے ہاتھوں کو پکڑتا بولا

میں بہت برا انسان ہوں--- بہت وحشی مگر اس دنیا کیلیے میں تمہارے لیے بہت اچھا ثابت ہوؤں گا میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں--- بہت زیادہ اتنی کہ تم سوچ بھی نہیں سکتی--- سب

چھوڑدوں گا تمہارے لیے--- سب کچھ ملکہ یہ اسمگلنگ یہ ملک سب کچھ کہیں دور جائیں گے صرف میں اور تم ہوں گے--- اس نے نیلم کے یخ ٹھنڈے ہوتے ہاتھ اپنے دونوں گالوں پر رکھے تو وہ مچل مچل گئی اسکی گرفت سے ہاتھ نکالنے کو وہ میجر عاص کی منتظر تھی کہ وہ اسے کوئی تجویز دے گا انہوں نے تو خواب میں بھی نہیں سوچا ہوگا کہ وہ اتنا سیریس ہوجائے گا وہ اسے ایک دہشتگرد سمجھتے تھے مگر وہ جذبات رکھنے والا شخص تھا شاید

ہاتھ چھوڑیں ہمارا--- وہ چلائی

میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں تمہیں یہ بات سمجھ کیوں نہیں آرہی تم کب تک ایسے یہاں رہوگی؟؟؟ میں تمہیں اپنے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کیلیے رکھنا چاہتا ہوں--- وہ اسکے ہاتھ اتنی سختی سے تھامے ہوئے تھا کہ سُرخ پڑچکے تھے--- نیلم رورہی تھی--- میم بشرہ اور انس اسکرین دیکھ رہے تھے--- سنائی کچھ نہیں دے رہا تھا میجر عاص سیل فون لے گیا تھا

ٹائیگر نیلم کو سیلف ڈیفینس میں کچھ کرنا چاہیے وہ جنگلی شخص حد سے بڑھ رہا ہے---- یہ ہمارا پلان نہیں تھا--- یہ فیلنگس والا گیم کیوں کھیل رہے ہو---- انس اسکے کمرے میں آکر دھاڑا

میں؟؟؟ میں گیم کھیل رہا ہوں؟؟؟ میں گیم کھیل رہا ہوں وہ خود بدل گئی ہے--- میں گیا تھا اُس سے ملنے بہت اچھی لگ رہی ہے اُسے وہ شان و شوکت وہ حُسن کا مالک شخص سط پرفیکٹ لگ رہا ہے اُسے--- وہ انس سے بھی اونچی آواز میں دھاڑا

میم بشرہ کے آنسو بہہ رہے تھے

میجر عاص وہ اُسے ٹریپ کررہا ہے وہ اُنیس سال کی ایک کچے دماغ کی لڑکی ہے--- آپ سچویشن کیوں نہیں سمجھ رہے جب تک آپ نہیں کہیں گے وہ سیلف ڈیفینس میں کوئی قدم نہیں اُٹھائے گی پلیز---- میم بشرہ نے اسے سمجھایا وہ کچن میں آیا جہاں اسکرین پر کچھ عجیب منظر چل رہا تھا

میں تمہیں جانے ہی نہیں دوں گا تم بھی مجھے سب کی طرح چھوڑ کر چلی جاؤگی تم ہمیشہ ایسا کرتی ہو چلی جاتی ہو مجھے چھوڑ کر میں گلی گلی تمہیں ڈھونڈتا ہوں--- وہ اسکا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھامے دیوانوں کی طرح بول رہا تھا وہی دیوانگی جو اسکی کائنات کیلیے تھی آج سامنے بیٹھی لڑکی کیلیے تھی

کس چیز کا انتظار ہے تمہیں پانی سر سے اونچا ہوجائے گا تب بچاؤ کا شور مچاؤگی--- سیلف ڈیفینس کا ٹائم ہے کیپٹن نیلم--- میجر عاص غرایا

سیلف ڈیفینس میں مشن خطرے میں پڑجانا تھا میجر عاص جانتا تھا کہ نیلم نے ابھی کچھ حاصل نہیں کیا مگر اس نے اجازت دے دی تھی اُسے کہ وہ کھل کر سامنے آجائے

مجھے تم چاہیے ہو بس!!!

تم کون ہو؟؟؟

کہاں سے آئی ہو ؟؟؟

کیا چاہتی ہو میں کچھ نہیں جانتا میں کائنات کی طرح ملکہ کو نہیں کھونا چاہتا میں بس تمہیں چاہتا ہوں سب یہیں چھوڑ دوں گا سارا ریکارڈ۔ پورا پلازہ بس تم میرا ساتھ دے دو--- ہم یہ ملک چھوڑ دیں گے---اسکے مضبوط سفید ہاتھوں میں اسکا تر چہرہ بھرا ہوا تھا--- نیلم نے آنکھیں بند کیں--- یہ وقت آگیا تھا کہ اُسکی جان جائے گی یا منہاج کی--- اس نے اپنا پیر اُٹھایا اور پوری قوت سے منہاج کی ٹھوڑی پر مارا--- اسے نیچے گرا دیکھ کر نیلم نے ہڑبڑا کر ادھر اُدھر دیکھا تب تک منہاج اسے بھی پیر سے پکڑ کر نیچے گراچکا تھا

مجھے پتا تھا تم دھوکے باز ہو اُن کتوں کے ساتھ ملی ہو جو میری بہن کو نگل گئے--- اس نے کیپٹن نیلم کی گردن دبوچ لی اسکی راج ہنس جیسی گردن پر اپنی فولادی گرفت کو مضبوط کرلیا نیلم نے ٹانگ ایک بار پھر اسکے پیٹ میں ماری مگر اسکی گرفت کمزور نہ پڑی اس نے اپنے لمبے ناخن بےدردی سے اسکی آنکھوں میں مار دیے ناخن آنکھ کے اندر لگا تھا وہ چلایا تو نیلم نے کرسٹل کا گلدان اسکے سر پر مارا پھر تیزی سے پینٹ کی پاکٹ سے انجیکشن نکال کر بھرا اور سرنج اسکے بازو میں لگادی--- وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ ہر ہتھیار سے لیس میدان میں اُتری تھی جتنی حسین تھی آج اُتنی ہی ظالم بنی ہوئی تھی

باہر کھڑے گارڈ نے اندر سے کھٹ پٹ کی آواز سُن کر دروازہ کھٹکٹایا تو کیپٹن نیلم نے ہراساں نظروں سے آس پاس دیکھا

وہ وہ باتھ لیں رہے ہیں--- کون ہے؟؟؟ اسے کچھ تو کہنا ہی تھا---وہ گارڈ جانے اسے کیسی لڑکی سمجھ رہا ہوگا--- مگر کیپٹن نیلم کے پاس یہ سب سوچنے کا وقت نہیں تھا اس نے اپنا ائیر پیس اُتارا اور سپائے واچ بھی--- میم بشرہ, ٹائیگر اور انس نے بلینک اسکرین کو ---خوفزدہ نظروں سے دیکھا

--منہاج نے اُسے کچھ کر نہ دیا ہو---- میم بشرہ نے ہونٹوں پر ہاتھ رکھے کہا

وہ اسٹڈی میں گئی شیلف ہٹایا اور منہاج کی ہی طرح جلدی سے اُسے کھولا اندر سے تمام سی ڈیز فائلز نکال کر صوفے پر رکھیں اسکا دوپٹہ کمرے میں ہی گر گیا تھا--- بال بکھرے پڑے تھے ماتھے پر زخم کا نشان پڑا ہوا تھا

اس نے فنگر پرنٹ لاک کو دیکھا اور کرسٹل ویس اُٹھا کر اُسے مارنے لگی--- وہ ٹوٹ چکا تھا مگر اسکے آگے لوہا لگا تھا-- اگر آج یہ سب نہ بھی ہوتا تب بھی اس نے یہ لاک کھولنا ہی تھا جس کا انتظام اس نے پہلے سے ہی کر رکھا تھا--- شرٹ کے نیچے پہنی ٹی شرٹ میں کافی پاکٹس تھیں--- اس نے ایک پاکٹ سے ٹارچ نکالی---- اس ٹارچ سے نکلنے والی روشنی مٹل پر پڑھ کر اس پگھلا رہی تھی اس میں کیپٹن نیلم کو آدھا گھنٹہ لگا آواز پیدا ہورہی تھی اس نے روم ایل ای ڈی آن کردیا-- لیپ ٹاپ نکال کر وہ منہاج تک پہنچی جس کے سر سے خون بہہ رہا تھا اسکے نیچے آیا اپنا دوپٹہ نکالا اور اسٹڈی میں آگئ---اس دوپٹے میں ساری فائلز سی ڈیز ڈال کر وہ اسے باندھ دیا واپس آئی اور سب کچھ کمرے کی دہلیز (گلاس ڈور) کے قریب رکھ کر باہر جھانکا گارڈز ویسے ہی کھڑے تھے اس نے سرنج بھرنا شروع کی

جتنے انجیکشن ہم لگا چکے ہیں اپنا آپ کیپٹن کم نرس زیادہ لگ رہا ہے---- وہ بڑبڑائی--- دروازہ کھولا اور ایک گارڈ کو موقع دیے بغیر اسکی پیٹھ میں انجیکشن گھسا دیا--- تب تک دوسرا حرکت میں آچکا تھا ریوالور گھما کر اسے مارا وہ زمین پر ہاتھ رکھے جھکی تیز دھار چاقو اس نے گارڈ کی ناف میں مار کر گھما دیا--- اسکے ہاتھ سے رائفل گرچکی تھی اس میں پھر بھی اتنی ہمت تھی کہ نیلم کا ہاتھ پکڑ کر گھمادیا--- نیلم نے مکوں سے اسکو دھو ڈالا--- اندر ---کمرے میں پٹی گٹھڑی اُٹھا کر وہ باہر آئی نیچے سب گارڈز اپنی اپنی ڈیوٹی پر تھے

اس وقت ایم آز پلازہ کے اندر کوئی ڈیوٹی پر نہیں ہوتا تھا--- وہ تیزی سے نیچے والے فلور پر سیڑھیوں کے ذریعے اس بھاری سامان کے ساتھ آئی اور اپنے

کمرے میں داخل ہو کر اپنا ضروری سامان ایک بیگ میں ڈالا اور اس میں ہی ساری فائلز اور لیپ ٹاپ ڈال کر یہ فوجیوں جیسا بڑا بیگ کمر پر پہن لیا

آخری فلور کے ایک کمرے کی بالکنی سے پلازہ کی پچھلی طرف چھلانگ لگادی--- پلازہ کی دیواریں اونچی تھی جس کیلیے اس نے ایک رسی اپنے پاس رکھی تھی رسی کو گھما گھما کر اسکی ناب دیوار کے پار لگائی اور دیوار چڑھنی لگی--- حفاظتی طور پر دیوار کے اوپر شیشے لگے تھے جنھوں نے اسے لہو لہان کردیا تھا اور رہی کسر ایک گارڈ نے دیکھ لیا جب اس نے دیوار کے پار چھلانگ لگائی--- وہ دوڑ رہی تھی اسکے پیچھے فائرنگ ہونے لگی اگر یہ نیلم ابرار ایک سال پہلے والی نیلم ابرار ہوتی تو بےہوش ہوکر کسی نہ کسی کی بانہوں میں لڑھکی ہوتی مگر اب اس نے بھی اپنی رائفل نکال کر درخت کی آڑ میں گارڈز پر فائرنگ شروع کردی وہ بہت زیادہ تھے ایک نے اسے پیچھے سے جالیا نیلم نے اس پر بھی فائر کردیا وہ جو کر رہی

تھی اس ڈیٹا کو سیو کرنے کیلیے جو اسکے پاس تھا ورنہ ان ظالموں کو مارتے بھی اسکے ہاتھ کانپ رہے اور دل خون کے آنسو رو رہا تھا--- اس گارڈ نے نیلم پر فائر کیا گولی اسکے بازو میں لگی--- وہ درخت سے ٹکرائی سر گھومنے لگا---- قدموں کی آواز آس پاس تھی وہ درخت چڑھ گئی--- گارڈز نے ایمبولینس بلوالی تھی گاڑیاں نکال کر اسکی تلاش میں نکل گئے تھے--- پیٹر اور میورک کے کمرے سے اس اوڈیو لسننگ بگ ڈیوائزز بھی اُٹھالیں تھیں جو اسکی پینٹ کی جیب میں بمشکل پوری آئیں تھیں--- انہیں نکال کر بیگ میں ڈالا--- چار بج رہے تھے آسمان پر سُرخی پھوٹنے والی تھی گارڈز جاچکے تھے اسے دور کھڑا ایک شخص نظر آیا

میجر عاص!!! اس نے شانے کو دبا رکھا تھا جس میں گولی کا درد یوں محسوس ہورہا تھا کہ اندر کے حصے میں آگ لگی ہو

اس نے درخت سے چھلانگ لگائی اور بائیں طرف بھاگ گئی جہاں جنگل ہی جنگل تھا اس کا دل کانپ رہا تھا وہ گررہی تھی چل رہی تھی پھر گررہی تھی--- جنگل کے بیچ کچی زمین دیکھ کر اس نے نکلتے سورج کو دیکھا اور ایک لکڑی سے کھودنا شروع کیا--- بازو درد سے چلارہا تھا مگر وہ کان نہیں دھر رہی تھی--- زمین کچھ گہری ہوئی تو اس میں بیگ ڈال کر وہ ---اس پر دوبارہ مٹی ڈالنے لگی--- مٹی ڈالتے ڈالتے وہ اور بےدم سی ہونے لگی

آآ---وہ لمبے لمبے سانس لے کر چیخ رہی تھی

آآ---- آآ---- ہ چیخنے کے بعد وہ رونے لگی زارو قطار دھاڑیں مار مار کر رو رہی تھی اپنے ہاتھوں کو دیکھ کر آسمان کی جانب دیکھنے لگی آج اس نے جانے کتنے لوگوں کا قتل کیا تھا کتنے گارڈز اسکی فائرنگ سے مرے تھے اور وہ پتا نہیں زندہ تھا کہ نہیں

وہ سجدے میں گرکر رورہی تھی--- ایک کبوتر اسکے پاس آکر بیٹھ گیا--- وہ لڑکی اسے دیکھنے لگی کبھی وہ ان کبوتروں کو پکڑنے سے بھی ڈرتی تھی کہ ان کی حددرجہ نرماہٹ سے خوف آتا تھا اور آج؟؟؟ وہ کیا تھی اور کیا سے کیا ہوگئی تھی

بابا آپ کی گڑیا مرگئی بابا---وہ روئے جارہی تھی پاگل کی طرح اپنے آپ کو ماررہی تھی--- اسکی جگہ کوئی اور ہوتا تو جشن منا رہا ہوتا مگر اسے رونا آرہا تھا کہ اس کی وجہ سے آج کتنے لوگ مرگئے--- اس نے خود چھری ماری تھی ایک گارڈ کو--- وہ نیم مردہ سی لیٹی تھی

****

سر کیپٹن نیلم کا کچھ پتا نہیں چلا وہ ایم آز پلازہ سے کہاں گئی ہیں منہاج عز ضحاک کو ہسپتال بھیجا گیا ہے--- ٹائیگر نے لیپ ٹاپ اسکرین پر نظر آتے اپنے ہیڈ کے چہرے کی جانب دیکھ کر کہا

یہ کیسے ممکن ہے کیپٹن نیلم کہاں جاسکتی ہے؟؟؟ وہ پریشان ہوئے--- وہ ایک سیولین تھی اس پر مشن کا ایک اہم حصہ تھا وہ سب تو اس سے ڈھیروں اُمیدیں وابستہ کیے بیٹھے تھے ہزاروں لوگوں کا انصاف اس لڑکی کی ذات سے جڑا تھا--- اُنیس کروڑ سے زائد جانوں کی حفاظت کا ذمہ اُس نے اپنے سر لیا تھا

سر گستاخی معاف مگر میں نے کہا تھا کہ وہ لڑکی کسی قابل نہیں ہے کچھ نہیں کرسکے گی وہی ہوا اُس نے خود کو مشکل میں ڈالنے کے سوا کوئی کام نہیں کیا---اُس کے پاس اُن چار فائلز کے سوا کوئی ڈیٹا نہیں تھا اتنا وقت اُس نے وہاں گزارا مگر کچھ نفع نہیں کمایا--- میجر عاص اپنی بھڑاس نکال کر خاموش ہوا تو اُنھوں نے ساکت نظروں سے اسے دیکھا

اب کیا ہوگا؟؟؟

امداد بلوچ کو گرفتار کرچکے ہیں کرنل زاکر شاہ اگر آپ اجازت دیں تو اُس سے اُگلوا لیتے ہیں کچھ راز--- میجر عاص نے کہا

وہ را کا ایجنٹ ہے اُس کا تعلق بلوچستان میں ہونے والی دہشتگردی سے تھا نا کہ منہاج عز ضحاک سے---- انھوں نے تجویز رد کی

ٹھک ٹھک کی آواز پر میجر عاص چونکا اسکے دائیں بائیں بیٹھے انس اور میم بشرہ بھی

اس وقت کون ہوسکتاہے ؟؟؟ صبح کے سات بج رہے تھے

کیپٹن نیلم؟؟؟ اس خیال کے آتے ہی میم بشرہ سب سے پہلے بھاگیں

دروازہ کھولا تو مٹی سے اٹے کپڑوں میں بغیر دوپٹے کے اُلجھے بکھرے بال, سینے تک خون سے بھری شرٹ وہ اسے دیکھ کر دنگ رہ گئیں

وہ اگلے ہی لمحے دہلیز پر گری پڑی تھی

---میم بشرہ نے اسے اندر کھینچا اور دروازہ بند کردیا

کیپٹن نیلم

کیپٹن نیلم

میم بشرہ نے اسکے گال تھپتھپاتے بلایا

ٹائیگر سر وہ چلائیں

ٹائیگر بھاگ کر باہر گیا--- نیلم کو دیکھ کر اِس نے ایک نظر پریشان میم بشرہ کو دیکھا

اسے گولی لگی ہے میجر عاص--- میم بشرہ بولیں

ہٹیں آپ--- ٹائیگر نے انہیں ہٹاتے نرمی سے نیلم کو اپنے مضبوط و توانا بازوؤں میں اُٹھالیا وہ بے جان ہوئے جارہی تھی

میجر عاص اسے پہلے ہی روم میں لے آیا--- اسے بیڈ پر لٹاکر میم بشرہ کی جانب پلٹا

آپ اسے چینج کروائیں--- میں ایس پی بلال کو انفارم کرتا ہوں ہوسپٹل جانا پڑے گا--- وہ کمرے سے نکل گیا

****

ہوسپٹل سے اسے آئے پورا دن گزر چکا تھا--- وہ لڑکی سارا ریکارڈ لے گئی تھی سارے ثبوت اگر کچھ رہ گیا تھا تو وہ ہیرے تھے ایم آز پلازہ کے سب سے اوپر والے فلور پر موجود تھے مگر کوئی ان کی یہاں موجودگی سے باخبر نہیں تھا ابھی تک تو کیپٹن نیلم ابرار بھی نہیں تھی

وہ لٹی پٹی بکھری اسٹڈی میں نیچے لیٹا تھا--- گلابی رنگ کی ڈائری اسکے ہاتھ کے پاس پڑی تھی اسکا سر پٹوں میں جکڑا ہوا تھا--- امداد بلوچ, شاکر, آکاش, عابد اسکے اسلحہ اسمگلنگ اور ہیروں کی اسمگلنگ میں ملوث تمام افراد گرفتار ہوچکے تھے ان کا بھی وقت آرہا تھا مگر انہیں ابھی تک گرفتار نہیں کیا گیا تھا

وہ جانتا تھا اسے گرفتار کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے وہ سارا ریکارڈ بھی حاصل کرلیں تو اس ملک کے سیاست دان جو اسکے چمچے اور اعلٰی عہدوں پر فائز تھے اسے گرفتار نہیں ہونے دیں گے

اسے نیلم کی ایک ایک بات ایک ایک ادا یاد آرہی تھی---- اس کے دل میں فوج کیلیے مزید نفرت پیدا ہونے لگی--- وہ اسکے جذبوں سے کھیلتی رہی آخر تک اُسے لگتا تھا کہ وہ

اُن کی ہی ساتھی ہے اس نے کتنی منتیں کیں تھیں قسمیں کھائیں تھیں کہ اسے سچ بتادے مگر اُس نے بھی اسے دھوکہ دیا تھا--- وہ بھی چلی گئی تھی وہ بھی اُنہیں برے لوگوں کی ساتھی تھی پھر اس نے اُسے کیوں نہیں مارا؟؟؟ وہ چاہتا تو اُسی وقت اپنے گارڈز کو ایک اشارہ کرتا اور وہ زندہ نہ ہوتی آج--- مگر اسکے اندر کچھ تھا صرف ایک چاہ ایک خواہش کہ وہ آخری بار مل لے بس آخری بار اور کون جانتا تھا کہ یہ آخری ملاقات کتنی دردناک ہونی تھی

****

اسے ہوش میں آئے دو گھنٹے ہوچکے تھے اسکا اسٹیمنا بہت بڑھ گیا تھا اب وہ جاگ رہی تھی درد محسوس تو ہورہا تھا مگر اُس تکلیف سے کم تھا جو دل میں تھی--- وہ بیک وقت اپنی ---پوزیٹویٹی اور نیگیٹویٹی سے لڑ رہی تھی

اس پر یہ ادراک آج ہورہا تھا کہ اس نے جو کچھ بھی کیا اُن معصوم بےگناہ جانوں کیلیے کیا جو دہشتگردی میں بری طرح کچلی جاتی ہیں--- اب اسے میجر عاص کے سامنے اپنا. طالبہ رکھتے شرم آرہی تھی

نیلم ابرار اگر آج پیچھے ہٹ گئی تو ساری زندگی روتی رہو گی ترستی رہو گی محبت کو---- میجر عاص کو دیکھے بغیر تمہارے دن کتنا مشکل ہوجاتے ہیں زندگی تو بہت لمبی ہے وہ کیسے کٹے گی؟؟؟

ڈاکٹر اسے اُتار دیں---- اس نے رجسٹر چیک کرتی ڈاکٹر سے کہا

مگر----

پلیز اِسے اُتار دیں اس سے پہلے کہ میں کھینچ کر اُتاروں--- وہ سرد مہری سے بولی تو ڈاکٹر نے اسکی ڈرپ اُتار دی--- اس نے پاس پڑے پیشنٹ ٹیبل سے چادر اُٹھائی اور باہر نکل گئی--- ڈاکٹر حق دق اسے جاتا دیکھنے لگی

میم بشرہ جو میڈیکل سٹور پر کھڑی تھیں اسے چادر لپیٹے رکشہ روکتے دیکھ کر بھاگ کر آئیں مگر تب تک وہ جاچکی تھی

کیپٹن نیلم آپ اس وقت مگر؟؟؟

میم بشرہ کہاں ہیں؟؟؟ انس نے دروازہ کھولتے سوال کیا

مگر وہ کوئی بھی جواب دیے بغیر اندر آگئی--- ٹائیگر کے روم میں گئی جو لیپ ٹاپ پر اپنے کسی بندے سے کہہ رہا تھا---

فائدہ کیا ہوا کوئی ریکارڈ ہاتھ نہیں لگا ایم آز کا---- اس سے اچھا ہم اُس لڑکی کو انوالو ہی نہ کرتے کم وقت کی لالچ میں وقت ہی نکل گیا--- نیلم آگے بڑھی اور ٹھپ کر کے اسکا

لیپ ٹاپ بند کردیا--- میجر عاص نے غصے سے نگاہ اُٹھائی تو سفید کھلے کُرتے اور سفید ہی پجامے میں بلیک چادر لیے بکھری بالوں اور سوجی آنکھوں سمیت سرد نظروں سے تکتی نیلم کو دیکھا

آپ تو--- نیلم نے اسکی بات کاٹی

میورک سی آئی اے کا بندہ ہے اس نے جو دو جاسوس چھڑوانے ہیں وہ لاہور سینٹرل جیل کے قیدی ہیں اُنہوں نے ایک سُرنگ بنا رکھی ہے جسکی مدد سے وہ شاید کل شام تک جیل سے نکل جائیں--- میورک کی لوکیشن اور اُسکا باقی سارا ڈیٹا بھی ہمارے پاس موجود ہے---- پیٹر کی ریکارڈنگ بھی ایم آز کی لائبریری کا ڈیٹا اُسکے پرسنل موبائل میں موجود تمام کانٹیکس کون کون سیاست دان اس میں ملوث ہیں سب سب ڈِیٹا ہے میرے پاس--- وہ کسی مشین کی طرح اسے دیکھتی بول رہی تھی

دماغ پر تو گولی نہیں لگ گئی آپ کے؟؟؟ میجر عاص نے طنز کیا

آپ کو وہ سب چاہیے کہ نہیں؟؟؟ وہ سنیجدہ تھی

یہ کیسا سوال ہے؟؟؟ آپ کو وہاں کس لیے بھیجا تھا؟؟؟ وپ ناگواری سے بولا

نیلم نے ایک نظر اسے دیکھا اور واپس چلی گئی--- میجر عاص سمجھا وہ اب آئے گی سب فائلز لے کر اب مگر نہیں وہ نہیں آئی--- میجر عاص اسکے پیچھے گیا--- وہ کمرے میں نہیں تھی وہ لانج میں آیا تو وہ سنگل صوفے کی بیک سے ٹیک لگائے نڈھال سی پڑی تھی

کیپٹن نیلم وہ سارا ریکارڈ کہاں ہے آپ تو خالی ہاتھ آئیں تھیں--- وہ اسکے سامنے والے صوفے پر بیٹھتا بولا

میجر عاص آپ نے اپنا مشن مکمل کرلیا--- میم بشرہ---ایجنٹ انس سب نے آپ سب تو اس وطن سے محبت کرتے ہیں اس کے لیے یہ سب کیا مگر آپ جانتے ہیں میں نے یہ سب کیوں کیا؟؟؟ اس نے میجر عاص کی آنکھوں میں دیکھتے کہا جہاں اس ٹوپک کو کھلتے دیکھ کر ہی اسکے چہرے پر ناگواری پھیل گئ

اپنے وطن سے محبت کرتے ہیں نا آپ؟؟؟ اس نے میجر عاص کی خاموشی توڑنے کو پوچھا

ہاں--- بہت!!! اسکی اُمید کے مطابق مثبت جواب آیا

اس وطن کا ایک بڑا دشمن پکڑنے کیلیے آپ کو جو ثبوت چاہیے ہیں وہ میرے پاس ہیں--- وہ مزید بولی--- میجر عاص نے تیکھے چتون لیے اسے دیکھا

کیا کہنا چاہ رہی ہیں صاف صاف کہیں--- وہ بیزاری سے بولا--- اسی وقت میم بشرہ اندر ----آئیں انس بھی ان کے پیچھے ہی اندر داخل ہوا

میں آپ کو سارے ثبوت ایک شرط پر ہی دوں گی---وہ ٹھہری میجر عاص کے ماتھے پر بل پڑ گئے--- میم بشرہ اور انس کو بھی اسکی بات اچھی نہیں لگی تھی

ہم سے نکاح کرلیں--- بس آواز ہی تو بدلی تھی ورنہ خواہش تو وہی تھی جو منہاج نے کی تھی---وہی آرزو, وہی تمنا تھی مگر نہ اسکے لہجے میں تڑپ تھی نہ دیوانگی بس سپاٹ سا انداز تھا

کیا بکواس ہے یہ؟؟؟ دماغ تو خراب نہیں ہوگیا آپ کا؟؟؟ قتل وتل کروا لیں گی میرے ہاتھوں اپنا مرمرا جائیں گی خدا کا واسطہ ہے یہ پاگل پن بند کردیں---- وہ ازحد بیزاری سے بولا

میجر عاص وقت نہیں ہے ہم سارے ثبوت کسی محفوظ جگہ نہیں چھوڑ کر آئے آپ کا اوور کانفیڈنس آپ کو اس بار بہت بری مات دے گا اگر وہ ثبوت گم ہوگئے تو ساری زندگی آپ منہاج کو نہیں پکڑ سکیں گے---- بس سر پکڑ کر بیٹھے رہیں گے تاعمر--- وہ تلخ ہوئی

کہاں چھوڑ کر آئی ہو سب کچھ---- تم پاگل واگل تو نہیں ہو؟؟؟ اگر مزاق کر رہی تو ایسا بھیانک مزاق مت کرو کہ میرا دماغ اُلٹ جائے---- وہ صوفہ چھوڑ چکا تھا اب وہ اپنے پیر کے ایک ناخن سے دوسرے کو کھرچ رہی تھی نظریں پیروں پر ہی تھیں

کیپٹن نیلم میں کچھ پوچھ رہا ہوں آپ سے؟؟؟ وہ دھاڑا

میجر عاص ہم میں لڑنے کی ہمت نہیں ہے نا بحث کرنے کی--- اسی لیے مان لیں ہماری بات اور جیت لیں اپنی جنگ--- وہ اب بھی بےتاثر چہرے سے بول رہی تھی

میں انکار کرتا ہوں سنا تم نے--- میں تم جیسی عقل سے پیدل جذباتی اور مطلب پرست لڑکی کے ساتھ سے انکار کرتا ہوں---وہ اس کے صوفے کے دونوں سائیڈ ہاتھ رکھے دھاڑا مگر اُس نے سر اُٹھا کر اسکی جانب نہیں دیکھا تھا

کیپٹن نیلم ہوش میں آئیں ہزاروں جانوں کا سوال ہے وہ اسے کاندھوں سے پکڑ کر جھنجھوڑ چکا تھا

ہمارے دل کا سوال ہے--- وہ اسکے ہاتھ جھٹکتی چیخی

دل دل دل--- ارے تیل لینے گیا آپ کا دل---اس نے میز پر پڑے اخبارات غصے سے دور پھینکے

ہمارا دل یہاں ہے یہاں--- اس نے میجر عاص کو بازو سے پکڑ کر اپنی جانب کھینچا اور اسکے دل پر دو مکے مارے

سراسر الزام ہے یہ-- آپ نے خود اپنا دماغ خراب کیا ہوا ہے سوچ سوچ کر--- نکلیں اس سب سے اور دیکھیں کہ آپ کتنی بڑی احمقانہ حرکت کرنے جارہی ہیں--- وہ پھنکار رہا تھا اسکے ماتھے کی نسیں اُبھرنے لگیں

ہم نے اپنا مطالبہ آپ کے سامنے رکھ دیا ہے--- میورک کل تک فرار ہوجائے گا--- آپ کے پاس وقت کم ہے ہوسکتا ہے منہاج بھی اس دوران غائب ہوجائے--- میں واپس چلی جاؤں آپ ایک بار پھر مشن کی تباہی کے بعد ایک اور کوشش کرنے لگ جائیں--- اس نے مستقبل کا اندھیر نقشہ کھینچا

میجر عاص کی برداشت یہیں تک تھی ایک ہاتھ اس کا اُٹھا تھا اور کیپٹن نیلم ابرار دو فٹ پیچھے منہ کے بل گری تھی---اسکی چادر میجر عاص کے پیر سے لپٹ چکی تھی--- میم بشرہ نے آگے بڑھنا چاہا تھا جب انس نے انہیں بازو سے پکڑ کر روکا اور باہر نکل گیا---- باہر کوریڈور میں آکر اس نے دروازہ لاک کردیا

انس یہ دونوں کیا پہلے سے خود کو جانتے ہیں؟؟؟ میم بشرہ نے پوچھا

نیلم میجر عاص سے محبت کرتی ہے آج سے نہیں ایک سال سے بھی پہلے سے--- انس دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑا تھا--- میم بشرہ اس انکشاف پر حیران تھیں

نیلم کے سر پر پہلے ہی چوٹ لگی تھی اب تو خون بہنے لگا تھا

میجر عاص نے اسکو بازو سے کھینچ کر اپنے جانب موڑا

تم غداری کررہی ہو--- مرمرمٹی اُسکی دولت, حسن شان و شوکت پر اس لیے اُسکے سارے ثبوتوں پر ناگن بن کر بیٹھ گئی ہو--- تم نے تو حد کردی میں نے تم پر بھروسہ کیا تمہیں سب کچھ سکھایا تمہاری مدد کی, تمہاری جان بچانے کو دوسری بار بھی تمہیں سیلف ڈیفینس کا آپشن دے کر مشن کی تباہی مول لی اور تم نے کیا کیا دھوکہ دیا ہمیں خود کے پاس ثبوت اکٹھے کرتی رہی ہم یہاں خوار ہوتے رہے پلازہ کے باہر چکر کاٹتے رہے کہ پتانہیں کیپٹن نیلم کیوں رابطہ نہیں کردہیں آج پتا چلا کہ آپ کیوں رابطہ نہیں کررہی تھیں---وہ اسے ایک بار پھر آئینہ دیکھانے لگا--- اس نے اپنی پینٹ کی پچھلی پاکٹ سے ریوالور نکال لیا اور اسکی گردن کے اختتام ہر رکھ دیا

تم غدار ہو میں تمہیں معاف نہیں کروں گا--- وہ دھاڑا اسکی آنکھیں غیض و غضب سے سُرخ انگارہ ہورہی تھیں

اتنی آسانی سے نہیں مرنے والے ہم---- وہ پھنکاری

ہم مریں گے تو وہ سارے ثبوت ہمارے ساتھ دفن ہوں گے--- آپ کے وطن پر وہ ظالم فرعون پھر سے ظلم ڈھائے گا--- معصوم بچوں کی جان لے گا--- آپ کی ایک ہاں انیس کروڑ عوام کو محفوظ کردے گی ایک درندے سے--- وہ کس مٹی کی بنی تھی میجر عاص ششدر رہ گیا

مجھے پتا نہیں تھا کہ تم ایک دھوکے باز, مکار, غدار, مطلب پرست, خود پسند لڑکی ہو--- ایک دہشتگرد کا ساتھ دے رہی ہو--- وہ اب تک بےیقین تھا

تو طے ہوا کیپٹن نیلم ابرار اس دنیا کی سب سے بری لڑکی ہے---مگر وہ اپنے موقف سے نہیں ہٹے گی--- اس میں اتنی ہمت اتنا جنون تھا کہ شاید ہی کوئی اس کے آگے ٹِک پاتا میجر عاص نے اسکے گولڈن سلکی بال اپنی مٹھی میں بےدردی سے جکڑلیے--- اتنا جارحانہ انداز تھا اسکا کہ کیپٹن نیلم کے لبوں سے چیخ برآمد ہوئی تھی

تم جانتی نہیں ہو مجھے میں کیسے مجرموں سے سچ اُگلواتا ہوں تم مجھے مجبور مت کرو کہ میں تمہیں تشدد کا نشانہ بناؤں--- تم بھول رہی یہ پہلے ہی طے ہوگیا تھا کہ اگر تم نے ہمارے مشن کو کوئی نقصان پہنچانا چاہا تو مجھے میجر عاص عالم کا پوری پوری اجازت ہے تمہاری جان لینے کی--- نیلم کو لگ رہا تھا اسکے بال اُتر کر میجر عاص کے ہاتھوں میں آجائیں گے--- وہ جو وہاں اتنے مردوں کا مقابلہ کرآئی تھی منہاج جیسے بندے کو پیٹ ڈالا تھا اس شخص کے ستم چپ چاپ سہہ رہی تھی

جتنا ٹارچر کر سکتے ہیں کرلیں--- ہم بھی اگر جھک گئے تو نیلم ابراد نہیں--- وہ اسے چیلنج کررہی تھی میجر عاص نے اسے گھسیٹا اور تہہ خانے کی جانب بڑھنے لگا--- یہ اپارٹمنٹ خاص مشن کیلیے ڈیزائن کیا تھا اس میں تہہ خانہ پہلے سے ہی موجود تھا

اس نے نیلم کو بڑی بےدردی سے سیمنٹ کے یخ بستہ فرش پر پھینک دیا

****

میجر عاص وہ پہلے ہی زخمی ہے---کچھ رحم کریں وہ بےوقوف ہے, نادان ہے میں اُسے سمجھاؤں گی--- بچی مرجائے گی---میم بشرہ نے

جیکٹ چڑھا کر موزوں میں پسٹل گھساتے میجر عاص سے منت بھرے انداز میں کہا

بچی نہیں ہے وہ--- وہ بچی نہیں پورے اُنیس سال کی ایک بالغ لڑکی ہے---اُسے نہیں پتا کہ وہ سارے ثبوت اُسکے ملک کیلیے اُن معصوموں کیلیے کتنے اہم ہیں جو یتیمی مسکینی کی زندگی گزار رہے ہیں--- کچرے سے اُٹھا کر کھا لیتے ہیں نہیں تو سو لیتے ہیں--- وہ بچی ہے جو میرے مقابل کھڑی مجھے بلیک میل کررہی ہے وہ سمجھتی کیا ہے خود کو؟؟؟ میں نے اتنے بڑے بڑے دشمن ٹھکانے لگا دیے اس بالشت بھر کی لڑکی کی بلیک میلنگ میں آجاؤں گا--- وہ غصے سے بھڑک اُٹھا وہ کل کا پورا دن اور رات بند رہی تھی--- دن چڑھنے والا تھا اسے گولی لگی تھی اُسکا پروپر ٹریٹمنٹ بھی نہیں ہوا تھا

میورک کی لوکیشن مجھے پتا چل گئی ہے اُسکا جو ساتھی ہمارے بندوں نے پکڑا تھا کل اُسی کا منہ کھلوا مکر آرہا ہوں سب اُگل چکا ہے وہ--- میں وہاں جارہا ہوں پولیس میرے ساتھ ہوگی اور انس تم لاہور سینٹرل جیل کی انفارمیشن دیتے رہنا کہ وہ خفیہ راستہ ملا پولیس کو کہ نہیں--- اس نے لیپ ٹاپ پر بزی انس سے کہا

پولیس کل رات ہی اُن کو فرار ہوتے دوبارہ گرفتار کرچکی ہے---وہ راستہ بھی مل چکا ہے---انس اسکی جانب دیکھے بغیر سپاٹ انداز میں بول رہا تھا

پہلے کیوں نہیں بتایا--- ٹائیگر دھاڑا--- اسکا مزاج ویسے ہی گرم تھا

سوری سر--- انس اب بھی سپاٹ چہرے کے ساتھ سر جھکائے بیٹھا تھا--- اسکا ٹائیگر کے بجائے سر کہہ کر بلانا ہی اسکی ناراضگی کا اظہار تھا

اب تمہیں کیا تکلیف ہے؟؟؟ اس کا بس نہیں چل رہا تھا آج سب کا خون پی جائے

کچھ نہیں سر--- انس نے سنجیدگی سے کہا

بس میں مرجاؤں تم سب خوش ہوجاؤ--- عجیب چڑچڑا اور بدمزاج ہورہا تھا وہ

وہ جو اندر تھوڑی سانسیں لے رہی ہے اُسکا سوچ لینا مرجائے گی وہ بھی--- اسکے باہر جاتے قدم انس کے جملے سے بندھ گئے تھے--- وہ واپس پلٹا

میں ظالم لگ رہا ہوں تم لوگوں کو اُسکی کوئی غلطی نظر نہیں آرہی--- وہ ان کے رویے سے یہی اندازہ لگا پایا تھا

جو سمجھنا ہے سمجھو میں ایک غدار کو اُسکی سزا دے کر رہوں گا--- وہ جاچکا تھا--- پھر یہ ہوا کہ نیلم کی مدد کے بغیر ہی میورک بھی گرفتار ہوگیا اور سی آئی اے کے دو جاسوس --بھی دوبارہ پکڑے گئے تھے--- مگر ان کے خلاف صرف ایک بیان کے سوا کچھ نہیں تھا -

****

میورک کی گرفتاری نے میڈیا پر ہلچل مچادی تھی کیوں کہ میجر عاص نے اس میں پولیس کو بھی شامل کرلیا تھا--- امریکہ کی جانب سے ثبوت مانگے جارہے تھے--- آج بھی میجر عاص کی ہیڈکوارٹر طلبی ہوئی تھی وہ چاہتا تو نیلم کی حرکت بتا دیتا مگر کون یقین کرتا کہ وہ لڑکی اس حد تک جاسکتی تھی اسکے لیے--- اپنا سب کچھ داؤ پر لگا چکی تھی--- سب کچھ ایک جان بچی تھی وہ بھی

وہ صوفے پر ٹانگ پسار کر بیٹھا تھا جب انس اسکے پاس آیا

منہاج کو اسد زبیر لغاری نے اپنی سیکیورٹی میں آسٹریلیا بھیج دیا ہے--- جبکہ وہ آسٹریلیا پہنچا نہیں ہے---- اتنے آرام سے اس نے بم پھوڑا تھا

کیا؟؟؟ میجر عاص کے اس کے لفظ میں کیا کچھ نہیں تھا

وہ غائب ہوچکا ہے---- وہ کہاں گیا پاکستان اور آسٹریلیا کے درمیان ائیرپورٹ کا عملہ بھی نہیں بتا سکا--- انس مزید بولا تو میجر عاص جھٹکے سے اُٹھا اور تہہ خانے کی جانب چل پڑا---وہ جو تین دن دو راتوں سے یہاں قید تھی بےہوش پڑی تھی--- وہ تو میجر عاص کے پھینکے جانے کے چند لمحے بعد ہی ہوش و خرد سے بیگانا ہوچکی تھی

وہ جارحانہ تیور اور غصے سے پھٹتے دماغ کے ساتھ اسکی جانب بڑھا تھا

-اُٹھو--- اوندھی پڑی نیلم کو اس نے بازو سے پکڑا تو وہ ایسے جھولی جیسے کوئی کپڑا پکڑلیا ہو ---

نیلم!!!

نیلم!!! ایک دو تین بار پکارا مگر بےسدھ وہ اس پر تشدد کرنے کی بات کررہا تھا اور اب اسکی حالت دیکھ کر خود تشویش میں مبتلا ہوچکا تھا

کیوں کرتی ہو تم ایسا؟؟؟ اس نے بےبسی سے اسکے لاغر وجود کو دیکھا-- اسکا چہرہ سفید پڑچکا تھا

میم بشرہ!!! وہ چلاتا ہوا کوریڈور سے گزررہا تھا نیلم کا گٹھڑی بنا وجود اسکی بانہوں میں جھول رہا تھا

پلیز آپ اپنی لیڈی ڈاکٹر سے رابطہ کریں--- اسے ہوش نہیں آرہا--- وہ اسے اپنے کمرے میں لے آیا تھا جو کچھ دیر پہلے ہیٹر کی بناء پر وہ گرم کرچکا تھا

میم بشرہ سر ہلا کر نکل چکی تھیں-- میجر عاص نے کمبل اسکے اوپر اچھے سے لپیٹ دیا--- اور اسکے سراہنے بیٹھ گیا-- اسکا چہرہ پھیکا پڑا تھا ہونٹ ٹھنڈ سے نیلے ہورہے تھے

عجیب دوراہا تھا وہ غلط بھی تھی اور مظلوم بھی--- میجر عاص نے بےاختیار اسکے بال سنوارے---انس کھانستا ہوا اندر آیا---جب میجر عاص نے کاٹ دار نظروں سے اسے دیکھا

وہ میں سمجھا آپ بزی تھے--- انس مسکرارہا تھا اسکی مسکراہٹ کے پیچھے کیا وجہ تھی میجر عاص اچھے سے جانتا تھا

لیڈی ڈاکٹر نے آتے ان کو باہر بھیج دیا تھا

لڑکی کو ویکنس بہت ہے اور گولی کا زخم بھی ابھی نہی بھرا--- سر پر کمر پر گردن پر بہت زخم ہیں کیا تشدد کیا ہے کوئی مجرم ہے؟؟؟ انہوں نے میم بشرہ سے پوچھا جبکہ پاس انس اور میجر عاص بھی کھڑے تھے

نہیں ایک ایکسیڈنٹ میں زخمی ہوئی ہے--- انہوں نے بات سنبھالی

---ٹھیک ہے آپ ان کی خوراک کا خیال رکھیں ان شاء اللہ بہتر ہوجائیں گی

****

عقل ٹھکانے آئی ہے کہ نہیں ؟؟؟ میجر عاص نے کیپٹن نیلم سے پوچھا جو بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی--- اس نے نفی میں سرہلایا

میجر عاص آگے بڑھا اسکا بخار چیک کرنے کی غرض سے اسکے ماتھے پر ہاتھ رکھا جسے نہایت ناگواری سے نیلم نے جھٹک دیا--- جب کہ اسکی پُرحدت پیشانی کی جلن میجر عاص نے اپنی ہتھیلی میں محسوس کی تھی

یہ ہمدردیاں مت جتائیں--- وہ چیخی تو میجر عاص نے کانوں میں اُنگلیاں ٹھونس دیں--- جب کہ وہ کھانسنے لگی تھی--- میجر عاص نے پانی کا گلاس بھر کر اسکے حوالے کیا تھا وہ کھانس کھانس کر سُرخ ہوچکی تھی--- میجر عاص نے گلاس اسکے آگے کیا جسے پوری قوت سے اُس نے پھینکا تھا-- میجر عاص کو اس سے یہی توقع تھی اسکی جگہ کوئی اور ہوتا تو غصے سے اسے دو رکھتا مگر وہ خاموشی سے کمرے سے نکل گیا---

دو گھنٹے بعد میم بشرہ اسکے کمرے میں آئیں تھیں---

اسے اُٹھنے کا اشارہ کیا اور ان کے پیچھے ہی میجر عاص اور انس بھی آئے تھے ساتھ ان کے چار اور آدمی تھی ایک وہی لیڈی ڈاکٹر بھی اور وکیل صاحب بھی--- سب کی موجودگی نے نیلم کو حیران کردیا--- وہ اُٹھ کر تو بیٹھ چکی تھی باقی سب انس کی کھینچ کھینچ کر لائی گئی کرسیوں پر بیٹھ گئے تھے

وکیل صاحب نے کیپٹن نیلم کے چہرے کے زخم دیکھتے سر پر دوپٹہ جمائی کھڑی میم بشرہ کو دیکھا

لڑکی کی مرضی شامل ہے؟؟؟

--پہلا نکاح ہوگا جس میں لڑکی نے لڑکے کے ساتھ زبردستی کی ہے

میجر عاص کے پاس کھڑے انس کا منہ بند نہیں رہا تھا-- میجر عاص نے مکا اسکے پیٹ میں جڑا

آؤچ!!!

کچھ کہا آپ نے بیٹا؟؟؟ وکیل صاحب نے انس سے پوچھا

وہ میں کہہ رہا تھا لڑکے سے بھی مرضی پوچھ لیں--- اسکا مسئلہ سُن کر گواہان کھی کھی کرنے لگے تھے

یہاں دستخط کرو بیٹا!!!

****

ہوچکا آپ کا ڈرامہ چلیں بتائیں کہاں رکھیں ہیں سارے ثبوت--- ایک گھنٹے بعد وہ اسکے سر پر سوار پر کھڑا تھا

یہ کیسا نکاح تھا ہم نے قبول ہے قبول ہے قبول ہے تو بولا ہی نہیں--- ایک اور مسئلہ بیان کیا گیا---ٹائیگر نے دانت پیسے میم بشرہ اور انس نے منہ پر ہاتھ رکھتے قہقہہ ضبط کیا

ابھی بولا تو ہے--- ٹائیگر نے صبر سے کام لیا

نا کوئی گانا نا کوئی ریڈ ڈریس نا کوئی ڈھول نا کوئی مولوی ایسے ہوتی ہے شادی؟؟؟ وہ اسے جان بوجھ کر زچ کررہی تھی

آپ اُٹھ رہی ہیں کہ میں؟؟؟ وہ اب اسے کیا دھمکی دیتا جو زبردستی اس سے اسکا نام چھین کر لے گئی تھی اور وہ کچھ نہ کرسکا تھا

چل رہے ہیں--- وہ کمبل ہٹا کر کھڑی ہوچکی تھی جب واپس آئی تو بلیک ٹراؤزر پر ریڈ شرٹ اور بلیک میجر عاص کی جیکٹ پہن رکھی تھی

دوسروں کی چیزیں واپس بھی کردینی چاہیے اگر بندہ کبھی ہمدردی میں دے ہی دے تو--- وہ اسکے برابر کار میں بیٹھتا طنزیہ بولا

یہ کسی دوسرے کی نہیں ہے--- میرے ہسبنڈ کی ہے سنا آپ نے---- وہ جیکٹ کو مضبوطی سے تھامے اِک ادا سے بولی

یہ نا سہی دوسری والی تو واپس کردیں ایک سے گزارا نہیں ہوتا آپ کا؟؟؟ اسکی ایک اور جیکٹ بھی نیلم کے پاس تھی

شکر کریں میں یہ پہن آئی ورنہ آپکی تیسری جیکٹ بھی میرے پاس چلی آنی تھی--- وہ اسکی ڈارک گرے جیکٹ کی جانب اشارہ کرتے بولی تو اہ پہلو بدل کر رہ گیا--- جب بھی اسے سردی لگتی تھی میجر عاص کی جیکٹ حاضر ہوتی تھی اور پھر وہ واپس بھی نہیں مانگتا تھا

جنگل میں پہنچ کر پہلے قدم پر ہی وہ رُک گئی

اب کیا مسئلہ درپیش آگیا؟؟؟ وہ زچ ہوا--- نیلم آگے بڑھی اور اسکی جیکٹ کی شرٹ میں ہاتھ ڈالا---

کیا کرہی ہیں؟؟؟ وہ جھنجھلایا

سیل فون نکال کر اس نے میجر عاص کو دیکھا

آپ جیسا بندہ بھی کوڈ لگاتا ہے؟؟؟ واہ کیا بات ہے--- اس پر شوخیاں سوار تھیں

آئیں ایک سیلفی لیتے ہیں میجر عاص--- وہ اونچے سے پتھر پر بیٹھ گئی

یہاں ہم پکنک پوائنٹ پر نہیں آئے ہیں--- وہ سختی سے بولا

جب تک ہمارے ساتھ ہیں زندگی کو تھوڑا سا جی لیں ورنہ ہمارے جانے کے بعد ہمیں یاد ہی کریں گے--- وہ اسکے موبائل فون کے کیمرے میں اپنا چہرہ دیکھتے بالوں کی آوارہ لٹیں پیچھے کرتی بولی

اللہ نہ کرے میجر عاص پر اتنا برا وقت آئے کہ آپ کو یاد کرنا پڑے--- وہ اسکے ہاتھ سے سیل فون لے چکا تھا

برا وقت بتا کر تھوڑی آتا ہے---- وہ پتھر سے چھلانگ مار کر نیچے اُتر چکی تھی--- ہاتھ جھاڑتے آگے بڑھ گئی میجر عاص بھی اسکے پیچھے ہی پہنچا تھا--- نیلم نے جگہ تلاش کی اور میجر عاص کو اشارہ کیا اس نے لکڑی سے ساری کھودائی کی اور کیپٹن نیلم بیٹھی اسے دیکھتی رہی

کتنی بڑی بےوقوفی کی آپ نے یہاں سب کچھ چھپا دیا اگر کوئی شکاری کھودتا تو؟؟؟ وہ اس پر برس رہا تھا

آئی ایم سوری میجر عاص

آئی ایم رئیلی سوری---- میجر عاص کچھ نہیں بولا اسے حقیقتاً اس پر بہت غصہ تھا اسکی لاپرواہی اگر سب لے ڈوبتی یہ سارے ثبوت غلط ہاتھوں میں لگ جاتے تو؟؟؟

جنگل کی ویرانی مزید بڑھنے لگی

****

سارے ثبوت مل چکے تھے--- منہاج کی گرفتاری کے لیے پورے ملک پاکستان کے سوا سعودیہ, افغانستان اور چند دو ممالک اور کی پولیس بھی شامل تھی---آج کل منہاج عز ضحاک جسے ایم آز کہتے ہیں کہ میڈیا پر بڑے چرچے تھے کر دوسرے ملک کا میڈیا اس کے پلازہ کی کورتج کررہا تھا

ناظرین آپ کو یہ بھی بتاتے چلے کہ یہ دولت مند دہشتگرد اور اسمگلر سعودیہ میں پیدا ہوا اس نے اپنی زندگی کے چند سال بھارت میں بھَی گزارے ہیں اور پچھلے تین سال سے مستقل پاکستان میں قیام پذیر تھا جسکی بناء پر ہمارے آئی ایس آئی کے نوجوانوں نے اسے تاریخ کے امیر ترین کریمینل کا مقابلہ --- pablo escobar اتنی دھول چٹادی جی دولت اتنا روپیہ پیسہ اور ہیروں کی گنتی نہیں--- ہم کہہ سکتے ہیں وہ جرائم کی دنیا کا king of Criminal ----بےتاج بادشاہ ہے

آئی ایس پی آر کی جانب سے بتایا جارہا ہے کہ اس انوکھے اور پُراسراد مجرم کی پُشت پناہی بہت سے ممالک کے سیاست دان کررہے ہیں اسے چھپایا جارہا مگر ایک بات یاد رکھی جائے

ہر مجرم کو اُسکے کیے کی سزا ملے گی---ناظرین مزید وقت ہمارے ساتھ رہیے اور دیکھیے ایم ---آز پلازہ کی تحسین و آرائش

میڈیا کو خبر مل چکی تھی---ہر چینل اسے اپنی پسند کا مصالحہ لگا کر پیش کررہا تھا کوئی اسے جرائم کی دنیا کا بادشاہ کہہ رہا تھا تو کوئی حُسن بےمثال کوئی دولت کے پہاڑ گن رہا تھا تو کوئی مردہ ضمیروں کو جگاتا اسے ایک دہشتگرد قرار دے رہا تھا

نیلم نے سرد آہ بھرتے چینل بدلا

ناس بتجي و بتروح

(لوگ آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں)

اسے لگا یہ آواز اسکے کان کے بالکل قریب ہے--- نیلم کا دل پسلیوں میں

اُچھل پڑا اس نے گردن گھما کر اِدھر اُدھر دیکھا لانج میں کوئی نہیں تھا--- ماتھے سے پسینہ صاف کیا

کیپٹن نیلم آر یو اوکے؟؟؟ میم بشرہ نے اسکے چہرے کے اُڑے اُڑے رنگ دیکھ کر دریافت کیا

ہہ--ہاں---جج---جی!!! اس نے تھوک نگلا

گھبرائی ہوئی لگ رہی ہیں---وہ سوپ کا پیالہ اسے تھما کر بولیں

نہیں تو---- وہ ریلیکس ہوگئ

آج ہمارا موضوع ہے ایک دہشتگرد, ایک اسمگر, ایک انڈر ورلڈ کا بلیک سٹار جسکا اصل نام منہاج عز ضحاک ہے--- کیا وجہ تھی کہ اس قدر خوبرو نوجوان پڑھا لکھا شخص اس قدر گرگیا--- کیوں اس نے اپنی زندگی تباہ کی؟؟؟ اس شخص کا پُراسرار کردار ہمارے نوجوانوں کو کیا انسپائریشن دیتا ہے کہ بھئی واہ کیا حُسن ہے اس بندے کا کیا پرسنیلٹی ہے واہ کیا پلازہ ہے کیا سٹائل ہے زندگی ہو تو ایسی--- ایک جانا مانا اسمگلر اور دہشتگرد--- یہ یہ inspiration ڈیلولیپ کرنی چاہیے ہیں ہمیں اپنی نوجوان نسل میں؟؟؟ نہیں بالکل نہیں--- مویز کے ڈراموں کے یہ کردار حقیقی زندگی میں منہ کے بل گرتے ہیں--- آج نہیں تو کل جب ان کا ضمیر جاگتا ہے تو پھر انہیں سونے نہیں دیتا-- جاگنے نہیں دیتا--- کھانے پینے جینے نہیں دیتا--- ہوسکتا ہے ممکن ہوکہ اسکی پُراسرار شخصیت کے پیچھے کوئی دردناک کہانی ہو مگر درد کے بدلے اگر ہم درد ہی دینے لگے تو پوری دنیا اس درد کو محسوس کرے گی چیخے گی چلائے گی--- خوشیاں تو ختم ہوجائیں گی--- درد کے بدلے درد دیا جائے ضروری تو نہیں--- خود نہ جی سکو تو دوسروں کو بھی جینے نہ دینا کہاں کی انسانیت ہے؟؟؟

کرداروں کی آگاہی بڑھانی چاہیے ہے--- negative اور strong ہمیں اپنے لوگوں میں - اگر کوئی انسان جرائم کی دنیا میں بہت آگے بڑھ گیا ہے تو اُسے ایک رول ماڈل کی طرح فلموں, کہانیوں اور ڈراموں دیکھانے کے بجائے اُن کا انجام دیکھایا جائے اور شعور پیدا کیا جائے کہ مجرم مجرم ہے پھر وہ کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو---- اسے یہاں نہیں روزِ محشر اُسکی عدالت میں تو پیش ہونا ہی ہے جہاں صرف انصاف ہوگا حق کی جیت ہوگی اور باطل کا سر نیچہ!!!

جہاں کچھ چینلز اسکے حسن دولت اور طاقت کے قصیدے پڑھ کر معصوم ذہنوں کو ورغلا رہے تھے وہیں ایک آدھ چینل حقائق سامنے رکھ رہا تھا کیوں کہ یہ تو حقیقت تھی کہ ایسے کردار بہت جلد لکھاریوں کے ذہن میں ایک نئی کہانی تشکیل دے دیتے ہیں ان کہانیوں میں ایسے کرداروں کو رول ماڈل دیکھانا سراسر انسانیت کے ساتھ زیادتی ہے

نیلم کی پُرسوچ نگاہیں اسکرین پر جمی تھیں اسے یقین نہیں آتا تھا کہ وہ اس جیسے درندرے اور وحشی کے ساتھ اتنے دن رہ کر آئی ہے اور جان مال عزت سمیت محفوظ رہی ہے کیوں؟؟؟ کیسے؟؟؟ کیا وہ واقعے ہی ایک پُراسرار شخصیت تھا

****

دس دن بعد!!!

شام کا اندھیرا پھیلنے والا تھا سورج ڈوبنے کو بیتاب نظر آرہا تھا میجر عاص کھڑکی سے باہر کا یہ حسین منظر دیکھ رہا تھا

ٹائیگر!!! نیلم کی کنفیوز سی آواز اسکی پُشت پر اُبھری مگر پچھلے دس دنوں سے جیسے وہ اسکی ہر آواز پر کان لپیٹ لیتا تھا اس پر بھی یہی کیا--- وہ اسے دس دنوں سے خاموشی کی مارا مار رہا تھا اسکے کسی سوال کا جواب نہ دیتا--- جہاں اسے موجود دیکھتا وہاں سے غائب ہوجاتا وہ بات کرنے لگتی اُٹھ کر چلا جاتا--- اسے پچھلے تین روز سے بخار تھا وہ اسکی ناراضگی برداشت نہیں کرپارہی تھی--- شدت گریہ سے اسکی آنکھیں سوج گئیں تھیں

میجر عاص--- نیلم نے اسکا بازو تھام کر ہلایا تھا

میجر عاص ہماری بات سنیں نا---وہ رونے لگی--- گرم سیال سبز کٹوروں سے بہنے لگا میجر عاص نے جھٹکے سے اپنا بازو چھڑوایا---مگر اسکی جانب دیکھنے سے گریز کیا تھا

ہم آپ کو بلیک میل نہیں کرنا چاہتے تھے بس آپ کے غصے میں کہہ وہ ال---- میجر عاص نے اسکی بات پوری نہیں ہونے دی تھی وہ کمرے سے جانے لگا تھا جب نیلم نے

دوڑ کر اسکی کمر ہر سر رکھتے بازو اسکے سینے کے گرد باندھ دیے--- میجر عاص اس حرکت پر ششدر رہ گیا جبکہ وہ اسکی کمر پر سر رکھے شدت سے رو رہی تھی--- میجر عاص نے اسکے نازک ہاتھ اپنے چوڑے سینے سے ہٹانے چاہے مگر وہ اور سخت گرفت کرتی اسکی پوری شرٹ اپنے آنسوؤں سے بھگو چکی تھی

ہمیں معاف کردیں ہم وعدہ کرتے ہیں ہم غدار نہیں ہیں ہم نے وہ سب صرف آپ کے غصے می کہے گئے الفاظ کی بناء پر کیا تھا ورنہ ہمیں بھی اُن لوگوں کا دُکھ اُتنا ہی جنھوں نے منہاج جیسے دہشگردوں کی وجہ سے اپنے کھو دیے---اسکی آواز بھاری ہوچکی تھی---وہ اسکے بدن کی حدت کو اپنے اندر اُترتا محسوس کررہا تھا---میجر عاص نے اسکے ہاتھ اپنے سینے سے ہٹائے تو اس کے بدن کی تپش چند پل کے لیے اسے شرمندہ کرگئی--- وہ بخار میں جھلس رہی تھی

اِدھر بیٹھیں--- میجر عاص نے اسے اپنے بیڈ پر بٹھایا اور پانی کا گلاس لے کر آیا جسے اس نے دونوں ہاتھوں سے تھام کر غٹاغٹ چڑھ لیا--- میجر عاص نے گلاس تھام کر سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور اسکے سامنے کرسی کھینچ کر لاتا بیٹھ گیا

رو کیوں رہی ہیں؟؟؟ میں نے آپ سے کچھ کہا؟؟؟ ہیڈکوارٹر کمپلین کی؟؟؟ رپورٹ میں شکایت کی یا نکاح کو ڈسکلوز کیا؟؟؟ بتائیں---اس نے نیلم کی جانب دیکھا جو اپنے ہونٹ کاٹنے میں مصروف تھی

آپ ناراض تھے اس لیے--- وہ بہت دیر بعد بولی تھی

آپ نے اتنا کچھ کیا زبردستی کا نکاح بھی کرلیا اور میں ناراض بھی نا ہوں--- اس کے چہرے پر اب بھی سنجیدگی رقم تھی

ہوجایا کریں ناراض مگر پھر مان بھی جایا کریں---وہ ہاتھ کی پشت سے آنکھیں رگڑتی سوں سوں کررہی تھی میجر عاص اُٹھا اور ٹشو باکس لاکر اسکے سامنے کیا--- نیلم نے ایک ٹشو اُٹھایا

آپ اتنے دنوں سے ہم سے بات نہیں کررہے تھے(روتے ہوئے ایک اور ٹشو اُٹھایا) ہم نے سوری کا کارڈ بھی لکھا تھا(اس نے ایک اور ٹشو نکالا ناک رگڑی) میم بشرہ جو کافی لاتی تھیں آپ کیلیے (ایک اور ٹشو) وہ --- وہ بھی ہم بناتے تھے (تین چار ٹشو اکٹھے نکال کر ناک رگڑی) تین دن سے بخار ہے ہمیں (پھر ٹشو) مگر آپ نے پوچھا تک نہیں ---- وہ چہرہ ہاتھوں سے صاف کرنے لگی تو میجر عاص نے پھر ٹشو باکس اسکے آگے کردیا--- نیلم نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر ٹشو باکس کو جھپٹنے کے انداز میں پکڑ

کر بیڈ پر پٹخا---میجر عاص ذرا کی ذرا مسکرایا اور اسکے دائیں طرف بیڈ ٹشوز کی لگی چھوٹی سی ڈھیری مٹھیوں میں اُٹھا کر روم ڈسٹ بین میں پھینک آیا--- ہاتھ دھو کر روم سے نکل گیا--- نیلم اسکے روم میں ہی بیٹھی رہی پھر بیڈ پر آہستہ آہستہ اوپر ہوتی لیٹ گئی

گلاس رکھنے کی آواز پر اس نے آنکھ کھولی

مجھے آپ کی سب سے بری عادت پتا ہے کیا لگتی ہے---وہ اسے میڈیسن دیتا بولا

نیلم نے ہتھیلی آگے کی اور سوالیہ انداز میں اسکا چہرہ دیکھنے لگی

یہ جو آپ اپنی منوانے کو بھوک ہڑتال کرلیتی ہیں--- وہ اسے دودھ کا گلاس تھما رہا تھا

پورا فنش کریں---- اسے گلاس منہ سے الگ کرتا دیکھ کر وہ ٹوکنے لگا

مجھے بچوں کی طرح ٹریٹ مت کریں---وہ تنکی

بچوں کی طرح؟؟؟ کم از کم بھی آپ مجھ سے دس سال چھوٹی ہوں گی--- وہ میڈیسن ڈرا میں رکھتا بولا

عمر کا کیا ہے رشتے میں تو ہم برابر ہیں نا--- اس نے خالی گلاس میجر عاص کی جانب بڑھایا تو وہ کچھ بولے بغیر گلاس لے گیا--- نیلم اسکے کمرے میں اسی کے بیڈ پر پورے استحقاق سے لیٹی خوابِ خرگوش کے مزے لے رہی تھی

****

نیویارک کے ایک خوبصورت اپارٹمنٹ میں گلاس وال سے باہر کا منظر دیکھتا وہ شخص سگار کے لمبے لمبے کش لے رہا تھا اس سے نکلتا دھواں کوئی بہت دل کے قریب رہنے والے کی شبیہ بنا رہا تھا--- اسکے بھورے بال آج بھی اُتنے ہی چمکیلے تھے اور بھوری آنکھیں اُتنی ہی نشیلیں وہ آج بھی پینٹ کوٹ میں ملبوس تھا وہی ایک ہاتھ پینٹ کی جیب میں ڈالنا اور

دوسرے سے سگار پینے والا انداز. اسکے پیچھے پانچ ملکوں کی پولیس تھی تو اسکے ساتھ پانچ مختلف ملکوں کی سیاسی شخصیات مگر اسکے رویے میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی

ہیلو!!!

---منہاج نام ہے میرا

آں ہاں--- لوکیشن ٹریس کرنے کی ضرورت نہیں ہے---تم لوگ مجھے نہیں ڈھونڈ سکتے------ میں خود آؤں گا--- وہ ایسے بات کررہا تھا جیسے میٹنگ کرنے جانا ہو کسی سے

کب؟؟؟ کب آؤ گے؟؟؟ قیامت کے روز؟؟؟ کرنل زاکر شاہ پھنکارا

جب تم بلاؤ--- منہاج نے سگار کا دھواں گلاس ڈور پر چھوڑا مِڈ ٹاؤن منہاٹن اس گلاس ڈور سے صاف نظر آتا تھا

میری ایک شرط ہے---اس نے بے تاثر لہجے میں کہا

کیا؟؟؟ منہاج کی بھوری آنکھوں میں سبز جانچ آسمائے تھے کوئی خوبصورت سا عکس لہرایا تھا

کیپٹن نیلم آئے گی مجھے گرفتار کرنے!!!

****

وہ دونوں ہاتھوں کی اُنگلیاں ایک دوسرے میں پھنسائے صوفے پر بیٹھا تھا سامنے بیڈ پر وہ سو رہی تھی--- پُرسکون نیند--- دس راتیں میجر عاص نے اسے پاگلوں کی طرح جاگتے گزارتے دیکھا تھا مگر وہ اسے سمجھانا چاہتا تھا کہ جو اِس نے کیا وہ غلط تھا کم از کم ایک کیپٹن کی پوسٹ پر موجود فرد ایسا کام نہیں کرسکتا جسکا نیلم ابرارا کو اچھے سے احساس تھا حقیقت تو وہی جانتی تھی کہ اُس نے یہ سب پاکستان کیلیے کیا تھا---یہاں کے باشندوں کیلیے مگر میجر عاص سے اپنی توہین کا بدلہ لینا اس نے فرض سمجھا تھا

اس نے بےخوف سوتی نیلم کو دیکھا اور اُٹھ کر ٹہلنے لگا اسکے اندر کا اضطراب کم نہیں ہورہا تھا

کرنل زاکر شاہ نے جب سے منہاج کی ڈیمانڈ بتائی تھی تب سے وہ بےچین تھا کیوں؟؟؟

وہ بیڈ پر سوئی بےخبر نیلم کے پاس آیا اسکی نیند خراب نہ ہو اسی ڈر سے اُس نے اسے اُٹھایا نہیں تھا اور خود لانج میں سوگیا تھا مگر جب سے یہ اطلاع ملی تھی عجیب سی بےقراری لگ گئی تھی دل کو!!!

وہ بیڈ لے کنارے آبیٹھا--- اسکی نظریں ان شہد رنگ بالوں میں اُلجھنے لگیں--- دھیرے سے ہاتھ بڑھا کر اس نے نیلم کے منہ پر آئے بال ہٹائے یو لگا بادلوں میں چھپا چاند باہر آگیا ہو---اسکے ناک میں پہنی نوز پِن چمکنے لگی--- میجر عاص نے اسے ہلکے سے اپنی اُنگلی

سے چھوا--- عجیب سی بےخودی اس پر طاری ہونے لگی--- اسکے ہونٹوں کے پاس بیٹھے تل کو دیکھنے لگا--- اسے محسوس ہوا وہ جاگ رہی ہے--- جیسے بھی حالات رہے ہوں وہ انٹیلیجنس سے تعلق رکھنے والی لڑکی تھی--- اتنی گہری نیند کیسے سو سکتی تھی

نیلم مجھے پتا ہے آپ جاگ رہی ہیں---وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتا بولا

--نیلم شش و پنج میں پڑگئی اُٹھے یا سوتی بنے

مجھے ایک ضروری بات کرنی ہے آپ سے---- وہ بیڈ سے نیچے اُترا نیلم بھی اسکے پاس ہی آکھڑی ہوئی

کیا بات ہے؟؟؟ منہاج مل گیا؟؟؟ اس نے پوچھا

وہ گرفتاری دینے کو تیار ہے مگر---وہ رُکا

مگر کیا؟؟؟

وہ چاہتا ہے کہ کیپٹن نیلم اُسے گرفتار کرنے آئے--- اس نے دونوں ہاتھ بیلٹ پر ٹِکائے نیلم کو دیکھا جسکے چہرے پر جلال اُتر آیا تھا

ہم ہرگز اب اُسکے سامنے اُس کے پاس نہیں جائیں گے--- وہ نفی میں سرہلاتے بولی

آپ اُس کے قریب مت جائیں-- دور رہیں اُس سے بس ہمارے ساتھ چلی جائیں--- وہ یہی مناسب سمجھا تھا--- مگر نیلم کا چہرہ اچانک سُرخ پڑگیا--- اسکی آنکھیں انگارے چبانے لگیں

---اسنے آگے بڑھ کر عاص کو گریبان سے تھام لیا

تم نے ہمیں اُس کتے کے سامنے ہڈی کے طور پر پھینک دیا ہے اور تم کہہ رہے ہو کہ ہم؟؟؟

ہم اُسکے قریب جاتے ہیں؟؟؟ ہم اُس سے دور رہیں--- اس نے پل بھر میں آپ سے تم تک کا فاصلہ طے کیا تھا

---آپ اپنی حدود میں رہیں--- وہ لہو رنگ آنکھوں سے اسے تکتا دھاڑا تھا

چلاؤ مت--- مت چلاؤ مسٹر عاص عالم--- ہم جانتے ہیں جب وہ اِس ہڈی کو اُچکنے کیلیے لپکے

گا تم اپنے بچھائے جال کی رسیاں کس لو گے--- تمہیں بس اپنا دیس اپنا ملک دس ہزار بندہ نظر آرہا ہے--- ہم نظر نہیں آرہے؟؟؟ ہم منکوحہ ہیں تمھاری--- کچھ تو غیرت سے کام لو-- وہ عجیب ہذیانی انداز میں چلارہی تھی-- میجر عاص اسکی سوچ پر ششدر کھڑا تھا--- اس نے ساکت نظروں سے بپھری نیلم کو دیکھا

مم--- میں نے تمہیں ہہ---ہڈی---- اسکے منہ سے الفاظ نہیں ادا ہورہے تھے--- اس نے اُسے گن چلانا سکھائی, کراٹے سکھائے اسے اتنی ٹریننگ دی--- پھر اس کی حفاظت کا ہر سامان کیا--- جب منہاج نے اسے ایموشنلی ٹریپ کرنا چاہا تو اسنے نیلم کو سیلف ڈیفنس کی اجازت دی اور مشن کو پھینکا بھاڑ میں اور اب وہ اسے کہہ رہی تھی کہ وہ اسے استعمال

کررہا ہے----یہ رشتہ بھی اُس نے اپنی مرضی سے جوڑا--- ایگریمنٹ بھی خود سائن کیا مگر آخر کار سارا الزام آیا اس کے

سر --- وہ خاموشی سے باہر نکل گیا--- نیلم جو اسکی جانب سے کسی سخت قسم کے ردِ عمل کے انتظار میں تھی اسکی شکایتی نظریں دیکھ کر سہم سی گئی تھی--- حقیقت تو یہ تھی کہ وہ منہاج سے خوفزدہ تھی اتنی مشکل سے تو اُس آواز سے جان چھوٹی تھی کہ پھر

****

کل کرنل زاکر شاہ آئے تھے کیپٹن نیلم سے بات کرنے اور اسکی غلط فہمی اور چھوٹی گھٹیا سوچ بدلنے کہ وہ اسے استعمال کررہے ہیں کل تو میم بشرہ کیپٹن اریج کیپٹن منزہ سب جائیں گے تو کیا وہ ان سب کو استعمال کررہے ہیں؟؟؟ ان کی برین واشنگ ہی تھی کہ اسکا دماغ کچھ حالات پر واپس آیا تھا

ایک بار پھر ان کے درمیان بات چیت بند ہوچکی تھی--- وہ اپنا سپائے ائیر پیس پھر سے نکالے بیٹھی تھی--- اسے کل جانا تھا ان سب کے ساتھ وہ اپنی تیاریاں مکمل کر رہی تھی-

-- اس سے پہلے وہ نہا کر نکلی تھی جب میم بشرہ نے اسکے بالوں کی لمبائی دیکھنے کو ان کرلز ختم کردیے اسٹریٹ بال گھٹنوں کو چھونے کی کوشش کررہے تھے

---وہ وائرز میں اُلجھی ہوئی تھی جب میجر عاص کمرے کے اندر داخل ہوا

آپکی نوز پِن کہاں ہے؟؟؟ اسکے سوال پر نیلم ابرار ٹھٹک سی گئی تھی--- وہ سمجھتی تھی وہ اسے دیکھتا تک نہیں ہے مگر چند سیکنڈز میں اتنی ننھی سی تبدیلی وہ محسوس کرگیا تھا

یہ لیں--- اس نے ہتھیلی نیلم کے سامنے پھیلائی وہ وائرز چھوڑ کر جھٹکے سے اُٹھی تھی--- کُھلے بال دائیں شانے پر بکھر بکھر سے گئے

آپ نے بال کیوں اسٹریٹ کروائے؟؟؟ وہ قدرے ناگواری سے پوچھ رہا تھا--- نوزپِن کی طرف بڑھتا اسکا ہاتھ یک لخت ہی ٹھہر سا گیا تھا--- ستارے نیلم ابرار کے آس پاس گردش کرنے لگے

وہ--- ویسے ہی--- وہ محوِ حیرت تھی کہ کل والی تلخ کلامی کے باوجود وہ بول رہا تھا

جائیں واش کر کے آئیں ہیئرز---اس نے نیلم کو حکیمہ لہجے میں کہا

مگر کیوں؟؟؟

کیوں کہ میں کہہ رہا ہوں--- وہ سختی سے بولا

نہیں مان رہے ہم آپ کی بات--- پہلی مرتبہ تو اس نے بال اسٹریٹ کیے تھے

مجھے آپ کی یہی بات اچھی نہیں لگتی--- وہ تپ کر بولا

ہونہہ--- آپ کو تو ہماری کوئی بھی بات اچھی نہیں لگتی--- وہ تیکھے لہجے میں کہتی نوز پِن ڈالنے لگی

یہ بھی ہے---- ٹائیگر نے اسکے ہاتھ سے نوز پِن لیتے کہا

یہ یہ تو واپس کرتے جائیں--- ہماری نوز پِن--- اسکے چلاتے چلاتے وہ دروازہ زور سے مارتا نکل گیا

****

منہاج وعدے کے مطابق حاضر تھا اسکا پلازہ ویسے ہی جگمگا رہا تھا گارڈز کی ویسے ہی سیکیورٹی تھی---

وہ اپر فلور میں سے ایک پر موجود تھا جہاں ہیرے پڑے ہوتے تھے--- اس نے تمام گارڈز کو نیچے بھیجا اور خود وہ روم کھول کر اندر داخل ہوگیا--- ڈیجیٹل لاک کھولے تو ہیروں کی چمک نے ان بھوری آنکھوں کو چندھیا دیا-- ہیرے اتنے تھے کہ ان کی چمک نے پورے کمرے کو منور کررکھا تھا

ایم آز پلازہ کے اوپر آرمی ہیلی کاپٹرز گھوم رہے تھے تو نیچے پولیس کی گاڑیاں تھیں اسکے فارم ہاؤس پر بھی اسی طرح حملہ کیا گیا تھا---گارڈز بھاگنے لگے-- بندوقیں پھینک کر چھتیں پھلانگ کر--- میجر عاص ہیلی کاپٹر کے اوپر سے پورا ویو دیکھتا پولیس آفیسرز کو گائیڈ کررہا تھا اسکے پلازہ سے درجنوں افراد ایسے ملے تھے جو نا زندوں میں تھے نہ مردوں میں-- اسکے فارم ہاؤس کا بھی یہی حال تھا

پیٹر کو ایس پی بلال نے ہتھکڑیاں لگا کر اندر پھینکا تو وہ اسے انگریزی میں گالیاں نکالنے لگا

کیپٹن نیلم آپ سب سے اوپر والے فلور پر چلی جائیں--- میجر عاص کی آواز اپنے ائیر پیس میں سُن کر وہ لفٹ کے ذریعے اوپر بھاگی

کیپٹن نیلم کے سوا کوئی نہ آئے----- کرنل زاکر شاہ کو اس نے ایک بار پھر وارن کیا

نیلم ریوالور اوپر کی جانب کرتی چوکنا سی اوپر آئی ہر طرف خاموشی تھی صرف نیلم کی تیز سانسوں اور قدموں کی آواز آرہی تھی

وہ کوریڈور کے آخری روم میں داخل ہوئی اور ٹھک کر کے دروازہ کھولا اندر کوئی نہیں تھا سوائے کھلی الماریوں سے جھانکتے ہیروں کے ان کی چمک کے مگر نیلم ابرار نے ایک بار بھی ان کی جانب نہیں دیکھا تھا--- وہ دروازے سے اندر داخل ہوکر سیدھی جارہی تھی جب اس نے اپنے پیچھے دروازہ بند ہونے کی آواز سنی

ٹھک

پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہی تھا جسکی اُمید تھی وہ ایک ایک مضبوط قدم اُٹھاتا اس تک آیا

اسکے قدموں کی دھک دھک نیلم ابرار کو اپنے دل میں محسوس ہورہی تھی

بڑی منزلوں کے مسافر چھوٹا نہیں رکھتے گڑیا!!! صاعقہ کی ماضی میں کہی بات اسے یاد آئی

کون ہو تم؟؟؟

کہاں سے آئی ہو؟؟؟

کیا مقصد ہے تمہارا؟؟؟

میں یہ سب نہیں پوچھوں گا میں جانتا ہوں تم جو کوئی بھی ہو میری خیر خواہ نہیں ہوسکتی

وہ ٹھہر ٹھہر کر بولتا اسکے سامنے آکھڑا ہوا

تو وقت آگیا تھا نیلم ابرار موت کے منہ میں ہاتھ ڈالنے کا صحیح وقت تو یہ تھا

کیپٹن نیلم!!! میجر عاص نے پکارا

میں کیپٹن نیلم ہوں

میجر عاص عالم کی بیوی

میں آئی ایس آئی کیلیے کام کرتی ہوں

تم نے صحیح کہا میں تمہاری خیر خواہ نہیں ہوں--- ہو ہی نہیں سکتی کیوں کہ خیر کا لفظ تو تمہارے ساتھ لگتا ہی نہیں--- وہ بھی جواباً اسی کے انداز میں بولی

منہاج نے بھی پسٹل نکال لی--- اور چل کر اسکے قریب جانے لگا--- دور رہنا نہیں تو فائر کردوں گی--- اس نے ایک گولی چلائی منہاج نے پیر اُٹھالیا دوسری بار بھی یہی ہوا اور تیسری بار بھی مگر وہ اس تک پہنچ گیا تھا

اسکی گردن کے گرد لگے لوپ کو کھینچ دیا--- اسکا ائیر پیس کام کرنا بند کرگیا

کیپٹن نیلم؟؟؟ میجر عاص کی آواز کا گلا گھونٹ دیا گیا

میں منہاج عز ضحاک ہوں

آئی ایس آئی مجھے ایم آز کے نام سے جانتی ہے

انڈر ورلڈ مجھے بلیک سٹار کہتا ہے

کیپٹن نیلم میری ملکہ ہے

اس نے نیلم ابرار کی آنکھوں میں جھانکا

تم ہمیں خوفزدہ کرنا چاہتے ہو تو سن لو ہم تم جیسے درندے وحشی سے نہیں ڈرتے--- وہ شیرنی کی طرح دھاڑی

جانتا ہوں---مگر کیا تم جانتی ہو کہ یہ سامنے کھڑا انسان درندہ اور وحشی کیوں بنا؟؟؟

نہیں اور نا ہی میں یہ جاننے میں انٹرسٹڈ ہوں---وہ تنکی

بیٹھ جاؤ--- منہاج نے کہا

میں بغیر بتائے وار نہیں کرتا تمہیں بتا کر تمہیں ماروں گا--- اس نے فاصلے پر ہوتے کہا تو نیلم نیچے بیٹھ گئی

منہاج نے کافی

سارے ہیرے مٹھی میں اُٹھائے اور لا کر اسکی جھولی میں ڈال دیے---- وہ کھڑا ان ہیروں کا بہائے جارہا تھا الماس نیلم ابرار کی گود میں بکھرے پڑے تھے

کیا ان کی چمک ایٹریکٹو ہے؟؟؟ وہ پنجوں کے بل اسکے سامنے بیٹھ گیا

بالکل بھی نہیں--- اس نے خود ہی جواب دیا--- تمہارے آس پاس بکھرے ہیں یہ ہیرے مگر تم ان سے کہیں زیادہ قیمتی اور ایٹریکٹو ہو--- اس نے ہیرے اُٹھا کر یوں ہی نیچے بکھیر دیے اور نیلم کے سامنے بیٹھ گیا

میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ میں کون ہوں؟؟؟ اور تم مجھے خوشی سے سنو گی کہ اس کی ایک بڑی قیمتی ادا کروں گا میں--- اپنی آزادی کو تمہاری محبت کی کامیابی کے نام کردوں گا---وہ ریلیکس ہو کر بیٹھ گیا--- نیلم اسے سننے لگی

میں سعودیہ عرب میں پیدا ہوا تھَا---اس نے شروع کیا

مگر کافر---- نیلم نے اسکی بات کاٹی

نہیں میں مسلمان ہوں--- وہ نفی میں گردن ہلاتا بولا

Muslims are not terrorists if you are a terrorist, you are not a Muslim

مسلمان دہشتگرد نہیں ہوتے اگر تم دہشتگرد ہو تو تم مسلمان نہیں) نیلم نے سختی سے اسکی (بات کاٹی

ہاہاہاہا---آدھے دہشتگرد مسلمان ہیں--- وہ قہقہہ لگا کر ہنسا

وہ مجاہد ہیں جنہیں انگریز دہشتگرد کہتے ہیں--- وہ دہشتگرد نہیں ہیں--- مجاہد اور دہشتگرد میں بہت فرق ہوتا ہے--- تم نے کبھی قرآن پڑھا ہو تب نا---وہ اسکی بات پر بھڑک کر بولی تھی

قتل گناہ کبیرہ ہے اور اسکی معافی مانگ لو--- گو کہ انسان معاف نہیں کرتے مگر رب معاف کردے شاید--- اپنے آپ کو پولیس کے حوالے کردو--- نیلم نے اسکے جھکے چہرے کو دیکھا

کبیرہ گناہ بغیر توبہ معاف نہیں ہوتے--فرمانِ الٰہی ہے: اگر تم کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرو تو ہم تمہارے (صغیرہ) گناہوں کو (ویسے ہی) معاف کردیں گے اور تم کو باعزت (مقام(جنت) میں داخل کریں گے۔(النساء:31

جھکے جھکے سر کے ساتھ اس نے پڑھا--- پھر رُک کر نیلم کا حیران چہرہ اور پھٹی پھٹی آنکھیں دیکھیں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے، اس کی سزا ہمیشہ کے لیے جہنم، اللہ کا غضب، اس کی لعنت اور اس (قاتل) کے لیے بہت بڑا عذاب تیار ہے۔ (الاسراء: 31) -- نیلم کی آنکھوں میں دیکھتے اس نے ایک اور آیت کریم کا ترجمہ سنایا

تت----تم---- نیلم پر کپکپی طاری ہونے لگی---اس نے اپنے ہاتھوں لغزش محسوس کی تھی

میں نے قرآن پاک کو حفظ کیا--- یاد رکھا پھر بھول گیا---وہ ٹھہرا

میں خود کو حق پر سمجھتا تھا کہ خون کا بدلہ خون---- اور اس ایک حق نے میرے کتنے ناحق قتل کروا دیے--- اس نے اپنے ہاتھوں کو دیکھا

میں آج یہاں ہوں تو صرف تمہاری وجہ سے--- میرے اپنے تو سارے مر گئے تھے مگر جب تمہیں کھودیا تو میں نے سوچا تم تو ایک لڑکی ہو جو مجھے اچھی لگتی ہو اس کے سوا تو ہمارا کوئی رشتہ نہیں کوئی بھی نہیں--- چند لمحات کا ساتھ بس اور جنہوں نے بیس بیس تیس تیس سال اولادوں کے ساتھ گزارے جب یونیورسٹی سے وہ واپس نہیں آتے ہوں گے کوئی نشے سے کوئی بلاسٹ سے مر جاتا ہوگا تو وہ کتنا تڑپتے ہوں گے--- روتے چلاتے ہوں گے پاگل ہوجاتے ہوں گے جیسے میں ہوگیا تھا اپنے خاندان کی تباہی پر--- میری بہن آئی تھی پاکستان ڈاکٹر بننے یہاں اُسے جلا دیا گیا مار دیا گیا میری آنکھوں کے سامنے میری کائنات میری ثوبی کو چھوڑ کر فوج کے بندے ہر بچے کو نکال رہے تھے--- وہ خوف سے بارود بھرے ٹرک کے پاس کھڑی تھی--- مگر کسی نے اُسکی مدد نہیں کی ہمیں جانے نہیں دیا--- میں نے ہاتھ جوڑے پیر پکڑے مجھے جانے دو مگر تم لوگ سمجھتے ہو تم لوگ سب

کر سکتے ہو اور ہم کسی لائق نہیں---ٹرک پھٹ گیا میری آنکھوں کے سامنے میں میری کائنات جلتی رہی--- وہ آگ میں جل رہی تھی تت---- تم سوچو اسے کتنی تکلیف ہوئی ہوگی کتنا درد ہوا ہوگا--- میں تو اُسے چولہے کے پاس نہیں جانے دیتا تھا مگر اُس دن؟؟؟ پھر بابا سب چھوڑ چھاڑ کر ہر رکاوٹ توڑ کر اُس رک پہنچے مگر آگ کے شعلوں نے اُنہیں بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا--- میں جانا چاہتا تھا اُنہیں بچانے مگر اس ملک کی فوج نہیں مجھے جکڑ لیا آگ کی نذر ہونے سے بچالیا میں چلا رہا تھا کہ چھوڑ دو مجھے ورنہ میں آنے والے وقت میں تم لوگوں کو نہیں چھوڑوں گا اور میں نے انہیں پھر نہیں چھوڑا-- نہیں چھوڑا--- اسکی آواز مدھم ہونے لگی

تم لوگ یہ سوچتے ہو کہ فلاں شخص دہشتگرد ہے---- یہ کیوں نہیں سوچتے کہ وہ ایسا کیوں ہے؟؟؟ اس نے شکوہ کرتی نظروں سے کیپٹن نیلم کو دیکھا

میں بدلے کی آگ میں بھڑک رہا تھا مجھے اس فوج سے بدلہ لینا تھا جس نے تمام ---اسٹوڈنٹس کو بچا لیا تھا سوائے میری بہن کے

یہ محظ ایک حادثہ تھا, ایسا ہونا تھا ورنہ اُنہیں کیا پتا تھا کہ وہ لڑکی کون ہے---- کسی نے جان بوجھ کر اُسے مرنے کو نہیں چھوڑا ہوگا--- یقین کرو میرا--- ہم (بطور فوج) ایسے نہیں ہیں--- وہ اس کی بات کاٹتی اسکی غلط فہمی دور کرنے لگی

نہیں تھا یہ ایک حادثہ سوچی سمجھی پلاننگ تھی آخر میں میری بہن ہی کیوں رہ گئی؟؟؟ کیوں تم لوگ سمجھتے ہو تم لوگ اپنے ملک کی حفاظت کرتے ہو؟؟؟ ہزاروں لوگ مرتے

ہیں اور تم لوگ سکون سے سوتے ہو یہ ہوتی ہے حفاظت؟؟؟ کیپٹن نیلم کا دل چاہا کہ بتائے اسے کہ وہ کیسے دن رات زخمی ہوتے رہے ہیں گولیاں کھاتے رہے ہیں موت کے کنارے سوتے رہے ہیں وہ بتائے اسے کہ وہ اس کے پلازہ میں ایک رات نہیں سو سکی--- ایک دن سیر ہوکر نہیں کھاسکی--- مگر وہ خاموش رہی جیسے صاعقہ اسے سمجھاتی تھی اسے سمجھ نہیں آتا تھا ویسا ہی سامنے بیٹھے شخص کو بھی نہیں آنا تھا جس پر گزری ہو وہی سمجھ سکتا ہے

----تو یہ ہے تمہاری فوج سے نفرت کی وجہ؟؟؟ صرف ایک حادثے کو

صرف ایک حادثہ نہیں تھا(وہ شیر کی دھاڑ سے بھی زیادہ اونچا دھاڑا تھا کہ کمرے کے درو دیوار ہِل کر رہ گئے اس کی آنکھیں لال انگارہ ہوگئیں مٹھیاں بھینچ گئیں) نہیں تھا وہ ایک حادثہ پوری زندگی اُجڑ گئی میری--- اس نے نیلم کو کاندھوں سے پکڑ کر جھنجھوڑ ڈالا

میں ایک خوشحال انسان برباد ہوگیا میرا آشیانہ اُجڑ گیا میرا وہ غریب خانہ نذرِ آتش ہوگیا-- سب ختم ہوگیا اور ایک انتقام میں پاگل شخص ایک دہشتگرد سامنے آگیا--- اس نے نیلم کو جھٹکے سے چھوڑا

تمہیں کہا تھا کہ مجھے دھوکہ مت دینا--- مت دینا مجھے دھوکہ, تم نے بھی وہی کیا جو اُس نے کیا تھا--- مجھے انتقام کو اُکسایا--- مجھے ایک اٹھارہ سال کے لڑکے کو جسکے سامنے اُسکی بہن اُسکا باپ تڑپ تڑپ کر مر گیا اُسکو اپنے گندے کاروبار میں استعمال کیا--- مہینوں قید رکھا-- ٹارچر کیا مجھے جنسی زیادتی کا نشانہ بنایا--- وہاں سے مجھے بلیک سٹار نے نکالا اُس گند

سے غلاظت سے کھینچ کر اُس نے مجھے نکالا--- میرے درد سنے مجھے اپنا دایاں بازو بنایا مجھے بہت سے مکان دیے گھر نہیں دے سکا---- اُس کا اپنا بھی کوئی گھر نہیں تھا ہم جیسے لوگ مکانوں میں رہتے ہیں, لوگوں کی نفرتوں میں رہتے ہیں آہوں میں یاد کیے جاتے ہیں-- اور میں پاگل (اپنے ماتھے پر مکا مارا) میں تمھارے دل میں جگہ بنانا چاہتا تھا--- بہت محبت کی میں نے اُس سے بھی تم سے بھی مگر محبت مجھے راس نہیں آئی--- اُس کی محبت کی بھی بڑی قیمت چکائی میں نے منہاج سے ایم آز اور بلیک سٹار بن گیا اور تمہارے بارے میں سب جاننے کے باوجود پیٹر, حبیب, شاکر کے منع کرنے کے باوجود میں نے تمہیں اپنے پاس رکھا اپنی آنکھوں کے سامنے اور وہ سب کرنے دیا جو تم کرنے آئی تھی--- میں خود تھک چکا ہوں اس فرار سے--- میں نے کہا تھا میرا دل مردہ ہوچکا ہے مگر تم نے, تم نے آکر اُسے زندہ کردیا--- تم نے بہت برا کیا میرے ساتھ--- میرے ضمیر کو جگا کر اچھا نہیں کیا اب میں کبھی سو نہیں سکوں گا--- تم نے بے چین کیا ہے تم ہی سکون بھی دو گی---- وہ اسکا دایاں ہاتھ کلائی سے تھام کر آگے لایا اور اس میں موجود ریوالور دیکھنے لگا---- نیلم جو اسکی درد بھری آواز سُن رہی تھی اسکی داستان سُن رہی تھی عجیب انداز میں اسے دیکھنے لگی---- منہاج نے اسکا ریوالور والا ہاتھ اپنے سینے پر رکھا

مار دو مجھے--- میں بہت بار جیل جاچکا ہوں--- وہاں کی زندگی اچھی نہیں لگتی مجھے---اس نے لب کاٹتی نیلم کو دیکھا

جي لک هو انقي شي في داخلي.

(تم سے محبت ہی ایک خالص چیز ہے میرے اندر)

اس نے نیلم کی نم آنکھیں دیکھیں

تم نے کیوں مارا اتنے لوگوں کو؟؟؟ تمہیں خوفِ خدا نہیں آیا؟؟؟ رحم نہیں آیا؟؟؟ وہ آنسوؤں سے تر آواز میں چلائی اسکے سینے پر دو تین مکے مارے

میں کیسے مان لوں تم اپنے کیے پر نادم ہو؟؟؟ تم اب بھی سارا الزام فوج پر لگاتے ہو اُن پر کیوں نہیں جنہوں نے تمہاری بہن پر حملہ کیا؟؟؟ تم نے اپنے ایک بہن کے بدلے کتنوں کی بہن چھین لیں کتنوں کے بھائی چھین لیے--- وہ ہر آہ میں ہر آنسو میں تمہیں بددعائیں دیتے ہوں گے--- تم نے ہمارے اتنے ساتھی شہید کردیے--- میں کیسے مان لوں کہ تم دل رکھتے ہو؟؟؟ کاش تم پیدا نہ ہوتے تو آج کتنے سہاگ کتنی گودیں زندہ ہوتیں--- تم کہتے ہو میں نے تمہارے دل کو جگایا--- اس نے ہاتھوں سے اپنی جانب اشارہ کیا--- میں نے؟؟؟ میری اتنی اوقات کہ میں ایک مردے میں جان ڈالوں؟؟؟ مجھ گناہ گار کو اللہ تعالیٰ وسیلہ نے وسیلہ بنایا بس کہ تم محسوس کرسکو کہ جب دل کے قریب رہنے والے چھن جائے اُن کی موت کی خبر آئے تو کیسا محسوس ہوتا ہے؟؟؟ مارو تو تم ہمیں جس نے دھوکہ دیا تمہیں--- جو اُسی فوج سے تعلق رکھتی ہے جس کو تو اپنی بہن کا گناہ گار سمجھتے ہو--- مارو ہمیں کہ ہم اُس شخص سے وابستہ ہیں جو تمہارا سب سے بڑا دشمن ہے--- تم نے کیا ستم کیا ہے اُس پر کہ اُسے کوئی جذبہ کوئی لمحہ محسوس نہیں ہوتا؟؟؟ کیوں اپنے درد

اُسکی زندگی میں بھی بھر دیے ہیں کہ اُن کو چُنتے چُنتے ہم زخمی ہو چکے ہیں لہولہان ہو چکے ہیں مگر اُسے تسخیر نہیں کرپائے--- کیا کیا ہے تم نے میجر عاص کے ساتھ کے وہ جینا بھول گیا ہے---وہ اسے مار رہی تھی--- اسکے منہ پر مار رہی تھی اسکے سینے پر مار کر اس سے سوال کر رہی تھی شکوے کررہی تھی--- جنگ تو اپنے اختتام کو پہنچ چکی تھی اب جو باقی رہ گئے تھے وہ دل کے معاملے تھے!!!

کرنل کا بیٹا ہے وہ--- کرنل شہیر عالم کا اُس کے باپ نے میرے محسن (بلیک سٹار) کے خلاف مشن شروع کردیا تھا--- بہت بہادر تھا اُس کا باپ میں نے مروادیا اُسے--- اُسے بہت دھمکیاں دیں--- اُسکے بیٹے کو اغواء کرلیا جب اُس نے sword of honour حاصل کی تھی اُس نے--- ٹریننگ کے دوران اپنی اعلیٰ کارکردگی پر اُسے ٹائیگر کا خطاب دیا تھا اُس کے باپ نے--- فوج کا میں ویسے ہی دشمن تھا اُس کے اتنے قابل بیٹے کو کیسے جانے دیتا؟؟؟ بہت ٹارچر کیا اُسے اتنا تشدد کیا کہ اُس کی روح نکل جائے مگر وہ پھر بھی زندہ رہا اُسکی تصویریں بھیجیں اُسکے باپ کو کہ بلیک سٹار کے خلاف کام نہ کرے مگر نہیں مانا وہ بیٹے کو ملک پر قربان کردیا--- پھر ایک اور میجر آیا اُس نے چھڑوالیا اسے---ورنہ آج وہ زندہ نہ ہوتا--- وہ ہرجذبے سے عاری ایک کہانی کی طرح اسے بتارہا تھا--- اور وہ, وہ --- ہچکیوں سے رورہی تھی--- بلک بلک کر کہ کتنا ظالم تھا

اللہ کرے تمہیں کبھی سکون کی موت نہ آئے---- تم تڑپو ایڑیا رگڑو مگر وہ تمہیں اپنے پاس نہ بلائے--- تمہیں عرش پر فرش پر کہیں پناہ نہ ملے--- عبرت کا نشان بنو تم دنیا

کیلیے--- تم برباد رہو ساری زندگی تمہارے دل میں پچھتاوے رہا--- یہ احساسِ ظلم کا دیمک تمہیں چاٹتا رہے--- ہر اُجڑے گھر کی آہ لگے تمہیں منہاج!!!

وہ میجر عاص پر کیے اسکے ظلم کو سنتی آپے سے باہر ہوگئی تھی چیخ چیخ کر اسے بددعائیں دے رہی تھی اور وہ ساکت بیٹھا سُن رہا تھا

مجھے ماردو--- مجھے تم ہی ماروگی--- میں زندہ نہیں رہ سکتا--- خود اپنے آپ کو نہیں مار سکتا--- مجھے گرفتار نہیں ہونا مجھے مرنا ہے بس!!! وہ ریوالور اسکے ہاتھ میں تھماتا--- منت کرتے بولا

ہم نہیں ماریں گے تمہیں--- اتنی آسان موت نہیں آنی چاہیے تمہیں-- وہ چیخ پڑی تھی

میں تمہیں عاص عالم کے ساتھ جیتے نہیں دیکھ سکتا--- وہ بےبسی سے بولا

ٹھیک ہے ماردو ہمیں--- مگر ہم تمہیں اتنی آسانی سے مرنے نہیں دیں گے---وہ وحشت بھرے انداز میں غرائی

دیکھو ملکہ میں نے قسم کھائی تھی کائنات کی کہ اگر تم دھوکے باز نکلی تو تمہارا خون ضرور بہاؤں گا--- مجھے موقع مت دو ورنہ میں مجبور ہوجاؤں گا--- وہ بےبسی کی انتہا پر تھا---

نیلم نے نفی میں سر ہلایا

(میرے اپنے دل نے مجھے مار دیا)

وہ مدھم آواز میں بولا تھا وہ گھمبیر لہجہ دلکش آواز تو جیسے غائب ہوکر رہ گئی تھی

میری گلابی ڈائیری میری اسٹڈی میں موجود ہے--- وہ تمہارے لیے ہے اگر تم زندہ بچ گئی تو----

اس نے اپنا پسٹل والا ہاتھ نیلم کی ناف کے دائیں طرف رکھا---اسے پورا یقین تھا کہ وہ اسے نہیں مارے گا--- بھلا وہ کیسے اسے مار سکتا تھا جس کی وجہ سے آج وہ اس حال کو پہنچا تھا---مگر اسکے یقین کی ڈور بہت بے رحمی سے ٹوٹی تھی

ٹھاہ!!!

ایم آز پلازہ میں فائر کی آواز گونجی تو پاگلوں کی طرح پورے پلازہ میں اسے تلاش کرتے میجر عاص کے قدم لڑکھڑا سے گئے تھے وہ اس آواز کے تعاقب میں بھاگا تھا--- ایک عالم تھا جو سناٹے میں آچکا تھا ایک پنچھی تھے جو تنکوں کے آشیانوں میں دبک گئے تھے--- ایک جھیل تھی جو آج ساکت ہوگئی تھی--- یہ سناٹا فضا اپنے ساتھ وہاں وہاں تک لے کر گئی تھی جہاں جہاں سے اس لڑکی کا گزر ہوا تھا

نیلم نے پھٹی ہوئی بے یقین نگاہوں سے اسے دیکھا تھا--- ان سبز آنکھوں میں نمی ڈول رہے تھی---سنہری بکھرے بال خون آلود ہوچکے تھے

مجھے معاف کردینا ملکہ--- میری فطرت نہیں بدل سکتی--- اسکے پیٹ سے نکلتے خون کو دیکھنے لگا اور اس لال مادہ سے اُنگلی رنگ کر "م" لکھ دیا

منہاج

ملکہ

میجر

مرکت

وہ اپنے مختلف ناموں اور شصیت کی بناء ایک ہی حرف کے مدار میں گردش کرتے کردار تھے--- ان تینوں کرداروں کے پاس ان کے الگ الگ چہرے کی بناء پر الگ الگ نام تھے--- وہ جنگ کے دوران جذبوں سے کھیل رہے تھے--- اور ایک دوسرے سے ٹکراتے زخم کھارہے تھے

نیلم پر ایک آخری الوداعی نگاہ ڈالتے اسکے گال کو چھوا--- خون اسکے سفید پڑتے چہرے پر بہت نمایاں نظر آرہا تھا---وہ اُٹھ کر باہر جانے لگا--- ہیرے آس پاس بکھرے پڑے تھے سب کھلا تھا مگر اب دل کی دنیا بدل چکی تھی اُسے کسی نے نہیں ہرایا تھا وہ خود ہارا تھا خود اپنے آپ سے ہار گیا تھا--- اس نے دروازے کی ناب گھمائی اور اگلے ہی لمحے فائرنگ کی آواز ایک بار پھر ایم آز پلازہ میں گونجنے لگی مگر اس بار ایک فائر نہیں تھا--- ایک دو تین

چار--- اسکی ٹانگوں پر کیپٹن نیلم نے اتنے نشان ڈال دیے تھے کہ وہ فرار نہیں ہو سکتا تھا--
- میجر عاص نے اسے لمحے دروازہ کھولا تو منہاج پورے قد سے اسکے پیروں میں آ گر تھا--
- اسکے چہرے پر تکلیف اور کرب کے آثار تھے وہ گھٹنا پکڑنے کی کوشش کر رہا تھا جس میں گولی اس شدت سے گھسی تھی کہ درد اس سے برداشت نہیں ہو رہا تھا وہ ویسے بھی برداشت کے معاملے میں ایک کمزور انسان تھا

کیپٹن نیلم--- میجر عاص اسے ایک نظر دیکھنے کے بعد کمرے کے اندر پڑی نیلم کو دیکھ رہا تھا

Sir upper floor, last room!!!

میجر عاص نے وائرلیس میں یہ الفاظ ادا کیے تھے اور اندر بھاگا

کیپٹن نیلم!!! وہ اسکی جان آنکھوں میں آچکی تھی--- وہ بےسدھ پڑی تھی ریوالور اب بھی اسکے ہاتھ میں تھا

انس ایمبولینس کو بلاؤ جلدی اس نے پھر رابطہ کیا--- اور آگے بڑھ کر نیلم کو اُٹھا لیا--- اسکا بےجان وجود میجر عاص کے بازوؤں میں مقید تھا--- اور میجر عاص کے چہرے پر رقم محبت, فکر, پریشانی منہاج عز ضحاک کی نظروں سے پوشیدہ نہ رہی تھی---وہ راستے میں پڑے منہاج کی زخمی ٹانگوں پر سے گزر کر اسے یونہی بانہوں میں لیے نکل گیا تھا--- منہاج پر ایک نظر نہیں ڈالی تھی اور منہاج کی نظر نے جو دیکھا تھا وہ بہت جان لیوا تھا

اسکا اُٹھا ہاتھ پہلو میں گرگیا--- میجر عاص کی پُشت اور نیلم کے بےجان لٹکتے بازو آخری منظر تھا جو اس نے راہداری میں دیکھا تھا

دل کے ستائے لوگ

یہ اپنے پرائے لوگ

تاریک نگری میں

شمع جلائے لوگ

محبت کی آس پر

دہلیز سجائے لوگ

بیجِ اُلفت سے

درخت لگائے لوگ

آتشِ عشق سے

دل بجھائے لوگ

جُھکے کاندھوں پہ

درد اُٹھائے لوگ

غمِ محبت میں

رب بھلائے لوگ

دیدِ یار کی خاطر

چین لُٹائے لوگ

چاندنی راتوں میں

نین لڑائے لوگ

ہائے!!! یہ محبت میں

مات کھائے لوگ

ایم آز پلازہ کا کوریڈور اب پولیس آفیسرز اور آرمی آفیسرز سے بھر گیا تھا--- کرنل زاکر شاہ اور ایس پی بلال اسکی جانب بڑھ رہے تھے اسکی آنکھیں بند ہونے لگیں---- ایک اور دھوکہ!!!

****

ایمبولینس ابھی تک نہیں آئی تھی--- وہ ایم آز پلازہ کے لان میں بےہوش پڑی زندگی اور موت کی کشمکش کو جھیل رہی تھی--- وہی لان جہاں کبھی اس کے لیے سازشیں کی جاتی تھیں آج وہاں کوئی شاکر کوئی منہاج اسکے خلاف سازش کرنے والا نہیں تھا اگر کوئی تھا تو اسکے لیے تڑپتا ایک وجود---

نیلم آنکھیں کھولو نہیں تو میں تمہیں جان سے مار دوں گا---وہ اسکے گال تھپتھپاتا بے بسی سے چلایا تھا حالانکہ وہ جانتا تھا وہ موت سے نہیں ڈرتی!!!

اسکے اوپر جھکا وہ بار بار اسکی مدھم چلتی سانسوں کو محسوس کررہا تھا--- اسکا یہ حال وہاں موجود کسی بھی فرد کو حیرت کے سمندر میں غوطہ زن ہونے پر مجبور کرسکتا تھا

ایمبولینس کا سائرن بج رہا تھا!!!

****

ٹائیگر ایم آز پلازہ اور فارم ہاؤس سے بہت سے نیم مردہ افراد نکلے ہیں جس میں دو افراد پولیس محکمے سے تعلق رکھنے والے ہیں اس میں سے ایک کی ڈیتھ ہوگئی ہے اور ایک کی ٹانگیں کاٹنی پڑی ہیں---

باقی افراد عام لوگ ہیں وہ سب منہاج کے ساتھ ہی کام کرتے تھے--- اُن کو بھی نہیں بخشا اُس نے تین اُن میں سے بھی مرگئے ہیں--- کوئی paralyse ہوگیا ہے تو کوئی سماعت سے محروم--- انس اسے ساری رپورٹ دی مگر وہ آئی سی یو کے باہر لگے بینچ پر خاموش بیٹھا تھا--- رف حلیے میں تو وہ ویسے ہی رہتا تھا مگر آج اسکی حالت بہت اُلجھی

ہوئی تھی--- کہنیوں سے جھانکتے مضبوط بازوؤں کو وہ سینے پر باندھے اوپر چھت کی جانب منہ کیے بیٹھا تھا---

منہاج کو ہوش آچکا ہے اُسے کڑی نگرانی میں رکھا گیا ہے--- میڈیا پر تہلکہ مچا ہے وہ پورے مشن کی کوریج کرنے پر بضد ہیں--- اسد زبیر لغاری نے سیاست کے میدان میں کھلبلی مچا رکھی ہے وہ ہر ثبوت کو جھٹلانے پر قادر ہے---- انڈر ورلڈ نے اسے پہچاننے سے انکار کردیا ہے تو--- را کے ایجنٹس کو بھارت تسلیم کرنے سے منکر گیا ہے---- مشن ختم ہوچکا ہے مگر مسائل نہیں---- انس طویل سانس خارج کرتے اسکے برابر بیٹھ گیا---اس نے آج گھر جانا تھا مگر وہ اسکے لیے رُکا ہوا تھا--- میم بشرہ, کیپٹن اریج, کیپٹن منزہ, ان کے دوسرے ساتھی سب گھر جاچکے تھے یا دوسرے مشن پر نکل چکے تھے

گیا ہے---- انس نے successful ٹینشن مت لو--- اُسے ہوش آجائے گا--- آپریشن اس کا شانہ تھپکا

میجر عاص نے ہونٹ بھینچے فقط سر ہلایا تھا

****

اسے ہوش میں آئے تین دن گزر گئے تھے وہ ہوسپٹل کے ماحول سے تنگ آچکی تھی---کوئی نہ کوئی آرمی آفیسرز اس کی عیادت کو آتے رہتے تھے---مگر وہ نہیں آیا تھا جسکا اسے شدت سے انتظار تھا--- وہ ایسا کیسے کرسکتا تھا اسکے ساتھ وہ موت کے منہ سے نکل کر آئی تھی اور وہ اسے دیکھنے تک نہیں آیا تھا--- وہ اس سے بہت ناراض تھی بہت زیادہ اس نے سوچ لیا تھا وہ اب اس کی جانب دیکھے گی بھی نہیں---

ایک ہفتے بعد:

آپ کن کاموں میں لگے ہیں آج کل--- ایک ہفتہ ہی فیمیلی کے ساتھ گزارنا تھا کیا بس؟؟؟ کیپٹن نیلم کچن میں لگے ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھی تھی اور انس فروٹس کاٹ رہا تھا

ایکچوئلی میرے ذمے کام لگا ہے کہ منہاج کے جتنے بھی قیدی ہاتھ لگے ہیں ان کا علاج کروانا ہے وہ سب گواہان کے طور پر عدالت میں پیش کیے جائیں گے---- اس نے فروٹ کی ٹرے نیلم کے سامنے رکھی

کھائیں اسے--- وہ سیب اور انگور اسکے آگے کھسکا چکا تھا---

ٹائیگر امریکہ گیا منہاج کے کیس کے سلسلے میں--- اور اسکے بعد سعودیہ میں بھی ایک کی میٹنگ ہے--- عدالت میں منہاج کا کیس کمزور کرنے کو ٹائیگر تمام ممالک کو یکجا کررہا

ہے--- جس دن آپ ہوش میں آئیں اُسی دن اُنہیں جانا پڑا--- وہ اسکی بے توجہی نوٹ کررہا تھا

وہ اسکی لائی فائلز دیکھ رہی تھی جب ایک مریض کے نام پر اسکا ہاتھ تھم گیا

اے ایس پی آہل اسرار--- اسکے لب پھڑپھڑائے

یہ یہ کیا آہل بھائی--- پلیز آپ مجھے لے کر جائیں آہل کے پاس--- اس کی آنکھوں میں نمی تھی --- اور ہاتھوں پر کپکپاہٹ

چلیں!!!

****

آہل ببب--بھائی--- وہ اسکی قابلِ رحم حالت دیکھ کر تڑپ ہی گئی تھی--- اسکے آنسوؤں بھل بھل بہنے لگے--- منہ پر ہاتھ رکھے وہ لبوں کی کپکپاہٹ پر قابو پانے کی کوشش میں دُہری ہوئے جارہی تھی--- وہ وہیل چیئر پر تھا--- اسکی ٹانگوں پر کپڑا دیا گیا تھا--- نیلم کو دیکھ کر بھی وہ دیکھ نہیں پارہا تھا---

آہل بھائی--- ہم نیلم ہیں گڑیا--- آپ ہمیں پہچان کیوں نہیں رہے؟؟؟ اسکا کمزور چہرہ پپڑی زدہ ہونٹ--- نیلم نے اسکا چہرہ تھاما

آہل بھائی خدا کا واسطہ کچھ بولیں--- کیوں جان نکال رہے ہیں اپنی گڑیا کی---آہل بھائی--- وہ گھٹنے کے بل اسکی چیئر کے پاس بیٹھ اسکی گود میں سر رکھ کر سسک رہی تھی اور وہ اسکی جانب نہیں دیکھ رہا تھا

ان کی دماغی حالت ٹھیک نہیں بہت عرصہ قید اور کم خوراک اور بےپناہ تشدد نے ان کے دماغ پر ایک گہرہ اثر ڈالا ہے--- یہ اب زندگی بھر چل بھی نہیں سکیں گے--- انگنت گولیاں ماری گئیں تھیں ٹانگوں میں--- ان کے گھر والوں کو ابھی تک اس لیے نہیں بتایا کہ ان کی حالت اس لائق نہیں ہے---- انس اسے بتا رہا تھا اور وہ سسک رہی تھی

****

دوپہر بارہ بجے کا وقت تھا جب عجیب اونچے اونچے بولنے کی آواز پر اسکی آنکھ کھلی--- وہ اُٹھ کر باہر آئی تھی جب لانج میں میجر عاص کے بولنے کی آوازیں آرہی تھیں

میں اُسے ڈائیورس دوں گا وہ زبردستی میری زندگی میں گھسی ہے اُس نے یہ نہیں سوچا کہ نکاح تو وہ بلیک میل کر کے کر لے گی مگر طلاق--- طلاق کا حق میں رکھتا ہوں--- اُسے بھی پتا لگے کہ کسی کی زندگی میں اُس کی مرضی کے بغیر داخل ہونے کی کیا سزا ہوتی ہے؟؟؟ وہ بلیک ٹراؤزر پر وائٹ ڈھیلی سی شرٹ پہنے شاید ابھی فریش ہوکر نکلا تھا--- انس کے ساتھ اونچی اونچی آواز میں محوِ گفتگو تھا--- نیلم اپنے کمرے میں گئی گاڑی کی چابیاں ---اُٹھائیں جیکٹ پہنی اور نکل گئ

---میجر عاص اور انس لانج میں اب بھی زیرِ بحث تھے جب وہ میجر عاص کے پاس آئی

ہم نے کیا تھا نا آپ سے نکاح؟؟؟

تو طلاق آپ کیوں دیں گے--- طلاق بھی ہم ہی دیں گے--- جائیں نیلم ابرار نے آپ کو آزاد کیا

آزاد کیا

آزاد کیا--اس نے میجر عاص کے سینے پر دباؤ ڈال کر اسے پوری قوت سے دور دھکیلا وہ ایک قدم بمشکل دور گیا ہوگا--- وہ سُرخ ڈوروں ست سجی سبز آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی

جائیں میجر عاص عالم جائیں آپ کو آج یہ احمق, بےوقوف, بےباک لڑکی آزاد کرتی ہے اپنی محبت سے اپنی دیوانگی اپنے پاگل پن سے---- اس نے اُنگلی اُٹھاتے کہا

اور یہاں یہ یہ---- وہ جیکٹ اُتارنے لگی---- جیکٹ اُتار کر میجر عاص کے منہ پر ماری

یہ لیں اپنی ہمدردیاں--- اب ہم آپ سے اپنی محبت کی بھیک نہیں مانگیں گے--- ہمارا کاسہِ دل خالی رہے گا تو یوں ہی سہی اب نیلم ابرار آپ سے ضد نہیں کرے گی---شاید ہمارے نصیب میں اللہ تعالیٰ نے اس ملک کی حفاظت لکھی تھی جو اپنی عقل اور ہمت کے مطابق ہم نے کی--- شاید منہاج کو اُسکے انجام تک پہنچانے کے اشارے آج مکمل ہوگئے ہیں--- ساری پہیلیاں سلجھ گئیں--- آپ بس ذریعہ بنے اوپر والے نے پہنچانا تو ہمیں اُسی کے پاس تھَا---ہم نے اپنا کام مکمل کیا--- مشن ختم ہوگیا--- اور جو میری جانب سے آپ کے لیے تھا وہ آج ہم نے ختم کردیا--- وہ باہر نکل گئی

ٹائیگر کیوں بولا تم نے وہ سب؟؟؟ انس نے بہت تاسف سے اسے دیکھا

میں اپنی وجہ سے اُسے اور تکلیف میں نہیں ڈال سکتا--- یہی بہتر تھا اُس کے لیے--- وہ اسکی جانب سے پُشت کرتے بولا اور جیکٹ اُٹھانے کو جھکا جب گاڑی چلنے کی آواز آئی

ٹائیگر وہ کار لے کر نکلم گئی ہے غصے میں بھی ہے تم سے بہتر اُسکا غصہ کون جانتا ہے؟؟؟ کہیں کچھ--- انس نے تیزی سے واپس آتے کہا

تم مجھے بتا رہے ہو کار لے کر اُسکے پیچھے نہیں جاسکتے؟؟؟ میجر عاص غصے سے اس پر دھاڑا اور باہر کی جانب لپکا---کار کا دروازہ کھول کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور سپیڈ پکڑلی

نیلم کی کار اس سے کافی آگے تھی یہ ایک گنجان آباد علاقہ تھا-- وہ اوت تیز کار چلا رہی تھی

(میں اُسے ڈائیورس دوں گا)

اسپیڈ اور بڑھادی--- ایک ہاتھ سے آنسو پونچھتے

(وہ زبردستی میری زندگی میں گھسی ہے)

---اسکرین دھندلانے لگی

اسکی آنکھوں میں جیسے کسی نے مرچیں ڈال دیں تھیں

(طلاق کا حق میں رکھتا ہوں)

اور تیز اسپیڈ کردی--- دماغ پھٹنے لگا تھا

نیلم کار روکو---- میں کہتا ہوں کار روکو!!! اسکے برابر اپنی گاڑی لاتا وہ چلایا--- اس نے ان سنی کرتے کہنیوں سے آنکھیں رگڑیں

نیلم پاگل پن مت کرو--- کار روکو--- وہ جتنی تیز اسپیڈ کرتا نیلم اور بڑھادیتی

جائیں آپ--- نیلم ابرار جیے یا مرے آپ کو کیا؟؟؟ وہ کار کی ونڈو سے اسکی جانب دیکھتے چلائی

میجر عاص کا سیل فون پاکٹ میں وائیبریٹ کرنے لگا

میجر عاص تمہیں ایک اسکول کا ایڈریس سینڈ کر رہا ہوں وہاں پہنچو اسد زبیر لغاری نے بچوں کو یرغمال بنا رکھا ہے وہ بس ٹائیگر کی ہی ڈیمانڈ کررہا ہے--- کہتا ہے تم نہیں آئے تو--- کرنل زاکر شاہ کا فون تھا اسے پتا تھا مشن کے بعد ان مسائل سے گزرنا پڑے گا

امریکہ میں بھی اس پر جان لیوا حملہ ہوا تھا مگر وہ مقابلہ کر کے بچ گیا تھا--- یہاں تو ملک کے حکمران ہی غدار نکل رہے تھے

میں آرہا ہوں--- نیلم کی کار آگے نکل

---چکی تھی

اگر اللہ نے چاہا تو پھر ملیں گے کیپٹن نیلم وہ کار ریورس کرچکا تھا

نیلم نے اپنی کار کے شیشے میں اسکی کار کو جاتے دیکھا تھا --- اسکی بےیقین آنکھیں اور بہنے لگیں--- سامنے سے آتے ٹرالے نے اسکی کار کو دور اُچھال دیا تھا

ہم چپکے سے دبے پاؤں

تیری کہانی سے نکل جائیں گے

****

!!! دو سال دو ماہ بعد

آج وہ افغانستان سے واپس آیا تھا منہاج عز ضحاک کا پھیلایا گند اتنا زیادہ تھا کہ دو سال کا عرصہ مزید گزر گیا تھا اسے سمیٹتے سمیٹتے--- اسکی جیپ اسلام آباد کی سڑکوں پر چل رہی تھی--- ہلکی ہلکی کن من برسنے لگی تھی--- اسکے پہلو میں ایک لڑکی چُپکے سے آ بیٹھی تھی--- میجر عاص نے جھٹکے سے جیپ روکی چڑچڑ کی آواز پیدا کرتے ٹائیر سڑک پر رگڑ کھا گئے تھے

(ایک منٹ پلیز یہاں روکیں)

(پلیز روکے نا پلیز پلیز)

(کیا یہاں سے مارگلہ کی پہاڑیاں آتی ہیں؟؟؟) کسی کی یاد اس سڑک نے بہت ظالم طریقے کرائی تھی--- وہ بھولا ہوتا تو شاید کرتا وہ تو اُسے بھولا ہی نہیں تھا

(میجر عاص کیپٹن نیلم کی گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہوگیا ہے)

(ان کے گھر پتا کیا ہے وہ وہاں بھی نہیں گئیں) اس نے اسٹیرنگ پر سر رکھا تھا-- ماضی پیچھا چھوڑنے کو تیار نہیں تھا

آخر کو تھک ہار کر اس نے جیپ پھر آگے بڑھا دی--- مونال ہوٹل پو رُکا سب ویسا ہی تھا کچھ بھی تو نہیں بدلا تھا

وہ پھر اسکے سامنے آبیٹھی تھی--- میجر عاص اسے دیکھنے لگا وہ تیز تیز بول رہی تھی--- ---عادت سے مجبور

آپ کو پتا ہے صاعقہ آپی کو دامنِ کوہ کی سیر کا کتنا شوق ہے۔اُنہیں کریز ہے اسلام آباد) (گھومنے کا، مارگلہ جانے کا- اُف۔۔میں نے پتا ہے اُنہیں کیا مشورہ دیا تھا؟

وہ آس پاس دیکھ رہی تھی اور میجر عاص اسے--- اس نے کافی کا مگ اُٹھایا اور پھر سر

سامنے والی کرسی خالی تھی کوئی نہیں تھا یہاں--- اس نے چیئر کی بیک سے ٹیک لگادی

تمہاری یادیں مار دیں گی---ایک ایک سڑک تمہاری یاد دلاتی ہے---- ایک ایک جگہ پر تمہارا نام لکھا ہے--- ایسی رسیوں سے باندھ کر چلی گئی ہو کہ ان کو جتنا تمہاری یاد سے جلاتا ہوں اُتنا جکڑ لیتی ہیں اور تم کہتی ہو آزاد کیا؟؟؟

وہ اسلام آباد سے اسکی شکایتیں کررہا تھا--- اور اسلام آباد کی فضا بہت خوش تھی پُرمسرت آج اُسے اچھا لگ رہا تھا اس شخص کا اُس وجود کو یاد کرنا جسے وہ ہمیشہ ٹھکراتا آیا تھا

وہ میرانجانی چڑھ رہا تھا--- اس نے آج وہ سب جگہ گھومنے کا عہد کیا تھا جہاں جہاں سے اُسکے ساتھ گزرا تھا

میرانجانی نے دو سال پہلے کچھ محفوظ کیا تھا میجر عاص کیلیے آج وہی الفاظ اسکے کانوں میں گونجے---

(نیلم ابرار آپ کیلیے کسی کی جان لے بھی سکتی ہے اور اپنی جان دے بھی سکتی ہے)

نیلم تم نے اپنی جان کیوں دی رُک جاتی ایک بار میری بات تو سُن لیتی--- تم نے ہمیشہ مجھ سے ضد کی ہے--- کبھی میری بات نہیں مانی----

(اتنی آسانی سے نہیں مرنے والے ہم)

نیلم!!!

نیلم!!!

وہ میرانجانی کی چوٹی پر کھڑا چلایا--- میرانجانی ہنس پڑی---- اسی کی آواز واپس لوٹا دی

نیلم تم نے کہا تھا تم اتنی آسانی سے نہیں مرنے والی--- پھر انس جھوٹ بولتا ہے وہ کہتا ہے کہ تت-----تم---- وہ بےربط بولنے لگا---- میرانجانی پر بھاگنے لگا

نیلم!!!

نیلم!!!

کوئی نہیں تھَا جو اس سے آکر کہتا آپ کچھ پریشان دیکھ رہے ہیں میجر عاص عالم!!!

وہ جب چیخ چیخ کر تھک گیا تو واپس لوٹ آیا--- اب اسکے پاس کوئی نہیں تھا جو اسکے دیر سے آنے پر فکر مند ہوتا اسے کہتا کہ ہم نے آپ کو بہت یاد کیا

وہ آتش جلا کر بیٹھا تھا اسکی نظریں نیلم کی کتابوں پر گئیں جو ٹیسٹ کے دوران اسے پریکٹس کے لیے یہاں دی تھیں--- وہ کتاب کھول کر دیکھنے لگا

-- اُس رات اس نے اپنی زندگی میں گیارہ بارہ سال بعد کیرم کھیلی تھی

لوگ محبت میں بھی اتنے نخرے نہیں اُٹھاتے ہوں گے جتنے میں نے نفرت میں اُسکے اُٹھائے تھے ----

وہ ماضی میں کھویا ہوا تھا

ڈاگر برادرز کی کتاب پر اس نے شاعری لکھی ہوئی تھی--- میجر عاص کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑگئی

تم روک نہ سکو گے جسے

میں سمندر کا وہ بہاؤ ہوں

تم کر نا سکو گے جو سوال

میں اُسکا وضاحتی جواب ہوں

تم جس اندھیرے میں ہو گم

میں اُسی سیاہی کی اِک کرن ہوں

تم بھلا نہ سکو گے جس یاد کو میں اُس میں صدا محفوظ ہوں

تم پکار نہ سکو گے جو نام کبھی

میں اُسی نام کی پہچان ہوں

تم سنو کبھی خامشی کی زباں

میں ہوا میں رقصاں اِک گیت ہوں

جہاں سے کر گئے ہجرت پرند

میں وہ سوکھی ہوئی جھیل ہوں

(ازخود)

****

یہ منظر ہے پاکستان ملیٹری اکیڈمی کاکل کا جہاں میجر عاص کی کامیابی پر ایک تقرہب منقعد کی گئ ہے--- یہاں موجود پاک آرمی کے آفیسرز اور GCs اور LCs اس کی تقریر کا انتظار کررہے تھے--- وہ کچھ منٹ پہلے ہی آیا تھا-- اسی لیے ہال میں موجود ایک جانب کیڈٹس اور دوسری جانب کیپٹن, سیکنڈ لیفٹینٹ, لیفٹینٹ پر زیادہ غور نہ کرسکا

ہماری پاک فوج کا ایک بہادر اور باہمت سپہ سالار کو خوش آمدید کہتے ہیں اُن کو مبارک باد پیش کرتے ہیں کہ ایک بڑے پیمانے پر دہشتگردی اور اسمگلنگ کا خاتمہ کیا یہی نہیں بلکہ دوسرے ممالک کے ساتھ ہمارے تعلقات مزید بہتر کیے--- ہمیں اُمید ہے کہ یہاں موجود ہر کیڈٹ ہمیں مستقبل میں میجر عاص کی جگہ کھڑا ہوکر دیکھائے گا--- کرنل زاکر شاہ نے اسے مائیک پر آنے کا اشارہ کیا تو وہ آرمی یونیفارم میں تمام بیجز لگائے کیپ پکڑ کر مائیک لے پاس آگیا--- وہاں پہنچ کر اس نے کیپ پہنی تھی اور جھٹکے سے سر اُٹھایا تھا نظر جس چہرے سے ٹکرائی تھی--- دماغ اُسکو تسلیم کرنے سے انکاری ہورہا تھا--- وہی چہرہ وہی نین نقش وہی سبز آنکھیں, سنہری بال--- میجر عاص اسے جس یونیفارم میں دیکھنا چاہتا تھا وہ

اُسی میں موجود تھی پُروقار انداز میں ایک قطار کے پاس کھڑی تھی--- یہ وردی اس پر کتنی جچ رہی تھی--- کتنی پیاری لگی تھی وہ آج وہ میجر عاص کو

(اللہ نہ کرے میجر عاص پر اتنا برا وقت آئے کہ آپ کو یاد کرنا پڑے)

کتنی بےرحمی سے وقت نے میرے الفاظ میرے منہ پر مارے ہیں کہ آج جب میں اِس مقام پر کھڑا ہوں جہاں کھڑا ہونا چاہتا تھا تو مجھے تم یاد آرہی ہو--- تمہارے بغیر یہ کیسے ممکن تھا میں اپنی کامیابی کا ایک بڑا حصہ تمہیں دان کرنا چاہتا ہوں--- وہ اپنے آپ سے مخاطب تھا اور پوری محفل اسکے خطاب کے انتظار میں تھی

کیپٹن نیلم!!! کسی کی پکار پر وہ مجسمہِ حُسن حرکت میں آیا تھا میجر عاص کے ہاتھ ڈھیلے پڑگئے--- وہ اسکا خیال نہیں تھا

حقیقت تھی!!!

میں آج جہاں جس مقام پر موجود ہوں صرف اُس ذاتِ کریم کی وجہ سے جس نے مجھے اتنی طاقت اور حوصلہ دیا--- میں نے اپنے ماما بابا کو اس مشن کے ایک ایک لمحے میں یاد رکھا اور آج میں اپنی کامیابی میں ایک بڑا حصہ اپنے ساتھیوں کے نام کرتا ہوں کہ ساری محنت ان کی ہے (کتنی فراخدلی سے وہ اپنے کیے کا کریڈٹ سب کو دے رہا تھا--- کیا آج بھی اس کی زندگی میں میرا نام نہیں--- کیپٹن نیلم نے اس پر اعتماد اور فاتح شخص کو حسرت سے دیکھا)

اگر میرے اس مشن میں میری بیوی میرا ساتھ نہ دیتی تو شاید میں یہاں نہیں ہوتا--- میری بیوی بہت بہادر ہے کیوں کہ وہ میجر عاص عالم کی بیوی ہے--- میری آپ سب لیڈی کیڈٹس کو ایک نصیحت ہے کبھی خود کو کمزور مت سمجھیں آپ مردوں سے بھی زیادہ بہادر ہیں آپ بھی اپنے ملک کو ویسے ہی سرو کر سکتی ہیں جیسے ایک جنٹل مین کیڈٹ!!!

ہال تالیوں سے گونج اُٹھا اسکی سیاہ چمکتی آنکھیں سامنے سبز آنکھوں میں گڑھی تھیں اور وہ اِدھر اُدھر دیکھنے کی کوشش میں ہلکان ہورہی تھی

میجر عاص کو ستارہِ جرأت سے نوازہ گیا تھا----

اسکی کامیابی اسکی فن فولونگ دیکھ کر کیپٹن نیلم کے دل سے آج بھی دعا ہی نکلی تھی

سر سر!!!

میجر عاص-- وہ اپنے نام کی پکار پر رُکا تھا کاش یہ آواز اُسکی ہوتی مگر----

سر بہت بہت مبارک ہو آپ کو--- وہ تین چاد لیڈی کیڈٹس تھیں--- کیپٹن نیلم ان کے پاس سے گزر کر میجر عاص کی کار سے اگلی کار میں کچھ رکھ رہی تھیں--- جب ان گرلز کی آواز سنی

سر آپ اپنی وائف کی بہادری کی اتنی تعریفیں کررہے تھے--- کیا وہ آرمی میں ہیں؟؟؟
کیپٹن نیلم کا پورا وجود کان بن گیا تھا

جی!!! میجر عاص نے یک لفظی جواب دیا

پوسٹ؟؟؟ ایک اور سوال آیا

کیپٹن---

آپ اُن کی پکچرز دیکھائیں گے پلیز--- ایک نے گزارش کی--- وہ اب تک سن رہی تھی
میجر عاص تھوڑا ترچھا ہو کر کھڑا ہوگیا-- وہ اب اسے دیکھ سکتا تھا

میجر عاص نے نفی میں سر ہلایا

کیوں سر؟؟؟

She's too much pretty---

وہ مسکرا رہا تھا

کیپٹن نیلم سے زیادہ تو نہیں ہوسکتیں ---- ایک نے دوسری کے کان میں سرگوشی کی---
جو میجر عاص تک باآسانی پہنچ گئی تھی

اُن سے بھی زیادہ--- وہ شریر لہجے میں بولتا--- گلاس لگا کر مڑ گیا تو وہ سب منہ پر ہاتھ
رکھے ہنسنے لگیں--- اس نے سامنے کھڑی کیپٹن نیلم کو دیکھا تو وہ کار میں بیٹھتی زور سے
دروازہ بند کرچکی تھی

****

محبت نہ ملے تو ہم مجبور ہو جاتے ہیں اگر مل جائے تو بچے بن جاتے ہیں

یہ تو طے ہے کہ محبت ہونے کے بعد ہم کبھی پہلے جیسے نہیں رہتے---- وہ بھی بہت بدل گئی تھی بہت زیادہ

صاعقہ اندر داخل ہوئی تو وہ الماری صاف کررہی تھی اس نے بہت ساری ردی باہر نکال رکھی تھی صاعقہ نے چارٹ اُٹھا کر دیکھا

یہ سب لگاتی بھی نہیں ہو اب پھینکتی بھی نہیں ہو کیوں؟؟؟ صاعقہ نے چارٹس کھول کر دیکھے جو کبھی نیلم بہت جوش و خروش سے خرید کر دیواروں پر لگایا کرتی تھی

بس اب دل نہیں چاہتا---- اس نے اپنی ڈھیر ساری کتابیں اُٹھا کر پلنگ پر رکھیں

تم بہت بدل گئ ہو گڑیا--- اتنی بڑی ہوگئی ہو اچانک سے--- گریجویشن کرلیا--- آرمی جوائن کرلی--- تم نے اپنا کہا پورا کرلیا---اب بابا کو اجازت دے دو وہ میجر عاص--- اس کی بات بیچ میں رہ گئی

بس--- ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں کہ کوئی اس

بارے میں ہم سے بات مت کرے-- آپ لوگوں کو سب بتادیا میں نے جو حقیقت تھی

مگر اسکا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ سب ہمیں فورس کرنے لگ جائیں--- وہ شدید برہم ہوئی

اگر تم میجر عاص سے ایک بار بات کر کے غلط فہمی دور کرلوگی تو سب ٹھیک ہوجائے گا--- نیچے آئے بیٹھے ہیں وہ تم سے ملنا چاہتے ہیں--- اس نے نیلم کو شاک دیا تھا

کیا؟؟؟

جی

ہم نہیں ملیں گے اُن سے کہیں کہ چلے جائیں--- ہماری چار چھٹیاں ہیں وہ بھی کسی سے برداشت نہیں ہورہیں--- وہ بڑبڑارہی تھی

---ایک بات یاد رکھنا گڑیا

!!!پتھر سخت ہوتے ہیں ظالم نہیں

وہ کیا کہنا چاہ رہی تھیں نیلم اچھے سے سمجھ گئی تھی

اگر آپ اس ڈائری کی وجہ سے پریشان ہیں تو جلا دیتے ہیں ہم---- وہ میجر عاص کے نام پر اسی طرح آگ بگولہ ہوتی تھی

George R. R. Martin

مجھے بہت پسند ہے quote کی ایک

"Nobody is a villain in their own story. we're all the heroes of our own stories"

اصل زندگی میں کوئی انسان ویلن نہیں ہوتا ہر انسان اپنی کہانی میں ہیرو ہوتا ہے بس جب کرنے لگ جائیں تو جسکی آخر میں جیت ہو لوگ interact دو لوگوں کی کہانیاں آپس میں ---اُسے ہیرو کہنے لگتے ہیں" صاعقہ بول رہی تھی

منہاج کی باتیں بھول جاؤ وہ اپنی زندگی ختم کرچکا ہے اُسکی غلط فہمی کبھی ختم نہیں ہوگی اُسکی بہن

صرف ایک حادثے کا شکار ہوئی تھی بس باقی اپنی زندگی اُس نے خود برباد کی تھی--- تم نے اُسے دھوکہ نہیں دیا جو کیا اپنے ملک کیلیے کیا--- وہ دو سال میں جانے یہ الفاظ کتنی ---بار اسے بولتی تھی

ہما (صاعقہ کی نند) کی مہندی ہے کل--- اور تم بھی آوگی دادو کے ساتھ میرے سسرال کا معاملہ ہے---- صاعقہ نے اسے کہتے ہوئے چارٹس رکھ دیے تھے

****

وہ پارلر سے مہندی لگوا کر نکل رہی تھی جب اس نے ایک لڑکی کو میجر عاص کے ساتھ ہنستے ہوئے آئسکریم پارلر پر دیکھا ان کے ساتھ ایک پیارا سا بچہ بھی موجود تھا--- نیلم کے دماغ میں میجر عاص کی بات آئی

کس نے کہا میں نے شادی نہیں کی؟؟؟

میجر عاص کی بیوی زندہ ہے؟؟؟ اس کے پیروں تلے زمین کھسک گئ تھی--- سارے منظر ---گڈ مڈ ہوگئے وہ اپنے آنسو روکتے کار میں آبیٹھی اور زناٹے سے بھگاتی لے گئی

گڑیا دادو کیا کہہ رہی ہیں تم نہیں آرہی؟؟؟ صاعقہ اسکے نہ آنے کا سُن کر بھڑک چکی تھی--- رو رو کر نیلم کی آنکھیں سوج چکی تھیں--- ناک لال ہورہی تھی--- کسی نے ٹشو ---پیپر نہیں دیے تھے اسے

ہمارا سر درد کررہا ہے--- سوری آپی اور بابا دادو آرہے ہیں نا تو مسئلہ ہی ختم--- اس سے پہلے کہ صاعقہ مزید بحث کرتی اس نے کال کاٹ دی

اے نیلم کنڈی لگا لے--- دروازہ نہ کھولیں میرا بیٹا--- دادو کیلیے وہ اب بھی بچی ہی تھی

بیٹا دوا لے کر سوجانا--- ابرار صاحب نے اسکے ماتھے پر ہاتھ رکھتے پیار سے کہا

میرا بہادر بچہ--- میرا کیپٹن بچہ!!! وہ اب اسے پیار سے یہی کہتے تھے

****

انہیں گئے آدھا گھنٹہ گزرا تھا جب اسے گھر میں کسی کی موجودگی کا احساس ہونے لگا وہ اُٹھی اور آہستہ سے سیڑھیاں چڑھتی چھت پر آگئی--- اسکے پاس حفاظتی پسٹل تھا

کون ہو تم؟؟؟ اس نے سیڑھیوں کی اوٹ میں سے نکلتے بلیک شرٹ والے سیل فون پر بزی شخص پر پسٹل تان دیا

کیپٹن نیلم ابرار کا شوہر--- وہ دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر مسکراتے ہوئے اسکے سامنے آکھڑا ہوا

---آ---- آپ---- اس نے دانت پیسے

آپ نکل جائیں میرے گھر سے اس سے پہلے کہ میرے منہ سے آپ کے لیے ذلت ---بھرے الفاظ نکلیں

غصے میں آپ بالکل اچھی نہیں لگتیں سچی---وہ اسکا سُرخ اناری چہرہ دیکھتا ہلکے سے مسکرایا

You know what Major Aas you've hundred plus faces

آپ کے ڈیڈ کو آپ کا نام ٹائیگر نہیں گرگٹ رکھنا چاہیے تھا گرگٹ!!!" وہ دانت پیس کر گویا ہوئی غصے کا اظہا کرنے کو میجر عاص کے سینے پر ریوالور کا دباؤ مزید بڑھا دیا

اووہ آج سے آپ مجھے ٹائیگر کے بجائے گرگٹ بلا لیجیے گا یقین مانے میرے لیے بڑی اعزاز کی بات ہوگی--- وہ اب بھی غیر سنجیدہ تھا اسکی ذہانت سے بھرپور سیاہ آنکھیں مسکرا رہی تھیں

میجر عاص!!! وہ غصے سے چیخ ہی تو پڑی تھی

جی؟؟؟ وہ اتنی ہی نرمی سے بولا

ہم بہت غصے میں ہیں--- وہ اس کے اس انداز کی کہاں عادی تھی

یہ رہا سینہ مار لیں نکال لیں اپنا غصہ--- وہ دو قدم آگے بڑھا

وہیں ٹھر جائیں--- ہم سے آج کسی قسم کی اُلفت کسی قسم کی محبت کی اُمید مت رکھیے گا---
جس بندھن سے آپ کو آزاد کردیا تھا اُس سے ہم بھی اُسے روز آزاد ہوگئے تھی--- اہ
سرد آواز میں بولی

وہ رشتہ آج بھی قائم ہے اور کسی میں اتنی ہمت نہیں کہ وہ اسے توڑنے کی بات کرے
آپ میں بھی نہیں سنا آپ نے--- میجر عاص نے اسے بازو سے پکڑا تھا وہ اس کے لمس
پر اس بری طرح اُچھلی جیسے بچھو نے ڈنگ مارا ہو--- اسکی آنکھوں میں آنسو بھر گئے---
اس نے ریوالور نیلم کے ہاتھ سے لے کر اپنی پاکٹ میں ڈالا اسکے غصے سے واقف جو تھا

دنیا کا کوئی بھی شخص جھوٹ بول سکتا تھا دھوکہ دے سکتا تھا نیلم ابرار کو--- مم---مگر
(میجر عاص (اسکے لب کپکپانے لگے

آ--- آپ؟؟؟ اسکے آنسو ٹپ ٹپ گررہے تھے

آپ تو ہمشہ سینے پر وار کرتے تھے نا (اس نے نازک ہاتھ کی مٹھی بنا کر میجر عاص کے
(سینے پر پوری قوت سے ماری

پھر ہماری پیٹھ میں چھرا کیوں گھونپا؟؟؟ اتنی بےاعتباری؟؟؟ اتنی نفرت؟؟؟ میجر عاص نے ان سبز آنکھوں میں لال ڈورے دیکھے تھے

کون سا دھوکہ؟؟؟ کون سی بےاعتباری؟؟؟ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا وہ کیا کہہ رہی ہے

اس نے نیلم کو بازوؤں سے پکڑنا چاہا تو اس نے میجر عاص کو گریبان سے پکڑلیا

آپ کی پہلی بیوی زندہ تھی تو ہمیں سچ بتا دیا ہوتا کچھ کر لیتا اس محبت کو دفن کردیتے جلادیتے مگر آپ نے, آپ نے ہمیشہ ہماری محبت کا مزاق اُڑایا ہے--- جھوٹ بولا ہم سے--- اس کے لمبے ناخن میجر عاص کے چہرے اور گردن ہر لگ رہے تھے بلکہ سہ مار رہی تھی--- اسکے سینے پر اسکے چہرے پر اسکی گردن پر--- دھوکے باز ہیں آپ--- ہم آپ سے نفرت کرتے ہیں اس دنیا کے سب سے برے شخص ہیں آپ--- ہہ--- ہم--- جب مکے برسا برسا کر وہ تھک گئی تو نیچے فرش ہر بیٹھ کر رونے لگی--- میجر عاص کے رخساروں پر اسکے مارے گئے ناخنوں سے نشان پڑ چکے تھے--- صاف شفاف گردن پر ایک بار پھر اسی نے وار کیا تھا--- وہ گھٹنوں کے بل اسکے پاس بیٹھ گیا

اگر تمہیں اور غصہ آرہا ہے تو وہ بھی نکالو مگر روؤ مت--- اس نے نیلم کا چہرہ اوپر کیا تو اس نے میجر عاص کے ہاتھ جھٹکے اور نیچے سیڑھیاں اُترنے لگی--- اپنے کمرے میں گھس کر دروازہ بند کرنا چاہا تو اس نے ایک ہی ہاتھ سے دھکا مارا-- دروازہ ہل کر دیوار میں لگا

پہلی بیوی تم ہی ہو اور خدا کا شکر کرتا نہیں تھکتا کہ زندہ ہو---- وہ اسکے حیران چہرے کو دیکھتے بولا

ادھر آؤ--- میجر عاص نے اسکی کلائی تھامی اور روم کے اندر جانے لگا جب نیلم نے اسکے ہاتھ پر دو تین بار کاٹا--- وہ رُک گیا

چھڑاؤ--- چھڑا کے دکھاؤ یہ ہاتھ--- ٹائیگر کی گرفت اتنی معمولی نہیں ہے کیپٹن نیلم!!! وہ چیلنج کررہا تھا

نیلم نے اسکی سکھائی ٹرِک استعمال کرتے کلائی گھمانا چاہی مگر وہ ہِل بھی نہ سکی

میرے طریقے مجھے پر آزما رہی ہیں--- وہ مسکرایا

اگر ہم چاہیں تو ابھی کراٹوں سے آپ کا برا حشر کردیں مگر ہم لحاظ کررہے ہیں--- وہ پھنکاری

کیوں؟؟؟ وہ بات بے بات مسکرا رہا تھا

آپ ہمارے ٹیچر بھی رہ چکے ہیں اسی لیے--- وہ منمنائی

اور شوہر بھی ہوں اسی لیے بھی--- وہ اسکی جانب جھکتا بولا

نیلم نے اسکے چہرے پر اپنے ناخنوں کے نشان دیکھے

دیکھ لیں کیا حشر کیا ہے آپ نے میرے فیس کا--- وہ تھوڑا اور نیچے ہوا

آپ اس کے لائق تھے تبھی--- حالانکہ دل میں وہ خود کو کوس رہی تھی کہ وہ ایسی کیوں ہے؟؟؟

بیٹھیں اِدھر--- میجر عاص نے اسے بیڈ پر ٹکایا اور خود واپس جاکر روم کا دروازہ بند کردیا--- وہ خفا سی بیٹھی رہی جب کہ وہ واپس اس تک آیا تھا

آپ کو پتا ہے میں پچھلے ایک مہینے سے یہاں آرہا ہوں؟؟؟ وہ خاموش ہوا--- نیلم نے کوئی جواب نہیں دیا

انکل کو سب پہلے سے ہی بتایا تھا آپ نے--- میں حیران ہوا--- وہ مجھے دیکھتے ہی پہچان گئے--- آپ نے گھر بدل لیا--- ان دوسالوں میں کہاں کہاں نہیں ڈھونڈا میں نے آپ کو--- وہ اسکے چہرے کی جانب دیکھ رہا تھا جہاں نو لفٹ کا بورڈ لگا تھا

ٹھیک ہے آپ کی ناراضگی بجا سہی, میں غلط سہی مگر آپ نے انس کو میرے واحد دوست کو بھی اپنا ساتھی بنالیا--- میں نے اتنا پوچھا اُس سے--- اتنی بار کہا کہ بتا دے کیا پتا میں افغانستان کے مشن سے سہی سلامت واپس آؤں یا نہیں---- مگر وہ تب بھی نہیں بولا--- وہ اس سے شکایت کررہا تھا یا بتارہا تھا وہ سمجھ نہیں پائی

میں نے ان دس گیارہ سالوں میں کسی کو نہیں منایا--- مجھے منانا بھی نہیں آتا--- وہ بول رہا تھا

آپ کو بس خفا کرنا آتا ہے--- وہ بیڈ سے اُٹھ گئی

میں ڈائیورس پیپرز کی منتظر--- اسکا جملہ میجر عاص کے بھاری ہاتھوں نے مکمل نہیں ہونے دیا--- اسکے لبوں پر ہاتھ رکھ کر وہ نفی میں سرہلانے لگا

آپ یقین کریں میں نے وہ سب بہت مجبوری میں کہا تھا--- بہت زیادہ مجبوری میں--- اسد زبیر لغاری کے جیسے اور کتنے ہی میری جان کے دشمن بنے پڑے تھے--- آپ کا میرے ساتھ رہنا یا اُس وقت کسی کو بھی میری کمزوری مجھ سے جڑے رشتے کا پتا لگنا میرے لیے عذاب ہوجاتا--- سب ختم ہوجاتا میں آپ کو کسی اور آزمائش میں نہیں ڈالنا چاہتا تھا---

اسی لیے مرنے کو چھوڑ دیا تھا؟؟؟ وہ تلخی سے بولی

میرے ملک کو میری ضرورت تھی مجھے جانا تھا--- وہ بمشکل بولا

ہمیں بھی تو آپ کی ضرورت تھی--- اسکی آنکھ سے آنسو پھسلا

سانحہ اے پی ایس کا منظر یاد ہے؟؟؟ بس میں نہیں چاہتا تھا کہ ویسے ہی کوئی سیاہ دن تاریخ میں آئے تبھی گیا تھا--- وہ تحمل سے اسکے تمام شکووں کا جواب دے رہا تھا

اب کیا لینے آئے ہیں؟؟؟ وہ ناگواری سے بولی---- میجر عاص کو کہاں عادت تھی اس بیگانگی کی اس ناگواری کی تڑپ گیا تھا وہ

دو سال کی سزا کم نہیں ہے اتنی ظالم مت بنیں--- وہ اسکا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں لیتا بولا نیلم نے غصے سے اسکے ہاتھ جھٹکے

پلیز میجر عاص ایک بار آپ اپنے سارے ماسک اُتار پھینکیے ہمیں آپ کا اصلی چہرہ دیکھنا ہے-- وہ تلخ ہو رہی تھی بہت زیادہ تلخ

اتنی بدگمانیاں پال رکھی ہیں میرے لیے؟؟؟

آپ شکوہ کرنے کا حق نہیں رکھتے--- وہ بات کرتے کرتے سائیڈ ڈرا پر پڑا ٹشو باکس اُٹھالائی

شرٹ خراب ہوجائے گی صاف کرلیں--- خون کا ایک قطرہ اسکی شفاف گردن سے بہتا نیچے آرہا تھا--- اس سے پہلے کہ وہ کالر میں جذب ہوتا نیلم نے باکس تھمایا

ہو لینے دو خراب--- بےفکر رہو تم سے نہیں دھلواؤں گا-- اس نے باکس بیڈ پر رکھا

آپ جائیں--- دادو بابا آنے والے ہوں گے---- وہ ایسے ہی اپنی باکس چیزیں اُٹھاکر رکھنے لگی--

تو؟؟؟ وہ سینے پر ہاتھ باندھ کر اسکی حرکتیں دیکھنے لگا

تو آپ کی یہاں موجودگی مجھے شرمندہ کرے گی--- وہ غصے سے پھنکاری

آپ مجھے نکال رہی ہیں اور میں نے آپ کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھا---ایک اور شکوہ

آپ بول لیں یا تم---- وہ مسکرا دیا

---جب جو دل چاہتا ہے وہ بول دیتا ہوں

بالکل جو دل چاہتا ہے بول دیتے ہیں یہ سوچے بغیر کے اگلا بندہ انسان ہے اُس کا بھی دل ہے فیلنگز ہیں--- اس نے کچھ ایسے انداز میں کہا کہ میجر عاص کٹ کر رہ گیا

آپ نے ہم سے ہمیشہ نفرت کی اور ہم نے محبت بےانتہا محبت کی آپ سے-- اس کی سبز نین شکوے کرنے لگے

-نہیں کی کبھی تم سے نفرت--- زوئی کے چہرے سے نفرت کی تھی میں نے تم سے نہیں ---

زوئی؟؟؟

ہاں--- میجر عاص نے آج اس پر اپنا آپ آشکار کردیا تھا اپنا ماضی ایم آز سے نفرت, اس سے نفرت کی وجہ سب کچھ کہہ دیا تھا--- رات دھیرے دھیرے سرک رہی تھی اور وہ آج مرکت کے اندر تک اُتر گئی تھی--- اسکے دل تک پہنچ گئی تھی جس میں آج تک کسی عورت کی جگہ نہیں بنی تھی وہ اسکے دل کی تن تنہا مالک تھی--- اس نے زوئی سے صرف دوستی کی تھی وہی چہرہ تھا اُسکا بھی جو نیلم ابرار کا تھا-- مگر اسے زوئی سے نفرت تھی شدید نفرت اور اس سے محبت شدید محبت مگر وہ اسکا اظہار نہیں کررہا تھا--- صرف اسے نفرت کرنے کی وضاحت دے رہا تھا--- محبت کب ہوئی؟؟؟ ہے کہ نہیں؟؟؟ کچھ نہیں بتایا تھا

****

پورا چاند آسمان پر ڈیرہ ڈالے تھا--- آس پاس ستارے چمک رہے تھے--- کھلی کھڑکی سے یہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا اندر آرہی تھی--- پردے اُڑنے لگے--- وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے آنکھیں موندے بیٹھی تھی اور میجر عاص اسکی گود میں سر رکھے صدیوں کی تھکن اُتار رہا تھا اسکی مخروطی اُنگلیاں اسکے سیاہ بالوں میں دھیرے دھیرے چل رہی تھیں--- وہ سوچ رہی تھی کہ مرکت کون تھا؟؟؟

میجر عاص یا منہاج؟؟؟

دونوں ایسے شخص تھے جو صرف اس پر کھلے تھے جن کے دل صرف اس کیلیے زندہ ہوئے تھے--- جنھوں نے صرف اسے اپنے درد سنائے تھے دونوں کی ہی کہانی ملتی تھی--- کہاں فرق تھا؟؟؟

فرق تھا وہ فرق غلط ہونے کے بعد راستہ چننے کا تھا

کہ آپ کے ساتھ ظلم ہوا تو کوشش کرو جنگ کرو کہ یہ ظلم کسی دوسرے پر نہ ہو جو میجر عاص نے کیا اور منہاج نے کیا کیا؟؟؟ محظ ایک حادثے کے سبب کیا سے کیا بن گیا وہ--- غلط لوگ سب کو ملتے ہیں راہ راہ پر کھڑے ہوتے ہیں یہ گمراہ کرنے کو کھڑے ہوتے ہیں کوشش کریں جب یہ ہاتھ بڑھائیں تو لات مار کر ان گمراہوں کو دور پھینک دیں اور وہ راستہ چن لیں جو حق کا ہو سچ کا ہو!!!

تھی neutral اور نیلم؟؟؟ وہ negative کردار تھا منہاج positive میجر عاص ایک

بھی ہوتے neutral کردار نہیں ہوتے کچھ negative اور positive ہر کہانی میں

سے کوراپ کرلیتے ہیں میجر عاص positivity کو negativity ہیں جو اپنے کردار کی

---کی کہانی میں نیلم ابرار کا کردار ایسا ہی تھا

تھا جس نے اسکی positive منہاج عز ضحاک کی زندگی میں نیلم کا کردار
کبھی نہیں ہوسکتا تھا کیوں کہ وہ جو کرچکا neutral کو ختم کردیا تھا وہ negativity
---کور نہیں کرسکتی تھی positivity تھا وہ نیلم ابرار کی

وأحرص علی قلبي لانك فيه

(میرے دل کا خیال رکھنا کیونکہ تم اس میں رہتی ہو)

اس نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں----- کبھی اُس نے یہ جملہ کہا تھا اسے--- اس نے
سائیڈ ڈرا کی جانب دیکھا گلابی رنگ کی ڈائری وہاں پڑی تھی--- کھلی ہوئی شاید ہوا کی وجہ
سے--- اس پر لکھے عربی اشعار وہ کبھی نہیں پڑھتی تھی

کیوں کہ وہ جب بھی اس ڈائری کا پہلہ صفحہ کھولتی تو اس پر درج حرف اسے آگے نہ
بڑھنے دیتے

کئی بار آپ کی برائیاں سچ مچ کسی کو آپ سے محبت کرنے سے آپ کو پڑھنے سے روک دیتی ہیں

---کیا ہوا--- اسکی اُنگلیاں حرکت کرنا بند کرگئیں تھیں وہ جاگ گیا تھا

---منہاج زندہ ہے؟؟؟-- اس نے گہری سانس لیتے پوچھا

---کل لے کر جاؤں گا آپ خود دیکھ کر فاصلہ کر لیجیے گا

میجر عاص نے اسکا ہاتھ تھام لیا کمرے میں صرف چاند کی روشنی تھی--- اسکا ہاتھ وہ لبوں تک لے گیا--- بےخودی میں ہاتھوں سے مہندی کی مہک کو وہ محسوس نہیں کرسکا تھا--- نیلم نے اسکا پہلا عملی اظہار اپنی ہتھیلی کے دل میں محسوس کیا تھا ابھی وہ پوری طرح ان جذبوں کو محسوس بھی نہیں کرپائی تھی کہ میجر عاص جھٹکے سے اُٹھ بیٹھا

کیا ہوا؟؟؟

اچھوں!!!

اچھوں!!!

اسکا چھینکو سے برا حال ہوچکا تھا

پانی؟؟؟

ٹشو؟؟؟

وہ اسے پکڑانے لگی

واش روم؟؟؟ اس نے واش روم کا پوچھا اور اُس جانب چل پڑا--- منہ دھو کر واپس آیا تو اسکی ناک سرخ ہورہی تھی

کیا ہوا تھا آپ کو؟؟؟ وہ اسکے پاس آرکی--- لائٹ آن کی

----آپ کے ہاتھوں کی سمل

مہندی لگائی ہے آپ نے؟؟؟ وہ اس کے ہاتھوں کو دیکھتا جملہ ادھورا چھوڑ گیا

اوہ--- آپ کو مہندی سے الرجی تو نہیں؟؟؟ نیلم نے اندازا لگایا

پتا نہیں کبھی مہندی والے ہاتھوں کو ٹچ نہیں کیا--- وہ ٹیبل پر پڑے باکس سے ٹشوز نکالنے لگا

اور بغیر مہندی والوں کو؟؟؟ اس نے گھورتے ہوئے پوچھا--- وہ اسے دیکھ کر مسکرانے لگا

بہت بار--- اس نے نیلم نے کھلے گھنگریالے بالوں کی ایک لٹ کھینچی جو لمبی سی ہوکر اس کے چھوڑنے پر کسی سپرنگ کی طرح واپس لپٹ گئی--- اس نے میجر عاص کے سینے پر ایک مکا رسید کیا

اُف ظالم حسینہ کیا حشر کیا ہے میری گردن کا وہ ڈریسنگ میں دیکھتا بولا

نیلم نے چند ٹشو اُٹھائے اور اسکی گردن پر عرقِ گلاب کا چھڑکاؤ کر کے صاف کرنے لگی
میجر عاص اسکا چہرہ دیکھنے لگا

میں نے تمہیں بہت مِس کیا تھا نیلم--- وہ اسکے بالوں کو چھیڑتا بولا--- وہ چپ رہی

تمہارا اندازِ محبت بدل گیا ہے--- اس نے نیلم کو بازؤں سے پکڑ کر اپنے سامنے کیا

ایسا نہیں ہے--- وہ ٹشو پیپر رکھنے لگی

ایسا ہونا بھی نہیں چاہیے--- اس نے نیلم کی صراحی دار گردن پر انگوٹھا پھیرا

ہم نے ابھی آرمی جوائن کی ہے گریجویشن کرنے کے بعد پھر سے ٹیسٹ دے کر پروپر وے سے یہ پوسٹ حاصل کی ہے ہم آرمی کو سرو کرنا چاہتے ہیں--- پاکستان کو سرو کرنا چاہتے ہیں--- اس نے اہنا مدعا بیان کیا

مجھے بھلا کوئی اعتراض ہوسکتا ہے؟؟؟ بس تم اپنی چھٹیوں میں سے دو دن ہر بار میرے گھر پر گزارو گی--- وہ اپنے پاکٹ سے کچھ نکالنے لگا

آپ کا گھر؟؟؟

ہاں--- اس نے نوز پِن نکالی تھی--- نیلم شاکڈ ہوئی--- وہ تو اب عادی ہوگئی تھی اس کے بغیر رہنے کی--- ٹائیگر نے وہ نوز پِن اسکے ناک میں پہنانی چاہی مگر وہ اندر جا کے نہیں دے رہی تھی--- نیلم کو ہنسی آنے لگی

میجر عاص عالم آپ سے نہیں ہوگا--- اس نے ہنستے ہوئے نوز پِن اسکے ہاتھ سے لے کر خود پہن لی--- یہ تم پر بہت سوٹ کرتی ہے میجر عاص نے دھیرے سے جھک کر نوز پِن پر اپنے لب رکھ دیے

ااااء

اااء

---نیلم نے ہچکی لی

---ہاہاہا

سوکیوٹ-- میجر عاص نے اسکی ناک دبائی تھی---وہ حیا سے گلنار ہونے لگی---دروازے پر بیل ہورہی تھی--- نیلم نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے دیکھا

اوہ نو دادو-- بابا لوگ آگئے--- آآ-- وہ بھاگ کر کھڑکی تک گئی جہاں دادو اور ابرار صاحب کھڑے اسے دروازہ کھولنے کا اشارہ کررہے تھے---پھر ابرار صاحب نے اسے ٹھہرنے کا کہا اور چابی دیکھائی کہ ہم خود ہی کھول کر آجائیں گے وہ کھڑکی سے ہٹ گئی

آآ--- آپ جائیں نا--- ابھی تک کھڑے ہیں--- وہ عجلت میں بولی

مگر کیوں؟؟؟ وہ مسکرایا اسے فکرمند دیکھ کر ہنسی آرہی تھی

دادو بابا کیا سوچیں گے--- اللہ آپ آپ آئے ہی کیوں تھے--- وہ اس پر برسی

یہیں سوچیں گے کہ ہمارے سامنے کہتی تھی میجر عاص کا نام مت لے کوئی اور اب چھپ چھپ کر---

توبہ توبہ--- آپ خود آئے تھے ہم--- اسکی بات دادو کی آواز نے کاٹی

اے نیلم!!!

ہائے دادو اوپر آرہی ہیں اب؟؟؟ اب کیا ہوگا--- وہ پریشان سی میجر عاص کو دیکھنے لگی جو اسکی حرکتوں پر ہنس رہا تھا اسکے دیکھنے پر مسکراہٹ چھپالی

اللہ دادو اوپر آرہی ہیں--- وہ ادھر اُدھر چھپنے بلکہ میجر عاص کو چھپانے کے طریقے ڈھونڈ رہی تھی--- جب اِس پر نظر پڑی وہ دروازے کی طرف جارہا تھا

اے نیلم!!!

میجر عاص نے دروازہ کھول دیا اس سے پہلے کہ وہ اپنا سر باہر نکال کر دادو کو سرپرائز دیتا نیلم نے اسکی شرٹ پیچھے سے کھینچتے اندر گھسیٹا

کیا کر رہے ہیں آپ؟؟؟ وہ سرگوشی میں غرائی

دادو کو سلام کرنے جارہا ہوں--- وہ بہت معصومیت سے کہہ رہا تھا

سلام؟؟؟ جوتے نا پڑ جائیں کہیں---- ادھر آئیں آپ--- اسے بازو سے پکڑ کر وہ الماری کے پاس لائی

اے نیلم سنتی کیوں نہیں ہے؟؟؟

دادو نے دروازہ کھولا کمرہ خالی تھا

ششششش!!! نیلم نے بےدھیانی میں اسکے ہونٹوں پر ہاتھ رکھا ہلکی ہلکی شیو کی چبھن اسکی نازک اُنگلیوں نے محسوس کی--- وہ میجر عاص کی جانب نہیں دیکھ رہی تھی الماری کی اوٹ سے دادو کو دیکھ رہی تھی جو اندر آرہی تھیں---

میجر عاص کا چہرہ سرخ ہونے لگا--- اسے چھینک آرہی تھی مہندی کی خوشبو ناک میں گُھس رہی تھی--- میجر عاص اسکا ہاتھ ہٹانے کی کوشش کررہا تھا

نہیں پلیز پلیز!!! نیلم اسے منع کررہی تھی--- بالآخر اسکا ضبط ٹوٹا نیلم کا ہاتھ ہٹا کر وہ چھینک پڑا اور اسکا دورا اسٹاٹ ہوچکا تھا--- دادو لاٹھی لے کر آگے آئیں اور حیرت سے ان دونوں کو دیکھا--- آگے بڑھ کر میجر عاص کو بازو سے پکڑ کر بیڈ پر بٹھایا نیلم پانی لائی---

ہائے اے نیلم توں نے مارا ہے بچے کو؟؟؟ انہوں نے میجر عاص کا چہرہ پکڑ کر گھمایا

ہائے میرے خدا اے یہ کیا حشر کیا ہے لڑکے کے چہرے کا--- دادو نے خونخوار نظروں سے اسے دیکھا

شرم نہ آئی تجھے شوہر ہے تیرا--- اے نیلم تجھے کب عقل آئے گی---دادو فرسٹ ایڈ باکس اُٹھا کر لائیں

نہیں دادی کچھ نہیں ہوا--- ہلکی سی کھروچ ہے ٹھیک ہوجائے گی--- وہ جو نیلم کی ڈانٹ کا مزہ لے رہا تھا انہیں پریشان ہوتا دیکھ کر سنجیدگی سے بولا

بیٹا معاف کرنا ایسی ہی ہے عقل ہے نہیں اسے--- وہ بزرگ تھیں پرانے وقتوں کی عورت, شوہر کے رتبے کو سمجھنے والیں

گندی انہیں ناخنوں سے آٹا گوندھتی ہے--- دادو نے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا جو اچھے بچوں کی طرح سر جھکائے لعن طعن سُن رہی تھی

دادی اسکے ناخن کٹواتی کیوں نہیں ہیں آپ؟؟؟ وہ بھی ان کے ساتھ شامل ہوگیا--- نیلم نے اسے ان نظروں سے دیکھا جیسے کہہ رہی ہو آپ کو تو دیکھ لوں گی میں

(چل ابھی کاٹ یہ چھرے(ناخن

دادو بعد دددد میں--- وہ منمنائی

دادی آپ بے فکر رہیں ابھی اسکا بندوبست کرتے ہیں--- اس نے ڈریسنگ سے نیل کٹر تلاش کیا اور اسکا ہاتھ پکڑ کر صوفے پر بیٹھ گیا--- دادو کے سامنے اسکی یہ بے تکلیفی نیلم کو پانی پانی کرگئی

---دادی کاٹ دوں؟؟؟ اسکے پوچھنے پر دادو ہنستی ہوئی چلی گئیں
--دادی کو دادو

میں کو ہم-- اتنی تمیز دار اُردا کہاں سے لاتی ہیں آپ؟؟؟ اس نے نیلم کا ہاتھ پکڑ کر ناخن کاٹنے شروع کردیے

میجر عاص رہنے دیں نا--- ہم غصے میں تھے--- وہ منتی لہجے میں بولی

!!!آپ پھر غصے میں آگئیں تو میرا منہ تو گیا نا

برائی کا انجام ہمیشہ برا ہوتا ہے--- زہر کا بیج بو کر محبت کے گلابوں کی تمنا کرنا حماقت نہیں تو کیا ہے؟؟؟

وہ میجر عاص کے ساتھ اسلام آباد آئی تھی---جہاں منہاج عز ضحاک کو انڈر گراؤنڈ رکھا گیا تھا--- پوری دنیا جانتی تھی کہ وہ مرگیا ہے---- ان دوسالوں میں میجر عاص اسکے کتنے ہی وفاداروں کے حملوں کا شکار رہا تھا--- کتنی بار وہ موت کے منہ سے نکلا تھا؟؟؟ منہاج کی قید کی ایک الگ داستان تھی جس میں میجر عاص نے بہت کٹھن وقت دیکھا تھا بہت ---تکالیف برداشت کی تھیں

!!!وہ اندھیرے میں لمبے بال-- بدبودار کپڑوں والا شخص منہاج عز ضحاک تھا نہیں

نیلم ابراد کیسے یقین کر لیتی اسکی ایک ایک چیز قیمتی ہوتی تھی--- اتنا پرفیوم وہ استعمال کرتا تھا مگر اس کے جسم سے قاتل کی بو نہیں ختم ہوتی تھی---- اس کے ہاتھ میں لوہے کی ---نوکیلی سی چیز تھی جس سے اس نے جیل کے درو دیوار بھر رکھے تھے

کائنات ملکہ اور قاتل!!!

ہر جگہ یہی تحریر تھا ہر دیواد پر وہ پاگلوں کی طرح اپنے منہ کو نوچنے رہا تھا کبھی بازو پر خارش کررہا تھا--

اس نے اپنی کہانی کو خود عنوان دے دیا تھا وہ کیا کرتی؟؟؟

اسکی کہانی میں اسے شامل ہونا ہی تھا وہ ہو چکی تھی مگر کون جانتا تھا کہ نیلم ابرار کی کہانی میں بھی وہ تاعمر زندہ رہے گا!!!

اس نے کہا تھا

تمہیں ہر اُجڑے گھر کی آہ لگے

اور آج اسکا حال دیکھ کر وہ کانپ رہی تھی---

اس نے دیکھا تھَا کبھی اس شخص کو شان سے کھڑے اور آج اسے فقیروں سے بھی بدتر جانا تھا----سکندر تو باہر کھڑا تھا اسکا انتظار کررہا تھا اسے جانا تھا واپس اپنی دنیا میں جو میجر عاص سے شروع ہو کر اس پر ہی ختم ہوجاتی تھی

وہ جاچکی تھی!!! اندر بیٹھے شخص نے حسرت سے اسکی کمر پر جھولتے سنہری بالوں کو دیکھا تھا

فرض کرو ہم اہل وفا ہوں، فرض کرو دیوانے ہوں

فرض کرو یہ دونوں باتیں جھوٹی ہوں افسانے ہوں

فرض کرو یہ جی کی بپتا جی سے جوڑ سنائی ہو

فرض کرو ابھی اور ہو اتنی آدھی ہم نے چھپائی ہو

فرض کرو تمہیں خوش کرنے کے ڈھونڈھے ہم نے بہانے ہوں

فرض کرو یہ نین تمہارے سچ مچ کے مے خانے ہوں

فرض کرو یہ روگ ہو جھوٹا جھوٹی پیت ہماری ہو

فرض کرو اس پیت کے روگ میں سانس بھی ہم پر بھاری ہو

فرض کرو یہ جوگ بجوگ کا ہم نے ڈھونگ رچایا ہو

فرض کرو بس یہی حقیقت باقی سب کچھ مایا ہو

****

اسلام آباد میں سردی نے ہر ایک کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا--- وہ اُلٹا چل رہے تھے Monal ریسٹورینٹ پہلے آیا تھا--- میجر عاص نے اپنی جیپ روک دی--- ہلکی ہلکی بارش میں جب وہ ہوٹل کی سیڑھیاں چڑھ رہے تھے تو میجر عاص نے اپنی جیکٹ اُتار کر اسکے کاندھوں پر ڈالی تھی اور اسکے شانے پر بازو پھیلاتے اندر جانے لگا--

---ٹائیگر--- اسکی آواز سرگوشی سے بھی کم تھی

ہوں--- وہ اب بھی سیڑھیاں چڑھ رہے تھے

ہم نے شال لی ہوئی ہے--- وہ مسکرا کر اسکے چہرے کو دیکھنے لگا

تو؟؟؟ ---- اس نے بازو کا دباؤ مزید بڑھادیا--- وہ نفی میں سر ہلا کر رہ گئی--- وہ پھر اسے عادی کررہا تھا اپنا، اپنی عادتوں کا، اپنے انداز کا، اپنی محبت کا----

اب وہ کافی پی لیتی تھی

میجر عاص آئسکریم کھالیتا تھا

دونوں ایک دوسرے کی پسند کو ترجیح دیتے تھے اور کئی بار یہی بات بحث شروع کروا دیتی تھی ان کی---

وہ اسے اپنا گھر دیکھانے لایا تھا--- نیلم کو آج پتا چلا تھا کہ اُسے کار سے زیادہ جیپ کا شوق تھا اسکے گھر میں دو پورانے ڈیزائن کی بھی جیپ تھیں--- گارڈ نے ددوازہ کھولا تھا جب وہ اندر داخل ہوئے--- پارکنگ ائیریا سے ابھی اسکی نظر آگے پڑی تو دنگ رہ گئی--- خوبصورت ڈیکوریشن سٹونس سے سیدھی روش بنا رکھی تھی اسکے کنارے پر بہت خوبصورت ڈیزائن کے پینٹ کیے پتھر تھے وہ حیرت زدہ سی آگے بڑھنے لگی---- لان کے درمیان میں پتھروں کے بیچ میں فوارہ لگا تھا--- پتھر دیواروں پر بھی لگے تھے--- چھوٹی چھوٹی کنکریوں اور پتھروں سے ایک اونچی جگہ بنا رکھی تھی--- جسکے پیچھے سے فوارہ--- پتھروں کی روش سب نظر آرہا تھا

میجر عاص--- ایک پکچر لیں ہماری-- وہ پتھروں پر کھڑی تھی--- اس نے میجر عاص کی جیکٹ اُتار کر پہلے اُسکے کاندھے پر ڈالی اور پھر واپس آکر کھڑی ہوگئ

پورا ویو آنا چاہئے---- پورا گارڈن--- وہ اسے حکم دے رہی تھی--- سہ ہنسنے لگا

WoW it's Fabulous !!!

اس نے روش پر گرے رنگ برنگے گارڈن سٹونس اُٹھا کر دیکھے پھر فوارے کے پاس پڑے گلاس سٹون--- وہ بےحد خوش دیکھائی دے رہی تھی--- اسے کریز تھا پتھروں کا----- میجر عاص اسکی بہت ساری تصاویریں اُتار رہا تھا

بس کریں میجر عاص--- وہ اسے بول کر فوارے کے پانی سے پتھر دھونے لگی

نیلم بس کریں--- اندر چلیں--- وہ اسے بازو سے کھینچنے لگا

---نہیں ہمیں دیکھنے ہیں

دیکھ لیے بہت--- میں ان پتھروں سے جیلس ہوگیا تو اپنی پورے دو سال کی محنت اپنے ہاتھوں ہی برباد کردوں گا--- وہ اسے کھینچ کر اندر لارہا تھا

اتنا خوبصورت گھر ہے آپ کا---- اس میں ڈیکوریشن کی ہر چیز یہاں رہنے والے کے اعلیٰ ذوق کا منہ بولتا ثبوت تھی---وہ دیواروں پر لگی اسکی فیمیلی پکچرز دیکھنے لگی

یہ ماما ہیں یہ بابا اور یہ میں--- وہ ایک تصویر میں موجود چھوٹے گول مٹول بہت گورے بچے کو دیکھ کر بولا جس کے ہاتھ میں فٹ بال تھا

کتنے معصوم تھے آپ چھوٹے ہوتے--- وہ شرارت سے بولی

ہاہاہا--- وہ ہنسا

معصوم تو میں اب بھی ہوں--- اس نے نیلم کے بالوں کے کرل اُنگلیوں میں گھمائے--- وہ اسے بتا نہیں سکا کہ اسکے یہ گھنگریالے بال اِسے بہت پسند ہیں--- وہ انہیں اسٹریٹ کرتی ہے تو اسے بہت غصہ آتا ہے---- نوز پِن کے بغیر میجر عاص کو اسکا چہرہ ادھورہ لگتا ہے

میجر عاص میکرونی؟؟؟ اس نے سینے پر ہاتھ باندھتے ابرو اُچکائے

بالکل نہیں

آج تو بالکل نہیں--- میجر عاص نے منع کیا

کیوں نہیں؟؟؟ ہسبنڈ بن کر آپ بہت نخرے کرنے لگ گئے ہیں--- اس نے ڈانٹا

تمھارا گھر ہے تمھارا کچن جو بھی بناؤ اوپر لے آنا تمھارے لیے سرپرائز ہے--- وہ سیڑھیاں چڑھتا بولا

گھر کیا تھا اچھا خاصا بنگلہ تھا--- اس نے بس میکر عاص کی ذات سے محبت کی تھی اسکی خصوصیات سے اسے یہ بھی نہیں پتا تھا تب کہ وہ کون ہے؟؟؟ اس کا اصل نام؟؟؟ اسکا خاندان؟؟؟ اسکا گھر؟؟؟ اسے کچھ بھی تو نہیں پتا تھا--- میجر عاص کیسے اسکی محبت پر شک کرتا؟؟؟

اس نے کافی بنائی اور ٹرے اُٹھا کر اوپر آگئی--- جہاں وہ اتنی سردی میں بھی نہا کر نکل رہا تھا--- نیلم نے بنیان سے جھانکتے اسکے مضبوط بازو اور چوڑے سینے کو دیکھا---- وہ ٹاول سے بال رگڑ رہا تھا

---مجھے لگا تم شرما جاؤ گی--- وہ گیلا ٹاول اسکے چہرے پر اُچھال چکا تھا

اخ خ خ ----کیا بدتمیزی ہے؟؟؟

---وہ چلائی--- میجر عاص نے اپنا کافی کا مگ اُٹھا لیا

آج بھی کافی؟؟؟ ویسے جیسا تم کھانا بناتی ہو کافی ہی ٹھیک ہے---- وہ اسکے ہاتھ کا کھانا کھا چکا تھا--- وہ کُک اچھی نہیں تھی مگر بیوی بہت اچھی تھی--- میجر عاص نے دل سے ---اعتراف کیا

مجھے یقین نہیں آتا یہ وہی میجر عاص ہیں جو کبھی ہمارا چہرہ دیکھنے کے روادر نہیں تھے--- وہ اسکے ساتھ بیڈ پر ٹِک گئے---- اسکے شانے کو چھونے لگی جس پر گولی لگنے کے نشانات اب ---بھی موجود تھے

تب مجھے تمہارے چہرے میں زوئی دیکھتی تھی--- وہ مگ کے کنارے پر اُنگلی پھیرتا بولا

اور اب؟؟؟ اس نے میجر عاص کا بازو ہٹا کر سینے پر سر رکھتے پوچھا

بالکل بھی نہیں--- وہ اسے سمیٹنے لگا--- کافی کا مگ اب بھی دائیں ہاتھ میں موجود تھا

اب مجھے بس اُس انداز سے اُس محبت سے محبت ہے جو تم مجھ سے کرتی ہو--- بدل تو سب اُسی دن گیا تھا جب میں ایم آز پلازہ گیا تھا تم سے ملنے--- سب سے پہلے مجھے تمہارے گھنگریالے بالوں سے عشق ہوا تھا--- اس نے نیلم کے بال پھر سے بکھیر دیے

آپ ہم سے محبت کرتے ہیں؟؟؟ اس نے سر اُٹھا کر میجر عاص کی آنکھوں میں دیکھا

میں نہیں جانتا محبت کیا ہوتی ہے میں بس اتنا جانتا ہوں کہ تم جب پاس نہیں ہوتی تو بہت یاد آتی ہو---- بہت زیادہ--- حد سے زیادہ!!! نیلم نے اسکی گردن کو اپنی اُنگلیوں سے ---چھوا جہاں دو تین دن پہلے مارے اسکے ناخنوں کے نشان اب بھی موجود تھے

---میجر عاص نے اسکے لبوں کی نرمی اپنی گردن پر محسوس کی تھی

تمہارے لیے ایک سرپرائز ہے میرے پاس--- وہ بیڈ سے اُٹھا

مگ نیلم کو پکڑا دیا--- جب وہ الماری سے کچھ نکال کر واپس آیا تو نیلم نے اسکے ہاتھ میں !!!ایک باکس دیکھا تھا--- لکڑی کا خوبصورت سا باکس

کھولو--- وہ اسے ایک نظر دیکھتی باکس کھولنے لگی

---اندر بہت سے پتھر تھے

عقیق, زمرد, نیلم, پکھراج, فیروزہ, موتی, لہسینا, سنگ بشپ اور یاقوت تھے--- اتنے سارے اصلی خوبصورت پتھر نیلم کو ایک بار پھر دیوانہ کرنے لگے

مرکت صرف ایک؟؟؟ اس نے پوچھا

---ہاں--- کیوں کہ عشق تو ایک ہی سے ہوتا ہے نا

اور پتھر اتنے سارے--- اس نے پوچھا

ہاں--- محبت تو ایک سے زیادہ لوگوں سے بھی ہوجاتی ہے--- اس نے نیلم کا حسین چہرہ دیکھا جو ان مرکت کی سبز چمک میں اور حسین و دلکش لگ رہا تھا

چاند نے تاروں کو سنگی بنایا تو فلک نے سیاہی اوڑھ کر ان کی چمک کو اور گہرا بنادیا--
فوارے کا پانی اسکی چھوٹی سی ہتھیلی سے بہہ کر پتھروں میں پڑرہا تھا کبھی نہ کبھی تو ان میں بھی شگاف پڑ ہی جانا تھا

گلابی ڈائری فوارے کے پاس پتھروں پر پڑی تھی--- میجر عاص سوچکا تھا اور وہ اپنے کمرے ---میں آگئ تھی مگر ان پتھروں کی دلکشی نے اسے سونے نہیں دیا تھا وہ نیچے آچکی تھی

ہم نہ کبھی اپنی محبت بھلا سکتے ہیں نا کبھی وہ محبت جس کی خاطر کسی نے اپنی زندگی داؤ پر لگادی ہو!!!

وہ میجر عاص کے عشق میں گرفتار تھی--- وہ اسکے لیے آج بھی کچھ بھی کرسکتی تھی مگر

وہ چاہ کر بھی اب کریم اور مہرون رنگ نہیں پہن سکتی تھی

اسے ہیرے نہیں پسند تھے--- جو آخری ملاقات میں اُس نے نیلم ابرار کی جھولی میں پھینکے تھے

اسے چند عربی فقرے اور اشعار کبھی نہیں بھولنے تھے

"كل دقة قلب فيني لك قصيدة"

کیپٹن نیلم ابرار نے دہشتگرد منہاج عز ضحاک کے ٹانگوں میں اتنی گولیاں ماری تھیں کہ وہ اب زندگی بھر کھڑا نہیں ہوسکتا تھا بہت بری طرح سے بہت گہرے سمندر میں گرا تھا وہ

میں نے تم سے آخری ملاقات کی بہت بڑی قیمت چکائی ہے ملکہ!!!

اور وہ بیٹھی سوچ رہی تھی کہ اس نے جذبوں کو پتھروں سے سر پھوڑنے کی اجازت کیوں دی تھی؟؟؟

اس نے ایک مرکت کو تسخیر کرنے کیلیے ایک اور مرکت کے دل تک بھی رسائی حاصل کرلی تھی--- وہ دونوں کا درد محسوس کرتی تھی--- حساس انسانوں کا جینا بہت مشکل ہوجاتا ہے---- وہ اُن لوگوں کا بھی درد محسوس کرتی تھی جنھوں نے اس جنگ میں اس انتقام میں کتنے اپنے گنوائے تھے اور بس یہیں آکر منہاج کا درد محسوس ہونا بند ہوجاتا تھا اور ---میجر عاص اس پر حاوی ہوجاتا تھا

جو جنگ جیتا وہ سکندر

جو محبت جیتا وہ شاہ

اور جو دنوں جیت جائے وہ؟؟؟

وہ میجر عاص عالم!!!

آپ کو کیا لگتا ہے کون تھا نیلم کا مرکت؟؟؟

ختم شد